

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

۵

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

پاکستان (۵۴۰۰۰)

Contents

4 اجمالی فہرست
5 پیش لفظ
7 فہرست جلد پنجم
7 ابواب و مسائل
27 فہرست ضمنی مسائل
43 کتاب الصلوة
75 جمان التاج فی بیان الصلاة قبل المعراج ^{۳۱۱} (تاج کے موتی، معراج سے پہلے نماز کے بیان میں)
122 باب الاوقات نماز کے وقتوں کا بیان
160 رسالہ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین ^{۳۱۲} دو دریاؤں کو ملنے سے روکنے والا، دو نمازوں کو جمع کرنے سے بچانے والا
167 فصل اول طلوع فجر نوری بہ اثبات جمع صوری:
204 فصل دوم ابطال دلائل جمع تقدیم:
228 فصل سوم تضعیف دلائل جمع تاخیر
270 فصل چہارم نصوص نفی جمع و بدایت التزام اوقات میں
344 فصل فی اماکن الصلوة
362 باب الاذان والاقامة
392 دیوبندی خیانتوں کے نمونے
430 رسالہ
430 منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین ^{۳۱۱}
430 (انگوٹھے چومنے کے سبب آنکھوں کا روشن ہونا) ^{۳۱۱}
633 نہج السلامة فی حکم تقبیل الابھامین فی الاقامة ^{۳۱۳}
633 (اقامت کے دوران انگوٹھے چومنے کے حکم میں ٹمڈہ تفصیل۔ت)
657 ایذان الاجرفی اذانہ القبر ^{۳۱۴}
657 (دفن کے بعد قبر پر اذان کہنے کے جواز پر مبارک فتویٰ)



فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)



مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (الحديث)
 الْعَطَايَا النَّبَوِيَّة فِي الْفُتَاوَى الرَّضَوِيَّة
 مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد پنجم

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
 فقہی انسائیکلو پیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ _____ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء _____ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور نمبر ۸، پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون نمبر ۷۶۵۷۳۱۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

کتاب	فتاویٰ رضویہ جلد پنجم
تصنیف	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری، ریلوی قدس سرہ العزیز
ترجمہ عربی عبارات	(۱) حضرت علامہ صاحبزادہ قاضی عبدالدائم دائم، ہری پور ہزارہ
	(۲) حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری، لاہور
پیش لفظ	حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ، لاہور
تخریج و تصحیح	۱۔ مولانا نظیر احمد سعیدی ۲۔ مولانا محمد عمر ہزاروی
باہتمام و سرپرستی	مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان
ترتیب فہرست	مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی
کتابت	محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
پروف ریڈنگ	مولانا سردار احمد حسن سعیدی
پیسٹنگ	مولانا محمد یسین قادری شطاری
صفحات	۶۹۲
اشاعت	ربیع الاول ۱۴۱۳ھ / ستمبر ۱۹۹۳ء
مطبع	یوسف عمر پرنٹرز B12 اندرون بھائی گیٹ لاہور
ناشر	رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت	--- روپے

ملنے کے پتا

*مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

*مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

اجمالی فہرست

- پیش لفظ _____ ۵
- کتاب الصلوٰۃ _____ ۴۳
- باب الاوقات _____ ۱۲۱
- اماکن الصلوٰۃ _____ ۳۴۳
- باب الاذان والاقامة _____ ۳۶۱
- آخذ و مراجع _____ ۶۹۷

فہرست رسائل

- جمان التاج _____ ۷۵
- حاجز البحرین _____ ۱۵۹
- منیر العین _____ ۴۲۹
- ضمنی رسالہ الہاد الکاف فی حکم الضعاف _____ ۵۳۷۳۴۷۷
- نہج السّلامۃ _____ ۶۲۹
- ایذان الاجر _____ ۶۵۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

الحمد للہ! اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے خزان علم و ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں منصفہ شہود پر لانے کے لئے مخدوم اہلسنت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی زیر سرپرستی "رضا فاؤنڈیشن" کے نام سے جو ادارہ چند سال قبل قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو تدریجاً طے کرتے ہوئے سرعت رفتاری سے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کتاب الطہارۃ مکمل چار خوبصورت مجلدات میں آپ تک پہنچ چکی۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر عنایت و فیضان سے پانچویں جلد پیش خدمت ہے۔ اس جلد میں باب الاذان والاقامۃ تک عربی و فارسی عبارات کا اردو ترجمہ معروف قلمکار، ادیب شہیر، پیر طریقت حضرت علامہ صاحبزادہ قاضی عبدالدائم دائم مدیر ماہنامہ جام عرفان و مہتمم دارالعلوم ربانیہ صدریہ ہری پور ہزارہ اور باقی تمام عبارات کا ترجمہ فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری دامت برکاتہم العالیہ ڈائریکٹر جامعہ اسلامیہ سمن آباد لاہور نے کیا ہے۔ مفتی صاحب متعدد کتابوں کے مصنف و مترجم ہیں۔

یہ جلد آغاز کتاب الصلوٰۃ سے لے کر فتاویٰ رضویہ جلد ثانی قدیم کے اخیر تک پر مشتمل ہے اور اس میں ۱۴۰ سوالوں کے علاوہ مندرجہ ذیل مستقل عنوانات کو بحث بنایا گیا ہے:

(۱) کتاب الصلوٰۃ

(۲) باب الاوقات

(۳) اماکن الصلوٰۃ (نماز کن جگہوں میں جائز ہے)

(۴) باب الاذان والاقامۃ

علاوہ ازیں پیش نظر جلد میں اباحتِ نفیسہ و نکاتِ لطیفہ پر مشتمل پانچ گرانقدر رسائل بھی شامل ہیں جن کو دیکھنے سے امام احمد رضا بریلوی کی محدثانہ شان پورے جو بن اور کامل عروج پر دکھائی دیتی ہے۔ اس جلد میں شامل رسائل کے نام یہ ہیں:

(۱) جمان التاج فی بیان الصلوٰۃ قبل المعراج ^{۱۳۱۶ھ}

معراج سے پہلے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نماز پڑھنے کا طریقہ

(۲) حجاز البحرین الواقی عن جمع الصلوٰتین ^{۱۳۱۳ھ}

دو نمازیں اکٹھی پڑھنے کا شرعی حکم۔ الہاد الکاف اور نوٹ متعلق معیار الحق

(۳) منیر العین فی حکم تقبیل الابهامین ^{۱۳۰۱ھ}

اذان میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی سن کو انگوٹھے چومنے کا مدلل بیان

(۴) نہج السلامة فی حکم تقبیل الابهامین فی الاقامة ^{۱۳۳۳ھ}

اقامت میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی سن کرا انگوٹھے چومنے کا مدلل بیان اور منکرین کا رد

(۵) ایذان الاجر فی اذان القبر ^{۱۳۰۷ھ}

دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان کے جواز پر نادر تحقیق

۱۸ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ حافظ محمد عبدالستار سعیدی

۶ ستمبر ۱۹۹۳ء ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ، لاہور

نوٹ: اس جلد میں شامل رسالہ حجاز البحرین میں متعدد مقامات پر معیار الحق کی عبارات نقل کی گئی ہیں۔ ان عبارات کی تلاش کیلئے معیار الحق مطبوعہ مکتبہ ندیریہ کانسٹنٹینوپول میں رہا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ نسخہ مذکورہ میں اعلیٰ حضرت کی نقل کردہ عبارتوں میں تحریف کی گئی ہے۔ ان کی صرف ایک مقام کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ اسی جلد کے ص ۲۲۶ پر عبارت "صلی الظهر والعصر ثم رکب" میں والعصر کا لفظ کاٹ لیا ہے۔ معیار الحق نسخہ مذکورہ کا صفحہ ۷۹-۸۰ ملاحظہ ہو۔

فہرست جلد پنجم

ابواب و مسائل

۶۸	ایک حکایت جو لطیف کلام پر مشتمل ہے۔	۴۳	کتاب الصلوٰۃ
۷۰	قول چہارم کی ترجیح رضوی۔	۴۳	نماز پنجگانہ میں سے کون سی نماز سب سے پہلے کس نبی نے پڑھی، اور انبیائے سابقین اور ان کی اُمتوں پر بھی نماز پنجگانہ فرض تھی یا یہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی اُمت کے ساتھ مخصوص ہیں۔
۷۲	حضرت یونس بنیامین بن یعقوب کی اولاد سے ہیں اور سلیمان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تھے۔	۴۶	نماز پنجگانہ کے اُمت مرحومہ کے ساتھ مخصوص ہونے کے دلائل اور ان پر رضوی ایرادات۔
۷۲	اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام۔	۵۲	تورات شریف میں پانچوں نمازوں کے عظیم فضائل۔
۷۵	رسالہ جہان التاج فی بیان الصلوٰۃ قبل المعراج کہ قبل معراج سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کس طرح نماز ادا فرماتے تھے۔	۵۸	حدیث بخاری اعتمد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلة بالعشاء الخ کے تین محمل۔
۸۲	نماز پنجگانہ سے پیشتر مسلمان چاشت اور عصر کی نماز پڑھتے تھے۔	۶۲	امام ابن عائشہ عیسیٰ نہ صحابی ہیں نہ تابعی، نہ تبع سے ان کا سن وفات۔
۸۳	ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔	۶۳	پانچوں نمازوں کا اجتماع ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہونا باعتبار علماء کرام مانا جائے گا۔
۸۵	قبل معراج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی نماز دو شنبہ کے اول حصہ میں پڑھی، اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آخر حصہ میں، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منگل کے دن۔	۶۷	کتاب اللہ کا حفظ اُمم سابقہ میں خاصہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تھا۔
		۶۷	کونسی نماز کس نبی نے پہلے پڑھی، اس میں چار قول ہیں۔

۱۰۷	خود کشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔	۸۵	نماز قبل معراج میں طہارت ثوب، وضو۔
۱۰۹	ہم میں اور مشرکوں میں نماز فارق ہے۔	۸۵	استقبال قبلہ، تکبیر تحریمہ، قیام۔
۱۱۰	جس نے قصداً نماز ترک کی اس نے اپنی ماں سے بیت اللہ میں شتر بارزنا کیا۔ یہ روایت میری نظر سے نہیں گزری۔	۸۶	قرات، رکوع تھا مگر اس میں اختلاف ہے۔
۱۱۰	ایک درم سود کہ آدمی دانستہ کھالے اللہ تعالیٰ کے نزدیک حطیم کعبہ میں ۳۶ بارزنا کرنے سے سخت تر ہے۔	۸۷	اور سجود، جماعت، جہر بھی تھا۔
۱۱۰	ایک وقت کی نماز قصداً بلاعذر شرعی دیدہ ودانستہ قضا کرنے سے فاسق ہو جاتا ہے۔	۹۲	حدیث کنذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۱۱	مالی جرمانہ جائز نہیں کہ منسوخ ہو چکا ہے۔	۹۳	سعید بن خشیم ہلالی منکر الحدیث ہیں۔
۱۱۱	ترک نماز پر مالی جرمانہ جائز نہیں۔	۹۷	مولانا محمد رضا علی صاحب کا فتویٰ اس اشتہار کے متعلق جو سالانہ چھپا کرتا ہے کہ شیخ عبداللہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا۔ الخ
۱۱۲	طلبہ اگر نماز ترک کریں تو ان کا وظیفہ وضع ہو سکتا ہے، نیز دوسری صورتوں کا بیان۔	۹۹	اس فتویٰ کی تصدیق رضوی۔
۱۱۳	جہاز، ریل، کشتی، بجرے پر نماز پڑھنے کا حکم۔	۱۰۱	ضروریات دین کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقواطع ہو۔
۱۱۳	اشیائے مسکرہ پی کر نماز کی ادائیگی کا حکم۔	۱۰۱	خلافت خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا منکر کافر نہیں حالانکہ اس کی حقانیت قطعاً سے ثابت ہے۔
۱۱۵	دنیا کی عمرسات ہزار سال ہے۔	۱۰۱	تکذیب صفت قلب ہے مگر قول کی طرح بعض فعل بھی اس پر علامت ہوتے ہیں۔ علامت ہونے ہی کی بنا پر حکم کفر دیا جاتا ہے۔
۱۱۵	نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگانے کا حکم۔	۱۰۲	تارک نماز کی تکفیر قدمائے اہلسنت کا مسلک ہے مگر جمہور کے نزدیک کافر نہیں، یہی مذہب ائمہ اربعہ کا مجمع علیہ ہے۔
۱۱۶	غیر مشروع افعال کے ارتکاب پر برادری کی کون کون سی سزائیں جائز نہیں۔	۱۰۶	محمتمل کو محکم کی طرف رد کرنا طریقہ معروفہ ہے۔
۱۱۷	اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو ہدایت ہو جائے تو یہ روئے زمین کی بادشاہت سے بہتر ہے۔	۱۰۶	تارک نماز کے اسلام پر بعض دلائل۔
۱۱۷	امر بالمعروف نہی عن المنکر کے بارے میں اگر کوئی یہ کہے کہ اس میں رکھا ہی کیا ہے تو اس کو تجدید اسلام اور تجدید نکاح کرنا چاہئے۔		

۱۳۸	طلوع سے بیس منٹ تک ہر نماز مکروہ ہے اور جب غروب میں بیس منٹ رہیں تو آج کی عصر کے سوا ہر نماز ممنوع ہے۔	۱۲۰	بے نماز کی نماز جنازہ کا حکم۔
۱۳۸	جن نمازوں میں تاخیر مستحب ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وقت مستحب کے نصف آخر میں پڑھیں۔	۱۲۱	باب الاوقات
۱۳۸	ان بلاد میں سال بھر کے اندر پورے وقت عصر کی مقدار۔	۱۲۱	وقت زوال جس تک نیت روزہ نفل ہونا چاہئے کیا ہے۔
۱۳۹	فرض و سنت پڑھنا اولیٰ کس وقت میں ہے۔	۱۲۲	نہار شرعی اور نہار غرنی کا فرق۔
۱۴۰	غروب شمس کی تحقیق رضوی۔	۱۲۲	نصف النہار شرعی معلوم کرنے کا طریقہ
۱۴۸	دربارہ نماز عصر ایک وہابی خیطاط کا اعتراض اور اس کا جواب۔	۱۲۳	نہار نجومی
۱۵۰	مجمول العین راوی کی روایت محققین کے نزدیک مقبول ہے۔	۱۲۶	وقت زوال جس میں نماز ممنوع ہے کیا ہے۔
۱۵۱	رضوی تحقیق کہ ان بلاد میں وقت عشاء غروب سے کتنی دیر بعد شروع ہوتا ہے۔	۱۳۰	یہ وقت زیادہ سے زیادہ ہمارے بلاد میں ۲۸ منٹ تک پہنچتا ہے۔
۱۵۳	وقت ظہر، عصر، مغرب، عشاء، فجر کب تک رہتا ہے۔	۱۳۲	یہ ثابت نہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربارہ وقت عصر قول مثیلین سے رجوع فرمایا بلکہ قول یک مثل ہی مرجوع عنہ ہے اور قول مثیلین احوط، اصح اور از روئے دلیل راجح ہے۔
۱۵۳	جون و جولائی و اگست میں ظہر کا وقت مستحب کئے بجے سے شروع ہوتا ہے۔	۱۳۳	اس قول پر دلیل جلیل صحیح بخاری شریف کی حدیث باب الاذان للمسافر میں ہے۔
۱۵۳	تأخیر مستحب کے معنی	۱۳۴	جو کچھ خلاف ظاہر الروایۃ ہے مرجوع عنہ ہے۔
۱۵۴	فلکیوں کی تقسیم فصول اور ہمارے یہاں کی تقسیم فصول۔	۱۳۵	قول یک مثل پر قول مثیلین کی وجوہ ترجیح۔
۱۵۵	اوقات بعض تجویلیات کا نقشہ۔	۱۳۶	نماز عصر کا وقت مستحب اور مکروہ کیا ہے
۱۵۶	بازار، سرائے، اسٹیشن کی مسجد اور جامع مسجد میں دربارہ اذان و اقامت افضل کیا ہے۔	۱۳۶	بابت نماز عصر مولائے مشکل کشا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل۔
		۱۳۷	کہہ بخار جس کو عالم نسیم اور عالم لیل و نہار بھی کہتے ہیں وہ ہر طرف سطح زمین سے ۴۵ میل اور قول اولیٰ پر ۵۲ میل اونچا ہے۔

۱۷۳	افادہ اولیٰ کہ غیر مقلدین کے پیشوائے مذکور کا محمد بن فضیل کو ضعیف کہنا باطل ہے وہ بخاری و مسلم کے رجال سے ہیں۔	۱۵۶	مسجد محلّہ میں جماعت ثانیہ کے لئے اعادہ اذان منع ہے، تکبیر میں حرج نہیں۔
۱۷۴	لطیفہ اول	۱۵۹	سفر میں جمع بین الصلوٰتین جائز ہے یا نہیں رسالہ حاجز البحرین الواقع عن جمع الصلوٰتین۔
۱۷۵	محاورات سلف واصطلاح محدثین میں تشبیح اور رفض کے درمیان فرق ہے۔ متاخرین شیعہ روافض کو کہتے ہیں۔	۱۶۰	جمع بین الصلوٰتین دو قسم پر ہے، اول جمع فعلی جس کو جمع صوری بھی کہتے ہیں اس کے معنی مراد، اور یہ بعذر سفر و مرض جائز ہے۔
۱۷۶	بخاری و مسلم کے تیس سے زیادہ وہ راوی ہیں جن کو اصطلاح قدماء پر بلفظ تشبیح ذکر کیا جاتا ہے اور ان کے اسماء۔	۱۶۱	کتاب الحج تالیف امام فقیہ محدث عیسیٰ ابن ابان ہے جو امام محمد کے شاگرد تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
۱۷۶	لطیفہ دوم و سوم۔	۱۶۲	جمع صوری بضرورت شدت بارش بھی جائز ہے۔
۱۷۷	بشر بن بکر ثقہ ہیں اور رجال بخاری سے۔	۱۶۲	دوم جمع وقتی جس کو جمع حقیقی بھی کہتے ہیں اور اس کے معنی مراد -
۱۷۷	فلان یغرب اور فلان غریب الحدیث میں فرق ہے۔	۱۶۲	جمع حقیقی کی دو صورت: اول جمع تقدیم، دوم جمع تاخیر۔
۱۷۸	لطیفہ چہارم	۱۶۳	فصل اول جمع صوری کے اثبات میں غیر مقلدین کے پیشوا مولوی نذیر حسین دہلوی کا صحیح و صریح حدیثوں سے انکار جو جمع صوری میں وارد ہیں۔
۱۷۸	پیشوائے غیر مقلدین کی تحریف کہ ولید بن مسلم کو ولید بن قاسم بنالیا اول رجال صحیح مسلم سے امام ثقہ ہیں اور دوم قدرے متکلم فیہ۔	۱۶۷	حدیث اول اثبات جمع صوری میں۔
۱۷۹ (حاشیہ)	صحیح بخاری و مسلم کے وہ رجال جن کے متعلق صدوق یخطی کہا گیا۔	۱۶۷	نافع اور عبد اللہ بن واقد دونوں شاگرد عبد اللہ بن عمر ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
۱۸۰	لطیفہ پنجم، عطف ثقہ ہیں۔	۱۶۸	صفیہ بنت ابی عبیدہ زوجہ ابن عمر، مختار کلاب کی بہن تھیں، ان کے صحابیہ ہونے میں اختلاف ہے ان کے والد ماجد صحابی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم
۱۸۰	وہی اور صدوق یکم میں فرق ہے۔	۱۷۲	حدیث دوم اور سوم۔
		۱۷۳	حدیث چہارم و پنجم۔

۲۰۶	ابن حزم غیر مقلد خمیث اللسان نے سیندنا ابوالطفیل صحابی رضی اللہ تعالیٰ نہ کو مقدوح و مخروح بتایا۔	۱۸۰	صحیحین کے وہ رجال جن کے متعلق صدوق یوم کہا گیا۔
۲۰۶	اسی ابن حزم نے باجے حلال کرنے کیلئے صحیح بخاری شریف کی صحیح و متصل حدیث کو بزعم تعلیق رد کیا۔	۱۸۱	لطیفہ ششم و ہفتم و ہشتم
۲۱۰	پیشوائے غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث دوم اور اس کے بیان کردہ مفہوم پر بارہ وجوہ سے رد۔	۱۸۲	مقام بلل مدینہ طیبہ سے کتنے میل ہے۔
۲۱۱	(فا) کے لئے ترتیب ذکر کافی ہے۔	۱۸۳	چند اوہام یا کچھ خطائیں محدث سے صادر ہونا نہ اسے ضعیف کرے نہ اس کی حدیث کو مردود۔
۲۱۱	اور عدم مہلت ہر جگہ اس کیلئے لائق ہوتی ہے۔	۱۸۳	امام سفین ابن غیین نے زہری سے روایت میں بیس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی، پھر ان کے ثقہ حجت ہونے پر اجماع ہے۔
۲۱۱	حدیث مروی بالمعنی کے (فا) اور (و) وغیر ہما سے استدلال صحیح نہیں	۱۸۳	لطیفہ نہم
۲۱۳	افاضہ اولیٰ کہ جمع تقدیم میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔	۱۸۶	افادہ ثانیہ کہ احادیث جمع میں جمع صوری کے ارادے پر پانچ قرآن ہیں
۲۱۵	لطیفہ دل ربا	۱۸۸	افادہ ثالثہ
۲۱۵	افاضہ ثانیہ کہ جمع بین الصلوٰتین کے بارے میں احمد و شافعی، عبدالرزاق و بیہقی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایت کردہ حدیث ضعیف ہے۔	۱۹۶	افادہ رابعہ کہ وہ احادیث جن میں مطلق جمع بین الصلاۃین وارد ہے سب کی سب جمع صوری پر محمول ہیں۔ بطور تمثیل گیارہ حدیثوں کا بیان۔
۲۱۶	اس کے راوی حسین بن عبداللہ ضعیف ہیں۔	۱۹۶	پہلی حدیث
۲۱۸	اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کی روایت میں ابراہیم ابن ابی یحییٰ رافعی قدری معتزلی جمعی متروک واقع ہے اور اس کے ضعف پر اجماع ہے۔	۱۹۷	دوسری، تیسری، چوتھی حدیث
۲۲۰	افاضہ ثالثہ کہ حدیث دار قطنی بھی ضعیف ہے۔	۱۹۹	پانچویں تا گیارہویں حدیث۔
۲۲۱	افاضہ رابعہ بابت حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۰۳	فصل دوم ابطال دلائل جمع تقدیم۔
۲۲۲	امام اسحاق بن راہویہ کا حافظہ وفات سے چند ماہ پیشتر متغیر ہو گیا تھا۔	۲۰۳	پیشوائے غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث اول بابت جمع بین الصلوٰتین
۲۲۳	شبابہ بن سوار مبتدع تھا۔	۲۰۶	خالد بن قاسم مدائنی متروک بالا جماع ہے۔
		۲۰۶	حدیث معلول کیلئے ضعف راوی ضروری نہیں۔

۲۴۶	حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بابت جمع بین الصلواتین۔	۲۴۶	لطیفہ
۲۴۸	اس کا جواب۔	۲۴۶	لفظ (جیباً) اجتماع فی الحکم پر دلالت کرتا ہے نہ اجتماع فی الوقت پر۔
۲۵۲	حدیث سائل بروایت نسائی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب اول۔	۲۴۷	فصل سوم تضعیفِ دلائل جمع تاخیر
۲۵۲	جواب ثانی	۲۴۸	جمع تاخیر میں پیش کردہ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر کلام۔
۲۵۳	نماز کے اول و آخر وقت حقیقی اور سحری کے آخر وقت حقیقی کا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا اور آپ کے طفیل میں اجلہ مذاق صحابہ کو جس پر احادیث دال ہیں۔	۲۴۲	اس کا جواب اول
۲۵۳	حدیث اول تا سوم	۲۴۳	قصہ صفیہ زوجہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک ہی بار واقع ہوا تھا۔
۲۵۵	حدیث چہارم تا ہفتم	۲۴۴	قرب وقت کو اس نام سے تعبیر کرتے ہیں۔
۲۵۶	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دین میں خطا سے معصوم تھے۔	۲۴۴	قرآن و حدیث سے اس کی مثالوں میں دو آیت اور بارہ ۱۲ حدیثیں۔
۲۵۷	حدیث ہشتم و نہم	۲۴۰	قرب وقت کو نام وقت سے تعبیر درکنار صراحۃً ان لفظوں سے بھی تعبیر کر لیتے ہیں کہ دوسرے نماز کے وقت میں نماز پڑھی۔
۲۵۸	لطیفہ اول	۲۴۳	جواب دوم
۲۵۸	ٹیلوں کا سایہ اکثر وقت ظہر گزرنے کے بعد ہوتا ہے۔	۲۴۳	فجر عشاء سر شام کے دھند لکے کو کہتے ہیں۔
۲۵۹	لطیفہ دوم	۲۴۵	عبداللہ بن ابی کحیح یسار مکی مدلس ہیں۔
۲۶۰	لطیفہ سوم و چہارم	۲۴۵	جمہور محدثین کے مذہب مختار پر مدلس کا عنعنہ مردود ہے۔
۲۶۰	لطیفہ پنجم و ششم و ہفتم و ہشتم	۲۴۵	جواب سوم
		۲۴۵	عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذہب میں وقت مغرب شفق احمر تک ہے اور احناف کے نزدیک شفق ابیض تک، یہی روایت صحیح اور درایت راجح۔ اور اجلہ صحابہ اور اکابر تابعین اور اجلائے تبع تابعین اور ائمہ لغت اور بعض کبرائے شافعیہ سے بھی منقول ہے۔

۲۷۳	احادیث چند نوع ہیں۔ نوع اول احادیث، محافظت وقت اور اس کی ترغیب اور اس کے ترک سے ترہیب میں۔	۲۷۳	لطیفہ نهم و دهم
۲۷۸	حدیث کہ جو تین چیزوں کی محافظت کرے وہ سچا ولی ہے۔	۲۷۳	فائدہ عائذہ بابت حدیث سنن ابی داؤد جس سے آج تک اصلاً تعرض نہ ہوا، نہ استناداً نہ جواباً۔
۲۷۸	نوع اخیر حدیث امامت جبریل علیہ السلام	۲۷۵	اس حدیث کے رواۃ میں یحییٰ بن محمد جاری متکلم فیہ ہیں۔
۲۷۹	نوع آخر حدیث سائل	۲۷۵	طریق دوم میں موسیٰ بن اہاب صدوق لہ اوہام۔
۲۸۰	نوع آخر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی کہ کچھ لوگ وقت گزار کر نماز پڑھیں گے۔	۲۷۶	نعیم بن حماد قابل احتجاج نہیں۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطاعن میں جھوٹی حکایتیں وضع کرتا تھا۔ جامع صحیح میں اس کی روایت مقرونہ ہے نہ بطور حجیت
۲۸۱	نوع آخر کہ جب ایک نماز کا وقت آیا دوسری کا جاتا رہا۔	۲۷۶	ابوالزبیر مدلس ہیں اور مدلس کا عنعنہ مقبول نہیں لیکن ان سے اگر لیش بن سعد روایت کریں تو مقبول۔ ذکر و جہ فی المیزان۔
۲۸۳	تنبیہ	۲۷۷	مکہ معظمہ اور مقام سرف کے درمیان دس میل فاصلہ بتانے والا کون ہے۔
۲۸۳	لطیفہ	۲۷۷	مدینہ طیبہ سے ذوالحلیفہ کے فاصلے میں اختلاف کثیر۔
۲۸۷	لطیفہ	۲۷۸	مدینہ منورہ سے مقام ذات الجیش کے فاصلے میں اختلاف کثیر۔
۲۸۹	قسم دوم نصوص خاصہ جن میں بالخصوص جمع بین الصلوٰتین کی نفی ہے۔	۲۷۸	مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے دو کم دوسو میل ہے۔
۲۹۱	صیغہ مجہول غالباً مشیر بضعف ہوتا ہے۔	۲۷۸	حوالی مکہ معظمہ میں وقت مغرب کم و بیش ڈیڑھ گھنٹہ ہوتا ہے۔
۲۹۲	مرسل حدیث ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔	۲۷۹	فصل چہارم نصوص نفی جمع و ہدایت التزام اوقات میں۔
۲۹۳	لطیفہ	۲۷۹	قسم اول نصوص عامہ جو سات آیات اور بتیس حدیثوں پر مشتمل۔
۲۹۳	مفہوم مخالف خفیہ کے نزدیک عبارات شارع غیر متعلقہ بقوات میں معتبر نہیں۔ کلام صحابہ و من بعدہم میں معتبر ہے۔	۲۷۹	آیات

۳۰۶	جب سوید کہیں حدیثا عبد اللہ تو ابن المبارک مفہوم ہوتے ہیں اور جب بندار کہیں عن محمد عن شعبہ تو غندر مراد ہوں گے۔	۲۹۳	لطیفہ
۳۰۷	حدیث نسائی شریف کی سند میں واقع خالد امام اجل خالد بن حارث بصری ہیں خالد بن مخلد نہیں۔	۲۹۷	فائدہ
۳۰۹	خلاصۃ الکلام	۳۰۰	حضرت بحر العلوم کا ارشاد ہمارے ائمہ حنفیہ کی نظر کیسی دقیق ہے کہ ان سے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں ہوتا
۳۱۱	عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمرو انس سے افقہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔	۳۰۱	احادیث مرویہ بالمعنی مختلف طور پر روایت کی جاتی ہیں، کوئی پوری، کوئی ایک ٹکڑا، کوئی دوسرا، جمع طرق سے پوری بات کا پتا چلتا ہے۔
۳۱۱	حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض فضائل	۳۰۱	اسی واسطے امام ابو حاتم رازی معاصر امام بخاری فرماتے ہیں کہ ہم جب تک حدیث کو ساتھ وجہ سے نہ لکھتے اس کی حقیقت نہ پہچانتے۔
۳۱۱	بعد خلفائے اربعہ امام اعظم کے نزدیک ان کی روایت و قول کو سب صحابہ کے قول پر ترجیح ہوتی ہے اور ہمارے ائمہ کے نزدیک وہ بعد خلفائے اربعہ تمام صحابہ سے افقہ ہیں۔	۳۰۳	لطیفہ
۳۱۳	ضحوہ کبریٰ نکالنے کا طریقہ کیا ہے؟	۳۰۳	خالد بن مخلد صحاح ستہ کے رجال سے ہیں اور امام بخاری کے استاد۔
۳۱۹	ایک شخص نماز فجر میں تھا کسی نے کہا آفتاب نکل آیا تو وہ کیا کرے۔	۳۰۳	ضعیف، متشیع، صاحب افراد، متروک الحدیث میں فرق ہے۔ متشیع اور صاحب افراد ہونا اصلاً موجب ضعف نہیں۔
۳۲۰	فجر و ظہر کا آخر وقت مکروہ نہیں باقی تین کا مکروہ ہے۔	۳۰۳	ضعیف اور متروک میں زمین و آسمان کا فرق ہے کہ ضعیف کی حدیث معتبر و مکتب اور متابعات و شواہد میں مقبول بخلاف متروک۔
۳۲۱	میرٹھ میں پورے وقت مغرب کی مقدار۔	۳۰۳ (حاشیہ)	بخاری و مسلم کے بعض ضعیف رجال کا شمار۔
۳۲۳	نصف النہار اور سایہ اصلی معلوم کرنے کے دو طریقے	۳۰۶	امام اعش کا اسم مبارک سلیمان ہے۔
۳۲۳	مسجد کی شرقی دیوار سے دوپہر اور دوپہر کا ڈھلنا معلوم ہو سکتا ہے۔	۳۰۶	جب بصری عن عبد اللہ کہیں تو عبد اللہ بن عمرو بن عاص مفہوم ہوتے ہیں، دوسرا کہیں تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

۳۳۲	جمعہ اور ظہر کا ایک ہی وقت ہے جس کی کم از کم اور زیادہ سے مقدار بریلی میں۔	۳۲۳	مسلمان کا فعل حتی الامکان محمل حسن پر محمول کرنا واجب ہے۔
۳۳۲	بریلی میں ہوسم گرم اور سرما غروب کا وقت	۳۲۴	طلوع آفتاب کے کتنی دیر کے بعد نماز قضا پڑھنے کا حکم ہے۔
۳۳۲	بحالت سفر بھی جمع بین الصلوٰتین جائز نہیں گناہ کبیرہ ہے۔	۳۲۴	ظہر کی سنتیں پڑھے بغیر امامت کر سکتا ہے یا نہیں۔
۳۳۳	تبدیل طول بلد سے اوقات میں تقدم و تاخر ہو جاتا ہے۔	۳۲۵	نماز مغرب اور اذان عشاء میں کس قدر فاصلہ درکار ہے۔
۳۳۳	مدرسہ کا عرض تیرہ درجے پانچ دقیقے ہے اور بنگلور کا بارہ درجے انسٹھ دقیقے یا بارہ درجے پچپن دقیقے اور بریلی کا اٹھائیس درجے اکیس دقیقے۔	۳۲۶	فرائض داخل نماز کی فرضیت ہر نماز میں یکساں ہے یا صرف نماز فرض میں ان کی فرضیت ہے۔
۳۳۳	وقت فجر کی ابتداء و انتہاء اور سوائے یوم النحر نماز فجر خوب روشنی میں پڑھنا سنت ہے۔	۳۲۷	نہار عرفی و شرعی میں کیا فرق ہے۔
۳۳۵	اور اذان بھی صبح خوب روشن ہونے پر دی جائے۔	۳۲۷	نہار عرفی ہمیشہ نہار نجومی سے زیادہ ہوتی ہے
۳۳۶	حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے استئذان معاف تھا۔	۳۲۸	زوال میں صبح دھوپ گھڑی کا اعتبار ہے۔
۳۳۶	نماز فجر کے بعد اشراق تک ذکر الہی میں بیٹھا رہنا مستحب ہے۔	۳۲۹	ان بلاد میں فجر کا وقت کم از کم ایک گھنٹہ انیس منٹ ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ پینتیس منٹ۔
۳۳۶	حد اسفار کیا ہے۔	۳۲۹	اوقات جماعت مقرر کرنا چاہئے یا نہیں۔
۳۳۸	عورت کیلئے مطلقاً تغلیس افضل ہے۔	۳۲۹	پانچ شخصوں کی وجہ سے جماعت میں تاخیر کرنا چاہئے۔
۳۳۹	گرمیوں میں نماز ظہر کا وقت مستحب کب ہوتا ہے۔	۳۳۰	آفتاب نکلنے اور ڈوبنے اور ٹھیک دوپہر کے وقت نماز ناجائز ہے اور تلاوت مکروہ۔
۳۳۰	حدیث کان قدر صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الظھر فی الصیف ثلثۃ اقدام الیٰ خسۃ اقدام کا مطلب۔	۳۳۰	بعد عصر و فجر سجدہ کرنا یا قضا پڑھنا کیسا ہے۔
۳۳۳	فصل فی اماکن الصلوٰۃ	۳۳۰	سجدہ شکر بعد نماز فجر و عصر مطلقاً مکروہ ہے۔
۳۳۳	اگر زمین تر اور ناپاک ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جس کو چھوا کر نماز ادا کرے اور وقت جا رہا ہو تو کیسے نماز پڑھے۔	۳۳۱	فجر کے وقت مستحب کی مقدار۔

۳۶۱	باب الاذان والاقامة	۳۴۳	بے ضرورت سوالات ممنوع ہیں۔
۳۶۱	تشویب کے معنی اور اس کا حکم۔	۳۴۴	مرگھٹ کی زمین میں مسجد بنانے کا حکم۔
۳۶۳	مسجد کے اندر اذان دینے کا حکم۔	۳۴۵	جس مکان میں شراب پی جائے وہاں نماز پڑھنا کیسا ہے اور کسی شخص کی چارپائی کے برابر جانماز بچھا کر نماز پڑھنا کیسا ہے۔
۳۶۴	صیغہ لا یفعل سے متبادر کراہت تحریم ہوتی ہے جیسے یفعل مفید وجوب ہوتا ہے۔	۳۴۶	دوسرے کے کھیت یا بنجر اور ٹائڈ پر نماز پڑھنے کا حکم۔
۳۶۴	امام کے انتظار میں تاخیر نماز کا حکم۔	۳۴۶	چارپائی پر نماز پڑھنے کا حکم۔ یہ بات کہ چارپائی پر نماز پڑھنے سے اگلی امتوں میں کچھ مسخ ہو گئے غلط ہے۔
۳۶۵	اگر فجر کے فرض پڑھ لئے اور سنتیں رہ گئیں تو ان کو کب پڑھ سکتا ہے۔	۳۴۷	حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی متخالف عبارات کے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب۔
۳۶۶	مؤذن کی اجازت کے بغیر دوسرا شخص اقامت کہہ سکتا ہے یا نہیں۔	۳۴۹	قبر پر نماز مطلقاً مکروہ ہے اور قبر کی طرف پڑھنے میں تفصیل ہے۔
۳۶۸	خطیب کے سامنے کی اذان کا جواب دینا چاہئے یا نہیں اور جب دو خطبوں کے درمیان خطیب بیٹھے تو مقتدیوں کو دعا کرنا چاہئے یا نہیں، جواب یاد عادل سے کر سکتا ہے یا نہیں۔	۳۴۹	موضع سجود کی حد۔
۳۶۹	خطیب جواب اذان اور دعا کر سکتا ہے۔	۳۵۱	مزارات بزرگان دین کے دائیں یا بائیں نماز پڑھنا موجب برکت ہے۔
۳۷۰	بارش کیلئے، دفع و با کیلئے، بعد دفن میت اذان دینا درست ہے یا نہیں۔	۳۵۱	استیعیل علیہ السلام کی قبر شریف میزاب کے نیچے ہے۔
۳۷۰	اذان مسجد کے دائیں طرف کہی جائے یا بائیں طرف۔	۳۵۳	حجر اسود اور زمزم شریف کے درمیان شتر انبیاء علیہم السلام کی قبور ہیں۔
۳۷۱	اقامت کس طرف کہی جائے	۳۵۶	تعلیق بخاری میں "عند قبر" بمعنی "الی قبر" ہے۔
۳۷۲	بارش طلب کرنے کیلئے مسجد میں اذان دینا کیسا ہے اور یہ طریقہ کہ امام یسین پڑھے اور ہر مہین پر اذان کہی جائے کیسا ہے۔	۳۵۸	مقبرہ میں نماز پڑھنے کے حکم کی تفصیل۔
۳۷۳	بے وضو اذان دینا کیسا ہے۔	۳۵۸	علامہ طحاوی کے کلام حاشیہ مراقی الفلاح کا محمل

۳۸۳	سنت ہے کہ سلطان اسلام اور عالم دین کی خدمت میں بعد اذان دوبارہ مؤذن اطلاع کیلئے حاضر ہو۔	۳۷۳	حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی تھی۔
۳۸۴	صلوٰۃ پکارنا کیسا ہے اور کس نے یہ طریقہ جاری کیا۔	۳۷۵	نماز جنازہ کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے ہے اور ان کی نماز جنازہ ملائکہ نے پڑھی تھی۔
۳۸۶	اقامت سے پیشتر متیم کا آواز بلند رو دو شریف پڑھنا کیسا ہے۔	۳۷۵	حضرت ابو بکر کی نماز جنازہ حضرت عمر نے اور حضرت عمر کی ابن عمر نے اور حضرت علی کی حضرت حسن نے اور حضرت حسن کی حضرت حسین رضی اللہ عنہم
۳۸۶	ختم سحری کی اطلاع کیلئے صبح صادق سے دس پانچ منٹ پیشتر صبح کی اذان دینا کیسا ہے۔	۳۷۶	نمازہ جنازہ کی مشروعیت مدینہ منورہ میں ہوئی۔
۳۸۷	الصلوٰۃ سنة قبل الجمعة الصلوٰۃ رحمة اللہ پکارنے کا حکم	۳۷۶	حضرت خدیجہ کبریٰ کی وفات تک نمازہ جنازہ مشروع نہ ہوئی تھی۔
۳۸۷	یوم جمعہ اذان اول کے بعد صلوٰۃ پکارنا جائز ہے یا نہیں۔	۳۷۶	حضرت اسعد بن زرارہ کی وفات ہجرت کے نویں مہینے شوال میں ہوئی، صحابہ میں سب سے پہلے بعد ہجرت انتقال فرمایا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے ان پر نماز جنازہ پڑھی۔
۳۹۱	مسئلہ تنویب میں دیوبندی خیانتیں۔	۳۷۶	فاسق کی اذان کا حکم۔
۳۹۲	پہلی، دوسری، تیسری خیانت۔	۳۷۸	خطیب کے سامنے کی اذان بھی بلند آواز سے کہی جائے ورنہ سنت ادا نہ ہوگی۔
۳۹۳	چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں خیانت۔	۳۷۸	نماز کیلئے جگانے کا حکم۔
۳۹۴	آٹھویں، نویں، دسویں خیانت۔	۳۷۹	اذان کے بعد انتظار مسنون کی حد۔
۳۹۵	گیارہویں خیانت جو سب سے اخبث ہے کہ اعلیٰ حضرت کے والد ماجد اور جد امجد اور پیر و مرشد اور حضور غوث پاک کے نام سے کتابیں تراش لیں، ان کے مطبع گھڑ لے، صفحے دل سے بنائے، عبارتیں خود ساختہ لکھ دیں۔	۳۸۰	بروقت اقامت امام و مقتدی کو شروع سے کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اس کی تفصیل۔
۳۹۶	اذان ہو چکی کسی شخص نے لاعلمی سے دوبارہ شروع کر دی، درمیان میں معلوم ہوا تو کیا کرے۔	۳۸۳	اذان و اقامت میں دونوں صحیح علی الصلوٰۃ دائیں طرف منہ پھیر کر کہے اور دونوں صحیح علی الفلاح بائیں طرف۔ یہی صحیح ہے۔

۳۱۵	انگوٹھے چوم کر کیا پڑھے۔	۳۹۷	اقامت کہاں کبھی جائے۔
۳۱۵	قبل نماز عید الصلوٰۃ تیر حمم اللہ الصلاۃ پکارنے کا کیا حکم ہے۔	۳۹۷	جمعہ کی اذان ثانی کے متعلق چند سوالات۔
۳۱۷	تنبیہ علی ما وقع فی اشعبۃ المعتمد من الزیادۃ فی الروایۃ۔	۳۹۷	مردہ سنت زندہ کرنے کے متعلق احادیث۔
۳۱۸	بعد خطبہ امام کو اختیار ہے کہ بیٹھ جائے اور حی علی الفلاح پر کھڑا ہو یا کھڑے کھڑے تکبیر سنے۔	۴۰۵	زمانہ اقدس میں مسجد نبوی کے صرف تین دروازے تھے مشرق و مغرب و شمال میں۔
۳۱۹	مسجد میں بلا اذان جماعت کرنا کیا ہے۔	۴۰۶	اگر حکم شرع پر عمل کرنے سے فساد پیدا ہوتا ہو تو اس کے حکم کی تفصیل۔
۴۲۰	اذان سنت ہے یا واجب، اسی طرح اقامت۔	۴۰۸	محراب مسجد کس کو کہتے ہیں اور بین الساربتین کس کو۔
۴۲۰	امام مصلیٰ پر نہ ہو تو تکبیر کہنا جائز ہے یا ناجائز۔	۴۰۹	کون کون جگہ خارج مسجد ہے۔
۴۲۱	حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے میں حکمت کیا ہے۔	۴۰۹	ہشام ابن عبدالملک مروانی نے اذان عثمانی کو منارہ مسجد پر دلوانا شروع کیا تھا، نہ اذان ثانی کو اندرون مسجد۔
۴۲۱	وہابی کی اذان کا جواب دیا جائے گا یا نہیں	۴۱۰	اسی ہشام نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سولی دلوائی اور برسوں سولی پر رکھا جس سے عجیب کرامت کا نظہور ہوا۔
۴۲۱	اور اس کی اذان کا اعادہ کیا جائے گا یا نہیں	۴۱۲	صیغہ نفی صیغہ نہی سے زیادہ مؤکد ہوتا ہے۔
۴۲۳	فاسق مؤذن کی اذان کا حکم۔	۴۱۳	لفظ خبر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔
۴۲۶	مسافر کو ترک اذان کی اجازت اور اقامت کا ترک مکروہ۔	۴۱۳	حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں کیا کہنا چاہئے۔
۴۲۹	رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الایمان۔	۴۱۳	بروقت حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح اقامت میں بھی دائیں بائیں منہ پھیرے یا نہیں۔
۴۳۲	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان میں اشہدان محمد رسول اللہ سن کر انگشت شہادت کے پورے چوم کر آنکھوں سے لگائے۔ یہ پہلا طریقہ ہوا۔	۴۱۳	عبارات فقہائے کرام میں علامات (مت) اور (شم) اور (قع) اور (شح) سے کیا مراد ہوتی ہے۔
		۴۱۴	اذان و اقامت میں انگوٹھے نہ چومنے والے کا حکم کیا ہے۔

۴۴۰	حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔	۴۳۳	حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا جو اذان میں یہ سن کر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگائے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔ یہ دوسرا طریقہ۔
۴۴۱	صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔	۴۳۳	امام مجد مصری نے فرمایا کہ جو اذان میں یہ سن کر کلمہ کی انگلی اور انگوٹھا ملائے اور انہیں بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی یہ تیسرا طریقہ ہے۔
۴۴۱	ابن جوزی نے جس جس حدیث کو غیر صحیح کہا اس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔	۴۳۵	خواجہ شمس الدین بخاری نے حدیث بیان کی اس میں انگوٹھوں کے ناخن چومنا مذکور ہے اور یہ بشارت کہ اندھانہ ہوگا۔
۴۴۲	لفظ "لایثبت" سے یہ ثابت کہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ اصطلاح میں "ثابت" صحیح حدیث کو کہتے ہیں۔	۴۳۶	افادہ اول کہ حدیث صحیح ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے۔
۴۴۲	حدیث کہ خربوزہ کھانے سے پیشتر پیٹ کو دھو دیتا ہے اور بیماری کو دور کر دیتا ہے۔	۴۳۷	حدیث حسن احکام حلال و حرام میں حجت ہوتی ہے۔
۴۴۳	تنبیہ	۴۳۹	کتب صحاح ستہ میں مذکورہ تمام احادیث صحیح نہیں، تسمیہ بصحاح تغلیباً ہے۔
۴۴۳	افادہ دوم کہ جہالتِ راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے۔	۴۴۰	حدیث کے آٹھ مراتب اور ان کے احکام۔
۴۴۳	مجمول کے اقسام اور ان کے احکام۔ اول قسم مستور اس قسم کے راوی مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔ قسم دوم مجہول العین اور قسم سوم مجہول الحال۔	۴۴۰	صحیح، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ سب صحیح بہا ہیں۔
۴۴۸	افادہ سوم کہ سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں۔	۴۴۰	چشم حدیث ضعیف بضعف قریب کی قسم صالح متابعات و شواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پا کر صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے اور احکام میں قابل احتجاج۔
۴۴۸	حدیث منقطع کا حکم۔	۴۴۰	ششم ضعیف بضعف قوی قابل احتجاج نہیں، صرف فضائل میں معتبر ہے۔
۴۵۰	افادہ چہارم کہ حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مندرج بھی موضوع نہیں۔	۴۴۰	ہفتم حدیث مطروح حکماً موضوع ہوتی ہے۔
۴۵۱	حدیث میں ہے کہ لباسِ صوف اختیار کرو تو قلوب میں ایمان کی مٹھاس محسوس ہوگی۔	۴۴۰	ہشتم موضوع یہ بالاجماع نہ قابل انجبار نہ فضائل وغیرہ کسی باب میں لائق اعتبار۔

۴۶۱	فضائل امیر المؤمنین و اہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں روافض نے تقریباً تین لاکھ حدیثیں وضع کیں۔	۴۵۱	افادہ پنجم کہ جس حدیث میں راوی بالکل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں۔
۴۶۲	علی بن عروہ دمشقی حدیث وضع کرتا تھا۔	۴۵۲	تعدد طرق سے مبہم کا جبر نقصان ہو جاتا ہے۔
۴۶۲	ابو عقیل ہلال بن زید انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موضوعات روایت کرتا تھا۔	۴۵۲	حدیث مبہم دوسری حدیث کیلئے مقوی ہو سکتی ہے۔
۴۶۵	ابن تیمیہ کی بکواس	۴۵۲	افادہ ہشتم کہ ضعف راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جراف ہے۔
۴۶۸	افادہ یازدہم کہ بارہا موضوع یا ضعیف کہنا صرف ایک سند کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے اعتبار سے۔	۴۵۳	افادہ ہفتم ایسا غافل کہ حدیث میں دوسرے کی تلقین قبول کرے، اس کی حدیث بھی موضوع نہیں۔
۴۷۰ (حاشیہ)	ان امرتی لاندفع ید لاس کے معنی راجح حاشیہ نمبر امیں،	۴۵۳	اسباب طعن دس ہیں۔ بایں ترتیب۔
۴۷۲	نتیجۃ الافادات	۴۵۵	افادہ ہشتم کہ منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں۔
۴۷۲	افادہ دوازدہم کہ تعدد طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی بلکہ حسن ہو جاتی ہے۔	۴۵۶	افادہ نہم کہ متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں۔
۴۷۳	افادہ سیزدہم کہ حدیث مجہول و حدیث مبہم تعدد طرق سے حسن ہو جاتی ہے اور وہ جار و منجبر ہونے کے صالح ہیں۔	۴۵۹	حدیث چلہ صوفیاء کرام۔
۴۷۳	حدیث کہ جس کے تین بچے پیدا ہوئے اور کسی کا نام محمد نہ رکھا تو یہ اس کی جہالت ہے۔	۴۵۹ (حاشیہ)	حدیث کہ جو شام کو صلی اللہ تعالیٰ علیٰ نوح و علیہ السلام پڑھ لے تو اس شب بچھو نہ کاٹے گا۔
۴۷۵	افادہ چہار دہم کہ حصول قوت کو صرف دو سندوں سے آنا کافی ہے۔	۴۵۹	افادہ دہم کہ موضوعیت حدیث کیونکر ثابت ہوتی ہے۔
۴۷۵	"خط" علامت خطیب فی التاریخ ہے۔		تبدیل
۴۷۵	عرو بن واقد متروک ہیں۔	۴۶۰	حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس برس کی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ جنوں و جنام اور برص کو اس سے پھیر دیتا ہے۔ الخ
۴۷۵	ضحاک بن حمزہ ضعیف ہیں۔		

۴۸۹	افادہ نوزدہم عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف مقبول ہے۔	۴۷۵	افادہ پانزدہم کہ اہل علم کے عمل کر لینے سے حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے۔
۴۹۱	احادیث اولیاء کرام کے متعلق نفیس فائدہ۔	۴۷۶	میت کو کلمہ شریف کا ثواب پہنچانے سے عذاب دور ہو جانے کا واقعہ۔
۴۹۱	حدیث اصحابی کالنجوم باہمہم اقتدیتم اہتدیتم میں اگرچہ محدثین کو کلام ہے مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔	۴۷۷	افادہ شانزدہم کہ حدیث سے ثبوت ہونے میں مطالب تین قسم ہیں۔ اول اعتقادات۔
۴۹۳	امام سیوطی پچھتر بار بیداری میں نبوی زیارت سے مشرف ہوئے۔	۴۷۷	عقائد میں حدیث احاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں۔
۴۹۳	افادہ ہستم کہ حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محل احتیاط ہو۔	۴۷۸	دوم احکام جن میں حدیث ضعیف کافی نہیں ہوتی۔
۴۹۸	فائدہ نفیہ بدھ کے دن بدن سے خون لینے کے بارے میں۔	۴۷۸	تیسرے فضائل و مناقب جن میں باتفاق علماء حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے۔
۴۹۹	فائدہ جلیلہ ہفتہ کے دن بدن سے خون لینے کے بارے میں۔	۴۷۸	بلکہ فضائل اعمال میں حدیث منکر بھی مقبول ہے۔
۴۹۹	بدھ کے دن ناخن نہ تراشنے کے بارے میں حدیث۔	۴۷۹	نبوی ارشاد "اگر کسی کو حدیث پہنچی کہ فلاں عمل پر ایسا ثواب ملے گا اور اس نے اس عمل کو کیا تو ثواب پائے گا اگرچہ واقعہ میں وہ میری حدیث نہ ہو"۔
۵۰۱	افادہ بست ویکم کہ حدیث ضعیف پر عمل کے لئے خاص اس فعل میں حدیث صحیح کا ناظر اور نہیں۔	۴۸۱	کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق کے ساتھ ہیں کہ حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل جائز ہے۔
۵۰۲	تحقیق مقام وازاحتہ اوہام عمل بالحدیث اور قبول الحدیث میں فرق ہے یا نہیں۔	۴۸۱	افادہ ہندہم کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل مستحب ہے۔
۵۰۵	المحاکمة بین الفاضل العلامة الخفاجی والمحقق الدوانی رحمہما اللہ تعالیٰ۔	۴۸۶	افادہ ہجودہم کہ خود احادیث حکم فرماتی ہیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے۔
۵۰۷	معروضہ علی کلام الدوانی۔	۴۸۸	حدیث انا عند ظن عبدی بی کس کس کتاب میں ہے۔
		۴۸۹	اس حدیث کی بعض روایات میں کچھ الفاظ زائد ہیں۔

۵۲۹	مرغ سفید کار کھنا اچھا ہے۔	۵۱۰	ابن عباس بن سہل رجال امام بخاری سے ضعیف ہیں ان کی روایت بخاری شریف میں موجود ہے۔
۵۲۹	حدیث شدید الضعف کی تعریف۔	۵۱۱	مسلم شریف میں بھی ضعفاء کی روایتیں ہیں۔
۵۳۰	علامہ لکھنوی قدس سرہ، سے ظفر الامانی میں تدریب اور القول البدیع سے نقل میں لغزش ہوئی۔	۵۱۲	بخاری شریف میں ضعفاء کی روایات دربارہ متابعات و شواہد موجود ہیں
۵۳۱	بحث قبول شدید الضعف۔	۵۱۳	عامہ مسانید، معاجم، سنن، جوامع، اجزاء ہر نوع احادیث پر مشتمل ہیں۔
۵۳۳	فائدہ جلیلیہ فی احکام انواع الضعیف وانچہار ضعفا۔		امام ابو داؤد کے کلام "صالح" کے دو معنی ہیں۔
۵۳۸	افادہ بست وچہارم کہ حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا خواہی نخواہی مستلزم مطلق ضعف ہی نہیں چہ جائیکہ ضعف شدید۔	۵۱۶	سنن ابو داؤد شریف کا موضوع صرف احکام ہیں۔
۵۳۸	قول شاہ عبدالعزیز قدس سرہ، بابت احادیث کتب رابعہ کے معنی۔	۵۱۶	مسند امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ضعیف احادیث ہیں۔
۵۳۸	طبقہ ثانیہ وثالثہ و رابعہ کی بعض کتابوں کے اسماء۔	۵۱۸	دارقطنی احادیث ضعیفہ شاذہ، معللہ سے بھر ہے۔
۵۴۰	رموز کتب احادیث۔	۵۲۱	افادہ بست و سوم کہ ایسے اعمال کے جواز یا استحباب پر ضعیف سے سند لانا، دربارہ احکام اسے حجت بنانا نہیں۔
۵۴۲	درودِ گردہ کا بہترین علاج جس میں کچھ خرچ نہ ہو۔	۵۲۲	دماء، فروج، مضار، خباث کے سوا تمام اشیاء میں اباحت اصل ہے۔
۵۴۳ (حاشیہ)	تفسیر ابن جریر کتب طبقہ رابعہ سے ہے۔	۵۲۳	افادہ بست و سوم کہ ایسے مواقع میں ہر حدیث غیر موضوع کام دے سکتی ہے۔
۵۴۴	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عجیب فضیلت۔	۵۲۵	کلبی شدید الضعف ہے۔
۵۴۶	امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کو ایک لاکھ صحیح احادیث یاد تھیں اور بخاری میں کل چار ہزار بلکہ اس سے بھی کم ہیں۔	۵۲۶	امام واقدی کی توثیق راجح ہے۔
		۵۲۸	چاند گہوارہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے باتیں کرتا، حضور کو بہلاتا، جدھر اشارہ فرماتے اسی طرف جھک جاتا تھا۔

۵۶۲	خرقہ پوشی صوفیاء کرام و سماع حسن بصری امام علیہ الرحمۃ المنعم	۵۳۸ (عاشیہ)	رسالہ مدارج طبقات الحدیث میں ذکر کردہ فوائدِ نضیہ عظیمہ اربعہ کا حاشیہ میں شمار۔
۵۶۳	تنبیہ	۵۳۸	افادہ بست و ہنجم کہ کتب موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر مطلقاً ضعف کا بھی مستلزم نہیں، کتب موضوعات کی قسم دوم۔
۵۶۵	خوشبو سوگھ کر درود شریف پڑھنا نبوی آثار دیکھنے کے وقت درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔	۵۳۸	ابن جوزی نے صحاح ستہ اور مسند امام احمد کی چوراسی حدیثوں کو موضوع کہا۔
۵۶۸	وضو کی دعائیں حدیث سے ثابت نہیں رضوی تحقیق	۵۳۸	کتب موضوعات کی دوسری قسم۔
۵۷۱	عمل بموضوع اور عمل بمافی الموضوع میں فرق عظیم ہے۔	۵۳۹	شوکانی کی کتاب (فوائد مجموعہ) قسم دوم سے ہے۔
۵۷۱	افادہ بست و نہم کہ اعمال مشائخ محتاج سند نہیں، اعمال میں تصرف و ایجاد مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے۔	۵۵۰	تنبیہ
۵۷۲	چند کرامات کسی ولی سے منکف نہیں ہوئیں الا ما شاء اللہ۔	۵۵۰	لطیفہ
	افادہ سیم کہ ہم تو استحاب ہی کہتے ہیں،	۵۵۰	مقاصد حسنہ امام سخاوی مختص بموضوعات نہیں، یہ شوکانی کی کم فہمی ہے۔
۵۷۳	طرفہ یہ کہ وہابیہ جدیدہ کے طور پر تقبیل ابہامین خاص سنت ہے۔	۵۵۱	نتیجہ الافادات
۵۷۴	قبول ضعاف میں گنگوہی صاحب کی فاحشہ خطائیں۔	۵۵۱	افادہ بست و ہنجم کہ ایسی جگہ اگر سند کسی قابل نہ ہو تو صرف تجربہ سند کافی
۵۷۷	گنگوہی صاحب نے انجانے میں آدمی و بہیت ذبح کر ڈالی۔	۵۵۵	افادہ بست و ہنجم کہ بالفرض اگر کتب حدیث میں اصلاً پتانہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا بعض کلمات علماء میں بلا سند مذکور ہونا کافی ہے۔
۵۷۸	گنگوہی صاحب نے اہانت، استحباب، کراہت تنزیہ بین احکام شرعیہ بالکل مٹا دیئے۔	۵۶۰	فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں کتنے شہر فتح ہوئے اور کتنی مسجدیں تعمیر ہوئیں اور کتنے منبر بنائے گئے۔
۵۷۸ (عاشیہ)	کراہت تنزیہ ضلالت نہیں۔	۵۶۱	افادہ بست و ہنجم کہ حدیث اگر موضوع بھی ہو تاہم فعل کی ممانعت لازم نہیں۔
۵۷۸	مولوی گنگوہی اور مولوی اسماعیل کی خانہ جنگی۔		

۵۹۵	فائدہ پنجم متعلق افادہ (۲۱) کہ قبول ضعیف کیلئے ورود صحیح کی حاجت نہیں	۵۷۹	حکم اخیر و خلاصہ تحریر
۵۹۵	حدیث احیاء ابویں کریمین کو باوصف ضعف علماء نے احادیث صحاح کا ناخ قرار دیا ہے اگرچہ ہم قائل نسخ نہیں۔	۵۷۹	خاتمہ فوائد منثورہ میں
۵۹۶	تنبیہ ضروری: وہابیہ کے ایک کید پر آگاہ کرنا۔	۵۸۰	فائدہ اول کہ فضیلت و افضلیت میں فرق ہے۔
۵۹۷	فائدہ ششم کہ حدیث ضعیف بعض احکام میں بھی مقبول۔	۵۸۰	در بارہ تفضیل حدیث ضعیف مقبول نہیں۔
۶۰۰	تنبیہ کہ فضائل اعمال سے مراد اعمال حسنہ ہیں نہ صرف ثواب اعمال۔	۵۸۱	مسئلہ افضلیت باب عقائد سے ہے۔
۶۰۰	فائدہ ہفتم کہ حدیث ضعیف سے سنیت بھی ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں۔	۵۸۲	فائدہ دوم کہ مشاجرت صحابہ میں تواریخ و سیر کی موحش حکایتیں قطعاً مردود ہیں۔
۶۰۱	فائدہ ہشتم کہ وضع یا ضعف کا حکم کبھی بلحاظ سند خاص ہوتا ہے نہ بلحاظ اصل حدیث۔	۵۸۲	کسی مسلمان کی جانب بدون تحقیق کبیرہ گناہ کی نسبت حرام ہے۔
۶۰۳	لطیفہ جلیلہ منیفہ کہ جان وہابیت پر لاکھ من کا پہلا	۵۸۵	جیش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تحلف کے بارے میں یہ جملہ "ولعن الله من تخلف عنه" افترا ہے۔
۶۰۶	فائدہ نہم وہ محدثین جو غیر ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔	۵۸۶	فائدہ سوم اظہر یہی ہے کہ تفرّد کذاب بھی مستلزم موضوعیت نہیں۔
۶۱۲	ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس سے روایت فرمائیں اس کی ثقاہت ثابت ہوگی۔	۵۹۲ (عاشیہ)	ہمارے نزدیک ابن اسحاق صاحب مغازی کی تحقیق راجح ہے
۶۱۲	تنبیہ اخذ میں قلت مبالغت زمانہ تابعین سے پیدا ہوئی۔	۵۹۳	تنبیہ متعلق افادہ (۲۵) کہ کتاب موضوعات میں ذکر حدیث مؤلف کے نزدیک مستلزم موضوعیت نہیں
۶۱۵	فائدہ دہم احادیث طبقہ رابع کے متعلق	۵۹۳	کتاب تنزیہ الشریعہ کی عبارت سے ایک نفیس فائدہ حاصل۔
۶۱۷	فائدہ یازدہم تذکرۃ الموضوعات محمد طاہر فتنی میں ذکر مستلزم گمان وضع نہیں	۵۹۵	فائدہ چہارم کہ مجہول العین کا قبول ہی مذہب محققین ہے۔
		۵۹۵	تنبیہ کہ غالباً مطلق مجہول سے مراد مجہول العین ہوتا ہے۔

۶۵۶	دلیل دوم	۶۱۷	خاتمہ۔ مجمع البحار سے بعض احادیث پر نقل احکام اور حاشیہ میں اس پر نفیس کلام۔
۶۵۷، ۶۵۸	دلیل سوم و چہارم	۶۱۸ (حاشیہ)	حدیث طلب العلم فریضۃ علی کل مسلمہ حسن ہے، جس کو رسالہ النجوم الثواب فی تخریج احادیث الکواکب میں بیان فرمایا۔
۶۵۹	دلیل پنجم	۶۱۹	حدیث بابت آب زمزم حسن یا صحیح ہے
۶۶۰	دلیل ششم	۶۲۰	حدیث یكون فی آخر الزمان خلیفة لایفضل علیہ ابوبکر ولا عمر مؤول ہے
۶۶۲	دلیل ہفتم	۶۲۱	فائدہ دوازدهم حدیث بے سند مذکور علماء کے قبول میں نفیس و جلیل احقاق اور اوہام قاصرین زمانہ کا ابطال و اڑباق۔
۶۶۳	دلیل ہشتم	۶۲۱	محمد بن کی اصطلاح میں جس حدیث کو مرسل، منقطع، معلق اور معضل کہتے ہیں فقہاء اور اصولین کی اصطلاح میں ان سب کو مرسل کہا جاتا ہے۔
۶۶۳	دلیل نہم	۶۲۳	قول امام سفیان ثوری "الاسناد سلاح المؤمن الخ" در بارہ عقائد و احکام ہے۔
۶۶۳	آداب دعا سے ہے کہ پہلے کوئی عمل صالح کرے	۶۲۳	اسی طرح دیگر اقوال بابت سند۔
۶۶۵	دلیل دہم	۶۲۹	رسالہ نہج السلامة فی حکم تقبیل الالبہامین فی الاقامة۔
۶۶۶	دلیل یازدہم	۶۳۰	تھاوی صاحب کا جواب۔
۶۶۷	دلیل دوازدہم	۶۳۲	تھاوی صاحب کے جواب مذکور کی خامیوں کا شمار
۶۶۸	دلیل سیزدہم	۶۳۳	مفہوم کتب حجت ہے اگرچہ مفہوم لقب ہو۔
۶۶۸	فروض کے بعد سب اعمال سے زیادہ اچھا عمل مسلمان کو خوش کرنا ہے۔	۶۳۵	نقل مجہول نامقبول ہے۔ عام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تقلید ہمارے امام اعظم علیہ الرحمہ کا مذہب ہے۔
۶۶۹	دلیل چہار دہم	۶۴۱	"لا اصل لها" مقتضی کراہت نہیں۔
۶۷۰	دلیل پانزدہم	۶۵۰	مطلق اپنے اطلاق پر رہتا ہے مگر جبکہ دلیل تقسید قائم ہو۔
۶۷۲	تنبیہات جلیہ	۶۵۳	رسالہ ایذان الاجر فی اذان القبر۔
		۶۵۴	دلیل اول

۶۷۶	تنبیہ چہارم شرع مطہر کی اصل کلی جو ان مسائل کو حل کر دیتی ہے جن میں دیوبندی اختلاف کرتے ہیں اور بوجہ جہل لوگوں کو بہکتے ہیں۔	۶۷۳	تنبیہ دوم کہ ایک فعل میں بہت سی نیت ہو سکتی ہیں اور سب پر ثواب۔
		۶۷۶	تنبیہ سوم



فہرست ضمنی مسائل

وضو	حظر و اباحت		
نماز قبل معراج میں طہارتِ ثوب، وضو۔	۸۵	ایک درم سود کہ آدمی دانستہ کھالے اللہ تعالیٰ کے نزدیک حطیم کعبہ میں ۳۶ بار زنا کرنے سے سخت تر ہے۔	۱۱۰
جنائز		ترک نماز پر مالی جرمانہ جائز نہیں۔	۱۱۱
خود کشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔	۱۰۷	طلبہ اگر نماز ترک کریں تو ان کا وظیفہ وضع ہو سکتا ہے، نیز دوسری صورتوں کا بیان۔	۱۱۲
بے نماز کی نماز جنازہ کا حکم۔	۱۲۰	اشیائے مسکرہ پی کر نماز کی ادائیگی کا حکم۔	۱۱۳
نماز جنازہ کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے ہے اور ان کی نماز جنازہ ملائکہ نے پڑھی تھی۔	۳۷۵	نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگانے کا حکم۔	۱۱۵
حضرت ابو بکر کی نماز جنازہ حضرت عمر نے اور حضرت عمر کی ابن عمر نے اور حضرت علی کی حضرت حسن نے اور حضرت حسن کی حضرت حسین نے پڑھائی تھی رضی اللہ تعالیٰ عنہم	۳۷۵	غیر مشروع افعال کے ارتکاب پر برادری کی کون کونسی سزائیں جائز نہیں۔	۱۱۶
نماز جنازہ کی مشروعیت مدینہ منورہ میں ہوئی۔	۳۷۵	احادیثِ محافظت و وقت اور اس کی ترغیب اور اس کے ترک سے ترہیب میں۔	۲۷۳
حضرت خدیجہ کبریٰ کی وفات تک نماز جنازہ مشروع نہ ہوئی تھی۔ حضرت اسعد بن زرارہ کی وفات ہجرت کے نویں مہینے شوال میں ہوئی صحابہ میں سب سے پہلے بعد ہجرت انتقال فرمایا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے ان پر نماز جنازہ پڑھی۔	۳۷۶	حدیث کہ جو تین چیزوں کی محافظت کرے وہ سچا ولی ہے۔	۲۷۸

۲۶۸	فرضوں کے بعد سب اعمال سے زیادہ اچھا عمل مسلمان کو خوش کرنا ہے۔	۳۴۳	بے ضرورت سوالات ممنوع ہیں۔
	طب	۳۴۴	مرگھٹ کی زمین میں مسجد بنانے کا حکم۔
۵۴۲	درگدہ کا بہترین علاج جس میں کچھ خرچ نہ ہو۔	۳۴۶	چارپائی پر نماز پڑھنے کا حکم۔ یہ بات کہ چارپائی پر نماز پڑھنے سے اگلی امتوں میں کچھ مسخ ہو گئے غلط ہے۔
	توقیت	۳۴۹	قبر پر نماز مطلقاً مکروہ ہے اور قبر کی طرف پڑھنے میں تفصیل ہے۔
۳۳۴	تبدیل طول بلد سے اوقات میں تقدم و تاخر ہو جاتا ہے۔	۳۴۸	نماز کیلئے جگانے کا حکم۔
۳۳۴	مدراں کا عرض تیرہ درجے پانچ دقیقے ہے اور بنگلور کا بارہ درجے اٹھ دقیقے یا بارہ درجے پچپن دقیقے اور بریلی کا اٹھائیس درجے اکیس دقیقے۔	۳۸۲	صلوٰۃ پکارنا کیا ہے اور کس نے یہ طریقہ جاری کیا۔
	فوائد فقہیہ	۳۸۷	الصلوٰۃ سنة قبل الجمعة الصلوٰۃ رحمة الله پکارنے کا حکم
۱۱۱	مالی جرمانہ نازل نہیں کہ منسوخ ہو چکا ہے۔	۴۲۲	حدیث کہ خربوزہ کھانے سے پیشتر پیٹ کو دھو دیتا ہے اور بیماری کو دور کر دیتا ہے۔
۱۲۲	نہار شرعی اور نہار عربی کا فرق۔	۴۵۱	حدیث میں ہے کہ لباس صوف اختیار کرو تو قلوب میں ایمان کی مٹھاس محسوس ہوگی۔
۱۲۲	نصف النہار شرعی معلوم کرنے کا طریقہ۔	۴۹۸	فائدہ نفسیہ بدھ کے دن بدن سے خون لینے کے بارے میں
۱۲۳	نہار نجومی	۴۹۹	فائدہ جلیلیہ ہفتہ کے دن خون لینے کے بارے میں
۱۳۸	طلوع سے بیس منٹ تک ہر نماز مکروہ ہے اور جب غروب میں بیس منٹ رہیں تو آج کی عصر کے سوا ہر نماز ممنوع ہے۔	۴۹۹	بدھ کے دن ناخن تراشنے کے بارے میں حدیث
۱۳۸	جن نمازوں میں تاخیر مستحب ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وقت مستحب کے نصف آخر میں پڑھیں۔	۵۲۹	مرغ سفید کار کھنا اچھا ہے۔
۱۳۸	ان بلاد میں سال بھر کے اندر پورے وقت عصر کی مقدار۔	۵۶۲	خرقہ پوشی صوفیاء کرام و سماع حسن بصری رحمہ اللہ
۱۵۱	رضوی تحقیق کہ ان بلاد میں وقت عشاء غروب سے کتنی دیر بعد شروع ہوتا ہے۔	۶۶۳	آداب دعا سے ہے کہ پہلے کوئی عمل صالح کرے۔

۳۲۸	زوال میں صحیح دھوپ گھڑی کا اعتبار ہے۔	۱۵۶	مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ کیلئے اعادہ اذان منع ہے، تکبیر میں حرج نہیں۔
۳۶۳	صیغہ لا یفعل سے متبادر کراہت تحریم ہوتی ہے جیسے یفعل مفید وجوب ہوتا ہے۔	۱۵۹	سفر میں جمع بین الصلوٰتین جائز ہے یا نہیں۔
۳۶۳	امام کے انتظار میں تاخیر نماز کا حکم۔	۱۶۰	جمع بین الصلوٰتین دو قسم پر ہے، اول جمع فعلی جس کو جمع صوری بھی کہتے ہیں اس کے معنی مراد، اور یہ بعذر سفر و مرض جائز ہے۔
۳۶۵	اگر فجر کے فرض پڑھ لئے اور سنتیں رہ گئیں تو ان کو کب پڑھ سکتا ہے۔	۱۶۲	جمع صوری بضرورت شدت بارش بھی جائز ہے۔
۴۱۳	عبارات فقہائے کرام میں علامات (مت) اور (شم) اور (قح) اور (ضح) سے کیا مراد ہوتی ہے۔	۱۶۲	دوم جمع وقتی جس کو جمع حقیقی بھی کہتے ہیں اور اس کے معنی مراد جمع حقیقی کی دو صورت: اول جمع تقدیم، دوم جمع تاخیر۔
۶۰۰	تنبیہ کہ فضائل اعمال سے مراد اعمال حسنہ ہیں، نہ صرف ثواب اعمال۔	۱۶۲	ترب وقت کو اس وقت سے تعبیر کرتے ہیں۔
	رسم المفتی	۲۳۲	قرآن وحدیث سے اس کی مثالوں میں دو آیت اور بارہ حدیثیں
۵۲۲	دماء فروج، مضار، خباثت کے سوا تمام اشیاء میں اباحت ہے۔	۲۳۰	ترب وقت کو نام وقت سے تعبیر درکنار صراحۃً ان لفظوں سے بھی تعبیر کر لیتے ہیں کہ دوسرے نماز کے وقت میں نماز پڑھی
۵۷۸ (حاشیہ)	کراہت تنزیہ ضلالت نہیں۔	۲۳۳	فجر عشاء سرشام کے دُھند لکے کو کہتے ہیں۔
۶۲۱	"لا اصل لہا" مقتضی کراہت نہیں۔	۳۲۳	نصف النہار اور سایہ اصلی معلوم کرنے کے دو طریقے
۶۷۳	تنبیہ دوم کہ ایک فعل میں بہت سی نیات ہو سکتی ہیں اور سب پر ثواب۔	۳۲۳	مسجد کی شرقی دیوار سے دوپہر اور دوپہر کا ڈھلنا معلوم ہو سکتا ہے۔
	عقائد و کلام	۳۲۶	فرائض داخل نماز کی فرضیت ہر نماز میں یکساں ہے یا صرف نماز فرض میں ان کی فرضیت ہے۔
۶۷	کتاب اللہ کا حفظ اُمم سابقہ میں خاصہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تھا۔	۳۲۷	نہار عرفی و شرعی میں کیا فرق ہے۔
۸۳	ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔	۳۲۷	نہار عرفی و شرعی ہمیشہ نہار نجومی سے زیادہ ہوتی ہے۔
۹۷	مولانا محمد رضا علی صاحب کافٹوی اس اشتہار کے متعلق جو سالانہ چھپا کرتا ہے کہ شیخ عبداللہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا ان		

۵۸۱	مسئلہ افضلیت باب عقائد سے ہے۔	۹۹	اس فتویٰ کی تصدیق رضوی۔
۵۸۲	کسی مسلمان کی جانب بدون تحقیق کبیرہ گناہ کی نسبت حرام ہے۔	۱۰۱	ضروریات دین کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقواطع ہو۔
۵۹۶	تنبیہ ضروری: وہابیہ کے ایک کید پر آگاہ کرنا۔	۱۰۱	خلافت خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا منکر کافر نہیں حالانکہ اس کی حقانیت قطعاً ثابت ہے۔
۶۰۳	لطیفہ جلیلیہ منیفہ کہ جان و ہدایت پر لاکھ من کا پہاڑ۔	۱۰۱	تکذیب صفت قلب ہے مگر قول کی طرح بعض فعل بھی اس پر علامت ہوتے ہیں۔ علامت ہونے کی بنا پر حکم کفر دیا جاتا ہے۔
	تاریخ مخمذ کرہ	۱۰۲	تارک نماز کی تکفیر قدمائے اہلسنت کا مسلک ہے مگر جمہور کے نزدیک کافر نہیں، یہی مذہب ائمہ اربعہ کا مجمع علیہ ہے۔
۷۲	حضرت یونس بن یاسین بن یعقوب کی اولاد ہیں اور سلیمان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تھے۔	۱۰۶	تارک نماز کے اسلام پر بعض دلائل
۷۲	اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام۔	۱۰۹	ہم میں اور مشرکوں میں نماز فارق ہے۔
۱۱۵	دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔	۱۱۰	ایک وقت کی نماز قصداً بلا عذر شرعی دیدہ و دانستہ قضا کرنے سے فاسق ہو جاتا ہے۔
۱۶۱	کتاب الحج تالیف امام فقیہ محدث عیسیٰ ابن ابان ہے جو امام محمد کے شاگرد تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	۱۱۷	اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو ہدایت ہو جائے تو یہ روئے زمین کی بادشاہت سے بہتر ہے۔
۱۸۲	مقام ملل مدینہ طیبہ سے کتنے میل ہے۔	۱۱۷	امر بالمعروف نہی عن المنکر کے بارے میں اگر کوئی یہ کہے کہ اس میں رکھا ہی کیا ہے تو اس کو تجدید اسلام اور تجدید نکاح کرنا چاہئے۔
۲۶۷	مکہ معظمہ اور مقام سرف کے درمیان دس میل فاصلہ بتانے والا کون ہے	۲۵۶	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دین میں خطا سے معصوم تھے۔
۲۶۷	مدینہ طیبہ سے ذوالحلیفہ کے فاصلے میں اختلاف کثیر۔	۳۰۶	اگر حکم شرع پر عمل کرنے سے فساد پیدا ہوتا ہو تو اس کے حکم کی تفصیل۔
۲۶۸	مدینہ منورہ سے ذات الحجیش کے فاصلے میں اختلاف کثیر	۵۷۲	چند کرامات کسی ولی سے منتفک نہیں ہوتیں الا ماشاء اللہ۔

۳۹۱	مسئلہ متشابہ میں دیوبندی خیانتیں۔	۲۶۸	مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے دو کم دوسو میل ہے۔
۳۹۲	پہلی، دوسری، تیسری خیانت۔	۲۶۸	حوالی مکہ معظمہ میں وقتِ مغرب کم و بیش ڈیڑھ گھنٹہ ہوتا ہے۔
۳۹۳	چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں خیانت۔	۳۵۱	اسماعیل علیہ السلام کی قبر شریف میزاب کے نیچے ہے۔
۳۹۴	آٹھویں، نویں، دسویں خیانت	۳۵۳	حجر اسود اور زمزم شریف کے درمیان ستر انبیاء علیہم السلام کی قبور ہیں۔
۳۹۵	گیارہویں خیانت جو سب سے اہم ہے کہ اعطرت کے والد ماجد اور جد امجد اور پیر و مرشد اور حضور غوث پاک کے نام سے کتابیں تراش لیں، ان کے مطبعے گھڑائے، صفحے دل بنائے، عبار تیں خود ساختہ لکھ دیں۔	۴۰۵	زمانہ اقدس میں مسجد نبوی کے صرف تین دروازے تھے مشرق، مغرب اور شمال میں۔
۵۴۴	افادہ سیم کہ ہم تو استحباب ہی کہتے ہیں، طرفہ یہ کہ وہابیہ جدیدہ کے طور پر تقبیل ابہامین خاص سنت ہے۔	۴۰۹	ہشام ابن عبدالملک مروانی نے اذانِ عثمانی کو منارہ مسجد پر دلوانا شروع کیا تھا، نہ اذانِ ثانی کو اندرون مسجد۔
۵۴۴	قبول ضعاف میں گنگوہی صاحب کی فاحش خطائیں۔	۴۱۰	اسی ہشام نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ کو سولی دلوائی اور برسوں سولی پر رکھا جس سے عجیب کرامت کا ظہور ہوا۔
۵۴۴	گنگوہی صاحب نے انجانے میں آدھی وہابیت ذبح کر ڈالی۔	۵۳۳	تفسیر ابن جریر طبقہ رابعہ سے ہے (در حاشیہ)
۵۴۸	گنگوہی صاحب نے اباحت، استحباب، کراہت تنزیہ بین احکام شرعیہ بالکل مٹا دیئے۔	۵۲۰	فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں کتنے شہر فتح ہوئے اور کتنی مسجدیں تعمیر ہوئیں اور کتنے منبر بنائے گئے۔
۶۳۴	تھانوی صاحب کے جواب مذکور کی خامیوں کا شمار۔	۵۸۲	فائدہ دوم کہ مشاجرت صحابہ میں تواریخ و سیر کی موحش حکایتیں قطعاً مردود ہیں۔
	حدیث و اصول حدیث		رد و بد مذہبیاں
۵۸	حدیث بخاری اعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلتہ بالعتاش الخ کے تین تین محمل۔	۱۳۸	در بارہ نماز عصر ایک وہابی خطیاط کا اعتراض اور اس کا جواب۔

۱۹۶	پہلی حدیث۔	۱۱۰	جس نے قصداً نماز ترک کی اس نے اپنی ماں سے بیت اللہ میں ستر بار زنا کیا۔ یہ روایت میری نظر سے نہیں گزری۔
۱۹۷	دوسری، تیسری، چوتھی حدیث۔	۱۵۰	مجهول العین راوی کی روایت محققین کے نزدیک مقبول ہے۔
۱۹۹	پانچویں تا گیارہویں حدیث۔	۱۶۳	فصل اول جمع صوری کے اثبات میں غیر مقلدین کے پیشوا مولوی نذیر حسین دہلوی کا صحیح و صریح حدیثوں سے انکار جو جمع صوری میں وارد ہیں۔
۲۰۳	فصل دوم ابطال دلائل جمع تقدیم۔	۱۶۷	حدیث اول اثبات جمع صوری میں۔
۲۰۴	پیشوائے غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث اول بابت جمع بین الصلوٰتین	۱۷۲	حدیث دوم اور سوم۔
۲۰۶	حدیث معلول کیلئے ضعف راوی ضروری نہیں۔	۱۷۳	احادیث چہارم و پنجم۔
۲۱۰	پیشوائے غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث دوم اور اس کے بیان کردہ مفہوم پر بارہ وجوہ سے رد۔	۱۷۵	محاورات سلف و اصطلاح محدثین میں تشبیح اور رفض کے درمیان فرق ہے، متاخرین شیعہ روافض کو کہتے ہیں۔
۲۱۳	افاضہ اولیٰ کہ جمع تقدیم میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔	۱۷۷ (ح) (ش)	فلان ینرب اور فلان غریب الحدیث میں فرق ہے۔
۲۱۵	افاضہ ثانیہ کہ جمع بین الصلوٰتین کے بارے میں احمد و شافعی، عبد الرزاق و بیہقی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایت کردہ حدیث ضعیف ہے۔	۱۸۳	چند اوہام یا کچھ خطائیں محدث سے صادر ہونا نہ اسے ضعیف کرے نہ اس کی حدیث کو مردود۔
۲۱۶	اس کے راوی حسین بن عبد اللہ ضعیف ہیں۔	۱۸۴	امام سفیان بن عیینہ نے زہری سے روایت میں بیس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی، پھر ان کے ثقہ حجت ہونے پر اجماع ہے۔
۲۲۰	افاضہ ثالثہ کہ حدیث دارقطنی بھی ضعیف ہے۔	۱۸۶	افادہ ثانیہ کہ احادیث جمع میں جمع صوری کے ارادے پر پانچ قرآن ہیں
۲۲۱	فاضہ رابعہ بابت حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	۱۹۶	افادہ رابعہ کہ وہ احادیث جن میں مطلق جمع بین الصلوٰتین وارد ہے سب کی سب جمع صوری پر محمول ہیں بطور تمثیل گیارہ حدیثوں کا بیان۔
۲۲۸	جمع تاخیر میں پیش کردہ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کلام		

۲۴۰	قسم اول نصوص عامہ جو سات آیات اور بیس حدیثوں پر مشتمل -	۲۳۲	اس کا جواب اول
	احادیث چند نوع ہیں۔ نوع اول	۲۳۳	قصہ صفیہ زوجہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر ایک ہی بار واقع ہوا تھا۔
۲۴۴	احادیث محافظت وقت اور اس کی ترغیب اور اس کے ترک سے تربیب میں۔	۲۳۵	جمہور محدثین کے مذہب مختار پر مدلس کا عنعنہ مردود ہے۔
۲۴۸	نوع اخیر حدیث امامت جبریل علیہ السلام	۲۳۵	عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذہب میں وقت مغرب شفقِ احمر تک ہے اور احناف کے نزدیک شفقِ امیض تک، یہی روایت صحیح اور درایت راجح، اور اجلہ صحابہ اور اکابر تابعین اور اجلئے تابعین اور ائمہ لغت اور بعض کبرائے شافعیہ سے بھی منقول ہے۔
۲۴۹	نوع آخر حدیث سائل	۲۳۶	حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بابت جمع بین الصلوٰتین
۲۸۰	نوع آخر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی کہ کچھ لوگ وقت گزار کر نماز پڑھیں گے۔	۲۳۸	اس کا جواب۔
۲۸۱	نوع آخر کہ جب ایک نماز کا وقت آیا تو دوسری کا جاتا رہا۔	۲۵۲	حدیث سائل بروایت نسائی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب اول۔
۲۸۹	قسم دوم نصوص خاصہ جن میں بالخصوص جمع بین الصلوٰتین کی نفی ہے۔	۲۵۲	جواب ثانی
۲۹۲	مرسل حدیث ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔	۲۵۳	نماز کے اول و آخر وقت حقیقی اور سحری کے آخر وقت حقیقی کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تھا اور آپ کے طفیل میں اجلہ مذاق صحابہ کو جس پر احادیث دال ہیں۔
۳۰۱	احادیث مرویہ بالمعنی مختلف طور پر روایت کی جاتی ہیں، کوئی پوری، کوئی ایک کٹڑا، کوئی دوسرا، جمع طرق سے پوری بات کا پتا چلتا ہے۔	۲۵۳	حدیث اول تا سوم
۳۰۱	اسی واسطے امام ابو حاتم رازی معاصر امام بخاری فرماتے ہیں کہ ہم جب تک حدیث کو ساٹھ وجہ سے نہ لکھتے اس کی حقیقت نہ پہچانتے	۲۵۵	حدیث چہارم تا ہفتم
۳۰۳	ضعیف، متشیع، صاحب افراد، متروک الحدیث میں فرق ہے، متشیع اور صاحب افراد ہو نا اصلاً موجب ضعف نہیں۔	۲۵۷	حدیث ہشتم و نہم
۳۰۳	ضعیف اور متروک میں زمین و آسمان کا فرق ہے کہ ضعف کی حدیث معتبر و مکتوب اور متابعات و شواہد میں مقبول، بخلاف متروک۔	۲۶۳	فائدہ عائدہ بابت حدیث سنن ابی داؤد جس سے آج تک اصلاً تعرض نہ ہوا، نہ استناداً نہ جواباً۔

۴۳۱	ابن جوزی نے جس جس حدیث کو غیر صحیح کہا اس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔	۴۳۰	حدیث کان قدر صلوة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الظهر فی الصیف ثلاثة اقدار الی خمسة اقدار کا مطلب۔
۴۳۲	لفظ "لا یثبت" سے یہ ثابت کہ یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ اصطلاح میں "ثابت" صحیح حدیث کو کہتے ہیں۔	۴۳۶	افادہ اول کہ حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے۔
۴۳۳	افادہ دوم کہ جہالت راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے۔	۴۳۷	حدیث حسن احکام حلال و حرام میں حجت ہوتی ہے۔
۴۳۳	مجهول کے اقسام اور ان کے احکام۔ اول قسم مستور اس قسم کے راوی مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔ قسم دوم مجهول العین۔ اور قسم سوم مجهول الحال۔	۴۳۹	کتب صحاح ستہ میں مذکورہ تمام احادیث صحیح نہیں، تسمیہ بصحاح تغلیباً ہے۔
۴۳۸	افادہ سوم کہ سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں۔	۴۳۰	حدیث کے آٹھ مراتب اور ان کے احکام۔
۴۳۸	حدیث منقطع کا حکم۔	۴۳۰	صحیح، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ سب صحیح بہا ہیں۔
۴۵۰	افادہ چہارم کہ حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مندرج بھی موضوع نہیں۔	۴۳۰	پہنجم حدیث ضعیف بضعیف قریب کی قسم صالح متابعات و شواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پا کر صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے اور احکام میں قابل احتجاج۔
۴۵۱	افادہ پنجم کہ جس حدیث میں راوی بالکل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں۔	۴۳۰	ششم ضعیف بضعیف قوی قابل احتجاج نہیں، صرف فضائل میں معتبر ہے
۴۵۲	تعدد طرق سے مبہم کاجر نقصان ہو جاتا ہے۔	۴۳۰	ہفتم حدیث مطروح حکماً موضوع ہوتی ہے۔
۴۵۲	حدیث مبہم دوسری حدیث کیلئے مقوی ہو سکتی ہے۔	۴۳۰	ہشتم موضوع یہ بالاجماع نہ قابل انجبار نہ فضائل وغیرہ کسی باب میں لائق اعتبار۔
۴۵۳	افادہ ششم کہ ضعیف راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جراف ہے۔	۴۳۰	حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین و آسمان کافرق ہے
۴۵۳	افادہ ہفتم ایسا غافل کہ حدیث میں دوسرے کی تلقین قبول کرے، اس کی حدیث بھی موضوع نہیں۔	۴۳۱	صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔
۴۵۴	اسباب طعن دس ہیں بایں ترتیب۔		

۴۵۵	افادہ چہار دہم کہ حصولِ قوت کو صرف دو سندوں سے آنا کافی ہے۔	۴۵۵	افادہ ہشتم کہ منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں۔
۴۵۵	"خط" علامتِ خطیب فی التاریخ ہے	۴۵۶	افادہ نہم کہ متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں۔
۴۵۵	افادہ پانزدہم کہ اہل علم کے عمل کر لینے سے یہ حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے۔	۴۵۹	حدیث چلہ صوفیاء کرام۔
۴۵۷	افادہ شانزدہم کہ حدیث سے ثبوت ہونے میں مطالب تین قسم ہیں، اول اعتقادات۔	۴۵۹	حدیث کہ جو شام کو صلی اللہ تعالیٰ علی نوح وعلیہ السلام پڑھ لے تو اس شب بچھونہ کاٹے گا۔
۴۵۷	عقائد میں حدیث احاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں۔	۴۵۹	افادہ دہم کہ موضوعیت حدیث کیونکر ثابت ہوتی ہے۔
۴۵۸	دوم احکام جن میں حدیث ضعیف کافی نہیں ہوتی۔	۴۶۰	حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس برس کی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ جنوں و جذام اور برص کو اس سے پھیر دیتا ہے الخ
۴۵۸	تیسرے فضائل و مناقب جن میں باتفاق علماء حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے۔	۴۶۱	فضائل امیر المؤمنین و اہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں روافض نے تقریباً تین لاکھ حدیثیں وضع کیں۔
۴۵۸	بلکہ فضائل اعمال میں حدیث منکر بھی مقبول ہے۔	۴۶۸	افادہ یازدہم کہ بارہا موضوع یا ضعیف کہنا صرف ایک سند کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے اعتبار سے۔
۴۵۹	نبوی ارشاد اگر کسی کو حدیث پہنچی کہ فلاں عمل پر ایسا ثواب ملے گا اور اس نے اس عمل کو کیا تو ثواب پائے گا اگرچہ واقع میں وہ میری حدیث نہ ہو۔	۴۷۰	ان امرتی لاتفید لاس کے معنی راجح حاشیہ نمبر امیں۔
۴۸۱	کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق کے ساتھ ہیں کہ حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل جائز ہے۔	۴۷۲	نتیجہ الافادات
		۴۷۲	افادہ دوازدہم کہ تعدد طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی ہے بلکہ حسن ہو جاتی ہے۔
۴۸۱	افادہ ہفدہم کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل مستحب ہے۔	۴۷۳	افادہ سیزدہم کہ حدیث مجہول و حدیث مبہم تعدد طرق سے حسن ہو جاتی ہے اور وہ جابر و منجبر ہونے کے صالح ہیں۔
۴۸۲	افادہ ہجدهم کہ خود احادیث حکم فرماتی ہیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے۔	۴۷۴	حدیث کہ جس کے تین بچے پیدا ہوئے اور کسی کا نام محمد نہ رکھا تو یہ اس کی جہالت ہے۔

۴۸۸	حدیث انا عند ظن عبدی بی کس کس کتاب میں ہے۔	۵۱۶	مسند امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ضعیف احادیث ہیں۔
۴۸۹	اس حدیث کی بعض روایات میں کچھ الفاظ زائد ہیں۔	۵۱۸	دارقطنی احادیث ضعیفہ، شاذہ، معللہ سے پر ہے۔
۴۸۹	افادہ نوزدہم عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف مقبول ہے۔	۵۲۱	افادہ بست و دوم کہ ایسے اعمال کے جواز یا استحباب پر ضعیف سے سند لانا، در بارہ احکام اسے حجت بنانا نہیں۔
۴۹۱	احادیث اولیاء کرام کے متعلق نفیس فائدہ۔	۵۲۳	افادہ بست و سوم کہ ایسے مواقع میں ہر حدیث غیر موضوع کام دے سکتی ہے۔
۴۹۱	حدیث اصحابی کالنجوم بایہم اقتدایتہم اہتدایتہم میں اگرچہ محدثین کو کلام ہے مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔	۵۲۹	حدیث شدید الضعف کی تعریف۔
۴۹۳	افادہ بستم کہ حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محل احتیاط ہو۔	۵۳۰	علامہ لکھنوی قدس سرہ، سے نظر الامانی میں تدریب اور القول البدیع سے نقل میں لغزش ہوئی۔
۵۰۱	افادہ بست و یکم کہ حدیث ضعیف پر عمل کیلئے خاص اس فعل میں حدیث صحیح کا آنا ضرور نہیں۔	۵۳۱	بحث قبول شدید الضعف۔
۵۰۲	تحقیق مقام و ازاحہ ادھام عمل بالحدیث اور قبول الحدیث میں فرق ہے یا نہیں۔	۵۳۳	فائدہ جلیلہ فی احکام انواع الضعیف وانجبار ضعفنا۔
۵۱۱	مسلم شریف میں بھی ضعیف کی روایتیں ہیں۔	۵۳۸	افادہ بست و چہارم کہ حدیث کا کتب رابعہ سے ہونا خواہی نحو اہی مستلزم مطلق ضعف ہی نہیں چہ جائیکہ ضعف شدید۔
۵۱۲	بخاری شریف میں ضعیف کی روایات در بارہ متابعت و شواہد موجود ہیں۔	۵۳۸	قول شاہ عبدالعزیز قدس سرہ، بابت احادیث کتب رابعہ کے معنی۔
۵۱۳	عامہ مسانید، معاجیم، سنن، جوامع، اجزاء ہر نوع احادیث پر مشتمل ہیں۔	۵۳۸	طبقہ ثانیہ و ثالثہ و رابعہ کی بعض کتابوں کے اسمائے۔
۵۱۴	امام ابوداؤد کے کلام "صالح" کے دو معنی ہیں۔	۵۴۰	رموز کتب احادیث۔
	سنن ابوداؤد شریف کا موضوع صرف احکام ہیں۔	۵۴۶	امام بخاری علیہ الرحمۃ الباری کو ایک لاکھ صحیح احادیث یاد تھیں اور بخاری میں کل چار ہزار بلکہ اس سے بھی کم ہیں۔

۵۷۱	افادہ بست و نہم کہ اعمال مشائخ محتاج سند نہیں، اعمال میں تصرف و ایجاد مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے۔	۵۳۸ (عاشیہ)	رسالہ مدارج طبقات الحدیث میں ذکر کردہ فوائدِ نفیہ عظیمہ اربعہ کا حاشیہ میں شمار۔
۵۸۰	در بارہ تفضیل حدیث ضعیف مقبول نہیں۔	۵۳۸	افادہ بست و پنجم کہ کتب موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر مطلقاً ضعیف کا بھی مستلزم نہیں، کتب موضوعات کی قسم دوم۔
۵۸۵	جیش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخلف کے بارے میں یہ جملہ "ولعن اللہ من تخلف عنہ" افتراء ہے۔	۵۳۸	ابن جوزی نے صحاح ستہ اور مسند امام احمد کی چوراسی حدیثوں کو موضوع کہا۔
۵۸۶	فائدہ سوم اظہر یہی ہے کہ تفرّد کذاب بھی مستلزم موضوعیت نہیں۔	۵۳۸	کتب موضوعات کی دوسری قسم۔
۵۹۲ (حاشیہ)	ہمارے نزدیک ابن اسحاق صاحب مغازی کی توثیق راجح ہے۔	۵۳۹	شوکانی کی کتاب (فوائد مجموعہ) قسم دوم سے ہے۔
۵۹۳	تنبیہ متعلق افادہ (۲۵) کہ کتاب موضوعات میں ذکر حدیث مؤلف کے نزدیک مستلزم موضوعیت نہیں۔	۵۵۰	مقاصدِ حسنہ امام سخاوی مختص بموضوعات نہیں، یہ شوکانی کی کم فہمی ہے۔
۵۹۳	کتاب تنزیہ الشریعہ کی عبارت سے ایک نفیس فائدہ حاصل۔	۵۵۱	نتیجہ الافادات۔
۵۹۵	فائدہ چہارم کہ مجہول العین کا قبول ہی مذہبِ محققین ہے۔	۵۵۱	افادہ بست و ہشتم کہ ایسی جگہ اگر سند کسی قابل نہ ہو تو صرف تجربہ سند کافی
۵۹۵	تنبیہ کہ غالباً مطلق مجہول سے مراد مجہول العین ہوتا ہے۔	۵۵۵	افادہ بست و ہفتم کہ بالفرض اگر کتب حدیث میں اصلاً پتانہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا بعض کلماتِ علماء میں بلا سند مذکور ہونا کافی ہے۔
۵۹۵	فائدہ پنجم متعلق افادہ (۲۱) کہ قبول ضعیف کیلئے ورود صحیح کی حاجت نہیں	۵۶۱	افادہ بست و ہشتم کہ حدیث اگر موضوع بھی ہو تاہم فعل کی ممانعت لازم نہیں۔
۵۹۵	حدیث احیاء ابویں کریمین کو باوصف ضعیف علماء نے احادیث صحاح کا ناسخ قرار دیا ہے اگرچہ ہم قائل ناسخ نہیں۔	۵۶۸	وضو کی دعائیں حدیث سے ثابت نہیں۔
۵۹۷	فائدہ ششم کہ حدیث ضعیف بعض احکام میں بھی مقبول۔	۵۷۱	عمل بموضوع اور عمل بمافی الموضوع میں فرق عظیم ہے۔

۶۲۰	حدیث یكون في آخر الزمان خليفة لايفضل عليه ابوبكر ولاعمر مؤول ہے۔	۶۰۰	فائدہ ہفتم کہ حدیث ضعیف سے سنیت بھی ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں۔
۶۲۱	افادہ دوازدهم حدیث بے سند مذکور علماء کے قبول میں نفیس و جلیل اتحاق اور اوہام قاصرین زمانہ کا ابطال وازہاق۔	۶۰۱	فائدہ ہشتم کہ وضع یا ضعف کا حکم کبھی بلحاظ سند خاص ہوتا ہے نہ بلحاظ اصل حدیث۔
۶۲۱	محدثین کی اصطلاح میں جس حدیث کو مرسل اور منقطع اور معلق اور معضل کہتے ہیں فقہاء اور اصولیین کی اصطلاح میں ان سب کو مرسل کہا جاتا ہے۔	۶۰۲	فائدہ نہم وہ محدثین جو غیر ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔
	اسماء الرجال	۶۱۲	ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس سے روایت فرمائیں اس کی ثقاہت ثابت ہوگی۔
۶۲	امام ابن عائشہ عیسیٰ نہ صحابی ہیں نہ تابعی، نہ تبع سے ان کا سن وفات۔	۶۱۲	تنبیہ اخذ میں قلت مبالات زمانہ تابعین سے پیدا ہوئی۔
۹۳	سعید بن خثیم ہلالی منکر الحدیث ہیں۔	۶۱۵	فائدہ دہم احادیث طبعی رابع کے متعلق۔
۱۶۷	نافع اور عبد اللہ بن واقد دونوں شاگرد عبد اللہ بن عمر ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم	۶۱۷	فائدہ یازدہم تذکرۃ الموضوعات محمد طاہر فتنی میں ذکر مستلزم گمان وضع نہیں
۱۶۸ (حاشیہ)	صفیہ بنت ابی عبیدہ زوجہ ابن عمر، مختار کذاب کی بہن تھیں، ان کے صحابیہ ہونے میں اختلاف ہے، ان کے والد ماجد صحابی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم	۶۱۷	خاتمہ مجمع البحار سے بعض احادیث پر نقل احکام اور حاشیہ میں اس پر نفیس کلام۔
۱۷۳	افادہ اولی کہ غیر مقلدین کے پیشوائے مذکور کا محمد بن فضیل کو ضعیف کہنا باطل ہے وہ بخاری و مسلم کے رجال سے ہیں۔	۶۱۸ (حاشیہ)	حدیث طلب العلم فریضة علی کل مسلم حسن ہے، جس کو رسالہ النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب میں بیان فرمایا۔
۱۷۶	بخاری و مسلم کے تیس سے زیادہ وہ راوی ہیں جن کو اصطلاح قدماء پر بلفظ تشبیح ذکر کیا جاتا ہے اور ان کے اسماء۔	۶۱۹	حدیث بابت آب زمزم حسن یا صحیح ہے۔

۲۶۵	طریق دوم میں مومل بن اباب صدوق لہ اوہام۔	۱۷۷	بشر بن بکر ثقہ ہیں اور رجال بخاری سے۔
۲۶۶	نعیم بن حماد قابل احتجاج نہیں۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطاعن میں جھوٹی حکایتیں وضع کرتا تھا۔ جامع صحیح میں اس کی روایت مقرر نہ ہے نہ بطور حجیت۔	۱۷۸	پیشوائے غیر مقلدین کی تحریف کہ ولید بن مسلم کو ولید بن قاسم بنالیہ اول رجال صحیح مسلم سے امام ثقہ ہیں اور دوم قدرے متکلم فیہ۔
۲۶۶	ابوازیر مدلس ہیں اور مدلس کا عنعنہ قبول نہیں لیکن ان سے اگر لیش بن سعد روایت کریں تو مقبول، ذکر وجہ فی المیزان۔	۱۷۹ (حاشیہ)	صحیح بخاری و مسلم کے وہ رجال جن کے متعلق صدوق یخطی کہا گیا
۳۰۳	خالد بن مخلد صحاح ستہ کے رجال سے ہیں اور امام بخاری کے استاد۔	۱۸۰	لطیفہ پنجم، عطا ثقہ ہیں۔
۳۰۴ (حاشیہ)	بخاری و مسلم کے بعض ضعیف رجال کا شمار۔	۱۸۰	وہی اور صدوق یحکم میں فرق ہے۔
۳۰۶	امام اعش کا اسم مبارک سلیمان ہے۔	۱۸۰	صحیحین کے وہ رجال جن کے متعلق صدوق یحکم کہا گیا۔
۳۰۶	جب بصری عبداللہ کہیں تو عبداللہ بن عمرو بن عاص مفہوم ہوتے ہیں، دوسرا کہیں تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔	۲۰۶	خالد بن قاسم مدائنی متروک بالاجماع ہے۔
۳۰۶	جب سوید کہیں حدیثا عبداللہ تو ابن المبارک مفہوم ہوتے ہیں اور جب بندار کہیں عن محمد عن شعبۃ تو عنہم مراد ہوں گے۔	۲۰۶	ابن حزم غیر مقلد خبیث اللسان نے سیدنا ابوالطفیل صحابی کو مقدوح و مجروح بتایا۔
۳۰۷	حدیث نسائی شریف کی سند میں واقع خالد امام اجل خالد بن حارث بصری ہیں خالد بن مخلد نہیں۔	۲۰۶	اسی ابن حزم نے باجے حلال کرنے کیلئے صحیح بخاری شریف کی صحیح و متصل حدیث کو بزعم تعلیق رد کیا۔
۳۶۲	علی بن عروہ دمشقی حدیث وضع کرتا تھا۔	۲۱۸	امام شافعی علیہ الرحمۃ کی روایت میں ابراہیم ابن ابی یحییٰ رافضی قدری معتزلی جمعی متروک واقع ہے اور اس کے ضعف پر اجماع ہے۔
۳۶۲	ابوعقالب ہلال بن زید انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موضوعات روایت کرتا تھا۔	۲۲۲	امام اسحاق بن راہویہ کا حافظہ وفات سے چند ماہ پیشتر متغیر ہو گیا تھا۔
۳۶۵	ابن تیمیہ کی بکواس۔		شبابہ بن سوار مبتدع تھا۔
۳۷۵	"خطبہ علامت خطیب فی التاريخ ہے۔"	۲۳۵	عبداللہ بن ابی کحیح یسار مکی مدلس ہیں۔
		۲۶۵	یحییٰ بن محمد جاری متکلم فیہ ہیں۔

۴۷۵	فوائد اصولیہ	عمر و بن واقد متروک ہیں۔
۱۰۶	محممل کو محکم کی طرف رد کرنا طریقہ معروفہ ہے۔	ضحاک بن حجرہ ضعیف ہیں۔
۱۳۳	جو کچھ خلاف ظاہر الروایہ ہے مرجوح عنہ ہے۔	ابن عباس بن سہل رجال امام بخاری سے ضعیف ہیں ان کی روایت بخاری شریف میں موجود ہے۔
۱۳۵	قول یک مثل پر قول مثلین کی وجوہ ترجیح۔	کلبی شدید الضعف ہے۔
۲۱۱	(فا) کیلئے ترتیب ذکر کی کافی ہے۔	امام واقدی کی توثیق راجح ہے۔
۲۱۱	اور عدم مہلت ہر جگہ اس کیلئے لائق ہوتی ہے۔	فضائل و مناقب
۲۱۱	حدیث مروی بالمعنی کے (فا) اور (و) وغیر ہما سے استدلال صحیح نہیں۔	توریت شریف میں پانچوں نمازوں کے عظیم فضائل۔
۲۲۶	لفظ (جمعاً) اجتماع فی الحکم پر دلالت کرتا ہے نہ اجتماع فی الوقت پر۔	حضرت بحر العلوم کا ارشاد، ہمارے ائمہ حنفیہ کی نظر کبھی دقیق ہے کہ ان سے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں ہوتا۔
۲۹۱	صیغہ مجہول غالباً مشیر بضعف ہوتا ہے۔	عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر اور انس سے افقہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
۲۹۳	مفہوم مخالف حنفیہ کے نزدیک عبارات شارع غیر متعلقہ بعقوبات میں معتبر نہیں۔ کلام صحابہ و من بعدہم میں معتبر ہے۔	حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے استیذان معاف تھا
۳۲۴	مسلمان کا فعل حتی الامکان محمل حسن پر محمول کرنا واجب ہے۔	مردہ سنت زندہ کرنے کے متعلق احادیث۔
۳۱۲	صیغہ نفی صیغہ نہی سے زیادہ موکد ہوتا ہے۔	امام سیوطی پچھتر بار بیداری میں نبوی زیارت سے مشرف ہوئے۔
۳۱۳	لفظ خبر وجوب پر دلالت کرتا ہے حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں کیا کہنا چاہئے۔	چاند گوارہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتا، حضور کو ہلانا، جدھر اشارہ فرماتے اسی طرف جھک جاتا تھا۔
۵۰۵	المحاکمة بین الفاضل العلامة الخفاجی والمحقق الدوانی رحمہما اللہ تعالیٰ۔	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عجیب فضیلت۔
۵۰۷	معروضہ علی کلام الدوانی۔	خوشبو سوگنہ کر درود شریف پڑھنا نبوی آثار دیکھنے کے وقت درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔

۱۵۵	اوقات بعض تحویلات کا نقشہ۔	۶۳۴	مفہوم کتب حجت ہے اگرچہ مفہوم لقب ہو۔
	متفرقات	۶۳۵	نقل مجہول نامقبول ہے۔ عام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تقلید ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مذہب ہے۔
۳۱۴	ضحوہ کبریٰ نکالنے کا طریقہ کیا ہے؟	۶۵۰	مطلق اپنے اطلاق پر رہتا ہے مگر جبکہ دلیل تقیید قائم ہو۔
۳۲۱	میرٹھ میں پورے وقت مغرب کی مقدار۔	۶۷۶	تنبیہ چہارم شرع مطہر کی اصل کلی جو ان مسائل کو حل کر دیتی ہے جن میں دیوبندی اختلاف کرتے ہیں اور بوجہ جہل لوگوں کو بہکاتے ہیں۔
۳۳۲	بریلی میں بموسم گرما اور سرما غروب کا وقت۔		طبیعیات
۵۷۹	خاتمہ فوائد منشورہ میں۔	۱۳۷	کرہ بخار جس کو عالم نسیم اور عالم لیل و نہار بھی کہتے ہیں وہ ہر طرف سطح زمین سے ۴۵ میل اور قول اوائل پر ۵۲ میل اونچا ہے۔
۵۸۰	فائدہ اول کہ فضیلت و افضلیت میں فرق ہے۔		ہندسہ و ریاضی
		۱۵۴	فکلیوں کی تقسیم فصول اور ہمارے یہاں کی تقسیم فصول۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

کتاب الصَّلَاةِ

مسئلہ (۲۴۹): از او جین مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ مرسلہ ٹما یعقوب علی خان ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز پنجگانہ میں کون سی نماز سب سے پہلے کس نبی نے پڑھی ہے اور اگلے انبیاء
علیہم الصلاۃ والسلام اور ان کی امتوں پر بھی یہی نماز پنجگانہ فرض تھی یا یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ہمارا خاصہ ہے۔
بیّنوا توجروا۔

الجواب:

الحمد لله وحده* والصلوة والسلام على من لا نبي بعده* وعلى آله وصحبه المكرمين عنده۔	اللہ ہی کیلئے تعریف ہے جو آکیلا ہے اور صلاۃ و سلام اس ہستی پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور اس کے آل و اصحاب پر جو اس کے ہاں بہت مکرم ہیں۔ (ت)
--	---

نماز پنجگانہ اللہ عزوجل کی وہ نعمتِ عظمیٰ ہے کہ اس نے اپنے کرمِ عظیم سے خاص ہم کو عطا فرمائی ہم سے پہلے کسی امت کو

نہ ملی، بنی اسرائیل پر دو ہی وقت کی فرض تھی وہ بھی صرف چار رکعتیں دو صبح دو شام، وہ بھی ان سے نہ بھی سنن نسائی شریف میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث معراج مبارک میں ارشاد فرماتے ہیں ثم ردت الی خمس صلوات. قال: فأرجع الی ربك فأسأله التخفيف فإنه فرض علی بنی اسرائیل صلاتین فما قاموا بهما¹ یعنی پھر پچاس نمازوں کی پانچ رہیں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی کہ حضور پھر جائیں اور اپنے رب سے تخفیف چاہیں کہ اس نے بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض فرمائی تھیں وہ انہیں بھی بجا نہ لائے۔ علامہ زر قانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

ورد ان بنی اسرائیل کلّفوا برکعتین بالغداة و رکعتین بالعشی۔ و رکعتین عند الزوال، فما قاموا بما کلّفوا به ² ۔	روایت ہے کہ بنی اسرائیل کو دو رکعتیں صبح اور دو رکعتیں رات کو پڑھنے کا مکلف بنایا گیا تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ دو رکعتیں زوال کی بھی تھیں مگر وہ اس پر کاربند نہ رہ سکے۔ (ت)
--	---

اور امتوں کا حال خدا جانے مگر اتنا ضرور ہے کہ یہ پانچوں ان میں کسی کو نہ ملیں علماء نے بے خلاف اس کی تصریح فرمائی، مواہب شریف بیان خصائص امت مرحومہ میں لکھا:

ومنها مجموع الصلوات الخمس، ولم تجمع لاحد غیرهم ³ ۔	اور ان خصوصیات میں سے پانچ نمازوں کا مجموعہ بھی ہے کیونکہ امت مسلمہ کے علاوہ کسی اور امت کیلئے پانچ نمازیں جمع نہیں کی گئیں۔ (ت)
---	--

شرح زر قانی مقصد معراج مقدس میں زیر حدیث مذکور نسائی لکھا:

هذا هو الصواب، وما وقع في البيضاوي انه فرض عليهم خمسون صلاة في اليوم والدليلة. فقال السيوطي: هذا غلط، ولم يفرض على بنی اسرائیل خمسون صلاة قط بل ولا خمس صلاة، ولم تجمع الخمس	یہی درست ہے اور جو بیضاوی میں ہے کہ بنی اسرائیل پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کی گئی تھیں، تو سیوطی نے کہا کہ یہ غلط ہے، ان پر پچاس نمازیں کبھی بھی فرض نہیں کی گئی تھیں بلکہ ان پر تو پانچ نمازیں بھی فرض نہیں تھیں، پانچ صرف اس امت کیلئے
--	---

1 سنن النسائی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۸/۱

2 شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱۳۲۶

3 المواہب اللدنیة المقصد الرابع خصائص تعلق بالصلوٰۃ، المکتب الاسلامی، بیروت ۱۱/۲

جمع کی گئی ہیں۔ بنی اسرائیل پر تو صرف دو نمازیں فرض تھیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ (ت)

الالهذه الامة، وانما فرض على بنى اسرائيل صلاتان فقط، كما في الحديث¹۔

لمعات شیخ محقق دہلوی و شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی میں ہے: مجموع هذه الخمس من خصوصياتنا² (ان پر پانچ نمازوں کا مجموعہ ہماری خصوصیات میں سے ہے۔) (ت) اشعة اللمعات میں ہے: مجموع خمس اوقات مخصوص این امت ست³ (پانچ اوقات کا مجموعہ اس امت کی خصوصیت ہے۔) (ت) تیسیر و سراج المنیر شرح جامع صغیر میں زیر حدیث و صلوا خمسکم (اور پڑھو اپنی پانچ نمازیں۔) (ت) لکھا: اضاها اليهم لانها لم تجتمع لغيرهم⁴ (اپنی کہہ کر) پانچ نمازوں کو امت کی طرف اس لئے منسوب کیا ہے کہ کسی اور امت کیلئے یوں جمع نہیں کی گئیں۔) (ت) بلکہ یہ معنی عہ خود ارشاد حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت۔ ابن ابی شیبہ مصنف اور ابو داؤد و بیہقی سنن میں بسند حسن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

فان قلت (اگر یہ اعتراض ہو کہ) کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عالی یاد نہیں رہا اتقوا اللہ و صلوا خمسکم (اللہ سے ڈرو اور اپنی پانچ نمازیں ادا کرو) کیونکہ یہ حدیث صحیح ہے امام ترمذی نے اسے روایت کر کے حسن و صحیح قرار دیا۔ ابن حبان اور حاکم نے ابو امامہ باہلی سے روایت کیا اور علماء نے اس سے اختصاص پر استدلال کیا ہے علامہ زر قانی کہتے ہیں اس کی دلیل یہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: اللہ سے ڈرو اور اپنی نمازیں ادا کرو۔ نمازی کی اضافت اس امت کی طرف کرنا، اس خصوصیت کا فائدہ دیتی ہے۔ میں نے عزیز می اور مناوی کا کلام نقل کر دیا ہے تو اس ترقی کا کیا معنی۔

عہ: فان قلت الم تذكر بقوله صلى الله تعالى عليه وسلم اتقوا الله و صلوا خمسكم⁵ فانه حديث صحيح رواه الترمذى وحسنه و صححه و ابن حبان و الحاكم عن ابى امامة الباهلى رضى الله تعالى عنه و لقد احتجوا به على الاختصاص قال العلامة الزرقانى حجة ذلك قوله صلى الله تعالى عليه وسلم اتقوا الله و صلوا خمسكم فاضافتها اليهم يعطى ذلك⁶ اهو وقد نقلت كلام العزيمى و المناوى فيما معنى هذا الترقى۔

1 شرح الزرقانى على المواهب فى المقصد الخامس تخصيصه عليه السلام بخصاص المعراج والاسراء مطبوعه المطبعة العامره مصر، ۱۳۱/۶

2 لمعات التفتيح الفصل الثانى كتاب الصلوة باب المواقيت مكتبة المعارف العلية لاہور ۲۳۱/۴

3 اشعة اللمعات الفصل الثانى كتاب الصلوة باب المواقيت مكتبة نوريه رضويه سكر ۲۸۷/۱

4 السراج المنير شرح جامع صغیر تحت حدیث ۱۱ اتقوا اللہ و صلوا خمسکم ۱۱ مطبوعه مطبعه ازهریه مصر ۳۷۱/۳

5 شرح الزرقانى، مقصد رابع مطبوعه عامره مصر ۳۲۳/۱۵ و ۳۲۵

6 شرح الزرقانى، مقصد رابع مطبوعه عامره مصر ۳۲۳/۱۵ و ۳۲۵

نے نمازِ عشا کی نسبت فرمایا:

اعتبوا بهذه الصلوة فانكم فضلتم بها على سائر الامم ولم تصلها امة قبلكم¹۔
اس نماز کو دیر کر کے پڑھو کہ تم اس سے تمام امتوں پر فضیلت دیئے گئے ہو تم سے پہلے کسی امت نے یہ نماز نہ پڑھی۔ (ت)

پر ظاہر کہ جب نمازِ عشا ہمارے لئے خاص ہے تو پانچوں کا مجموعہ بھی ہمارے سوا کسی امت کو نہ ملا۔ رہا ہمارے نبی سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کے سوا کسی نبی کو یہ پانچوں نہ ملنا، علماء اس کی بھی تصریح فرماتے ہیں امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ میں ایک باب وضع فرمایا:

باب اختصاصه صلى الله تعالى عليه وسلم بمجموع الصلوات الخمس ولم تجمع لاحد²۔
یعنی وہ باب جس میں بیان کیا گیا ہے کہ پانچ نمازوں کے مجموعے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختص ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کیلئے پانچ نمازیں جمع نہیں کی گئیں۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
اقول: ببلی ولكن لی فی كونه حجة فی المقام مقال فان امر الاضافات اوسع من هذا تقول ربكم ونبیکم بل فی آخر نفس الحدیث تدخلوا الجنة ربكم وزاد فی روایة وعند الخلیج وحجوا بیت ربكم وایضاً يجوز التخصیص باعتبار اهل الزمان وایضاً قد ثبت خصوصنا فیها بوجوه کما یأتی فلا یدل علی خصوص نفس الخمس ولو بالجمع والله تعالیٰ اعلم ۱۲ منه (م)
اقول: (میں کہتا ہوں) کیوں نہیں، لیکن اس حدیث کو اختصاص پر دلیل بنانے میں مجھے اعتراض ہے کیونکہ اضافتوں کا معاملہ اس سے زیادہ وسیع ہے۔ تم کہتے ہو رَبُّكُمْ وَنَبِیُّكُمْ (تمہارا رب اور تمہارا نبی) بلکہ اس حدیث کے آخر میں ہے تدخلوا الجنة ربکم (اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے) اور خلیج کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے وحجوا بیت ربکم (اور اپنے رب کے گھر کا حج کرو۔ ان مثالوں میں اضافت موجود ہے مگر اختصاص نہیں کیونکہ رب صرف مخاطبین کا نہیں سارے جہان کا ہے) نیز خصوصیت باعتبار اہل زمانہ کے بھی ہو سکتی ہے علاوہ ازیں ہماری خصوصیت دیگر وجوہ کی بناء پر ثابت ہے جیسا کہ آرہا ہے پس اس حدیث سے ان پانچوں نمازوں کی خصوصیت اجتماعی طور پر بھی ثابت نہیں ہوتی واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (ت)

1 سنن ابی داؤد باب وقت العشاء الاخرة مطبوعہ مجتہبائی لاہور پاکستان آفتاب عالم پریس لاہور ۱۶/۱
2 الخصائص الکبریٰ باب اختصاصه صلى الله تعالى عليه وسلم بمجموع الصلوات الخمس المطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۰۰۴/۲

امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی علیہ میں بعض علماء سے ناقل ہذا الصلوات تفرقت فی الانبیاء وجمعت فی ہذا الامۃ¹ (یہ نمازیں باقی انبیاء کو متفرق طور پر عطا کی گئیں اس امت کے لئے جمع کر دی گئیں۔ ت) علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں: لم تجمع لاحد غیرہم من الانبیاء والامم² (اس امت کے علاوہ باقی انبیاء اور امتوں میں سے کسی کیلئے یہ نمازیں جمع نہیں کی گئیں۔ ت) اسی میں ہے:

<p>ولایعارضہ قول^{عہ} جبریل فی حدیث المواقیت حین صلی الخمس بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: هذا وقتك ووقت الانبياء من قبلك، لان المراد، كما قال الرافعي، انه وقتهم اجمالا، وان اختص كل منهم بوقت³۔</p>	<p>اور اس کے معارض نہیں ہے جبریل کا یہ کہنا کہ یہ آپ کا وقت ہے اور آپ سے پہلے انبیاء کا بھی۔ حدیث مواقیت کے مطابق جبریل نے یہ بات اُس وقت کہی تھی جب انہوں نے رسول اللہ کو پانچ نمازیں پڑھائی تھیں عدم تعارض کی وجہ یہ ہے کہ یہ اوقات دیگر انبیاء کو اجمالی طور پر ملے تھے، انفرادی طور پر تو ہر نبی کو ان میں سے کچھ وقت دیے گئے تھے۔ (ت)</p>
--	--

لمعات وشرح ابن حجر مکی میں ہے:

<p>واللفظ للاول، قوله هذا وقت الانبياء من قبلك، يدل بظاہرہ علی ان الصلوات الخمس كانت واجبة علی الانبياء علیہم الصلاة والسلام، والمراد التوزيع بالنسبة الی غیر العشاء، اذ مجموع هذه الخمس من خصوصياتنا، واما بالنسبة اليهم فكان</p>	<p>اور لفظ لمعات کے ہیں۔۔ جبریل کا یہ کہنا کہ یہ آپ کا وقت ہے اور پہلے انبیاء کا بھی، بظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ پانچ نمازیں پہلے انبیاء پر واجب تھیں لیکن یہاں مراد یہ ہے کہ عشاء کے علاوہ باقی نمازیں دیگر انبیاء پر تقسیم کی گئی تھیں کیونکہ پانچ نمازوں کا مجموع ہمارے خصوصیات میں سے ہے۔ باقی انبیاء کو تو عشاء</p>
--	--

عہ: رواہ ابو داؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وستأتی تخريجاً ۱۲ منہ (م)

اسے ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اس کی تخریجات آگے آرہی ہے ۱۲ منہ (ت)

¹ حلبی المحلی شرح منیہ المصلی

² شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الرابع خصائص صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱۳۲۳/۵

³ شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الرابع خصائص صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱۳۲۵/۵

مَاعِدَا الْعِشَاءِ مُتَفَرِّقًا فِيهِمْ، كَمَا جَاءَ فِي الْأَخْبَارِ
کے علاوہ باقی نمازیں متفرق طور پر ملی تھیں، جیسا کہ روایات
میں آیا ہے۔ (ت)

1 -

علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

الصلوات الخمس لم تجتمع لغيره ولغير امته
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ولا لنبی قبله، فانما
الانبياء قبله كانت لهم صلاة موافقة لبعض
هذه، دون مجموعها²
پانچ نمازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے علاوہ
کسی امت کیلئے جمع نہیں کی گئیں، نہ آپ سے پہلے کسی نبی
کیلئے۔ پہلے انبیاء کو جو نمازیں ملی تھیں تو ان میں سے ہر نبی کی
نماز ان اوقات میں سے کسی ایک وقت کے ساتھ مطابقت
رکھتی تھی، مجموع طور پر پانچ نمازیں ان میں سے کسی کو بھی
نہیں دی گئی تھیں۔ (ت)

اقول: مگر فقیر غفر لہ اللہ تعالیٰ لہ نے کوئی دلیل صحیح صریح اس پر نہ پائی

وكل ما ذكره فلا يفيد المدعى، او معارض بما هو اصح
واقوى، كما فصلنا ذلك في تحرير مستقل لنا في هذا
المقال، كتبناه بتوفيق الله تعالى بعد ورود هذا
السؤال، ملخصه انهم احتجوا على ذلك بأحاديث
وأثار، منها حديث صحيح مسلم عن عبد الله بن
مسعود رضى الله تعالى عنه في خبر الاسراء فاعطى
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ثلاثا، اعطى
الصلوات الخمس، واعطى خواتيم سورة
البقرة، وغفر لمن لم يشرك بالله من امته شيئا
المقدمات فانه ظاهر في اختصاصها به صلى الله تعالى
عليه وسلم³
یہ سب باتیں جو علماء نے ذکر کی ہیں اثبات مدعی کیلئے مفید نہیں
ہیں، یا زیادہ صحیح اور قوی روایات سے معارض ہیں یہ بات ہم نے
اس موضوع پر اپنی ایک مستقل تحریر میں مفصل طور پر بیان کی
ہے جو اس سوال کے آنے پر لکھی گئی تھی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ
علماء نے پانچ نمازوں کے مجموعے کا اس امت کے ساتھ مختص ہونے
پر چند احادیث و آثار سے استدلال کیا ہے۔ ان میں سے ایک
حدیث صحیح مسلم کی ہے جو واقعہ معراج کے بارے میں عبد اللہ
ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ کو تین چیزیں عطا کی
گئیں، پانچ نمازیں، سورہ بقرہ کی آخری آیتیں اور آپ کی امت کے ہر
اس شخص کی مغفرت جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ
ٹھہرائے، اس حدیث سے ظاہر ہے کہ پانچ نمازیں رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کیلئے خاص ہیں۔ (ت)

1 لغات التتبع مواقيت الصلوة الفصل الثانی مطبوعہ مکتبہ معارف علمیہ لاہور ۲۳۱/۲

2 نسیم الریاض شرح الشفاء فصل فی تعظیم صلی اللہ علیہ وسلم بما تضمنه حرمة الاسراء مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲۵۷/۲

3 الصحیح المسلم باب فی قول اللہ تعالیٰ ولقد راہ نزولہ اخری مطبوعہ قدیمی کتب خانہ لاہور ۹۷۱

میں کہتا ہوں: ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ موقعہ اکرام خاص کا تھا اس لئے پانچ نمازیں بھی آپ کیلئے خاص ہونی چاہئیں جس طرح باقی دو چیزیں آپ کیلئے خاص ہیں۔ نسیم الریاض میں ہے (پس دی گئیں رسول اللہ کو تین ۳ چیزیں) یعنی اُن فضائل میں سے جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں اہ (ت) میں کہتا ہوں تم اس کے جواب میں کہہ سکتے ہو کہ اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ اختصاص کے موقعہ پر جو چیزیں دی جائیں ان میں ہر ایک کا خاص ہونا ضروری ہے۔ تاہم ہر لحاظ سے خاص ہونا تو کوئی ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ نمازیں تمام انبیاء پر اور ہر دین الہی میں فرض تھیں جس طرح اللہ تعالیٰ سیدنا اسماعیل ان کے کریم بیٹے پر اور ان پر صلوة و سلام ہو۔ کے بارے میں فرماتا ہے "وہ حکم دیا کرتا تھا اپنے اہل خانہ کو نماز اور زکوٰۃ، اور اپنے رب کے ہاں پسندیدہ تھا" اور اللہ عزوجل نے اپنے بندے عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول بیان کیا ہے "اور حکم دیا ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ، جب تک میں زندہ رہوں" اور حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں نماز نہ ہو، ورنہ پہلے انبیاء کے اوقات نماز وہی تھے جو ہمارے ہیں کیونکہ جبریل نے کہا ہے کہ یہ وقت ہے

قلت: وذلك لانه كان محل الاكرام الخاص فينبغي اختصاص الخمس ايضاً به صلى الله تعالى عليه وسلم كالباقين۔ قال في نسيم الرياض (فاعطى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ثلاثاً) من الفضائل المخصوصة به صلى الله تعالى عليه وسلم¹ اھ۔ اقول: لك ان تقول بعد تسليم لزوم الخصوص في كل عطاء يعطى في مقام الاختصاص، لا يلزم الخصوص من كل وجه، فقد كانت الصلاة فريضة على الانبياء صلوات الله تعالى وسلامه عليهم وفي كل دين الهى، كما قال تعالى في سيدنا اسمعيل على ابنه الكريم وعليه الصلاة والتسليم،

وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ

وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا²۔ وقال عزوجل عن عبده عيسى عليه الصلاة والسلام،

وَأَوْصِيَنِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا³۔

وفي الحديث عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لاخير في دين لاصلوة فيه⁴ وقد كانت اوقات صلاتهم هي هذه الاوقات، لقول جبريل عليه الصلاة والسلام هذا وقتك ووقت الانبياء من قبلك⁵۔

1 نسيم الرياض شرح الشفاء، فصل في تعظيم صلى الله تعالى عليه وسلم بما تضمنه كرامته الاسراء، مطبوعه دار الفكر بيروت لبنان ۲۵۶/۲

2 القرآن سورة مريم آیت ۵۵

3 القرآن، سورة مريم، آیت ۳۱

4 سنن ابی داؤد، باب ماجاء فی خبر الطائف مطبوعه آفتاب عالم پریس لاہور ۲۱۲، نوٹ: جو حدیث مجھے ملی ہے اس میں لفظ لاصلوة فیہ کی جگہ

"لا رکوع فیہ" ہے واللہ تعالیٰ اعلم نذیر احمد سعیدی

5 مشکوٰۃ المصابیح باب المواقیت مطبوعه مجتہبائی دہلی، ص ۵۹

آپ کا اور آپ سے پہلے انبیاء کا۔ اور عبد اللہ ابن مسعود کے قول اعطی الصلوٰۃ الخمس کا یہ مطلب نکالنا کہ آپ کو اجتماعی طور پر پانچ نمازیں عطا کی گئیں، حدیث کے ظاہری الفاظ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اگر یہ مراد ہوتی تو عبد اللہ ابن مسعود یوں کہتے اعطی الصلوٰۃ خمساً یا یہ کہتے اعطی خمس صلوات² (جبکہ انہوں نے اعطی الصلوات الخمس کہا ہے) بایں ہمہ اگر فرضیت کو کسی وصف کے ساتھ مفید کرنا ہی ہے تو اس کے مطابق ہم یہ کہیں گے کہ جس طرح کی پانچ نمازیں ہم پر فرض کی گئی ہیں اس طرح ہم سے پہلے کسی پر فرض نہیں کی گئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اذان، اقامت، بسم اللہ اور آمین کہنے کے ساتھ مختص کیا ہے۔ جبکہ آمین اور سلام میں جتنا یہودی ہمارے ساتھ حسد کرتے تھے اتنا کسی اور چیز میں نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح ہم صفیں بناتے ہیں جس طرح ملائکہ اپنے رب کے رُوبرو صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے

و صرف الفرض الی اجتماع الخمس قد یأبأه ظاھر اللفظ. اذ لو ارید هذا لقال اعطی الصلوات خمساً. او اعطی خمس صلوات۔ ومع ذلك اذا صرف الی وصف فحینئذ نقول بموجبه. فالخمس علی هذه الصفة لم تكن لاحد قبلنا. فان الله تعالى خصنا بالاذان والاقامة والبسلة والتأمين¹ الذي ما حسدتنا علیه اليهود علی شیئی ما حسدتنا علیه وعلی السلام. وجعلنا نصف كما تصف الملائكة عند ربها. وجعل لنا الارض مسجد او طهوراً۔
ونقول: خصصنا بان امضى فريضته وخفف عن عبادة. فهي خمس. وهي خصسون. تفضلاً من ربنا تبارك وتعالى ببركة نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم۔ ومنها² حدیث ابن جریر والبزار وابی یعلی عن ابی هريرة والبيهقي عنه وعن ابی سعید الخدری رضی الله تعالی عنهما. فیہ قوله

اسے امام بخاری نے الادب المفرد اور ابن ماجہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ام المومنین کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ رواہ البخاری فی الادب المفرد وابن ماجة بسند صحیح عن ام المومنین رضی الله تعالی عنہا عن النبی صلی الله تعالی علیہ وسلم ۱۲ منہ غفرلہ

¹ الادب المفرد باب فضل السلام حدیث ۹۸۸ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ص ۲۵۶

² اعطی الصلوات خمساً، اعطی خمس صلوات، اعطی الصلوات الخمس، ان جملوں کے مفہوم میں جو فرق ہے اس کو اردو ترجمے میں واضح کرنا ممکن نہیں ہے، مختصر آپ یہ سمجھ لیں کہ پہلی دو عبارتیں پانچ کی تخصیص کا تقاضا کرتی ہیں یعنی پانچ نمازیں آپ کے ساتھ خاص ہیں جبکہ تیسری عبارت، جو کہ حدیث میں بھی وارد ہے، تخصیص کا تقاضا نہیں کرتی۔ (دائم)

تمام رُوئے زمین کو مسجد اور پائی کا ذریعہ بنایا ہے، یا یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس شرف کے ساتھ مختص کیا ہے کہ اپنے مقرر کردہ فرائض اپنی جگہ پر رکھے اور بندوں سے تخفیف بھی کر دی، اب پڑھی پانچ جاتی ہیں اور ثواب کے اعتبار سے پچاس^۵ ہو جاتی ہیں۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہم پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ اور ان ہی میں سے وہ حدیث ہے جو ابن جریر، بزار اور ابو یعلیٰ نے ابو ہریرہ سے اور بیہقی نے ابو ہریرہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فضائل کا ذکر کیا جو اللہ تعالیٰ نے انبیائے سابقین کو عطا فرمائے تھے تو اللہ عزوجل نے اپنے خاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ میں نے آپ کو آٹھ حصے عطا کئے ہیں: (۱) اسلام (۲) ہجرت (۳) جہاد (۴) نماز (۵) صدقہ (۶) رمضان کے روزے (۷) امر بالمعروف (۸) نبی عن المنکر۔ زرقانی نے (اس کی شرح کرتے ہوئے) کہا (اور نماز) یعنی پانچ نمازوں کا مجموعہ۔ (اور صدقہ) یعنی زکوٰۃ اور (رمضان کے روزے) اس میں دلیل ہے دو میں سے ایک قول کے لئے یعنی اس قول کے لئے رمضان امت محمدیہ کے ساتھ خاص ہے الخ (ت) میں نے کہا (دلیل اس بنا پر ہے کہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نبی کی وہ عظمت ذکر کی تھی جو اس کے ساتھ مختص تھی۔ تو موقعہ کا تقاضا یہی تھا کہ جو ایسا عظیم فضائل کا بیان کیا جاتا جو صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مخصوص تھے۔ اقوال: (میں کہتا ہوں) ہاں، خصوصیت کیلئے کوئی وجہ ضرور ہونی چاہئے ورنہ (مذکورہ آٹھ چیزیں) مطلقاً اس امت کے ساتھ خاص نہیں ہیں

عزوجل لنبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین ذکر ما اعطى الانبياء السابقين عليهم الصلاة والتسليم من الفضائل: اعطيتك ثمانية اسهم، الاسلام (۱) والهجرة (۲) والجهاد (۳) والصلاة (۴) والصدقة (۵) وصوم رمضان (۶) والامر (۷) بالمعروف والنهي عن (۸) المنکر۔ قال الزرقانی (والصلاة) ای مجموع الصلوات الخمس (والصدقة) الزكاة (وصوم رمضان) وفيه حجة لاحد القولین فی اختصاصه بالامة المحمدية^۱ الخ۔

قلت: ای وقد ذکر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لكل نبی ما خص به من الکرامات، فالملحل قاض بان یجاب بما خص به من جلائل الفضائل۔ اقول: نعم، لا بد للخصوص من وجه، اما مطلقاً فلا، فقد کان الجهاد فی الامم السابقة قال تعالیٰ وَكَانَ مِنْ نَبِيِّ قُتِلَ مَعَهُ رَبُّبُونَ كَثِيرٌ^۲۔ الاتری

^۱ شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱۳۰۶/۱۲۔

^۲ القرآن ۱۳۶/۳

کیونکہ جہاد پہلی اُمتوں میں بھی تھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کنتے ہی نبی تھے کہ ان کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے لڑائی کی۔" کیا تم نہیں دیکھتے ہو حدیث میں مذکور اس قول کی طرف "اور اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا" حالانکہ ان کاموں کا انبیاء سابقین میں نہ پایا جانا محال ہے کیونکہ وہ تو بھیجے ہی انہی کاموں کیلئے جاتے تھے اور (اسی نبی عن المنکر کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو نجات دے دی تھی جو اصحابِ سبت کو شکار کرنے سے منع کرتے تھے تاکہ اپنے رب کے رُوبرو اپنا عذر پیش کر سکیں اور اس لئے کہ اس طرح شاید اصحابِ سبت غلط کام سے باز آجائیں۔ صدقہ و زکوٰۃ کا حکم امتوں میں ہمیشہ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ حضرت اسمعیل علیہ السلام اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے۔ تو درحقیقت مراد یہ ہے کہ (مذکورہ آٹھ چیزیں) اس طرح باقی انبیاء کو نہیں دیں جس طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئیں۔ مثلاً جہاد میں حاصل ہونے والی غنیمت رسول اللہ کیلئے حلال کر دی گئی، حالانکہ اس سے پہلے کسی کیلئے حلال نہیں کی گئی تھی۔ اسی طرح صدقہ ہمارے اغنیاء سے لیا جاتا ہے اور فقراء کو دیا جاتا ہے (حالانکہ اس سے پہلے اس کو آگ جلا دیا کرتی تھی یونہی ہمارا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اعلیٰ درجے کا ہے یعنی جہاد کے ذریعے سے۔ کیونکہ جہاد کا معاملہ ہماری شریعت میں بنسبت باقی شریعتوں کے زیادہ قوی ہے، یہ بات رازی نے فقال سے نقل کی ہے۔ یعنی اسی طرح ہمیں نماز میں بھی بعض اشیاء کے ساتھ خاص کیا گیا ہے جو ہم سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں یعنی اذان و اقامت وغیرہ (وللہ الحمد ت) امام فقیہ ابوالیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا میں نے تو بیت مقدس کے کسی مقام میں پڑھا

الی قوله، والامر بالمعروف والنہی عن المنکر، ویستحیل نفیہما عن الانبیاء السابقین، علیہم الصلاة والسلام، فما كانوا یبعثون الالہذا۔ وقد انجی اللہ تعالیٰ قوماً كانوا ینہون اصحاب السبت معذرة الی ربہم ولعلہم یرجعون، ولم تزل الصدقة فی الامم، وتقدم قوله تعالیٰ

وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ¹ فَانْمَا المراد لم یعطوا علی صفة اعطى نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، احلت له الغنائم ولم تحل لاحد قبله، والصدقة تؤخذ من اغنیائنا وترد علی فقرائنا، وامرنا بالمعروف ونہینا عن المنکر بأعلی وجوهه وهو الجہاد، وامر الجہاد فی شرعنا اقوی منه فی سائر الشرائع۔ قاله الرازی عن القفال۔ فکذلک خصصنا فی الصلاة بأشیاء لم یعطهن احد قبلنا، وللہ الحمد۔

ومنها² ما نقل الامام الفقیہ ابوالیث السمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ فی تنبیہ الغافلین عن کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ

¹ القرآن ۱۹/۵۵

اے موسیٰ! فجر کی دو رکعتیں احمد اور اس کی اُمت ادا کرے گی جو انہیں پڑھے گا اُس دن رات کے سارے گناہ اُس کے بخش دُوں گا اور وہ میرے ذمے میں ہوگا۔ اے موسیٰ! ظہر کی چار رکعتیں احمد اور اس کی اُمت پڑھے گی انہیں پہلی رکعت کے عوض بخش دُوں گا اور دوسری کے بدلے ان کا پلہ بھاری کر دوں گا اور تیسری کیلئے فرشتے موکل کروں گا کہ تسبیح کریں گے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے، اور چوتھی کے بدلے اُن کیلئے آسمان کے دروازے کشادہ کر دوں گا۔ بڑی بڑی آنکھوں والی حُوریں اُن پر مشتاقانہ نظر ڈالیں گی۔ اے موسیٰ! عصر کی چار رکعتیں احمد اور ان کی اُمت ادا کرے گی تو ہفت آسمان وزمین میں کوئی فرشتہ باقی نہ بچے گا سب ہی ان کی مغفرت چاہیں گے اور ملائکہ جس کی مغفرت چاہیں میں اسے ہرگز عذاب نہ دُوں گا۔ اے موسیٰ! مغرب کی تین رکعت ہیں انہیں احمد اور اس کی اُمت پڑھے گی آسمان کے سارے دروازے ان کیلئے کھول دُوں گا، جس حاجت کا سوال کریں گے اسے پورا ہی کر دوں گا۔ اے موسیٰ! شفق ڈوب جانے کے وقت یعنی عشاء کی چار رکعتیں ہیں پڑھیں گے انہیں احمد اور ان کی اُمت، وہ دنیا و مافیہا سے اُن کیلئے بہتر ہیں، وہ انہیں گناہوں سے ایسا نکال دیں گی جیسے اپنی ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ اے موسیٰ! وضو کرے گا احمد اور اسکی اُمت جیسا کہ میرا حکم ہے میں انہیں عطا فرماؤں گا ہر قطرے کے عوض کہ آسمان سے ٹپکے ایک جنت جس کا عرض آسمان و

عنه قال: قرأت في بعض ما نزل الله تعالى على موسى عليه الصلوة والسلام يا موسى! ركعتان يصليهما احمد وامته. وهي صلاة الغداة. من يصليهما غفرت له ما أصاب من الذنوب من ليلة ويومه ذلك ويكون في ذمتي. يا موسى! اربع ركعات يصليهما احمد وامته. وهي صلاة الظهر. اعطيهم بأول ركعة منها المغفرة. وبالثانية اثقل ميزانهم. وبالثالثة اوكل عليهم الملائكة يسبحون ويستغفرون لهم. و بالرابعة افتح لهم ابواب السماء ويشرفن عليهم الحور العين. يا موسى! اربع ركعات يصليهما احمد وامته. وهي صلاة العصر. فلا يبقى ملك في السموات والارض الا استغفر لهم. ومن استغفر له الملائكة لم اعذبه. يا موسى! ثلاث ركعات يصليهما احمد وامته حين تغرب الشمس. افتح لهم ابواب السماء. لا يسألون من حاجة الا قضيتها لهم. يا موسى! اربع ركعات يصليهما احمد وامته حين يغيب الشفق. هي خير لهم من الدنيا وما فيها. يخرجون من ذنوبهم كيوم ولدتهم امهم. يا موسى! يتوضؤ احمد وامته كما امرتهم. اعطيتم بكل قطرة تقطر من الماء جنة عرضها كعرض السماء والارض. يا موسى! يصوم احمد وامته شهرا في كل سنة. وهو شهر رمضان.

زمین کی چوڑائی کے برابر ہوگا۔ اے موسیٰ! ایک مہینے کے ہر سال روزے رکھے گا احمد اور اس کی امت اور وہ ماہ رمضان ہے عطا فرمائیں گا اسکے ہر دن کے روزے کے عوض جنت میں ایک شہر اور عطا کروں گا اس میں نفل کے بدلے فرض کا ثواب اور اس میں لیلۃ القدر کروں گا جو اس مہینے میں شرمساری و صدق سے ایک بار استغفار کریگا اگر اسی شب یا اس مہینے بھر میں مر گیا اسے تیس^{۳۰} شہیدوں کا ثواب عطا فرمائیں گا۔ اے موسیٰ! امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کچھ ایسے مرد ہیں کہ ہر شرف پر قائم ہیں لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتے ہیں تو ان کی جزا اس کے عوض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ثواب ہے اور میری رحمت ان پر واجب اور میرا غضب ان سے دور، اور ان میں سے کسی پر باپ توبہ بند نہ کروں گا جب تک وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتے رہیں گے (فقیر محمد حامد رضا غفرلہ) اس روایت میں ذکر کئے گئے نفیس انعامات سے محبت کی بنا پر ہم نے اس کو تمامہ بیان کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے احسان و کرم سے اور نعمتیں تقسیم کرنے والے اپنے محبوب کی عزت کے صدقے ہمیں ان انعامات سے کامل حصہ نصیب فرمائے۔ آمین! (ت) میں کہتا ہوں: اگر اس روایت سے اختصاص پر استدلال مکمل مان لیا جائے تو یہ اس پر دلالت کرے گا کہ پانچ میں سے ہر ایک نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہے، نہ کہ پانچ کا مجموعہ، کیونکہ اس روایت میں

اعطیہم بصیام کل یوم مدینۃ فی الجنة، و اعطیہم بكل خیر یعملون فیہ من التطوع اجر فریضة، واجعل فیہ لیلۃ القدر، من استغفر منہم فیہا مرة واحدة نادما صادقا من قلبہ، ان مات من لیلہ او شہرہ اعطیتہ اجر ثلاثین شہیدا۔ یا موسیٰ! ان فی امة محمد رجلا یقومون علی کل شرف یشہدون بشہادۃ ان لا الہ الا اللہ، فجزاؤہم بذلک جزاء الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، ورحمتی علیہم واجبۃ، وغضبی بعید منہم، ولا احب باب التوبۃ عن واحد منہم ماداموا یشہدون ان لا الہ الا اللہ^۱ اھ۔

سردناہاتماً، حبالبما فیہا من النفاثس رزقنا اللہ تعالیٰ الحظ الاوفی منها بمنہ وکرمہ* وجاہ حبیبہ قاسم نعبہ* صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آمین۔

اقول: ان تم الاحتجاج به علی الاختصاص، دل علی خصوص کل من الخمس، لا کل الخمس، فانه قال فی کل: یصلیہا احمد وامتہ صلی اللہ تعالیٰ

¹ تنبیہ الغافلین باب فضل ائمة محمد صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۴۰۴

علیہ وسلم، وقد ذکر فیہا الوضوء، وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، هذا وضوئی و وضوء الانبیاء من قبلی¹، فلیکن المقصود بالذکر عطاءؤهم ما رتب علیہا من الفضائل۔

ومنہا اثر الامام العیشی، مروی الامام الطحاوی، وسیاتی الکلام علیہ۔ ونحوہ ما ذکر فی الحلیة عن بعضهم، قال: هذه الصلوات تفرقت فی الانبیاء علیہم الصلاة والسلام وجعت فی هذه الامة، فذکر الفجر لادم والظهر لابراهيم والعصر لسليمن والمغرب لعيسى علیہم الصلاة والسلام، ثم قال: واما العشاء فخصت بها هذه الامة²۔

اقول: توجیہ الاستدلال انہ وان ذکر اختصاص هذه الامة: لكن لم يقل من بين سائر الامم، ولم يذكر ان نبيا صلاها، كما ذكر فی سائرہا۔

ہر نماز کے ساتھ یہ آیا ہوا ہے کہ اس کو احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت ادا کرے گی، نیز اس روایت میں وضو کا بھی ذکر ہے حالانکہ وضو کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کا۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ان چیزوں کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ ان کے مذکورہ فضائل صرف امت محمدیہ کو عطا کئے جائیں گے۔ (ت) اور ان میں سے امام عیشی کا وہ اثر ہے جسے امام طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام عنقریب آ رہا ہے، اسی اثر کے مطابق ہے وہ جو حلیہ میں بعض علماء سے مذکور ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ نمازیں باقی انبیاء علیہم السلام کو متفرق طور پر ملی تھیں اور اس امت کیلئے جمع کر دی گئی ہیں۔ انہوں نے مزید ذکر کیا ہے کہ فجر آدم علیہ السلام کیلئے تھی، ظہر ابراہیم علیہ السلام کے لئے، عصر سلیمان علیہ السلام کیلئے، اور مغرب عیسیٰ علیہ السلام کیلئے۔ پھر انہوں نے کہا کہ جہاں تک عشاء کا تعلق ہے تو اس کے ساتھ یہ امت مخصوص کی گئی ہے اہ (ت) میں کہتا ہوں: (بعض علماء کی اس عبارت سے) استدلال کی توجیہ یہ ہے کہ انہوں نے اگرچہ ذکر تو اتنا ہی کیا ہے کہ نمازِ عشاء اس امت کے ساتھ مخصوص کی گئی ہے لیکن چونکہ یہ نہیں کہا کہ "باقی امتوں میں سے"

1 مشکوٰۃ المصابیح باب سنن الوضوء فصل ثالث، مطبوعہ مجتہبائی دہلی، ص ۷۳

2 شرح معانی الآثار باب الصلوٰۃ الوسطیٰ ای الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۰۱ھ، شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الرابع فی فضل اللہ بہ

مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۱۳۲۳ھ

نہ ہی یہ ذکر کیا ہے کہ یہ نماز کسی اور نبی نے بھی پڑھی تھی، جیسا کہ باقی نمازوں میں یہ بیان کیا ہے تو اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا کہ یہ امت مطلقاً اس نماز کے ساتھ مخصوص ہے۔ نسبت باقی اُمتوں کے بھی اور انبیاء کے بھی (یعنی یہ نماز اس سے پہلے نہ کسی اُمت نے پڑھی نہ کسی نبی نے) نیز اس عبارت کی ابتداء میں اس امت کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کا بھی ذکر ہے تو یہاں بھی ظاہر یہی ہے (کہ اس امت کا عشاء کے ساتھ اختصاص نسبت باقی انبیاء کے بھی ہے) یہ نہیں کہ صرف اُمتوں کی نسبت ہو اور انبیاء کی نسبت نہ ہو۔ (ت)

میں کہتا ہوں اس پر جرح کیلئے وہ بحث کافی ہے جو عنقریب ابن عائشہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں آرہی ہے۔ اور ان میں سے حضرت معاذ کی صحیح حدیث ہے جو گزر چکی ہے، اس میں عشاء کے بارے میں ہے کہ تمہیں اس کے ذریعے تمام اُمتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ اس حدیث سے امام جلیل جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر استدلال کیا ہے کہ عشاء کی نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نے نہیں پڑھی۔ (ت)

میں کہتا ہوں: پاک ہے وہ ذات جس سے لغزش نہیں ہوتی۔ اس حدیث میں تقابل، ہمارے اور باقی اُمتوں کے درمیان ہے۔ اس سے یہ کس طرح ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی نے بھی نہیں پڑھی۔ اور اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے

فالظاهر التخصیص بهذه الامة مطلقاً. اعنى بالنظر الى الامم والانبياء جميعاً. وقد بدا الكلام ايضاً بذكر الانبياء عليهم الصلاة والسلام وهذه الامة فهو المتبادر ههنا ايضاً لا قصر المقابلة على الامم دون الانبياء عليهم الصلاة والسلام۔

اقول: ويغنى عن الكلام عليه ما يأتي في كلام ابن عائشة رحمه الله تعالى۔

ومنهاً حديث سيدنا معاذ. الصحيح البارفي العشاء. انكم فضلتم بها على سائر الامم¹. احتج به الامام الجليل الجلال السيوطي رحمه الله تعالى في الخصائص الكبرى على كون العشاء لم يصلها احد قبله² صلى الله تعالى عليه وسلم۔

اقول: سبخن من لا يزل المقابلة ههنا بيننا وبين سائر الامم. فكيف دل على انتفائها عن سائر الانبياء سوى نبينا صلى الله تعالى عليه وعليهم وسلم. واعجب منه ان ذكر العلامة الزرقاني

1 الخصائص الكبرى باب اختصاصه صلى الله عليه وسلم بمجموع الصلوات الخمس مطبوعه نوريه رضويه فيصل آباد ۲۰۰۲

2 الخصائص الكبرى باب اختصاصه صلى الله عليه وسلم بمجموع الصلوات الخمس مطبوعه نوريه رضويه فيصل آباد ۲۰۰۲

کہ عنقریب علامہ عیشی کا جو قول آرہا ہے کہ کچھلی عشاء سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے، اس کے ذیل میں علامہ زرقاتی نے لکھا ہے کہ اس قول کا معارضہ کیا گیا ہے اس روایت سے جو مسند کی شرح میں ہے (یہ شرح امام رافعی شافعی کی ہے) کہ عشاء یونس علیہ السلام کے لئے تھی اھ۔ پھر علامہ زرقاتی نے اس پر استدراک کرتے ہوئے کہا ہے: "لیکن طحاوی کی خبر (یعنی عیشی کے اثر) کی تائید کرتی ہے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث۔ (ت)

میں کہتا ہوں کاش میری سمجھ میں آسکے کہ تائید کس طرح کرتی ہے جبکہ حدیث معاذ میں انبیاء کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ زرقاتی نے مزید کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اس کے ذریعے سے تم کو فضیلت دی گئی ہے، معارض ہے اس روایت سے کہ عشاء یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے تھی۔ (ت)

میں کہتا ہوں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ اس کے ذریعے تم کو باقی امتوں پر فضیلت دی گئی ہے اگر باقی امتوں کیلئے یہ نماز ثابت نہ ہو (جیسا کہ حدیث معاذ کا تقاضا ہے) اور بعض انبیاء کیلئے ثابت ہو (جیسا کہ شرح مسند میں ہے) تو اس میں کیا تعارض ہے؟ (ت) اور ان میں سے ہے کہ امام سیوطی نے

تحت قول العیشی الاثقی، اول من صلی العشاء الاخرة نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مانصہ: وعرض بہا فی شرح المسند (ای للامام الرافی الشافعی) ان العشاء لیونس علیہ الصلاة والسلام اھ ثم استدرک بقوله، لکن یؤید خبر الطحاوی (ای اثر العیشی) حدیث معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ¹ اھ۔

اقول: لیت شعری، من این جاء التأيید، و لا تعرض فیہ بذکر الانبیاء علیہم الصلاة والسلام؟ قال: فقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فضلتم بہا، یعارض روایة ان العشاء لیونس علیہ الصلاة والسلام²۔

اقول: انما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فضلتم بہا علی سائر الامم، وای تعارض بین النفی عنہم والثبوت لبعض الانبیاء علیہم الصلاة والسلام۔

ومنہا قال الامام السیوطی فی

¹ شرح الزرقاتی علی المواہب خصائص امتیہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۱۵/۲۲۵

² شرح الزرقاتی علی المواہب خصائص امتیہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۱۵/۲۲۶

اسی باب مذکور میں کہا ہے کہ بخاری نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز کیلئے اتنا اندھیرا کیا کہ رات اچھی طرح تاریک ہو گئی پھر آپ باہر تشریف لائے اور نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہوئے تو حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا: "تمہیں بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ کی تم پر یہ نعمت ہے کہ تمہارے سوا اور کوئی نہیں ہے جو اس وقت نماز پڑھ رہا ہو۔" یا آپ نے یوں فرمایا: "تمہارے سوا اور کوئی نہیں ہے جس نے اس وقت نماز پڑھی ہو۔" اہ میں نے کہا: یہ روایت مسلم نے بھی بیان کی ہے۔ (ت) اور ان میں سے ہے کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ احمد اور نسائی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء میں تاخیر کی، پھر مسجد میں تشریف لائے تو لوگ نماز کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: "سُنُو! موجودہ ادیان کے پیروکاروں میں سے تمہارے سوا کوئی بھی نہیں ہے جو اس وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہا ہو" (ت) میں کہتا ہوں: تم جانتے ہی ہو کہ ان حدیثوں میں ایسی کوئی بات نہیں جو امام سیوطی کے اس مدعی کیلئے دلیل بن سکے کہ عشاء کی نماز نبی صلی اللہ

الباب المزبور اخرج البخاری عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ. قال: اعتم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلة بالعشاء حتی ابہار اللیل. ثم خرج فصلی. فلما قضی صلاتہ قال لمن حضرہ. ابشروا من نعمة اللہ علیکم انه لیس احد من الناس یصلی هذه الساعة غیرکم۔ او قال ماصلی هذه الساعة احد غیرکم¹۔ اہ قلت: واخرجه مسلم ایضاً²۔

ومنها قال رحمہ اللہ تعالیٰ. واخرج احمد والنسائی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ. قال: اخر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلاة العشاء. ثم خرج الی المسجد فاذا الناس ینتظرون الصلاة. فقال: اما انه لیس من اهل هذه الادیان احد یذکر اللہ تعالیٰ هذه الساعة غیرکم³۔ اہ

اقول: وانت تعلم ان لیس فی شیء منها ما یدل علی مدعاہ. من ان العشاء لم یصلها نبی قبل نبینا صلی اللہ

¹ الحفصائص الکبریٰ، باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بمجموع الصلوات الخمس، مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۰۴/۲

² صحیح مسلم باب وقت العشاء و تاخیرہا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۹/۱

³ الحفصائص الکبریٰ باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بمجموع الصلوات الخمس مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۰۴/۲

تعالیٰ علیہ وعلی الانبیاء وبارک وسلم، بل لاتصريح فيه بنفي ان صلاها احد ممن قبلنا من سائر الامم؛ بل ولانفي ان صلاها الليلة احد سوانا؛ انما فيه نفي صلاة غيرنا تلك الساعة. فيجوز ان يكون الناس صلوا عاجلين، فانما نفي الانتظار لانفس الصلاة ومثله ما للبخاری ومسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما. ليس احد من اهل الارض، زاد مسلم، الليلة. ينتظر الصلاة غيركم¹ - ولهما عن ام المؤمنين رضی اللہ تعالیٰ عنہا، وفيه، ما ينتظرها احد من اهل الارض غيركم² - بل اخرجه احمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجة عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وفيه قوله صلى الله تعالى عليه وسلم، قد صلى الناس وناموا، وانكم في صلاة ما تنتظرتموها³ - ونحوه لاحد وابي داود والنسائی وابن ماجة من حديث ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ - فهذا وجه والثاني: ان يكون المراد نفي ان يصلیها غیرنا من اهل الزمان مطلقاً، ویؤیدہ مال للبخاری

علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی نے نہیں پڑھی، بلکہ اس میں تو یہ بھی نہیں کہ ہمارے علاوہ سابقہ اُمتوں میں سے کسی نے نہیں پڑھی، بلکہ اس میں یہ بھی نہیں کہ آج رات ہمارے سوا کسی نے نہیں پڑھی، اس روایت میں تو صرف اتنا ہے کہ ہمارے سوا کسی نے اس وقت نہیں پڑھی۔ ہو سکتا ہے باقی لوگوں نے اس سے پہلے پڑھ لی ہو۔ اسی کے مطابق بخاری و مسلم کی وہ روایت ہے جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ زمین پر بسنے والوں میں تمہارے سوا کوئی نہیں ہے جو مسلم نے "آج رات" کا اضافہ کیا ہے نماز کا انتظار کر رہا ہو۔ اور بخاری و مسلم نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہما سے یوں روایت کی ہے کہ زمین پر بسنے والوں میں سے تمہارے سوا کوئی نہیں جو اس نماز کا انتظار کر رہا ہو۔ اور بخاری و مسلم نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہما سے یوں روایت کی ہے کہ زمین پر بسنے والوں میں سے تمہارے سوا کوئی نہیں جو اس نماز کا انتظار کر رہا ہو، بلکہ احمد، بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے جو روایت بیان کی ہے اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے اور سوچکے ہیں اور تم جب تک نماز کا انتظار کرتے ہو نماز میں ہی ہوتے ہو۔ اسی طرح کی روایت احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی کی ہے۔ یہ تو ایک توجیہ ہوئی (کہ تخصیص "اس وقت" کے اعتبار سے ہے)۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ تخصیص اس زمانے کے تمام لوگوں کے اعتبار سے ہے۔ اور حدیث کی

1 صحیح مسلم باب وقت العشاء وتاخرها مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۹/۱

2 صحیح مسلم باب وقت العشاء وتاخرها مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۹/۱

3 صحیح مسلم باب وقت العشاء وتاخرها مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۹/۱

مراد یہ ہے کہ اس زمانے کے لوگوں میں سے تمہارے سوا ایسے لوگ کہیں نہیں پائے جاتے جو عشاء کی نماز پڑھتے ہوں۔ اس روایت کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو بخاری و نسائی نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے بیان کی ہے کہ ان دنوں یہ نماز صرف مدینے میں پڑھی جاتی تھی۔ اگر یہودی یہ نماز پڑھتے ہوتے تو مدینہ کی نسبت خیبر اور شام وغیرہ میں یہودیوں کی تعداد زیادہ تھی تو چاہئے تھا کہ ان مقامات میں بھی یہ نماز پڑھی جاتی (حالانکہ مدینہ کے سوا کہیں نہیں پڑھی جاتی تھی) (ت)

میں کہتا ہوں: دونوں توجیہوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ کافر (اگر صورتاً نماز پڑھے بھی تو حقیقتاً اس) کی نماز نہیں ہوتی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے اور سوچکے ہیں، صوری نماز کے لحاظ سے ہے جبکہ ام المؤمنین حقیقی نماز کی نفی کر رہی ہیں۔ (ت) تیسری توجیہ یہ ہے کہ (تخصیص باعتبار فرضیت کے ہے) چونکہ یہ نماز ہمارے علاوہ کسی پر فرض نہیں کی گئی، نہ موجودہ زمانے کے لوگوں پر، نہ سابقہ امتوں پر، اس لئے ہمارے سوا اس کا کوئی انتظار بھی نہیں کرتا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اسی کی تصریح کی گئی ہے اور زیادہ سے زیادہ یہی کچھ اُس سے اخذ کیا جاسکتا ہے۔ رہا باقی انبیاء سے اس نماز کی نفی کرنا تو اس کی طرف اس حدیث میں کوئی اشارہ تک نہیں ہے۔ (ت)

والنسائی عن المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ولا تصلى يومئذ الا بالمدينة¹، فان اليهود كانوا بخيبر والشام وغيرهما اكثر مما كانوا بالمدينة الكريمة. فلو كانت عندهم لصليت بخيرها ايضاً۔

اقول: ولا تخالف بين الوجهين، فان الكافر لا صلاة له، فانما اثبت صلى الله تعالى عليه وسلم لهم الصورة اذ قال: صلى الناس وناموا، وام المؤمنین نفت المعنى۔

والثالث: ان المراد لم تفرض على غيرنا فلا ينتظرها ولا يصليها احد غيرنا، لامن اهل الزمان ولامن امم مضت، وهو الذي صرح به في حديث معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ فهذا قصوى ما يستفاد منه، وليس له ملحظ اصلا الى نفيها عن سائر الانبياء عليهم الصلاة والسلام۔

بعض احادیث میں صاف تصریح آئی کہ حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام نے منیٰ میں پانچوں نمازیں پڑھیں،

1 سنن النسائی کتاب المواقیت مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۶۳

فقد اخرج ابن سعدان ابڑھیم واسلعیل اتیا منی فصلیاً بها الظهر والعصر والمغرب والعشاء والصبح ¹ ۔	ابن سعد نے تحریر کی ہے کہ ابراہیم واسلعیل علیہما السلام منیٰ کو آئے تو وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور صبح کی نمازیں پڑھیں۔ (ت)
--	---

اگر اس حدیث کی سند صحیح یا حسن ہو جب تو قول تخصیص ضعیف ہو ہی جائے گا ورنہ قیام دلیل کی حاجت ضرور،

فان الخصائص لاتثبت الابنص صحیح کمانصوا علیہ قاطبة، منهم خاتم الحفاظ فی فتح الباری، والقسطانی فی المواہب، والزرقانی فی شرحہ، وغیرہم فی غیرہا۔	کیونکہ خصوصیات، نص صحیح کے بغیر ثابت نہیں ہوتیں، جیسا کہ سب نے تصریح کی ہے۔ مثال کے طور پر خاتم الحفاظ نے فتح الباری میں، قسطانی نے مواہب میں، زرقانی نے اس کی شرح میں اور دیگر علماء نے دوسری کتابوں میں۔ (ت)
--	--

ہاں اگر یہ کسی صحیح حدیث صریح بے معارض سے ثابت ہو جائے کہ عشاء جس طرح ہمارے سوا کسی امت نے نہ پڑھی ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی نے بھی نہ پڑھی تو بیشک اختصاص مجموعہ پنجگانہ بھی ثابت ہو جائیگا بعض علما نے اس کی بھی تصریح فرمائی، امام جلال الدین سیوطی نے باب مذکور خصائص میں بعد عبارت مسطورہ فرمایا:

وبانه صلى الله تعالى عليه وسلم اول من صلى العشاء ولم يصلها نبى قبله ²	اور اس وجہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی اور آپ سے پہلے کسی نبی نے نہیں پڑھی۔ (ت)
--	---

امام ابن حجر مکی و شیخ محقق کے اقوال گزرے کہ انبیائے سابقین میں نمازیں منقسم ہونے سے عشاء کو استثناء کر لیا اقول: مگر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس پر بھی کوئی دلیل نہ پائی سوائے اثر مقطوع کے کہ امام اجل ابو جعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں امام عبید اللہ بن محمد ابن عائشہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا:

اول من صلى العشاء الاخرة نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم ³ ۔ وكل ماتمسكوا به سوى ذلك، اعنى الاحاديث الثلاثة الاخيرة فلامساس له بماهنالك	سب سے پہلے عشاء ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی۔ اور آخری تین حدیثوں کے علاوہ علماء نے جن روایتوں سے استدلال کیا ہے تو ان کا زیر بحث مسئلے سے
---	---

¹ شرح الزرقانی المواہب بحوالہ ابن سعد المقصد الرابع خصائص صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعة العامہ المصر ۱۵/۲۶/۴۲

² الخصائص الکبریٰ باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بمجموع الصلوات الخمس مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۰۴/۲۰۴

³ شرح معانی الآثار باب الصلوة الوسطی مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۲۰/۱

کما عادت۔ کچھ تعلق نہیں ہے، جیسا کہ تم جان چکے ہو۔ (ت)

یہ امام ابن عائشہ عیسیٰ نہ صحابی ہیں نہ تابعی نہ تبع سے بلکہ طبقہ عاشرہ میں اتباع تبع تابعین سے ہیں ۱۲۲۸ھ میں انتقال فرمایا کما فی الحلیۃ والتقریب¹ وغیرہما (جیسا کہ حلیہ اور تقریب وغیرہ میں ہے۔ ت) اور خود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ حدیث صحیح کہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو روز حضور کی امامت کی ایک دن پانچوں نمازیں اول وقت، دوسرے دن آخر وقت پڑھیں، پھر حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیما تہ علیہ سے عرض کی:

هذا وقت الانبياء من قبلك²۔ رواہ ابو داؤد وسکت علیہ، والتومذی وحسنہ، واحمد وابن خزيمه والدارقطنی والحاکم، وصححه ابن عبدالبر وابوبکر بن العربي۔ یہی وقت حضور سے پہلے انبیاء کے تھے۔ اس کو ابو داؤد نے بیان کر کے سکوت اختیار کیا ہے۔ ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔ احمد، ابن خزیمہ، دارقطنی اور حاکم نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ ابن عبدالبر اور ابوبکر بن عربی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ (ت)

اس کے صاف معارض ہے کہ اُس سے روشن طور پر مستفاد کہ یہ پانچوں وقت اگلے انبیاء کے تھے اگرچہ متفرق ہوں نہ مجموع۔ کسی وقت کے استثناء کی اُس میں بُو بھی نہیں، نہ ایسا استثناء بے دلیل مساوی قابل احتمال۔

اقول: والعجب من ابن حجر، کیف یقول بالتوزیع ثم یستثنی العشاء، فانی یصح التوزیع للجبیع۔ اور ابن حجر پر حیرت ہے کہ وہ ایک طرف تو سب نمازوں کی تقسیم کے قائل ہیں۔ پھر ان سے عشاء کی استثناء بھی کرتے ہیں، تو سب کی تقسیم کیسے ہوئی؟ (ت)

نظاراً اسی لئے شیخ محقق قدس سرہ نے اشعۃ اللمعات میں اُس سے رجوع فرما کر ترک کیا حیث قال (چنانچہ وہ کہتے ہیں۔ ت):

ایں وقت نماز پیغمبران ست کہ پیش از تو بودہ اند کہ ہر کدام از ایشان بعضے اوقات داشتند اگرچہ مجموع اوقات مخصوص این امت است³ فافہم انتھی۔ یہ وقت ان پیغمبروں کی نماز کے ہیں جو آپ سے پہلے گزرے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کو، ان میں سے بعض اوقات ملے تھے، اگرچہ پانچ کا مجموعہ اس امت کے ساتھ خاص ہے۔ اسکو سمجھو۔ (ت)

1 تقریب التذیب مطبوعہ دار نشر کتب اسلامیہ گوجرانوالہ ص ۲۲۷

2 سنن ابی داؤد اول کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس، لاہور ۱۹۶۱ء

3 اشعۃ اللمعات کتاب الصلوٰۃ باب المواقیف الفصل الثانی مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱۹۷۸ء

بلکہ بعض روایات و احادیث میں حضرت یونس و حضرت موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا و علیہا الصلاۃ والسلام کا نمازِ عشاء پڑھنا صراحتاً منقول کماسیاتی ذکرہ (جیسا کہ اس کا ذکر آ رہا ہے۔ ت) اور حضرت ابراہیم واسمعیل علیہما الصلاۃ والسلام کا پڑھنا اوپر گزرا بلکہ امام ابواللیث سمرقندی تنبیہ الغافلین میں بروایت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ، ناقل کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

واما صلاة العتمة فانها الصلاة التي صلاها عه المرسلون قبلي ¹ - صلوات الله تعالى وتسليماته عليه وعليهم اجمعين -	نمازِ عشاء وہ نماز ہے کہ مجھ سے پہلے پیغمبروں نے پڑھی۔ (ت)
--	--

لاجرم امام قاضی ناصر الدین بیضاوی شرح مصابیح میں فرماتے ہیں:

ان العشاء كانت تصليها الرسل نافلة لهم ولم تكتب على امهم كالتهدج و جب علی نبینا دوننا ²	پہلے رسول عشاء کی نماز اضافی طور پر پڑھتے تھے مگر ان کی امتوں پر فرض نہیں تھی، جس طرح تہجد کی نماز ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی مگر ہم پر واجب نہیں ہے۔ (ت)
---	---

اسی طرح علامہ زر قانی امام ہروی وغیرہ سے ناقل:

اذقال بعد ما قدمنا عنه. من معارضة اثر العيشي بخبر الرافي. ثم الاستدراك بحديث معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مانصه "وجمع الهروي وغيره بان المصطفى صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول من صلاها مؤخرها	زر قانی سے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کہ انہوں نے عیشی کے اثر کو رافعی کی خبر سے معارض قرار دیا ہے۔ پھر اس پر حدیث معاذ رضی اللہ عنہ سے استدراک کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے کہا ہے کہ ہروی وغیرہ نے اس طرح تطبیق کی ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے عشاء کو
---	--

عہ: هكذا هو مثبت في نسختي التنبيه فالله تعالى اعلم ولتراجع النسخ ۱۲ منه (م)	میرے پاس موجود تنبیہ الغافلین کے نسخہ میں عبارت اسی طرح ہے اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے دوسرے نسخوں کو دیکھ لینا چاہئے ۱۲منہ (ت)
---	---

1 تنبیہ الغافلین باب فضل امہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۰۳

2 شرح الزرقانی علی الموابہ المقصد الرابع خصائص صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱۵/۲۶۶

تہائی رات یا اس کے لگ بھگ تک مؤخر کر کے پڑھا ہے۔ جبکہ پہلے گزر جانے والے رسول شفق غائب ہونے کے ساتھ ہی عشاء پڑھ لیا کرتے تھے اور اس نقل سے ہماری غرض صرف یہ بتانا ہے کہ ہر وی وغیرہ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ باقی انبیاء کے لئے بھی عشاء تسلیم کر لی ہے، وہی ان کی تطبیق، تو میں کہتا ہوں کہ اس پر پہلا اعتراض یہ ہے کہ یہ تطبیق اگر ان روایتوں کے درمیان ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ عشاء کے ذریعے تمہیں فضیلت دی گئی ہے اور دوسری میں ہے کہ عشاء یونس علیہ السلام کیلئے تھی، جیسا کہ سابق سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ تطبیق زرقانی نے مذکورہ دو روایتوں کے بعد بیان کی ہے تو (یہ تطبیق فضول ہے کیونکہ) تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ ان دو روایتوں میں تعارض ہی نہیں ہے کہ تطبیق کی ضرورت پڑے۔ اگر یہ تطبیق روایت اور عیشی کے اثر کے درمیان ہے جیسا کہ طحاوی کے عنقریب آنے والے اثر میں طحاوی کے ساتھ "نفسہ" کا لفظ بڑھانے سے ظاہر ہوتا ہے تو یہ فہم سے بہت بعید تطبیق ہے کیونکہ اثر میں صراحتاً مطلق عشاء کی نفی ہے نہ کہ (تہائی رات تک) تاخیر سے مقید عشاء کی، کیونکہ اثر کے سیاق کا مقصد یہ بتانا ہے کہ یہ نمازیں کس کس نبی نے پڑھی تھیں، قطع نظر اس سے کہ پہلے وقت میں پڑھی تھیں یا مؤخر کر کے، چنانچہ اثر میں چار نمازوں کے بارے میں بیان کیا ہے کہ انہیں ہمارے نبی کے علاوہ باقی انبیاء نے بھی پڑھا ہے۔ کہاں یہ بات اور کہاں وہ جو تم لوگ چاہتے ہو (کہ مراد تہائی رات تک مؤخر کر کے پڑھنا ہے)۔ (ت)

الی ثلث الليل أو نحوه، أما الرسل فكانوا يصلونها عند اول مغيب الشفق¹ اه" و غرضنا فیما سلموا من ثبوت العشاء لغير نبینا من الانبیاء علیہ وعلیم الصلوة والثناء اما ما حاول من الجمع. فاقول اولاً: ان كان المراد الجمع بین حدیث فضلتم بها وروایة ان العشاء لیونس علیہ الصلوة والسلام، كما یدل علیہ ذکرہ بعد ما قال ان قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فضلتم بها یعارض روایة ان العشاء لیونس، فقد علمت ان لاتعارض بینهما حتی یحتاج الی الجمع۔ اوبین الروایة واثر العیشی، كما یدل علیہ زیادة لفظ "نفسه" بعد لفظ اثر الطحاوی فیما یأتی، فما بعده جمعاً، فان الاثر صریح فی نفی المطلق دون المقید بالتأخیر فانه فی سیاق بیان من صلی الصلوات غیر معترض لاقسام الاوقات، فذكر لكل من الاربع من صلاها، وقال فی العشاء: اول من صلاها نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فاین هذا مما تریدون!

¹ شرح المواهب اللدنیة و منها مجموع الصلوة الخس المطبعة العامرة مصر ۱۳۶۱/۵

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جو صورت بھی ہو، بہر حال حامل وحی جبریل امین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دو دن پانچ پانچ نمازیں پڑھائیں، پہلے دن ہر وقت کے بالکل ابتدائی حصے میں اور دوسرے دن ہر وقت کے انتہائی حصے میں، پھر کہا کہ یہ آپ سے پہلے انبیاء کا بھی وقت ہے (پھر یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ عشاء کو تہائی رات تک مؤخر کرنے سے مختص تھے) زرقانی نے کہا کہ اس پر یعنی اس تطبیق پر کہ تہائی رات تک مؤخر کرنا مراد ہے دلالت کرتی ہے، بلکہ صراحت کرتی ہے، یہ چیز کہ طحاوی نے خود اپنے اثر میں العشاء الآخرة (آخری عشاء) ترکیب استعمال کی ہے (اس سے معلوم ہوا کہ عشاء کا آخری حصہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے مختص ہے)۔ (ت)

میں کہتا ہوں: اے سبحان اللہ! صراحت تو کیا، یہ ترکیب اس پر دلالت بھی نہیں کرتی کیونکہ "عشاء آخرة" مطلق عشاء کو کہتے ہیں نہ کہ اس عشاء کو جو مؤخر کی گئی ہو۔ اس کو آخرہ اس بناء پر کہتے ہیں کہ عشاء اولیٰ مغرب کو کہتے ہیں۔ اس پر حدیث کے بہت سے محاورات شاہد ہیں۔ اور احمد، مسلم، نسائی کی یہ روایت تو اس میں قول فیصل کا درجہ رکھتی ہے کہ جابر بن سمرہ فرماتے ہیں: "رسول اللہ آخری عشاء کو مؤخر کیا کرتے تھے"۔ اس سے بھی زیادہ اصح وہ روایت ہے جو ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

وثانیا: کیفما كان، هذا حامل للوحى الامين عليه الصلوة والسلام صلى الخمس يومين، فعجل مرة واخر اخرى، ثم قال: هذا وقت الانبياء من قبلك¹، فمن اين ان اول من اخرها نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم؟ قال: ويدل لذلك (اي لما ادعى من الجمع) بل يصرح به قوله اثر الطحاوى نفسه العشاء الآخرة²۔

اقول: ياسبخن الله! بل لادلالة فيه اصلا، فضلا عن التصريح، فان العشاء الآخرة هي العشاء مطلقاً دون التي اخرت۔ تسسى الآخرة نظراً الى العشاء الاولى وهي المغرب، عليه تظافر محاورات الحديث۔ وفصل القول ملاحد ومسلم والنسائي عن جابر بن سمره رضى الله تعالى عنه قال كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يؤخر العشاء الآخرة³۔ واعظم منه ما للترمذى عن ابى هريرة رضى الله تعالى

1 سنن ابى داؤد اول كتاب الصلوة مطبوعه مجتبائی لاہور پاکستان ۵۶/۱

2 شرح الزرقانى على المواهب ومنها مجموع الصلوات الخمس مطبوعه المطبعة العامره مصر ۲۲۶/۵

3 سنن نسائی كتاب المواقيت ما يستحب من تاخير العشاء مطبوعه مکتبه سلفیہ لاہور ۶۳/۱

نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آخری عشاء کا وقت شفق غائب ہونے سے شروع ہوتا ہے۔" بہر حال اس کلام میں "عشاءِ آخرہ" کا تاخیر عشاء پر دلالت کرنا قطعی طور پر بے نشان ہے اگر یہ مراد ہوتی تو اثر کے الفاظ یہ ہوتے "سب سے پہلے جس نے عشاءِ مؤخر کی" اور یہ بہت ہی ظاہر ہے۔ (ت)

عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ان اول وقت العشاء الاخرة حين يغيب الافق¹ فآللقطوع به ان لااثر لهذه الدلالة في الكلام، ولو ارادة لقال "اول من اخر العشاء" و هذا ظاهر جدا۔

بالجملہ اس قدر بلاشبہ ثابت کہ نمازِ عشاء ہم سے پہلے کسی اُمت نے نہ پڑھی نہ کسی کو پانچوں نمازیں ملیں اور انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ظاہرِ اراجح یہی ہے کہ عشاء ان میں بھی بعض نے پڑھی تو اثر مذکور امام طحاوی سے اجتماع خمس کو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں ہمارے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خاص ثابت کرنا جس کا مدار اسی نفی عشاء عن سائر الانبياء علیہم الصلوٰۃ والثناء پر تھا تاام التقریب نہیں کہ جب ہر نماز کسی نہ کسی نبی سے ثابت تو ممکن کہ بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کبھی یا ہمیشہ پانچوں بھی پڑھی ہوں اگرچہ کسی اُمت نے نہ پڑھیں یہاں تک کہ مغرب کی اولیت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے لئے مانے جیسا کہ قول دوم و سوم میں آتا ہے جب بھی وہ احتمال مندفع نہیں ممکن کہ سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نے پانچوں پڑھی ہوں اور اس میں حکمت یہ ہو کہ وہ دنیا کی نظر ظاہر میں بھی صاحب صلوات خمس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُمتی ہو کر زمین پر تشریف لانے والے ہیں اگرچہ حقیقتہً تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہمارے حضور نبی الانبياء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُمتی ہیں انہیں نبوت دی ہی اس وقت ہے جب انہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اُمتی بنا لیا ہے جس پر قرآن عظیم ناطق اور ہمارے رسالہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین میں اُس کی تفصیل فائق ولله الحمد۔ غرض یہاں دو مطلب تھے ایک یہ کہ اجتماع خمس ہمارے سوا کسی اُمت کو نہ ملایہ حدیث معاذ رضی اللہ عنہ میں خود ارشاد اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت دوسرے یہ کہ پانچوں نمازوں کا اجتماع انبیاء میں بھی صرف ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے یہ باعتماد علمائے کرام مانا جائے گا اگرچہ ہم اُس پر دلیل نہ پائیں کہ آخر کلمات علماء کا اطباق و اتفاق بے چیزے نیست ہمارا دلیل نہ پانا دلیل نہ ہونے پر دلیل نہیں۔

اقول: شاید نظرِ علماء اس طرف ہو کہ جب حدیث صحیح سے ثابت کہ اللہ عزوجل نے اس نعمتِ جلیلہ وفضیلتِ جلیلہ سے اس اُمتِ مرحومہ کو تمام اُمت پر تفضیل دی اور قطعاً ہمارے جس قدر فضل ہیں سب ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور صدقہ میں ہیں تو مستبعد ہے کہ ہم تو اس خصوصِ نعمت سے سب اُمتوں پر فضیلت پائیں اور ہمارے

¹ جامع الترمذی ابواب الصلوات باب ماجاء فی مواقیب الصلوات مطبوعہ مکتب خانہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۲۲۱

مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر یہ تخصیص و اختصاص نہ ہو اس تقدیر پر یہی حدیث معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دلائل اس دعوے کی بھی مثبت ہوگی۔

اما حدیث السیدین ابڑھیم واسلعیل، علی ابنہما الکریم ثم علیہم الصلوٰۃ و التسلیم، فلعلہ لم یثبت لہما رأینا تظافر کلماتہم علی خلافہ، علی انی اقول: الاختصاص بجهة الافتراض، اماہما صلی اللہ تعالیٰ علی ابنہما ثم علیہما وبارک وسلم، فصلیبا بسنی ما کتب اللہ تعالیٰ علیہما وتنغلا فی بقیة الاوقات، فمن قبل وقوعہا فی ہذہ الاوقات، عبر عنہا باسما ہذہ الصلوٰت، واللہ تعالیٰ اعلم بالخفیات۔ ہذا غایة ما عندی فی توجیہ المرار۔

رہی دوسرا روں یعنی ابراہیم واسلعیل ان کے کریم بیٹے پر پھر ان دونوں پر صلوٰۃ و سلام ہو والی حدیث، تو شاید وہ پایہ ثبوت تک نہیں پہنچی کیونکہ اگر ثابت ہوتی تو اتنی کثرت سے علماء کے اقوال اس کے خلاف نہ ہوتے علاوہ ازیں میں کہتا ہوں کہ خصوصیت، فرضیت کے اعتبار سے ہے (یعنی پانچ نمازیں فرض صرف رسول اللہ پر ہوئیں) ابراہیم واسلعیل علیہما السلام پر ان میں سے جو فرض ہوں گی وہ انہوں نے بطور فرض منیٰ میں پڑھی ہوں گی اور باقی اوقات میں نفل ادا کیے ہوں گے، لیکن وہ نفل چونکہ واقع انہی پانچ اوقات میں ہوئے تھے، اس لئے ان کی تعبیر نمازوں کے ناموں سے کر دی گئی۔ اور اللہ ہی پوشیدہ باتوں کو بہتر جاننے والا ہے اس مقصد کی زیادہ سے زیادہ توجیہ میرے خیال میں یہی ہو سکتی ہے۔ (ت)

اقول: مگر استبعاد مذکور کا جواب واضح ہے کہ کچھ عجب نہیں کہ مولیٰ عزوجل بعض نعمتیں بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے اگلی اُمتوں میں نبی کے سوا کسی کو نہ ملتی ہوں مگر اس امت مرحومہ کیلئے انہیں عام فرمادے جیسے کتاب اللہ کا حافظ ہونا کہ اُمم سابقہ میں خاصہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء تھا اس اُمت کے لئے رب عزوجل نے قرآن کریم حفظ کیلئے آسان فرمادیا کہ دس دس برس کے سچے حافظ ہوتے ہیں اور ہمارے مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فضل ظاہر ہے کہ ان کی اُمت کو وہ ملا جو صرف انبیاء کو ملا کرتا تھا علیہ و علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ باقی رہا سوال کا دوسرا جز کہ کون سی نماز کس نبی نے پہلے پڑھی، اس میں چار اقوال ہیں:

اول: قول امام عبید اللہ بن عائشہ ممدوح کہ جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ وقت فجر قبول ہوئی انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں وہ نماز صبح ہوئی۔ اور اسحق علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نذیہ وقت ظہر آیا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار پڑھیں وہ ظہر مقرر ہوئی۔ عزیر علیہ السلام سو برس کے بعد عصر کے وقت زندہ کئے گئے انہوں نے چار پڑھیں وہ عصر ہوئی۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ وقت مغرب قبول ہوئی چار رکعتیں پڑھنے کھڑے ہوئے تھک کر تیسری

پر بیٹھ گئے، مغرب کی تین ہی رہیں۔ اور عشاء سب سے پہلے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی۔

<p>جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے اسی کے مطابق اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے کہ قاسم ابن جعفر نے بحر ابن حکم کیسانی سے، اس نے ابو عبد الرحمن عبد اللہ ابن محمد ابن عائشہ سے سنا اس کے بعد سابقہ روایت بیان کی ہے۔ (ت)</p>	<p>رواہ کما ذکرنا الامام الطحاوی قال: حدثنا القاسم بن جعفر قال سمعت بحر بن الحكم الكيسانی قال سمعت ابا عبد الرحمن بن محمد ابن عائشة يقول، فذكره¹۔</p>
--	--

دوم قول امام ابو الفضل کہ سب سے پہلے فجر کو دو رکعتیں حضرت آدم، ظہر کو چار رکعتیں حضرت ابراہیم، عصر حضرت یونس، مغرب حضرت عیسیٰ، عشاء حضرت موسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی۔ ذکرہ الامام الزندوستی فی روضتہ قال سالت ابا الفضل فذكره (اس کو امام زندوستی نے اپنی روضہ میں ابو الفضل کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ کہا میں نے ابو الفضل سے پوچھا تو انہوں نے یہ ذکر کیا۔ (ت) یہ حکایت ایک لطیف کلام پر مشتمل ہے لہذا اس کا خلاصہ لکھیں امام زندوستی فرماتے ہیں میں نے امام ابو الفضل سے پوچھا صبح کی دو رکعتیں ظہر و عصر و عشاء کی چار مغرب کی تین کیوں ہوئیں۔ فرمایا حکم۔ میں نے کہا مجھے اور ابھی افادہ کیجئے۔ کہا ہر نماز ایک نبی نے پڑھی ہے، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب جنت سے زمین پر تشریف لائے دنیا آنکھوں میں تاریک تھی اور ادھر رات کی اندھیری آئی، انہوں نے رات کہاں دیکھی تھی، بہت خائف ہوئے، جب صبح چمکی دو رکعتیں شکر الہی کی پڑھیں، ایک اس کا شکر کہ تاریکی شب سے نجات ملی دوسرا اس کا کہ دن کی روشنی پائی انہوں نے نفل پڑھی تھیں ہم پر فرض کی گئیں کہ ہم سے گناہوں کی تاریکی دور ہو اور طاعت کا نور حاصل۔ زوال کے بعد سب سے پہلے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار رکعت پڑھیں جبکہ اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ اُتر ہے پہلی اس کے شکر میں کہ بیٹے کا غم دور ہو دوسری فدیہ آنے کے سبب، تیسری رضائے مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ کا شکر، چوتھی اس کے شکر میں کہ اللہ عزوجل کے حکم پر اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گردن رکھ دی، یہ ان کے نفل تھے ہم پر فرض ہوئیں کہ مولیٰ عہ تعالیٰ ہمیں قتل نفس پر قدرت

عہ لفظ الكتاب فامرنا بذلك لانه تعالى وفقنا على ابليس كما وفقه لذبح الولد وانجانا من الغم كما انجاه و فداننا من النار كما فاده و رضی عنا

کتاب (یعنی روضہ) کی عبارت یوں ہے: "تو ہمیں ظہر کی چار رکعتوں کا حکم دیا گیا کیونکہ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ نے شیطان کے مقابلے کی توفیق عطا فرمائی جس طرح (باقی بر صفحہ آئندہ)

¹ شرح معانی الآثار باب الصلوٰۃ الوسطی مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۳۰۱ھ

دے جیسی انہیں ذبح و لد پر قدرت دی اور ہمیں بھی غم سے نجات دے اور یہود و نصاریٰ کو ہمارا فدیہ کر کے نار سے ہمیں بچالے اور ہم سے بھی راضی ہو۔ نمازِ عصر سب سے پہلے یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی کہ اس وقت مولیٰ تعالیٰ نے انہیں چار م ظلمتوں سے نجات دی: ظلمتِ لغزش، ظلمتِ غم، ظلمتِ دریا، ظلمتِ شکم ماہی۔ یہ ان کے نفل تھے ہم پر فرض ہوئی کہ ہمیں مولیٰ تعالیٰ ظلمتِ گناہ و ظلمتِ قبر و ظلمتِ قیمت و ظلمتِ دوزخ سے پناہ دے۔ مغرب سب سے پہلے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی عہ ۲ پہلی اپنے سے نفی الوہیت، دوسری اپنی ماں سے نفی الوہیت، تیسری اللہ عزوجل کے لئے اثبات الوہیت کیلئے۔ یہ ان کے نفل تھے ہم پر فرض ہوئے کہ روزِ قیامت ہم پر حساب آسان ہو، نار سے نجات ہو، اُس بڑی گھبراہٹ سے پناہ ہو۔ **اقول:** اور مقام سے مناسب تر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ابراہیم علیہ السلام کو پیٹا ذبح کرنے کی توفیق بخشی اور ہمیں بھی غم سے نجات دی جیسے ان کو دی تھی اور (یہود و نصاریٰ کو جہنم میں) ہمارا فدیہ بنایا جس طرح ان کیلئے (جنتی دُنبے کو اسلجیل علیہ السلام کا) فدیہ بنایا اور ہم سے بھی اللہ تعالیٰ راضی ہوا جیسے کہ ان سے ہوا **اقول:** (میں کہتا ہوں) ان الفاظ کی نسبت میری ذکر کردہ عبارت چھ اوجہ سے زیادہ عمدہ ہے اور یہ وجہ سوچنے والے پر مخفی نہیں ہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت) کتاب میں (ظلمتِ غم کی بجائے) "ظلمتِ لیل" مذکور ہے۔ میں کہتا ہوں اگر ظلمتِ لیل مراد ہو تو نہار کی وجہ سے ظلمتِ لیل ختم ہو جاتی ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ رات کا اندھیرا وقت عصر سے پہلے ہی ختم ہو چکا ورنہ لازم آئیگا کہ نہار کا کوئی اثر ہی نہ ہو اسی لئے میں نے اس کو ظلمتِ غم سے بدلا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت) کتاب میں یوں ہے کہ سب سے پہلے مغرب کی نماز بطور شکرانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پڑھی جب ان کو اللہ تعالیٰ نے یوں مخاطب کیا تھا کہ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنا لو؟ اور یہ خطاب غروبِ شمس کے بعد ہوا تھا، میں کہتا ہوں مشہور تو یہ ہے کہ یہ خطاب بروزِ حساب ہوگا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس کے جواب میں عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول مذکور ہے کہ جب تو نے مجھے بُورے طور پر اٹھالیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

کبارضی عنہ ^۱ **اقول:** وماذکرت احسن من سنتہ وجوہ لاتخفی علی المتأمل ۱۲ منہ غفرلہ (م)
عہ ۱ الذی فی الكتاب وظلمة اللیل ^۲ **اقول:** ان كانت تذهب بالنهار فقد ذهبت قبل العصر والافلا اثرلها ولذا ابدلتها منه غفرلہ (م)
عہ ۲: الذی فی الكتاب اول من صلی المغرب تطوعاً شکرًا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حین خاطبه اللہ تعالیٰ بقوله أنت قلت للناس اتخذوني وامی الهین من دون الله وكان ذلك بعد غروب الشمس ^۳ الخ **اقول** المعروف ان هذا الخطاب یوم الحساب الا تری الی قوله علیہ الصلوٰۃ والسلام فلما توفیتنی كنت انت الرقیب علیهم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

¹ روضۃ العلماء للزندوستی

² روضۃ العلماء للزندوستی

³ روضۃ العلماء للزندوستی

یہ تھا کہ یوں فرماتے کہ ہم اپنی خودی اور فخرِ آبا سے باہر آکر اللہ عزوجل کے لئے خاص متواضع ہوں۔ سب سے پہلے عشاءِ مؤسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی جب مدائن سے چل کر راستہ بھول گئے۔ نبی کا غم، اولاد کی فکر، بھائی پر اندیشہ، فرعون سے خوف، جب وادیِ ایمن میں رات کے وقت مولیٰ تعالیٰ نے ان سب فکروں سے انہیں نجات بخشی، چار نفل شکرانے کے پڑھے ہم پر فرض ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی راہ دکھائے ہمارے بھی کام بنائے ہمیں اپنے محبوبوں سے ملائے دشمنوں پر فتح دے آمین!

سوم قول بعض علماء کہ فجر آدم، ظہر ابراہیم، عصر سلیمان، مغرب عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی اور عشاء خاص اس اُمت کو ملی کما تقدم عن الحلبيہ (جیسا کہ حلیہ کے حوالے سے گزرا ہے۔ ت)

چہارم وہ حدیث کہ امام اجل رافعی نے شرح مسند میں ذکر فرمائی کہ صبح آدم، ظہر داؤد، عصر سلیمان، مغرب یعقوب، عشاء یونس علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہے ذکرہ عنہ الزرقانی فی شرح المواہب والحلبی تماماً فی الحلبيۃ قال واورد فی ذلك خبراً¹ (اس کو زرقانی نے شرح مواہب میں رافعی کے حوالے سے بیان کیا ہے اور حلبی نے حلیہ میں تفصیل سے ذکر کیا ہے، حلبی نے کہا کہ رافعی نے اس سلسلے میں ایک روایت پیش کی ہے۔ ت) غرض نماز صبح میں چاروں متفق ہیں باقی چار میں اختلاف۔

اقول: فقیر کی نظر میں ظاہراً قول اخیر کو سب پر ترجیح کہ اول تو وہ حدیث ہے لا اقل اثر صحابی یا تابعی سہی اقوال علمائے مابعد پر ہر طرح مقدم رہے گی خصوصاً ایسے امر میں جس میں رائے و قیاس کو دخل نہیں۔

<p>لیکن میں کہتا ہوں: ایسے لگتا ہے کہ امام ابو الفضل نے جو کچھ کہا ہے وہ زیر بحث مسئلے سے غیر متعلق ہے کیونکہ انہوں نے نوافل کا ذکر کیا ہے جبکہ بحث فرائض سے ہو رہی ہے۔ ان اوقات میں نوافل ادا کرنا بحث سے خارج ہے کیونکہ نوافل تو ان اوقات کے علاوہ بھی ہر وقت ادا کیے جاسکتے ہیں۔ معالم میں جعفر ابن سلیمان سے منقول ہے کہ میں نے ثابت کو کہتے سنا ہے کہ اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام نے رات اور دن کی گھڑیوں کو اپنے اہل خانہ پر نماز کے لئے تقسیم کر رکھا تھا</p>	<p>بل اقول: عسی ان یکون ما ذکر الامام ابو الفضل بمعزل عما نحن فیہ. فانه انما ذکر التطوعات، والكلام فی المكتوبات، لا یقع نفل فی هذه الاوقات، فانه ثابت فی جمیع الساعات فی المعالم عن جعفر بن سلیمان قال سمعت ثابتاً یقول: کان داؤد نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قد جزأ ساعات اللیل والنهار علی اہله، فلم تکن تأتي ساعة من ساعات اللیل والنهار</p>
---	---

¹ حلیہ الحلبي شرح نبيہ الصلي

تورات اور دن کی گھڑیوں میں کوئی ایسی گھڑی نہیں ہوتی تھی جس میں آل داؤد کا کوئی فرد نماز نہ پڑھ رہا ہو۔ (ت)	الا و انسان من ال داؤد قائمہ یصلی ^۱ اھ
--	---

معذرا ان سب اقوال میں کہیں کہیں گرفت ضرور ہے اول نے صاف تصریح کی کہ عشاء انبیائے سابقین علیہم الصلاۃ والسلام میں کسی نے نہ پڑھی اور سوم کا بھی یہی مفاد کہ صدر کلام میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا ذکر کیا ہے اور اُمتوں سے موازنہ مقصود نہیں کما قد منا (جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ ت) تو یہ اطلاق تخصیص اپنے عموم پر ہے جس طرح اشعر وغیرہ کی عبارتوں میں تھانہ بلحاظ ام۔ اور ہم اوپر بیان کر چکے کہ یہ ظاہر دلائل کے خلاف و قول مرجوح ہے۔ اول و دوم نے عصر کو عزیز و یونس علیہما الصلاۃ والسلام کی طرف نسبت کیا حالانکہ حضرت سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کا عصر پڑھنا روشن ثبوت سے ثابت۔ قال تعالیٰ:

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا وہ بہت اچھا بندہ ہے اللہ کی طرف رجوع کرنے والا، جب اس کے سامنے اصیل اور عمدہ گھوڑے پیش کیے گئے تو اس نے کہا کہ مجھے اچھی چیز کی محبت نے اپنے رب کی یاد سے غافل کر دیا۔ (ت)	وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ ۙ نَحْمُ الْعَبْدَ ۙ إِنَّكَ أَتَابٌ ۚ ^۲ إِذْ دُعِيَ عَلَىٰ يَدَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصُّفُوفُ الْجَبَّادُ ^۳ فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي ۙ حَتَّىٰ تَوَارَثَ بِالْحَبَابِ ۙ ^۴
---	---

علماء فرماتے ہیں یہ نماز نماز عصر تھی، جلالین میں ہے:

(اپنے رب کی یاد سے مراد نماز عصر ہے۔ ت)	عن ذکور بی ای صلاة العصر ^۵ -
---	---

مدارک میں ہے:

عصر سے غافل ہو گئے تھے اور وہ ان پر فرض تھی اس لئے غمزہ ہو گئے۔ (ت)	غفل عن العصر وكانت فرضاً فاعتتم ^۶ -
---	--

اور سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کا زمانہ یونس و عزیز علیہم الصلاۃ والسلام سے مقدم ہے تو اولیت صلاة عصر ان دونوں صاحبوں کیلئے کیونکر ہو سکتی ہے۔ نسیم الریاض میں زیر حدیث ماینبغی لاحد ان یقول انا خیر من یونس بن متی

1 معالم التنزیل مع الحازن زیر آیت ۱۱، وقلیل من عبادی الفکور ۱۱، مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۲۸۵/۵

2 القرآن ۳۸/۳۰

3 القرآن ۳۸/۳۱

4 القرآن ۳۸/۳۲

5 تفسیر جلالین زیر آیت مذکور مطبع مجتہبائی دہلی ص ۳۸۰

6 تفسیر النسفی المعروف تفسیر مدارک التنزیل زیر آیت مذکور مطبوعہ دارالکتب العربی البیروت ۴۱/۴

کسی کیلئے یہ کہنا روا نہیں کہ میں یونس ابن متی سے افضل ہوں۔ (ت) ہے:

<p>یونس، بنیامین ابن یعقوب علیہم السلام کی اولاد میں سے تھے اور سلیمان علیہ السلام کے بعد تھے اہ نسیم الریاض ہی کی اس فصل میں، جس کا عنوان ہے حکم عقد قلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مرآة الزمان کے حوالے سے مذکور ہے کہ یونس علیہ السلام اللہ کے نبی سلیمان علیہ الصلاة والسلام کے بعد تھے۔ (ت)</p>	<p>هو من ولد بنيامين بن يعقوب عليهم الصلاة و السلام، وكان بعد سليمان عليه الصلاة والسلام¹ اه وفيه في فصل حكم عقد قلب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم. يونس صلى الله تعالى عليه وسلم، كما في مرآة الزمان. كان بعد سليمان نبى الله. عليه الصلاة والسلام²۔</p>
---	--

یہ تو یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت تصریح تھی اور حضرت عزیر کا سیدنا سلیمان علیہما الصلاة والسلام کے بعد ہونا خود ظاہر کہ اُن کا واقعہ موت و حیات کہ قرآن عظیم میں مذکور بعد اس کے ہوا کہ بخت نصر بیت المقدس کو ویران کر گیا تھا اور احادیث سے ثابت کہ بیت المقدس کی بناء داؤد علیہ الصلاة والسلام نے شروع اور سلیمان علیہ الصلاة نے ختم فرمائی تو سلیمان و عزیر علیہما الصلاة والسلام میں صد ہا سال کا فاصلہ تھا، معالم التنزیل میں ہے:

<p>جس نے کہا ہے کہ گزرنے والے عزیر تھے، اس نے بیان کیا ہے کہ بخت نصر نے جب بیت المقدس کو برباد کر دیا اور بنی اسرائیل کو قید کر کے بابل لے آیا تو ان میں عزیر اور دانیال کے علاوہ داؤد علیہم السلام کے خاندان سے تعلق رکھنے والے سات ہزار افراد بھی تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے عزیر کو نجات دی اور وہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر سفر کے لئے نکلے۔ الخ (ت)</p>	<p>قال الذى قال ان الماركان عزيرا: ان بختنصر لما حارب بيت المقدس و اقدم سبى بنى اسرائيل ببابل. كان فيهم عزير و دانيال و سبعة الاف من اهل بيت داؤد عليهم الصلاة والسلام. فلما نجا عزير من بابل ارتحل على حمار له³۔ الخ</p>
--	--

1 نسیم الریاض شرح الشفاء فصل فی حکم عقد قلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲۳/۴

2 نسیم الریاض شرح الشفاء فصل فی حکم عقد قلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲۳/۴

3 تفسیر معالم التنزیل زیر آیت ادکالذی مر علی قریة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۱/۲۷

<p>(بناتے تھے اس کے لئے جو وہ چاہتا تھا یعنی محراب وغیرہ) جنوں نے جو کچھ ان کے لئے بنایا ان میں ایک بیت المقدس بھی تھی جس کی ابتداء داؤد علیہ السلام نے کی تھی، ان کی وفات کے بعد سلیمان علیہ السلام ان کے جانشین ہوئے تو انہوں نے مسجد کو سنگ رخام، بہروں موتیوں، اور یاقوتوں سے بنوایا، یہ مسجد مدتوں اسی طرح برقرار رہی جس طرح سلیمان علیہ السلام نے بنوائی تھی تا آنکہ بخت نصر اس پر حملہ آور ہوا، اس نے شہر برباد کر دیا اور مسجد گرا دی اہ ملتقطاً (ت)</p>	<p>يعملون له مايشاء من محاريب كان مباعملوا له بيت المقدس. ابتداءه داؤد عليه الصلوة والسلام. فلما توفاه الله تعالى استخلف سليمان عليه الصلوة والسلام. فبنى المسجد بالرخام والجواهر واللائيى واليواقيت. فلم يزل بيت المقدس على ما بناه سليمان عليه الصلوة والسلام. حتى غزاه بخت نصر. فخرّب المدينة ونقض المسجد¹ اہ ملتقطاً۔</p>
--	--

بخلاف قول چہارم کہ اس کی کسی بات پر اعتراض نہیں تو ظاہراً وہی مرجح و قرین قیاس اور حقیقتِ حال کا علم مولیٰ سبحانہ کے پاس واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم۔

¹ معالم التنزیل مع الخازن آیت يعملون له مايشاء الخ کے تحت مصطفیٰ البابی مصر ۲۸۳-۲۸۵



جہان التاج فی بیان الصلاة قبل المعراج^{۱۳۱۶ھ}

(تاج کے موتی، معراج سے پہلے نماز کے بیان میں)

بسم الله الرحمن الرحيم

مسئلہ ۲۵۰: از ریاست رام پور بزریہ ملا ظریف گھیر عبدالرحمن خان مرحوم مرسلہ عبدالرؤف خان ۲۷ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ
بگرمی خدمت فیض درجت جناب مولانا بحر العلوم صاحب زاد کرمہ، حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد نبوت قبل
شب معراج جو دو وقتوں میں نماز پڑھتے تھے وہ کس طور پر ادا فرماتے تھے۔ بینواتو جروا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى* وسلام على عباده الذين اصطفى*	اللہ ہی کی حمد ہے اور وہ کافی ہے اور سلام ہو اس کے منتخب بندوں پر، مصطفیٰ پر اور ان کے آل و اصحاب
--	--

المصطفى وأله وصحبه المقيمين الصلاة والعدل
والوفاء*
پر جنہوں نے نماز کو اور عدل و وفا کو قائم کیا۔ (ت)

الجواب:

پیش از اسراء دو وقت یعنی قبل طلوع شمس و قبل غروب کے نمازیں مقرر ہونے میں علماء کو خلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ اس سے پہلے صرف قیام لیل کی فرضیت باقی پر کوئی دلیل صریح قائم نہیں۔

فی الدر المختار اول کتاب الصلوة الصلاة فرضت
فی الاسراء، وكانت قبله صلاتين، قبل طلوع
الشمس وقبل غروبها۔ شمی¹ اھ۔
وفی المواہب، من المقصد الاول، قبیل ذکر اول
من امن، قال مقاتل: كانت الصلاة اول فرضها
رکعتين بالغداوة و رکعتين بالعشى، لقوله تعالى
وسبح بحمد ربك بالعشى والابكار۔ قال فی فتح
الباری: کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل
الاسراء یصلی قطعاً، وكذلك اصحابه ؛ ولكن
اختلف هل افترض قبل الخمس شیعی من الصلاة
امر لا ؟ فقيل ان الفرض كان صلاة قبل طلوع
الشمس وقبل غروبها۔ والحجة فيه قوله تعالى
وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها
انتهی²۔
وقال النووی: اول ماوجب الانذار والدعاء الى
التوحيد، ثم فرض الله تعالى

در مختار کی کتاب الصلوة کے آغاز میں ہے کہ نماز (باقاعدہ طور پر) معراج میں فرض ہوئی تھی، اس سے پہلے صرف دو نمازیں تھیں، ایک طلوع سے پہلے دوسری غروب سے پہلے۔ شمی¹ اھ (ت) اور مواہب کی فصل اول میں جہاں اولین ایمان لانے والوں کا ذکر ہے، اس سے تھوڑا پہلے مذکور ہے کہ مقاتل نے کہا ہے کہ ابتداء میں نماز کی صرف دو رکعتیں صبح کو اور دو رکعتیں رات کو فرض تھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور سویرے۔ فتح الباری میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے پہلے نماز تو یقیناً پڑھتے تھے اور اسی طرح آپ کے صحابہ بھی پڑھتے تھے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے کوئی نماز فرض بھی تھی یا نہیں! تو کہا گیا ہے کہ ایک نماز طلوع سے اور ایک غروب سے پہلے فرض تھی اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع شمس سے پہلے اور غروب شمس سے پہلے۔ (ت) اور نووی نے کہا ہے کہ سب سے پہلے ڈر سنانا اور توحید کی طرف بلانا فرض کیا گیا، پھر اللہ تعالیٰ

¹ در مختار کتاب الصلوة مطبوعہ مجتہائی دہلی ۵۸/۱

² شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ لہ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱۴۲/۲

نے قیام لیل فرض کر دیا جس کا سورہ مزمل کی ابتداء میں ذکر ہے پھر اس کو منسوخ کر دیا اس حکم سے جو سورہ مزمل کے آخر میں ہے، پھر اس کو بھی منسوخ کر دیا اور اس کے بجائے مکہ مکرمہ میں معراج کی رات کو پانچ نمازیں فرض کر دیں۔ اہ مواہب کی عبارت ختم ہوئی۔ (ت) اور مواہب کی شرح میں علامہ زرقاتی نے نویں مقصد میں لکھا ہے کہ ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ معراج سے پہلے کوئی نماز فرض نہیں تھی، صرف رات کو نماز پڑھنے کا حکم تھا مگر اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں تھی۔ اور حربی کی رائے یہ ہے کہ نماز معراج سے پہلے بھی فرض تھی۔ دو رکعتیں صبح کو اور دو رکعتیں رات کو۔ لیکن حربی کی رائے کو اہل علم کی ایک جماعت نے رد کیا ہے۔ (ت) اور مواہب و زرقاتی کے پانچویں مقصد میں جو کہ معراج کے بیان میں ہے جہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا باقی انبیاء کو نماز پڑھانا مذکور ہے، وہاں لکھا ہے (اس نماز میں اختلاف پایا جاتا ہے) کہ آیا اس کی مشروعیت وہی معروف مشروعیت ہے یا لغوی مشروعیت مراد ہے؟ پہلا قول درست قرار دیا گیا ہے کیونکہ جہاں تک ممکن ہو نص کو اپنی شرعی حقیقت پر حمل کیا جاتا ہے۔ مشروعیت معروفہ مراد لینے کے بعد اس میں اختلاف ہے (کہ کیا یہ فرض ہے) اور جیسا کہ نعمانی نے کہا ہے اس پر انس کی وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو ابن ابی حاتم کے ہاں پائی جاتی ہے اور

من قیام اللیل ما ذکرہ فی اول سورة المزمل ثم نسخه بمافی آخرها ثم نسخه بايجاب الخ بايجاب الصلوة والخمس ليلة الاسراء بیکه¹۔ اہ مافی المواہب وفي شرحها للعلامة الزرقانی من المقصد التاسع. ذهب جماعة الى انه لم تكن قبل الاسراء صلاة مفروضة الا ما وقع الامر به من صلاة اللیل بلا تحديد۔ وذهب الحربی الى ان الصلاة كانت مفروضة. ركعتين بالغداة و ركعتين بالعشى۔ و رده جماعة من اهل العلم²۔ اہ

وفيهما من المقصد الخامس في الاسراء. عند ذكر صلاته صلى الله تعالى عليه وسلم بالانبياء بيت المقدس. (قد اختلف في هذه الصلاة) هل هي الشرعية المعروفة او اللغوية؟ و صوب الاول لان النص يحمل على حقيقة الشرعية. ما لم يتعذر۔ و على هذا اختلف (هل هي فرض) ويدل عليه كما قال النعماني حديث انس عند ابى حاتم المتقدم قريبا للمصنف۔ (او نفل؟ و اذا قلنا انها فرض. فاي صلاة هي؟ قال بعضهم الاقرب انها الصبح.

¹ المواہب اللدنیہ مقصد اول اول امر الصلوة المكتب الاسلامی بیروت ۱۱، ۲۱۲، ۱۱

² شرح الزرقانی علی المواہب المقصد التاسع فی عبادتہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبعة عامرہ مصر ۳۲۳/۷

تھوڑا سا پہلے مصنف نے بھی ذکر کی ہے (یا نفل ہے؟ اگر ہم کہیں کہ فرض ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی نماز ہے؟ بعض نے کہا ہے کہ اقرب یہ ہے کہ وہ صبح کی نماز ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ عشاء کی نماز ہو) اور دونوں احتمال جیسا کہ شامی نے کہا ہے کوئی حیثیت نہیں رکھتے، خواہ ہم یہ کہیں کہ یہ نماز آسمانوں پر جانے سے پہلے پڑھائی تھی یا بعد میں، کیونکہ پانچ نمازوں میں مطلقاً پہلی نماز جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی وہ بالاتفاق ظہر کی نماز تھی جو آپ نے مکہ مکرمہ میں ادا فرمائی تھی۔ اور جو شخص اس روایت کو مکہ کے ساتھ مختص کرے تو اس پر دلیل لازم ہے۔ شامی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ کوئی نقلی نماز تھی یا ان نمازوں میں سے تھی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر شب معراج سے پہلے فرض تھیں اور فتاویٰ نووی سے دوسری شق کی تائید ہوتی ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں: اللہ عزّاسمہ کے اس فرمان سے استدلال کرنا کہ تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے، محل نظر ہے۔ کیونکہ آیت مکمل اس طرح ہوتی ہے "اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کہو اور دن کے اطراف میں بھی تاکہ تم راضی ہو جاؤ"۔ اب اگر تسبیح سے مراد نماز لی جائے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ قرآن

ویحتمل ان تكون العشاء) والاحتمالان، كما قال الشامی، لیسابشیعی؛ سواء قلنا صلی بهم قبل العروج اوبعدہ لان اول صلاة صلاها النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الخمس مطلقاً. الظہر بسکة باتفاق۔ ومن حمل الاولیة علی مکة فعلیہ الدلیل۔ قال: والذي یظہر انها كانت من النفل المطلق. او كانت من الصلاة المفروضة علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل لیلة الاسراء۔ وفي فتاویٰ النووی ما یرید الثانی اه¹ باختصار۔

اقول: وفي الاستدلال بقوله عز اسبه وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها² نظر۔ فان تنمة الآية

وَمِنْ اَنآئِ الْاَيِّلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافِ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْغَى ۝

³. فان حمل التسبیح علی الصلاة لقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کل تسبیح فی القرآن صلاة⁴ اخرجه الفریابی عن

¹ شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعة العامرہ مصر ۶۳/۶

² القرآن سورة طہ آیت ۱۳۰

³ القرآن سورة طہ آیت ۱۳۰

میں تسبیح سے ہر جگہ نماز مراد ہے۔ ابن عباس کا یہ قول فریابی نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے۔ اگرچہ ابن عباس کے اس کلیے سے استثناء کا فائدہ دیتی ہیں وہ آیات جو میں بیان کر رہا ہوں، اللہ جل ذکرہ فرماتا ہے: "ہر (پرنده) اپنی نماز اور تسبیح کو جانتا ہے"۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اگر وہ (یونس) تسبیح کہنے والوں میں سے نہ ہوتا تو یومِ بعثت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا" کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اس تسبیح سے مراد وہی تسبیح ہے جو اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام سے یوں حکایت کی ہے: "پس پکارا اس نے اندھیروں میں کہ کوئی معبود نہیں ہے تیرے سوا، تو پاک ہے بیشک میں ظلم کرنیوالوں میں تھا"۔ سعید ابن جبیر جو کہ ابن عباس کے بہترین شاگردوں میں سے ہیں اور ان سے مندرجہ بالا کلیہ کے راوی ہیں انہوں نے یہی تفسیر بیان کی ہے۔ حسن بصری نے کہا ہے کہ انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں نماز نہیں پڑھی تھی بلکہ اس سے پہلے ایک صالح عمل تھا البتہ ابن عباس یہاں بھی اپنے اصول پر رواں رہے ہیں اور تسبیح کہنے والوں میں سے ہونے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ نماز پڑھنے والوں میں سے ہونا۔ اس صورت میں جیسا کہ ضحاک نے کہا ہے اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کو اسی اطاعت

سعید بن جبیر وان كان ربما يفيد الاستثناء من كليتة على ما اقول: قوله جل ذكره:

كُلُّ قَدْعَةٍ صَلَاتُهُ وَتَسْبِيحُهُ¹، وقوله تعالى

فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ²

لَكَيْتَ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ³

فان الظاهر ان المراد به ما ذكر عنه ربه عز وجل

بقوله فَمَا ذَا فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ

مِنَ الظَّالِمِينَ³ به فسره سعید بن جبیر. ارشد تلامذہ

ابن عباس، الراوی عنه تلك الكلية وقد قال الحسن

البصری، كمافی المعالم: ما كانت له صلاة في بطن الحوت؛

ولكنه قدم عملاً صالحاً⁴۔ اہبیدان ابن عباس ہنہا

ایضاً مشی علی اصلہ فقال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، من

المسبحین، من المصلین⁵۔ ویكون المعنى حينئذ ما قال

الضحاک، انه شكر الله تعالى له طاعته القديمة⁶، كمافی

المعالم ایضاً۔ فعلى هذا الحمل واخذ الامر

للاجوب، تدل الآية بأخرها على فرضية اكثر من

1 القرآن سورة النور ٢٣ آیت ٢١

2 القرآن سورة الضحّت ٣٤ آیت ١٣٣

3 القرآن سورة الانبياء ٢١ آیت ٨٤

4 معالم التنزيل مع تفسير الخازن زیر آیت فلولا ان كان من المسبحين (تفسير سورة صافات) مصطفیٰ البابی مصر ١٦/٣

5 معالم التنزيل مع تفسير الخازن زیر آیت فلولا ان كان من المسبحين (تفسير سورة صافات) مصطفیٰ البابی مصر ١٦/٣

6 معالم التنزيل مع الخازن زیر آیت فلولا ان كان من المسبحين الخ مطبوعه المطبعة العامره مصر ١٦/٣

(اور نماز وغیرہ) کے صلے میں نجات دی تھی جو وہ مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے کرتے رہے تھے۔ معاملہ میں بھی اسی طرح ہے۔ بہر حال اگر فسّیح بھدربک "میں تسبیح سے مراد نماز لی جائے اور امر کو وجوب کے لئے قرار دیا جائے تو آیت کا آخری حصہ دو^۱ سے زیادہ نمازوں کے فرض ہونے پر دلالت کرے گا۔ اس کا یہ جواب تو دیا جاسکتا ہے کہ دو^۲ میں حصر مقصود نہیں ہے کیونکہ رات کی نماز بھی بالیقین پہلے سے فرض تھی، لیکن اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "اور دن کے اطراف میں" بغیر کسی مفہوم کے رہ جاتا ہے کیونکہ اگر اس سے مراد طلوع سے پہلے اور غروب سے پہلے والی دو نمازیں لی جائیں تو سکر لازم آئے گی (کیونکہ ان کا ذکر آیت کی ابتداء میں ہو چکا ہے)۔ (ت) رہا مقاتل کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے "اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور صبح سویرے"۔ تو میں کہتا ہوں کہ بہت ضعیف ہے اور بہت ہی ضعیف ہے، بلکہ سرے سے بیکار ہے، کیونکہ یہ آیت سورہ حم مومن کی ہے اور اس کا نزول سورہ بنی اسرائیل سے، جس میں معراج کا ذکر ہے، طویل زمانے کے بعد ہوا ہے۔ چنانچہ ابن ضریس نے فضائل قرآن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سورتیں نازل ہونے کی ترتیب اس طرح بیان کی ہے کہ ابن عباس نے کہا ہے کہ "قرآن میں سب سے پہلے سورہ اقرأ باسم ربک نازل ہوئی، پھر ن۔ ابن ضریس نے یہ روایت پوری بیان کی ہے یہاں تک کہ کہا ہے "پھر بنی اسرائیل، پھر یونس، پھر ہود، پھر یوسف، پھر حجر، پھر انعام، پھر طفت، پھر لقمان، پھر سبا، پھر زمر، پھر حم مومن آخر تک۔ تو پھر حم مومن کی آیت سے۔"

صلاتین؟ الا ان یقال: لم یقصد الحصر. بدلیل ان قیام اللیل کان فریضة من قبل قطعاً؛ ولكن یتقی قوله تعالیٰ واطراف النهار؛ وحمله علی المذکور تین یستلزم التکرار۔

امّا استدلال مقاتل بقوله تعالیٰ

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعِشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿۵۵﴾^۱، فاقول: اضعف،

واضعف؛ بل لیس بشیعی اصلاً. فان الآية من سورة حم المؤمن، وقد تأخر نزولها عن سورة بنی

اسرائیل النازلة بخبر الاسراء. بزمان طویل،

فقد روى ابن الضریس فی فضائل القرآن عن

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما. فی حدیث

ترتیب نزول السور. قال: کان اول منازل من

القرآن اقرأ باسم ربک. ثم ن. فذكر الحدیث

الی ان قال: ثم بنی اسرائیل. ثم یونس، ثم

هود، ثم یوسف، ثم الحجر. ثم الانعام، ثم

الصفات. ثم لقمان، ثم سبا، ثم الزمر. ثم حم

المؤمن^۲۔ الحدیث۔ فکیف یستدل بها علی

ایجاب صلاة قبل الاسراء؟ لاجرم ان

^۱ القرآن سورہ مؤمن ۵۵ آیت ۵۵

^۲ فضائل القرآن لابن الضریس

کس طرح استدلال کیا جاسکتا ہے کہ معراج سے پہلے بھی نماز فرض تھی (جبکہ اس وقت تک وہ سورۃ نازل ہی نہیں ہوئی تھی) اسی لئے ترجمان القرآن رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر پانچ نمازوں سے کی ہے۔ جیسا کہ معالم میں ہے۔ اور کبھی استدلال کیا جاتا ہے اس حدیث سے جو ابن ابی حاتم نے انس رضی اللہ عنہ سے واقعہ معراج اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت المقدس میں آنے کے بارے میں روایت کی ہے (اس میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا) ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بہت سے لوگ جمع ہو گئے پھر ایک مؤذن نے اذان دی اور نماز کیلئے اقامت کہی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم سب صفیں باندھ کر اس انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ ہمارا امام کون بنتا ہے، تو جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آگے کر دیا، چنانچہ میں نے سب کو نماز پڑھائی، جب میں نے سلام پھیرا تو جبریل نے مجھ سے کہا: "کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی ہے؟" میں نے کہا نہیں جبریل نے کہا آپ کے پیچھے ہر اس نبی نے نماز پڑھی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے۔ یہی وہ حدیث ہے جس کی طرف زرقانی کے کلام میں نعمانی کے حوالے سے اشارہ کیا گیا ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں کہ شاید دلیل پیش کرنے والے کا مطمح نظر یہ ہو کہ اس نماز میں اذان و اقامت ہوئی تھی اور یہ فرائض کے ساتھ خاص ہیں، لیکن اس پر اعتراض ظاہر ہے۔ اولاً اس لئے کہ معروف اذان و اقامت تو مدینہ میں شروع ہوئی تھی، جبکہ معراج ہجرت سے پہلے ہوا تھا۔ اسی لئے زرقانی نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے "ایک مؤذن نے اذان کہی" کے یہ معنی

فسرھا ترجمان القرآن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالصلوات الخمس¹، کمافی المعالم۔ وقد يستدل بمأروى ابن ابی حاتم فی تفسیرہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث الاسراء واتیانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت المقدس "لم البث الا یسیرا حتی اجتمع ناس کثیر. ثم اذن مؤذن واقبیت الصلاة" قال: فقمنا صفوفاً ننتظر من یؤمنا فاخذ جبریل علیہ الصلاة والسلام بیدی فقد منی فصلیت بهم. فلما انصرفت. قال لی جبریل: اتدری من صلی خلفک؟ قلت: لا. قال: صلی خلفک کل نبی بعثه اللہ²۔ وهو الحدیث المشار الیه فی کلام الزرقانی عن الامام النعمانی۔

اقول: ولعل مطمح نظر المستدل وقوع الاذان والاقامة فانهما من خصائص الفرائض اولاً فلان الاذان والاقامة المعروفین مآشرعاً الا بالمدینة. والاسراء قبل الهجرة ولذا قال الزرقانی فی تفسیر الحدیث. اذن مؤذن. ای اعلم بطلب الصلاة. فاقبیت الصلوة. ای تھیئو لها

1 معالم التنزیل مع تفسیر الخازن زیر آیت فلولا ان کان من المسجین مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۹۸/۶

2 شرح الزرقانی علی المواب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۶۲/۶

بیان کیے ہیں کہ اس نے نماز کے لئے طلب کیے جانے سے ان کو آگاہ کیا، "اور نماز کیلئے اقامت کہی گئی" کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ اس کیلئے تیار ہو گئے اور اس میں شروع ہو گئے، اس لئے یہ اعتراض نہیں پیدا ہو گا کہ اذان و اقامت تو مدینہ میں شروع ہوئی تھیں اور معراج مکہ میں ہوا تھا۔ تاہم، اس لئے کہ اذان و اقامت کافرائض کے ساتھ مخصوص ہونا تو امت کیلئے ان کے مشروع ہونے کے بعد معلوم ہوا ہے۔ مشروعیت سے پہلے تخصیص پر کون سی دلیل ہے؟ تاہم، اس لئے اور یہ اعتراض استدلال کی جڑ کاٹنے والا ہے کہ معراج رات کو ہوئی تھی اور یہ ہم جان چکے ہیں کہ رات کی نماز، پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے بھی فرض تھی، تو کیا بتا، ہو سکتا ہے یہ وہی رات کی نماز ہو! اسی سے اس کا جواب بھی ظاہر ہو جاتا ہے جس کو ہو سکتا ہے کوئی متدل بطور دلیل پیش کرے یعنی مسلم کی وہ روایت جو ابو ہریرہ سے حدیث معراج میں مروی ہے (کہ رسول اللہ نے فرمایا) اور نماز کا وقت ہو گیا تو میں نے انہیں نماز پڑھائی۔ (ت)

وَشَرَعُوا فِيهَا، فَلَا يَرِدَانِ الْاِذَانَ وَالْاِقَامَةَ
انما شرعاً بالمدينة والاسراء كان بركة¹ اه
مأثراً فلان تخصيصهما بالفرائض انما عرف
بعد ما شرعاً للامة. اما قبل ذلك فأي دليل عليه؟
واما ثالثاً، وهو القاطع، فلان الاسراء انما كان
بالليل، وقد علمنا ان صلاة الليل كانت فريضة
قبل فرض الخمس، فما يدريك لعلها هي. وبه
يظهر الجواب عما عسى ان يتعلق به متعلق.
مباروي مسلم عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه
في حديث الاسراء "وحانت الصلاة فامتهم"² -

تاہم اس قدر یقیناً معلوم کہ معراج مبارک سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نمازیں پڑھتے۔ نماز شب کی فرضیت تو خود سورہ مزمل شریف سے ثابت اور اُس کے سوا اور اوقات میں بھی نماز پڑھنا وارد عام ازینکہ فرض ہو یا نفل، حدیث میں ہے:

فرضیت پنجگانہ سے پہلے مسلمان چاشت اور عصر پڑھا کرتے
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام جب آخر روز کی نماز
پڑھتے گھاٹیوں میں متفرق ہو کر تنہا پڑھتے۔

كان المسلمون قبل ان تفرض الصلوات الخمس
يصلون الضحى والعصر، فكان النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم واصحابه اذا صلوا آخر النهار، تفرقوا في
الشعاب فصلوها فرادى³ -

¹ شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱۶/۵۷

² الصحیح لمسلم باب الاسراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹۶

³ الاصابہ فی تمییز الصحابة حدیث ۲۳ ترجمہ عزیزہ بنت ابی تجرة مطبوعہ دار صادر بیروت لبنان ۱۳/۳۶۳

اس کو ابن سعد وغیرہ نے عزیزہ بنت تجرہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ یہ بات اصابہ میں عزیزہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں مذکور ہے۔ (ت)

رواہ ابن سعد وغیرہ عن عزیزة بنت ابی تجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکرہ فی ترجمتها من الاصابة۔

احادیث اس باب میں بکثرت ہیں اور ان کی جمع و تلیق کی حاجت نہیں بلکہ نماز شروع روز شریفہ سے مقرر و مشروع ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اول بار جس وقت وحی اتری اور نبوتِ کریمہ ظاہر ہوئی اسی وقت حضور نے بہ تعلیم جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھی اور اسی دن بہ تعلیم اقدس حضرت ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پڑھی، دوسرے دن امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الاسنی نے حضور کے ساتھ پڑھی کہ ابھی سورہ مزمل نازل بھی نہ ہوئی تھی تو ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔

تخریج کی ہے احمد اور ابن ماجہ نے اور حارث نے اپنی مُسند میں اور دیگر محدثین نے اسامہ ابن زید سے، وہ اپنے والد سے راوی ہیں کہ وحی کے آغاز میں ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو وضو اور نماز کا طریقہ بتایا، جب وضو سے فارغ ہوئے تو چلو بھر پانی لیا اور اپنے فرج پر چھڑکا۔ سیرت ابن اسحاق میں، سیرت ابن ہشام میں، مواہب لدنیہ کے کتاب الخمس میں، ابن حجر مکی کی افضل القرى لقراء ام القرى میں، سید ابوالسعود ازہری کے حاشیہ کنز میں، سید احمد طحطاوی کے حاشیہ در مختار میں مذکور ہے اور الفاظ قسطلانی کے ہیں جن میں اس کی شرح زر قانی سے اضافہ کیا گیا ہے (روایت کی گئی ہے) بصیغہ مجہول اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس کے جتنے طریقے بھی ہیں وہ اعتراض سے خالی نہیں ہیں، لیکن چونکہ متعدد ہیں اس لئے ان کے اجتماع سے قوت

فقد اخرج احمد وابن ماجة والحارث في مسنده وغيرهم عن اسامة بن زيد عن ابيه رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان جبریل اتي النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فی اول ما اوحی الیہ، فآراه الوضوء والصلاة، فلما فرغ من الوضوء اخذ غرفة من ماء فنضح بها فرجه¹۔ وفي سيرة ابن اسحاق، وسيرة ابن هشام، و المواهب الدنية من المقصد الاول، وكتاب الخبيس، وافضل القرى لقراء ام القرى، للامام ابن حجر المکی، ثم حاشية الكنز للعلامة السيد ابی السعود الازهری، ثم حاشية الدر للعلامة السيد احمد الطحطاوی، وهذا لفظ القسطلانی، مزیدا من الزرقانی، (قد روى) مَرَّضه لان له طرفا لا تخلو من مقال؛ لكنها متعددة يحصل باجتماعها

1 مُسند امام احمد بن حنبل حدیث زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۳۱۴ھ

حاصل ہو جاتی ہے (کہ جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے) جبکہ آپ مکہ کے بالائی حصہ میں تھے جیسا کہ سیرت ابن اسحاق میں ہے، یعنی کوہ حرا پر تھے جیسا کہ خمیس میں ہے (اچھی صورت اور عمدہ خوشبو میں اور کہا: "اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ انسانوں اور جنوں کی طرف میرے رسول ہیں اس لئے انہیں دعوت دیں کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں۔ پھر جبریل نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو پانی کا چشمہ ابل پڑا اور جبریل نے اس سے وضو کیا) ابن اسحاق نے اضافہ کیا ہے کہ "اور رسول اللہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے تاکہ رسول اللہ کو نماز کیلئے طہارت کا طریقہ بتائے (پھر آپ سے کہا کہ آپ بھی وضو کریں۔ پھر جبریل نماز پڑھنے لگے اور رسول اللہ کو کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ پڑھیں) ابو نعیم نے حضرت عائشہ سے جو روایت کی ہے اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جبریل نے قبلہ رخ ہو کر دو رکعتیں پڑھیں (چنانچہ وضو اور نماز سکھانے کے بعد جبریل تو آسمان پر چلے گئے اور رسول اللہ گھر کی طرف واپس ہوئے تو راستے میں جس پتھر، ڈھیلے یا درخت کے پاس سے آپ گزرتے وہ کہتا "السلام علیک یا رسول اللہ"۔ یہاں تک کہ آپ خدیجہ کے پاس آئے اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا تو انہیں فرط مسرت سے غشی آگئی پھر رسول اللہ نے انہیں بھی وضو کرنے کا حکم دیا اور رسول اللہ نے ان کو بھی اسی طرح نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے

القوة (ان جبریل بدالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وهو باعلیٰ مکة، كما عند ابن اسحاق. ای بجبل الحراء، كما في الخبيس (في احسن صورة و اطيب رائحة فقال: يا محمد! ان الله يقربك السلام ويقول لك: انت رسول الى الجن والانس فادعهم الى قول لا اله الا الله، ثم ضرب برجله الارض فنبتت عين ماء فتوضأ منها جبريل) زاد ابن اسحاق، ورسول الله ينظر اليه. ليريه كيف الطهور الى الصلاة (ثم امره ان يتوضأ، وقام جبريل يصلي، وامره ان يصلي معه) زاد في رواية ابن نعيم عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا، فصلی رکعتین نحو الکعبة (فعلمه الوضوء والصلاة، ثم عرج الى السماء ورجع رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، لا يبر بحجر ولا مدر ولا شجر الا وهو يقول: السلام عليك يا رسول الله! حتى اتى خديجة، فأخبرها فغشى عليها من الفرح، ثم امرها فتوضأت، وصلى بها كما صلى به جبرئيل) زاد في رواية، وكانت اول من صلى (فكان ذلك اول فرضها) ای تقدیرها (رکعتین) ۱ اھ ولہ تمام سیاتی۔ وخرج الطبرانی عن ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال: صلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

1 شرح الزرقانی المقصد الاوّل فی تشریف اللہ تعالیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱۱/۳۷۷

آپ کو پڑھائی تھی) ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ خدیجہ سب سے پہلے نماز پڑھنے والی ہیں (تو یہ نماز کی پہلی فرضیت تھی) یعنی اس کا اندازہ تھا (دور کعتیں) اہ اس روایت کا باقی حصہ عنقریب آئے گا۔ اور طبرانی نے ابورافع رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوموار کے ابتدائی حصے میں پہلی نماز پڑھی، خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سوموار کے آخری حصے میں اور علی رضی اللہ عنہ نے منگل کے دن۔ (ت)

وسلم، اول یوم الاثنين، وصلت خديجة أخره،
وصلى على يوم الثلاثاء¹۔

باجملہ یہ سوال ضرور متوجہ ہے کہ معراج سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے، اقوال ملاحظہ آیات واحادیث سے ظاہر کہ وہ نماز اسی انداز کی تھی اُس میں طہارتِ ثوب بھی تھی قال تعالیٰ فی سورۃ المدثر، وَثِيَابَكَ فَطَهَّرْ² (اللہ تعالیٰ نے سورہ مدثر میں فرمایا ہے "اور اپنے کپڑوں کو پاک کرو"۔ ت) وضو بھی تھا کما تقدم انفا) جیسا کہ ابھی گزرا ہے۔ ت) استقبالِ قبلہ بھی تھا،

جیسا کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی حدیث گزری ہے۔ اور ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں روایت کی ہے کہ حدیث بیان کی مجھ سے عبداللہ ابن کحج مکی نے اپنے ساتھیوں عطا اور مجاہد سے اور کچھ لوگوں سے جنہوں نے یہ روایت بیان کی ہے۔ اس کے بعد ابن اسحاق نے عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کیا ہے اس میں ہے کہ (عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں آہستہ آہستہ چلتا جا رہا تھا اور رسول اللہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور قرآن کی تلاوت کر رہے تھے یہاں تک کہ میں آپ کے سامنے آپ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو گیا، میرے اور آپ کے درمیان کعبے کے غلاف کے سوا کوئی حائل نہیں تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے قرآن سنا تو میرا دل اس کے لئے نرم ہو گیا۔ الحدیث (ت)

كما مر من حديث امر المؤمنين رضی اللہ تعالیٰ عنہا، و روى ابن اسحق في سيرته قال: حدثني عبدالله ابن نجيب المكي عن اصحابه، عطاء ومجاهد وعمر بن ذكوان، فساق حديث اسلام عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وفيه، فجعلت امشي رويدا ورسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قائم يصلي يقرأ القرآن، حتى قمت في قبلته مستقبلة، ما بيني وبينه الا ثياب الكعبة۔ قال: فلما سمعت القرآن رق له قلبي³۔ الحديث۔

¹ المعجم الكبير للطبراني عن عبد الله ابن ابي رافع حديث ۹۵۲ مطبوعه المكتبة الفيصلية بيروت ۱/۳۲۰

² القرآن سورة المدثر ۷۴ آیت ۳

³ سیرت ابن اسحاق

کبیر تحریرہ بھی تھی قال تعالیٰ: وَرَبَّكَ فَكَبِّرُ ۝¹ اور اپنے رب کی تکبیر کہہ۔ ت) وقال عزاسمہ فی سورة الاعلیٰ النازلة قدما، وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ۝² (اور اللہ تعالیٰ نے سورہ اعلیٰ میں، جو پہلے نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے، کہا ہے "اور یاد کیا اپنے رب کے نام کو پھر نماز پڑھی۔" ت) قیام بھی تھا، قال تعالیٰ:

<p>اے اوڑھنے والے! رات کو قیام کیا کرو" اور اس سے بعد کی آیتیں، اس آیت تک "بے شک تیرا رب جانتا ہے کہ تو کبھی دو تہائی رات سے کم قیام کرتا ہے کبھی نصف رات اور کبھی ایک تہائی رات۔ اور ان لوگوں کی ایک جماعت بھی جو تیرے ساتھ ہے۔ (ت)</p>	<p>يَا أَيُّهَا الْمُبْتُدُّ ۝ قُمْ لَيْلًا إِلَّا قَلِيلًا ۝³ الأيات الى قوله جل ذكره إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثَيِّ اللَّيْلِ وَنُصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَآءِفَةٌ مِّنْ⁴ -</p>
--	---

قرات بھی تھی۔

<p>اللہ تعالیٰ نے سورہ مزمل میں فرمایا ہے: "پس پڑھو جتنا قرآن میسر ہو سکے"۔ اور مقاتل کا جو قول پہلے گزرا ہے کہ دو ۲ رکعتیں صبح کی اور دو ۲ رکعتیں رات کی فرض تھیں، اس کے تحت زرقانی نے کہا ہے "ممكن ہے کہ نزول فاتحہ سے پہلے رسول اللہ ان رکعتوں میں سورہ اقرآ کی وہ آیات پڑھتے ہوں جو نازل ہو چکی تھیں۔ (ت)</p>	<p>قال تعالیٰ فی سورة المزمل فَأَقْرَأْ مَا تيسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۝⁵ وقال الزرقانی تحت ماتقدم من قول مقاتل رکعتین بالغداة ورکعتین بالعشی، یحتمل انه كان یقرؤ فیہما بما أتاه من سورة اقرء، حتی نزلت الفاتحة⁶۔</p>
---	---

رکوع بھی تھا:

<p>لیکن اس میں اختلاف ہے جو عنقریب آرہا ہے۔ اور جن احادیث میں معراج سے پہلے نماز پڑھنے کا</p>	<p>علی خلف فیہ، کہا سبقتی، وقد تظافرت الاحادیث الحاکية عما قبل الاسراء بصلاة</p>
---	--

¹ القرآن سورہ مدثر ۷۴ آیت ۳

² القرآن سورہ الاعلیٰ ۸۷ آیت ۱۵

³ القرآن، سورہ مزمل ۷۳

⁴ القرآن ۲۰/۷۳

⁵ القرآن ۲۰/۷۳

⁶ شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام المطبعة العامرة مصر ۱۱/۷۳

بیان ہے، ان میں بکثرت رکعات یا دو رکعتوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک تو وہی ہے جو ابھی ابو نعیم کے حوالے سے گزری تھی کہ نماز پڑھی دو رکعتیں۔ اور ابو نعیم کے علاوہ ایک دوسرے محدث کی روایت کہ ابتدا میں صرف دو رکعتیں فرض تھیں۔ اور رکعت کی وجہ تسمیہ ہی یہ ہے کہ اس میں رکوع پایا جاتا ہے۔ (ت)

رکعات او رکعتین، منها ما تقدم أنفاً من حدیث ابی نعیم فصلی رکعتین، ومن حدیث غیرہ فکان ذلک اول فرضها رکعتین، وانما سیبت رکعة للركوع۔

سجود بھی تھا:

جیسا کہ اس حدیث میں ہے جس میں ابو جہل اور دیگر کفار لعنہم اللہ کی ایذا رسانی کا ذکر ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے تو کفار نے ان کے سجدے پر نگاہ رکھی اور آپ پر وہ کچھ ڈال دیا (یعنی او جھڑیاں وغیرہ) جس کے بدلے میں بدر کے کنوئیں میں ملعون کر کے پھینک دیئے گئے۔ اور یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے معروف ہے اور اس میں ہے کہ کوئی جا کر او جھڑیاں لائے پھر محمد کو اتنی مہلت دے کہ وہ سجدے میں چلا جائے، اس وقت اس کے شانوں کے درمیان او جھڑیاں رکھ دے۔ راوی کہتا ہے کہ ان میں سے جو بہت بد بخت تھا وہ اس کام کیلئے تیار ہو گیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے تو اس نے او جھڑیاں آپ کے شانوں کے درمیان رکھ دیں اور آپ سجدے میں پڑے رہے۔ الحدیث۔ اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ اقرآ میں فرمایا ہے: "اور سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو"۔ (ت)

كما في حدیث ایذاء ابی جهل وغیرہ من الکفرة. لعنهم الله تعالى. حين صلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عند الكعبة. فرمقوا سجوده. فالقوا عليه ما ألقوا به في قليب بدر ملعونين. والحمد لله رب العالمين. والحدیث معروف في الصحيحين وغیرهما عن ابن مسعود رضی الله تعالى عنه. وفيه من قول الكفار "يجيبه به ثم يبمله حتى اذا سجد وضع بين كتفيه؛ قال: فأنبعث اشقاهم فلما سجد صلى الله تعالى عليه وسلم وضعه بين كتفيه. وثبت النبی صلى الله تعالى عليه وسلم ساجدا¹۔ الحدیث۔ وقد قال تعالى في سورة اقرآ. وَأَسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿٥٠﴾

¹ صحیح البخاری باب المرأة تطرح علی المصلی شیئا من الاذی مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱/۴

<p>جیسا کہ بعث والی حدیث گزری ہے اور اس کے الفاظ ابن اسحاق کے ہاں اس طرح ہیں "پھر جبریل آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور آپ کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ نے جبریل کی نماز کے مطابق نماز پڑھی (یہاں تک کہ خدیجہ کے بارے میں کہا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے رسول اللہ کو پڑھائی تھی چنانچہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مطابق نماز پڑھی۔ اھ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور ایک جماعت ان لوگوں کی جو تمہارے ساتھ ہے" بخاری و مسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی روایت کی ہے جس میں ابتداءً وحی کے دوران رسول اللہ کے پاس جنّت کے آنے کا ذکر ہے۔ اس میں ہے کہ جب جنّت آپ کے پاس آئے اس وقت آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ زرقانی نے کہا ہے کہ فجر کی نماز سے مراد وہ دو رکعتیں ہیں جو طلوع آفتاب سے پہلے پڑھا کرتے تھے الخ۔ (ت)</p>	<p>كما تقدم من حديث البعث، ولفظه عن ابن اسحق، ثم قام به جبرئيل فصلى به، وصلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بصلاته، (الى ان قال في خديجة) صلى بها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كما صلى به جبرئيل، فصلت بصلاته¹۔ اھ وقد قال تعالى وَطَافَهُ مِنَ الَّذِينَ مَعَهُ² واخرج الشيخان عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی حدیث مجیبی الجن الیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول البعث، انہم اتوا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وهو یصلی باصحابہ صلاة الفجر³، قال الزرقانی المراد بالفجر الركعتان اللتان کان یصلیہا قبل طلوع الشمس⁴ الخ۔</p>
--	---

جسر بھی تھا:

<p>اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "کہو وحی کی گئی ہے میری جانب کہ جنوں کی ایک جماعت نے کان لگا کر سنا تو کہا ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف</p>	<p>قال تعالى قُلْ اَوْحِيَ اِلَيَّ اِنَّهُ اسْتَمَعَ نَفْسًا مِنَ الْجِنَّةِ فَقَالُوا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْآٰنًا عَجَبًا ۙ يَهْدِيْٓ إِلَى الرُّشْدِ فَامْتَابِهٖ⁵، وقد كانوا سبعة صلى الله تعالى</p>
---	---

¹ سیرت ابن اسحاق

² القرآن ۳/۲۰

³ صحیح البخاری زیر آیت قل اوحی الی الخ مطبوعہ قدیمی مکتب خانہ کراچی ۳۲/۲

⁴ شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الاول ذکر الجن مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۳۲۹/۱

⁵ القرآن ۲۲/۱-۲

رہنمائی کرتا ہے "اور جنات نے رسول اللہ کی یہ قرأت نماز فجر میں سُنی تھی، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور ابن اسحاق کی روایت بھی گزر چکی ہے جو امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بارے میں ہے۔ اور ابن اسحاق نے اپنے مسند میں عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ فرماتے ہیں "اسلام لانے سے پہلے ایک دن میں رسول اللہ کا سامنا کرنے کے لئے گھر سے نکلا تو آپ اُس وقت مسجد کو جا چکے تھے میں جا کر ان کے پیچھے کھڑا ہو گیا، انہوں نے سورۃ الحاقہ شروع کی تو میں قرآن کی تالیف و ترتیب پر حیران رہ گیا اور میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص شاعر ہے، اُسی وقت آپ نے یہ آیت پڑھی "اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے تم بہت کم ایمان لاتے ہو۔" میں نے سوچا کہ یہ کاہن ہے کہ اس کو میرے دل کی بات معلوم ہو گئی، اُسی وقت آپ نے یہ آیت پڑھی "نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو سورۃ کے آخر تک۔ چنانچہ اسلام میرے دل میں پوری طرح گھر گیا۔

اقول: (میں کہتا ہوں: لیکن ابن عباس نے اپنی مذکورہ روایت میں بیان کیا ہے کہ سورۃ الحاقہ کا نزول اس وقت ہوا جب سورہ بنی اسرائیل کے بعد ستائیس سورتیں نازل ہو چکی تھیں اور ابن عباس نے الحاقہ کو ان سورتوں میں شمار کیا ہے جو مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی تھیں (پھر حضرت عمر نے الحاقہ کی آیات اسلام لانے سے پہلے

علیہ وسلم فی صلاة الفجر، كما تقدم. ومّرّ حدیث ابن اسحاق فی اسلام امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وروی ابن سنجر فی مسنده عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ "خرجت اتعرض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل ان اسلم، فوجدته قد سبقنی الی المسجد، فقمت خلفه، فاستفتح سورة الحاقه، فجعلت اتعجب من تألیف القرآن، فقلت: هو شاعر كما قالت قریش، فقراً

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿١﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ﴿٢﴾ قِيلًا لَمَاتُ مُمُونٌ ﴿٣﴾ فَقُلْتُ: كَاهِنٌ، عِلْمٌ مَا فِي نَفْسِي، فَقَرَأَ وَلَا يَقُولُ كَاهِنٌ ﴿٤﴾ قِيلًا لَمَاتُ كُرُونٌ ﴿٥﴾ الی آخر السورة، فوقع الاسلام فی قلبی كل موقع¹۔

اقول: لکن ذکر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی حدیثہ المذکور نزول الحاقہ بعد بنی اسرائیل بسبع وعشرین سورۃ، وجعلها من اواخر ما نزل بکة، ولا یظهر الجمع بان بعضها نزل قديماً فسمعه عمر قبل ان یسلم وتأخر نزول الباقي، واعتبر ابن عباس بالاکثر، فان امیر المؤمنین یقول فی هذا الحدیث، ان صح: فاستفتح سورة الحاقه، ویذکر الایات من اواخرها، ثم یقول الی آخر السورة، فالله

¹ شرح الزرقانی علی المواہب مقصد اول اسلام عمر فاروق مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱۱/۳۲۲

تعالیٰ اعلم؛

بل قال مجاهد فی قوله تعالیٰ فأصعد بماتؤمر هو
الجهر بالقرآن¹ - حکاہ فی المواہب من المقصد
الاول، قال: قالوا وكان ذلك بعد ثلث سنين من
النبوة. قال الزرقانی: تبرأ منه لجزم الحافظ فی
سیرتہ بان نزول الآية كان فی السنة الثالثة² -

کس طرح سُن لی تھیں، جبکہ وہ نبوت کے چھٹے سال میں ایمان لائے
تھے اور اس وقت یہ سورت نازل ہی نہیں ہوئی تھی) اور یہ تطبیق کرنا
غیر ظاہر ہے کہ ہو سکتا ہے اس کا کچھ حصہ پہلے نازل ہوا ہو اور حضرت عمر
نے اس کو سُن لیا ہو اور باقی ماندہ زیادہ تر حصہ بعد میں نازل ہوا ہو اور
حضرت ابن عباس نے اکثر باقی ماندہ حصے کے نزول کو ملحوظ رکھا ہو۔ غیر
ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر (اسلام عمر والی) یہ حدیث صحیح ہے تو اس
میں عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "پس شروع کی رسول اللہ نے سورۃ
الحاقہ، پھر سورۃ کے آخری حصے کی چند آیات ذکر کرتے ہیں اور کہتے
ہیں "سورت کے آخر تک" (یعنی اس روایت کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ
سورت شروع سے آخر تک اس وقت نازل ہو چکی تھی پھر مندرجہ بالا
تطبیق کیسے ظاہر ہو سکتی ہے؟) پس اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ بلکہ مجاہد نے کہا
ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا "اے نبی!) جس چیز کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے
اس کا اعلان کرو: "اس سے مراد قرآن کو جہر پڑھنا ہے۔ یہ بات مواہب
کے مقصد اول میں مذکور ہے۔ صاحب مواہب نے کہا: "کہتے ہیں کہ یہ
آیت نبوت کے تین سال گزرنے کے بعد نازل ہوئی"۔ اس کی شرح
میں زرقانی نے کہا ہے کہ "کہتے ہیں" کہہ کر) ضعف کی طرف اشارہ کیا
ہے کیونکہ حافظ نے اپنی سیرت میں یقین ظاہر کیا ہے کہ یہ آیت نبوت
کے تیسرے سال کے دوران نازل ہوئی تھی۔ (ت)

بالجملہ جہاں تک نظر کی جاتی ہے نماز سابق اصول و ارکان میں اسی نماز مستقر کے موافق نظر آتی ہے بلکہ حدیث مذکور بلفظ مواہب میں
بعد فکان ذلك اول فرضها رکعتین (ابتداء میں نماز کی دو رکعتیں فرض ہوئی تھیں۔ ت) کے فرمایا:

پھر اللہ تعالیٰ نے سفر میں دو رکعتیں برقرار رکھیں اور حضر میں
(چار) مکمل کر دیں۔ (ت)

ثم ان الله تعالیٰ اقرها فی السفر كذلك واتمها فی
الحضر³ -

شرح زرقانی میں ہے:

"برقرار رکھیں" کا مطلب یہ ہے کہ ان دو رکعتوں کو

اقرها اسی شرعاً علی ہیئۃ ماکان

¹ المواہب اللدنیۃ للجمہر بالمدعوۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲۲۲/۱ و ۲۲۳

² شرح الزرقانی علی المواہب مراتب الوجی از مقصد اول مطبعہ العامرہ مصر ۱/۲۸۷

³ المواہب اللدنیۃ اول امر الصلوۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۱۱

یصلیہا¹ قبل۔ اسی طرح مشروع قرار دے دیا جس طرح آپ پہلے سے پڑھتے تھے۔ (ت)

قبل اس سے ظاہر یہ کہ پیش از معراج دو رکعتیں اسی طرح کی تھیں جیسی اب ہیں مگر بعض علماء فرماتے ہیں معراج سے پہلے رکوع اصلانہ تھا نہ اس شریعت میں نہ اگلے شرائع میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت مرحومہ کے خصائص سے ہے کہ بعد اسرا عطا ہوا بلکہ معراج مبارک کی صبح کو جو پہلی نماز ظہر پڑھی گئی اُس تک رکوع نہ تھا اُس کے بعد عصر میں اُس کا حکم آیا اور حضور و صحابہ نے ادا فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسند بزار و معجم اوسط طبرانی میں امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث اس معنی کو مفید امام جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں:

باب اختصاصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالركوع في الصلاة۔ ذکر جماعة من المفسرين في قوله تعالى واركعوا مع الراكعين. ان مشروعية الركوع في الصلاة خاص بهذه الملة. وانه لا ركوع في صلاة بنى اسرائيل، ولذا امرهم بالركوع مع امة محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم. قلت: وقد يستدل له بما اخرجه البزار والطبرانی في الاوسط عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ. قال: اول صلاة ركعنا فيها صلاة العصر. فقلت يا رسول الله ما هذا؟ قال: بهذا امرت۔ ووجه الاستدلال انه صلى قبل ذلك صلاة الظهر، وصلى قبل فرض الصلوات الخمس قيام الليل وغير ذلك، فكون الصلاة السابقة بلا ركوع قرينة لخلو صلاة الامر السابقة منه²۔

باب، اس بیان میں کہ رسول اللہ نماز میں رکوع کے ساتھ مختص ہیں۔ مفسرین کی ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ کے فرمان "اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نماز میں رکوع کا ہونا اس امت کے ساتھ خاص ہے، اور بنی اسرائیل کی نماز میں رکوع نہیں تھا، اسی لئے ان کو حکم دیا گیا ہے کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکوع کریں۔ اور اس پر دلیل پیش کی جاتی ہے کہ بزار نے اور طبرانی نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ پہلی نماز جس میں ہم نے رکوع کیا وہ عصر کی نماز تھی، تو ہم نے کہا: "یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟" تو آپ نے فرمایا: "مجھے اسی طرح حکم دیا گیا ہے۔" استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ رسول اللہ نے اس سے پہلے ظہر کی نماز پڑھی تھی، اور پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے قیام لیل بھی کرتے تھے، کچھ اور نوافل بھی پڑھتے تھے، تو ان تمام نمازوں میں رکوع کا نہ ہونا اس بات کا قرینہ ہے کہ پہلی امتوں کی نمازوں میں رکوع نہ تھا (ت)

¹ شرح الزرقانی علی المواہب مراتب الوحي مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱۳۱۱ھ - ۱۳۷۳ھ

² الخصائص الکبریٰ باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالركوع مكتبة نوريه رضويہ سکر ۲۰۵/۲

شرح زرقانی مقصد خامس میں ہے:

<p>رکوع اس اُمت کی خصوصیات میں سے ہے اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے پہلے جو نمازیں پڑھا کرتے تھے ان میں رکوع نہ تھا، اسی طرح معراج کے بعد جو ظہر پڑھی (اس میں بھی رکوع نہ تھا) اس ظہر کے بعد آپ نے جو عصر پڑھی تو وہ پہلی نماز تھی جس میں رکوع کیا گیا۔ (ت)</p>	<p>الرکوع من خصائص الامة. وماصلاة المصطفى صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل الاسراء لارکوع فیہ؛ وکذاظہر عقب الاسراء. واول صلاة برکوع. العصر بعدها¹۔</p>
---	--

اقول: یہ حدیث طبرانی اگر صحیح یا حسن ہے تو استناد صحیح و حسن ہے ورنہ اس کا صریح معارض حدیث عقیف کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موجود کہ وہ زمانہ جاہلیت میں مکہ معظمہ میں آئے کعبہ کے سامنے بیٹھے تھے دن خوب چڑھ گیا تھا کہ ایک جوان تشریف لائے اور آسمان کو دیکھ کر رُوبکعبہ کھڑے ہو گئے ذرا دیر میں ایک لڑکے تشریف لائے وہ ان کے دہنے ہاتھ پر قائم ہوئے تھوڑی دیر میں ایک بی بی تشریف لائیں وہ پیچھے کھڑی ہوئیں پھر جوان نے رکوع فرمایا تو یہ دونوں رکوع میں گئے پھر جوان نے سر مبارک اٹھایا تو ان دونوں نے اٹھایا جوان سجدے میں گئے تو یہ دونوں بھی گئے انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے حال پوچھا کہا یہ جوان میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ لڑکے میرے بھتیجے علی اور یہ بی بی خدیجہ الکبریٰ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما، میرے یہ بھتیجے کہتے ہیں کہ آسمان وزمین کے مالک نے انہیں اس دین کا حکم دیا ہے اور ان کے ساتھ ابھی یہی دو مسلمان ہوئے ہیں۔

<p>ابن عدی نے کامل میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں عقیف کندی رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ آیا، میں مکہ کے کپڑے اور عطر خریدنا چاہتا تھا اس لئے عباس کے پاس آیا کیونکہ وہ تجارت کیا کرتے تھے ابھی میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور سورج خوب روشن تھا اور آسمان پر بلند ہو چکا تھا کہ اچانک ایک نوجوان آئے اور آسمان کی طرف دیکھا پھر قبلہ رُوبکعبہ کھڑے ہو گئے، تھوڑی دیر کے بعد ایک لڑکے آئے اور جوان کے دائیں طرف کھڑے ہو گئے</p>	<p>اخرج ابن عدی فی الكامل وابن عساکر فی التاريخ عن عقیف الكندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ. قال: جئت فی الجاهلیة الی مكة. وانا ارید ان ابتاع لاهلی من ثیابها وعطرها. فاتیت العباس. وكان رجلا تاجرا. فانی عنده جالس انظر الی الكعبة. وقد كلفت الشمس وارتفعت فی السماء فذهبت اذ اقبل شاب فنظر الی السماء ثم قام مستقبلا لکعبة. فلم البث الا سیرا حتی</p>
--	--

¹ شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱۶/۵۷

تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک خاتون آئیں اور دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئیں، جو ان نے رکوع کیا تو لڑکے اور خاتون نے بھی رکوع کیا، وہ جو ان رکوع سے کھڑے ہوئے تو وہ دونوں بھی کھڑے ہو گئے، جو ان سجدے میں گئے تو وہ دونوں بھی سجدے میں چلے گئے۔ میں نے کہا: "اے عباس! یہ تو کوئی بڑا معاملہ ہے۔" عباس نے کہا: "ہاں، بڑا معاملہ ہے، جانتے ہو یہ جو ان کون ہے؟ یہ میرا بھتیجا محمد بن عبد اللہ ہے۔ جانتے ہو یہ لڑکا کون ہے؟ یہ علی ہے میرا بھتیجا۔ جانتے ہو یہ خاتون کون ہے؟ یہ خدیجہ بنت خویلد ہے، جو ان کی بیوی۔ میرے اس بھتیجے نے مجھے بتایا ہے کہ اس کے رب نے، جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے، اس کو اس دین کا حکم دیا ہے، اور ابھی ان تین کے علاوہ کسی نے اس دین سے اتفاق نہیں کیا ہے۔

اس میں ابن خثیم ہلالی ہے۔ ازدی نے کہا ہے کہ سعید، اسد ابن عبد اللہ العسری سے منکر روایتیں بیان کرتا ہے بخاری نے کہا:

جاء غلام فقام عن يمينه، ثم لم يلبث الا يسيرا حتى جاءت امرأة فقامت خلفهما، فرقع الشاب فرقع الغلام والمرأة، فرقع الشاب فرقع الغلام والمرأة، فسجد الشاب فسجد الغلام والمرأة، فقلت: يا عباس! امر عظيم، فقال: امر عظيم، تدرى من هذا الشاب؟ هذا محمد بن عبد الله، ابن اخي، تدرى من هذا الغلام؟ هذا علي ابن اخي، تدرى من هذه المرأة؟ هذه خديجة بنت خويلد، زوجته، ان ابن اخي هذا حدثني ان ربه، رب السموات والارض، امره بهذا الدين، ولم يسلم معه غيره هؤلاء الثلاثة¹

فيہ سعید بن خثیم الہلالی، قال الازدی منکر الحدیث عن اسد بن عبد اللہ العسری^{عہ}۔ قال البخاری:

اصل کتاب میں کاتب کا لکھا ہوا اسی طرح ہے، بعض تصحیح کرنے والوں نے لکھا ہے کہ شاید العنبری ہو اقول: (میں کہتا ہوں) میرے نزدیک یہ لفظ القسری ہے العسری کوئی لفظ نہیں۔ انساب میں ہم اس پر اصلاً مطلع نہ ہو سکے، یہ اسد بن عبد اللہ بن یزید بن الجلی خالد القسری کے بھائی ہیں قاف پر زبر اور سین (باقی اگلے صفحہ پر)

عہ ہذا فی الاصل بخط الناسخ وکتب علیہ بعض المصححین لعلہ العنبری اقول الصحیح القسری والعسری لیس بشیخ عثرنا علیہ قط فی الانساب وهو اسد بن عبد اللہ بن یزید بن الجلی اخو خالد القسری بفتح القاف وسكون المهملۃ فی حدیثہ لین

¹ الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ ایاس بن عقیف الکندی مطبوعہ المکتبۃ الاثریۃ شیخوپورہ ۱۰/۲۱۰

لا یتابع علی حدیثہ۔

اس کی حدیث پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

اور دعویٰ اختصاص امت پر آئیہ کریمہ وَكَلَّمَ دَاوُدَ اٰتَمًا فَتَكَلَّمَهُ فَاسْتَعْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَاَنْابَ ۝¹ اور داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے اسے آزمایا ہے تو اس نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور رکوع میں گر گیا اور انابت اختیار کی۔ (ت) کے ورود میں اگر تا مل بھی ہو فان کثیرا منهم فسروا ههنا الركوع بالسجود وان قال الحسين بن الفضل ان معناه خربعد ماکان راکعاً ای سجد (کیونکہ بہت سے علماء نے یہاں رکوع سے سجد مراد لیا ہے، اگرچہ حسین ابن فضل نے کہا ہے کہ "گر گیا" کا معنی یہ ہے کہ رکوع کے بعد گر گیا یعنی سجدے میں چلا گیا۔) تو آئیہ کریمہ لِيَرْيَمَ اَقْسَمَتِي لِيُبَكِّ وَاَسْجِدِي² وَاَمَّا كَيْفَ مَعَ الرَّكْعَيْنِ ۝ (اے مریم! عاجزی اختیار کرو اپنے رب کے روبرو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔) ت) ظاہرہ الورد ہے۔ معالم میں ہے:

کہا گیا ہے کہ یہاں سجدے کا ذکر رکوع سے پہلے اس لئے ہے کہ ان کی شریعت میں اسی طرح تھا اور بعض نے کہا ہے کہ رکوع تمام شریعتوں میں سجدے سے پہلے تھا

انما قدم السجود على الركوع لانه كذلك كان في شريعتهم، وقيل: بل كان الركوع قبل السجود في الشرائع كلها، وليس الواو للترتيب

پر جزم ہے اس کی حدیث میں کمزوری ہے پانچویں طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں ایک سو بیس^{۱۰} ہجری میں ان کا وصال ہوا انہوں نے اپنے والد اور بیٹی بن عقیف الکلندی سے روایت کی ہے اور ان سے سعید بن خثیم و سلم بن قتیبة اور سلیمان بن صالح سلمویہ نے روایت کی ہے یہ خراسان کے امیر تھے۔ بڑے سخی اور لائق تعریف تھے۔ بخاری کہتے ہیں کہ ان کی حدیث میں متابعت کی گئی جیسا کہ التقریب والتہذیب میں ہے ۱۲ فقیر محمد حامد رضا قادری غفرلہ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
من الخامسة مات سنة مائة وعشرين روى عن ابيه وعن يحيى بن عفيف وروى عنه سعيد بن خثيم وسلم بن قتيبة وسليمان بن صالح سلمويه وكان امير اعلی خراسان جوادا ممدوحا قال البخاری یتابع فی حدیثہ کذا فی التقریب وتہذیب التہذیب ۱۲ فقیر محمد حامد رضا قادری غفرلہ

1 القرآن ۳۸/۲۴

2 القرآن سورة آل عمران آیت ۳۳

بل للجمع¹۔ اور اوڑھتیب کے لئے نہیں ہے بلکہ جمع کیلئے ہے۔ (ت)

اقول یہاں اگرچہ تاویل رکوع خشوع ممکن مگر حدیث شب معراج:

ثم دخلت المسجد فعرفت النبيين مابين قائم و راعع وساجد² رواه الحسن بن عرفة وابونعيم عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه۔
پھر میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے نبیوں کو جانا کہ کچھ قیام میں ہیں کچھ رکوع میں اور کچھ سجود میں۔ اس کو حسن ابن عرفہ اور ابو نعیم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

جس میں تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مسجد اقصیٰ میں تشریف فرما ہوئے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملاحظہ فرمایا کوئی قیام میں ہے کوئی رکوع میں کوئی سجود میں نص مفسر غیر قابل التاویل ہے۔

فانه يفيد التقسيم، ولا يجوز ان يكون الخشوع قسيماً للقيام والسجود۔ فاندفع ما ذكر العلامة الزرقاني ههنا حيث قال تحت قوله مابين قائم و راعع، اي خاشع كخشوع الراعع، فلا يرد ان الركوع من خصائص الامة³ الى آخر ما قدمنا نقله ورأيتني، كتبت على هامشه، ما حاصله ان فيه مثل ما قدمنا عن الزرقاني نفسه ان النص يحمل على حقيقته الشرعية مهما امكن، وقد امكن، و اختصاص هذه الامة من بين الامم، لا ينفي صدور الركوع من الانبياء عليهم الصلاة والسلام، لاسيما بعد الوفاة؛ لاسيما بعد ما ظهرت شريعة نبي الانبياء صلي الله

کیونکہ یہ تقسیم کا فائدہ دیتا ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ خشوع، قیام اور سجود کے بالمقابل ایک قسم ہو۔ اس سے مسترد ہو گئی وہ بات جو علامہ زرقانی نے یہاں ذکر کی ہے۔ انہوں نے "کچھ قیام میں" "کچھ رکوع میں" کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے "یعنی اس طرح خشوع کرنے والے جس طرح رکوع کرنے والا کرتا ہے" اب یہ اعتراض پیدا نہیں ہوگا کہ رکوع اس امت کی خصوصیات سے ہے..... آخر تک، جیسا کہ ہم پہلے زرقانی سے نقل کر چکے ہیں۔ اور مجھے یاد آ رہا ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر جو لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں بھی وہی خامی ہے جو ہم زرقانی ہی سے نقل کر چکے ہیں کہ نص جہاں تک ہو سکے اپنی شرعی حقیقت پر حمل کی جائے گی، اور (یہاں شرعی حقیقت

1 تفسیر معالم التنزیل تفسیر سورہ آل عمران مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر۔ ۱۲/۳۴

2 شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ مطبعة العامرة مصر ۱۶/۵۶

3 شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ مطبعة العامرة مصر ۱۶/۵۷

مراد لینا) ممکن ہے۔ اور باقی امتوں میں سے اس امت کا رکوع کے ساتھ خاص ہونا، اس بات کے منافی نہیں ہے کہ انبیاء سے رکوع کا صدور ہوتا رہا ہے، خصوصاً ان انبیاء کے وصال کے بعد، خصوصاً نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ظاہر ہونے اور باقی انبیاء کی شریعتیں بیکر منسوخ ہونے کے بعد۔ اور حدیث میں رکوع کا قیام اور سجود کے ساتھ مذکور ہونا، واضح دلیل ہے کہ یہاں شرعی رکوع مراد ہے۔ لغوی رکوع یعنی خشوع مراد ہو بھی کیسے ہو سکتا ہے جبکہ انبیاء کیلئے تین قسم کی عبادات مذکور ہیں یعنی قیام، رکوع اور سجود۔ کیا تمہارے خیال میں جو انبیاء قائم یا ساجد تھے وہ خشوع کرنے والے نہیں تھے؟ میں نے جو کچھ حاشیہ میں لکھا تھا وہ ختم ہوا۔ (ت)

پھر میں کہتا ہوں کہ (حضرت علی والی) حدیث اگر اس پر دال ہے کہ بنی اسرائیل کی نمازیں رکوع سے خالی تھیں تو ملتِ ابراہیمیہ کی نمازوں کے رکوع سے خالی ہونے پر بطریق اولیٰ دال ہوگی کیونکہ ہماری ملت تو ملتِ ابراہیمیہ ہی ہے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور عہد کیا ہم نے ابراہیم واسمعیل کی طرف کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لئے، اعتکاف کرنے والوں کے لئے اور رکوع و سجود کرنے والوں کیلئے پاک رکھو"۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور جب ٹھکانا بنا دیا ہم نے ابراہیم کے لئے بیت اللہ کی جگہ کو کہ نہ شریک ٹھہراؤ میرے ساتھ کسی کو اور میرے گھر کو پاک رکھو طواف کرنے والوں کے لئے،

تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم ونسخت شرائعہم عن آخرہا۔ وقرانہ بقیام وسجود ادلّ دلیل علی ان المراد الركوع الشرعی۔ وکیف یحمل علی اللغوی وهو الخشوع. مع انه قسم بینہم القیام والركوع والسجود. أفتری قائمہم وساجدہم غیر خاشع؟ اہ ما کتبت علیہ۔

ثم اقول: الحدیث ان دلّ علی خلوص لاة بنی اسرائیل عن الركوع. كان ادلّ علی خلوص لاة الامة الابرهیبية عنه. فان ملتنا هذه هی الملة الابرهیبية. مع ان الله تعالیٰ یقول وَعَهْدًا إِلَىٰ اٰبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ

طَهْرًا بَیْتِیَ لِلطَّٰیْفِیْنَ وَالْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكْعَ السُّجُوْدِ¹

وقال تعالیٰ

وَادْبَأْ اَنْ اِلٰ اِبْرٰهٖمَ مَكَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَا تُشْرِكْ بِیْ شَیْئًا وَطَهْرُ

بَیْتِیَ لِلطَّٰیْفِیْنَ وَالْقٰاِیْمِیْنَ وَالرُّكْعَ السُّجُوْدِ²

2۔ وادعاء ان المراد بالركوع الامة المحمدية خاصة ووضح البعد۔ صلی اللہ تعالیٰ علی الجیب وأله وامته و

¹ القرآن سوره البقره آیت ۱۲۵

² القرآن سوره الحج آیت ۲۶

<p>قیام کرنے والوں کیلئے اور رکوع و سجود کرنے والوں کیلئے۔ اور یہ دعویٰ کرنا کہ رکوع کرنے والوں سے مراد صرف امت محمدیہ ہے واضح طور پر بعید ہے صلی اللہ علی الحبيب وآلہ وامتہ وبارک وسلم۔ (ت)</p>	<p>بارک وسلم۔</p>
--	-------------------

بالجملہ مدار کا صحت حدیث مذکور طبرانی و زرار پر ہے اگر وہ صحیح ہے تو ثابت ہوگا کہ معراج شریف سے پہلے کی نمازیں بلکہ ایک نماز بعد کی بھی بے رکوع تھی ورنہ ظاہر احادیث یہی ہے کہ نماز سابق و لاحق باہم یکساں و متوافق ہیں۔

<p>یہ سب کچھ میرے لیے ظاہر ہوا ہے اور حق کا علم میرے رب کو ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ بہتر علم رکھنے والا ہے اور اسی کا علم زیادہ تام اور محکم ہے۔ (ت)</p>	<p>هذا كله ماظهر لي، والعلم بالحق عند ربي، والله سبحانه وتعالى اعلم، وعلمه جل مجده اتم واحكم۔</p>
--	---

مسئلہ (۲۵۱) اس بنا رس محلہ کوتواپورہ۔ مرسلہ مولوی حاجی محمد رضا علی صاحب ماہ رمضان ۱۳۰۸ھ

سوال:

خلاصہ فتوائے مولوی صاحب موصوف کہ بطلب تصدیق نزد فقیر فرستادند

بسم الله الرحمن الرحيم

ایک اشتہار جو چھاپا گیا ہے اُس میں لکھا ہے کہ شیخ عبد اللہ نامی بمابہ ربیع الاول ۱۳۰۷ھ شب جمعہ روضہ مبارک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بیٹھے تھے اُن کو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اونگھ میں باتیں کیں جب آنکھ کھلی سب مضمون اشتہار کا غدر لکھا قبر شریف پر دھرا تھا اور بہت باتیں اُس میں مکتوب میں درباب اس اشتہار کے کیا ارشاد ہے۔ بینوا ایہا العلماء رحمکم اللہ۔

الجواب وهو العليم:

کہتا ہے فقیر محمد رضا علی البنارسی الحنفی اُس میں جو علامات قیامت لکھے ہیں بے شک علامات صغریٰ سب اس زمانہ میں موجود ہیں اور اسلام میں ضعف خصوصاً ہندوستان میں اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اور فقیر کو توبہ نصیب کرے مگر اشتہار میں جو لکھا ہے کہ شیخ عبد اللہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب یا اونگھ

میں فرمایا علماء کتب معتبرہ میں لکھتے ہیں اگر کوئی کہے ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں ایسا فرمایا اگر قائل فاسق ہے تو بلاشک کاذب ہے اور متقی ہے تو دیکھیں گے کہ یہ حکم جو یہ شخص پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرتا ہے اگر برابر ہے قرآن و حدیث اور نصوص قطعیہ شرعیہ اور فقہ کے تو یہ قول بھی واجب الاذعان اور واجب الاتباع ہے اور اگر مخالف ہے ہرگز معتبر اور واجب الاتباع نہیں کیونکہ جو کلمہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیداری میں صحابہ کرام سے فرمایا اور متواتر منقول ہے اسی کا اعتبار کریں گے مخالف کو اضعاف احلام شمار کریں گے ورنہ تعارض آپ کے کلام میں لازم آئے گا۔

<p>اسی طرح ذکر کیا ہے مآ علی قاری نے "المقدمة السالمة فی خوف الخاتمة" اور "الحرز الثمین" میں۔ اور عارف ابن ابی جمرہ اندلسی نے "بجہة النفوس" میں جو کہ مختصر صحیح بخاری کی شرح ہے اور شہاب احمد خفاجی حنفی نے "نسیم الرياض" میں، اور دیگر علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں۔ (ت)</p>	<p>كذا ذكره الملا علی قاری فی المقدمة السالمة فی خوف الخاتمة و فی الحرز الثمین و العارف بن ابی جبرة الاندلسی المالکی فی بهجة النفوس شرح مختصر صحیح البخاری و الشهاب احمد الخفاجی الحنفی فی نسیم الرياض و غیرهم فی کتبهم۔</p>
---	--

اور بھی فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ¹۔ (آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے) کلام الہی اور کلام رسالت پناہی بعد اکمال کے اب منسوخ نہیں ہو سکتا الغرض کذب اس اشتہار کا کئی طور سے معلوم ہوتا ہے واللہ العلیم الخبیر (اور اللہ علم اور خبر والا ہے) اُس میں لکھا ہے تارک الصلاة پر نماز جنازہ نہ پڑھیں، غسل نہ دیں، قبرستان اہل اسلام میں نہ دفن کریں، اُس کے ساتھ کھانا نہ کھائیں، عیادت نہ کریں۔ یہ سب مسائل خلاف قرآن اور حدیث اور فقہ کے ہیں، خلاف اہل سنت کے ہیں، خوارج سے ملتے ہوئے ہیں، ہمارے مذہب اہل سنت میں ترک نماز گناہ کبیرہ ہے اور ترک فرض اور ارتکاب کبیرہ سے آدمی کافر نہیں ہو سکتا، ہاں کبیرہ کو کبیرہ نہ جانے تو بلاشک کافر ہے، منکر نصوص قطعیہ کا بلاشک کافر ہے، اور کلمہ گو کو غسل نہ دینا، نماز جنازہ نہ پڑھنا، مقابر اہل اسلام میں دفن نہ کرنا نہایت مذموم اور بڑے فساد اور بڑی اہانت کی بات ہے۔ اور تارک الصلاة کے کفر و اسلام کا بحث درمیان ائمہ اربعہ کے معلوم ہے ہمارے امام اعظم تارک الصلاة کو کافر نہیں کہتے فاسق کہتے ہیں اور اس کو اولہ شرعیہ سے ثابت کرتے ہیں اور مراد کفر سے تعذیب مثل کفار کے ہے۔

<p>مآ علی قاری کی شرح فقہ اکبر میں،</p>	<p>كذا فی شرح الفقہ الاکبر² لملا علی قاری</p>
---	--

¹ القرآن سورة المائدة آیت ۳

² شرح الفقہ الاکبر لملا علی قاری المعاصی نضر مرتکبا الخ لمصطفى البابی مصر ص ۷۷



امام شعرانی کی میزان میں، رحمۃ اللہ فی اختلاف الائمہ میں، شیخ عبدالحق کی شرح مشکوٰۃ میں اور دوسری معتبر کتابوں میں اسی طرح مذکور ہے۔ (ت)	ومیزان الشعرانی ورحمة الامة في اختلاف الائمة وشرح الشيخ عبدالحق للمشکوٰۃ وغيرها من الكتب المعتبرات۔
--	---

اور نماز جنازہ تارک الصلاۃ پر چاہیے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا¹ (اور نہ نماز پڑھئے ان میں سے کسی ایک پر جو مر جائے، کبھی بھی)۔ اس آیت میں منع صلاۃ اُپر کافر کے ہے نہ مومن کے اور تارک الصلوٰۃ کو قبرستان مسلمانوں میں دفن کرنا چاہئے کذا فی شرح المشکوٰۃ لعبد الحق الدہلوی و تکمیل الایمان (عبدالحق دہلوی کی شرح مشکوٰۃ میں اور تکمیل الایمان میں اسی طرح ہے) اور تارک الصلاۃ نجس نہیں اُس کے ساتھ بیٹھ کر دوسرے برتن میں کھانے میں کیا قباحت ہے، اور عیادت تارک الصلاۃ کی کیسے ممنوع ہوگی جبکہ ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیادت یہودی کی ہے خصوصاً واسطے تالیف قلوب کے بلاشک جائز ہے کذا فی الحدیث و تحقیق هذه المسئلة في المشکوٰۃ² والصحاح الستة وشرحها (حدیث میں اسی طرح ہے، اور اس مسئلے کی تحقیق صحاح ستہ اور ان کی شروح میں ہے) بالجملہ نزدیک فقیر کے کل وصیت نامہ پر لوگ عمل کریں اور اللہ سے ڈریں مگر جو مسائل مخالف فقہ اور نصوص قطعیہ کے ہیں اُس پر ہرگز عمل نہ کریں ورنہ ثواب کے عوض میں عذاب ہاتھ آدے گا،

اے ہمارے رب! ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کا فیصلہ فرما دے۔ تو بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے، ہدایت دے ہمیں سیدھے راستے کی۔ آخر سورہ تک۔	ربنا افتح بیننا وبين قومنا بالحق وانت خير الفاتحين اهدنا الصراط المستقیم الى آخر السورة۔ ۲۰ شعبان ۱۳۰۸ھ
---	---

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کہتا ہے فقیر عبدالمصطفیٰ احمد رضا محمدی، سننی، حنفی، قادری، بریلوی، اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے اسلاف کو بخشے اور اس کو اور اس کے	قال الفقیر عبد المصطفیٰ احمد رضا المحمدی السننی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی غفر اللہ تعالیٰ له ولاسلافه وبارک فیہ
---	--

¹ القرآن سورہ التوبہ آیت ۸۴

² مشکوٰۃ المصابیح باب عیادۃ المریض الفصل الاول مطبوعہ مجتہبائی دہلی ص ۱۳۴

وفی اخلافہ۔ آمین!	اخلاف کو برکت عطا فرمائے۔ آمین!
-------------------	---------------------------------

حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہونا اگرچہ بلاشبہ حق ہوتا ہے یہ خواب کبھی اضغاث احلام سے نہیں ہوتی۔ حضور پُر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں:

من رأی فی المنام فقد رأی فان الشیطان لایتمثل بی ¹ ۔ رواہ احمد والبخاری والتومذی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے مجھی کو دیکھا کہ شیطان میری مثال بن کر نہیں آسکتا۔ (م) اس کو احمد، بخاری اور ترمذی نے انس ابن مالک سے روایت کیا ہے۔ (ت)
--	--

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم:

من رأی فقد رأی الحق فان الشیطان لایتویأبی ² ۔ رواہ احمد والشیخان عن ابی قتادة رضی اللہ تعالیٰ عنہ والاحادیث فی هذا المعنی متواترة۔	جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق دیکھا کہ شیطان میری وضع نہ بنائے گا۔ (م) اس کو احمد اور بخاری و مسلم نے ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، اور اس مفہوم کی احادیث متواتر ہیں۔ (ت)
---	--

مگر از انجا کہ حالتِ خواب میں ہوش و حواس عالم بیداری کی طرح ضبط و تیقظ پر نہیں ہوتے، لہذا خواب میں جو ارشاد سُننے مثل سماع بیداری مورث یقین نہیں ہوتا اس کا ضابطہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو ارشادات بیداری میں ثابت ہو چکے اُن پر عرض کریں اگر اُن سے مخالف نہیں فبہا سوا و جد مطابقت الصریح اولاً (خواہ صراحتاً مطابقت ہو یا نہ۔ ت) ایسی حالت میں اس کا ارشاد ماننا چاہئے اور مخالف ہے تو یقین کریں گے کہ صاحبِ خواب کے سُننے میں فرق ہوا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حق فرمایا اور بوجہ تکدر حواس کہ اثرِ خواب ہے اُس کے سُننے میں غلط آیا جیسے ایک شخص نے خواب دیکھا کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسے میکشی کا حکم دیتے ہیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حضور نے میکشی سے نہی فرمائی تیرے سُننے میں اُلٹی آئی، اس امر میں فاسق و متقی برابر ہیں، نہ متقی کا سماع واجب الصحیہ

¹ جامع الترمذی باب ماجاء فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من رانی فی المنام الخ مطبوعہ مجتہبائی لاہور ۵۲/۲

² صحیح البخاری باب من رای النبی فی المنام، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۰۳۶/۲

نہ فاسق کا بیان یقینی الذنب بلکہ ضابطہ مطلقاً یہی ہے جو مذکور ہوا پھر کافہ اہلسنت وجماعت کا اجماع قطعی ہے کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں۔

<p>اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اور اگر مومنوں کی دو ۲ جماعتیں لڑ پڑیں"۔ (ت) اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اگرچہ زنا کرے، اگرچہ چوری کرے، خواہ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو جائے"۔ (ت)</p> <p>اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے لئے ہے جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوں"۔ (ت)</p>	<p>قال الله عز وجل وَإِنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ إِتْتَبَعُوا ¹۔ وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وان زنى وان سرق على رغم انف ابى ذر ²۔ وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم شفاعتى لاهل الكبائر من امتى ³۔</p>
---	--

بلکہ مذہب معتمد و محقق میں استحلال بھی علی اطلاقہ کفر نہیں جب تک زنا یا شرب خمر یا ترک صلاۃ کی طرح اس کی حرمت ضروریات دین سے نہ ہو غرض ضروریات کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقواطع ہو کہ عندا تحقیق آدمی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا مگر انکار اُس کا جس کی تصدیق نے اُسے دائرہ اسلام میں داخل کیا تھا اور وہ نہیں مگر ضروریات دین کیماحققہ العلماء المحققون من الائمة المتکلمین (جیسا کہ ائمہ متکلمین کے محقق علماء نے تحقیق کی ہے۔ ت) ولہذا خلافت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا منکر مذہب تحقیق میں کافر نہیں حالانکہ اُس کی حقانیت بالیقین قطعیات سے ثابت و قد فصل القول فی ذلك سيدنا العلامة الوالد رضى الله تعالى عنه فى بعض فتاواه (اس موضوع پر سیدنا علامہ والد ماجد رضى الله عنه نے اپنے بعض فتاویٰ میں مفصل گفتگو کی ہے۔ ت) بالجملہ اس قدر پر تو اجماع اہل سنت ہے کہ ارتکاب کبیرہ کفر نہیں بالینمہ تارک الصلاۃ کافر و اسلام سے ہمارے ائمہ کرام میں مختلف فیہ اقوال: وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) اگرچہ کفر تکذیب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی بعض ماجاء بہ من عند ربہ جل و علا کا نام ہے اور تکذیب صفت قلب مگر جس طرح

¹ القرآن سورة الحجرات ۴۹ آیت ۹

² مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان الفصل الاول مطبوعہ مطبائی دہلی ص ۱۴

³ مسند احمد بن حنبل از مسند انس بن مالک رضى الله تعالى عنه مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۱۳/۳

اقوال کفرہ اس تکذیب پر علامت ہوتے اور اُن کی بنا پر حکم کفر دیا جاتا ہے یوں ہی بعض افعال بھی اُس کی امارت اور حکم تکفیر کے باعث ہوتے ہیں۔

<p>جیسا کہ قرآن کریم کو گندگی میں پھینکنا بُت کے لئے سجدہ کرنا، نبی کو قتل کرنا، اس کے رُو روزنا کرنا، اذان سُن کر شرمگاہ کو ننگا کرنا، قرآن کو تحقیر کے انداز میں پڑھنا، اس کے علاوہ ہر وہ عمل جو شریعت کے ساتھ استہزاء و اہانت پر دلالت کرے۔ (ت)</p>	<p>كالتقاء المصحف في القاذورات والسجود للصنم وقتل النبي والزنا بحضرتہ وكشف العورة عند الاذان وقراءة القرآن على جهة الاستخفاف وكل ما دل على الاستهزاء بالشرع والالازم به۔</p>
--	--

یہ حکم اُس اجماع کا منافی نہیں ہو سکتا کہ نفس فعل من حیث ہو بنائے تکفیر نہیں بلکہ من حیث کونہ علماء علی الجحود الباطنی والتکذیب القلبی، والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ (اس لحاظ سے کہ یہ باطنی انکار اور قلبی تکذیب کی علامت ہے والعیاذ باللہ۔ ت) صدر اول میں ترک نماز بمعنی کف بھی کہ حقیقۃً فعل من الافعال ہے اسی قبیل سے گنا جاتا۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

<p>اصحابِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہ جانتے۔ (م) اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے بھی، اور کہا ہے کہ یہ بخاری و مسلم کی شروط کے مطابق ہے، اور ترمذی نے عبد اللہ ابن شقیق عضلی سے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔ (ت)</p>	<p>كان اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يرون شيئا من الاعمال تركه كفرا غير الصلاة¹۔ رواه الترمذی والحاكم وقال صحيح على شرطهما وروى الترمذی عن عبد الله بن شقيق العضلي مثله۔</p>
--	---

ولہذا بہت صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تارک الصلاة کو کافر کہتے سیدنا امیر المؤمنین علی مرتضیٰ مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: من لم یصل فهو کافر² (جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔ م) رواہ ابن ابی شیبہ و البخاری فی التاريخ۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: من ترک الصلاة فقد کفر³ (جس نے نماز چھوڑی

1 مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلاة، الفصل الثالث مطبوعہ مجتہدانی دہلی ص ۵۹

2 الترغیب والترہیب من ترک الصلاة لعلم مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/۳۸۵

3 الترغیب والترہیب من ترک الصلاة لعلم مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/۳۸۶

وہ بیشک کافر ہو گیا۔ م) رواہ محمد بن نصر المروزی و ابو عمر بن عبدالبر۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: من ترك الصلاة فلا دين له¹ (جس نے نماز ترک کی وہ بے دین ہے۔ م) رواہ المروزی۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: من لم يصل فهو كافر² (بے نماز کافر ہے۔ م) رواہ ابو عمر۔ ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: لا ايمان لمن لا صلاة له³ (بے نماز کیلئے ایمان نہیں۔ م) رواہ ابن عبدالبر۔ ایضاً امام اسحاق فرماتے ہیں:

صح عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ان تارك الصلاة كافر وكذلك كان رأى اهل العلم من لدن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ان تارك الصلاة عمدا من غير عذر حتى يذهب وقتها كافر ⁴ ۔	سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بصحت ثابت ہوا کہ حضور نے تارک الصلاة کو کافر فرمایا اور زمانہ اقدس سے علماء کی یہی رائے ہے کہ جو شخص قصداً بے عذر نماز ترک کرے یہاں تک کہ وقت نکل جائے وہ کافر ہے۔ (م)
--	--

اسی طرح امام ابویوب سختیانی سے مروی ہوا کہ ترك الصلاة كفر لا يختلف فيه⁵ (ترک نماز بے خلاف کفر ہے۔ م) ابن حزم کہتا ہے:

قد جاء عن عمرو عبدالرحمن بن عوف ومعاذ بن جبل وابي هريرة وغيرهم من الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان من ترك صلاة فرض	امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم و حضرت عبدالرحمن بن عوف احد العشرة المبشرة و حضرت معاذ بن جبل امام العلماء و حضرت ابوہریرہ حافظ الصحابة و غیر ہم اصحاب سید المرسلین
---	--

¹ الترغيب والترهيب من ترك الصلوة بعد مطبوعه مصطفى البابی مصر ۱۸۵/۳

² الترغيب والترهيب من ترك الصلوة بعد مطبوعه مصطفى البابی مصر ۱۸۵/۳

³ الترغيب والترهيب من ترك الصلوة بعد مطبوعه مصطفى البابی مصر ۱۸۶/۳

⁴ الترغيب والترهيب من ترك الصلوة بعد مطبوعه مصطفى البابی مصر ۱۸۶/۳

⁵ الترغيب والترهيب من ترك الصلوة بعد مطبوعه مصطفى البابی مصر ۱۸۶/۳

واحد متعبدا حتی یخرج وقتها فهو کافر مرتد، ولا یعلم لهؤلاء مخالف¹۔
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین سے وارد ہوا کہ جو شخص ایک نماز فرض قصداً چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کا وقت نکل جائے وہ کافر مرتد ہے۔ ابن حزم کہتا ہے اس حکم میں ان صحابہ کا خلاف کسی صحابی سے معلوم نہیں۔ (م) انتہی۔

اور یہی مذہب حکم بن عتیبہ و ابو داؤد طیالسی و ابو بکر بن ابی شیبہ و زہیر بن حرب اور ائمہ اربعہ سے حضرت سیف السنہ امام احمد بن حنبل اور ہمارے ائمہ حنفیہ سے امام عبداللہ بن مبارک تلمیذ حضرت امام اعظم اور ہمارے امام کے استاذ الامام ابراہیم نخعی وغیر ہم ائمہ دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔

ذکر کل ذلك الامام الحافظ زکی الدین عبد العظیم المنذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
 یہ سب امام حافظ زکی الدین عبد العظیم منذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

اور اسی کو جمہور ائمہ حنبلیہ نے مختار و مرجح رکھا، امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

عند احمد في الرواية المكفرة انه يقتل كفرا، وهي المختارة عند جمهور اصحابه، على ما ذكره ابن هبيرة²۔
 امام احمد اپنی تکفیر والی روایت کے مطابق اس بات کے قائل ہیں کہ اس کو کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔ یہی روایت ان کے اکثر اصحاب کے نزدیک مختار ہے، جیسا کہ ابن ہبیرہ نے بیان کیا ہے۔ (ت)

اور بیشک بہت ظواہر نصوص شرعیہ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحمیۃ اس مذہب کی مؤید،

کیا فصل جملة منها خاتمة المحققين سيدنا الوالد قدس سره الماجد في الكتاب المستطاب. الكلام الاوضح في تفسيره لم نشرح. وفي سرور القلوب في ذكر المحبوب، وفي جواهر البيان في اسرار الاركان، وغيرها من تصانيفه النقية العلية الرفيعة الشأن، اعلى الله تعالى درجاته في غرفات الجنان، آمين!
 جیسا کہ ان میں سے کچھ کو تفصیل سے بیان کیا ہے، خاتم المحققین سیدنا والد ماجد نے اپنی عمدہ کتاب الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح میں، اور اسرار القلوب فی ذکر المحبوب میں، اور جواهر البیان فی اسرار الارکان، بلند مرتبہ و عالی شان کتابوں میں۔ اللہ تعالیٰ جنت کے بالا خانوں میں ان کے درجے بلند فرمائے، آمین!

¹ الترغیب والترہیب من ترک الصلوٰۃ بعد مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۹۳
² حلیۃ الخلی

بالجملہ اس قول کو مذاہب اہلسنت سے کسی طرح خارج نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک جم غفیر قدمائے اہلسنت صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے اور بلاشبہ وہ اُس وقت و حالت کے لحاظ سے ایک بڑا قوی مذہب تھا صدر اول کے بعد جب اسلام میں ضعف آیا اور بعض عوام کے قلب میں سُستی و کسل نے جگہ پائی، نماز میں کامل چُستی و مستعدی کہ صدر اول میں مطلقاً ہر مسلمان کا شعار دائم تھی اب بعض لوگوں سے چھوٹ چلی وہ امارت مطلقہ و علامت فارقہ ہونے کی حالت نہ رہی لہذا جمہور ائمہ نے اُسی اصل اجماعی مؤید بدلائل قاہرہ آیات متکاثرہ و احادیث متواترہ پر عمل واجب جانا کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں یہی مذہب ہمارے ائمہ حنفیہ و ائمہ شافعیہ و ائمہ مالکیہ اور ایک جماعت ائمہ حنبلیہ وغیرہم جمابہر علمائے دین و ائمہ معتمدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے کہ اگرچہ تارک نماز کو سخت فاجر جانتے ہیں مگر دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہتے اور یہی ایک روایت حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے اس کی رُو سے یہ مذہب مہذب حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مجمع علیہ ہے، حلیہ میں فرمایا:

جمہور، جن میں ہمارے علماء بھی شامل ہیں اور مالک و شافعی اور ایک روایت کے مطابق احمد بھی، کی رائے یہ ہے کہ اس کو کافر نہیں کہا جائیگا۔ پھر ان میں اختلاف ہے کہ نماز چھوڑنے کی وجہ سے اس کو قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ تو تین اماموں نے کہا ہے کہ ہاں (قتل کیا جائے گا) پھر یہ قتل بطور حد ہوگا یا کفر کی وجہ سے؟ تو مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ بطور حد ہوگا۔ شافعی بھی اسی کے قائل ہیں اور احمد بھی، اپنی اس روایت کے مطابق جو جمہور کے موافق ہے، یعنی عدم کفر والی روایت۔ (ت)

ذهب الجمهور، منهم اصحابنا ومالك والشافعي واحمد في رواية. الى انه لا يكفر. ثم اختلفوا في انه هل يقتل بهذا الترك؟ فقال الائمة الثلاثة. نعم. ثم هل يكون حدا او كفرا؟ فالمشهور من مذهب مالك. وبه قال الشافعي. انه حد. وكذا عند احمد في هذه الرواية الموافقة للجمهور في عدم الكفر¹۔

اور اس طرف بحمد اللہ نصوص شرعیہ سے وہ دلائل ہیں جن میں اصلاً تاویل کو گنجائش نہیں۔ بخلاف دلائل مذہب اول کہ اپنے نظائر کثیرہ کی طرح استحلال و استخفاف و جحود و کفران و فعل مثل فعل کفار وغیر ہاتاویلات کو اچھی طرح جگہ دے رہے ہیں یعنی فرضیت نماز کا انکار کرے یا اُسے ہلکا اور بے قدر جانے یا اُس کا ترک

حلال سمجھے تو کافر ہے یا یہ کہ ترک نماز سخت کفرانِ نعمت و ناشکری ہے۔

کیا قال سیدنا سلیمان علیہ الصلاة والسلام لِيَبْلُوَنِيْۤ اَمْ اَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ¹ ۔	جیسا کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا "تا کہ مجھے آزمائے کہ میں شکر گزار بنتا ہوں یا ناشکر"
--	---

یا یہ کہ اُس نے کافروں کا سا کام کیا،

الی غیر ذلك ماعرف في موضعه۔ ومن الجادة المعروفة ردالمحتمل الى المحكم، لاعكسه، كما لا يخفى، فيجب القول بالاسلام۔	اس کے علاوہ اور بھی توجیہات ہیں جن کی تفصیل ان کے مقام پر ملے گی، اور معروف راستہ یہی ہے کہ محتمل کو محکم کی طرف لوٹایا جائے، نہ کہ اس کا الٹ، جیسا کہ ظاہر ہے، اس لئے اسلام کا ہی قول کرنا پڑے گا۔ (ت)
---	--

ادھر کے بعض دلائل حلیہ وغیرہا میں ذکر فرمائے از انجملہ حدیث عباده بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خمس صلوات کتبہن اللہ علی العباد (پانچ نمازیں خدا نے بندوں پر فرض کیں) الی قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من لم یأت بہن فلیس لہ عند اللہ عہد ان شاء عذبه وان شاء ادخله الجنة² (جو انہیں نہ پڑھے اس کے لئے خدا کے پاس کوئی عہد نہیں اگر چاہے تو اُسے عذاب فرمائے اور چاہے تو جنت میں داخل کرے) رواہ الامام مالک و ابو داؤد و النسائی و ابن حبان فی صحیحہ (اسے امام مالک، ابو داؤد، نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ ت) یہ حدیث اُس کے اسلام پر نص قاطع ہے کہ اگر معاذ اللہ کافر ہوتا تو اس کے کہنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ دوسری حدیث میں ہے حضور اکرم سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدواوين ثلاثه، فديوان لا يغفر الله منه شيئاً، وديوان لا يعبؤ الله به شيئاً، وديوان لا يترك الله منه شيئاً، فاما الديوان الذي لا يغفر الله منه شيئاً فلا شرک باللہ، واما الديوان الذي لا يعبؤ الله به	دفتر تین ہیں، ایک دفتر میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشے گا اور ایک دفتر کی اللہ عزوجل کو کچھ پرواہ نہیں اور ایک دفتر میں سے اللہ تبارک و تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا، وہ دفتر جس میں سے اللہ عزوجل کچھ نہ بخشے گا دفتر کفر ہے اور وہ جس کی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو کچھ پرواہ نہیں
--	--

¹ القرآن، سورہ النمل ۲، آیت ۴۰

² سنن النسائی باب المحاظظة علی الصلوات الخمس نور محمد خانہ تجارت کراچی ۸۰/۱

<p>وہ بندے کا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے اپنے اور اپنے رب کے معاملہ میں مثلاً کسی دن کا روزہ ترک کیا یا کوئی نماز چھوڑ دی کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو اُسے معاف کر دے گا اور درگزر فرمائے گا، اور وہ دفتر جس میں سے کچھ نہ چھوڑے گا وہ حقوق العباد ہیں اُس کا حکم یہ ہے ضرور بدلہ ہونا ہے۔ (م) اسے امام احمد اور حاکم نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا (ت)</p>	<p>شیئاً فظلم العبد نفسه فيما بينه وبين ربه، من صوم يوم تركه او صلاة تركها، فان الله تعالى يغفر ذلك ان شاء متجاوزاً، واما الديوان الذي لا يترك الله منه شيئاً فظالم العباد، بينهم القصاص لامحالة¹۔ رواه الامام احمد والحاكم عن أم المؤمنين الصديقة رضي الله تعالى عنها۔</p>
---	--

بالجملہ وہ فاسق ہے اور سخت فاسق مگر کافر نہیں وہ شرعاً سخت سزاؤں کا مستحق ہے ائمہ ثلاثہ مالک وشافعی و احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں اُسے قتل کیا جائے۔ ہمارے ائمہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک فاسق فاجر مرتکب کبیرہ ہے اُسے دائم الجہنم کریں یہاں تک کہ توبہ کرے یا قید میں مر جائے امام محبوبی وغیرہ مشائخ حنفیہ فرماتے ہیں کہ اتنا ماریں کہ خون بہا دیں پھر قید کریں یہ تعزیرات یہاں جاری نہیں لہذا اُس کے ساتھ کھانا پینا میل جول سلام کلام وغیرہ معاملات ہی ترک کریں کہ یونہی زجر ہو اسی طرح بنظر زجر ترک عیادت میں مضائقہ نہیں یہودی کی عیادت فرمانی بنظر تالیف و ہدایت تھی یہاں اس کی عیادت نہ کرنی بنظر زجر ہے، دونوں مقاصد شرعیہ ہیں۔ رہی نماز جنازہ وہ اگرچہ ہر مسلمان غیر ساعی فی الارض بالفساد کے لئے فرض ہے۔

<p>اور یہ انہی میں سے ہے جس طرح خود کشی کرنے والا۔ ب لکہ بطریق اولیٰ، کیونکہ خود کشی کرنا دوسرے مومن کو قتل کرنے سے زیادہ شدید جرم ہے اور مومن کو قتل کرنا نماز چھوڑنے سے بڑا گناہ ہے۔ اور در مختار میں کہا ہے کہ جو اپنے آپ کو قتل کر دے، خواہ جان بوجھ کر ہی، اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز پڑھی جائے گی،</p>	<p>وهذا منه، كقاتل نفسه، بل اولی فان قتل نفسه اشد من قتل مؤمن غيره، وقتل المؤمن اکبر عند الله من ترك الصلاة۔ وقد قال في الدر: من قتل نفسه، ولو عمدا، يغسل ويصلی عليه، به یفتی، وان كان اعظم وزراً من قاتل غيره²، قال في</p>
--	--

¹ منہ احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۴۰/۶

² در مختار باب صلوة الجنائز مطبوعہ مجتبیٰ دہلی ۱۲۲/۱

<p>اسی پر فتویٰ ہے، اگرچہ اس کا گناہ دوسرے کو قتل کرنے والے سے بڑا ہے۔ شامی میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ یہ فاسق تو ہے مگر زمین میں فساد پھیلانے والا نہیں، اگرچہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے، جس طرح باقی فاسق مسلمان۔ زیلعی۔ (ت)</p>	<p>ردالمحتار: بہ یفتی: لانه فاسق غیر ساعٍ فی الارض بالفساد، وان کان باغیا علی نفسه، کسائر فساق المسلمین۔ زیلعی¹۔</p>
---	---

مگر فرض عین نہیں فرض کفایہ ہے پس اگر علما وفضلا باقتدائے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المدیون و فی قاتل فسہ بغرض زجر و تنبیہ نماز جنازہ بے نماز سے خود جدار ہیں کوئی حرج نہیں، ہاں یہ نہیں ہو سکتا کہ اصلاً کوئی نہ پڑھے یوں سب آثم و گنہگار رہیں گے، مسلمان اگرچہ فاسق ہو اُس کے جنازہ کی نماز فرض ہے الامن استثنیٰ ولیس هذا منہم (مگر جو مستثنیٰ ہیں، اور یہ ان میں سے نہیں ہے۔ ت) نماز پڑھنا اس پر فرض تھا اور جنازہ کی نماز ہم پر فرض ہے اگر اُس نے اپنا فرض ترک کیا ہم اپنا فرض کیونکر چھوڑ سکتے ہیں

<p>نماز جنازہ ہر مسلمان کی فرض ہے، جبکہ وہ مر جائے۔ سوائے چار آدمیوں کے، باغی، ڈاکو جبکہ لڑائی میں مارے جائیں، رات کو شہر میں غنڈہ گردی کرنی والا اور گلا گھونٹنے والا جس نے کئی مرتبہ یہ کارروائی کی ہو۔ (ت)</p>	<p>ہی فرض علی کل مسلم مات، خلا اربعة، بغاۃ، و قطع طریق اذا قتلوا فی الحرب، و مکابر فی مصر لیلا، و خناق خنق غیر مرۃ²۔</p>
---	---

اسی طرح غسل دینا، مقابرِ مسلمین میں دفن کرنا امانتِ اللہ تعالیٰ علی الاسلام الصادق، انہ رؤف رحیم، امین۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔ امین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ (۲۵۲): ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۱۲ ہجریہ مقدسہ۔

جناب مولوی صاحب دام اقبالکم۔ بعد سلام علیک کے ملتئم ہوں کہ اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس نے نماز کو چھوڑا اُس میں اور مشرک میں کچھ فرق نہیں، تو عرض یہ ہے کہ اگر یہ بات سچ ہے تو اکثر لوگ بے نماز ہیں کیا وہ سب لوگ شرک میں داخل ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ جو کچھ آیت و حدیث کا اس بارہ میں حکم ہو تحریر فرمائیے تاکہ معلوم ہو۔ بینوا تو جروا۔

¹ در مختار باب صلوة الجنائز مطبوعہ مجتہبی مصر ۶۴۳/۱

² در مختار باب صلوة الجنائز مطبوعہ مصطفیٰ البانی دہلی ۱۲۲/۱

الجواب:

بلاشبہ حدیث میں آیا ہے کہ ہم میں اور مشرکوں میں فرق نماز کا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جو نماز کا تارک ہے وہ مشرکوں کے فعل میں اُن کا شریک ہے پھر اگر دل سے بھی نماز کو فرض نہ جانے یا ہلکا سمجھے جب تو سچا مشرک پورا کافر ہے ورنہ اُس کا یہ کام کافروں مشرکوں کا سا ہے اگرچہ وہ حقیقہً کافر مشرک نہ ٹھہرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۵۳): از نجونا گڑھ سرکل مدار المہام مرسلہ مولوی امیر الدین صاحب ۲۰ رجب ۱۳۱۶ھ

ایک واعظ برسر مجلس بیان کرتا ہے کہ جس شخص نے ایک وقت کی نماز قصداً ترک کی اس نے ستر مرتبہ بیت اللہ میں اپنی ماں سے زنا کیا، مستفتی خوب جانتا ہے کہ بے نمازی سے بُر اللہ کے نزدیک کوئی نہیں اور شرع شریف میں اس کیلئے وعید بھی سخت آئی ہے مگر دریافت طلب یہ امر ہے کہ الفاظ مذکورہ کتاب و سنت و اختلافِ ائمہ سے ثابت ہیں یا نہیں، بر تقدیر ثبوت نہ ہونے کے قائل کی نسبت شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

معاذ اللہ کسی وقت کی نماز قصداً ترک کرنا سخت کبیرہ شدیدہ و جرمہ عظیمہ ہے جس پر سخت ہولناک جاگزا و عیدیں قرآنِ عظیم و احادیث صحیحہ میں وارد، مگر بد مذہب اگرچہ کیسا ہی نمازی ہو اللہ عزوجل کے نزدیک سنی بے نماز سے بدرجہا بُرا ہے کہ فسق عقیدہ فسق عمل سے سخت تر ہے اور صرف گناہانِ جوارح میں کلام کیجئے تو مسلمان کو عمداً ناحق قتل کرنا ترک نماز سے سخت تر ہے اُس پر اگر احادیث میں حکم کفر ہے اس پر خود قرآنِ عظیم میں حکم خلود فی النار ہے¹ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واعظ نے جو مضمون بیان کیا اس کے قریب قریب دربارہ سُو خوار احادیث مرفوعہ حضرت ابو ہریرہ و حضرت اسود زہری خال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضرت براء بن عازب و حضرت عبداللہ بن سلام و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن عباس و آثار موقوفہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ابن ماجہ وابن ابی الدنیا وابن جریر و بیہقی وابن مندہ و ابونعیم و طبرانی و حاکم و ابن عساکر و بغوی و عبدالرزاق کے یہاں مروی و قد ذکرناھا بتخاریجھا فی کتاب البیوع من فتاوانا (اس کو ہم نے تمام تخریجوں کے ساتھ اپنے فتاویٰ کی کتاب البیوع میں بیان کیا ہے۔ ت) مگر ان میں سے کسی میں بیت اللہ کا ذکر نہیں، البتہ ایک حدیث صحیح میں حطیم کعبہ کا ذکر ہے کہ ظَنَّا زَمِينَ كَعْبَةَ هِيَ نَهْ يَقِينًا، اُس میں ماں کا لفظ نہیں۔ امام احمد و طبرانی عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

بسنَد صحیح راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

درہم رباً یا کله الرجل، وهو یعلم، اشد عند اللہ من ستۃ وثلثین زنیۃ فی الحطیم ^۱ ۔	ایک درم سُود کا کہ آدمی دانستہ کھالے اللہ تعالیٰ کے نزدیک حطیم کعبہ میں چھتیس ^{۳۶} بار زنا کرنے سے سخت تر ہے۔ (م)
---	---

اور در بارہ ترک نماز اگرچہ اس سے سخت تر مذمت ارشاد ہوئی یہاں تک کہ احادیث مرفوعہ حضرت جابر بن عبد اللہ و حضرت بریدہ اسلمی و حضرت عبادہ بن صامت و حضرت ثوبان و حضرت ابومریرہ و حضرت عبد اللہ بن عمرو و حضرت انس بن مالک و حضرت عبد اللہ بن عباس و آثار موقوفہ حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ و حضرت عبد اللہ بن عباس و حضرت عبد اللہ بن مسعود و حضرت جابر بن عبد اللہ و حضرت ابودرداء و غیر ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں احمد و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم و طبرانی و محمد بن نصر مروزی و ہروی و زرار و ابویعلیٰ و ابوبکر بن ابی شیبہ و تاریخ بخاری و ابن عبد البر و غیر ہم کے یہاں ترک نماز پر صراحۃً حکم کفر و بے دینی مروی کہا فصلہ الامام المنذری فی التروغیب (جیسا کہ امام منذری نے ترغیب میں پوری تفصیل بیان کی ہے۔ ت) مگر اس بارہ میں وہ الفاظ کہ واعظ نے ذکر کیے اصلاً نظر سے نہ گزرے، واعظ سے سند مانگی جائے اگر سند معتبر پیش نہ کر سکے تو بے ثبوت ایسے ادعا جہل فاضح ہیں اور گناہ واضح والعیاذ باللہ رب العلمین واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۵۳): از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفتر ججی غازی پور ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک وقت کی نماز قضا کرنے سے بھی آدمی فاسق کہا جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

ہاں جو ایک وقت کی نماز بھی قصداً بلا عذر شرعی دیدہ و دانستہ قضا کرے فاسق و مرتکب کبیرہ و مستحق جہنم ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۵۵): از پبلی بھیت مدرسۃ الحدیث ۸ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

بکرنے ایک عالم کے فرمانے سے مسلمانوں کے زور و یہ تجویز پیش کی کہ جو شخص نماز نہ پڑھے اُس کو حقہ پانی نہ دیا جائے اور جتنے وقت کی نماز نہ پڑھے ایک پیسہ جرمانہ ہونا چاہئے۔ زید نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس طور کی

۱ منہ احمد بن حنبل حدیث عبد اللہ بن حنظلہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۲۵/۵

نماز پڑھوانی زینہ دوزخ کا ہے اس بارہ میں حکم شریعت کیا ہے بینوا تو جروا۔

الجواب:

حقہ پانی نہ دینے کی تجویز ٹھیک ہے اور مالی جرمانہ جائز نہیں۔ لانہ شیعہ کان و نسخہ کما بینہ الامام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ (کیونکہ یہ چیز پہلے تھی لیکن بعد میں منسوخ ہو گئی تھی جیسا کہ امام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔ ت) مگر زید کا وہ کلمہ بہت بُرا اور سخت بیجا ہے فان المصادرة المالية تجوز عند الامام الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کیونکہ مالی جرمانہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جائز ہے۔ ت) نماز پڑھوانا زینہ دوزخ نہیں بلکہ نہ پڑھنا۔ زید توبہ کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۶: از علی گڑھ کالج کمرہ نمبر ۶ مرسلہ محمد عبدالمجید خان یوسف زئی سرسید کورٹ ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین درمیان اس مسئلہ کے کہ ایک مسلمانوں کے مدرسہ میں جہاں انگریزی تعلیم ہوتی ہے پنجگانہ نماز کی سخت تاکید ہے مسجد میں بعد ہر نماز کے ہر طالب علم کی حاضری ایک رجسٹر میں درج ہوتی ہے اور جو غیر حاضر پائے جاتے ہیں ان پر جرمانہ ہوتا ہے اس تشریح کے ساتھ کہ فجر، ظہر، عصر اور عشا کی غیر حاضری میں فی نماز دو پیمے فی کس جرمانہ اور مغرب کی غیر حاضری میں فی کس ۱۲ جرمانہ ہوگا، آیا یہ طریقہ نماز کی حاضری لینے اور جرمانہ کرنے کا کہاں تک از روئے شرع جائز ہے اس لحاظ سے کہ طالب علم خصوصاً انگریزی کے نماز کی طرف شاید بوجہ اثر نئی روشنی کے رجوع نہ ہوں لہذا ضرورہ اس قسم کی کارروائی مناسب ہے اور ایسا کیا جاسکے میں چنداں حرج نہیں ہے آیا یوں صحیح ہے۔ فقط

الجواب:

تعزیر بالمال منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں۔ درمختار میں ہے:

الاباخذ مال فی المذہب ^۱ بحر۔	مال لینے کا جرمانہ مذہب کی رو سے جائز نہیں ہے۔ بحر (ت)
---	--

اسی میں ہے:

وفی المجتبیٰ انہ کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ ^۲	اور مجتبیٰ میں ہے کہ ابتداء اسلام میں تھا، پھر منسوخ کر دیا گیا۔ (ت)
--	--

ردالمحتار میں بحر سے ہے:

^۱ درمختار باب التعزیر مطبوعہ مجتہبانی دہلی ۳۲۶/۱

^۲ درمختار باب التعزیر مطبوعہ مجتہبانی دہلی ۳۲۶/۱

اور بزاریہ میں افادہ کیا ہے کہ مالی تعزیر کا قول اگر اختیار کیا بھی جائے تو اس کا صرف اتنا ہی مطلب ہے کہ اس کا مال کچھ مدت کے لئے روک لینا تاکہ وہ باز آجائے، اس کے بعد حاکم اس کا مال لوٹا دے، نہ یہ کہ حاکم اپنے لیے لے لے یا بیت المال کیلئے، جیسا کہ ظالم لوگ سمجھتے ہیں، کیونکہ شرعی سبب کے بغیر کسی کا مال لینا مسلمان کے لئے روا نہیں۔ (ت)

وافاد فی البزازیة، ان معنی التعزیر باخذ المال، علی القول بہ، امساک شیعی من مالہ عندہ مدۃ لینزجر، ثم یعیده الحاکم الیہ، لا ان یأخذہ الحاکم لنفسہ اولبیت المال، کمایتوہمہ الظلمۃ، اذلا یجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی¹

ہاں وہ طلبہ جن کو وظیفہ دیا جاتا ہے اُن کے وظیفہ سے وضع کر لینا جائز ہے فانہ لیس اخذ شیعی من ملکھم بل امتناع تملیک شیعی منھم (کیونکہ یہ ان کی ملکیت سے کوئی چیز لینا نہیں ہے بلکہ اس چیز کو ان کے ملک میں جانے سے روکنا ہے۔ ت) یا جو طلبہ فیس نہیں دیتے جس روز جماعت میں حاضر نہ ہوں دوسرے روز ان سے کہا جائے کل تم نے جماعت قضا کی آج بغیر اتنی فیس دیے تم کو سبق نہ دیا جائیگا اور جو ماہوار فیس دیتے ہیں اُس مہینے تو اُن سے کچھ نہیں کہا جاسکتا، دوسرے مہینے کے شروع پر اُن سے کہا جائے کہ گزشتہ مہینے میں تم نے اتنی جماعتیں قضا کیں آئندہ مہینے تمہیں تعلیم نہ دی جائے گی جب تک اس قدر زائد فیس نہ داخل کرو وذلک لان الاجارۃ تنعقد شیعیاً فشیعیاً (اور یہ اس لئے کہ اجارہ بتدریج منعقد ہوتا ہے۔ ت) یا یہ صورت ممکن ہے کہ ہر مہینے کے شروع میں طلبہ کو کوئی خفیف قیمت کی چیز مثلاً قلم یا تھوڑی سی روشنائی یا کاغذ تقسیم کیا جائے اور یہ تقسیم بطور بیع ہو اُس قیمت کو جو انتہائی جرمانہ قضا کے لئے جماعت کا اُن کے ذمے ہو سکے مثلاً یہ قلم سات روپے کو ہم نے تمہارے ہاتھ بیع کیا اور اُن سے کہہ دیا جائے کہ یہ بیع قطعی ہے اس میں کوئی شرط نہیں ہم اس سے جدا ایک وعدہ احسانی تم سے کرتے ہیں کہ اگر تم نے اس مہینے میں بلاعذر صحیح شرعی کوئی جماعت قضا نہ کی تو سرمایہ پر یہ زر ثمن تمام وکمال تمہیں معاف کر دیں گے اس صورت میں بھی قضا کے لئے جماعت کی حالت میں وہ ثمن کل یا بعض اُن سے وصول کر لینا جائز ہوگا۔

اور شرط معہود سے، جو کہ ملفوظ کے قائم مقام ہو، بیع کا فاسد ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ پہلے اس کی صراحت نافی ہو چکی ہے اور صراحت کو دلالت پر ترجیح حاصل ہے

ولایلزم فساد البیع بالشرط المعہود القائم مقام الملفوظ، لتقدم التصریح بنفیہ، و الصریح یفوق الدلالۃ²، کما افادہ الامام

¹ رد المحتار باب التعزیر مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۹۵/۳

² در مختار باب المسر مطبوعہ مجتہبی دہلی ۲۰۲/۱

قاضیخان فی فتاواہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جیسا کہ امام قاضیخان نے اپنے فتاویٰ میں افادہ کیا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۵۶:

از بشارت گنج مرسلہ فتح محمد صاحب

۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیا جہاز پر یا چلتی ریل گاڑی میں نماز کی بابت کیا حکم ہے اگر سنت و فرض و نفل ادا کیے جائیں تو ہوتے ہیں یا نہیں۔ بینوا تو جو روا۔

الجواب

چلتے جہاز خواہ لنگر کیے ہوئے اور کنارے سے میلوں دور ہو اُس پر نماز جائز ہے اور ناؤ اگر کنارے پر ٹھہری ہے اور جہاز کی طرح زمین پر نہیں بلکہ پانی پر ہے اور یہ اتر کر کنارے پر نماز پڑھ سکتا ہے تو ٹھہری ہوئی ناؤ میں بھی فرض اور وتر اور صبح کی سنتیں نہ ہو سکیں گے اور چلتی ہوئی میں بدرجہ اولیٰ نہ ہوں گے جیسے سیر دریا کے بجرے کنارے کنارے جاتے ہیں اور انہیں روک کر زمین پر نماز پڑھ سکتے ہیں اور اگر اتر کر کنارے پر نماز نہ پڑھ سکتا اپنی ذاتی معذوری سے ہے تو ہر نماز ہو جائے گی اور اگر کسی کی ممانعت کے سبب ہے تو پڑھ لے اور پھر پھیرے یہی حکم ریل گاڑی پر بھی ٹھہری ہوئی ریل میں سب نمازیں جائز ہیں اور چلتی ہوئی میں سنتِ صبح کے سوا سب سنت و نفل جائز ہیں مگر فرض و وتر یا صبح کی سنتیں نہیں ہو سکتیں اہتمام کرے کہ ٹھہری میں پڑھے اور دیکھے کہ وقت جاتا ہے پڑھ لے اور جب ٹھہرے پھر پھیرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۷ تا ۲۵۹: از گوری ڈانج نہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ عبدالجبار صاحب ۳۰ رجب ۱۳۳۶ھ

زید پیکر اشیاء مسکرہ حالت حواس خمسہ و طہارت جسم و جامہ و عدم موجودگی بدبو کے مسجد میں نماز ادا کرتا ہے پس ان صورتوں میں نماز مقبول ہوئی یا نہیں و حکم سکر کہاں تک مذہب امام ابو حنیفہ میں ہے۔

(۲) ایک شخص نے چار پیالے تاڑی پی اُسے نشہ نہیں ہو اور بدبو بھی باقی نہیں نماز ادا کی ہوئی یا نہیں۔

(۳) نماز ظالم و ربلو خوار مقبول ہے یا نہیں؟ معاصی ربلو خوار و شراب خور میں کسی قدر فرق ہے و نماز جنازہ ربلو خوار، شراب خور و ظالم مومنین کی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

طبرانی نے بسند حسن سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من شرب مسکرا مکان لم تقبل له صلاة
 جو کوئی نشہ کی چیز پئے چالیس دن اس کی نماز قبول نہ ہو۔ (م)
 اربعین یوماً^۱۔

مگر وعیدات سب مقید مشیت ہیں وَيَعْفُو مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ^۲ (اس سے) یعنی شرک سے) کم تر گناہ، جس کے چاہے بخش دے۔ (ت) صورت مذکورہ میں صحت نماز وادائے فرض میں شبہ نہیں رہا قبول محل عدل میں اُس کی شرط عظیم ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ^۳ (اللہ تعالیٰ متقین ہی سے قبول کرتا ہے۔ ت) اور مقام فضل حدث عن البحر بمأشئت ولا حرج (سمندر کے جُود و سخا کے بارے میں جو چاہو بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ت) ہے، یہاں رب العزّة نے حدیہ مقرر فرمائی ہے كَلِمَاتٍ تَعْلَمُونَهَا تَقُولُونَ^۴ (یہاں تک کہ تم جان لو جو کچھ کہہ رہے ہو۔ ت) جب حالت یہ ہو اور شرائط مجتمع، تو زید سے عدم قبول پر جزم جہل و جرات علی اللہ ہے جیسے عمر و غیر شراب سے قبول پر اتَّقُوا لَكُمْ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ^۵ (کیا تم اللہ پر افترا کرتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ ت) ہاں اجمالیوں کہہ سکتے ہیں کہ شراب کی نماز چالیس دن قبول نہیں، جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہوا، خالص زید پر حکم باطل ہی ہے جیسے اَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ^۶ (گواہ رہو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ ت) یوں کہنا جائز کہ ظالم ملعون ہیں اور یہ کہنا حرام کہ زید پر لعنت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال دوم:

نماز بلاشبہ ہو گئی استجماع شرائط و ارتقاء موانع کے بعد جواز پر دلیل طلب کرنا جہالت ہے، جو کہے نہ ہوئی وہ دلیل دے۔ یہ جہل و مکابرہ و ہابیہ کا شیوہ ہے کہ قائل جواز سے دلیل طلب کریں اور حرام کہنے کے لئے دلیل کی حاجت نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔
 جواب سوال سوم: قبول نماز کا جواب جواز اول اور فرضیت عہ نماز جواب عہ سوم سے واضح رہا و شراب دونوں حرام و گناہ کبیرہ ہیں خمر اگر اجماع الخبائث ہے کہ اسے پی کر جو بھی ہو تھوڑا ہے تو رہا میں حق العبد بھی ہے

عہ ۱: یعنی اس کے جنازہ کی نماز کی فرضیت ۱۲ (م) عہ ۲: یہ سائل کے سوال کے اعتبار سے سوم ہے جو ذبائح میں منقول ہوا

ہے۔ (م) ط

۱ المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۶۶۷۲ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۴۰۱ھ

۲ القرآن، سورہ النساء، آیت ۴، ۲۸

۳ القرآن، سورہ المائدہ، آیت ۵، ۲۷

۴ القرآن، سورہ النساء، آیت ۴، ۲۳

۵ القرآن، سورہ الاعراف، آیت ۷، ۲۸

۶ القرآن، سورہ ہود، آیت ۱۸

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ¹ (باطل طریقہ سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۰: مدرسہ اہل سنت منظر اسلام بریلی مسؤلہ مولوی محمد افضل صاحب کا بلی ۱۲ صفر ۱۳۳۳ھ

<p>کوئی شخص اگر ایک نماز میں وقت سے تاخیر کرے یعنی سُستی کرے، اگرچہ بعد میں ادا کر لے تو اس کو دوزخ میں اتار ہنا پڑے گا کہ ستر ہزار سالوں کی نماز اس دوران قضا کی جا سکے کیا یہ مسئلہ صحیح ہے یا نہیں؟۔ (ت)</p>	<p>شخص یک نماز از وقت تاخیر کند یعنی سستی کند و ادانیز کند قضاے ہفتاد ہزار سال دردوزخ میماند این مسئلہ صحیح است یا نہ۔</p>
---	--

الجواب:

<p>عذر شرعی کے بغیر اتنی تاخیر کہ وقت چلا جائے اور قضا کرنی پڑے، بے شک حرام، فسق اور کبیرہ گناہ ہے۔ اس کو عذاب دینا یا بخش دینا اللہ کی مشیت کے سپرد ہے اور کوئی مسلمان دوزخ میں دنیا کی عمر یعنی سات ہزار سال سے زیادہ نہیں رہے گا۔ (ت)</p>	<p>تاخیر آنچنان کہ بلا عذر شرعی از وقت بر آرد و قضا کند بلاشبہ حرام و فسق و کبیرہ است عذاب و مغفرتش مفوض بمشیت است و ہیج مسلمان بیش از عمر دنیا کہ ہفت ہزار سال ست دردوزخ نماند، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	---

مسئلہ ۲۶۱: حافظ نجم الدین صاحب گندہ نالہ شہر بانس بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگا دینا جائز ہے یا نہیں؟
الجواب ضرور ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۲: از فتح گدہ محلہ سنگت ضلع فرخ آباد مسؤلہ شہاب الدین صاحب ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں چند پنجابی قومیں بتعداد کثیر بلحاظ اپنے اپنے گروہ کے تعداد کے آباد ہیں اور ہر ایک جمعیت وہی مشہور نظام اپنی برادری کا رکھتی ہے جو قریب قریب ہر ایک مقام پر ایسی جمعیتوں میں رائج ہیں یعنی کسی سے کوئی امر خلاف پیش آنے پر جو متعلق برادری ہو اپنے چودھری کے نوٹس میں لا کر بصورت اجتماع اس درجہ سزا کا استحقاق و اقتدار رکھتی ہے کہ کلام و سلام اور طعام نیز ہر ایک تعلق دنیوی اُس اختلاف کرنے والے شخص سے ترک کر کے اس کو ہی نہیں بلکہ جو اس کا ہم نوا یا جو ہم خیال ہوتا و فتنیکہ بعد ادائیگی

¹ القرآن سورہ البقرہ آیت ۱۸۸

تاوان مقرر شدہ قومی آئندہ کے لئے قابل قبول ضمانت نہ پیش کر دے یہی زندگی جو حیات کی بدترین نمونہ ہے گزارنے پر مجبور ہوگا، پس جو پچاس تین ایسا احسن نظام امورات دنیوی میں رکھتی ہوں کیا از روئے شرع شریف متعلق احکامات دینی بالخصوص صوم و صلوة بعض افراد اپنے اپنے گروہ کو محض موجودہ حالت اسلام سے جو کبکبت واد بار کا زور فرسادر ہے متاثر ہو کر (یہ امر منجانب اللہ ہے کہ ایک وقت میں ہر جمعیت کی بعض خداترس ہستیوں کو ایسا خیال پیدا ہوا) اگر انہیں قدیمی قواعد و ضوابط برادری سے کام لے کر اپنے وابستگان کو پابند صوم و صلوة و نیز اور کھلے ہوئے نازیبا طرز سے جو سراسر خلاف اسلام ہی نہیں بلکہ تضحیک کا باعث ہیں۔ مثلاً شرا بخواری و جواد تاش اور داڑھی منڈوانا حسب تعلیم فرقان حمید و فرمودہ نبی کریم علیہ الصلاۃ و التسلیم درست کرنے کا مضطرب کن رجحان ہو تو ان کو یہ اختیارات مرقومہ بالا قدیمہ کا استعمال جبکہ امورات دنیوی میں ہمیشہ سے ہر طرح حاصل ہو گیا حسب تعلیم اسلام اپنے افراد کو حقیقی و سچا مسلمان بنانے میں جائز ہوگا و نیز بے نمازی کے جنازے کی نماز پڑھی جائے یا نہ؟ اور حکم تہدید ی اس میں کیا ہے؟

الجواب:

جو تنبیہ و تہدید و تادیب و تشدید اپنے امور دنیویہ میں کرتے ہیں امور دینیہ میں بدرجہ اولیٰ ضروری ہے اگر دنیا کے طالب اور دین سے غافل ہیں اس وجہ سے اس کے تارک اور اُس کے عامل ہیں کیا اچھا ہو کہ اللہ تعالیٰ اُن میں بیداری پیدا کرے اور اپنی دنیا سے بڑھ کر دین کا انتظام کریں، جو امور تادیبی اور پر مذکور ہوئے سب جائز ہیں، مگر مالی جرمانہ لینا حرام۔ مسلمان کے جنازہ کی نماز فرض ہے اگرچہ وہ نماز نہ پڑھتا ہو، اس میں حکم تہدید ی صرف اتنا ہے کہ علما و صلحا جن کے پڑھنے سے اُمید برکت ہوتی ہے بے نماز کا جنازہ خود نہ پڑھیں عوام سے پڑھوادیں۔ لیکن یہ کہ کوئی نہ پڑھے اور اُسے بے نماز دفن کر دیں یہ جائز نہیں، ایسا کریں گے تو جتنوں کو اطلاع ہوگی سب گنہگار ہوں گے عالم ہوں خواہ جاہل، اور اُس کی قبر پر نماز پڑھنی واجب ہوگی جب تک اُس کا بدن سلامت رہنا منظور ہو، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۶۳ و ۲۶۴) محمد رضا خان محلّہ رٹری ٹولہ از انجمن خادم الساجدین مورخہ ۱۶ محرم ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ہادیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کچھ غریب مسلمان انجمن خادم الساجدین کے بغرض تبلیغ صلوة شہر سے باہر مواضع میں ایسی جگہ پر پیدل اور دھوپ اور پیاس کی تکلیف اور بلا کسی نفع ذاتی کے فی سبیل اللہ آدھی رات سے اُٹھ کر گئے اور دوسرے دن واپس آئے، بعض لوگ ان میں بھوکے پیاسے بھی شامل تھے تقریباً ایک سو مسلمان مستعد نماز ہو گئے، اُن کے واسطے کیا اجر ہے تاکہ آگے کو ہمت بڑھے۔

(۲) ایک شخص انجمن سے باہر کا سوال کرتا ہے کہ میں چلو اور اُن سے کرایہ لو، کُل خرچہ کھانے پینے کا لو، اور اس میں رکھا ہی کیا ہے کوئی اپنے لئے نماز پڑھے گا تم کیوں کوشش کر رہے ہو، وہ شخص کیسا ہے اور جو لوگوں کو ہمت شکستہ

الجواب:

پہلے لوگوں کیلئے ان کی نیت نیک پر اجر عظیم ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان يهدى الله بك رجلا خيرا لك مما طلعت عليه الشمس ¹ وغربت۔	اللہ تعالیٰ ایک شخص کو تیرے ذریعہ سے ہدایت فرمادے تو یہ تیرے لیے تمام رُوئے زمین کی سلطنت ملنے سے بہتر ہے۔ (م)
---	--

ہدایت کو جانے کیلئے آتے جاتے جتنے قدم ان کے پڑیں ہر قدم پر دس نیکیاں ہیں، قال اللہ تعالیٰ:

وَنُكْتَبُ مَا قَدَّمُوا وَإِنَّا لَهُمْ عَدَاۗءٌ ۚ² ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشان پیچھے چھوڑ گئے (م) اور جو بغیر سواری نہ جاسکتا ہو اُس کا سواری مانگنا کچھ حُرْم نہیں، یوں ہی خرچ راہ بھی لے سکتا ہے مگر یہ کہنا کہ تم کیوں کوشش کرتے ہو شیطانی قول ہے امر بالمعروف نہی عن المنکر فرض ہے، فرض سے روکنا شیطانی کام ہے۔ بنی اسرائیل میں جنہوں نے مچھلی کا شکار کیا تھا وہ بھی بندر کردئے گئے اور جنہوں نے انہیں نصیحت کرنے کو منع کیا تھا کہ لِمَ تَعْطُونَ قَوْمًا اللّٰهُ مَهِّلُهُمْ اَوْ مُعَدِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا³ (کیوں ایسوں کو نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرے گا یا سخت عذاب دے گا۔ م) یہ بھی تباہ ہوئے اور نصیحت کرنے والوں نے نجات پائی، اور یہ کہنا کہ "اس میں رکھا ہی کیا ہے" سب سے سخت کلمہ ہے، اس کہنے والے کو تجدید اسلام و تجدید نکاح چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۵) از بریلی محلہ ملوک پور مسولہ شفیق احمد خان صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انجمن کا یہ پاس کردہ قانون کہ جو مسجد میں ایک وقت کی نماز کو نہ آوے اور نہ آنے کا کوئی قابل اطمینان عذر بھی نہ ہو تو اس کو مسجد میں ایک لوٹار کھنا پڑے گا۔ یہ حکم شرعی سے ناجائز تو نہیں ہے؟
الجواب: اگر وہ شخص اپنی خوشی سے ہر غیر حاضری کے جرمانہ میں سو سو روپے دے تو بہت اچھا ہے اور اُن روپوں کو مسجد میں صرف کیا جائے لیکن جبراً ایک لوٹا یہ ایک کوڑی نہیں لے سکتا۔ فان المصادرة بالمال منسوخ

1 جامع الصغیر مع فیض القدر حدیث ۷۲۱۹ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۲۵۹/۵

2 القرآن سورہ یس ۳۶ آیت ۱۲

3 القرآن سورہ الاعراف ۷ آیت ۱۶۲

بالمسوخ حرام (کیونکہ مالی جرمانہ منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل کرنا حرام ہے) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۶) سید عرفان علی صاحب رکن انجمن خادم الساجدین رٹری ٹولہ بریلی ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جبکہ عشرہ محرم میں نماز کا انتظام منجانب انجمن کیا گیا تھا تو اب اس موقع پر کہ محمد علی و شوکت علی بریلی میں آرہے ہیں اور ۳ بجے سے ۶ بجے تک شہر میں گشت کریں گے اور پھر جوہلی باغ میں تقریر کریں گے پبلک عام کثیر التعداد اُن کے جلوس میں جوہلی باغ میں ہوگی اور اس اثنا میں نمازِ عصر و نمازِ مغرب و نمازِ عشا کا وقت ہوگا پس ایسی حالت میں منجانب انجمن مسلمانوں کو تنبیہ کرنا اور ان کو نماز کے واسطے آمادہ کرنا کوئی نقص شرعی تو نہیں پیدا کرتا ہے، اور نماز کی ترغیب ایسے مواقع پر دلانا موجب ثواب دارین ہے یا نہیں؟

الجواب:

نماز کی ترغیب ہر وقت و ہر حال میں ہونی چاہئے اگرچہ ناچ کی مجلس ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۷) از شہر (بریلی) محلہ سوداگران مسؤلہ مولوی محمد رضا خان صاحب عرف نٹھے میاں صاحب ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے چند شخصوں کی طرح طرح خوشامدانہ انداز پیار محبت کے طریقے سے نماز باجماعت کی تاکید کی اُن لوگوں کو جب اُس پر کاربند نہ پایا بلکہ اُن میں سے ایک شخص نے دو مرتبہ ترک نماز کا اقرار زید کے سامنے کیا عشاء کی جبکہ صلاۃ ہو چکی زید انہیں لوگوں کے پاس بیٹھا تھا سب سے نماز کے واسطے کہا ایک شخص نے جواب دیا ہم ابھی آتے ہیں کوئی بیماری یا مجبوری نہ تھی جس نے کہا تھا ہم ابھی آتے ہیں وہ نہ آیا بعد فجر اس سے پوچھا عشا کی نماز کہاں پڑھی؟ جواب دیا کہ میں نماز کے معاملہ میں جھوٹ نہ بولوں گا میں نے نہیں پڑھی۔ صبح کی نماز کیلئے اکثر زید ان سب صاحبوں کو جگایا کرتا بعض آتے اور بعض ہو شیار ہو کر اطمینان دلا کر پھر سو جاتے ان میں سے ایک شخص ایک یا دو مرتبہ پاخانے گیا فارغ ہو کر پھر سو رہا ایسا چند بار کا زید کا عینی مشاہدہ ہے ایک شہادت زید کو ملی کہ وہ انوری کو وقتِ مغرب اُن صاحبوں کا پورا مجمع جنگل میں گیا، یہ شاہد بھی ساتھ تھا، شاہد کے سوا سب نے ہنسی مذاق میں نماز کھودی ان کی متعدد مرتبہ ایسی حرکات دیکھ کر سمجھا یا کہ تم لوگ اپنے وطن عزیز و اقربا کو چھوڑ کر ہادی بننے کو آئے ہو ہرگز وہ شخص ہادی نہیں ہو سکتا جس کے دل میں عشق رسالت نہ ہو، اور نماز سب سے زیادہ حضور کو محبوب۔ نماز پڑھو یہ تمہارے ساتھ ہر جگہ بھلائی کرے گی۔ جب اس پر بھی کاربند نہ ہوئے تو زید نے اُن سے انہوں نے زید سے ترک کلام کر دیا پھر ایک مرتبہ زید نے کہا کہ من ترک الصلاة متعمدا فقد کفر¹ کے تم مرتکب ہو اور یہ تین سو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے تم نماز کی توہین کرتے ہو اللہ تماری نماز جنازہ نہ ہونے دے میرے عقیدہ میں بارادہ ترک کرنے والا کافر ہے اس پر زید

الجامع الصغیر مع فیض القدر حدیث ۸۰۸۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۰۲/۶¹

کی نسبت کیا حکم ہے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب کریم تارکِ صلاۃ کی تکفیر میں سکوت ہے یا تارکِ صلاۃ اپنے دامنِ رحمت میں لے کر کفر سے بچاتے ہیں۔ جب زید پر اعتراض ہو کہ مذہبِ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تارکِ صلاۃ کافر نہیں تم امام برحق پر فتویٰ لگاؤ۔ اُس نے جواب دیا کہ میرے باپ کا یہ حکم نہیں، نہ اس سے میری مراد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکار سے علیحدہ چلنا تھا بلکہ زجر آکھا تو اس کہنے والے پر کیا حکم ہوگا؟ اور اگر کوئی حنفی جبکہ امام برحق کا حکم تارکِ صلاۃ پر تکفیر کا نہ ہو یہ عقیدہ رکھے کہ تارکِ صلاۃ عمداً کافر ہے اور اس عقیدہ کو ظنی جانے تو اُس پر کیا حکم ہے۔ جنہوں نے زید کے اس قول پر یوں تعریفاً ایک دوسرے صاحب سے کہا لیجئے اب تو کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں مسلمانوں کو کافر کہا جاتا ہے ایسوں کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

بلاشبہ صدہا صحابہ کرام و تابعین عظام و مجتہدین اعلام و ائمہ اسلام علیہم الرضوان کا یہی مذہب ہے کہ قصداً تارکِ صلاۃ کافر ہے اور یہی متعدد صحیح حدیثوں میں منصوص اور خود قرآن کریم سے مستفاد: **وَأَقْبِمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الشُّرَکِيِّينَ** ¹ نماز قائم کرو اور کافروں سے نہ ہو جاؤ۔ (م) زمانہ سلف صالح خصوصاً صدر اول کے مناسب یہی حکم تھا اُس زمانہ میں ترک نماز علامتِ کفر تھا کہ واقع نہ ہوتا تھا مگر کافر سے، جیسے اب زنا باندھنا یا تشقہ لگانا علامتِ کفر ہے۔ جب وہ زمانہ خیر گزر گیا اور لوگوں میں تہاؤن آیا وہ علامت ہو نا جاتا رہا اور اصل حکم نے عود کیا کہ ترک نماز فی نفسہ کفر نہیں جب تک اُسے ہلکا یا حلال نہ جانے یا فرضیتِ نماز سے منکر نہ ہو، یہی مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ حنفی کہ ظنی طور پر اس کے خلاف کا معتقد ہو خاطر ضرور ہے کہ اب یہ حکم خلافِ تحقیق و نا منصور ہے مگر وہ اس کے سبب نہ معاذ اللہ گمراہ ٹھہرے گا نہ حنفیت سے خارج کہ مسئلہ فقہی نہیں اور اکابر صحابہ و ائمہ کے موافق ہے۔ اور معتزضین کا کہنا کہ تم امام برحق پر فتویٰ لگاؤ، محض جہالت اور شانِ امام میں گستاخی ہے۔ کیا صدہا صحابہ و ائمہ کا وہ فتویٰ معاذ اللہ حضراتِ امام پر لگتا ہے۔ عمداً تارکِ صلاۃ پر لگتا ہے نہ کہ اُسے کافر نہ جاننے پر۔ معتزضین اگر خوفِ خدا کرتے تو انہیں اس کی شکایت نہ ہوتی کہ کفر کے فتوے لگنے لگے بلکہ اس کا خوف ہوتا کہ صدہا صحابہ و ائمہ اُن کے کفر پر فتوے دے رہے ہیں۔ کیا محال ہے کہ عند اللہ اُنہی کا فتویٰ حق ہو، مسائل اختلافیہ ائمہ میں حق دائر ہوتا ہے کسی کو یقیناً خطا پر نہیں کہہ سکتے۔

¹ القرآن سورہ الروم ۳۰ آیت ۳۱

غرض معترضین پر فرض ہے کہ توبہ کریں نماز کے پابند ہوں فتوایں صدہا صحابہ و ائمہ سے ڈریں اور آج اگر وہ نقد وقت نہ ہو تو سوہ خاتمہ سے خوف کریں۔ زید نے اگر یہ الفاظ زجر آکھے حرج نہیں، محل زجر میں ایسا استعمال ہر قرن و طبقہ کے ائمہ و علماء بلکہ خود سرکار رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحمیۃ سے بکثرت ثابت ہے اور اگر اعتقاد تکفیر رکھتا ہے تو اس سے باز آئے قول صحیح امام اعظم اختیار کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۸) از انجمن اسلامیہ قصبہ سانگور ریاست کوٹہ راجپوتانہ ۲۴/ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ
یہاں ایک مولوی صاحب آئے اور یہ بیان کیا کہ بے نمازی کے ہمراہ کھانا کھانا اور اس کی نماز جنازہ پڑھنا نیز وہ بیمار ہو جائے تو اس کے گھر جانا بہت بڑا ثواب ہے، بعض علماء اس سے اجتناب اور اس پر کفر اور قید کا فتویٰ دیتے ہیں محض غلطی پر ہیں۔

الجواب:

بے نماز کو ہمارے امام نے کافر نہ کہا مگر بہت صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام نے اس کی تکفیر کی، اور خود صحیح حدیث میں ارشاد: من ترک الصلاة متعمدا فقد کفر جہارا^۱۔ جس نے قصداً نماز ترک کی وہ علانیہ کافر ہو گیا۔ (م)
جو ائمہ اس کی تکفیر کرتے ہیں ان کے نزدیک اس کی عیادت کو جانا بھی ناجائز ہوگا اس کے جنازہ کی نماز بھی ناجائز ہوگی ہمارے امام کہ تکفیر نہیں فرماتے ان کے نزدیک بھی اسے ضرب شدید و قیدمدید کا حکم ہے جس کا اختیار سلطان اسلام کو ہے اور کسی کی عیادت کو جانا واجب نہیں، بہ نظر رجز اگر بے نماز کی عیادت کو نہ جائیں تو کوئی الزام نہیں۔ ہاں جبکہ ہمارے نزدیک وہ کافر نہیں، فقط فاسق فاجر مرتکب کبائر ہے تو اس کے جنازہ کی نماز ضرور ہے پھر بھی علماء و پیشوایان قوم اگر اوروں کی عبرت کیلئے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور بعض عوام سے پڑھو ادیں تو یہ بھی مستحسن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ الجامع الصغیر مع فیض التقدير حدیث ۸۵۸۷ مطبوعہ دار المعرفۃ، البیروت ۱۰۲/۶، معجم اوسط، حدیث نمبر ۳۳۷۲ مکتبہ المعارف ریاض ۲۱۱/۴

باب الاوقات

نماز کے وقتوں کا بیان

مسئلہ (۲۶۹) مرسلہ حاجی الہ یار خان صاحب ۱۱ رجب ۱۳۰۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روزہ نفل میں جو نیت کو قبل زوال کے کرنے کو لکھا ہے اور زوال کے وقت جو نماز مکروہ ہے تو اس وقت سے کیا مراد ہے اور بڑھ سے بڑھ یہ وقت کس قدر ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

یہ سوال مع جواب مولوی گنگوہی صاحب پیش ہوا اس میں تین^۳ مسئلے ہیں، دو^۲ کا گنگوہی صاحب نے جواب ہی نہ دیا اور ایک کا کہ دیا محض غلط کہ نہ دینا اُس سے ہزار جگہ بہتر تھا وہ مسائل یہ ہیں:
مسئلہ اولیٰ: باب صیام میں وقت زوال جس تک نیت روزہ نفل ہو جانا چاہئے کیا ہے؟
اقول: فی الواقع روزہ ماہ مبارک و نذر معین و روزہ نفل جبکہ ادا ہونہ قضا تو مذہب صحیح یہی ہے کہ ان کی نیت نصف النہار شرعی سے پہلے ہو جانی چاہئے جسے ضحہ کبریٰ کہتے ہیں اُس کے بعد بلکہ خاص ضحہ کبریٰ کے وقت بھی نیت کافی نہیں، درمختار میں ہے:

رمضان کے روزے، نذر معین کے روزے اور

یصح اداء صوم رمضان والنذر المعین

والنفل بنیته من اللیل الی الضحوة الکبریٰ،
 لابعدها ولا عندها، اعتباراً الاکثر الیوم¹۔
 نفلی روزے کی ادا صحیح ہے اگر رات سے ضحوة کبریٰ تک نیت
 کر لی جائے، ضحوة کبریٰ کے بعد یا اس کے دوران نیت کرنے
 سے روزہ نہیں ہوگا کیونکہ دن کے بیشتر حصے کا اعتبار
 ہے۔ (ت)

اور نہار شرعی طلوع فجر صادق سے غروب مرئی کل قرص شمس تک ہے، ردالمحتار میں ہے:

الیوم الشرعی من طلوع الفجر الی الغروب²۔
 شرعی دن، طلوع فجر سے غروب تک ہے۔ (ت)

یہ ہمیشہ نہار عرفی سے کہ طلوع مرئی کنارہ بالائی شمس سے غروب مرئی کل جرم شمس تک ہے بمقدار مدت فجر زیادہ ہوتا ہے
 یعنی جس جگہ، جس فصل جس مہینے بلکہ جس دن میں طلوع فجر سے طلوع شمس بمعنی مذکور تک جتنی مدت ہوگی اُس دن کا نہار
 شرعی اس کے نہار عرفی سے اُسی قدر بڑا ہوگا اور ظاہر ہے کہ جب دو بڑی چھوٹی چیزوں میں صرف ابتدا مختلف اور انتہا متفق
 ہو تو اکبر کا نصف اصغر کے نصف سے بقدر نصف زیادت کے پہلے ہوگا لہذا ہمیشہ نصف النہار شرعی نصف النہار عرفی حقیقی یعنی
 نصف النہار دائرہ ہندیہ سے بقدر نصف مقدار فجر کے پیشتر ہوتا ہے، ردالمحتار میں ہے:

اعلم، ان کل قطر نصف نہارہ قبل زوالہ بنصف
 حصۃ فجریہ³۔
 جان لو کہ ہر علاقے کا نصف النہار، بقدر نصف حصہ فجر، زوال
 سے پہلے ہوتا ہے۔ (ت)

پس یہی حساب ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہئے آج کی فجر دریافت کر لی کہ کس مقدار کی ہوئی اُس کی تصنیف میں جتنے منٹ سکند آئے
 ٹھیک دو پہر یعنی کیلی کا سایہ دھوپ گھڑی میں خط نصف النہار پر منطبق ہونے سے پیشتر اتنے ہی منٹ سکند لے لئے وہی وقت
 حقیقی نصف النہار شرعی کا ہوا اُس سے پہلے نیت روزے کی ہو جانی چاہئے اور پُر ظاہر کہ نہ نہار عرفی دائرہ ایک حالت پر رہے نہ
 مقدار فجر دو لاکھ یکساں ہو بلکہ دونوں ہر روز گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ افتق مستوی میں بھی کہ بوجہ میل عہ و تزايد
 و تقاض میل تفاوت طوابع و مطالع ضروری ہے نہ کہ

عہ نصف میل باعث اختلاف طوابع یا مطالع ہے اور اس کا تزايد و تقاض باعث اختلاف طوابع فی المطالع کما لایخفی
 علی ذی درایۃ ۱۲ (جیسا کہ ذی فہم پر مخفی نہیں۔ ت) (م)

¹ در مختار کتاب الصوم مطبوعہ مجتہبائی دہلی ۱۳۶۱

² در مختار، کتاب الصوم، مطبوعہ مجتہبائی دہلی، ۸۰/۲

³ در مختار کتاب الصوم مطبوعہ مجتہبائی دہلی ۸۵/۲

آفاق مائلہ نہ کہ ہمارے بلاد جن میں سائل و مجیب کا کلام ہے جن کے مدارات کا دائرہ معدل النہار سے میل میل کلی پر بھی کئی درجے افزوں ہے کہ کما بیش عرض الخ رکھتے ہیں بریلی جس کا عرض الخ ہے یہاں نہار نجومی کہ انق حقیقی پر جانب انطباق مرکز شمس سے جانب غرب انطباق تک ہے روز انقلاب صیفی پونے چودہ گھنٹے سے زائد ۱۳ گھنٹے ۴۸ منٹ تک پہنچتا ہے اور روز انقلاب شتوی سوادس ساعت سے بھی کم ۱۰ گھنٹے ۱۲ منٹ کا ہوتا ہے اور مقدار فجر یعنی طلوع فجر سے طلوع نجومی شمس تک اوخر جو زاوا اکل سرطان میں پونے دو گھنٹے کے قریب یعنی تقریباً ایک گھنٹہ ۳۹ منٹ اور نزدیکی اعتدالین میں سوا گھنٹے سے کچھ زائد یعنی تخمیناً ایک گھنٹہ ۲۲ منٹ تو نہار شرعی ہمیشہ ایک مقدار پر کیونکر رہ سکتا ہے نہ زہار اس کا تفاوت ایسا قلیل ہے جسے بے مقدار و ناقابل اعتبار سمجھ کر ہمیشہ کیلئے ایک اندازہ مقرر کر دیجئے بلکہ اس کی کمی بیشی سوا پھر کامل تک پہنچتی ہے انقلاب اول میں تخمیناً یہ ل یعنی ساڑھے پندرہ گھنٹے کا نہار شرعی ہوتا ہے کہ پانچ پہر سے بھی زائد ہوا کجا ساڑھے چار پہر اور انقلاب ثانی میں تقریباً مامہ یعنی پونے بارہ گھنٹے کا کہ چار پہر سے بھی کم ہوا کہاں ساڑھے چار پہر پونے بارہ اور ساڑھے پندرہ کا تفاوت وہی سوا پھر کامل ہوا یا نہیں پھر ایسی شدید التفاوت چیز میں ایک مقدار کا تخمینہ کر دینا کس قدر غلط و باعث مغالطہ مسلمین ہوگا مثلاً جب عوام نے یہ اندازہ جان لیا کہ ساڑھے چار پہر کا نہار شرعی ہوتا ہے اس کے اکثر حصے میں نیت ہو جانی چاہئے یعنی غروب آفتاب تک اس کے نصف سے زیادہ باقی ہو اور اس کا نصف سواد و پہر یعنی پونے سات گھنٹے تو اس حکم کا حاصل یہ ہوا کہ اگر شام تک ۰۶ گھنٹے سے کچھ بھی زیادہ وقت باقی ہے جب تو روزے کی نیت صحیح ہو جائے گی اور ۰۶ یا اس سے کم ہیں تو ہرگز صحیح نہ ہوگی اب ملاحظہ کیجئے جب آفتاب تحویل سرطان پر آیا اور ۷ بجے ڈوب یعنی وقت حقیقی سے تقریباً ڈیڑھ منٹ سات پر تو حقیقی بارہ بجے کے چند منٹ بعد بھی یہ بات صادق ہے کہ شام تک ۶ گھنٹے ۴۵ منٹ سے زیادہ وقت ہے تو لازم کہ اُس دن دو پہر ڈھلے پر بھی نیت روزہ ہو جائے حالانکہ یہ بالاجماع باطل ہے بلکہ اُس دن حقیقی سوا گیارہ بجے سے چند منٹ پہلے بھی نیت جائز نہیں کہ انج کر ۱۱ منٹ پر نصف النہار شرعی ہو چکا اور جب آفتاب تحویل جدی پر آیا اور سوا پانچ سے کچھ کم یعنی وقت حقیقی سے تقریباً ہنچ کر ۱۰ منٹ پر ڈوب تو لازم کہ اُس دن ساڑھے دس بجے بھی نیت جائز نہ ہو کہ اب شام تک ۰۶ گھنٹے باقی حالانکہ اُس دن ۱۱ کے بعد یعنی حقیقی وقت سے انج کر ۱۹ منٹ تک بھی نیت جائز ہے کہ نصف النہار شرعی اب ہوگا پس ثابت ہوا کہ ۰۴ پہر کا تخمینہ محض غلط و باعث تغلیط اور بنائے کار اسی حساب پر واجب جو ہم بیان کر آئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

رہا لفظ زوال کہ عبارت امام اجل ابو الحسن قدوری رحمہ اللہ تعالیٰ میں واقع عند التحقیق اُس سے دو پہر ڈھلے ہی کا وقت مراد ہے اس روایت پر نصف النہار عرفی تک ان روزوں کی نیت جائز ہے مگر مختار و معتمد وہی روایت سابقہ ہے کہ نصف النہار شرعی سے پہلے نیت ہو جانی ضرور ہے ہدایہ اوقایہ^۲ و شرح و قایہ^۳ و عتابیہ^۴

جو اہل^۵ الاخلاطی و شرح^۶ نقایہ، بر جندی و شرح^۷ علامہ اسمعیل و متن^۸ نور الايضاح میں اسی کو اصح کہا اور شرح^۹ جامع صغیر للامام السرخسی و کافی^{۱۰} شرح وافی و شرح^{۱۱} کنز للزیلعی و متن^{۱۲} اصلاح میں اسی کو صحیح بتایا اور نقایہ^{۱۳} و کنز^{۱۴} و ملتقی^{۱۵} و تنویر^{۱۶} و در^{۱۷} و اشباہ^{۱۸} وغیر ہا مرسلہ معتمدات میں اسی پر جزم کیا اور یہی من حیث الدلیل اقوی تو اسی پر عمل و فتویٰ اس سوال کا جواب اسی قدر ہے باقی اُس روایت کو غلط کہنا ائمہ کے ساتھ گنگوہی صاحب کا سوء ادب ہے کہ قدوری^۱ و مجمع^۲ و فتاویٰ^۳ خانہ و فتاویٰ^۴ خلاصہ و شرح^۵ طحاوی و خزانیہ^۶ المفتین وغیر ہا معتبرات میں کہ اجلہ متون و شروح و فتاویٰ مذہب سے ہیں اُسی پر جزم و اعتماد کیا۔

اما المجمع فنقل عنه في ردالمحتار واما شرح الطحاوی فرمزله في خزانه المفتين، واما الاربعة البواقى فرأيت فيها بعينى۔	مجمع سے ردالمحتار نے نقل کیا ہے، شرح طحاوی کی طرف خزانیہ المفتین میں اشارہ کیا گیا ہے اور باقی چاروں میں، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ (ت)
---	---

بلکہ خود محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب الصوم میں وہی قول زوال ارشاد کیا،

کمانص عليه الامام شمس الائمة السرخسى في شرح الجامع الصغیر، ورأيت النقل عنه في الايضاح شرح الاصلاح للعلامة ابن کمال الوزير۔	جیسا کہ شمس الائمہ سرخسی نے جامع صغیر کی شرح میں کہا ہے اور علامہ ابن کمال وزیر کی ایضاح شرح اصلاح میں، میں نے اس کی نقل دیکھی ہے۔ (ت)
--	--

تو ایسی جگہ ارسال زبان نازیبا و زیان اور زوال سے زوال نہار شرعی مراد لے کر قصد توثیق بھی خلاف تحقیق کی مرسلہ ائمہ یہاں بقائے خلاف کرتے ہیں اور خود ایک جانب کو اصح و صحیح کہنے کا یہی مفاد عبارت ہدایہ یوں ہے:

قال في المختصر (يعنى القدورى) ما بينه وبين الزوال، وفي الجامع الصغیر قبل نصف النهار وهو الاصح ^۱ الخ۔	کہا مختصر میں (یعنی قدوری میں) "اس کے اور زوال کے درمیان"۔ اور جامع صغیر میں ہے "نصف النهار سے پہلے"۔ اور یہ اصح ہے الخ (ت)
---	---

شرح و قایہ میں ہے:

في الجامع الصغیر بنية قبل نصف النهار اى قبل نصف النهار الشرعى، وفي مختصر	جامع الصغیر میں ہے "اگر نصف نہار سے پہلے نیت کرے" یعنی نصف نہار شرعی سے پہلے، اور
--	---

¹ الهدایہ کتاب الصوم مطبوعہ المکتبہ العربیہ کراچی ۱۹۲۱

مختصر قدوری میں ہے کہ زوال تک صحیح ہے، لیکن پہلا قول صحیح ہے۔ (ت)	القدوری الی الزوال، والاول اصح ¹ ۔
---	---

کافی للامام النسفی میں ہے:

مختصر میں مذکور ہے "اس کے اور زوال کے درمیان" اور جامع صغیر میں ہے "نصف نہار سے پہلے" اور یہ صحیح ہے الخ (ت)	ذکر فی المختصر، وبينه وبين الزوال، وفي الجامع الصغير، قبل نصف النهار، وهو الصحيح ² ۔
--	---

تبيين الحقائق میں ہے:

کہا مختصر میں (یعنی کنز میں) "نصف نہار سے پہلے تک"۔ یہی جامع صغیر میں بھی مذکور ہے۔ اور قدوری نے کہا ہے "اس کے اور زوال کے درمیان" اور صحیح پہلا قول ہے۔ (ت)	قال في المختصر (يعني الكنز) الى ما قبل نصف النهار، وهو المذكور في الجامع الصغير، وذكر القدوري ما بينه وبين الزوال، والصحيح الاول ³ ۔
--	---

برجندی میں ہے:

قدوری نے اشارہ کیا ہے کہ نیت صبح اور زوال کے درمیان صحیح ہے۔ اور ہدایہ میں ہے کہ پہلا قول اصح ہے۔ (ت)	اشار القدوری انه تجوز النية فيما بين الصبح والزوال، وفي الهداية الاول ⁴ ۔
---	--

جوہر الاخلاطی میں ہے:

اس کے لئے نیت کافی ہے، اگر صبح اور زوال کے درمیان کرے، یا نصف نہار سے پہلے، اور یہ اصح ہے (ت)	اجزائه النية ما بينه وبين الزوال او قبل انتصاف النهار، وهو الاصح ⁵ ۔
---	---

اور نص قاطع وہ ہے کہ تاتارخانیہ میں محیط سے نقل فرمایا:

اختلاف کا نتیجہ تب ظاہر ہوگا جب زوال کے قریب	يظهر ثمرة الاختلاف فيما اذ انوى عند
--	-------------------------------------

¹ شرح الوقاية كتاب الصوم مطبوعه مكتبة رشيدية دہلی ۳۰۶/۱

² کافی شرح وانی

³ تبين الحقائق كتاب الصوم المطبوعه الكلبري الاميرية مصر ۳۱۵۹/۱

⁴ شرح النقاية للبرجندی كتاب الصوم نوکشتور لکھنؤ ۲۱۱/۱

⁵ جوہر الاخلاطی، كتاب الصوم قلمی نسخہ غیر مطبوعہ ۳۸/۱

قرب الزوال^۱ اھ۔

نیت کرے اھ (ت)

اقول: بلکہ بعد اس عنایت کے بھی توفیق عہ^۱ نہ ہوئی (انتصاف پر بھی مابینہ و بین الزوال و قبل الزوال و قرب الزوال صادق حالانکہ مذہب صحیح پر خاص وقت ضحہ کبریٰ بھی نیت کافی نہیں کما قد مناعن الدر وغیرہ) جس طرح ہم نے دروغیرہ سے پہلے نقل کیا ہے) (ص-۱۲۲) پھر اس تکلیف بے حاصل سے کیا حاصل۔ غرض نہ تغلیط مقبول نہ توفیق معقول بلکہ جواب وہی ہے جو فقیر نے ذکر کیا وباللہ التوفیق و افاضۃ التحقیق واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۲۷۰ نیہ: وقت زوال جس میں نماز ممنوع کیا وقت ہے۔

اقول: گنگوہی صاحب نے اس سوال کا جواب نہ دیا پیشتر بھی فقیر سے یہ سوال ہوا تھا بقدر ضرورت جواب لکھا گیا یہاں اس کی نقل پر اقتصار ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زوال کا وقت جس میں نماز ناجائز ہے کیا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

زوال تو سورج ڈھلنے کو کہتے ہیں یہ وقت وہ ہے کہ ممانعت کا وقت نکل گیا اور جواز کا آیا کما صرح بہ فی البحر^۲ عن الحلیۃ۔ (جیسا کہ بحر الرائق میں حلیہ سے اسکی تصریح کی گئی ہے) تو وقت ممانعت کو زوال کہنا صریح مسامحت ہے اور غایت تاویل مجاز مجاورت بلکہ اسے وقت استوا کہنا چاہئے یعنی نصف النہار کا وقت، اب علما کو اختلاف ہے کہ اس سے نہار عرفی کا نصف حقیقی عہ^۲ مراد ہے یعنی دوپہر جس وقت مرکز آفتاب بالائے افق دائرہ نصف النہار پر

عہ^۱ نعم لو اول بالمنتصف کان توفیقاً وان لم | ہاں اگر (اس قول کی) تاویل نصف النہار کے ساتھ کردی جاتی تو ان یکن تحقیقاً ۱۲ منہ (م) | میں تطبیق ہو جاتی اگرچہ اس میں بھی تسامح ہے۔ (ت)

عہ^۲ ۱۲ احتراز ہے نصف النہار عرفی سے کہ ۱۲ بجے کے وقت کو کہتے ہیں، یہ سال میں چار دن یعنی ۱۵/۱۱ اپریل ۱۴ جون، ۳۱/۱ اگست، ۲۴ دسمبر کے سوا ہمیشہ نصف النہار حقیقی سے آگے پیچھے ہوتا ہے جس کا تقدم تاخر تقریباً پاؤ گھنٹے تک پہنچتا ہے یعنی زیادت میں تقریباً ۱۴ منٹ اور کمی میں ۱۶، پھر یہ بھی اُس وقت ہے کہ گھڑیاں (باقی اگلے صفحہ پر)

۱ الفتاویٰ التاہار خانیدہ الفصل الثالث فی النیۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳۵۷/۲

۲ البحر الرائق کتاب الصوم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی دہلی ۲۵۱/۱

پہنچتا اور سایہ اپنی مقدار اصلی پر آکر اُس کے بعد جانبِ مشرق پلٹتا اور گھٹنے کی انتہا ہو کر پھر بڑھنا شروع ہو جاتا ہے یہ قول ائمہ ماوراء النہر کی طرف منسوب یا نہار شرعی کا نصف مراد ہے جسے ضحہ کبریٰ کہتے ہیں۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ نہار عرفی طلوع کنارہ شمس سے غروب کل قرص شمس تک ہے۔

جس طلوع پر شرعی احکام مبنی ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ شرقی جانب جو دائرہ افق حسی ہے افق حسی کا عام معنی مراد ہے جس کو بعض نے افق ترسی کا نام دیا ہے۔ اس دائرے سے پورے سورج کی حرکت کے ساتھ، سورج کا پہلا کنارہ گزر جائے۔ اور غروب سے مراد یہ ہے کہ سورج کی پوری نکلے، اسی دائرے سے، اسی حرکت کے ساتھ، غربی جانب سے گزر جائے۔ اس سے نہار عرفی اور نہار نجومی کا امتیاز بھی واضح ہو گیا، کیونکہ نہار نجومی شروع اس وقت ہوتی ہے جب شرقی جانب سورج کا مرکز، افق حقیقی کے دائرے پر منطبق ہو جائے، اور ختم اس وقت ہوتی ہے جب غربی جانب سورج کا مرکز افق حقیقی کے دائرے پر منطبق ہو جائے۔ اب اگر دونوں افق (حقیقی

والمراد بالطلوع، البتئی علیہ احکام الشرع، تجاوز اول حاجب الشمس فی جهة الشرق عن دائرة الافق الحسی بالمعنی الاعمر، المسئی فی کلام البعض بالافق الترسی، بحركة الكل، وبالغروب تجاوز کل قرصها فی جهة الغرب عن الدائرة المذكورة بالحركة المزبورة، فوضع امتیاز النهار العرفی عن النهار النجومی، فانه من انطباق مرکز الشمس علی دائرة الافق الحقیقی من قبل المشرق، الی انطباقه علیها فی جهة المغرب، فان اتحد الافقان یکون العرفی اکبر من النجومی، بقدر ما یطلع نصف کرة الشمس ویغرب النصف، وان انحط الترسی من التحقیق، وهو الاکثر،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اصل تعدیل الايام بلدی پر جاری کی جائیں اور اگر دوسرے مقام کے وقت پر اجراء ہو جیسے ہندوستان میں وقت مدراس کو اختلاف طول سے یہ دن متبدل ہو جائیں گے، مثلاً بریلی جس کا وقت مدراس سے ۳ منٹ ۱۹ سیکنڈ زائد ہے یہاں تقریبی مساوات یعنی جیبی گھڑی کے ۱۲ بجے پر ٹھیک دوپہر ہونا ان چار تاریخوں پر ہوگا ۳ و ۲۵ مئی و ۱۱ ستمبر و ۱۸ دسمبر ۱۲ منٹ۔ یہ بھی اس وقت تک تھا اب کہ جولائی ۱۹۰۵ء سے مدراس ناٹم منسوخ اور وسط ہند کے وقت پر گھڑیاں جاری کی گئی ہیں یعنی جہاں طول ۸۲ درجے ہے جس کے ۰۵ گھنٹے ہوئے، اس اختلاف نے بریلی میں صرف دو آہی دن مساوات کے رکھے ۱۸ اکتوبر اور ۲۰ نومبر، اور کمی کی مقدار یعنی جیبی گھڑی کے ۱۲ بجے سے نصف النہار حقیقی کا پہلے ہونا صرف ۴ منٹ رہ گئی، اور زیادت یعنی جیبی کے ۱۲ بجے سے ٹھیک دوپہر بعد کو ہونا ۲۶ منٹ تک پہنچ گئی ۱۲ منٹ (م)

اور ترسی) متحد ہوں تو نہار عرفی، نہار نجومی سے اتنی بڑی ہوگی جتنی دیر میں سورج کا آدھا کرہ طلوع ہوتا ہے اور آدھا غروب ہوتا ہے۔ اور اگر ترسی، حقیقی سے نیچے ہو، جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے خصوصاً جب افقی انکسار کے دقیقوں کو ملحوظ رکھا جائے تو نہار عرفی اور زیادہ بڑھ جائے گی۔ ہاں، اگر ترسی، حقیقی سے، سورج کے نصف قطر جتنا اوپر ہو اور انکسار کے دقیقے بھی ملحوظ ہوں تو نہار عرفی اور نہار نجومی برابر ہو جائیں گی۔ اور اگر سورج کے نصف قطر کی مقدار سے زیادہ اوپر ہو تو نہار نجومی بڑھ جائے گی، جیسا کہ مخفی نہیں ہے یہ فائدہ لکھتے وقت قلم کیلئے ظاہر ہوا تو ہم نے اس کو ذکر کرنا مناسب سمجھا۔ (ت)

لاسیما من جهة دقائق الانكسار الافقي، فزيادة العرفي ازيد۔ نعم، ان وقع فوقه بقدر نصف قطر الشمس مع دقائق الانكسار يستوي النهاران، وازيد من ذلك فيفضل النجومی، كما لا يخفى وهذه فائدة سنحت للقلم حين التحرير فاحببنا ايرادها۔

اور نہار شرعی طلوع فجر صادق سے غروب کل آفتاب تک ہے تو اس کا نصف ہمیشہ اُس کے نصف سے پہلے ہوگا، مثلاً فرض کیجئے آج تحویل حمل کا دن ہے آفتاب بریلی اور اُس کے قریب مواضع میں جب گھڑی کے ہنچ کر ۷ منٹ پر چمکا اور ۶ بج کر ۱۲ منٹ پر ڈوبا ہنچ کر ۲۸ منٹ پر صبح ہوئی تو اس دن نہار شرعی ۱۳ گھنٹے ۲۶ منٹ کا ہے جس کا آدھا ۶ گھنٹے ۲۳ منٹ ہوگا اسے ۴ گھنٹے ۲۸ منٹ پر بڑھایا تو ۱۱ گھنٹے ۳۱ منٹ کا وقت آیا اور نصف النہار شرعی وقت استوائی حقیقی سے ۴۰ منٹ پیشتر ہوا الا تسع و عشرين كما يتوهم فانهم واعرف ان كنت تقسم (نہ کہ انیس منٹ، جیسا کہ وعدہ کیا جاتا ہے۔ اس کو سمجھو اور جانو، اگر سمجھ رکھتے ہو۔ ت) اسی کو ضحوة کبریٰ کہتے ہیں اسی وقت کے آنے تک کچھ کھایا پیانا نہ ہو تو روزے کی نیت جائز ہے، اس دوسرے قول پر اس وقت سے نصف النہار عرفی یعنی استوائی حقیقی تک کہ تحویل حمل کے دن ۱۲ بج کر ۱۱ منٹ پر ہوگا، سارا وقت کراہت کا ہے جس میں نماز ناجائز و ممنوع اور پُر ظاہر کہ یہ مقدار اختلافِ موسم سے گھٹتی بڑھتی رہے گی یہ قول ائمہ خوارزم کی طرف نسبت کیا گیا اور امام رکن الدین صباغی نے اسی پر فتویٰ دیا، ردالمحتار میں ہے:

قسمتانی میں اس قول کو ائمہ ماوراء النہر کی طرف منسوب کیا ہے کہ مراد عرفی نہار کا نصف ہونا ہے، اور اس قول کو ائمہ خوارزم کی طرف منسوب کیا ہے کہ مراد شرعی نہار کا نصف ہونا ہے یعنی ضحوة کبریٰ زوال تک۔ (ت)

عزافي القهستانی القول بان المراد انتصاف النهار العرفی ای ائمة ماوراء النهر وبان المراد انتصاف النهار الشرعی وهو الضحوة الكبریٰ الى الزوال الى ائمة خوارزم¹۔

¹ ردالمحتار مطلب بشرط العلم بدخول الوقت مطبوعہ المصطفیٰ البانی مصر ۱۳۷۳ھ

اور قنیه میں ہے کہ زوال کے قریب مکروہ وقت کی مقدار میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ نصف النہار سے زوال تک ہے، کیونکہ ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے نصف النہار سے زوال تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، رکن الدین صباغی نے کہا ہے کہ یہ کتنا ہی اچھا استدلال ہے کیونکہ اس وقت میں نماز سے منع کرنے کی ضرورت تب ہی پڑ سکتی ہے جب یہ وقت کم از کم اتنا ضرور ہو کہ اس میں نماز پڑھی جاسکے، شامی کی عبارت ختم ہوئی۔ اور جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، یہ افتاء کے الفاظ ہیں۔ (ت) اقول: (میں کہتا ہوں): اسی کا مؤید ہے وہ جو شامی میں ہے۔ شامی نے طحاوی سے، اس نے ابوالسعود سے، اس نے حموی سے، اس نے برجندی سے، اس نے ملتقط سے باب الکسوف میں نقل کیا ہے کہ اگر سورج گرہن عصر کے بعد یا نصف النہار کے وقت لگے تو لوگ دعا کریں گے اور نماز نہیں پڑھیں گے، یعنی اس وجہ سے کہ ان دو وقتوں میں نفل پڑھنا مکروہ ہے، تائید کی وجہ ظاہر ہے، مخفی نہیں۔ (ت)

وفي القنية، واختلف في وقت الكراهة عند الزوال، فقليل من نصف النهار الى الزوال، لرواية ابي سعيد رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انه نهى عن الصلاة نصف النهار حتى تزول الشمس، قال ركن الدين الصباغی، وما احسن هذا، لان النهی عن الصلاة فيه يعتمد تصورهما فيه¹ ما في الشامی، وهذا كماترى من الفاظ الافتاء۔ اقول: ويؤيده ما في الشامی عن الطحاوی عن ابي السعود عن الحموی عن البرجندی عن الملتقط، في باب الكسوف، انها اذا انكسفت بعد العصر او نصف النهار دعوا ولم يصلوا²، اي لكراهة النفل في الوقتين، ووجه التأييد ظاهر ليس بخاف۔

غرض جب علماء میں اختلاف ہے اور ایک امام اجل نے اس قول کو ترجیح دی اور اُس کے خلاف ترجیح منقول نہ ہوئی تو احتیاط اسی پر عمل کرنے میں ہے۔

¹ ردالمحتار مطلب بشرط العلم بدخول الوقت مصطفیٰ البانی مصر ۱/۲۷۳

² ردالمحتار باب الکسوف مصطفیٰ البانی مصر ۱/۶۲۲

یہاں تک کہ اس کا خلاف ظاہر ہو جائے اقوال (میں کہتا ہوں) ابھی مسئلہ مزید تحقیق و تحریر کا محتاج ہے اور عبد ضعیف کی، یہاں کچھ بحثیں ہیں جنہیں عنقریب ہم کسی اور تحریر میں پیش کریں گے، واللہ تعالیٰ اعلم، جو کچھ میں نے جواب میں لکھا ہے وہ ختم ہوا۔ واللہ سبحانہ اعلم بالصواب۔ (ت)

حتی یتبین خلافہ اقوال والمسئلة بعد تحتاج الی زیادة تحقیق و تحریر. وللعبد الضعیف ههنا اباحت سنوردها ان شاء الله تعالى فی غیر هذا التحریر، واللہ تعالیٰ اعلم۔ انتھی ما کتبت فی الجواب۔ واللہ سبحانہ اعلم بالصواب¹۔

مسئلہ (۲۷۱) ۳۱: بڑھ سے بڑھ یہ وقت کس قدر ہے؟

اقول: گنگوہی صاحب نے اس سوال کا جواب بھی قلم انداز کر دیا، اس کا جواب اجمالی یہ ہے کہ ہمارے بلاد میں انتہا درجہ یہ وقت ۲۸ منٹ تک پہنچتا ہے جبکہ آفتاب انقلاب صیفی میں ہوتا ہے یعنی ۲۲ جون کو ٹھیک دوپہر سے اتنے منٹ بیشتر نصف النہار شرعی ہو جاتا ہے اور تحویل حمل و میزان یعنی ۲۱ مارچ و ۲۴ ستمبر کو ۳۹ منٹ پہلے ہوتا ہے نہ اس سے گھٹے نہ اس سے بڑھے باقی ایام میں انہیں کے بیچ میں دورہ کرتا ہے و تفصیل ذلك يطول جدا (اور اس کی تفصیل بہت طویل ہے۔ ت) اور ٹھیک دوپہر سے یہ مراد کہ جب دائرہ ہندیہ میں ظل ثانی خط الزوال پر پورا منطبق ہو یہی نہار عری کا گویا عہ نصف حقیقی ہے اسی کو استوائی حقیقی کہئے اس وقت آفتاب بیچ آسمان میں ہونا سمجھئے احکام شریعہ میں اسی وقت کا اعتبار ہے نصف النہار شرعی سے اسی وقت تک نماز مکروہ ہے اس کے بعد پھر وقت ممانعت نہیں رہتا اس وقت بارہ بجے فرض کیجئے اور اس سے گھنٹہ بھر پہلے گیارہ و علیٰ ہذا القیاس ان گھڑی گھنٹوں کے بارہ کا حکم زوال و نصف النہار و شروع وقت ظہر میں اصلاً اعتبار نہیں اگرچہ نہایت صحیح ہوں کہ نظر عوام میں ان کا کمال صحت توپ سے مطابقت اور توپ قطع نظر اس سے کہ اکثر غلط چلتی ہے فقیر نے گیارہ منٹ تک کی غلطی اُس میں مشاہدہ کی ہے اگر پوری صحیح بھی چلے تو خود اس حساب پر نہیں چلتی، فقیر نے بارہا پیشم خود مشاہدہ کیا ہے کہ دوپہر کی توپ صحیح چلی ہے اور اُس وقت آفتاب مرای العین میں صاف پلٹ چکا ہے یا ابھی وسط آسمان پر بھی نہ آیا ولہذا تحویل حوت کا شمس کہ بحساب دائرہ ہندیہ مع حصہ انکسار افقی ہمارے شہر میں ہنچ کر ۳۹ منٹ پر ڈوبنا چاہئے توپ کے اعتبار سے قریب ۶ بجے کے ہنچ کر ۵۶ منٹ پر ڈوبتا ہے تحویل قوس کا مہر کہ بحساب مذکور دائرہ ۶ بج کر ۴۲ منٹ پر چمکنا چاہئے توپ کے گھنٹوں پر ۶ سے

۳۱ منٹ

عہ اس گویا اور کہیے اور سمجھی کی وجہ عالم ہیأت پر مخفی نہیں اور یہ بھی وہ جان سکتا ہے کہ یہ وقت وقت استوائی حقیقی تحقیقی کس صورت میں ہوگا ۱۲ منہ (م)

بعد طلوع کر آتا ہے اسی طرح ہر جگہ فرق پائیے گا یہ امر ضرور قابل لحاظ ہے یہیں سے وہ عقدہ کھل گیا کہ ہم نے مسئلہ ثانیہ کے جواب میں نصف النہار شرعی ۱۱ پر ۳۱ منٹ آکر لکھا اور پھر اس سے استوائے حقیقی تک ۴۰ منٹ کا فاصلہ رکھا حالانکہ ۱۱ پر ۳۱ کے بعد ۱۲ بجتے تک صرف ۲۹ منٹ کا فصل ہے تو وجہ یہ کہ اُس مسئلہ میں انہیں رواجی مدراسی گھنٹوں کا حساب لیا تھا ولہذا طلوع شمس حمل ۶ پر ۷ منٹ آکر مانا۔ یہ ہے ان مسائل کا اجمالی تخمینہ جواب اور تفصیل و تحقیق مفرضی تطویل و اطنا۔

<p>اور جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ عقلمندوں کے لئے کافی ہے، اور درود بھیجے اللہ تعالیٰ بہت رجوع کرنے والے آقا سیدنا محمد پر اور ان کی آل و اصحاب پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (ت)</p>	<p>وفیما ذکرنا کفایة لا ولی الباب و صلی اللہ تعالیٰ علی المولی الاواب سیدنا محمد و الال و الاصحاب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔</p>
--	--

مسئلہ (۲۷۲): از حیدرآباد دکن قریب دروازہ دبیر پورہ مدرسہ محمدیہ مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب اعظم گڈھی ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۷ھ

حضرت مولانا العلام والحر القمقام حامی السنۃ قانع البدعۃ بقیۃ السلف حبیب الخلف مولانا الحاج المولوی احمد رضا خان صاحب مدظلہ العالی بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ واضح رائے عالی متعالی ہو کہ ان دنوں یہاں کہ علماء بلکہ چار پانچ علمائے ہند مثل حضرت مولانا مولوی لطف اللہ صاحب علی گڈھی و جناب مولوی محمد منصور علی خان صاحب مراد آبادی و جناب مولوی محمد یعقوب صاحب اعظم گڈھی وغیرہم نے مثلین سوی الزوال کا فتویٰ دیا بعدہ، مولوی عبد الوہاب صاحب بہاری صدر مدرس مدرسہ نظامیہ نے سب علماء کے فتوے کو رد کر دیا اور لکھا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ قول مثلین سے رجوع کر کے قول صاحبین کی طرف آگئے ہیں اب التماس ہے کہ آپ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں۔ خادم الطالبہ محمد عبدالحق

الجواب:

مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، قول سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہی مثلین بعد فی الزوال ہے اور وہی احوط وہی اصح وہی من حیث الدلیل ارجح اسی پر اجماع و اطباق جملہ متون متین وہی مختار و مرضی جمہور محققین شارحین اسی پر افتاے اکثر کبرائے ائمہ مفتین امام کا اس سے رجوع فرمانا ثابت نہیں اجماع متون مذہب موضوعہ لنقل المذہب کے حضور بعض حکایات شاذہ حاملہ غیر محفوظہ قابل لحاظ کب ہوئیں بلکہ قول یک مثل ہے مرجوع عنہ ہے۔

<p>لما صرح به فی البحر والخیرۃ ورد المحتار</p>	<p>کیونکہ بحر، خیرہ اور رد المحتار وغیرہ میں تصریح ہے کہ</p>
--	--

جو قول ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو اس سے رجوع کیا جا چکا ہوتا ہے۔ اور ہر ایک کی ایک سمت ہے جس کی جانب وہ منہ کرتا ہے تو نیکیوں میں سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکیوں کی توفیق دے اور اپنے کرم سے انہیں قبول فرمائے۔ واللہ سبخنہ وتعالیٰ اعلم، وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

وغیرہا ان کل ماخرج عن ظاہر الروایۃ فهو مرجوع عنه¹۔ هذا ولكل وجهة هو موليها فاستبقوا الخیرات²۔ وفقنا الله تعالى لها وتقبلها منا بالكرم والله سبخنه وتعالی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۲۷۳) از کلکتہ فوجداری بالاخانہ نمبر ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۸ جمادی الآخرہ ۱۳۰۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں کلکتہ میں آج کل آفتاب 2/61 بجے طلوع ہوتا ہے اور پونے چھ بجے غروب اور نماز عصر پونے چار بجے ادا کی جاتی ہے کہ اُس وقت سایہ سوائے اصلی کے دو مثل کسی طرح نہیں ہوتا اس صورت میں نماز مذہب مفتی بہ کے موافق ہوئی یا نہیں اور ایسی حالت میں جماعت میں شریک ہونا چاہیے یا جماعت کا ترک اختیار کیا جائے صرف حکم چاہتا ہوں مجھے دلائل کی ضرورت نہیں، بینواتو جدوا۔

الجواب:

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جب تک سایہ ظل اصلی کے علاوہ دو مثل نہ ہو جائے وقت عصر نہیں آتا اور صاحبین کے نزدیک ایک ہی مثل کے بعد آجاتا ہے اگرچہ بعض کتب فتاویٰ وغیرہ تصانیف بعض متاخرین مثل برہان طرابلسی و فیض کرکی و در مختار میں قول صاحبین کو مرجح بتایا مگر قول امام ہی احوط و اصح اور از روئے دلیل ارجح ہے، عموماً متون مذہب قول امام پر بزم کیے ہیں اور عامہ اجلہ شارحین نے اُسے مرضی و مختار رکھا اور اکابر ائمہ ترجیح و افتا بلکہ جمہور پیشوایان مذہب نے اُسی کی تصحیح کی، امام الملک العلماء ابو بکر مسعود نے بدائع اور امام^۲ سرخسی نے محیط میں فرمایا: هو الصحیح^۳ (یہی صحیح ہے)۔ امام^۳ اجل قاضی جان نے اسی کو تقدیم دی اور وہ اسی کو تقدیم دیتے ہیں جو اظہر من حیث الدراریہ اور اشہر من حیث الروایۃ ہو^۴۔ کہا

¹ رد المحتار مطلب فی حدیث اختلاف امتی رحمۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۵۰۱

² القرآن سورہ البقرہ آیت ۲۸۸

³ البحر الرائق، بحوالہ بدائع کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ۲۴۵/۱

⁴ فتاویٰ قاضی خان مقدمۃ الکتاب مطبوعہ نوکسٹور لکھنؤ انڈیا ۲/۱۱

نص علیہ فی خطبۃ الخانیۃ (جیسا کہ خانیہ کے خطبہ میں یہ بات صراحتاً مذکور ہے۔ ت) اور وہی قول معتمد ہوتا ہے کما فی الطحاوی والشمی (جیسا کہ شامی اور طحاوی میں ہے۔ ت) یونہی^۱ امام طاہر بخاری نے خلاصہ میں اسے تقدیم دی۔ امام اجل^۵ برہان الدین صاحب ہدایہ نے ہدایہ اور امام اجل^۶ ابوالبرکات نسفی نے کافی اور امام زلیخی نے تبیین الحقائق میں اسی کی دلیل مرآۃ رکھی، امام اجل^۸ محبوبی نے اسی کو اختیار فرمایا۔ امام صدر الشریعہ نے اسی پر اعتماد کیا وہ چند متاخرین اعلیٰ مصنفین برہان و فیض و در مختار ان اکابر میں ایک کی بھی جلالت شان کو نہیں پہنچتے۔ فتاویٰ انغیاشیہ و جواہر الاخلاطی میں فرمایا: هو المختار یہی مختار ہے) علامہ^۳ قاسم نے تصحیح قدوری میں اسی کی تحقیق کی، امام^۳ سمعانی نے خزائن المفتین میں اسی پر اقتصار فرمایا قول خلاف کا نام بھی نہ لیا، امام^۴ محمود عینی نے اسی کی تائید فرمائی، ملتقی^{۱۵} الابحر میں اسی کو مقدم رکھا اور وہ اسی کو تقدیم دیتے ہیں جو ارجح ہو کما ذکر فی خطبۃ جیسا کہ اس کے خطبے میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت) اور وہی مختار للفتویٰ ہوتا ہے کما فی شرحہ^۱ مجمع الانہر (جیسا کہ اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے ت) مراقی^{۱۲} الفلاح میں ہے هو الصحيح و علیہ جل المشایخ و المتون^۲ (یہی صحیح ہے اور اسی پر بزرگ مشائخ و متون مذہب ہیں) طحاوی^{۱۷} اعلیٰ المراقی میں ہے صححہ جمہور اهل المذہب^۳ (جمہور ائمہ مذہب نے اسی کی تصحیح فرمائی) نقایہ^{۱۸} میں روایت خلاف کی تضعیف فرمائی شرح^{۱۹} الجمع للمصنف میں ہے انہ المذہب و اختارہ اصحاب المتون و ارتضاہ الشارحون^۴ (مذہب یہی ہے اور اسی کو اصحاب متون نے اختیار فرمایا اور اسی کو شارحین نے مرضی و پسندیدہ رکھا) ینایج^{۲۰} و علمگیری^{۲۱} میں ہے هو الصحيح^۵ (یہی صحیح ہے) جامع^{۲۲} الرموز میں اسی کو مفتی بہ بتایا، السراج^{۲۳} المنیر میں ہے علی قوله الفتویٰ^۶ (امام ہی کے قول پر فتویٰ ہے) بحر^{۲۴} الرائق پھر رد المختار^{۲۵} میں ہے قول امام سے عدول کی اجازت نہیں اس مذہب مہذب پر دلیل جلیل صحیح بخاری شریف کی حدیث باب الاذان للمسافر^۷ میں ہے کہ ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ

1 مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر خطبہ کتاب مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/۱

2 مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ کتب کراچی ص ۹۴

3 مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ کتب کراچی ص ۹۴

4 البحر الرائق بحوالہ شرح الجمع کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کینی کراچی ۵/۱۱ ۲۴

5 الفتاویٰ الہندیۃ الباب الاول فی المواقیط مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۱۱

6 السراج المنیر

7 صحیح البخاری باب الاذان للمسافر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۷/۱۱ ۸

تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب اقدس تھے مؤذن نے اذانِ ظہر دینی چاہی، فرمایا: ابرد (وقت ٹھنڈا کر) دیر کے بعد پھر مؤذن نے اذان دینی چاہی، فرمایا: ابرد (وقت ٹھنڈا کر)، دیر کے بعد مؤذن نے سہ بارہ اذان کا ارادہ کیا، فرمایا: ابرد (وقت ٹھنڈا کر) اور یونہی تاخیر کا حکم فرماتے رہے حتیٰ ساوی الظل التلول (یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا) اُس وقت اذان کی اجازت فرمائی اور ارشاد فرمایا: "گرمی کی شدت جہنم کی سانس سے ہے توجہ گرمی سخت ہو ظہر ٹھنڈے وقت پڑھو"۔ مشاہدہ شاہد اور قواعد علم ہیأت گواہ اور خودائتمہ شافعیہ کی تصریحات ہیں کہ دوپہر کو ٹیلوں کا سایہ ہوتا ہی نہیں معدوم محض ہوتا ہے خصوصاً اقلیم ثانی میں جس میں حرین طیسین اور اُن کے بلاد ہیں۔ امام نووی، شافعی، امام قسطلانی شافعی نے فرمایا: ٹیلے زمین پر نصب کی ہوئی اشیاء کی مانند نہیں بلکہ زمین پر پھیلے ہوتے ہیں تو زوال کے بہت زمانے کے بعد اُن کا سایہ شروع ہوتا ہے جب ظہر کا اکثر وقت گزر جاتا ہے ظاہر ہے کہ جب آغاز اُس وقت ہوگا تو ٹیلوں کے برابر گزرنے پہنچے گا مگر مثل ثانی کے بھی اخیر حصہ میں اُس وقت تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان نہ دینے دی تو نماز تو یقیناً اور بھی بعد ہوئی تو بلاشبہ مثل ثانی بھی وقت ظہر ہو اور اس حدیث کو ارادہ جمع بین الصلاتین پر حمل کرنا خود اسی حدیث کے الفاظ سے باطل ہے حضور یہاں ابراد کا اظہار فرما رہے ہیں کہ نماز اپنے وقت کے ٹھنڈے حصے میں پڑھی جائے نہ یہ کہ وقت نکال دینے کے بعد دوسری نماز کے وقت میں ادا کی جائے، حضور یہاں حکم عام ارشاد فرما رہے ہیں کہ جب گرمی سخت ہو یوں ہی وقت ٹھنڈا کرو یہ نہیں فرماتے کہ جب مسافر ہو تو ظہر کو عصر سے ملا کر پڑھو اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ حدیث امامت جبریل جس کے بھروسے پر برہان و در مختار نے مثل اول اختیار کیا اصل حجت نہیں ہو سکتی کہ وہ دنیا میں سب سے پہلی حدیث اوقات ہے نماز شب اسرا میں فرض ہوئی اور اسی کے دن میں وقتِ ظہر کو آکر جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان اوقات کے لئے امامت کی توجہ حدیث اُس کے خلاف ہے اُس کے بعد اور اُس کی نسخ ہے اور قول دو مثل سے امام کا رجوع فرمانا ہرگز صحیح نہیں بلکہ اُس کا خلاف ثابت ہے کہ تمام متونِ مذہب وہی نقل فرما رہے ہیں اور متون ہی نقل مذہب کیلئے موضوع ہیں، امام محمد نے کتاب الاصل یعنی مبسوط میں کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے وہی قول امام لکھا۔ نہایہ میں ہے امام سے وہی ظاہر الروایۃ ہے، غایۃ البیان میں ہے یہی امام کا مذہب مشہور و مانوخذ ہے۔ محیط میں ہے قول امام سے یہی صحیح ہے۔ ینایح میں ہے امام سے یہی روایت صحیح ہے۔ شرح مجمع میں ہے مذہب امام یہی ہے کل ذلک فی البحر¹ (یہ سب بحر میں ہے۔ ت) تو بعض نقول خالمہ مرجوحہ کی بنا پر زعم رجوع محض ناموجہ ہے بلکہ قول ایک مثل ہی ہے رجوع ثابت ہے کہ وہ خلاف ظاہر الروایۃ ہے اور جو کچھ خلاف ظاہر الروایۃ ہے مرجوع عنہ ہے کمافی

البحر والخیرۃ

¹ البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱/۲۳۵

وغیر ہما (جیسا کہ بحر اور خیر یہ وغیرہ میں ہے۔ ت) تو یہ مذہب مہذب بوجہ کثیرہ مذہب صاحبین پر مرجح ہوا۔
اواگاہی مذہب امام ہے اور مذہب امام اعظم پر عمل واجب جب تک کوئی ضرورت اس کے خلاف پر باعث نہ ہو۔
تایا اسی پر متون مذہب ہیں اور متون کے حضور اور کتابیں مقبول نہیں ہوتیں۔

ثالثاً اسی پر مرسلہ شروع ہیں اور شروع فتاویٰ پر مقدم۔

رابعاً اجلہ اکابر ائمہ تصحیح و فتویٰ مثل امام قاضی خان و ایام برہان الدین صاحب ہدایہ و امام ملک العلماء مسعود کاشانی صاحب بدائع
وغیر ہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسی کی ترجیح و تصحیح فرمائی اور جلالت شان مصححین باعث ترجیح ہے۔

خامساً جمہور مشائخ مذہب نے اس کی تصحیح و ترجیح کی اور عمل اسی پر چاہئے جس طرف اکثر مشائخ ہوں۔

سادساً اسی میں احتیاط ہے کہ مثل ثانی میں عصر پڑھی تو ایک مذہب جلیل پر فرض ذمہ سے ساقط نہ ہو اڑھی پڑھی برابر رہی
اور بعد مثل ثانی پڑھی تو بالاتفاق صحیح و کامل ادا ہوئی۔

سابعاً رہیں حدیثیں بعض صاحبوں نے گمان یہ کیا کہ احادیث مذہب صاحبین میں نص ہیں بخلاف مذہب امام اعظم رضی اللہ
تعالیٰ عنہم، حالانکہ حق یہ ہے کہ صحاح احادیث دونوں جانب موجود ہر گز کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ مذہب صاحبین پر کوئی
حدیث صحیح صریحاً سالم عن المعارض ناطق ہے جسے دعوئی ہو پیش کرے اور بامداد روح پُرفوتوح حضرت سیدنا الامام رضی اللہ
تعالیٰ عنہ اس فقیر سے جواب لے ان شاء اللہ تعالیٰ یا تو ثابت ہو جائے گا کہ وہ حدیث جس سے مخالف نے استناد کیا صحیح نہ تھی یا
صحیح تھی تو مذہب صاحبین میں صریحاً نہ تھی یا یہ بھی سہی تو اس کا معارض صحیح موجود ہے اور فقیر ان شاء اللہ تعالیٰ ثابت
کردے گا کہ اس تعارض میں احادیث مذہب صاحبین کو منسوخ ماننا ہی مقتضائے اصول ہے اور اگر نہ مانیں تاہم تعارض قائم
ہو کر ساقط ہوگا اور پھر وہی مذہب امام رنگ ثبوت پائے گا کہ جب بوجہ تعارض مثل ثانی میں شک واقع ہوا کہ یہ وقت ظہر ہے
یا وقت عصر اور اس سے پہلے وقت ظہر بالیقین ثابت تھا تو شک کے سبب خارج نہ ہوگا اور وقت عصر بالیقین نہ تھا تو شک کے
سبب داخل نہ ہوگا والحمد للہ رب العالمین۔ بالجملہ عند تحقیق مثل ثانی میں عصر ادا ہی نہ ہوگی بلکہ فرض ذمہ پر باقی رہے
گا ورنہ علی التنازل اس وقت نماز مکروہ ہونے میں تو شک نہیں کہ جب بعض کتب فقہ میں اس وقت نماز ظہر میں کراہت گمان
کی صرف اس خیال سے کہ صاحبین کے نزدیک وقت قضا ہو گیا حالانکہ فرض ظہر بالاجماع ساقط ہو جائیگا اگرچہ قضا ہی سہی تو اس
وقت نماز عصر لاجرم سخت کراہت رکھے گی کہ امام کے نزدیک ہنوز وقت ہی نہ آیا تو فرض ہی سرے سے ساقط نہ ہوگا ادر خلاف
صاحبین تھا یہاں خلاف امام وہاں قضا ادا میں خلاف تھا اور صحت اجماعی ادھر

نفسِ صحت و بطلان ہی میں نزاع ہے جب وہاں کراہت زعم کی گئی تو یہ کس درجہ شدید مکروہ ہونا چاہئے اور یہ تو بے شمار کتبِ ائمہ میں تصریح ہے کہ اس وقت عصر کا پڑھنا بے احتیاطی ہے پس محتاط فی الدین کو لازم کہ اگر جانے کہ مجھے مثل ثانی کے بعد جماعت مل سکتی ہے اگرچہ ایک ہی آدمی کے ساتھ تو اس جماعت باطلہ یا کم از کم مکروہ بکراہت شدیدہ میں شریک نہ ہو بلکہ وقت اجماعی پر اپنی جماعت صحیحہ نظیفہ ادا کرے اور اگر جانے کہ پھر میرے ساتھ کوئی نہ ملے گا تو بتقلید صاحبین شریک جماعت ہو جائے اور تحصیلِ صحت متفق علیہا و رفع کراہت کیلئے مثل ثانی کے بعد پھر اپنی تنہا ادا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

شعبان ۱۳۳۱ھ

مسئلہ (۲۷۴)

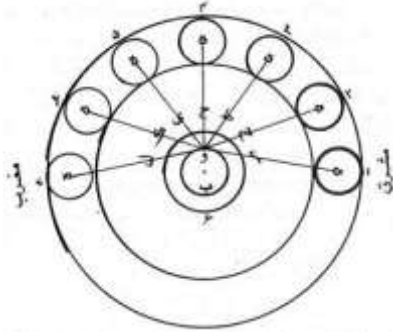
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عصر کا وقت مستحب و وقت مکروہ کیا ہے؟ بینوا تو جو را۔

الجواب:

نمازِ عصر میں ابر کے دن تو جلدی چاہیئے، نہ اتنی کہ وقت سے پیشتر ہو جائے۔ باقی ہمیشہ اس میں تاخیر مستحب ہے۔ اسی واسطے اس کا نام عصر رکھا گیا لانہا تعصیر (یعنی وہ نچوڑ کے وقت پڑھی جاتی ہے) حاکم و دارقطنی نے زیاد بن عبد اللہ نخعی سے روایت کی "ہم امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ مسجد جامع میں بیٹھے تھے مؤذن نے آکر عرض کی: یا امیر المؤمنین نماز۔ امیر المؤمنین نے فرمایا بیٹھو۔ وہ بیٹھ گیا۔ دیر کے بعد پھر حاضر ہوا اور نماز کیلئے عرض کی۔ امیر المؤمنین نے فرمایا ہذا الکلب یعلنا السنۃ (یہ سننا ہمیں سنت سکھاتا ہے) پھر اٹھ کر ہمیں نماز عصر پڑھائی۔ جب ہم نماز پڑھ کر وہاں آئے جہاں مسجد میں پہلے بیٹھے تھے فحشونا للربک لنزول الشمس للغروب نتر اھا^۱ (ہم زانوں پر کھڑے ہو کر سورج کو دیکھنے لگے کہ وہ غروب کے لئے نیچے اتر گیا تھا)۔ یعنی دیواریں اُس زمانے میں نیچی نیچی ہو تیں آفتاب ڈھلک گیا تھا بیٹھے سے نظر نہ آیا دیوار کے نیچے اتر چکا تھا گھٹنوں پر کھڑے ہونے سے نظر آیا، مگر ہر گز ہر گز اتنی تاخیر جائز نہیں کہ آفتاب کا قرص متغیر ہو جائے اُس پر بے تکلف نگاہ ٹھہرنے لگے یعنی جبکہ غبارِ کثیر یا ابرِ رقیق وغیرہ حائل نہ ہو کہ ایسے حائل کے سبب تو ٹھیک دوپہر کے آفتاب پر نگاہ بے تکلف جمتی ہے اس کا اعتبار نہیں بلکہ صاف شفاف مطلع میں اس قدر ترقی دائی حیلات کربئی بخار کے سبب کہ افق کے قُرب میں نگاہ کو اُس کا کثیر حصہ ملے کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے طلوع و غروب کے قُرب آفتاب پر نگاہ بے تکلف جمتی ہے جب اُس سے اونچا ہوتا اور کربئی بخار کا قلیل حصہ حائل رہ جاتا ہے شعاعیں زیادہ ظاہر ہوتیں اور نگاہ جمنے سے مانع آتی ہیں اور یہ حالت مشرق و مغرب دونوں میں یکساں ہے جس کا حال اس شکل سے عیاں ہے اب کربئی زمین ہے اوضاع

1 سنن الدار قطنی باب ذکر بیان المواقیح الخ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱۵۱/۱

ناظر ہے یعنی سطح زمین کی وہ جگہ دیکھنے والا شخص کھڑا ہے ح زمین کے سب طرف کربی بخار ہے جسے عالم نسیم و عالم لیل و نہار بھی کہتے ہیں اور یہ ہر طرف سطح زمین سے ۴۵ میل یا قول اواکل پر ۵۲ میل اونچا ہے اس کی ہوا اوپر کی ہوا سے کثیف تر



ہے تو آفتاب اور نگاہ میں اس کا جتنا زائد حصہ حاصل ہوگا اتنا ہی نور کم نظر آئے گا اور نگاہ زیادہ ٹھہرے گی کہ مرکز شمس ہے اہ ہر طرف وہ خطہ ہے جو نگاہ ناظر سے شمس پر گزرتا ہے پہلے نمبر پر آفتاب افق شرقی سے طلوع میں ہے اور دوسرے تیسرے نمبر پر چڑھتا ہوا ساتویں نمبر پر افق غربی پر غروب کے پاس پہنچا ظاہر ہے کہ جب آفتاب پہلے نمبر پر ہے تو خطہ ا کا حصہ ا ر کربی بخار میں گزر اور دوسرے پراح تیسرے پراط چوتھے پراح، اور اقلیدس سے ثابت ہے کہ ان میں ا ر سب سے بڑا ہے اور آفتاب جتنا اونچا ہوتا جاتا ہے ا ح ا ط وغیرہ چھوٹے ہوتے جاتے ہیں کہ یہاں تک کہ نصف النہار پر خط ا ح سب سے چھوٹا رہ جاتا ہے ہم نے اپنے محاسبات ہندسیہ میں ثابت کیا ہے کہ خط ا ح یعنی دوپہر کے وقت کا خط پانسواٹھانوے^{۵۹۸} میل سے بھی زائد ہے پھر جب آفتاب ڈھلکتا ہے وہ خطوط اسی نسبت پر بڑے ہوتے جاتے ہیں ا ی ا ر ا ط کے پڑتا ہے اور ا ک ا ر ا ح کے اور ا ل برابر رکھے ہیں یہاں سے واضح ہو گیا کہ یہ قدرتی دائمی سبب ہے جس کے باعث آفتاب جب نصف النہار پر ہوتا ہے اپنی انتہائی تیزی پر ہوتا ہے اور اُس سے پہلے اور بعد دونوں پہلوؤں پر جتنا افق سے قریب تر ہوتا ہے اُس کی شعاع دھیمی ہوتی ہے یہاں تک کہ شرق و غرب میں ایک حد کے قرب پر اصلاً نگاہ کو خیرہ نہیں کرتی مشرق میں جب تک اس حد سے آفتاب نکل کر اونچا نہ ہو جائے اُس وقت تک نماز منع اور وقت کراہت کا ہے اور مغرب میں جب آفتاب اس حد کے اندر آجائے اُس وقت سے غروب تک نماز منع اور وقت کراہت کا ہے، تو اس بیان سے سبب بھی ظاہر ہو گیا اور

یہ بھی کھل گیا کہ مشرق و مغرب دونوں جانب میں یہ وقت برابر ہے نہ یہ کہ مشرق کی طرف، تو یہ وقت پندرہ بیس منٹ رہے جو تقریباً ایک نیزہ بلندی کی مقدار ہے اور مغرب میں ڈیڑھ دو گھنٹے ہو جائے جو اُس سے کئی نیزے زائد ہے تجربہ سے یہ وقت تقریباً بیس منٹ ثابت ہوا ہے تو جب سے آفتاب کی کرن چمکے اُس وقت سے بیس منٹ گزرنے تک نماز ناجائز اور وقت کراہت ہو اور ادھر جب غروب کو بیس منٹ رہیں وقت کراہت آجائے گا، اور آج کی عصر کے سوا ہر نماز منع ہو جائے گی۔ ہاں یہ جو بعض کا خیال ہے کہ آفتاب متغیر ہونے سے مراد دھوپ کا میلانا ہونا ہے یہ ہرگز صحیح نہیں، جاڑے کے موسم میں تو آفتاب ڈھلکنے کے تھوڑی ہی دیر بعد کہ ابھی سایہ ایک مثل بھی نہیں پہنچتا اور بالاجماع وقت ظہر باقی ہوتا ہے یقیناً آفتاب بہت متغیر ہو جاتا ہے اور بین طور پر دھوپ میں زردی پیدا ہو جاتی ہے تو چاہئے کہ عصر کا وقت آنے سے پہلے ہی وقت کراہت آجائے اور نماز بے کراہت مل ہی نہ سکے اور یہ صریح باطل و محال ہے، ابو السعود علی الکنز اور طحطاوی علی الدر میں ہے:

<p>المیراد ان یذهب الضوء فلا یحصل للبصر به حیرة ولا عبرة لتغیر الضوء لان تغیر الضوء یحصل بعد الزوال¹</p>	<p>یعنی تغیر آفتاب سے مراد یہ ہے کہ اُس کی روشنی جاتی رہے تو نگاہ کو اس سے خیرگی حاصل نہ ہو اور دھوپ کا تغیر کچھ معتبر نہیں کہ یہ تو زوال کے بعد ہو جاتا ہے (ت)</p>
---	---

بالجملہ سخن تحقیق وہ ہے جو ائمہ نے کتاب الاسرار و بحر الرائق وغیرہما میں تصریح فرمائی کہ جس نماز میں تاخیر مستحب ہے جیسے فجر و عصر وغیرہما، وہاں تاخیر کے یہ معنی ہیں کہ وقت کے دو اُحصے کریں نصف اول چھوڑ کر نصف آخر میں پڑھیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں وقت سے مراد وقتِ مستحب ہے کہ وقتِ مستحب کے نصف آخر میں پڑھیں، جب یہ قاعدہ معلوم ہو گیا اب تعیین وقت کے لئے مثل ثانی کے وقت کا تخمینہ لکھیں جس سے ظہر و عصر کا اندازہ ہو سکے وہ یہ کہ ۲۱ مارچ تحویل حمل اور ۲۳-۲۴ ستمبر تحویل میزان میں ختم مثل ثانی یعنی شروع وقت عصر حنفی سے آفتاب کے غروب شرعی تک ان بلاد میں ایک گھنٹا ۴۱ منٹ باقی ہوتے ہیں اور ۲۰-۲۱ اپریل تحویل ثور اور ۲۳-۲۴ اگست تحویل سنبلہ کو ایک گھنٹا ۵۰ منٹ ہوتے ہیں اور ۲۱-۲۲ مئی تحویل جوزا اور ۲۳ جولائی تحویل اسد کو دو گھنٹہ ایک منٹ اور ۲۳ جون تحویل سرطان کو دو گھنٹے ۶ منٹ، اور یہ سال میں سب سے بڑا وقت عصر ہے کہ اس سے زیادہ ان بلاد میں کبھی نہیں ہوتا اور ۲۴-اکتوبر تحویل عقرب اور ۱۹ فروری تحویل حوت کو ایک گھنٹا ۳۶ منٹ اور ۲۲-۲۳ نومبر تحویل قوس سے ۲۲ دسمبر تحویل جدی اور پھر ۲۰-۲۱ جنوری تحویل دلو تک دو مہینے برابر بلکہ اس سے

¹ حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۱/۸۱

بھی کچھ زائد ایک گھنٹا ۳۵ منٹ باقی ہوتا ہے اور یہ سال میں سب سے چھوٹا وقتِ عصر ہے کہ اس سے کم ان بلاد میں کبھی نہیں ہوتا، اسی حساب سے جس دن جتنا وقتِ عصر ہو اس کے آخر سے ۲۰ منٹ وقتِ مکروہ کے نکال کر باقی کے دو حصے کریں حصہ اول چھوڑ کر حصی دوم سے وقتِ مستحب ہے اور حصہ اول میں بھی اصلاً کراہت نہیں، ہاں اتنی تعجیل کہ دو^۲ مثل پورے ہونے میں شک ہو ضرور سخت خلاف احتیاط ہے اُس سے بچنا چاہئے کہ اگر وہم و خدشہ ہے تو کراہت ہے اور اگر واقعی شک ہے تو امام کے طور پر ہوگی ہی نہیں پونہی اتنی تاخیر نہ چاہئے کہ وقتِ کراہت آنے کا اندیشہ ہو جائے اور اس سے پہلے پہلے اصلاً کسی قسم کی کراہت کا نام و نشان نہیں، نہ وہ اللہ و رسول کے نزدیک کاہل ہے یہ محض غلط و باطل ہے جب شرع مطہر اُس وقت کو مستحب فرما رہی ہے تو کیا وقتِ مستحب میں ادا کرنا مکروہ اور فاعل کاہلی کے ساتھ منسوب ہو سکتا ہے یہ نری نادانی ہے پھر اگر اس نے احتیاط کی اور نماز میں تطویل کی کہ وقتِ کراہت وسط نماز میں آگیا جب بھی اس پر اعتراض نہیں، نہ کہ وقتِ کراہت آنے سے پہلے ختم کر دے اور اعتراض ہو، مختار میں ہے:

لوشرع فیہ قبل التخییر فمدہ الیہ لایکرا ^۱ واللہ تعالیٰ اعلم۔	سورج میں تغیر آنے سے پہلے نماز شروع کی پھر تغیر تک لمبی کردی تو مکروہ نہیں ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
--	---

مسئلہ ۲۷۶ و ۲۷۵ شوال ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) فرض و سنت ہر دو کا اولیٰ وقت کیا ہے؟

(۲) اس سال وقتِ صلاۃ عید الفطر انتہا درجہ کب تک تھا جس نے بعد ساڑھے گیارہ بجے نماز پڑھی اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب:

(۱) سنتِ قبلیہ میں اولیٰ اول وقت ہے بشرطیکہ فرض و سنت کے درمیان کلام یا کوئی فعل منافی نماز نہ کرے اور سنت بعدیہ میں مستحب فرضوں سے اتصال ہے مگر یہ کہ مکان پر آ کر پڑھے تو فصل میں حرج نہیں لیکن اجنبی افعال سے فصل نہ چاہئے یہ فصل سنتِ قبلیہ و بعدیہ دونوں کے ثواب کو ساقط اور انہیں طریقہ مسنونہ سے خارج کرتا ہے اور فرضِ فجر و عصر و عشاء میں مطلقاً اور ظہر میں بموسم گرما۔ تاخیر مستحب ہے اور مغرب میں تعجیل۔ تاخیر کے یہ معنی کہ وقتِ غیر مکروہ کے دو حصے کر کے پہلا نصف چھوڑ دیں دوسرے نصف میں نماز پڑھیں کیا نص

^۱ در مختار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مجتہبی دہلی ۶۱/۱

علیہ فی البحر ائق وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) مذہب اصح پر اس کی نماز نہ ہوئی وقت اس کے قریب قریب ختم ہو چکا تھا مگر ایسی جگہ علما آسانی پر نظر فرماتے ہیں ہمارے علما کا دوسرا قول یہ ہے کہ وقت عید زوال تک ہے اس تقدیر پر جس نے بارفنج کر چھ منٹ تک بھی سلام پھیر دیا اس کی نماز ہو گئی کہ اس دن بارفنج کر سائے چھ منٹ پر زوال ہوا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۷۷) از سندیلہ مرسلی بعض علما توسط مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی۔ دوم ربیع الاول شریف ۱۳۱۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز مغرب کا وقت افق شرقی کی جڑ سے سیاہی نمودار ہوتے ہی معاً ہو جاتا ہے یا جب سیاہی بلند ہو جاتی ہے اُس وقت آفتاب ڈوبتا ہے بر تقدیر ثانی وہ بلندی کتنے گز ہوتی ہے اور آبادیوں میں سیاہی شرق سے نظر آنے پر نماز کا وقت سمجھا جائے گا یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب: اقول: وبالله التوفیق (اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہتا ہوں۔ت) افق شرقی سے سیاہی کا طلوع قرص شمس کے شرعی غروب سے بہت پہلے ہوتا ہے سیاہی کئی گز بلند ہو جاتی ہے اُس وقت آفتاب ڈوبتا ہے جس طرح قرص شمس کے شرعی طلوع سے سیاہی غربی کا غروب بہت بعد ہوتا ہے آفتاب مرتفع ہو جاتا ہے اُس وقت تک سواد مرئی رہتا ہے اس پر عیان و بیان و برہان سب شاہد عدل ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لیس الخبر کالمعاینۃ^۱ (خبر مشاہدہ کی طرح نہیں۔ت) جسے شک ہو طلوع و غروب کے وقت جنگل میں جا کر جہاں سے دونوں جانب افق صاف نظر آئیں مشاہدہ کرے جو کچھ مذکور ہوا آنکھوں سے مشاہدہ ہو جائے گا الحمد للہ عجائب قرآن منتهی نہیں۔

کیا فی حدیث الترمذی عن امیر المؤمنین علی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تنقضی عجائبہ ^۲	جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں امیر المؤمنین علی، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ قرآن کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوتے۔(ت)
--	---

ایک ذرا غور سے نظر کیجئے تو آئیہ کریمہ تُولِجُ النَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي النَّيْلِ^۳ (تو، رات کو دن

^۱ الجامع الصغیر مع فیض التقدير حدیث ۷۵۷۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳۵۷۱/۵

^۲ جامع الترمذی ماجاء فی فضل القرآن مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱۱۴/۲

^۳ القرآن الحکیم ۲۷/۳

میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ ت کے مطالعہ رفیعہ سے اس مطلب کی شعاعیں صاف چمک رہی ہیں رات یعنی سایہ زمین کی سیاہی کو حکیم قدیر عزجلالہ، دن میں داخل فرماتا ہے ہنوز دن باقی ہے کہ سیاہی اٹھائی اور دن کو سواد مذکور میں لاتا ہے ابھی ظلمتِ شبینہ موجود ہے کہ عروس خاور نے نقاب اٹھائی،

کیونکہ ایک چیز دوسری میں تبھی داخل کی جاسکتی ہے جب دونوں موجود ہوں، نہ کہ ایک ختم ہو جائے اور اس کے بعد دوسری آئے۔ اور دلیل و نہار بمعنی رات دن، آپس میں متضاد ہیں، اکٹھے نہیں ہو سکتے، تو مجازی معنی مراد لینا ضروری ہے۔ اور اس کا اقرب طریقہ وہی ہے جو بندے نے بیان کیا ہے کہ لیل سے مراد تاریکی لی جائے اور نہار اپنے حقیقی معنی میں ہو۔ اس طرح داخل کرنے کا مفہوم بغیر کسی تکلف کے ظاہر ہو جائے گا اور مجاز کی طرف ضرورت سے زیادہ نہیں جانا پڑے گا۔ اور اس کا عکس بھی ممکن ہے، یعنی نہار سے مراد سورج کی شعاعیں لی جائیں اور لیل اپنی حقیقی معنی میں ہو۔ اس صورت میں آیت کے اندر اشارہ ہوگا کہ مشرقی افق میں سورج کی روشنی نمودار ہو جاتی ہے اور رات ابھی باقی ہوتی ہے جیسا کہ صبح کاذب کے وقت ہوتا ہے۔ اور اگر لیل سے مراد لیلِ عربی لی جائے تو یہ مفہوم مزید واضح اور کامل ہو جاتا ہے۔ نیز اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہوگا کہ مغربی افق میں شفقِ احمر اور ابیض کے دوران سورج کی روشنی باقی ہوتی ہے، اس کے باوجود رات ہو جاتی ہے اگرچہ امام فخر الرازی ان روشنیوں کو، حتیٰ کہ صبح صادق کی روشنی کو بھی

فان ایلاج شیعی فی شیعی یقتضی وجودہما۔ لان یعدم احدہما فی عقبہ الآخر، واللیل والنہار بمعنی الملویین متضادان لایجتمعان، فلا بد من التجوز۔ ومن اقرب وجوہہ ما ذکر العبد، من حمل اللیل علی السواد، فیبقی النہار علی حقیقتہ ویظہر ایلاج من دون کلفة، ولایتجاوز التجوز قدر الحاجۃ۔ ویسکن العکس ایضاً بان یحمل النہار علی الاشعة الشمسیة واللیل علی حقیقتہ، فیکون اشارۃ الی ظہور نور الشمس فی الافق الشرقی واللیل باق بعد، کما فی الصبح الاول۔ وان ارید اللیل العرفی فاظہرو اکمل۔ والی حصول اللیل مع بقاء الضوء الشمسی فی الافق الغربی من الشفقین الاحمر والابیض وان کان الامام الفخر الرازی رحمہ اللہ تعالیٰ لایرضی ان یجعل تلك الانوار من الشمس حتی الصبح الصادق ایضاً، کما اطال الکلام فیہ فی سورة الانعام، تحت قوله عزوجل قَالِقُ الْاِصْبَاحِ¹ و لیس الامر کما ظن، واغتر بقوله العلامة الزرقانی فظن ان

¹ التفسیر الکبیر زیر آیت فالق الاصبح مطبوعہ مطبعة بہیة مصریة ۹۵/۱۳

سورج کی روشنی ماننے پر بھی راضی نہیں ہیں، جیسا کہ سورہی انعام کی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے فرمان "فَالِقُ الْوَيْبِ" کے تحت انہوں نے اس موضوع پر لمبی گفتگو کی ہے، حالانکہ معاملہ اس طرح نہیں ہے جس طرح انہوں نے سمجھا ہے۔ ان کی گفتگو سے علامہ زر قانی کو دھوکہ ہوا اور انہوں نے رازی کی رائے کو مذہب منقول سمجھ کر اہل سنت کی طرف منسوب کر دیا حالانکہ یہ ان توسعات میں سے ہے جو امام رازی بحث اور کلام میں اختیار کرتے رہتے ہیں۔ امام رازی نے اس پر کوئی دلیل بھی پیش نہیں کی صرف ایک عقلی بحث کی ہے، جو نہ تام ہے نہ واضح۔ اور یہ تو سب کے لئے بدیہی ہے کہ شفق اور صبح دونوں بہنیں ہیں اور ان کا معاملہ ایک جیسا ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے عوام ابن حوشب سے تخریج کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے مجاہد سے پوچھا: "شفق کیا ہے؟" انہوں نے جواب دیا: "شفق سورج سے ہے۔" یہ روایت در منثور میں اللہ تعالیٰ کے فرمان "فلا قسم بالشفق" کے تحت مذکور ہے۔ بلکہ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ علما کا اتفاق ہے کہ شفق سورج کے اس اثر کو کہتے ہیں جو غروب آفتاب کے بعد افق پر باقی رہتا ہے۔ رہی امام رازی کی عقلی دلیل، تو اس کو عبد ضعیف نے ایک لطیف کلام کے ساتھ رد کر دیا ہے، جو تفسیر کبیر کے حاشیے پر مرقوم ہے، وباللہ التوفیق۔ (ت)

هذا مذهب منقول. فنسبه لاهل السنة. مع انه ليس الامن توسعات الامام في البحث والكلام ولم يستدل له الابحث عقلي. لاتام ولاجلى. ومن البديهي عند كل احادان الشفق والصبح اختان. وما امرهما الا واحدا. وقد اخرج ابى شيبة عن العوام بن حوشب قال: قلت لمجاهد. ما الشفق؟ قال: ان الشفق من الشمس¹. ذكره في الدر المنثور. تحت قوله تعالى فلا قسم بالشفق. بل في التفسير الكبير تحت الكريمة. اتفق العلماء على انه اسم للاثر الباقي من الشمس في الافق بعد غروبها². اما دليله العقلي فقد رده العبد الضعيف بكلام لطيف ذكرته على هامشه وبالله التوفيق.

قرآن عظیم کا نائب کریم کلام صاحب جوامع الکلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و مسند امام احمد میں امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جب ادھر سے رات آئے اور ادھر سے دن پیٹھ دکھائے

اذا قبل الليل من ههنا وادبر النهار من

¹ الدر المنثور زیر آیت فلا قسم بالشفق مطبوعہ مکتبۃ آیت اللہ العظمیٰ قم، ایران ۳۳۰/۵

² التفسیر الکبیر، زیر آیت فلا قسم بالشفق مطبوعہ مطبعہ ہبیہ مصریہ مصر، ۱۰۹/۳۱

اور سورج پورا ڈوب جائے تو روزہ دار کا روزہ پورا ہو چکا۔ (ت)	ههنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم ¹ ۔
---	---

لیل سے مراد سیاہی ہے اور نہار سے مقصود ضوء فان الاقبال من ههنا والادبار من ههنا انما یكون لهما (کیونکہ تاریکی اور روشنی ہی ادھر سے آتی ہیں اور ادھر جاتی ہیں۔ ت) تیسیر میں ہے: اذا اقبل اللیل، یعنی ظلمتہ، وادبر النهار، ای ضوءہ²۔ جب کہ رات آئے، یعنی اس کی تاریکی، اور دن واپس جائے، یعنی اس کی روشنی۔ تعلم ماکان وما یكون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تینوں لفظ اسی ترتیب سے ارشاد فرمائے جس ترتیب سے واقع ہوتے ہیں، پہلے سیاہی اٹھتی ہے اُس وقت تک اگر افق صاف اور غبار و بخار سے پاک ہو آفتاب کی چمک باقی رہتی بلکہ قتل جبال و اعالیٰ اغضان شجر پر عکس ڈالتی ہے پھر جب قرص چھپنے پر آیا تکاثف، انحرہ افقیہ و کثرت بعد عن الابصار و طول مرور شعاع البصر فی ثخن کرۃ البخار کے باعث روشنی بالکل محتجب ہو جاتی ہے مگر ہنوز قدرے قرص بالائے افق مرئی شرعی باقی ہے اس کے بعد آفتاب ڈوبتا اور وقت افطار و نماز آتا ہے اس صاف و نفیس و بے تکلف معنی پر بھم اللہ تعالیٰ انتظام کلام اسی اعلیٰ جلالت پر جلوہ فرما ہے جو صاحب جوامع الکلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رفیع بلاغت بے مثل کوشایاں و بجا ہے کلماتِ علمائے کرام بھی ان نفیس معنی کے ایما سے خالی نہ رہے امام ابن حجرؒ کی شرح مشکوٰۃ المصابیح میں اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

ایمی وقد یقبل اللیل ولا تکون غربت حقیقۃ، فلا بد من حقیقۃ الغروب ³ ۔	یعنی کبھی رات آجاتی ہے اور ابھی حقیقۃً غروب نہیں ہوا ہوتا، اس لئے حقیقی غروب ضروری ہے (ت)
--	---

حنفی علی الجامع الصغیر میں ہے:

قوله، وغربت الشمس، لم یکتف بما قبله عن ذلك، إشارة الی انه قد یوجد اقبال الظلمة وادبار الضوء ولم یوجد غروب الشمس ⁴ ۔	نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان "اور سورج ڈوب جائے" آپ نے سیاہی کے آنے اور روشنی کے جانے پر اکتفا نہیں کیا اور غروب کی تصریح فرمائی کیونکہ کبھی سیاہی آجاتی ہے اور روشنی چلی جاتی ہے مگر غروب آفتاب نہیں ہوتا۔ (ت)
--	---

¹ جامع الترمذی باب ما جاء اذا قبل اللیل مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۸۸/۱

² التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبہ امام شافعی ریاض سعودیہ ۶/۱

³ مرآة المفاتیح بحوالی ابن حجر باب من کتاب الصوم غسل اول مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۵۲/۳

⁴ الحنفی علی الجامع الصغیر مع السراج المنیر زیر حدیث اذا قبل اللیل الخ مطبوعہ المطبعة الازہریہ مصر ۱۷۱/۹

اور اگر حدیث میں لیل و نہار معنی حقیقی پر رکھے تو اگرچہ اتنا ضرور ہے کہ مجاز مرسل کی جگہ مجاز عقلی ہوگا۔

لماعلمت ان اسناد الاقبال والادبار من ههنا وههنا ليس البيهاعلى الحقيقة۔	کیونکہ تم جان چکے ہو کہ ادھر سے ادھر آنے جانے کی نسبت لیل و نہار کی طرف حقیقہ نہیں ہے۔ (ت)
--	--

مگر اب تین ۳ الفاظ کریمہ کے جمع ہونے سے سوال متوجہ ہوگا شک نہیں کہ اس معنی پر امور ثلاثہ متلازم ہیں اور ایک کا ذکر باقی سے۔ معنی،

وهذا ما قاله الامام النووي في المنهاج. قال العلماء، كل واحد من هذه الثلاثة يتضمن الآخرین ویلازمهما ¹ ۔	یہ وہی بات ہے جو امام نووی نے منہاج میں کہی ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ ان تین میں سے ہر ایک، باقی دو کو یا تو متضمن ہوتا ہے یا ان کے ساتھ لازم ہوتا ہے۔ (ت)
---	---

اس کی اطیب توجیہ وہ ہے کہ علامہ طیبی نے شرح مشکوٰۃ میں افادہ کی کہ:

انما قال وغربت الشمس. مع الاستغناء عنه لبیان کمال الغروب؛ کیلا یظن انه اذا غرب بعض الشمس جاز الافطار ² ۔	آپ نے فرمایا "اور سورج ڈوب جائے" حالانکہ بظاہر اس کی ضرورت نہیں تھی، تاکہ مکمل غروب کا بیان ہو جائے اور کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ سورج کا کچھ حصہ غروب ہونے سے افطار جائز ہو جاتا ہے۔ (ت)
---	---

علامہ مناوی وغیرہ نے بھی ان کی تبعیت کی۔ تیسرے شرح جامع صغیر میں ہے:

وزاد (وغربت الشمس) مع ان ما قبله كاف اشارة الى اشتراط تحقق کمال الغروب ³ ۔	آپ نے فرمایا "اور سورج ڈوب جائے" فرمایا حالانکہ پہلے الفاظ کافی تھے، اس میں اشارہ ہے کہ کامل غروب کا پایا جانا شرط ہے۔ (ت)
---	--

اقول: یہ توجیہ وجیہ صراحۃً ہمارے مدعائے مذکور کی طرف ناظر ہے نظر غائر میں بروجہ جلی اور قلت تدر میں من طرف خفی یعنی اگرچہ لیل و نہار حقیقی مراد ہونے پر ذکر غروب کی حاجت نہ تھی کہ رات جھبی آئے گی کہ سورج ڈوب چکے گا مگر سواد و ضیا پر ان کا حمل بعید نہیں خصوصاً جبکہ اقبال من ہھنا واد بار من ہھنا اُس پر قرینہ ظاہرہ ہیں تو اگر اس قدر پر قناعت فرمائی جاتی احتمال تھا کہ مجرد اقبال سواد واد بار ضیا پر وقت افطار سمجھ لیا جاتا حالانکہ اقبال لیل در کنار ہنوز

1 شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم زبر حدیث اذا قبل اللیل الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۵۱/۱

2 شرح الطیبی باب فی مسائل متفرقة الفصل اول ادارة القرآن کراچی ۱۵۱/۴

3 التیسیر شرح جامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبہ امام شافعی سعودیہ ۷۶/۷

بعض قرص غروب کو باقی ہوتا ہے کہ ضیا بھی معدوم ہو جاتی ہے لہذا وغربت الشمس (اور سورج ڈوب جائے۔) زائد فرمایا کہ کوئی غروب بعض قرص کو کافی نہ سمجھ لے پُر ظاہر کہ اگر یہ اقبال وادبار اسی وقت ہوتے جب پُورا قرص ڈوب لیتا تو اس احتمال و ظن کا کیا محل تھا ذکر غروب سے استغنا بدستور باقی رہتا اور جواب محض مہمل جانا تو صاف ثابت ہوا کہ سیاہی اٹھنا اور شعاع چھپنا دونوں غروب شمس سے پہلے ہو لیتے علامہ علی قاری نے بھی اس کلام طیبِ طیبی کو تحقیق بتایا اور حُسن قبول سے تلقی فرمایا،

چنانچہ علی قاری نے طیبی کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا ہے "بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ نے اقبال لیل اور ادبار نہار کا اس لئے ذکر کیا ہے تاکہ واضح کر دیں کہ سورج کا آنکھوں سے غروب ہو جانا کافی نہیں ہے، کیونکہ کبھی آنکھوں سے تو غائب ہو جاتا ہے مگر حقیقہً ڈوبا نہیں ہوتا"۔ پھر علی قاری نے اس کو یہ کہہ کر رد کیا ہے کہ اس پر یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اس صورت میں دوسری قید (یعنی وغربت الشمس) کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ علماء کی یہ بات تو تب تام ہو سکتی تھی جب "غربت" (اقبال وادبار سے) پہلے مذکور ہوتا۔ علی قاری کا مطلب یہ ہے کہ اس صورت میں تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ چونکہ آنکھوں سے غائب ہونا کافی نہیں ہے اس لئے اس توہم کو دور کرنے کیلئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد میں اقبال لیل کا ذکر کیا ہے مگر جب توہم کو قطع کرنے والی چیز (یعنی اقبال لیل) کا ذکر پہلے ہی ہو چکا تھا، تو پھر اس کے بعد توہم پیدا کر نیوالی

حيث قال بعد نقله، وقال بعض العلماء، انما ذكر هذين ليبين ان غروبها عن العيون لا يكفي لانها قد تغيب ولا تكون غربت حقيقة، فلا بد من اقبال الليل¹۔ اھ ثم رده بقوله، فيه ان القيد الثاني مستغن عنه حينئذ، وانما كان يتم كلامهم لو كان غربت مقدماً² اھ ای انما كان يحتاج اذذاك الى دفع ذلك الوهم بذكر اقبال الليل، اما اذا ذكر اولاً ما هو القاطع للوهم فأى حاجة بعده الى ذكر الغروب الموهوم؟ ثم قال: فيرجع الحكم الى ما حققه الطيبي³۔ اھ فقد رجع الى ما يفيد تحقيق كلام الامام ابن حجر كما علمت، غير ان المولى الفاضل رحمه الله تعالى شديد الايلاء بالرد عليه في شرحه للمشكوة والشمائل، حتى في الواضحات الجلائل، مع انه من تلامذته، رحمة

¹ مر قاة المفتاح باب من كتاب الصوم الفصل الاول مطبوعه مکتبه امداديه ملتان ۲۵۲/۴

² مر قاة المفتاح باب من كتاب الصوم الفصل الاول مطبوعه مکتبه امداديه ملتان ۲۵۲/۴

³ مر قاة المفتاح باب من كتاب الصوم الفصل الاول مطبوعه مکتبه امداديه ملتان ۲۵۲/۴

<p>چیز (یعنی غروب) کو لانے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر علی قاری نے کہا ہے کہ آخر کار بات ادھر ہی لوٹ جاتی ہے جس کی تحقیق طیبی نے کی ہے۔ اس طرح علی قاری اسی فائدے کی طرف لوٹ آئے جو امام ابن حجر کے کلام کی تحقیق سے حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ تم جان چکے ہو۔ لیکن علی قاری مشکوٰۃ اور شمائل کی دونوں شرحوں میں ابن حجر کی ہر بات کی تردید کرنے سے خصوصی شغف رکھتے ہیں، حتیٰ کہ انتہائی واضح باتوں میں بھی (ابن حجر کی تردید کر دیتے ہیں) حالانکہ وہ ابن حجر کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر اور تمام علماء کرام پر رحمت نازل فرمائے۔ (ت)</p>	<p>اللہ تعالیٰ علیہما وعلی سائر العلماء الکرام۔</p>
--	---

ہاں شہروں باغوں خصوصاً نخلستان و کوہستان کی آبادیوں جنگلوں میں جہاں اُفق نظروں سے دُور ہوتا ہے غالباً یہ شرق سے اُٹھتی ہوئی تاریکی خوب بلند ہو کر نظر آتی ہے اور یہ وقت خاص غروب کا ہوتا ہے بلکہ بہت جگہ اس سے بھی پہلے غروب ہو چکتا ہے کلمات علماء مثل قول امام ابو زکریا،

<p>ابوزکریا نے، بعد اس کے جو ہم پہلے نقل کر آئے ہیں، کہا ہے کہ (اقبال لیل اور غروب کو) جمع اس لئے کیا ہے کہ کبھی روزہ دار کسی وادی وغیرہ میں ہوتا ہے جہاں غروب کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا تو تاریکیوں کے آنے اور روشنی کے جانے پر اعتماد کرنا پڑتا ہے (ت)</p>	<p>قال بعد ما نقلنا سابقاً، وانما جمیع بینہما لانه قد یکون فی واد ونحوہ بحیث لایشاہد غروب الشمس فیعتد اقبال الظلام وادبار الضیاء¹۔</p>
---	---

وقول امام قاضی عیاض فی شرح صحیح مسلم:

<p>کبھی غروب کا مشاہدہ کرنے کا اتفاق نہیں ہوتا لیکن تاریکی چھا جانے کا مشاہدہ ہو جاتا ہے جس سے غروب ہونے کا یقین ہو جاتا ہے، تو اس وقت افطار جائز ہے۔ (ت)</p>	<p>قد لایتفق مشاہدۃ عین الغروب ویشاہد هجوم الظلمۃ حتی یتیقن الغروب بذلک، فیحل الافطار²۔</p>
---	--

وقول امام عینی فی عمدة:

<p>پھر اس چیز کو بیان کیا جس کو وہ آدمی بھی جان لیتا ہے جس کیلئے سورج کی ٹکیہ کو دیکھنا ممکن نہ ہو، یعنی مشرق کی جانب تاریکی کا آجانا، کیونکہ وہ تب ہی آتی ہی</p>	<p>ثم بین ما یعتبرہ من لم یتسکن من رؤیۃ جرم الشمس، وهو اقبال الظلمۃ من المشرق، فانہا لاتقبل منه</p>
---	---

1 شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم حدیث اقبل اللیل مطبوعہ قدیمی کتب خانہ ۳۵۱/۱

2 شرح صحیح مسلم للامام قاضی عیاض

الاقدم سقط القرص ¹ ۔	جب سورج کی ٹکیہ غائب ہو چکی ہوتی ہے۔ (ت)
---------------------------------	--

وقول جامع الرموز:

ای وقت غیبة جرم الشمس کله اذا ظهر الغروب، والا فالی وقت اقبال الظلمة من المشرق، کمافی التحفة ²	یعنی افطار اس وقت کرے جب سورج کی پوری ٹکیہ غائب ہو جائے، اگر غروب اس کیلئے ظاہر ہو، ورنہ جب مشرق کی جانب تاریکی آجائے (تو افطار کر لے) جیسا کہ تحفہ میں ہے۔ (ت)
---	---

وامثال ذلك کہ صراحةً انہیں مواضع سے متعلق ہیں جہاں افق ظاہر اور رویت مقدمہ ورنہ ہو ایسے ہی عدم ممکن پر محمول ورنہ جب باجماع اُمت اور خود انہیں علماء اور اُن کے امثال کی تصریحات قطعہ سے مدار حکم غروب جمیع جرم شمس ہے اور اصل افق سے ارتفاع سواد بشادات مشاہدہ قبل غروب حاصل تو مجرد اقبال پر ادارت حکم کیونکر معقول اور حدیث مؤطا:

مالك عن ابن شهاب عن حميد بن عبد الرحمن ان عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کانا یصلیان المغرب حین ینظر الی اللیل الاسود قبل ان یفطرا، ثم یفطران بعد الصلاة، وذلك فی رمضان ³ ۔	مالک، ابن شہاب سے، وہ حمید ابن عبد الرحمن سے راوی ہیں کہ عمر ابن خطاب اور عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہما رمضان میں اس وقت مغرب کی نماز پڑھا کرتے تھے جب افطار سے پہلے سیاہ رات کو دیکھ لیتے تھے، پھر نماز کے بعد افطار کیا کرتے تھے۔ (ت)
--	---

تو ان عبارات سے بھی قریب تر ہے۔ شہر اور شہر کا بھی وسط اور وہ بھی نخلستان اور ملک کو ہستان، پھر امامین جلیلین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کُسن احتیاط خود عبارت حدیث سے ظاہر کہ حین ینظر ان الی اللیل الاسود مجرد ذکر لیل یعنی سواد پر قناعت نہ کی بلکہ تا کیداً صفتِ اسود بڑھائی یعنی جب سیاہ سیاہی گہری ظلمت دیکھ لیتے اُس وقت نماز پڑھتے، حدیث صحیحین اذا رأیتم اللیل قد اقبل من ہننا فقد افطر الصائم⁴ میں اقبال لیل پر اقتصار بعض رواہ کا اقتصار ہے کہ بکثرت معبود خود اسی حدیث کی دوسری روایت میں صرف اذا غابت الشمس من ہننا فقد افطر الصائم⁵

1 عمدة القاری شرح صحیح بخاری باب الصوم فی السفر والافطار مطبوعہ ادارة الطباعة المنیریہ بیروت ۱۱/۳۳

2 جامع الرموز للقسطنطینی کتاب الصلوة ص ۱۱۳

3 موطا الامام مالک ما جاء فی تعجیل الفطر مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۲۸

4 الصحیح لمسلم باب بیان وقت انقضاء الصوم الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱/۳۵۱

5 الصحیح لمسلم باب بیان وقت انقضاء الصوم الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱/۳۵۱

(جب تم رات کو دیکھو کہ ادھر سے آگئی ہے تو روزہ دار افطار کر لے۔ ت) (جب ادھر سے سورج غائب ہو جائے تو روزہ دار افطار کر لے۔ ت) ہے، تیسری میں اذا غابت الشمس من ههنا وجاء الليل من ههنا فقد افطر الصائم¹ (جب ادھر سے سورج غائب ہو جائے اور ادھر سے رات آجائے تو روزہ دار افطار کر لے۔ ت) ہے کلتاھما فی صحیح مسلم وغیرہ (دونوں صحیح مسلم اور دیگر کتابوں میں ہیں۔ ت) اور اگر نہ بھی ہوتا تو بعد ارادہ لیل حقیقی اصلاً مفید متوہم نہ رہتی اور علی التزیل یہ بھی نہ سہی تو انہیں مواضع سے متعلق سمجھی جاتی بالجملة خلاف پر اصلاً کوئی لفظ ایسا بھی نہیں جسے صریح مفسر کہتے نہ کہ ایسا جس کے سبب مشاہدات وحسیات کو باطل کر دیجئے کہ اُن کے ابطال میں معاذ اللہ ابطال شرائع ہے تلقی کتاب و روایت معجزات آخر بذریعہ حاسہ سمع و بصر ہی ہوں گے فقیر غفر اللہ لہ نے اس مطلب پر برہان ہندی قائم کی ہے اگرچہ بعد بیان سابق کسی دلیل عقلی کی حاجت نہیں مگر اُس سے زیادت تاہید و تشہید کے علاوہ یہ مقدار معلوم ہوگی کہ غروب شمس سے کتنے پہلے سیاہی چمک آئیگی نیز اُس سے مقدار بلندی سیاہی وقت غروب کے حساب میں بھی مدد ملے گی جسے اُس پر اطلاع منظور ہو فقیہ کی کتاب "زیج الاوقات للصور والصلوات" کی طرف رجوع کرے وباللہ التوفیق واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۷۸) از شہر سُنہ مسؤلہ خیاط وہابی ۲۹ ربیع الآخر شریف

تنگ وقت نماز ادا کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ویل فرماتا ہے اور آپ خود تنگ وقت ادا فرماتے ہیں اس کی تفصیل بیان فرمادے گا۔
الجواب:

تنگ وقت نماز ادا کرنے پر قرآن عظیم میں ویل کہیں نہ فرمایا ساہون کے لئے ویل آیا ہے جو وقت کھو کر نماز پڑھتے ہیں حدیث میں اس آیت کی یہی تفسیر فرمائی ہے بزار و ابویعلیٰ وابن جریر و ابن المنذر و ابن حاتم اور طبرانی اور ابن مردویہ تفسیر اور بہیقی سنن و محی السنہ بغوی معالم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

<p>میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے "خرابی ہے اُن نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔" فرمایا وہ لوگ جو نماز وقت گزار کر پڑھیں۔</p>	<p>قال سألت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن قول اللہ تعالیٰ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ^۲ قال هم الذین یؤخرون الصلاة عن وقتها^۲۔</p>
---	--

1 الصحیح المسلم باب بیان وقت انقضاء الصوم الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۵۱/۱

2 السنن الکبریٰ للبیہقی باب الترغیب فی حفظ الصلوة الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ۲۱۳/۲

بغوی کی روایت یوں ہے:

<p>مصعب بن سعد سے انکے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا: اس سے مراد وقت کھونا ہے۔ (ت)</p>	<p>عن مصعب بن سعد عن ابيه رضى الله تعالى عنهما انه قال سئل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن الذين هم في صلواتهم ساھون، قال: اضاعة الوقت¹۔</p>
--	---

کھونا ہے۔ بعینہ یہی معنی ابن جریر نے عبد اللہ بن عباس اور ابن ابی حاتم نے مسروق اور عبد الرزاق وابن المنذر نے بطریق مالک بن دینار امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیے روایت اخیرہ یوں ہے کہ ابو العالیہ نے کہا ساھون وہ لوگ ہیں جنہیں یاد نہ رہے کہ رکعتیں دو پڑھیں یا تین^۲۔ اس پر امام حسن نے فرمایا: هو الذی یسهو عن میقاتہا حتی تغت (ہائیں وہ وہ ہیں جو اُس وقت سے غافل رہیں یہاں تک کہ وقت نکل جائے۔ م) فقیر کے یہاں بجز اللہ نماز تنگ وقت نہیں ہوتی بلکہ مطابق مذہب حنفی ہوتی ہے، عوام بیچارے اپنی ناواقفی سے غلط سمجھتے ہیں، مذہب حنفی میں سوا مغرب اور جاڑوں کی ظہر کے سب نمازوں میں تاخیر افضل ہے اُس حد تک کہ وقتِ کراہت نہ آنے پائے اور وہ عصر میں اُس وقت آتا ہے جب قرصِ آفتاب پر بے تکلف نگاہ جننے لگے اور تجربے سے ثابت کہ یہ بیس منٹ دن رہے ہوتا ہے اس سے پہلے پہلے جو نماز عصر اُس کے وقت کا نصف اول گزار کر نصف آخر میں ہو وہ وقت مستحب ہے مثلاً آج کل تقریباتاً بچے غروب ہے اور قریب پانچ کے عصر کا وقت ہو جاتا ہے تو وقت مستحب یہ ہے کہ پانچ پچاس منٹ سے چھ بج کر چالیس منٹ تک نماز عصر پڑھیں اور عشا میں وقتِ کراہت آدھی رات کے بعد ہے یہ حالتیں بجز اللہ تعالیٰ میرے یہاں نہیں مجھے پابندی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احکام کی ہے نہ جاہلوں کے خیالات و اوہام کی دارقطنی سنن اور حاکم صحیح مستدرک میں بطریق عباس بن ذریعہ، زیاد بن عبد اللہ نخعی سے راوی:

<p>ہم کوفہ کی جامع مسجد میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے پاس بیٹھے تھے، مؤذن آیا اور عرض کی: یا امیر المؤمنین (یعنی نماز عصر کو تشریف لے چلیے) امیر المؤمنین نے فرمایا: بیٹھ۔ وہ بیٹھ گیا۔ پھر دوبارہ حاضر ہوا اور</p>	<p>قال کنا جلوسا مع علی رضى الله تعالى عنه في المسجد الاعظم فجاء المؤذن فقال: یا امیر المؤمنین! فقال: اجلس، فجلس ثم عاد فقال له ذلك، فقال رضى الله تعالى</p>
--	--

1 تفسیر البغوی مع تفسیر الخازن، زیر آیہ الذین هم عن صلواتهم ساھون، مطبوعہ مکتبۃ المصطفیٰ الباہی مصر ۱۹۹۷ء

عنه، هذا الكلب يعلمنا السنة، فقام على فصلى بنا العصر، ثم انصرفنا، فرجعنا الى المكان الذي كنا فيه جلوسا، فجتونا للركب لنزول الشمس للغروب نترأها¹۔

وہی عرض کی۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، نے فرمایا: یہ سُنّا ہمیں سُنّت سکھاتا ہے۔ بعدہ مولا علی کھڑے ہوئے اور ہمیں عصر پڑھائی پھر ہم نماز کا سلام پھیر کر مسجد میں جہاں بیٹھے تھے وہیں آئے تو گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر سورج کو دیکھنے لگے اس لئے کہ وہ ڈوبنے کو اتر گیا تھا۔

حاکم نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے

اما ان زیاد الميرو عنه غير العباس²، قاله الدارقطني، فاقول: عباس ثقة، وغايته جهالة عين، فلا تضر عندنا، لاسيما في اكابر التابعين۔ قال في المسلم، لاجرح بان له راويا فقط وهو مجهول العين باصطلاح³۔ قال في الفواتح، وقيل لا يقبل عند المحدثين، وهو تحکم⁴۔

رہی یہ بات کہ زیاد سے سوائے عباس کے کسی نے روایت نہیں کی، جیسا کہ دارقطنی نے کہا ہے، تو میں کہتا ہوں: عباس ثقہ ہے، زیادہ سے زیادہ اس میں "جہالت عین" پائی جاتی ہے اور یہ ہمارے نزدیک مضر نہیں ہے، خصوصاً اکابر تابعین میں۔ مسلم میں ہے کہ یہ کوئی جرح نہیں ہے کہ فلاں سے ایک ہی راوی ہے اور وہ اصطلاحی طور پر "مجهول العين" ہے، فواتح میں ہے کہ بعض نے کہا کہ ایسا راوی قابل قبول نہیں ہے، لیکن یہ بے دلیل بات ہے۔ (ت)

اگر یہ مولیٰ علی کا صرف اپنا فعل ہوتا جب بھی حجت شرعی تھانہ کہ وہ اسے صراحتاً سُنّت بتا رہے اور مؤذن پر جو جلدی کا تقاضا کرتا تھا ایسا شدید غضب فرما رہے ہیں، اسی کی مثل امیر المؤمنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، سے نمازِ صبح میں مروی امام طحاوی بطریق داود بن یزید الاودی عن ابیہ روایت فرماتے ہیں:

قال كان على ابن ابى طالب رضى الله تعالى عنه يصلى بنا الفجر ونحن

مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہمیں نمازِ صبح پڑھایا کرتے اور ہم سورج کی طرف دیکھا کرتے تھے اس

1 سُنن الدارقطني، باب ذكر بيان المواقيت الخ، مطبوعه نشر السنه ملتان، ۲۵۱/۱

2 سُنن الدارقطني، باب ذكر بيان المواقيت الخ، مطبوعه نشر السنه ملتان، ۲۵۱/۱

3 مسلم الثبوت مع شرح فواتح الرحموت مسئله مجهول الحال الخ مطبوعه منشورات الشريف الرضى قم، ايران ۱۳۹۱/۲

4 فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مسئله مجهول الحال الخ ۱۳۹۱/۲

نتر ای الشمس مخافة ان تكون قد طلعت¹ - خوف سے کہ کہیں طلوع نہ کر آیا ہو۔

مناقب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ للامام حافظ الدین الکروری میں ہے:

ذکر الامام الدیلمی عن زہیر ابن کیسان قال صلیت مع الرصافی العصر ثم انطلقت مسجد الامام فأخر العصر حتى خفت فوات الوقت ثم انطلقت الی مسجد سفین فأذاهو لم یصل العصر فقلت رحم الله اباحنیفة ما اخرها مثل اخر سفین²

یعنی امام دیلمی نے زہیر بن کیسان سے روایت کی کہ میں رصافی کے ساتھ نماز عصر پڑھ کر مسجد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں گیا امام نے عصر میں اتنی تاخیر فرمائی کہ مجھے خوف ہوا کہ وقت جاتا رہے گا پھر میں مسجد امام سفین ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف گیا تو کیا دیکھوں کہ انہوں نے ابھی نماز پڑھی بھی نہیں میں نے کہا اللہ ابوحنیفہ پر رحمت فرمائے انہوں نے تو اتنی تاخیر کی بھی نہیں جتنی سفین نے۔

فقیر کے یہاں سوا گھنٹا دن رہے اذان عصر ہوتی ہے اور گھنٹا بھر دن رہے نماز ہوتی ہے اور پون گھنٹا دن رہے سے پہلے ہو چکی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۷۹) از ریاست رام پور متصل تالاب کنڈا محلہ میاں نگاناں مکان جناب سید غلام چشتی صاحب مرسلی جناب مولانا مولوی محمد بیگ صاحب ۱۲ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قطع نظر شفق سُرخ و سپید کے باتفاق علمائے حنفیہ بعد غروب آفتاب کے ایک گھنٹے بیس منٹ کے بعد ہمیشہ وقت عشاء کا آجاتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جو را۔

الجواب:

عشاء متفق علیہ کا وقت ہمیشہ ایک گھنٹہ بیس منٹ بعد ہو جانے کا جبروتی حکم کہ بعض بے علموں نے محض جزافاً لکھ دیا اور گنگوہ و دیوبند کے جاہل و ناواقف ٹلاؤں نے اُس کی تصدیق و توثیق کی۔ بریلی، بدایوں، رامپور، شاجہان پور، مراد آباد، بجنور، بلند شہر، پبلی بھیت، دہلی، میرٹھ، سہارنپور، دیوبند، گنگوہ وغیرہا بلاد شمالیہ بلکہ عامہ مواضع و اضلاع ممالک مغربی و شمالی و اودھ و پنجاب و بنگال و وسط ہند و راجپوتانہ غرض معظم آبادی ہندوستان میں محض غلط و باطل اور حلیہ صدق و صواب سے عاری و عاقل ہے ہمارے بلاد اور اُن کے قریب العرض شہروں میں عشا کا جماعی وقت غروب شرعی شمس کے ایک گھنٹا انیس منٹ بعد سے ایک گھنٹا

¹ شرح معانی الآثار باب الوقت الذی یصلی فیہ الفجر ای وقت ہو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۳۳۱ھ

² مناقب امام اعظم ابوحنیفہ للکروری الفصل الثانی فی اصول بنی علیہ مذہب مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۱۵۲۱ھ

پننتیس^{۳۵} منٹ بعد تک ہوتا ہے پھر جس قدر شمال کو جائیے وقت بڑھتا جائے گا یہاں تک کہ اقصائے شمالی ہند میں تحویل سرطان کے آس پاس بعد غروب شمس پونے دو گھنٹے سے بھی زائد ایک گھنٹا اڑتالیس^{۳۸} منٹ تک پہنچتا ہے، دو منٹ کم آدھے گھنٹے کی غلطی ہے کہ شفقِ احمر و ابیض میں اختلافِ ائمہ بھی اُس کی جھونک نہیں اٹھا سکتا ہم اپنے بلاد میں سب سے جلد آنے والے عشاکہ حوالی اعتدالین یعنی ۲۱ مارچ و ۲۳ ستمبر کے ارد گرد ہوتی ہے اور سب سے دیر میں ہونے والی عشاکہ تحویلِ سرطان ۲۲ جون پر ہوتی ہے حساب ہندسی سے پیش کریں جس سے واضح ہو جائے گا کہ اُن بے علم مفتیوں نے شرعِ الہی پر جاہلانہ حکم لگادینے میں کس قدر جرات کی تحویلِ حملِ غروبِ نجومی و ہاتِ انکسارِ افقی تقریباً قہ تعدیلِ الایام زائد قہ فرق طول شرقی مدارِ قہ مجموعہ و ت یہ یعنی ۲۱ مارچ کو یہاں غروبِ شمس تقریباً سوا چھ بجے ہے العشاء (جیب غایۃ الانخفاض ساحہ لرمثل تمام العرض لعدم المیل = نت حہ مرح نخ) = (جیب انخفاض الوقت ل حہ = ل حہ لب الرم) = لد حہ مد موت حہ - (جیب اوسط = جیب تام العرض لعدم المیل = نت قہ مرمد منخطا) = ل حہ نہ لب سہم قوسہ سطح الوح فضل الدائرہ x = ۲۷ ت لرمہ تمامہ الی رت نہ الب نہ + (تعدیل الایام و فرق طول زائدین = ما قہ) رت ل حہ بہ یعنی اُس تاریخ سات بج کر سوا تینتیس منٹ پر وقتِ عشاء آیا اس میں سے سوا چھ گھنٹے تقریباً کیے تو ایک گھنٹا سوا اٹھارہ منٹ رہے تحویلِ سرطان غروبِ نجومی و ت مدح انکسار قہ تعدیل الایام و فرق طول زائدین قہ مجموعہ رت حہ یعنی ۲۲ جون کو یہاں غروبِ شمس سات بج کر تین منٹ پر ہے و وروجہ اوق تمام العرض حہ سالر۔ میل اعظم ل حہ = ل حہ ی غایۃ الانخطاط جیبہ لہ حہ ل ل الوصف قطرہ مو + انکسار معدل لب قہ نا = مع قہ ل ر انخطاط الوقت جیبہ قہ مدلتہ تفاضل الجیبین لوصہ ح مب ناجیب تمام المیل سو حہ ل حہ نہ حہ م x جیب تمام العرض نہ حہ مرح نخ منخط = ل حہ ل حہ جیب اوسط پس تفاضل الجیبین ÷ جیب اوسط منخط = مدح نخ مہ سہم قوسہ عد حہ الدلوہ فضل الدائرہ x قہ = ہ ت ل حہ تمام و ت نخ الب + تعدیل الایام نہ لب + فصل شرقی ح قہ ما = رت حہ یوں بھی وہی سات پر تین منٹ آئے۔

العشاء لرحہ ل الوح حہ لب الرم = ح حہ لب ط مو ÷ ح قہ ل حہ ل حہ = الب حہ ز سو سہم قوسہ نا حہ نخ و فضل الدائرہ x قہ = ح ت الرب تمامہ ح ت لب ل حہ + الب قہ + ق ما = ح ت ل ر ما یعنی اُس تاریخ ۸ بج کر سوا سینتیس منٹ پر عشاء ہوئی تقریباً وقت غروب کرنے پر ایک گھنٹے چونتیس منٹ سے قدرے زائد وقت ہوا یعنی یہی مقداریں وقت صبح کی ہیں ہاں ہمارے بلاد میں صرف بقدر ثلث سال بھر یعنی تقریباً نصف دلو سے نصف حمل اور نصف سنبلہ سے نصف عقرب تک یہ اوقات ایک گھنٹا بیس منٹ کے قریب قریب رہتے ہیں باقی تمام سال میں اُس سے زائد تو دہلی، رامپور، میرٹھ، مظفرنگر، دیوبند، گنگوہ، سہارن پور میں کہ سب بریلی سے شمال کو ہیں اور باہم ہر پچھلا پہلے سے زیادہ شمالی ہے ہمیشہ ایک گھنٹا بیس منٹ کیونکر معقول ہے اگرچہ مفتیان جاہل و معظیان غافل اپنی بیخردی سے تصدیقیں کریں شہادتیں دیں اُس کو اپنے بے بصر بے خبر عمائد کا معمول یہ بتائیں وہ بھی نہ فقط عشاء بلکہ وقت صبح میں بھی جس کا حاصل

یہ کہ سال کے دو آتھائی حصے میں اُن کبر او اذباب سب کے روزے نذر جہل بے حساب اور اُن کی سحری کے ختم بلکہ کبھی شروع سے بھی پہلے جلوہ صبح صادق بے حجاب نسأل اللہ العفو والعافیة ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحنہ وتعالی اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۲۸۰) از تروی ضلع علی گڑھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبدالکریم صاحب مدرس ۸ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت ظہر کا عصر کا مغرب و عشا و فجر کا کب تک رہتا ہے خصوصاً مغرب کا وقت کب تک رہتا ہے؟

الجواب:

وقت ظہر کا اُس وقت تک رہتا ہے کہ سایہ سوا سایہ اصلی کے جو اُس روز ٹھیک دوپہر کو پڑا ہو دو مثل ہو جائے اور عصر کا وقت غروب آفتاب تک یعنی جب سورج کی کوئی کرن بالائے افق نہ رہے اور اُس کا وقت مستحب جب تک ہے کہ آفتاب کے قرص پر نظر اچھی طرح نہ جمے جب بغیر کسی عارض بخار یا غبار وغیرہ کے نگاہ قرص آفتاب پر جنمے لگی وقت کراہت آگیا اور یہ وقت فقیر کے تجربہ سے اُس وقت آتا ہے جب سورج ڈوبنے میں بیس منٹ رہ جاتے ہیں مغرب کا وقت سپیدی ڈوبنے تک ہے یعنی چوڑی سپیدی کہ جنوباً شمالاً پھیلی ہوتی اور بعد سُرخنی غائب ہونے کے تا دیر باقی رہتی ہے جب وہ نہ رہی وقت مغرب گیا اور عشا آئی دراز سپیدی کہ صبح کاذب کی طرح شرقاً غرباً ہوتی ہے معتبر نہیں اور یہ وقت ان شہروں میں کم سے کم ایک گھنٹا اٹھارہ منٹ بعد غروب آفتاب ہوتا ہے آخر مارچ و آخر ستمبر میں، اور زیادہ سے ایک گھنٹا ۳۵ منٹ ہوتا ہے آخر جون میں، اور موسم سرما میں بڑھ سے بڑھ ایک گھنٹا چوبیس منٹ ہوتا ہے آخر دسمبر میں، اور اس کا وقت مستحب جب تک ہے کہ ستارے خوب ظاہر نہ ہو جائیں، اتنی دیر کرنی کہ چھوٹے چھوٹے ستارے بھی چمک آئیں مکروہ ہے۔ عشا کا وقت طلوع فجر صادق تک ہے اور وقت مستحب آدھی رات سے پہلے پہلے۔ یہ تمام اوقات درجات شمس و درجات عرض البلاد کے اختلاف سے مختلف ہوتے رہتے ہیں ان کے لئے ایک وقت معین بتانا ممکن نہیں۔ مغرب کو مسائل نے بالخصوص دریافت کیا تھا اُس کیلئے وہ قریب تخمینہ کو ان شہروں میں ہے گزارش ہوا یہی تخمینہ مقدار صبح صادق کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۸۱) از رانی کھیت:

ماہ جون و جولائی و اگست میں نماز ظہر کا وقت مستحب کے بجے سے شروع ہوتا ہے اور کسے بجے تک رہتا ہے؟

الجواب:

بحکم حدیث و فقہ ایام گرما میں تاخیر ظہر مستحب و مسنون ہے اور تاخیر کے یہ معنی کہ وقت کے دو حصے

کیے جائیں نصف اول چھوڑ کر نصف ثانی میں پڑھیں اسکا افادہ فی البحر الرائق عن الاسرار وغیرہ (جیسا کہ بحر الرائق میں اسرار وغیرہ سے اس کا افادہ کیا ہے) اور صیف یعنی ایام گرما سے مراد زمان اشتداد گرمی ہے۔ خلاصہ و بحر وغیرہما میں ہے:

<p>شتاء اس موسم کو کہتے ہیں جس میں مستقل طور پر شدید سردی رہے اور صیف اس موسم کو کہتے ہیں جس میں ہر وقت سخت گرمی رہے (ت)</p>	<p>الشتاء ما اشتد فيه البرد على الدوام، والصيف ما يشتد فيه الحر على الدوام²۔</p>
--	---

اور یہ باختلاف بلاد مختلف ہوتا ہے فلکیوں کی تقسیم کہ تحویل حمل سے آخر جوزا تک ربیع، آخر سنبلہ تک صیف، آخر قوس تک خریف، آخر حوت تک شتا ہے ان کے بلاد کے موافق ہوگی، ہمارے بلاد میں ہر فصل ایک بروج پہلے شروع ہو جاتی ہے مثلاً جاڑا تحویل جدی یعنی ۲۲ دسمبر سے شروع نہیں ہوتا بلکہ دسمبر کا سارا مہینہ اور اواخر نومبر یقیناً اشتداد سرما کا وقت ہے، یونہی درختوں مشاہدہ شہادت دیتا ہے کہ اواخر فروری تحویل حوت سے بہار شروع ہو جاتی ہے اور بیشک جون کا پورا مہینہ اور اواخر مئی شدت گرما کا وقت ہے تو ہمارے یہاں تقسیم فصول یوں ہے حوت حمل ثور بہار، جوزا سرطان اسد گرمی، سنبلہ میزان عقرب خریف، قوس جدی دلوجاڑا، تو زمانہ استحباب تاخیر ظہر ۲۲ مئی سے ۲۳ اگست تک ہے اوقات نماز کا آغاز و انجام ہر روز بدلتا ہے ایک وقت معین کی تعیین ناممکن ہے لہذا ہم صرف ایام تحویلات ثور تا سنبلہ کا حساب بیان کریں کہ اُس سے ایام مابین کا تقریبی قیاس کر سکیں اور زیادت افادت کیلئے ان ایام کا طلوع و غروب بھی لکھ دیں کہ اگرچہ مئی جون گزر گئے جولائی اگست باقی ہیں صحیح گھڑی سے مقابلہ کر سکتے ہیں اگر دھوپ گھڑی موجود ہو تو جس وقت اس میں کیلی کا سایہ خط نصف النہار پر منطبق ہو جیسی گھڑی میں وہ وقت کر دیں جو خانہ شروع وقت ظہر میں ہم نے لکھا ہے یہ گھڑی نہایت کافی وجہ پر صحیح ہوگی ورنہ شام کے چار بجے جو مدراس سے تار آتا ہے جس وقت وہ سولہ کا گھنٹا بتائے گھڑی میں فوراً چار بجائیں ورنہ ریل تار کی گھڑیوں بلکہ توپ کا بھی کچھ اعتبار نہیں میں نے توپ میں گیارہ منٹ تک کی غلطی مشاہدہ کی ہے اور تین چار منٹ کی غلطی تو صد بار باپائی ہے ہم اس نقشہ میں ریلوے کا وقت دیں گے اور از انجا کہ یہ تقریب سالہا سال تک کام دے سکنڈوں کی تدقیق نہ کریں گے رانی کھیت کے لئے جس کا عرض شمالی ۲۹ درجے ۳۸ دقیقے اور طول مشرقی ۷۹ درجے ۲۸ دقیقے ہے۔

1 البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱/۷۱ ۲۴

2 البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱/۷۱ ۲۴

مسئلہ (۲۸۲ و ۲۸۳) از شہر۔ سنہری مسجد مسئلہ مولوی عبدالرشید صاحب کیے از طلبائے مدرسہ اہل سنت و جماعت بریلی ۲

ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد نالہ میں ظہر کی نماز وقت ۱۲/۲ پر باجماعت ہوتی ہے اور عصر کی نماز ۱۲/۴ پر باجماعت ہوتی ہے یہ وقت نماز کے ایام سرما میں تنگ سمجھے جائیں گے یا کچھ کمی بیشی ان اوقات میں کی جائے۔ بعض صاحب فرماتے ہیں کہ ظہر ۲ بجے اور عصر ۴ بجے ہونی چاہئے ان دو وقتوں میں اول کی پابندی کی جائے یا ثانی کی دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بازار کی مسجد میں ہر جماعت یعنی ایک ہی وقت کی کئی جماعت کے واسطے تکبیر اور اذان ہر مرتبہ پڑھی جائے یا صرف جماعت اول ہی میں اور محلہ کی مسجد میں جماعت ثانی میں تکبیر اور اذان ہونی چاہئے یا نہیں اور بازاری مسجد میں ہر جماعت اولیٰ کا ثواب ہے یا نہیں۔

الجواب:

اگر یہ صحیح وقت ہوں تو کسی موسم میں ظہر اور عصر کیلئے تنگ وقت نہیں سب میں جلد وقت مغرب نومبر کے آخر اور دسمبر کی ابتدائی تاریخوں میں ہوتا ہے جب ریلوے وقت سے آفتاب سواپانچ بجے ڈوبتا ہے اور کراہت کا وقت غروب سے صرف بیس منٹ پہلے ہے تو چارج کر چھپن ۵۵ منٹ پر وقت کراہت آجائے گا نماز اگر ٹھیک ساڑھے چار بجے شروع ہوئی تو غایت درجہ دس ۱۰ بارہ ۱۲ منٹ میں ختم ہو جائیگی جب بھی وقت کراہت سے تقریباً پاؤ گھنٹے پہلے ہو چکے گی، ہاں ان دنوں میں پونے پانچ بجے شروع جماعت میں خطرہ ہے کہ اگر جماعت ۸ منٹ میں ادا کی اور شروع میں پونے پانچ بجے سے دو تین ۳ منٹ بھی دیر ہو گئی تو سلام سے پہلے وقت کراہت آجائے گا اتنی تاخیر وہ کرے جس وقت صحیح معلوم ہوں اور تصحیح ساعات جانتا ہو کہ عصر میں جتنی تاخیر ہو افضل ہے جبکہ وقت کراہت سے پہلے پہلے ختم ہو جائے، پھر جو وقت مقرر ہوتا ہے اکثر چند منٹ اس سے تاخیر بھی ہو جاتی ہے اور گھڑی کبھی چند منٹ سُست ہو جاتی ہے و من رتق حول اللحمی اوشک ان یقع فیہ (اور جو چراگاہ کے ارد گرد چرے، تو ہو سکتا ہے کہ اس میں گھس پڑے۔ ت) لہذا ان ایام میں عام کو عصر سواچار بجے مناسب تر ہے اور گھڑی کی تحقیق صحیح ہو تو ایام سرما میں ساڑھے چار بجے شروع نماز میں اصلاً حرج نہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بازار کی مسجد میں کہ اہل بازار کے لئے بنی اسی طرح سراسر اور اسٹیشن کی مسجد اور مسجد جامع ان سب میں افضل یہی ہے کہ جو گروہ آئے نئی اذان نئی اقامت سے جماعت کرے وہ سب جماعت اولیٰ ہوں گی اور مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ کے لئے اعادہ اذان منع ہے تکبیر میں حرج نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۸۴ و ۲۸۵): از موضع سرنیاں ضلع بریلی مسؤلہ امیر علی صاحب رضوی ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

کہا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں بعض اشخاص ذی علم اور مولوی سوال کرتے ہیں کہ آپ کے اعلیٰ حضرت مولانا مولوی حاجی مفتی قاری صاحب کیوں نماز جمعہ وقت کھو کر پڑھتے ہیں وقت قطعی نہیں رہتا ہے اور دیگر نمازیں بھی اخیر وقت پر پڑھتے ہیں، سائل نے اس کے جواب میں یوں کہا کہ وقت کھونا نہیں ہے بلکہ درمیان وقت جمعہ ادا ہوتا ہے اور کل نمازیں بھی درمیان وقت میں پڑھتے ہیں کیونکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ طریق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درمیان وقت میں پڑھتے تھے کیونکہ جبریل علیہ السلام نے پہلے روز اول وقت اور دوسرے روز اخیر وقت پڑھا اور کہا کہ وقت ان دونوں نمازوں کے درمیان ہے اس پر وہ لوگ جواب دیتے ہیں کہ اکثر ہم لوگ دُور دُور تک سیر کو گئے ہیں بمبئی، مکہ شریف، مدینہ شریف اور ہندوستان کے کل شہروں میں مولوی اول وقت ادا کرتے ہیں کیا وہ حنفی مذہب نہیں ہیں دیگر دیہات میں مولوی جمعہ کی نماز جائز کرتے ہیں اور اعلیٰ حضرت منع کرتے ہیں حنفی مذہب سے خلاف ہے ہر قسم کے سوال کرتے ہیں خیر ان کا لکھنا مناسب نہ جانا حضور جو کچھ تحریر فرمائیں جواب دیا جائے گا۔

الجواب:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یونہی ہم نے ہر نبی کے دشمن کر دیے آدمیوں اور جن میں کے شیطان کہ ان میں ایک دوسرے کے دل میں جھوٹی بات ڈالتا ہے دھوکے کی۔

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيْطَانِ الْإِنْسِ

وَالْجِنَّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا^۱

جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ برتاؤ رہا تو ان کے ادنیٰ غلام کیوں اپنے آقا یا ان کرام کے ترکہ سے محروم رہیں، جائے ہزاروں ہزار شکر ہے کہ ہم سے نالا نقول کو ان کریموں کے ترکہ سے حصہ ملے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَاعْرِضْ عَنِ الْفٰهٰلِیْنَ^۲ (جاہلوں سے منہ پھیر لو) اور فرماتا ہے جاہلوں کے جواب میں یوں کہو: لَا يَنْبَغِي الْفٰهٰلِیْنَ^۳ (جاہلوں

کے منہ لگنا ہم نہیں چاہتے) نہ کہ وہ حضرات کہ جاہل بھی ہوں اور کذاب بھی اور مفتزی بے حجاب بھی اور معاند تعصب مآب بھی، ایسوں کیلئے یہ مناسب ہے کہ نَذْرَاهُمْ فِي طَعْيَانِهِمْ

^۱ القرآن سورہ الانعام آیت ۱۱۲

^۲ القرآن سورہ الاعراف آیت ۱۹۹

^۳ القرآن سورہ القصص آیت ۵۵

يَعْمَهُونَ ۝¹ ہم انہیں چھوڑتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں) ان تمام مسائل کے روشن بیان ہمارے فتاویٰ میں موجود ہیں مگر متعصب معاند کو علم دینا بے سود اور کذب و افترا کا علاج مفقود، مسائل ان کو ذی علم مولوی کہتا ہے اور جو باتیں ان کی بیان کیں وہ تو ایسے جاہلوں کی ہیں جن کو کسی عالم کی صحبت بھی نصیب نہ ہوئی۔ مسائل کو ہدایت کی جاتی ہے کہ کسی کی ایسی بیہودہ باتیں پیش نہ کیا کرے، واللہ تعالیٰ اعلم۔



رسالہ

حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین^{۱۳۱۳ھ}

دو دریاؤں کو ملنے سے روکنے والا، دو نمازوں کو جمع کرنے سے بچانے والا

مسئلہ (۲۸۶)

از بریلی محلہ قراولان

یکم رجب ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر کے عذر سے جس میں قصر لازم آتا ہے دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟
بینوا توجروا۔

الجواب:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي جعل الصلاة على المؤمنين كتاباً موقوتاً، وأمرهم أن يحافظوا عليها فيحفظوها أركاناً وشروطاً ووقوتاً. **مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ﴿١﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ ﴿٢﴾**، وفضل الصلوات، واكمل التحيات، على من عين الاوقات وبين العلامات، وحرر على امتة اضاعة الصلوات، وعلى اله الكرام، وصحبه العظام، ومجتهدى شرعه الغر الفخام، لاسيما

الامام الاقدم، والہمام الاعظم، امام الائمة، مالک الازمة، کاشف الغمة، سراج الامة، نائل علم الشرع الحنفی من اوج الثریا، ناشر علم الدین الحنفی نشرًا جلیا، نصر اللہ اتباعہ ورضی اتباعہ متبوعا تابعیا، وعلینا معهم، یا رحم الراحمین، الی یوم الدین۔

اللہ عزوجل نے اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوة والتسلیم کے ارشادات سے نماز فرض کا ایک خاص وقت جداگانہ مقرر فرمایا ہے کہ نہ اُس سے پہلے نماز کی صحت نہ اس کے بعد تاخیر کی اجازت، ظہرین عرفہ و عشا ئین مزدلفہ کے سوا دو نمازوں کا قصد ایک وقت میں جمع کرنا سفرًا حضرًا ہرگز کسی طرح جائز نہیں۔ قرآن عظیم و احادیث صحاح سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس کی ممانعت پر شاہد عدل ہیں۔ یہی مذہب ہے حضرت ناطق بالحق والصواب موافق الرای بالوجی والکتاب امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم و حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص احد العشرة المبشرة و حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود من اجل فقہاء الصحابة البررة و حضرت سیدنا ابن سیدنا عبد اللہ بن عمر فاروق و حضرت سیدنا ام المومنین صدیقہ بنت الصديق اعظم صحابہ کرام و خلیفہ راشد امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز و امام سالم بن عبد اللہ بن عمرو امام علقمہ بن قیس و امام اسود بن یزید نخعی و امام حسن بصری و امام ابن سیرین و امام ابراہیم نخعی و امام مکحول شامی و امام جابر بن زید و امام عمرو بن دینار و امام حماد بن ابی سلیمان و امام اجل ابو حنیفہ اجلہ ائمہ تابعین و امام سفین ثوری و امام لیث بن سعد و امام قاضی الشرق والغرب ابو یوسف و امام ابو عبد اللہ محمد الشیبانی و امام زفر بن الہذیل و امام حسن بن زیاد و امام دار الجمرۃ عالم المدینۃ مالک بن انس فی روایۃ ابن قاسم اکبر تبع تابعین و امام عبد الرحمن بن قاسم عتقی تملیذ امام مالک و امام عیسیٰ بن ابان و امام ابو جعفر احمد بن سلامہ مصری وغیر ہم ائمہ دین کا، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

تحقیق مقام یہ ہے کہ جمع بین الصلاتین یعنی دو نمازیں ملا کر پڑھنا دو قسم ہے: جمع فعلی جسے جمع صوری بھی کہتے ہیں کہ واقع میں ہر نماز اپنے وقت میں واقع مگر ادا میں مل جائیں جیسے ظہر اپنے آخر وقت میں پڑھی کہ اس کے ختم پر وقت عصر آگیا اب فورًا عصر اول وقت پڑھ لی، ہوئیں تو دونوں اپنے اپنے وقت اور فعلًا و صورتًا مل گئیں۔ اسی طرح مغرب میں دیر کی یہاں تک کہ شفق ڈوبنے پر آئی اُس وقت پڑھی ادھر فارغ ہوئے کہ شفق ڈوب گئی عشاء کا وقت ہو گیا وہ پڑھ لی، ایسا ملانا بعد مرض و ضرورت سفر بلاشبہ جائز ہے۔ ہمارے علمائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس کی رخصت دیتے ہیں۔ رد المحتار میں ہے:

مسافر اور مریض مغرب میں تاخیر کر سکتے ہیں تاکہ اس کو اور عشاء کو فعلًا اکٹھا کر لیں، جیسا کہ حلیہ وغیرہ میں ہے، یعنی مغرب آخری وقت میں پڑھی جائے

للمسافر والمريض تاخير المغرب للجمع بينها وبين العشاء فعلًا، كما في الحلية وغيرها، اي ان تصلي في آخر وقتها

اور عشاءِ اول وقت ہیں۔ (ت)	والعشاء فی اول وقتہا ¹ ۔
----------------------------	-------------------------------------

اقول: تاخیر مغرب کا تو یہ خاص جزئیہ ہے اور اسی طرح تاخیر ظہر کہ عصر سے مل جائے بلکہ یہ بدرجہ اولیٰ کہ ظہر میں تو کوئی وقت کراہت نہیں² کما صرح بہ فی البحر الرائق وحققناہ فیما علقناہ علی رد المحتار۔ (جیسا کہ بحر الرائق میں تصریح ہے اور رد المحتار کے حاشیے پر ہم نے اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) بخلاف مغرب کہ اُس کی اتنی تاخیر بے عذر مکروہ شدید ہے³ کما فی البحر والدر وغیرہما، ونظقت بکراہة ذلك احادیث۔ (جیسا کہ بحر اور در وغیرہ میں ہے، اور اس کی کراہت پر کوئی احادیث ناطق ہیں۔ ت) پھر جزئیہ ظہرین بھی کتاب الحج میں نظر فقیر سے گزرا اس کتاب جلی الصواب حلی الخطاب رفیع النصاب میں کلام امام ہمام محرر المذہب سیدنا محمد بن الحسن تلمیذ سیدالائمہ امام اعظم ابوحنیفہ اور تالیف رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فرماتے ہیں:

امام فقیہ محدث عیسیٰ بن ابان تلمیذ امام محمد ہے امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ سفر میں دو نمازوں کا جمع کرنا، خواہ ظہر اور عصر ہوں یا مغرب اور عشاء ہوں، یکساں ہے۔ یعنی ظہر کو آخر وقت مؤخر کر کے پڑھے اور عصر میں تعجیل کر کے اس کو اول وقت میں پڑھ لے۔ اسی طرح مغرب اور عشاء میں مغرب کو اتنا مؤخر کرے کہ اس کے آخری وقت میں، یعنی شفق غائب ہونے سے تھوڑا پہلے پڑھے اور عشاء میں جلدی کر کے اس کو اول میں پڑھ لے، یعنی شفق غائب ہونے کے ساتھ ہی، یہ طریقہ ہے ان کو جمع کرنے کا۔ (ت)	قال ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: الجمع بین الصلاتین فی السفر فی الظهر والعصر، والمغرب والعشاء سواءٌ یؤخر الظهر الی آخر وقتہا ثم یصلی ویعجل العصر فی اول وقتہا فیصلی فی اول وقتہا، وكذلك المغرب والعشاء یؤخر المغرب الی آخر وقتہا فیصلی قبل ان ینیب الشفق وذلك آخر وقتہا، ویصلی العشاء فی اول وقتہا حین ینیب الشفق، فهذا الجمع بینہما ⁴ ۔
--	--

اُسی میں ہے:

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بارش،	قال ابوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ: من اراد
--	--

¹ رد المحتار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ المصطفیٰ البانی مصر ۱۷۱۱

² البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کینی کراچی ۱۳۹۱

³ الدر المختار کتاب الصلوٰۃ مجتہبائی دہلی ۱۷۱۱

⁴ کتاب الحجۃ باب جمع الصلاۃ فی السفر مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱۴۲۱

<p>سفر یا کسی اور وجہ سے دو نمازوں کو جمع کرنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ پہلی کو آخر وقت تک مؤخر کر دے اور دوسری میں جلدی کر کے اول وقت میں ادا کرے، اس طرح دونوں کو جمع کر لے، تاہم ہوگی ہر نماز اپنے وقت میں الخ (ت)</p>	<p>ان یجمع بین الصلاتین ببطر اوسفر اوغیرہ، فلیؤخر الاولیٰ منہما حتیٰ تکون فی آخر وقتہا، ویعجل الثانیۃ حتیٰ یصلیہا فی اول وقتہا فیجمع بینہما، فتکون کل واحدۃ منہما فی وقتہا الخ۔</p>
---	---

اس کلام برکت نظام امام کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم سے ظاہر ہوا کہ جواز جمع صوری صرف مرض و سفر پر متصور نہیں بضرورت شدت بارش بھی اجازت ہے مثلاً ظہر کے وقت میں ہر سستا ہو تو انتظار کر کے آخر وقت حاضر مسجد ہوں جماعت ظہر ادا کریں اور وقت عصر پر تین تین ہی جماعت عصر کر لیں کہ شاید شدتِ مطر بڑھ جائے اور حضور مسجد سے مانع آئے، مطر شدید میں تنہا گھر پڑھ لینے کی بھی اجازت ہے تو اس صورت میں تو دونوں نمازوں کے لئے جماعت و مسجد کی محافظت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ دوسری قسم جمع وقتی ہے جسے جمع حقیقی بھی کہتے ہیں۔ اقول: یعنی بمعنی مصطلح قائلان جمع کہ جو معنی جمع اُن کا مذہب ہے وہ حقیقتاً اسی صورت میں ہے ورنہ جمع اپنے اصل معنی پر دونوں جگہ حقیقی ہے کما لایخفی، اور اسی لحاظ سے جمع فعلی کو صوری کہتے ہیں ورنہ حقیقتاً فرائض میں یہ جمع بھی جمع صوری ہی ہے اُن میں تداخل محال تو جب ملیں گے صورتاً ملیں گے اور معنی جذا فافہم فانہ نفیس جدا (اس کو سمجھو کیونکہ یہ بہت نفیس ہے۔ ت) اس جمع کے یہ معنی ہیں کہ ایک نماز دوسری کے وقت میں پڑھی جائے جس کی دو صورتیں ہیں:

جمع تقدیم کہ وقت کی نماز مثلاً ظہر یا مغرب پڑھ کر اُس کے ساتھ ہی متصلاً بلا فصل پچھلے وقت کی نماز مثلاً عصر یا عشاء پیشگی پڑھ لیں، اور جمع تاخیر کہ پہلی نماز مثلاً ظہر یا مغرب کو باوصف قدرت و اختیار قصداً اٹھار رکھیں کہ جب اس کا وقت نکل جائے گا پچھلی نماز مثلاً عصر یا عشاء کے وقت میں پڑھ کر اس کے بعد متصلاً خواہ منفصلاً اُس وقت کی نماز ادا کریں گے، یہ دونوں صورتیں بحالتِ اختیار صرف حاج کو صرف حج میں صرف عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ میں جائز ہیں اول میں جمع تقدیم اور دوم میں جمع تاخیر عام ازیں کہ وہ مسافر ہوں یا خاص ساکنان مکہ و منیٰ وغیرہا مواضع قریبہ کی وہ بوجہ نسک ہے نہ بوجہ سفر اور بحالتِ اضطرار و عدم قدرت سفر حضر یا ظہر عصر وغیرہا کسی شے کی تخصیص نہیں جتنی نمازوں تک مشغولی جہاد یا شدتِ مرض یا غشی وغیرہا کے سبب قدرت نہ ملے ناچار سب مؤخر رہیں گی اور وقت قدرت بحالتِ عدم سقوط ادا کی جائیں گی جس طرح حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے غزوہ خندق میں ظہر و عصر و مغرب و عشاء کے وقت پڑھیں ان کے سوا کبھی کسی شخص کو کسی حالت میں کسی صورت جمع وقتی کی اصلاً اجازت نہیں اگر جمع تقدیم کرے گا نماز تاخیر

¹ کتاب الحجۃ باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۱۵۹/۱

محض باطل و ناکارہ جائے گی جب اُس کا وقت آریگا فرض ہوگی نہ پڑھے گی ذمے پر رہے گی اور جمع تاخیر کرے گا تو گنہ گار ہوگا عمداً نماز قضا کر دینے والا ٹھہرے گا اگرچہ دوسرے وقت میں پڑھنے سے فرض سر سے اُتر جائے گا۔ یہ تفصیل مذہب مہذب ہے اور اسی پر دلائل قرآن و حدیث ناطق بلکہ توحیت صلاۃ کا مسئلہ متفق علیہا ہے، ہر مسلمان جانتا ہے کہ نماز کو دانستہ قضا کر دینا بلاشبہ حرام تو جس طرح صبح یا عشاء قضا نہ پڑھنی کہ ظہر یا فجر کے وقت پڑھ لیں گے حرام قطعی ہے یوں ہی ظہر یا مغرب عمداً نہ پڑھنی کہ عصر یا عشاء کے وقت ادا کر لیں گے حرام ہونا لازم اور وقت سے پہلے تو حرمت درکنار نماز ہی بیکار جیسے کوئی آدمی رات سے صبح کی نماز یا پہر دن چڑھے سے ظہر پڑھ رکھے قطعاً نہ ہوگی، یونہی جو ظہر کے وقت عصر یا مغرب کے وقت عشاء نہ پڑھے اس کا بھی نہ ہونا واجب، احادیث میں کہ حضور پُر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سے جمع منقول اُس میں صراحۃً وہی جمع صوری مذکور یا مجمل و محتمل اسی صریح مفصل پر محمول، جمع حقیقی کے باب میں اصلاً کوئی حدیث صحیح صریح مفسر وار نہ نہیں جمع تقدیم تو اس قابل بھی نہیں کہ اُس پر کسی حدیث صحیح کا نام لیا جائے جمع تاخیر میں احادیث کثیرہ کے خلاف دو حدیثیں ایسی آئی ہیں جن سے بادی النظر میں دھوکا ہو مگر عندا التحقیق جب احادیث متنوعہ کو جمع کر کے نظر انصاف کی جائے فوراً حق ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ بھی وجوباً یا امکاناً اسی جمع صوری کی خبر دے رہی ہیں غرض جمع وقتی پر شرع مطہر سے کوئی دلیل واجب القبول اصلاً قائم نہیں بلکہ بکثرت صحیح حدیثیں اور قرآن عظیم کی متعدد آیتیں اور اصول شرع کی واضح دلیلیں اُس کی نفی پر حجت مبین، یہ اجمال کلام و دلائل مذہب ہے۔ لہذا یہ مختصر کلم چار^۲ فصل پر منقسم:

فصل ۱ میں جمع صوری کا اثبات جمیل،

فصل ۲ میں شبہات جمع تقدیم کا ابطال جلیل،

فصل ۳ میں جمع تاخیر کی تضعیف واضح البینات،

فصل ۴ میں دلائل نفی جمع و ہدایت التزام اوقات۔

اس مسئلے میں ہمارے زمانے کے امام لامذہبنا مجتہدنا مقلداں مخترع طرز نومی مبتدع آزاد روی میاں نذیر حسین صاحب دہلوی ہدایہ اللہ الی الصراط السوی نے کتاب عجب العجاب معیار الحق کے آخر میں اپنی چلتی حد بھر کا کلام مشیع کیا مباحث مسئلہ میں اگلے پچھلے مالکیوں شافعیوں وغیرہم کا اُلٹا پُلٹا الجھا سلجھا جیسا کلام حنفیہ کے خلاف جہاں کہیں ملا سب جمع کر لیا اور کھلے خزانے احادیث صحیح کو رد فرمانے رواۃ صحیحین کو مردود بتانے بخاری و مسلم کی صد ہا حدیثوں کو واہیات بتانے محدثی کا بھرم عمل بالحدیث کا دھرم دن دہاڑے دھڑی دھڑی کر کے لٹانے میں رنگ رنگ سے اپنی نئی ابکار افکار کو جلوہ دیا تو بعون قدیر اُس تحریر عدیم التحریر حائر ہر عنث و یا بس و نقیر و قظیم کے رد میں تمام مساعی نووکن کا جواب اور نمٹاجی کے ادعاے باطل عمل بالحدیث و لیاقت اجتہاد و علم حدیث کے روئے نہانی سے کشف حجاب

بعض علمائے عصر^{عہ} و عظمائے وقت غفر اللہ تعالیٰ لنا ولہ و شکر فی انتصارنا للحق سعینا وسعیہ نے ملاجی پر تعقبات کثیرہ بسیط کیے مگر ان شاء اللہ العزیز الکریم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، یہ افاضات تازہ چیزے دیگر ہوں گے جنہیں دیکھ کر ہر منصف حق پسندے ساختہ پکار اٹھے کہ: ع

کم ترک الاول للآخر

(بہت سی چیزیں پہلوں نے پچھلوں کیلئے چھوڑ دی ہیں۔ ت)

فقیر حقیر غفر لہ المولیٰ القدر کو اپنی تمام تصانیف مناظرہ بلکہ اکثر ان کے ماورا میں بھی جن کا عدد بعونہ تعالیٰ اس عہ ۲ وقت تک ایک سو چالیس سے متجاوز ہے ہمیشہ التزام رہا ہے کہ محل خاص نقل و استناد کے سوا محض جمع و تلفیق کلمات سابقین سے کم کام لیا جائے، حتیٰ الوسع بحول و قوت ربانی اپنے ہی افاضات قلب کو جلوہ دیا جائے: ع

کہ حلوا چوبیکبار خورد و بس

اگر اقامت دلائل یا ازاحت اقوال مخالف میں وہ امور مذکور بھی ہوتے ہیں کہ اور متکلمین فی المسئلہ ذکر کر گئے تو غابا وہ وہی واضحات متبادرہ الی الفہم ہیں کہ ذہن بے اعانت دیگرے ان کی طرف سبقت کرے۔ انصافاً ان میں سابق و لاحق دونوں کا استحقاق یکساں مگر از انجا کہ کلمات متقدمہ میں ان کا ذکر نظر سے گزرا اپنی طرف نسبت نہیں کیا جاتا پھر ان میں بھی بعونہ تعالیٰ تلخیص و تہذیب و ترصیب و تقریب و حذف و زوائد و زیادت فوائد سے جدت جگہ پائے گی اور کچھ نہ ہو تو ان شاء اللہ تعالیٰ طرز بیان ہی احلی و وقع فی القلب نظر آئے گی اس وقت تو یہ اپنا بیان ہے جس سے بحمد اللہ تعالیٰ تحدیث بنعمۃ اللہ عز و جل مقصود والحمد للہ الغفور الودود، اہل حسد جس معنی پر چاہیں محمول کریں مگر اب انصاف اگر تصانیف فقیر کو موازنہ فرمائیں گے بعونہ تعالیٰ عیان موافق بیان پائیں گے باہنمہ اس اعتراف سے چارہ نہیں کہ الفضل للمتقدم (پہلے کرنے والے کو فضیلت حاصل ہوتی ہے) خصوصاً علمائے سلف رضی اللہ تعالیٰ عنہا باکرامہم و حشرنا فی زمرۃ خدا مہم کہ جو کچھ ہے انہیں کی خدمت کلمات برکت آیات کا نتیجہ اور انہیں کی بارگاہ دولت کا حصہ رسد بنتا ہوا صدقہ: ع

اے باد صبا! اینہم آوردہ تست

ہاں ہاں یہ کفش برادری خدام درگاہ فضائل پناہ علیٰ حضرت عظیم البرکت علم العلماء الربانین افضل

عہ ۱: یعنی جناب مستطاب حامی السنن ماجی الفتن مولانا مولوی حافظ الحاج محمد ارشاد حسین صاحب رامپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
عہ ۲: یہ اُس وقت تھا اب کہ ۱۳۱۹ھ ہے بجز اللہ تعالیٰ عدد تصانیف ایک سو نوے ۱۹۰ سے متجاوز ہے ۱۲ اور اب تو بجز اللہ تعالیٰ اگر احصا کیا جائے تو پانسو سے متجاوز ہوگا ۱۲ (م)

الفضلاء الحقانیین حامی السنن السنیہ مآحی الفتن الدنیہ بقیہ السلف المصلحین حجة الخلف المفلحین آية من آیات رب العلمین معجزة من معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبارک وسلم اجمعین ذی التصنيفات الرائقة والتحقیقات الفائقة والتدقیقات الشائقة تاج المحققین سراج المدققین اکمل الفقهاء المحدثین حضرت سیدنا الواجد امجد الامجد اطیب الاطائب مولانا مولوی محمد تقی علی خان صاحب محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی قدس اللہ سرہ، وعم بڑہ وشم نوره واعظم اجرہ واکرم نزلہ وانعم منزلہ ولاحرمناسعدہ ولم یفتننا بعدہ والحمد للہ دہر الدہرین ہاں ہاں یہ ادنیٰ خاکبوسی آستان رفیع غلمان منج بندگان بارگاہ عرفان پناہ اقدس حضرت آقائے نعمت دریائے رحمت اعرف العرفاء الکرام مرجع الاولیاء العظام السحاب الہامہ مربفیض القادر والعباب الزاخر بالفضل الباهر ذوالقرب الزاہر والعلو الظاہر والنسب الظاہر ملحق الاصاغر بالجلۃ الاکابر معدن البرکات مخزن الحسنات من آل محمد سید الکائنات علیہ وعلیہم افضل الصلوات وارث النجدات من حمزۃ الحمزات القبر المستبیین بالنور البین من شمس الدین ابی الفضل العظیم والشرف الکریم سیدنا ومولنا وملجانا وماوانا شیخی ومرشدی کنزی وذخری لیومی وغدنی اعلم حضرت سیدنا السید الشاہ آل رسول الاحمدی فاطمی حسینی قادری برکاتی واسطی بلجرامی مارمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ واجول واعظم قرہ منہ واشرق علینا من نورہ التام وافاض علینا من بحرہ الطام وجعلنا من خدمہ فی دار السلام بفضل رحمة علیہ وعلی آباءہ الکرام والحمد للہ ابدالابدین۔

عہد ما بالب شیریں دہنان بست خدای

ماہمہ بندہ وایں قوم خداوند اند

(خدانے شیریں دہنوں کے لبوں سے ہمارا عہد باندھ دیا ہے، ہم سب بندے ہیں اور یہ لوگ ہمارے آقا ہیں۔ ت)

خیر کہنا یہ تھا کہ یہاں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ یہی طریقہ رعایت عہ پائے گا ولہذا ایک آدھ بحث کہ بقدر کافی طے کر دی گئی اس سے تعرض اطناب سمجھا جائے گا کہ مقصود اظہار احقاق ہے نہ اثرا اور اراق۔ ان چار فصل میں مآجی کے ادعائی بول یکسر برعکس ہیں سایہ بخت سے سب قابل نکس ہیں جا بجا ثابت کو ثابت ثابت کو ثابت ساکت کو ناطق ناطق کو ساکت ضعیف کو صحیح صحیح کو ضعیف تحریف کو توجیہ توجیہ کو تحریف مؤول کو مفسر مفسر کو مؤول محتمل کو صریح صریح کو محتمل کہا اول تا آخر کوئی دقیقہ تحکم و مکابره و تعصب مدارہ کا نامرعی نہ رہا یہاں بعونہ تعالیٰ عز مجدہ ہر فصل میں قول فصل وحق اصل بدلائل قاہرہ و بیانات باہرہ ظاہر کیجئے کہ اگر زبان انصاف سالم و صاف

عہ: لاسیما اذا کان فیعی لاتر ترضیہ لوہن اوضعف نعلم فیہ ۱۲۔ (م) (حاشیہ کی اس عبارت سے غالباً اعلم حضرت کی اپنی عبارت گزشتہ صفحہ ۱۶۴ کی طرف اشارہ ہے: فقیر حقیر غفر لہ المولی القدر کواپنی تصانیف مناظرہ بلکہ اکثر ان کے ماوراء میں بھی حتی الوسع اپنے ہی فاضلات قلب کو جلوہ دیا جائے، ملخصاً (نذیر احمد سعیدی)

ہو تو مکالمہ منکر مدعی مُصر کو بھی معترف و مقرر لیجئے۔

اور یہ اللہ کیلئے مشکل نہیں ہے، یہ اللہ پر آسان ہے، اللہ ہر شئی پر قادر ہے۔ (ت)	و ما ذلک علی اللہ بعزیز، ان ذلک علی اللہ یسیر، ان اللہ علی کل شیء قدير۔
---	---

یہ معارک جلیلہ تو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں رسالہ آپ کے پیش نظر ہے ملاحظہ کیجئے واد انصاف دیجئے ع فی طلعة الشمس ما یغنیک عن خبر (سُورج طلوع ہو جائے تو اس کی اطلاع دینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ت)

اس کے سوائے مسئلہ میں ملاجی نے اپنے موافق کہیں چودہ^{۱۳} کہیں پندرہ^{۱۵} صحابیوں سے روایات آنا بیان کیا اور خود ہی اُسے بگاڑ کر کئی کی طرف پلٹے اور چار سے زیادہ ظاہر نہ کر سکے اُن میں بھی عند الانصاف اگر کچھ لگتی ہوئی بات ہے تو صرف ایک سے۔ میں بعونہ تعالیٰ اپنے موافق روایات تیس^{۲۳} صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لاؤں گا۔ ملاجی صرف چار حدیثیں پیش خویش اپنے مفید دکھائے جن میں حقیقہ کوئی بھی ان کے مفید نہیں اور آیت کا تو اُن کی طرف نام بھی نہیں، میں بحول اللہ تعالیٰ اُن سے ذُوئی آیتیں اور دس گنی حدیثیں اپنی طرف دکھاؤں گا، میں یہ بھی روشن کر دوں گا کہ خفیہ کرام پر غیر مقلدوں کی طعنہ زنی ایسی پوچ و لچر بے بنیاد ہوتی ہے، میں یہ بھی بتاؤں گا کہ ان صاحبوں کے عمل بالحدیث کی حقیقت اتنی ہے، میں یہ بھی دکھاؤں گا کہ ملاجی صاحب جو آج کل مجتہد العصر اور تمام طائفہ کے استاد مانے گئے ہیں اُن کی حدیث دانی ایک متوسط طالب علم سے بھی گرے درجہ کی ہے کل ذلک بعون الملک العزیز القریب المجیب و ما تو فیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب و هذا اوان الشروع فی المقصود متوکلا علی و اهب الفیض والجود والحمد لله العلی الودود والصلاة والسلام علی احمد محمود محمد و آلہ الکرام السعد امین۔

فصل اول طلوع فجر نوری بہ اثبات جمع صوری:

حضور پُر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جمع صوری کا ثبوت اصلاً محل کلام نہیں اور وہی مذہب مہذب ائمہ خفیہ ہے اس میں صاف صریح جلیل و صحیح احادیث مروی مگر ملاجی تو انکار آفتاب کے عادی، بکمال شوخ چشٹی بے نقط سُنّادی کہ کوئی حدیث صحیح ایسی نہیں جس سے ثابت ہو کہ آنحضرت عہ جمع صوری سفر میں کیا کرتے تھے¹، بہت اچھا ذرا نگاہ رُو رُو۔

عہ صلی اللہ علیہ وسلم و علی آلہ و صحبہ و بارک و کرم ۱۲ منہ (م)

¹ معیار الحق مسئلہ پنجم جمع بین الصلوٰۃ و مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۴۰۱

حدیث ۱: جلیل و عظیم حدیث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ اُس جناب سے مشہور و مستفیض ہے جسے امام بخاری و ابوداؤد و نسائی نے اپنی صحاح اور امام عیسیٰ بن ابان نے کتاب الحج علی اہل مدینہ اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار اور ذہلی نے زہریات اور اسمعیل نے مستخرج صحیح بخاری میں بطرق عدیدہ کثیرہ روایت کیا:

بخاری، اسمعیل اور ذہلی نے لیث ابن سعد کے طریقے سے یونس سے، اس نے زہری سے روایت کی ہے۔ اور نسائی نے یزید ابن زریع اور نضر ابن شمیث کے دو طریقوں سے کثیر ابن قاروندا سے روایت کی ہے۔ دونوں (زہری اور کثیر) سالم سے راوی ہیں۔ نسائی نے قتیبہ سے، طحاوی نے ابو عامر عقدی سے اور فقیہ نے حجج میں یہ تینوں عطف سے روایت کرتے ہیں۔ اور ابوداؤد نے فضیل ابن غزوان سے اور عبداللہ ابن علاء سے روایت کی ہے۔ اور ابوداؤد نے ہی عیسیٰ سے، نسائی نے ولید سے، طحاوی نے بشر ابن بکر سے، یہ تینوں (عیسیٰ، ولید، بشر) جابر سے روایت کرتے ہیں۔ اور طحاوی نے اسامہ ابن زید سے روایت کی ہے۔ یہ پانچوں یعنی عطف، فضیل، عبداللہ، جابر اور اسامہ نافع سے راوی ہیں، نیز ابوداؤد عبداللہ ابن واقد سے راوی ہیں اور طحاوی اسمعیل ابن عبدالرحمن سے راوی ہیں۔ چاروں (سالم، نافع، عبداللہ ابن واقد، اسمعیل) عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے (ناقل ہیں) (ت)

فالبخاری والاسمعیلی والذہلی من طریق اللیث بن سعد عن یونس عن الزہری، والنسائی من طریق یزید بن زریع والنضر بن شمیث عن کثیر بن قاروندا کلاهما عن سالم۔ والنسائی عن قتیبہ والطحاوی عن ابی عامر العقدی والفقیہ فی الحجج ثلثتهم عن العطف، وابدواؤد عن فضیل بن غزوان، وعن عبداللہ بن العلاء، وایضاً هو عیسیٰ والنسائی عن الولید والطحاوی عن بشر بن بکر، هؤلاء الثلاثة عن ابن جابر، والطحاوی عن اسامة بن زید، خستهم اعنی العطف وفضیلاً وابن العلاء وجابر واسامة عن نافع۔ وابدواؤد عن عبداللہ بن واقد۔ والطحاوی عن اسمعیل بن عبدالرحمن اربعتهم عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے جس طرح یہاں جمع و تلخیص طرق کی اہمال الحجب والیضاح الحجج کیلئے اُن کے اکثر نصوص والفاظ بھی وارد کرے وباللہ التوفیق، سنن ابوداؤد میں بسند صحیح ہے:

یعنی نافع و عبداللہ بن واقد دونوں تلامذہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مؤذن نے نماز کا تقاضا کیا، فرمایا چلو

حدثنا محمد بن عبید المحاربی نامحمد بن فضیل عن ابيه عن نافع وعبداللہ بن واقد ان مؤذن ابن عمر

قال: الصلاة. قال: سر. حتى اذا كان قبل غيوب الشفق نزل. فصلی المغرب. ثم انتظر حتى غاب الشفق فصلی العشاء. ثم قال: ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان اذا عجل به امر صنع مثل الذى صنعت فسار في ذلك اليوم والليله مسيره ثلاث¹۔

یہاں تک کہ شفق ڈوبنے سے پہلے اتر کر مغرب پڑھی پھر انتظار فرمایا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اُس وقت عشا پڑھی پھر فرمایا: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے جیسا میں نے کیا۔ ابن عمر نے اس دن رات میں تین رات دن کی راہ قطع کی (م)

ابوداؤد نے فرمایا:

رواه ابن جابر عن نافع نحو هذا باسناداه حدثنا ابراهيم بن موسى الرازي انا عيسى بن جابر بهذا المعنى ورواه عبدالله بن العلاء عن نافع. قال: حتى اذا كان عند ذهاب الشفق نزل فجمع بينهما²۔

اس کو ابن جابر نے نافع سے اسی طرح روایت کیا ہے مع اسناد کے حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم ابن موسیٰ رازی نے، اس نے کہا کہ خبر دی ہمیں عیسیٰ ابن جابر نے اس مفہوم کے ساتھ اور روایت کیا ہے اسکو عبداللہ بن علاء نے نافع سے کہ انہوں نے کہا: جب شفق ڈوبنے کے نزدیک ہوئی اتر کر دونوں نمازیں جمع کیں۔ (ت)

نسائی کی روایت بسند صحیح یوں ہے:

اخبرنا محمود بن خالد ثنا الوليد ثنا ابن جابر ثنى نافع قال: خرجت مع عبدالله بن عمر في سفر. يريد ارضاله. فاتاه

یعنی نافع فرماتے ہیں عبداللہ بن عمر اپنی ایک زمین کو تشریف لیے جاتے تھے کسی نے آکر کہا آپ کی زوجہ صفیہ عہ بنت ابی عبید اپنے حال میں مشغول ہیں شاید ہی

عہ: هي اخت مختار الكذاب المشهور، وابوها ابو عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ من الصحابة. استشهد في خلافة امير المؤمنين. اما

صفیہ، مشہور مختار کذاب کی بہن تھیں۔ ان کے والد ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ میں سے تھے، امیر المؤمنین کی خلافت کے دوران شہید ہو گئے تھے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

1 سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱۱/۱

2 سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱۱/۱

آپ انہیں زندہ پائیں۔ یہ سن کر بہ سرعت چلے اور ان کے ساتھ ایک مرد قریشی تھا سورج ڈوب گیا اور نماز نہ پڑھی اور میں نے ہمیشہ ان کی عادت یہی پائی تھی کہ نماز کی محافظت فرماتے تھے جب دیر لگائی میں نے کہا نماز خدا آپ پر رحم فرمائے میری طرف پھر کر دیکھا اور آگے روانہ ہوئے جب شفق کا اخیر حصہ رہا اتر کر مغرب پڑھی پھر عشا کی تکبیر اس حال میں کہی کہ شفق ڈوب چکی اُس وقت عشا پڑھی پھر ہماری طرف منہ کر کے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی ایسا ہی کرتے۔ (م)

آتِ فَقَالَ: ان صفية بنت ابی عبید لمأبها. فانظران تدرکها۔ فخرج مسرعاً، ومعه رجل من قریش يسايرة، وغابت الشمس فلم یصل الصلاة، وكان عهدی به وهو یحافظ علی الصلاة، فلما ابطأ قلت: الصلاة، یرحمک اللہ، فالتفت ای ومضى، حتی اذا كان فی آخر الشفق نزل فصلی المغرب، ثم اقام العشاء وقد توارى الشفق فصلی بنا، ثم اقبل علينا، فقال: ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم كان اذا جعل به السیر صنع هكذا¹۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

صفیہ کے بارے میں عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا۔ اور ارشاد الساری میں ہے کہ یہ بنی ثقیف سے تعلق رکھنے والی صحابیہ تھیں اور مختار کی بہن تھیں، عبادت گزار خواتین میں سے تھیں۔ لیکن حافظ نے تقریب میں لکھا ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ صفیہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا لیکن دارقطنی نے اس کا انکار کیا ہے اور عجلی نے کہا ہے کہ ثقہ تھیں۔ اس لحاظ سے یہ طبقہ ثانیہ میں ہوں گی (یعنی تابعیات سے) اصابہ میں ثابت کیا ہے کہ صفیہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام تو نہیں سنا البتہ ہو سکتا ہے کہ آپ کا زمانہ پایا ہو۔ اس سلسلے میں اصابہ کی طرف رجوع کرو۔ صفیہ نے ازواج مطہرات سے احادیث بیان کی ہیں۔ (ت)

ہی، ففي عمدۃ القاری، ادركت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسعت منه۔ اھ وفي ارشاد الساری، الصحابیة الثقفية اخت المختار، وكانت من العابدات۔ اھ لكن قال الحافظ فی التقریب: قيل لها ادراك، وانكره الدارقطنی، وقال العجلی: ثقہ فہی من الثانية۔ اھ وحقق فی الاصابة نفی السماع واثبات الادراك ظناً، فراجعہ۔ وقد حدث عن ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہن وسلم ۱۲ منہ (م)

1 سنن نسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر الخ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۹۹/۱

اسی طرح امام طحاوی نے روایت کی فقال حدثنا ربیع المؤذن ثنا بشر بن بکر ثنی ابن جابر ثنی نافع¹ فذکرہ۔ نیز نسائی نے بسند حسن بطریق اخبارنا قتیبہ بن سعید حدثنا العطف² اور ابو جعفر نے بطریق حدثنا یزید بن سنان ثنا ابو عامر العقدی ثنا العطف بن خالد المخزومی³ اور امام فقیہ نے حج میں بلا واسطہ روایت کی کہ اخبارنا عطف بن خالد المخزومی المدینی قال اخبارنا نافع قال اقبلنا مع ابن عمر من مکة، حتی اذاکان ببعض الطريق استصرخ علی زوجته، فقیل له انها فی الموت، فاسرع السیر، وكان اذانودی بالمغرب نزل مکانہ فصلی، فلماکان تلك اللیلة نودی بالمغرب فسار حتی امسینا فظننا انه نسی، فقلنا: الصلاة، فسار حتی اذاکان الشفق قرب ان یغیب نزل فصلی المغرب، وغاب الشفق فصلی العشاء ثم اقبل علينا فقال: هكذا کننا نصنع مع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم اذا جدبنا السیر۔ (یعنی امام نافع فرماتے ہیں راویہ میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب شفق ڈوبنے کے قریب ہوئی اتر کر مغرب پڑھی اور شفق ڈوب گئی اب عشاء پڑھی پھر ہماری طرف منہ کر کے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے تھے جب چلنے میں کوشش ہوتی تھی) امام عیسیٰ بن ابان نے اسے روایت کر کے فرمایا: وهكذا قال ابو حنیفة فی الجمع بین الصلاتین ان یصلی الاول منہما فی آخر وقتہا، والاخری فی اول وقتہا، کما فعل عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنہما، ورواه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم⁴ (یعنی دو نمازیں جمع کرنے میں یہی طریقہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے کہ پہلی کو اس کے آخر وقت اور پچھلی کو اس کے اول وقت میں پڑھے جیسا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خود کیا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمایا) نیز امام طحاوی نے اور طریق سے یوں روایت کی: حدثنا فحد ثنا الحماني ثنا عبد الله بن المبارك عن اسامه بن زید اخبارني نافع، وفيه حتی اذاکان عند غیوبة الشفق فجمع بینہما وقال رأیت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم یصنع هكذا اذا جدبه السیر⁵ (یعنی جب شفق ڈوبنے کے نزدیک ہوئی اتر کر دونوں نمازیں جمع کیں اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یوں ہی کرتے دیکھا جب حضور کو سفر میں

1 شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۲

2 سنن النسائی الوقت الذی جمع فیہ المسافرین المغرب والعشاء مکتبہ سلفیہ لاہور ۷۰/۱

3 شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۳

4 کتاب الحجیہ باب الجمع الصلوٰۃ فی السفر دار المعارف نعمانیہ لاہور ۱۲۳/۱، ۱۲۵

5 شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۲

جلدی ہوتی) یہ طرق حدیث نافع عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تھے، اور صحیح بخاری ابواب التقصیر باب هل یؤذن او یقیم اذا جمع بین المغرب والعشاء میں یوں ہے: حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعيب عن الزهري قال اخبرني سالم عن عبد الله ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا عجله السير في السفر یؤخر صلاة المغرب حتی یجمع بینہما و بین العشاء۔ قال سالم۔ وكان عبد الله یفعله اذا عجله السير، ویقیم المغرب فیصلیہا ثلاثاً ثم یسلم۔ ثم قلماً یلبث حتی یقیم العشاء فیصلیہا رکعتین¹۔ الحدیث۔ اُسی کے باب یصلی المغرب ثلاثاً فی السفر میں بطریق مذکور وکان عبد اللہ یفعله اذا عجله السير تک روایت کر کے فرمایا² و زاد الیث قال حدثني یونس عن ابن شهاب قال سالم كان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یجمع بین المغرب والعشاء بالمدلفة۔ قال سالم: و اخر ابن عمر المغرب، وكان استصرخ علی امرأته صفیة بنت ابی عبید، فقلت له: الصلاة، فقال: سر، فقلت له: الصلاة، فقال: سر، حتی سار میلین او ثلاثة، ثم نزل فصلی، ثم قال: هكذا رأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا عجله السير یؤخر المغرب فیصلیہا ثلاثاً ثم یسلم، ثم قلماً یلبث حتی یقیم العشاء فیصلیہا رکعتین³ الحدیث۔ (ان دونوں روایتوں کا حاصل یہ کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایام حج میں ذی الحجہ کی دسویں رات مزدلفہ میں مغرب و عشاء جمع کر کے پڑھتے اور جب اپنی بی بی کی خبر گیری کو تشریف لے گئے تھے تو یوں کیا کہ مغرب کو آخر کیا، میں نے کہا نماز، فرمایا چلو، میں نے پھر کہا نماز۔ فرمایا چلو، دو تین³ میل چل کر اترے اور نماز پڑھی، پھر فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب سفر میں جلدی ہوتی ایسا ہی کرتے، مغرب اخیر کر کے تین³ رکعت پڑھتے پھر سلام پھیر کر تھوڑی دیر انتظار فرماتے پھر عشاء کی اقامت فرما کر دو رکعت پڑھتے) نسائی کے یہاں یوں ہے: اخبرني محمد بن عبد الله بن بزيع حدثنا يزيد بن ذريع حدثنا كثير بن قاروندا قال: سألت سالم بن عبد الله عن صلاة ابیه فی السفر و سألناه هل كان یجمع بین شیعی من صلاته فی سفره؟ فذكر ان صفیة بنت ابی عبید كانت تحته فکتبت الیه، وهو فی زراعة له، انی فی آخر یوم من ایام الدنيا و اول یوم من

¹ جامع صحیح البخاری باب هل یؤذن او یقیم الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۹/۱

² جامع صحیح البخاری باب یصلی المغرب ثلاثاً فی السفر ۱۳۸/۱

³ جامع صحیح البخاری باب یصلی المغرب ثلاثاً فی السفر ۱۳۸/۱

الآخرۃ، فركب فأسرع السير إليها، حتى إذا حانت صلاة الظهر قال له المؤذن: الصلاة يا أبا عبد الرحمن! فلم يلتفت، حتى إذا كان بين الصلاتين نزل، فقال: اقم، فإذا سلمت فأقم، فصلي ثم ركب حتى إذا غابت الشمس، قال له المؤذن: الصلاة، فقال: كفعلك في صلاة الظهر والعصر، ثم سار حتى إذا اشتبكت النجوم نزل، ثم قال المؤذن: اقم فإذا سلمت فأقم، فصلي ثم انصرف فالتفت إلينا فقال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا حضر أحدكم الأمر الذي يخاف فوته فليصل هذه الصلاة¹ - (خلاصہ یہ کہ جب صفیہ کا خط پہنچا کہ اب میرا دم واپس ہے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شتاباں چلے، نماز کیلئے ایسے وقت اترے کہ ظہر کا وقت جانے کو تھا اور عصر کا وقت آنے کو، اُس وقت ظہر پڑھ کر عصر پڑھی اور مغرب کے لئے اُس وقت اترے جب تارے خوب کھل آئے تھے (جس وقت تک بلاعذر مغرب میں دیر لگانی مکروہ ہے، اُسے پڑھ کر عشاء پڑھی اور کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں کسی کو ایسی ضرورت پیش آئے جس کے فوت کا اندیشہ ہو تو اس طرح نماز پڑھے) نیز اسی حدیث میں دوسرے طریق سے یوں زائد کیا: اخبرنا عبدۃ بن عبد الرحیم ثنا ابن شمیم ثنا کثیر بن قاروندا قال سألنا سالم بن عبد الله عن الصلاة في السفر، فقلنا اكان عبد الله يجمع بين شبيح من الصلاة في السفر؟ فقال لا الا يجمع² یعنی ہم نے سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سوال کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سفر میں کسی نماز کو دوسری کے ساتھ جمع فرماتے تھے کہانہ سوا مزدلفہ کے (جہاں کالمنا سب کے نزدیک بالاتفاق ہے) پھر وہی حدیث بیان کی کہ اُس سفر میں اُس طریق سے نمازیں پڑھی تھیں۔ اس حدیث جلیل کے اتنے طرق کثیرہ ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سفر میں بحال شتاب و ضرورت جمع صوری فرمائی ہے اور یہی ہمارے ائمہ کرام کا مذہب ہے۔

حدیث ۲: امام اجل احمد بن حنبل مسند اور ابو بکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم مصنف میں بسند حسن بطریق اپنے شیخ وکیل بن الجراح کے اور امام طحاوی معانی الآثار میں بطریق حدیثنا فہد ثنا الحسن بن البشیر ثنا المعافی بن عمران کلاهما عن مغيرة بن زياد الموصلي عن عطاء بن

1 سنن النسائي الوقت الذي يجمع فيه المسافر الخ مطبوعه نور محمد كارخانه تجارت كتب كراچي ۹۸/۱

2 سنن النسائي الوقت الذي يجمع فيه المسافر الخ مطبوعه نور محمد كارخانه تجارت كتب كراچي ۹۹/۱

ابن رباح امر المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی السفر یؤخر الظهر ویقدم العصر، ویؤخر المغرب ویقدم العشاء¹ (حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں ظہر کو دیر فرماتے عصر کو اول وقت پڑھتے مغرب کی تاخیر فرماتے عشاء کو اول وقت پڑھتے) حدیث ۳: ابو داؤد اپنی سنن باب متی تیم المسافر اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں بسند حسن جید متصل حضرت عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب وہ اپنے والد ماجد محمد بن عمر بن علی وہ اپنے والد ماجد عمر بن علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کرتے ہیں: ان علیاً کان اذا سافر سار بعد ما تغرب الشمس حتی تکاد ان تظلم، ثم ینزل فیصلی المغرب، ثم یدعو بعشائه فیتعشی، ثم یصلی العشاء، ثم یرتحل۔ ویقول: ہکذا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصنع²۔ (یعنی امیر المؤمنین مولیٰ المسلمین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی جب سفر فرماتے سورج ڈوبے پر چلتے رہتے یہاں تک کہ قریب ہوتا کہ تاریکی ہو جائے پھر اتر کر مغرب پڑھتے پھر کھانا منگا کر تناول فرماتے پھر عشاء پڑھ کر کوچ کرتے اور کہتے اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا کرتے تھے)۔ امام عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی سند کو فرمایا: لا باس بہ (اس میں کوئی نقص نہیں)۔

حدیث ۴: طحاوی بطریق ابی خثیمہ عن عاصم الاحول عن ابی عثمان راوی قال وفدت انا وسعد بن مالک ونحن بناؤدر للحدج، فکاننا نجمع بین الظهر والعصر، نقدم من ہذہ ونؤخر من ہذہ، ونجمع بین المغرب والعشاء، نقدم من ہذہ ونؤخر من ہذہ، حتی قدمنا مکة³ (یعنی میں اور حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کی جلدی میں مکہ معظمہ تک ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو یوں جمع کرتے گئے کہ ظہر و مغرب دیر کر کے پڑھتے اور عصر و عشاء جلد)۔

حدیث ۵: نیز امام ممدوح عبدالرحمن بن یزید سے راوی صحبت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حجه فکان یؤخر الظهر ویعجل العصر، ویؤخذ المغرب ویعجل العشاء، ویسفر بصلاة الغداة⁴۔ (میں حج میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ رکاب تھا ظہر میں دیر فرماتے

1 شرح معانی الآثار باب الجمع بین صلاتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۳۱

2 سنن ابی داؤد باب متی تیم المسافر مطبوعہ مجتہبائی لاہور پاکستان ۱۷۳۱

3 شرح معانی الآثار باب الجمع بین صلاتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۳۱

4 شرح معانی الآثار باب الجمع بین صلاتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۳۱

اور عصر میں تعجیل مغرب میں تاخیر کرتے عشاء میں جلدی اور صبح روشن کر کے پڑھتے) امام مدوح ان احادیث کو روایت کر کے فرماتے ہیں:

<p>نمازیں جمع کرنے کا یہ طریقہ جو ہم نے اس باب میں اختیار فرمایا یہ سب امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد کا مذہب ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم (م)</p>	<p>وجميع ماذهبنا اليه من كيفية الجمع بين الصلاتين قول ابى حنيفة وابى يوسف ومحمد رحمهم الله تعالى¹</p>
--	--

الحمد للہ جمع صوری کا طریقہ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضرت مولیٰ علی و عبد اللہ بن مسعود و سعد بن مالک و عبد اللہ بن عمر و غیر ہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روشن وجہ پر ثابت ہو اور امام لامذہبان کا وہ جبروتی ادعا کہ اس میں کوئی حدیث صحیح نہیں، اور اس سے بڑھ کر یہ بانگ بے معنی کہ یہ روایات جن سے جمع صوری کرنی ابن عمر کی واضح ہوتا ہے سب واہیات اور مردود اور شاذ اور مناکیر ہیں اور شدت حیا یہ خاص جحود و افترا کہ ابن عمر نے اس کیفیت سے ہرگز نمازیں جمع نہیں کیں جیسا کہ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے² اپنی سزائے کردار کو پہنچا اب ایضاً مرام و ازاحت اوہام کو چند افادات کا استماع کیجئے۔

افادہ اولیٰ: لامذہب ملاً کو جب کہ انکار جمع صوری میں چاند پر خاک اُڑانی تھی اور احادیث مذکورہ صحاح مشہورہ میں موجود و متداول تو بے رد صحاح چارہ کار کیا تھا لہذا بایں پیرانہ سالی حضرت کے رقص جملی ملاحظہ ہوں:

لطیفہ: ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث جلیل و عظیم کے پہلے طریق صحیح مروی سنن ابی داؤد کو محمد بن فضیل کے سبب ضعیف کیا۔

اقول اولاً: یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل صحیح بخاری و صحیح مسلم کے رجال سے ہے۔

ثانیاً: امام ابن معین جیسے شخص نے ابن فضیل کو ثقہ امام احمد نے حسن الحدیث، امام نسائی نے لا باس بہ (اس میں کوئی نقص نہیں۔) کہا، امام احمد نے اُس سے روایت کی اور وہ جسے ثقہ نہیں جانتے اُس سے روایت نہیں فرماتے میزان میں اصلاً کوئی جرح مفسر اُس کے حق میں ذکر نہ کی۔ ثالثاً: یہ بحف چراغی قابل تماشاکہ ابن فضیل کے منسوب بر فض ہونے کا دعوٰی کیا اور ثبوت میں عبارت تقریب رمی بالتشیع مآجی کو بایں سالخوردی و دعوٰی محدثی آج تک اتنی خبر نہیں کہ محاورات سلف و

¹ شرح معانی الآثار باب الجمع بین صلاتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۴۱

² معیار الحق مسئلہ پنجم جمع بین الصلوٰتین مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۹۶

اصطلاح محدثین میں تشیع ورفض میں کتنا فرق ہے۔

زبان متاخرین میں شیعہ روافض کو کہتے ہیں غلام اللہ تعالیٰ جمیعاً بلکہ آج کل کے بیہودہ مہذبین روافض کو رافضی کہنا خلاف تہذیب جاننے اور انہیں شیعہ ہی کے لقب سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں خود نمائگی کے خیال میں اپنی نمائی کے باعث یہی تازہ محاورہ تھا یا عوام کو دھوکا دینے کیلئے تشیع کو رافضی بنایا حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ حسن عقیدت رکھتا اور حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو ان میں افضل جانتا شیعہی کہا جاتا بلکہ جو صرف امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تفضیل دیتا اسے بھی شیعہی کہتے ہیں حالانکہ یہ مسلک بعض علمائے اہلسنت کا تھا اسی بناء پر متعدد ائمہ کوفہ کو شیعہ کہا گیا بلکہ کبھی محض غلبہ محبت اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شیعیت سے تعبیر کرتے حالانکہ یہ محض سنیت ہے امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود انہیں محمد بن فضیل کی نسبت تصریح کی کہ ان کا تشیع صرف موالات تھا و بس۔

چنانچہ ذہبی نے کہا ہے کہ محمد ابن غزوان، جو کہ محدث اور حافظ ہے، حدیث کے علماء میں سے تھا یحییٰ ابن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور احمد نے کہا ہے کہ اچھی حدیثیں بیان کرتا ہے مگر شیعہ ہے۔ میں نے کہا "صرف اہل بیت سے محبت رکھتا تھا"۔ (ت)

حيث قال: محمد بن فضيل بن غزوان، المحدث الحافظ، كان من علماء هذا الشأن، وثقه يحيى بن معين، وقال احمد: حسن الحديث، شيعي - قلت: كان متواليًا فقط¹۔

راہگاہ: ذرا رواۃ صحیحین دیکھ کر شیعہی کو رافضی بنا کر تضعیف کی ہوئی، کیا بخاری و مسلم سے بھی عہ: کہا صرحوا بہ وتدل علیہ محاوراتہم، منہا ما فی المیزان فی ترجمۃ الحاکم بعد ما حکى القول برفضه، اللہ یحب الانصاف، ما للرجل برافضی بل شیعہی فقط ۱۲ھ منہ (م)

جیسا کہ علماء نے تصریح کی ہے اور ان کے محاورات سے بھی واضح ہے۔ مثلاً میزان میں حاکم کے حالات میں کسی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ رافضی تھا۔ اس کے بعد کہا ہے "اللہ انصاف کو پسند کرتا ہے، یہ آدمی رافضی نہیں ہے، صرف شیعہ ہے"۔ (ت)

¹ تذکرۃ الحفاظ فی ترجمۃ محمد بن فضیل مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۲۹۰/۱

ہاتھ دھونا ہے ان کے رواۃ عہ میں تیس ۳۰ سے زیادہ ایسے لوگ ہیں جنہیں اصطلاح قدماء پر بلفظ تشیع ذکر کیا جاتا یہاں تک کہ تدریب میں حاکم سے نقل کیا کتاب مسلم ملان من الشیعة^۱ (مسلم کی کتاب شیعوں سے بھری ہوئی ہے۔ ت) دور کیوں جائیے خود یہی ابن فضیل کہ واقع کے شیعی صرف بمعنی محب اہل بیت کرام اور آپ کے زعم میں معاذ اللہ رافضی صحیحین کے راوی ہیں۔

خاصاً: اُس کے ساتھ ہی حدیث کی متابعتین دو^۲ ثقات عدول ابن جابر و عبد اللہ بن العلاء سے ابوداؤد نے ذکر کر دیں اور سنن نسائی وغیرہ میں بھی موجود تھیں پھر ابن فضیل پر مدار کب رہا و لکن الجہلۃ لایعلمون (لیکن جاہل جانتے نہیں ہیں۔ ت) اور یہ تو ادنیٰ نزاکت ہے کہ تقریب میں ابن فضیل کی نسبت صدوق عارف لکھا تھا ملا جی نے نقل میں عارف اُڑایا کہ جو کلمہ مدح کم ہو وہی سہی۔

لطیفہ ۲: طرفہ تماشا کہ متابعت ابن جابر جو امام داؤد نے ذکر کی آپ سے یوں کہہ کر ٹال گئے کہ وہ تعلیق ہے اور تعلیق حجت نہیں اب کون کہے کہ کسی سے آنکھیں قرض ہی لے کر دیکھیے کہ ابوداؤد نے رواہ ابن جابر عن نافع کہہ کر اُسے یوں ہی معلق چھوڑ دیا یا وہیں حدیثنا ابرہیم بن موسیٰ الرازی اناعیسی عن ابن جابر^۲ فرما کر موصول کر دیا ہے و لکن النجدیۃ لایبصرون

لطیفہ ۳: امام طحاوی کی حدیث بطریق ابن جابر عن نافع پر بشر بن بکر سے طعن کیا کہ وہ ف غریب الحدیث ہے

عہ: مثلاً ابان بن تغلب، اسعیل بن ابان و زاق، اسعیل بن زکریا، اسعیل بن عبدالرحمن سدی صدوق یہم، بکیر بن عبد اللہ، جریر بن عبد الحمید، جعفر بن سلیمان، حسن بن صالح، خالد بن مخلد، قطوان، ربیع بن انس صدوق لہ اوہام، زاذان کندی، سعید بن فیروز، سعید بن عمرو ہمدانی، عباد بن یعقوب رواجی، عباد بن عوام کلابی، عبد اللہ بن عمر مشکدانہ، عبد اللہ بن عیسیٰ کوفی، عبدالرزاق، صاحب مصنف، عبد الملک بن اعین، عبید اللہ بن موسیٰ، عدی بن ثابت، علی بن الجعد، علی بن ہاشم بن البرید، فضل بن ذکین ابو نعیم، فضیل بن مرزوق، فطر بن خلیفہ، مالک بن اسعیل نہدی، محمد بن اسحاق صاحب مغازی، محمد بن جحادہ اور یہی محمد بن فضیل، ہشام بن سعد، یحییٰ بن الجزار وغیرہم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

¹ تدریب الراوی شرح تقریب التواوی روایہ المبتدع مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۳۲۵

² سنن ابوداؤد باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۷۱

ف۔ معیار الحق ص ۳۹۶

ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف قالہ الحافظ فی التقریب۔

اقول اولاً: ذرا شرم کی ہوتی کہ یہ بشر بن بکر رجال صحیح بخاری سے ہیں صحیح حدیثیں رد کرنے بیٹھے تو اب بخاری بھی بالائے طاق ہے۔
 ۱: اس صریح خیانت کو دیکھئے کہ تقریب میں صاف صاف بشر کو ثقہ فرمایا تھا وہ ہضم کر گئے۔

ثانیاً: محدث جی! تقریب میں ثقہ یعرب² ہے، کسی ذی علم سے سیکھو کہ فلاں یغرب اور فلاں غریب الحدیث میں کتنا فرق ہے۔
 رابعاً: اغراب کی یہ تفسیر کہ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف محدث جی! غریب و منکر کافرق کسی طالب علم سے پڑھو۔
 خامساً: باوصف ثقہ ہونے کے مجر داغراب باعث رد ہو تو صحیحین سے ہاتھ دھو لیجئے، یہ اپنی مبلغ علم تقریب ہی دیکھی کہ بخاری و مسلم کے رجال میں کتنوں^{عہ} کی نسبت یہی لفظ کہا ہے اور وہاں یہ بشر خود ہی جو رجال بخاری سے ہیں۔

سادساً: ذرا میزان تو دیکھئے کہ اما بشر بن بکر التنیسی فصدوق ثقہ لاطعن فیہ³ (یعنی بشر بن بکر تنیسی خوب راست گو ثقہ ہیں جن میں اصلاً کسی وجہ سے طعن نہیں) کیوں شرمائے تو نہ ہو گے ایسی ہی اندھیری ڈال کر جاہلوں کو بہکا دیا کرتے ہو کہ حنفیہ کی حدیث ضعیف ہیں ع

شرم بادت از خدا و از رسول

عہ: مثلاً ابرہیم بن طہمان، بشر بن خالد، ابرہیم بن سوید بن حبان، بشیر بن سلمان، حسن بن احمد بن ابی شیبہ، محمد بن عبد الرحمن بن حکیم وغیرہم کہ سب ثقہ یغرب ہیں۔ احمد بن صباح حکام بن مسلم وغیرہما ثقہ لغراب خصوصاً زہر بن جمیل، خالد بن قیس، ابراہیم بن اسحاق وغیرہم کہ صدوق یغرب یہ تینوں بشر بن بکر سے بھی گئے درجے کے ہوئے کہ ثقہ سے اتر کر طرف صدوق ہیں ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

¹ تقریب التذیب ترجمہ بشر بن بکر تنیسی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۴۴

² تقریب التذیب ترجمہ بشر بن بکر تنیسی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۴۴

³ میزان الاعتدال فی ترجمہ بشر بن بکر ۱۱۸۶ مطبوعہ دار المعرفت بیروت لبنان ۱/۳۱۴

لطفہ ۴: طریق ابن جابر سے سنن نسائی کی حدیث کو ولید بن قاسم سے رد کیا کہ روایت میں اُس سے خطا ہوتی تھی کہا تقریب میں صدوق یحظی۔

اقول اولاً: مسلمانو! اس تحریفِ شدید کو دیکھنا اسنادِ نسائی میں یہاں نام ولید غیر منسوب واقع تھا کہ اخبارنا محمود بن خالد ثنا الولید ثنا ابن جابر ثنا نافع الحدیث¹۔ مآجی کو چالاکی کا موقع ملا کہ تقریب میں اسی طبقہ کا ایک شخص رواۃ نسائی سے کہ نام کا ولید اور قدرے متکلم فیہ ہے چھانٹ کر اپنے دل سے ولید بن قاسم تراش لیا حالانکہ یہ ولید بن قاسم نہیں ولید بن مسلم ہیں رجال صحیح مسلم وائمه ثقات و حفاظ اعلام سے اسی تقریب میں ان کے ثقہ ہونے کی شہادت موجود، ہاں تدلیس کرتے ہیں مگر بحمد اللہ اُس کا احتمال یہاں مفقود کہ وہ صراحۃً حد ثنا ابن جابر قال حدثنی نافع فرما رہے ہیں۔ میزان میں ہے:

<p>ولید ابن مسلم ابوالعباس دمشقی۔ بلند مرتبہ لوگوں میں سے ایک، شام کا عالم، اس کی تصنیفات عمدہ ہیں احمد نے کہا ہے کہ میں نے شامیوں میں اس سے زیادہ عقل مند آدمی نہیں دیکھا۔ ابن مدینی نے کہا کہ اس کے پاس بہت علم ہے۔ ابو مسہر نے کہا ہے کہ ولید مدلس ہے۔ میں نے کہا: جب ولید عن ابن جریج یا عن الاوزاعی کہے تو قابلِ اعتماد نہیں ہے لیکن جب حد ثنا کہے تو مستند ہے اھ ملخصاً۔ (ت)</p>	<p>الولید بن مسلم ابوالعباس الدمشقی، احد الاعلام وعالم اهل الشام۔ له مصنفات حسنة. قال احمد: ما رأيت في الشاميين اعقل منه۔ وقال ابن المديني: عنده علم كثير۔ قال ابو مسهر: الوليد مدلس. قلت: اذا قال الوليد: عن ابن جريج او عن الاوزاعي، فليس بمعتمد لانه يدلس عن كذا بين، فاذا قال: حد ثنا فهو حجة² اھ ملخصاً۔</p>
--	--

مآجی اے

در بساط نکتہ دانال خود فروشی شرط نیست

یا سخن دانستہ گواے مرد غافل یا خموش

(نکتہ دانوں کی مجلس میں اپنے آپ کو بیچ دینا ضروری نہیں ہے اے مرد غافل! یا تو سوچ سمجھ کر بات کریا یا خموش رہ)

¹ سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۹۹/۱

² میزان الاعتدال فی ترجمۃ ولید بن مسلم ۹۴۰۵ دار المعرفۃ بیروت، ۳۴۸-۳۴۷

تم نے جانا کہ آپ کے کید پر کوئی آگاہ نہ ہوگا ذرا بتائیے تاکہ آپ نے ولید کا ولید بن قاسم کس دلیل سے متعین کر لیا، کیا اس طبقہ میں اس نام کا روادۃ نسائی میں کوئی اور نہ تھا اگر اب عاجز آ کر ہم سے پوچھنا ہو کہ تم نے ولید بن مسلم کیسے جانا اول تو بقانون مناظرہ جب آپ غاصب منصب ہیں ہم سے سوال کا محل نہیں اور استفادۃ پوچھو تو پہلے اپنی جراف کا صاف صاف اعتراف کرو پھر شاگردی کیجئے تو ایک یہی کیا بعونہ تعالیٰ بہت کچھ سکھادیں وہ قواعد بتادیں جس سے اسمائے مشترکہ میں اکثر جگہ تعین نکال سکو۔

۱۱: بفرض غلط ابن قاسم ہی سہی پھر وہ بھی کب مستحق رد ہیں امام احمد نے ان کی توثیق فرمائی، ان سے روایت کی، محدثین کو حکم دیا کہ ان سے حدیث لکھو۔ ابن عدی نے کہا: اذاروی عن ثقة فلا باس به¹ (وہ جب کسی ثقہ سے روایت کریں تو ان میں کوئی عیب نہیں) اور ابن جابر کا ثقہ ہونا خود ظاہر۔

۱۲: ذرا روادۃ صحیح بخاری و مسلم پر نظر ڈالے ہوئے کہ ان میں کتنوں عہ کی نسبت تقریب میں یہی صدوق

عہ: مثلاً اسعیل بن مجالد، اشہل بن حاتم، بشر بن عبید، حارت بن عبید، حبیب بن ابی حبیب، حجاج بن ابی زینب، حسان بن ابرہیم، حسان بن حسان بصری، حسان بن عبداللہ کندی، حسن بن بشر بن سلم، حسن بن ذکوان ورمی بالقدر، خالد بن خداش، خالد بن عبدالرحمن السلی، شریک بن عبداللہ بن ابی بر، عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار، عبدالمجید بن عبدالعزیز، مسکین بن بکیر، معقل بن عبیداللہ وغیرہم ان سب پر وہی حکم صدوق یخطی لگایا ہے خلیفہ بن خیاط، عبداللہ بن عمر نمیری، عبدالرحمن بن حرمہ اسلی، عبدالرحمن بن عبداللہ بن عبید، یحییٰ بن ابی اسحق حضرمی وغیرہم صدوق ربہا اخطا ہیں، اب زیادہ کی بعض مثالیں لیجئے حجاج بن ارطاة صدوق کثیر الخطاء والتدلیس، شریک بن عبداللہ نخعی صدوق یخطی کثیرا تغیر حفظہ، صالح بن رستم المزنی صدوق کثیر الخطاء، عبداللہ بن صالح صدوق کثیر الغلط ثبت فی کتابہ وکانت فیہ غفلة، فلیح بن سلیمان صدوق کثیر الخطاء، مطر الوراق صدوق کثیر الخطاء و حدیثہ عن عطاء ضعیف، نعیم بن حماد صدوق یخطی کثیرا

۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

¹ الکامل لابن عدی فی ترجمہ ولید ابن قاسم مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ، ج ۷/۲۵، ۲۵

یخطی بلکہ اس سے زائد کہا ہے کیا قسم کھائے بیٹھے ہو کہ صحیحین کا رد ہی کر دوں گے!

رابعا: صحیح بخاری میں حسان بن حسان بصری سے روایت کی تقریب میں انہیں صدوق یخطی¹ پھر حسان بن حسان واسطی کی نسبت لکھا خطہ ابن مندۃ بالذی قبل فوہم، و هذا ضعيف² (ابن مندہ نے اسے پہلے کے ساتھ ملا دیا ہے یہ اس کی غلطی ہے کیونکہ یہ ضعیف ہے۔ ت) دیکھو صاف بتا دیا کہ جسے صدوق یخطی کہا وہ ضعیف نہیں، ملاجی اپنی جہالت سے مردود و اہیات گار ہے ہیں۔

لطیفہ ۵: حدیث صحیح نسائی و طحاوی و عیسیٰ بن ابان بطریق عطا عن نافع کو عطا سے معلول کیا کہ وہ وہی ہے کہا تقریب میں صدوق یہم۔

اقول اذلا: عطا کو امام احمد و امام ابن معین نے ثقہ کہا و کئی بجا قدوۃ میزان میں ان کی نسبت کوئی جرح مفتر منقول نہیں۔
 ہا جیا: کسی سے پڑھو کہ وہی اور صدوق یہم میں کتنا فرق ہے۔

ہا ثا: صحیحین سے عداوت کہاں تک بڑھے گی تقریب ملاحظہ ہو کہ آپ کے وہم کے ایسے وہی عہ ان میں کس قدر ہیں۔
 رابعا: بالفرض یہ سب رواۃ مطعون ہی سہی مگر جب بالیقین ان میں کوئی بھی درجہ سقوط میں نہیں تو تعدد طرق سے پھر حدیث حجت تامہ ہے و لکن الوہابیۃ قوم یجھلون (لیکن وہابی جاہل لوگ ہیں۔ ت)

عہ: مثل ابرہیم بن یوسف بن اسحاق، اسامہ بن زید اللیثی، اسعیل بن عبدالرحمن السدی، ایمن بن نابل، جابر بن عمرو، جبر بن نوف، حاتم بن اسعیل، حرب بن ابی العالیہ، حرمی بن عمارہ، حزم بن ابی حزم، حسن بن الصباح، حسن بن فرات، حمید بن زیاد، ربیعہ بن کلثوم، عبداللہ بن عبداللہ بن اویس وغیرہم سب صدوق یہم ہیں احوص بن جواب، حمزہ بن جیب زیات امام قراءت، معاذ بن ہشام، عاصم بن علی بن عاصم وغیرہم سب صدوق رہا وہم بلکہ عطاء بن ابی مسلم صدوق یہم کشیدہ ۱۲۱ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

1 تقریب التذیب فی ترجمہ ابن حسان الواسطی مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۶۸

2 تقریب التذیب فی ترجمہ ابن حسان الواسطی مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۶۸، ف، معیار الحق ص ۳۹۶

لطیفہ ۶: آپ کے امتحان علم کو بوجھا جاتا ہے کہ روایت طحاوی حد ثنا فہد ثنا الحماني ثنا ابن المبارك عن اسامة بن زيد اخبرني نافع میں آپ نے کہاں سے معین کر لیا کہ یہ اسامہ بن زید عدوی مدنی ضعیف الحافظ ہے، اسی طبقہ سے اسامہ بن زید لیشی مدنی بھی تو ہے کہ رجال صحیح مسلم و سنن اربعہ و تعلیقات بخاری سے ہے جسے یحییٰ بن معین نے کہا: ثقہ¹ ہے۔ ثقہ صالح ہے ثقہ حجت ہے دونوں ایک طبقہ ایک شہر ایک نام کے ہیں اور دونوں نافع کے شاگرد، پھر منشاء تعین کیا ہے اور آپ کی تو شاید اس سوال میں بھی وقت پڑے کہ کہاں سے مان لیا کہ یہ حماني حافظ کبیر یحییٰ بن عبد الحمید صاحب مسند ہے جس کی جرح آپ نے نقل کی اور امام یحییٰ بن معین وغیرہ کا ثقہ اور ابن عدی کا رجوانہ لاباس² بہ (مجھے امید ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ ت) اور ابن نمیر کا ہوا کبر من ہؤلاء کلہم، فأکتب عنہ (وہ ان سب سے بڑا ہے، اس لئے میں اس سے حدیث لکھتا ہوں۔ ت) کہنا چھوڑ دیا اسی طبقہ تاسع سے اُس کا والد عبد الحمید بن عبد الرحمن بھی تو ہے کہ رجال صحیحین سے ہے اور دونوں حماني کہلائے جاتے ہیں کماني التقریب۔

لطیفہ ۷: روایات نسائی بطریق کثیر بن قار و نداء عن سالم عن ابیہ میں جھوٹ کو بھی کچھ گنجائش نہ ملی تو اُسے یوں کہہ کر نکالا کہ وہ شاذ ہے ف اس لئے کہ مخالف ہے روایات شیخین وغیرہما کے وہ ارجح ہیں سب سے بالاتفاق اور مقدم ہوتی ہیں سب پر جب کہ موافقت اور نسخ نہ بن سکے۔

اقول اولاً: شیخین کا نام کس منہ سے لیتے اور اُن کی احادیث کو ارجح کہتے ہو یہ وہی شیخین تو ہیں جو محمد بن فضیل سے حدیثیں لاتے ہیں جسے تمہارے نزدیک رافضی کہا گیا اور حدیثوں کا پلٹ دینے والا اور موقوف کو مرفوع کر دینے کا عادی تھا۔
ثانیاً ثالثاً رابعاً: یہ وہی شیخین تو ہیں جن کے یہاں سب کے خلاف حدیثیں لانے والے حدیثوں میں خطا کرنے والے وہی کئی درجن بھرے ہوئے ہیں۔

خامساً: مخالف شیخین کا دغوی محض باطل ہے جیسا کہ بعونہ تعالیٰ عنقریب ظاہر ہوتا ہے۔

لطیفہ ۸: اس حدیث جلیل صحیح کے رد میں ثلابی نے جو جو چالاکیاں بیابا کیں برتیں اُن کا پردہ تو فاش ہو چکا، جا بجا ثقافت کو مجروح فرمایا، رواة بخاری و مسلم کو مردود ٹھہرایا، حدیث موصول کو معلق بنایا، متابعات سے آنکھیں بند کر لیں، نقل عبارت میں خیانتیں کیں، معانی میں تحریف کی راہیں لیں، راوی کو کچھ سے کچھ

¹ میزان الاعتدال ترجمہ اسامہ بن زید اللیشی ۷۰۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۷۴/۱

² میزان الاعتدال ترجمہ یحییٰ بن عبد الحمید الحماني ۹۵۶ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۳۹۲/۳، ف معیار الحق ص ۳۹۷

بنایا، مشترک کو جزافاً معین کر دیا جہاں کچھ نہ بن پڑا مخالفتِ شیخین کا اعادہ کیا، اب خود حدیث صحیح بخاری شریف کو کیا کریں رجال بخاری کو رد کر دینا اور بات تھی کہ عوام کو ان کی کیا خبر، مگر خود حدیث بخاری کا نام لیکر رد کرنے میں سخت مشکل پیش نظر، لہذا یہ چال چلے کہ لاؤ اسے بزورِ زبان و زورِ بہتان اپنے موافق بنا لیجئے اس لئے حدیث مذکور بابِ ہل یوذن او یقیم کا ایک ٹکڑا جس میں وہ تین میل چل کر مغرب پڑھنے کا ذکر تھا اپنے ثبوت کی احادیث میں نقل کر کے فرمایا یہ بات ادنیٰ عاقل بھی جانتا ہے کہ بعد دخول وقت مغرب کے دو تین کوس مسافت چلیں تو اتنے میں شفق غائب ہو جاتی ہے اور وقت عشا کا داخل ہو جاتا ہے۔

اؤٹا: میل کا کوس بنایا کہ کچھ دیر بڑے دو^۲ میل کا تو سوا ہی کوس ہو، اور تین ہی لیجئے جب بھی دو کوس پورے نہیں پڑتے۔
 ۱۱: قول: فریب عوام کو چالاکی یہ کہ حدیث کا ترجمہ نہ کیا دو تین کوس مسافت چلیں لکھ دیا کہ جاہل سمجھیں غروب کے بعد زیادہ تین کوس چلے ہوں ترجمہ کرتے تو کھلتا کہ سوار تھے اور کیسی سخت جلدی کی حالت میں تھے ہم نے حدیث ابوداؤد سے نقل کیا کہ انہوں نے اُس دن سہ^۳ منزلہ فرمایا تو صرف میل بھر یا اُس سے بھی کم چلنے کی دیر رہ گئی اگر زیادہ ہی چلے تو اتنی دیر میں ہرگز وقتِ عشا نہیں آتا تو حدیث سے مغرب کا وقت مغرب ہی میں پڑھنا پیدا تھا جسے صاف کا یا پلٹ کر دیا کہ معظمہ اور اُس کے حوالی میں جن کا عرض مابین کا حہ -الت حہ ہے غروبِ شمس سے انحطاط حہ (کچھ لکھنا ہے) تک ہر موسم میں ایک ساعت فلکیہ سے زیادہ وقت رہتا ہے اور پھر مدینہ طیبہ کی طرف جتنے بڑھے وقت بڑھتا جائے گا کم لایخیفی علی العارف بالہیئة (جیسا کہ علم ہیئت جاننے والے پر ظاہر ہے۔ ت) تو غروب سے گھنٹے بھر بعد بھی نمازِ مغرب وقت میں ممکن، آپ کے نزدیک جبکہ دو^۲ میل چلنے میں عشاء آ جاتی ہے تو لازم کہ اتنی مسافت میں ایک گھنٹے سے زیادہ صرف ہونا واجب ہو، اور امام مالک مؤطا میں روایت فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں نمازِ جمعہ سے فارغ ہو کر سوار ہوئے اور موضعِ ملک میں عصر کیلئے اُترے۔

<p>مالک، عمرو بن یحییٰ المازنی سے، وہ ابن سلیط سے راوی کہ عثمان ابن عفان نے جمعہ مدینہ میں پڑھا اور عصرِ مکہ میں۔ (ت)</p>	<p>مالک عن عمرو بن یحییٰ المازنی عن ابن ابی سلیط ان عثمان بن عفان صلی الجعبۃ بالمدينة وصلى العصر بملل¹</p>
---	---

ملک مدینہ طیبہ سے سترہ^۴ میل ہے کما فی النہایۃ^۲ (جیسا کہ نہایت میں ہے۔ ت) بعض نے کہا اٹھارہ^{۱۸} میل

1 مؤطا امام مالک وقوت الصلوٰۃ، وقت الجمعۃ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۶

2 النہایۃ لابن اثیر الہیم مع اللام لفظ مکمل مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۳۶۲/۳، ف۔ معیار الحق ص ۷۵

نے کہا: لیس بحجة (یونس قابل احتجاج نہیں) امام وکیع بن الجراح نے کہا: سیع الحفظ (یونس کا حافظ بُرا ہے) یوں ہی امام احمد نے ان کی کئی حدیثوں کو منکر بتایا کہ ذلك في الميزان¹ (یہ سب میزان میں ہے۔ ت) تمہیہ: یہ ہم نے آپ کا ظلم و تعصب ثابت کرنے کو آپ کی طرح کلام کیا ورنہ ہمارے نزدیک نہ تعلق مطلقاً مردود نہ یونس ساقط نہ وہم و خطا جب تک فاحش نہ ہوں موجب رد نہ یہ حدیث بخاری اصلاً تمہارے موافق بلکہ صراحۃً ہمارے مؤید وباللہ التوفیق چند ادہام یا کچھ خطائیں محدث سے صادر ہونا نہ اُسے ضعیف کر دیتا ہے نہ اُس کی حدیث کو مردود نہ وہ کہتے ہیں جو بالکل پاک صاف گزر گئے ہیں، یہ ہیں تمام محدثین کے امام الائمہ سفین بن عیینہ جنہوں نے زہری سے روایت میں بیس² سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھ میں اور علی بن مدینی میں مذاکرہ ہوا کہ زہری سے روایت میں ثابت ترکون ہے، علی نے کہا سفین بن عیینہ، میں نے کہا امام مالک کہ ان کی خطا سفین کی خطاؤں سے کم ہے قریب بیس² حدیثوں کے ہیں جن میں سفین نے خطا کی پھر میں نے اٹھارہ گنادیں اور ان سے کہا آپ مالک کی خطائیں بتائیں وہ دو تین حدیثیں لائے پھر جو میں نے خیال کیا تو سفین نے بیس² سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی ہے² ذکرہ في الميزان (اسے میزان میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت) بالینمہ امام سفین کے ثقہ ثبت حجت ہونے پر علمائے اُمت کا اجماع ہے۔

لطیفہ ۹: ثاجی کی یہ ساری کارگزاریاں حیا داریاں حدیث صحیح عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق تھیں حدیث ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی امام طحاوی و نیز امام احمد و ابن ابی شیبہ استاذان بخاری و مسلم کے رد کو پھر وہی معمولی شگوفہ چھوڑا کہ ایک راوی اس کا مغیرہ بن زیادہ موصلی ہے اور یہ مجروح ہے کہ وہی تھا قالہ الحافظ التقریب۔

اقول اولاً: تقریب میں صدوق کہا تھا وہ صدوق میں رہا۔

ثانیاً: وہی اپنی وہمی نزاکت کہ لہ اوہام کو وہی کہنا سمجھ لیا۔

ثالثاً: وہی صحیحین سے پُرانی عداوت تقریب دُور نہیں دیکھے تو کتنے رجال عہ بخاری و مسلم کو یہی صدوق لہ

عہ: صدوق یہم و صدوق ربما وہم کی بکثرت مثالیں اوپر گزر چکیں مگر باتباع لفظ خاص امثلہ سنیے احمد بن بشر، حسن بن خلف، خالد بن یزید بن زیاد، (باقی صفحہ ائندہ)

¹ میزان الاعتدال حرف الیاء ۹۹۲۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴/۸۴۲

² میزان الاعتدال ترجمہ سفیان بن عیینہ ۳۳۲۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۷۰/۲

ف معیار الحق ص ۴۰۱

اوہام (سچا ہے، اس کے اوہام ہیں) کہا ہے۔

رابعاً: مغیرہ رجال سنن اربعہ سے ہے امام ابن معین و امام نسائی دونوں صاحبوں نے بائ تشدد شدید فرمایا: لیس بہ باس (اس میں کوئی بُرائی نہیں) زاد یحییٰ لہ حدیث واحد منکر (اُس کی صرف ایک حدیث منکر ہے) لاجرم وکیح نے ثقہ، ابوداؤد نے صالح، ابن عدی نے عندی لابس بہ¹ (میرے نزدیک اس میں کوئی نقص نہیں ہے۔ت) کہا تو اس کی حدیث حسن ہونے میں کلام نہیں اگرچہ درجہ صحاح پر بالغ نہ ہو جس کے سبب نسائی نے لیس بالقوی (اُس درجے کا قوی نہیں ہے۔ت) ابو احمد حاکم نے لیس بمتین عندہم² (اس درجے کا متین نہیں ہے ان کے نزدیک۔ت) کہا لہ انہ لیس بقوی لیس بمتین وشتان مابین العبارتین (نہ یہ کہ سرے سے قوی اور متین نہیں ہے، ان دو عبارتوں میں بہت فرق ہے۔ت) حافظ نے ثقہ سے درجہ صدوق میں رکھا اس قسم کے رجال اسانید صحیحین میں صدہا ہیں۔

لطیفہ ۱۰: حدیث مولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم مروی سنن ابی داؤد کے رد کو طرفہ تماشاً کیا مسند ابی داؤد میں یوں تھا:

قال اخبرني عبد الله بن محمد بن عمر بن علي بن ابی طالب عن ابیہ عن جدہ ان علیاً کان اذا سافر الحدیث³۔

جس کا صاف صریح حاصل یہ تھا کہ عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی اپنے والد محمد سے راوی ہیں اور وہ ان کے دادا یعنی اپنے والد عمر سے کہ ان کے والد ماجد مولانا علی نے جمع صوری خود بھی کی اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

رباح بن ابی معروف، ربیع بن انس ورمی بالتشیع، ربیع بن یحییٰ، ربیعہ بن عثمان، زکریا بن یحییٰ بن عمر، سعید بن زید بن درہم، سعید بن عبد الرحمن جمحی، شجاع بن الولید، مسلمہ بن علقمہ، مصعب بن المقدام، معاویہ بن صالح، معاویہ بن ہشام، ہشام بن حجر، ہشام بن سعد ورمی بالتشیع اور ان کے سوا اور کہ سب صدوق لہ اوہام ہیں احمد بن ابی الطیب وغیرہ صدوق لہ اغلاط ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

¹ میزان الاعتدال ترجمہ مغیرہ بن زیاد موصلی ۸۷۰۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۶۰/۴

² میزان الاعتدال ترجمہ مغیرہ بن زیاد موصلی ۸۷۰۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۶۰/۴

³ سنن ابی داؤد باب یتیم المسافر مطبوعہ آفتاب عالم پریس۔ لاہور ۱۷۳/۱

حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی گنا حالانکہ اُن کا بھی مذہب وہی منع جمع ہے ان دونوں صحابی جلیل الشان کا یہ مذہب ہونا خود امام شافعی المذہب امام ابوالعزیز یوسف بن رافع اسدی حلبي شہیر با بن شداد متوفی ۶۳۱ھ نے کتاب دلائل الاحکام میں ذکر فرمایا:

<p>جیسے کہ امام بدر الدین عینی نے تلویح سے نقل کیا جو کہ امام علاء الدین المغطائی کی کتاب الجامع الصحیح کی شرح ہے اور انہوں نے ابن شداد کی (کتاب) دلائل الاحکام سے نقل کیا ہے۔ (ت)</p>	<p>کما فی عمدة القاری للامام البدر العینی عن التلویح شرح الجماع الصحیح للامام علاء الدین المغطائی عن دلائل الاحکام لابن شداد۔</p>
--	---

تو مراد وہی جمع صوری ہوگی جیسا کہ خود اُن کے فعل سے مروی ہوا کما تقدم فی الحدیث الرابع (جیسا کہ حدیث ۴ میں گزرت۔)

(۴) قول: بہت زور شور سے جمع کے راوی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما گئے جاتے ہیں وسیاتی بعض روایاتہ فی الحدیث الاول والباقی فی الفصل الثالث إن شاء اللہ تعالیٰ (عنقریب حدیث اول کے تحت ان سے بعض مرویات کا ذکر آئے گا اور بقیہ کا ذکر فصل ثالث میں آئے گا) ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (ت) حالانکہ وہ خود فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مغرب و عشا کو سفر میں ایک بار کے سوا کبھی جمع نہ فرمایا کما سیاتی فی آخر الفصل الرابع إن شاء اللہ تعالیٰ (جیسا کہ چوتھی فصل کے آخر میں آ رہا ہے) ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (ت) ظاہر ہے کہ وہ بار حجۃ الوداع کی شب مزدلفہ تھی تو ضرور وہی جمع صوری منظور جیسا کہ اُن کی روایات صحیحہ نے واضح کر دیا جس کا بسط حدیث اول میں گزرت۔

(۵) قول: لطف یہ کہ ان عبد اللہ بن عمر سے قصہ صفیہ بنت ابی عبید میں عشا ئین کا جمع جو مروی ہو اُس کے جمع حقیقی ہونے پر بہت زور دیا جاتا ہے حالانکہ خود اُن کے صاحبزادے سالم کو اُس شب بھی اُن کے ہمراہ تھے صراحۃً فرما چکے کہ حضرت عبد اللہ نے مزدلفہ کے سوا کبھی جمع نہ کی جیسا کہ حدیث نسائی سے گزرت اور سالم کا اُس رات ساتھ ہونا وہیں حدیث بخاری سے ظاہر ہو چکا قلت له: الصلاة. قال: سر^۱۔ الحدیث (میں نے ان سے نماز کے متعلق عرض کیا تو انہوں نے فرمایا: سفر جاری رکھو۔ الحدیث۔ ت) تو قطعاً یقیناً جمع صوری ہی مراد ہے لاجرم روایات مفسرہ نے تصریح فرمادی یہ نکتہ یاد رکھنے کا ہے کہ بعونہ تعالیٰ بہت سے خیالات مخالفین کا علاج کافی ہوگا۔

¹ صحیح البخاری باب یصلی المغرب ثلاثاً فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۸۱

(۶) رواۃ جمع میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں کما یأتی فی الحدیث الثانی (جیسا کہ دوسری حدیث میں آ رہا ہے۔ ت) اور ان کی حدیث ان شاء اللہ آخر رسالہ میں آئے گی کہ دوسری نماز کا وقت آنے سے پہلی فوت ہو جاتی ہے۔

(۷) یوں ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی جمع ہیں کما یجیب فی الحدیث الخامس (جیسا کہ پانچویں حدیث میں آئے گا۔ ت) اور ان کی حدیث بھی بمشیۃ اللہ تعالیٰ آنے والی ہے کہ نماز میں تفریط یہ ہے کہ دوسری کا وقت آنے تک پہلی کی تاخیر کرے افادہ ہذین الامام الطحاوی فی شرح معانی الآثار (یہ دونوں فائدے امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں بیان کئے۔ ت)

افادہ ثالثہ: اب کہ مآجی نے پیٹ بھر کر رد احادیث سے فراغت پائی عقل پر عنایت کی باری آئی فرماتے ہیں: ف جمع صوری سفر میں ازراہ عقل کے بھی واہی ہے کہ جمع رخصت ہے اور جمع صوری مصیبت کہ آخر جز اور اول جز نماز کا پہچانا اکثر خواص کو نہیں ممکن چہ جائے عوام۔

اقول: مآجی بیچارے جو شامت ایام سے مقابلہ شیران حنفیہ میں آچھنے وہ چو کڑی بھولے ہیں کہ اپنی اجتہادی آزادی بھی یاد نہیں یا تو وہ جوش تھے کہ ابو حنیفہ و شافعی کی تقلید حرام بدعت شرک یا اب جا بجا ایک ایک مقلد مالکی شافعی کے ٹھیٹھ مقلد بنے ہیں رطب یا بس جہاں جو کچھ کلام کسی مقلد کامل جاتا ہے اگرچہ کیسا ہی پوچ اور ضعیف ہو اللہ بسم اللہ کہہ کر اُسے آنکھوں سے لگاتے سر پر رکھتے بے سمجھے بوجھے ایمان لے آتے ہیں یہ اعتراض بھی حضرت نے بعض مالکیہ و شافعیہ کی تقلید جامد کے صدقہ میں پایا ہے مگر شوخ چشمی یہ کہ علمائے حنفیہ جو طرح طرح اس کی دھجیاں اڑا چکے اُن سے ایک کان گونگا ایک بہرا کر لیا اور پھر اسی رد شدہ بات باطل و بے ثبات کو پیش کر دیا بہادری توجب تھی کہ اُن قاہر جو ابوں کے جواب دیتے پھر واہی تباہی جو چاہتے فرمالتے خیر اب بعض جوابات مع تازہ افاضات لیجئے وباللہ التوفیق۔

اؤلا: اللہ عزوجل نے نماز خواص و عوام سب پر یکساں فرض کی اور اُس کے لئے اوقات مقرر فرمائے اور اُن کے لئے اول و آخر بتائے اور ان پر واضح و عام فہم نشان بنائے کہ اُن کا ادراک ہر خاص و عام کو آسان ہو جائے ہمارے دین میں کوئی تنگی نہ رکھی اور ہم پر کسی طرح دشواری نہ چاہی ما جعل علیکم فی الدین من حرج۔ یُریدُ اللہُ بکمُ الیسرَ ولا یریدُ بکمُ العسرَ¹ (اس نے دین کے معاملہ میں تم پر تنگی نہیں فرمائی، اللہ تعالیٰ

¹ القرآن ۱۸۵/۲

ف معیار الحق ص ۴۰۱،

تم پر آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔ تو ہر وقت کے اول و آخر شرعی کا پہچانا خواص و عوام سب کو آسان خصوصاً سفر میں جہاں اُنق سامنے اور صاف میدان جو نہ سیکھے یا توجہ نہ کرے الزام اُس پر ہے نہ شرع مطہر پر، ہاں فصل مشترک حقیقی کہ آن واحد و جزء لایتجزی ہے اُس کا علم بے طرق مخصوصہ انبیاء و اولیاء عامہ بشر کی طاقت سے وراء ہے مگر نہ اس کے ادراک کی تکلیف نہ اس پر جمع صوری کی توقیف۔

ثالثاً قول: اول و آخر کا پہچانا تو شاید تم بھی فرض جانتے ہو کہ تقدیم و تاخیر بے عذر بالا جماع مبطل و حرام ہے کیا اللہ عزوجل نے امر محال کی تکلیف دی کہ **يَكْفُرُ اللَّهُ نَفْسًا اِلَّا وَسْعَهَا**¹ (اللہ تعالیٰ کسی کو اس بات کا حکم نہیں دیتا جو اس کی طاقت میں نہ ہو۔) فافہم۔

ثالثاً قول: تحقیق تام یہ ہے کہ اوقات متصلہ میں عامہ کے لئے پانچ حالتیں ہیں: وقت اول پر یقین، اُس پر ظن، دونوں میں شک، آخر کا ظن، اُس کا یقین، فقہیات میں ظن ملتحق یقین ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا تو بین الوقتین حکم بھی اصلاً فاصل نہیں مسئلہ تسحر و مسئلہ صلاة الفجرنی آخر الوقت و غیر ہما میں تصریحات علماء دیکھیے۔

رابعاً قول: کس نے کہا کہ جمع صوری میں وصل حقیقی بے فصل آنی لازم ہے حدیث مذکور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بروایت صحیح بخاری و حدیث امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بروایت ابی داؤد دیکھیے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت پر نثار حضور نے عوام ہی کے ارشاد کو یہ طرز ملحوظ رکھی کہ مغرب آخر شفق میں پڑھ کر قدرے انتظار فرمایا پھر عشاء پڑھی یا بین الصلاتین کھانا ملاحظہ فرمایا اور لطف الہی یہ کہ تمام احادیث جمع میں اگر منقول ہے تو حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل۔ اُس کے ساتھ امت کو بھی ارشاد کہ جسے ضرورت ہو ایسا ہی کر لے اسی حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہے جس میں بروایت صحیح بخاری ثابت کہ دو نمازوں کے بیچ میں قدر انتظار فرمایا تو آپ کے جہل کا خود رخصت عطا فرمانے والے رؤف رحیم خبیر علیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لحاظ کر لیا تھا مگر افسوس کہ اب بھی آپ شکایت اور رحمت کا نام معاذ اللہ مصیبت ہے ہر عاقل جانتا ہے کہ مسافر کو بار بار اُترنے چڑھنے وضو نماز کا مجد اجداسامان کرنے سے یہ بہت آسان ہے کہ ایک بار اُتر کر دفعۃً دونوں نمازوں سے فارغ ہو لے اول قریب آخر پڑھے اور ایک لطیف انتظار کے بعد آکر اپنے اول میں اس کا انکار صریح مکارہ ہے ہاں یہ کہتے کہ وقت گزار کر پڑھنے کی اجازت ملے تو اور آسانی ہے۔

اقول: دن ٹال کر گھر پہنچ کر اکٹھی پڑھ لینے کی رخصت ہو تو اور آسانی ہے اور بالکل معاف ہو جائے تو پوری چھٹی رخصت میں آسانی درکار ہے پوری آسانی کس نے مانی!

خامساً: احمد بخاری مسلم ابوداؤد و نسائی طحاوی وغیر ہم بطریق عمرو بن دینار عن جابر بن زید حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

<p>اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں، کہا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اکٹھی آٹھ رکعتیں بھی پڑھی ہیں اور اکٹھی سات رکعتیں بھی۔ اس حدیث کا راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا "اے ابوالشعثاء! میرا خیال ہے کہ انہوں نے ظہر و عصر کو اور مغرب و عشاء کو اکٹھا پڑھا ہوگا"۔ ابوالشعثاء نے کہا کہ میرا بھی یہی خیال ہے۔" (ت)</p>	<p>وهذا لفظ مسلم، قال: صليت مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ثمانياً جيباً وسبعاً جيباً. قلت: يا أبا الشعثاء! اظنه آخر الظهر وعجل العصر، وآخر المغرب وعجل العشاء، قال: وأنا اظن ذلك¹۔</p>
---	---

مالک احمد، مسلم، ابوداؤد ترمذی نسائی طحاوی وغیر ہم اسی جناب سے بطریق شتی والفاظ عدیدہ راوی:

<p>اور یہ حدیث مسلم کی بواسطہ ابوالزبیر ہے کہ ہم سے بیان کیا سعید ابن جبیر نے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بغیر کسی خوف اور سفر کے مدینہ میں ظہر اور عصر اکٹھی پڑھیں، ابوالزبیر نے کہا کہ میں نے سعید سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح کیوں کیا؟ تو انہوں نے کہا کہ جس طرح تم نے مجھ سے پوچھا ہے اسی طرح میں نے ابن عباس سے پوچھا تھا تو انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ چاہتے تھے کہ آپ کی امت پر کوئی تنگی نہ ہو۔ (ت)</p>	<p>وهذا حدیث مسلم بطریق زهیرنا ابوالزبیر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الظهر والعصر جیباً بالمدينة فی غیر خوف ولا سفر، قال ابوالزبیر: فسألت سعیداً لم فعل ذلك؟ فقال: سألت ابن عباس کما سألتنی، فقال: اراد ان لا یخرج احد من أمتہ²۔</p>
---	---

1 الصیح لمسلم جواز الجمع بین الصلوٰتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۴۶/۱

2 الصیح لمسلم جواز الجمع بین الصلوٰتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۴۶/۱

مسلم نے ایک اور روایت میں اور ترمذی نے بواسطہ جیب ابن ابی ثابت، سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ ابن عباس نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بغیر کسی خوف اور بارش کے مدینہ میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کیا۔ (ت) اور طحاوی نے صالح مولی التوامہ کے واسطے سے ابن عباس کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں "بغیر سفر اور بارش کے"۔ (ت) اور نسائی کے الفاظ یوں ہیں: خبر دی ہمیں قتیبہ نے کہ حدیث بیان کی ہم سے سفین نے عمرو سے، اس نے جابر سے کہ ابن عباس نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں اکٹھی آٹھ رکعتیں بھی پڑھی ہیں اور سات رکعتیں بھی، آپ نے ظہر کو مؤخر کیا تھا اور عصر میں جلدی کی تھی، اسی طرح مغرب کو مؤخر کیا تھا اور عشاء میں جلدی کی تھی۔ (ت) نسائی کی اور روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ عمرو ابن ہرم، جابر ابن زید سے راوی ہیں کہ ابن عباس نے بصرہ میں ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھا، ان کے درمیان کوئی شے حائل نہ تھی، اور مغرب و عشاء کو اکٹھا پڑھا ان کے درمیان کوئی شے حائل نہ تھی۔ اس طرح

وفي اخرى له وللترمذی بطريق جيب ابن ابی ثابت عن سعید بن جبیر عن ابن عباس، قال: جمع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بين الظهر والعصر، وبين المغرب والعشاء بالمدينة في غير خوف ولا مطر¹۔ وللطحاوی عن صالح مولی التوامه عن ابن عباس، في غير سفر ولا مطر²۔ وفي لفظ للنسائی اخبرنا قتیبة ثنا سفین عن عمر وعن جابر بن زید عن ابن عباس رضی الله تعالى عنهما قال: صليت مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بالمدينة، ثانياً جيباً وسبعاً جيباً، اخر الظهر وعجل العصر، و اخر المغرب وعجل العشاء³۔ وفي لفظ له عن عمرو بن هرم عن جابر بن زید عن ابن عباس انه صلى بالبصرة، الاوئی والعصر، ليس بينهما شيعی، والمغرب والعشاء، ليس بينهما شيعی، فعل ذلك من شغل۔

¹ جامع الترمذی ما جاء في الجمع بين الصلوتين مطبوعه امين کمپنی اردو بازار دہلی ۲۶/۱

² شرح معانی الآثار باب الجمع بين الصلوتين كيف سو مطبوعه اميج سعید کمپنی کراچی ۱۱/۱

³ سنن النسائی کتاب المواعیت مطبوعه مکتبه سلفیہ لاہور ۶۹/۱

انہوں نے ایک مصروفیت کی وجہ سے کیا تھا۔ ابن عباس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بھی ظہر و عصر اکٹھی پڑھی تھیں یہ آٹھ رکعتیں تھیں اور ان دو کے درمیان اور کوئی شے نہ تھی۔ مسلم نے زبیر ابن خزیمہ کے واسطے سے عبد اللہ ابن شقیق سے روایت کی کہ یہ تاخیر کے ایک خطبہ دینے کی وجہ سے ہوئی تھی۔ اور مسلم نے بطریقہ عمران ابن حدیر، عبد اللہ ابن شقیق سے روایت کی ہے کہ ابن عباس نے مذکورہ واقعے میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم دو نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے۔ اور طحاوی اسی سند سے ناقل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بارہا دو نمازوں کو مدینہ میں اکٹھا پڑھا۔ (ت)

وزعم ابن عباس انه صلى مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بالمدينة الاولى والعصر، ثمان سجداً ليس بينهما شئ¹۔ ولمسلم بطريق الزبير بن الخزيم عن عبد الله بن شقيق ان التأخير كان لاجل خطبة خطبها²۔
وله بطريق عمران بن حدير عن عبد الله المذكور عن ابن عباس، في القصة، قال: كنا نجتمع بين الصلاتين على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم³۔ وللطحاوي من هذا الوجه، قد كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ربما جمع بينهما بالمدينة⁴۔

ان روایات صحاح سے واضح کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی حالت میں کہ نہ خوف تھا نہ سفر نہ مرض نہ مطر محض بلا عذر خاص مدینہ طیبہ میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء بجماعت جمع فرمائیں سفر و خطر و مطر کی نفی تو خود احادیث میں مذکور اور مرض بلکہ ہر عذر لمحی کی نفی سوق بیان سے صاف مستفاد معہذا جب نمازیں بجماعت سے تھیں تو سب کامریض و معذور ہونا مستبعد پھر راوی حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اسی بناء پر صرف طول خطبہ کے سبب تاخیر مغرب و استناد بجمع مذکور انتقالے عذر پر صریح دلیل حالانکہ مقیم کیلئے

1 سنن الترمذی کتاب المواعیت مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۲۹

2 صحیح مسلم جواز الجمع بین الصلوٰتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۶

3 صحیح مسلم جواز الجمع بین الصلوٰتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۶

4 شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۱

بے عذر جمع و قبیح ملاجی بھی حرام جانتے ہیں، حدیث مسلم انبأ التفريط على من لم يصل الصلاة حتى يجيئ وقت الصلاة الاخرى¹ گناہ اس پر ہے جو نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت ہو جائے۔ ت کے جواب میں کیا فرمائیں گے نایہ حدیث اسی شخص کے حق میں ہے کہ بلا عذر نماز میں تاخیر کرے۔ حدیث امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان الجمع بین الصلاتین فی وقت واحد کبیرۃ من الكبائر² (ایک وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنا کبائر میں سے ایک کبیرہ گناہ ہے۔ ت) کے جواب میں کہہ چکے ہیں³ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جمع بین الصلاتین سے منع کرنا حالت اقامت میں بلا عذر تھا جیسا کہ شاہد ہے اس تاویل پر اتفاق جمہور صحابہ و من بعدہم کا اوپر عدم جواز بلا عذر کے، تو اس حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں جمع فعلی مراد لینے سے چارہ نہیں اور خود ملاجی نے امام ابن حجر شافعی اور ان کے توسط سے امام قرطبی و امام الحرمین و ابن المامون و ابن سید الناس وغیرہم سے یہاں ارادہ جمع فعلی کی تقویت و ترجیح نقل کی معہذا قطع نظر اس سے کہ روایت صحیحین میں حضرت ابن عباس کے تلامذہ و راویان حدیث جابر بن زید و عمرو بن دینار نے ظناً حدیث کا یہی محمل مانا قال ابن سید الناس: وراوی الحدیث ادری بالمراد من غیرہ (ابن سید الناس نے کہا ہے کہ حدیث کا راوی، دوسرے شخص کی نسبت حدیث کی مراد سے زیادہ آگاہ ہوتا ہے۔ ت) روایت نسائی میں خود ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس جمع کے جمع فعلی ہونے کی تصریح فرمادی کہ ظہر و مغرب میں دیر کی اور عصر و عشاء میں جلدی یہ خاص جمع صوری ہے اب کسی کو محل سخن نہ رہا تھا تمہارے امام شوکانی غیر مقلد نے نیل الاوطار میں کہا:

جو چیزیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اس باب سے متعلق حدیث کا جمع صوری پر حمل کرنا متعین ہے، ان میں سے ایک وہ روایت ہے جو نسائی نے ابن عباس سے نقل کی ہے (اس کے بعد شوکانی نے مذکورہ روایت بیان کی ہے اور کہا ہے) یہ ابن عباس، جو اس موضوع سے متعلق حدیث کے (اولین) راوی ہیں خود تصریح کر رہے ہیں کہ انہوں نے جمع بین الصلاتین کی جو روایت بیان کی ہے اس سے مراد جمع صوری ہے۔ ت)

مبايدل على تعيين حمل حدیث الباب على الجمع الصوری. ماخرجه النسائی عن ابن عباس (وذكر لفظه قال) فهذا ابن عباس، راوی حدیث الباب، قد صرح بان ما رواه من الجمع المذكور هو الجمع الصوری³ -

1 الصحيح لمسلم باب قضاء الصلوة الفائتة الخ مطبوعه قديمي كتب خانہ كراچی ۲۳۹/۱

2 موطا امام محمد باب الجمع بين الصلوتين في السفر والمطر مطبوعه آفتاب عالم پریس لاہور ۱۷۹/۱

3 نیل الاوطار شرح مستقی الاخبار باب جمع المقیم لمطر او غیرہ مطبوعه مصطفی البانی مصر ص ۱۳۲

فامعیار الحق ص ۲۱۷ ف ۲ معیار الحق ص ۲۰۰

شوکانی نے اس ارادہ کے اور چند مؤیدات بھی بیان کیے اور انکار جمع صوری اور آپ کے زعم باطل مصیبت کی اپنی بساط بھر خوب خوب خبریں لی ہیں جی میں آئے تو ملاحظہ کر لیجئے بالجملہ شک نہیں کہ حدیث میں مراد صوری ہے اب اسی حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تصریح موجود ہے کہ جمع حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنظرِ رحمت و آسانی اُمت کی تھی، لہذا جی! اب اپنی مصیبت کی خبریں کہئے۔ سادہ سادہ: عجب تر یہ کہ یہی صاحب جنہوں نے جمع صوری کو باعثِ مشقت و منافی رخصت مانا خود اسی حدیث ابن عباس کو جمع صوری سے تاویل کر گئے کما افاد الامام الزیلعی وغیرہ (جیسا کہ امام زیلعی وغیرہ نے اس کا افادہ کیا ہے۔) یہ صریح منافقت ہے۔ اقول: لہذا جی تو تقلید جامد کا جامہ پہنے بیٹھے ہیں اس تناقض میں بھی تقلید کر گئے حدیث طبرانی مفید جمع صوری کہ عنقریب آتی ہے حضرت اس کے جواب میں ان کہی بولتے ہیں کہ اس میں کیفیت اُس جمع کی ہے جو حالتِ قیام میں بلا عذر آخضر تھے۔ نے جمع کی تھی جیسا کہ روایت میں ابن عباس کی ہے کہ آخضر تھے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حالتِ قیام میں مدینہ میں جمع صوری کی تھی۔ لہذا جی! ذرا آنکھ ملا کر بات کیجئے اب وہ مصیبت رحمت و رافت کیونکر ہو گئی۔ سادہ سادہ: حدیث حمنہ بنت حبش رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی احمد و ابوداؤد و ترمذی جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زنان مستحاضہ کے لئے جمع صوری پسند فرمائی ہے لہذا جی کو وہاں بھی یہی عذر معمولی پیش آیا ہے کہ وہ مقیم تھی پس مقیم پر مسافر کی نماز کو قیاس مع الفارق ہے۔ اقول: لہذا جی جمع صوری تو عوام کیا اکثر خواص کو بھی نہ صرف دشوار بلکہ ناممکن تھی وہ بھی سفر کے کھلے میدانوں میں، اب کیا دنیا پلٹی کہ پردہ نشین زنان عہدہ ناقصات العقل کے لئے گھر کی چار دیواریوں میں ممکن ہو گئی۔ لہذا جی: عبدالرزاق مصنف میں بطریق عمرو بن شعیب راوی:

<p>اس نے کہا عبد اللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے لئے دو نمازوں کو جمع کیا جبکہ آپ مقیم تھے، مسافر نہ تھے۔ یعنی ظہر و عصر کو اور مغرب و عشاء کو۔ ایک آدمی نے ابن عمر سے پوچھا کہ آپ کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ</p>	<p>قال، قال عبد اللہ: جمع لنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مقیماً غیر مسافر، بین الظہر والعصر، والمغرب، والعشاء، فقال رجل لابن عمر: لم تری النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعل ذلك؟</p>
---	---

عہدہ ۱ و عہدہ ۲ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ (م)

عہدہ ۳ یعنی یہ حکم اب بھی ہر مستحاضہ کیلئے ہے تو ثابت ہوا کہ پردہ نشین زنان ناقصات العقل کو جمع صوری میسر ہے ۱۲ منہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ۔ (م)

ف: ۱: معیار الحق ص ۲۰۰، ف: ۲: معیار الحق ص ۲۱۸

قال لان لا تخرج امته، ان جمع رجل ¹ ۔ علیہ وسلم نے اس طرح کیوں کیا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا تاکہ امت پر تنگی نہ ہو، اگر کوئی شخص جمع کر لے۔ (ت)
--

ابن جریر اس جناب سے بایں لفظ راوی:

خرج علينا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فكان يؤخر الظهر ويعجل العصر فيجمع بينهما، ويؤخر المغرب ويعجل العشاء فيجمع بينهما ² ۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر جلوہ فرما ہوئے تو آپ ظہر میں تاخیر کر کے اور عصر میں تعجیل کر کے دونوں کو جمع کر لیتے تھے، اسی طرح مغرب میں تاخیر اور عشاء میں تعجیل کر کے دونوں کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے۔ (ت)
--	---

نیز ابن جریر کی دوسری روایت میں اسی جناب سے یوں ہے:

اذا بادر احدكم الحاجة فشاء ان يؤخر المغرب ويعجل العشاء ثم يصليهما جميعا فعل ³ ۔	اگر تم میں سے کسی کو کسی ضرورت کی بنا پر جلدی ہو اور وہ چاہے کہ مغرب کو مؤخر کر کے اور عشاء میں جلدی کر کے دونوں کو یکجا پڑھ لے، تو ایسا کر لے۔ (ت)
---	---

ان حدیثوں سے بھی ظاہر کہ جمع صوری میں بے شک آسانی و رحمت اور وقت حاجت عام لوگوں کو اس کی اجازت۔

تاسعاً: عبدالرزاق صفوان بن سلیم سے راوی قال جمع عمر بن الخطاب بين الظهر والعصر في يوم مطير⁴۔ یعنی
امیر المؤمنین فاروق اعظم نے مینہ کے سبب ظہر و عصر جمع کی۔

اقول: ظاہر ہے کہ امیر المؤمنین کے نزدیک جمع وقتی حرام و گناہ کبیرہ ہے جس کا بیان ان شاء اللہ المنان فصل چہارم میں آتا ہے
لا جرم جمع صوری فرمائی۔ عاشرًا: طبرانی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يجمع بين المغرب والعشاء يؤخر هذه في آخر وقتها ويعجل هذه في اول	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مغرب و عشاء کو جمع فرماتے، مغرب کو اس کے آخر وقت میں پڑھتے اور عشاء کو اس کے اول
--	--

1 مصنف ابی بکر عبدالرزاق حدیث ۴۳۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۵۵۶/۲

2 کنز العمال الاکمال من صلوة المسافر حدیث ۸۶۷۲۲ مطبوعہ موسسة الرساله بیروت ۲۵۰/۸

3 کنز العمال الاکمال من صلوة المسافر ۲۰۱۹۰ مطبوعہ موسسة الرساله بیروت ۵۴۷/۷

4 مصنف لعبدالرزاق، باب جمع بین الصلواتین فی المحضر حدیث ۴۴۴۰، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، ۵۵۶/۲

وقتہا¹

وقت میں (م)۔

یہ وہی حدیث طبرانی ہے جس میں جمع صوری ملا بھی ابھی ابھی مان چکے ہیں اس کی نسبت باقی کلام کا رد ان شاء اللہ العزیز آئندہ آتا ہے غرض شاباش ہے تمہارے جگرے کو کہ صحیح حدیثوں کے رد و ابطال میں کوئی دقیقہ مغالطہ جاہلین و مکابرہ عالمین و تقلید مقلدین کا اٹھانہ رکھو اور پھر عمل بالحدیث کی شیشی کو ٹھیس تک نہ لگے ع
چوں وضوئے محکم بی بی تمیز

افادہ رابعہ: الحمد للہ جب کہ احادیث جمع صوری کی صحت مہر نیمروز ماہ نیم ماہ کی طرح روشن ہو گئی تو اب جس قدر حدیثوں میں مطلق جمع بین الصلاتین وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر و عصر یا مغرب و عشاء کو جمع فرمایا یا عصر و عشاء سے ملانے کو ظہر و مغرب میں تاخیر فرمائی و امثال ذلک کسی میں مخالف کے لئے اصلاً حجت نہ رہی سب اسی جمع صوری پر محمول ہوں گی اور استدلال مخالف احتمال موافق سے مطرود و مخذول مثل
حدیث! بخاری و مسلم و دارمی و نسائی و طحاوی و بیہقی بطریق سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم و مسلمان و مالک و نسائی و طحاوی بطریق نافع۔

<p>ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب چلنے میں تیزی ہوتی تھی تو آپ مغرب و عشاء کو جمع کرتے تھے۔ اور مسلم کی ایک اور روایت اور نسائی کی بطریق سالم روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر کے دوران چلنے میں جلدی ہوتی تو مغرب کی نماز کو اتنا مؤخر کر دیتے تھے کہ عشاء کے ساتھ ملا لیتے تھے۔ (ت)</p>	<p>عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یجمع بین المغرب والعشاء اذا جد به السیر²۔ وفي لفظ مسلم والنسائی من طریق سالم، رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا عجله السیر فی السفر یؤخر صلاة المغرب حتی یجمع بینہما و بین صلاة العشاء³۔</p>
---	--

یہ معنی مجمل روایات سالم و نافع مستفیض ہیں۔

چنانچہ بخاری ابوالیمان سے، نسائی بقیہ اور

فرواہ البخاری عن ابی الیمان، والنسائی

1 المعجم الکبیر للطبرانی عن عبد اللہ ابن مسعود حدیث ۹۸۸۰ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۴۱۰ھ

2 شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۱/۱

3 الصحیح لمسلم باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۴۵/۱

عثمان سے، یہ سب (ابوالیمان، بقیہ، عثمان) شعیب ابن ابی حمزہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور مسلم، ابن وہب سے، وہ یونس سے روایت کرتے ہیں۔ اور بخاری، علی ابن مدینی سے۔ اور مسلم، یحییٰ ابن یحییٰ، قتیبہ ابن سعید، ابوبکر ابن ابی شیبہ اور عمرو الناقد سے۔ اور دارمی، محمد ابن یوسف سے۔ اور نسائی، محمد ابن منصور سے۔ اور طحاوی، حمائی سے۔ یہ آٹھویں (یعنی علی (۱)، یحییٰ (۲)، قتیبہ (۳)، ابوبکر (۴)، عمرو (۵)، ابن یوسف (۶)، ابن منصور (۷)، حمائی (۸) سفیان ابن عیینہ سے روایت کرتے ہیں۔ پھر تینوں (سلسلوں کے تین آخری راوی) یعنی شعیب، یونس اور سفیان، زہری کے واسطے سے، سالم سے راوی ہیں۔ اور مسلم، یحییٰ ابن یحییٰ سے۔ اور نسائی، قتیبہ سے۔ اور طحاوی، ابن وہب سے۔ تینوں مالک سے روایت کرتے ہیں۔ اور نسائی، بطریقہ عبدالرزاق، وہ معمر سے، وہ موسیٰ ابن عقبہ سے روایت کرتے ہیں اور طحاوی لیث سے روایت کرتے ہیں۔ اور بیہقی خلافت میں بطریقہ یزید ابن ہارون، یحییٰ ابن سعید سے روایت کرتے ہیں۔ چاروں (آخری راوی یعنی مالک، موسیٰ، لیث، یحییٰ) نافع سے راوی ہیں سالم اور نافع (دونوں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ (ت)

عن بقیة^۲ وعثن^۳، کلهم عن شعیب بن ابی حمزہ۔ ومسلم عن ابن وہب عن یونس^۴۔ والبخاری عن^۵ علی بن المدینی، ومسلم عن یحییٰ^۶ بن یحییٰ وقتیبة^۷ بن سعید وابی^۸ بکر بن ابی شیبة وعمر^۹ والناقد، والدارمی عن محمد^{۱۰} بن یوسف، والنسائی عن محمد^{۱۱} بن منصور، والطحاوی عن الحمائی^{۱۲}، ثمانیة^{۱۳} عن سفین بن عیینة. ثلثتهم اعنی شعیباً ویونس وسفین عن الزهري عن سالم. ومسلم عن^{۱۴} یحییٰ بن یحییٰ، والنسائی عن قتیبة^{۱۵}، والطحاوی عن ابن^{۱۶} وهب. کلهم عن مالک، والنسائی بطریق عبدالرزاق ثنا معمر عن موسی^{۱۷} بن عقبة، والطحاوی^{۱۸} عن لیث، والبیہقی فی الخلافيات من طریق یزید بن ہارون عن یحییٰ^{۱۹} بن سعید، اربعتهم عن نافع، کلاهما عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حدیث^۲ معلق بخاری:

بیہقی نے اس کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے موصوفاً ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب چلنے والے ہوتے تھے تو ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر لیتے تھے۔

ووصله البیہقی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما. کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علی وسلم یجمع بین صلاة الظہر والعصر اذا کان علی ظہر سیر.

اسی طرح مغرب و عشاء بھی جمع کر لیتے تھے یہ روایت مسلم اور دیگر محدثین کے نزدیک غزوہ تبوک کے تذکرے سے متعلق ہے۔ اور ابن ماجہ بطریقہ ابراہیم بن اسمعیل راوی ہیں۔ کہ عبد الکریم کو مجاہد، سعید ابن جبیر، عطاء ابن ابی رباح اور طاؤس نے خبر دی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں مغرب عشاء جمع کر لیتے تھے حالانکہ نہ آپ کو جلدی ہوتی تھی نہ دشمن تعاقب میں ہوتا تھا اور نہ کسی اور چیز کا خوف ہوتا تھا۔

قلت (میں نے کہا): یہ وہی ابن اسمعیل ابن مجمع انصاری ہے جو ضعیف ہے۔ اور عبد الکریم اگر ابن مالک جزری نہیں ہے تو ابن ابی الحارث ہوگا اور وہ بہت ضعیف اور بہت ہی ضعیف ہے۔ ابن عباس کی جو حدیث معروف ہے وہ مدینہ میں جمع کرنے کی ہے (نہ کہ سفر میں) اس کو بخاری، مسلم اور محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ جیسا کہ تھوڑا ہی پہلے ہم اس کے تمام طریقے اور الفاظ بیان کر آئے ہیں۔ (ت)

و یجمع بین المغرب والعشاء¹۔ وهو عند مسلم وأخیرین بذکر غزوة تبوک، ولابن ماجة من طریق ابرہیم بن اسمعیل عن عبد الکریم عن مجاهد وسعید بن جبیر وعطاء بن ابی رباح و طاؤس، اخبروه عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انه اخبرهم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع بین المغرب والعشاء فی السفر من غیر ان یعجله شیئ ولا یطلبه عدو ولا یخاف شیئاً²۔

قلت: ابرہیم هذا، هو ابن اسمعیل ابن مجمع الانصاری، ضعیف۔ وعبد الکریم، ان لم یکن ابن مالک الجزری، فابن ابی الحارث، وهو اضعف واضعف۔ والمعروف حدیثه فی الجمع بالمدینة۔ رواه الشیخان وجماعة، كما قدمنا بطرقها والفاظها عما قریب۔

وحدیث³ بخاری تعلیقاً ووصلاً وطحوی وصالاً:

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان دو نمازوں کو سفر میں جمع کرتے تھے، یعنی مغرب اور عشاء کو۔ (ت)

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع بین ہاتین الصلاتین فی السفر، یعنی المغرب والعشاء³۔

1 صحیح البخاری باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۹۱ھ

2 سنن ابن ماجہ باب الجمع بین الصلوٰتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۶۱ھ

3 شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین الخ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۱۱ھ

عمر ابن واثلہ ابوالطفیل، معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں ظہر وعصر اور مغرب وعشا کو جمع کیا تھا۔ واثلہ نے کہا کہ میں نے پوچھا: "اس کی وجہ کیا تھی؟" تو معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ آپ یہ چاہتے تھے کہ آپ کی امت کو کوئی تنگی نہ ہو۔ (ت) یہ مسلم کے الفاظ ہیں کتاب الصلوٰۃ میں، اور طحاوی نے بھی یونہی روایت کی ہے۔ ترمذی میں صرف اس کا ابتدائی حصہ ہے اور طحاوی کی ایک روایت بھی صرف ابتدائی حصے پر مشتمل ہے۔ مالک کے ہاں، اور انہی کے طریقے سے مسلم کے ہاں روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو آپ نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے، چنانچہ آپ نے ظہر وعصر کو ملا کر پڑھا اور مغرب وعشا کو ملا کر پڑھا حتیٰ کہ ایک روز آپ نے نماز کو مؤخر کیا، پھر تشریف لائے تو ظہر وعصر کو ملا کر پڑھا۔ پھر اندر تشریف لے گئے پھر باہر جلوہ افروز ہوئے اور مغرب وعشا کو ملا کر پڑھا۔ مالک اور مسلم نے اس حدیث کو آخر تک پوری طوالت سے ذکر کیا ہے۔ مگر دیگر محدثین کے ہاں اسی قدر ہے۔ اس سے زائد نہیں ہے۔ (ت)

وحدیث^۱ مالک وشافعی ودارمی ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ وطحاوی مطولاً ومختصراً عن عامر بن واثلہ ابی الطفیل عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم قال: جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی غزوة تبوک بین الظہر والعصر و بین المغرب والعشاء. قال: فقلت. ما حمله علی ذلك؟ قال. فقال: اراد ان لا یخرج امتہ^۱۔

هذا لفظ مسلم فی الصلاة. ومثله للطحاوی. وعند الترمذی صدره فقط. وهو احد لفظی الطحاوی ولما لک ومن طریقہ عند مسلم فی الفضائل. خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام غزوة تبوک. فكان یجمع الصلاة. فصلی الظہر والعصر جیباً. والمغرب والعشاء جیباً حتی اذا کان یوماً اخر الصلاة. ثم خرج فصلی الظہر والعصر جیباً. ثم دخل. ثم خرج بعد ذلك. فصلی المغرب والعشاء جیباً^۲. الحدیث بطولہ. وهو بهذا القدر من دون زیادة عبد الباقین۔

وحدیث^۵ مالک مرسلًا ومسنَدًا:

بطریقہ داؤد ابن حصین، اعرج سے، وہ ابو ہریرہ

من طریق داؤد بن الحصین عن الاعرج

1 الصحیح لمسلم باب جواز الجمع بین الصلوٰتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۳۶/۱

2 الصحیح لمسلم باب فی معجزات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کتاب الفضائل مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۳۶/۲

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر تبوک کے دوران ظہر و عصر کو جمع کیا کرتے تھے۔ (ت) یہ حدیث یحییٰ سے بھی اسی طرح مستنداً مروی ہے، مگر محمد اور مؤطا کے اکثر راوی اس کو عبدالرحمن بن ہرمز سے مرسلماً روایت کرتے ہیں، اور عبدالرحمن، وہی اعرج ہے۔ اور بزار کے ہاں عطاء بن یسار ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں دو نمازوں کو جمع کرتے تھے۔ (ت) احمد اور ابن ابی شیبہ بطریقہ حجاج ابن ارقطہ، جو مختلف فیہ ہے، عمرو ابن شعیب سے، وہ اپنے باپ سے، وہ اس کے دادا سے، یعنی عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ بنی مصطلق میں دو نمازوں کو جمع کیا۔ (ت) حدیث بیان کی ہم سے ابوالسائب نے جریری سے، اس نے ابو عثمان سے، اس نے اسامہ ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع بین الظهر والعصر فی سفرۃ الی تبوک¹۔

ہكذا روی عن یحییٰ مسنداً، وهو عند محمد وجہور رواۃ المؤطا عن عبدالرحمن بن ہرمز مرسللاً۔ وعبد الرحمن، هو الاعرج۔

و هو عندا لبزار عن عطاء بن یسار عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع بین الصلاتین فی السفر²۔

وحدیث (۶) : احمد وابن شیبہ بطریق حجاج ابن ارقطہ، مختلف فیہ، عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ وهو عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین الصلاتین فی غزوہ بنی المصطلق³۔ وحدیث ترمذی فی کتاب العلل:

حدثنا ابوالسائب عن الجریری عن ابی عثمان عن اسامۃ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

¹ مؤطا امام مالک الجمع بین الصلوٰتین الخ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۵-۱۲۴

² کشف الاستار عن زوائد البزار باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۳۳۰/۱

³ المصنف لابن ابی شیبہ باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳۵۸/۲

وسلم کوجب چلنے میں جلدی ہوتی تھی تو ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو جمع کرتے تھے۔ ترمذی نے کہا کہ میں نے محمد، یعنی بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ اسامہ ابن زید پر موقوف ہے۔ (ت) احمد بطریقہ ابن لہیعہ، ابوالزبیر سے راوی ہیں کہ میں نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: "کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی مغرب وعشاء کو جمع کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، جس سال ہم غزوہ بنی مصطلق کے لئے گئے تھے۔" (ت) پہلے (یعنی ابن ابی شیبہ) بطریقہ ابن ابی لیلیٰ، ہذیل سے، اور دوسرے (یعنی طحاوی) ابوقیس اودی ہے وہ ہذیل ابن شرجیل سے، وہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر کے دوران جمع کیا طحاوی کے الفاظ یوں ہیں: "جمع کیا کرتے تھے دو نمازوں کو سفر کے دوران۔" (ت) اور طبرانی نے اپنی دونوں معجموں، یعنی کبیر اور اوسط میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر وعصر

وسلم اذا جذبہ السیر جمع بین الظہر والعصر، والمغرب والعشاء. قال الترمذی: سألت محمدا، یعنی البخاری عن هذا الحدیث، فقال: الصحیح، هو موقوف عن اسامة بن زید¹۔

وحدیث²: احمد بطریق ابن لہیعة عن ابن الزبیر قال: سألت جابرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، هل جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین المغرب والعشاء؟ قال: نعم، عامر غزونا بنی المصطلق³۔ وحدیث⁴ ابن ابی شیبہ وابوجعفر طحاوی:

اما الاول فبطریق ابن ابی لیلی عن ہذیل، واما الآخر فعن ابی قیس الاودی عن ہذیل بن شرجیل عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمع، ولفظ الآخر كان یجمع بین الصلاتین فی السفر³۔ وللطبرانی فی معجمیہ الكبير والاولیٰ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

¹ عمدۃ القاری شرح بخاری باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء، مطبوعہ ادارة الطباعة المنیریہ بیروت ۱۳۹۷ھ
نوٹ: یہ حوالہ مجھے ترمذی کی کتاب العلیل میں نہیں مل سکا اور بڑی کوشش سے عمدۃ القاری سے بلا ہے۔ نذیر احمد سعیدی

² مسند احمد بن حنبل از مسند جابر بن عبد اللہ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۳۴۸/۳

³ مصنف ابن ابی شیبہ من قال یجمع المسافرین الصلوٰتین مطبوعہ ادارة القرآن کراچی ۳۵۸/۲

اور مغرب و عشاء کو جمع کیا تو آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا، آپ نے جواب دیا کہ میں نے اس طرح اس لئے کیا ہے تاکہ میری امت پر کوئی تنگی نہ ہو۔ (ت)

(قدیم میں یہ روایت ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور ترجمہ قدیم ہی کے مطابق کیا گیا ہے)

طبرانی معجم اوسط میں ابو نضرہ سے، وہ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں دو نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے۔ (ت)

مالک کو علی ابن حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ بات پہنچی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دن کو سفر کرنا چاہتے تھے تو ظہر و عصر کو جمع کر لیتے تھے اور جب رات کو سفر کرنا چاہتے تھے تو مغرب و عشاء کو جمع کر لیتے تھے۔ (ت)

بین الظهر والعصر، والمغرب والعشاء، فقیل له فی ذلك، فقال: صنعت ذلك لئلا تخرج امتی¹۔

وحدیث²

طبرانی فی المعجم الاوسط عن عطاعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع بین الصلاتین فی السفر²۔ وحدیث³ "مرسل و بلاغ مالک:

انه بلغه عن علی بن حسین، هو ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم انه کان یقول: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اراد ان یشیر یومه، جمع بین الظهر والعصر، واذا اراد ان یشیر لیلہ، جمع بین المغرب والعشاء³۔

ولہذا سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤطا شریف میں حدیث پنجم روایت کر کے فرماتے ہیں:

ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور جمع بین الصلاتین کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی کو مؤخر کر کے آخر وقت میں پڑھا جائے اور دوسری کو جلدی کر کے اول وقت میں۔ (ت)

بہذا نأخذ، والجمع بین الصلاتین ان تؤخر الاولیٰ منہما فتصلی فی آخر وقتہا، وتعجل الثانية فتصلی فی اول وقتہا، وتعجل الثانية فتصلی فی اول وقتہا⁴۔

یعنی جو اس حدیث میں آیا کہ سے یہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر تبوک میں ظہر و عصر جمع فرماتے ہم

¹ المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۵۲۵ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۶۹/۱۰

² معجم اوسط حدیث نمبر ۵۵۵۸ مکتب المعارف ریاض ۲۶۲/۶

³ مؤطا امام مالک جمع بین الصلاتین میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۲۶

⁴ مؤطا امام محمد باب الجمع بین الصلاتین فی السفر والمطر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۳۱

اسی کو اختیار کرتے ہیں اور جمع کے معنی جمع صوری ہیں۔ مَلَاجی تو ایک ہوشیار ان احادیث اور ان کے امثال کو محتمل و بے سُود سمجھ کر خود بھی زبان پر نہ لائے اور اغوائے عوام کے لئے یوں گول اور پردہ کہہ گئے نہ کہ جمع بین الصلا تین فی سفر صحیح اور ثابت ہے رسول اللہ سے بروایت جماعت عظیمہ کے صحابہ کبار سے۔

پھر پندرہ^{۱۵} صحابہ کرام کے اسمائے طیبہ گنا کر خود ہی کہا لکن مجموعہ روایات میں بعض ایسی ہیں کہ اُن میں فقط جمع کرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دو نمازوں کو بے ان کیا ہے کیفیت جمع کی بیان نہیں کی پس حنفی لوگ اُن حدیثوں میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد اس سے جمع صوری ہے اسی لئے وہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالف کی دخل نہیں ذکر کرتے ہیں تو مصنفین با فہم اُن حدیثوں مجمل الکافیۃ کو بھی انہیں احادیث مبینہ الکافیۃ پر محمول سمجھیں اھ ملخصاً۔

اقول: بالفرض اگر جمع صوری ثابت نہ ہوتی تاہم محتمل تھی اور احتمال قاطع استدلال نہ کہ جب آفتاب کی طرح روشن دلیلوں سے جمع صوری کا احادیث صحیحہ سے ثبوت ظاہر تو اب براہ تلبیس پندرہ ۱۵ صحابہ کی روایت سے اپنے مطلب کا ثبوت صحیح بتانا اور جا بجا عوام کو دہشت دلانے کے لئے کہیں چودہ کہیں پندرہ سنا نا کیا مقتضائے مَلَاجی ہے اب تو مَلَاجی کی تحریر خود اُن پر بازگشتی تیر ہوئی کہ جب احادیث صحیحہ صریحہ سے جمع صوری ثابت تو مصنفین با فہم اُن حدیثوں مجمل الکافیۃ کو بھی انہیں احادیث مبینہ الکافیۃ پر محمول سمجھیں، رہے وہ صحابہ جن کی روایات اپنے زعم میں صریح سمجھ کر لائے اور نص مفسر ناقابل تاویل کہتے ناظرین نقاد کا خوف نہ لائے وہ صرف چار ہیں دو جمع تقدیم دو جمع تاخیر میں، اُن روایات کا حال بھی عنقریب ان شاء اللہ القریب المجیب کھلا جاتا ہے اُس وقت ظاہر ہوگا کہ دعوٰی کر دینا آسان ہے مگر ثبوت دیتی تین ہاتھ پیراتا ہے واللہ الحجة السامیہ۔

فصل دوم ابطال دلائل جمع تقدیم:

واضح ہو کہ جمع تقدیم غایت درجہ ضعف و سقوط میں ہے حتی کہ بہت علمائے شافعیہ و مالکیہ تک معترف ہیں کہ اُس کے باب میں کوئی حدیث صحیح نہ ہوئی مگر مَلَاجی اپنی مَلَاجی کے بھروسے بیڑا اٹھا کر چلے ہیں کہ اُسے احادیث صحیحہ صریحہ مفسرہ قاطعہ سے ثابت کر دکھائیں گے

چلا تو ہے وہ بت سیمتین شب و عدہ

اگر حجاب نہ روکے حیائے یاد آئے

جمع تقدیم و تاخیر دونوں کی نسبت حضرت کے یہی دعوے ہیں، ابھی سُن چکے کہ وہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالف کی دخل نہیں

عہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و صحابہ و بارک و سلم ۱۲ منہ ف معیار الحق ص ۳۶۶

پھر بعد ذکرِ احادیث^۱ فرمایا یہ ہیں دلائل ہمارے جو از جمع پر جن میں کسی طرح عذر اور تاویل اور جرح اور قدح کو دخل نہیں۔ آخر کتاب میں فرمایا^۲: نصوص قاطعہ تاویل۔ اس سے اوپر لکھا: احادیث^۳ صحیح جو جمع بین الصلا تین پر قطعاً اور یقیناً دلالت کرتی ہیں۔

بہت اچھا ہم بھی مشتاق ہیں مگر بے حاصل۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا

جو چہرہ اتواک قطرہ خوں نہ نکلا

حضرت بکمال عرقہ زری دو^۲ حدیثیں تلاش کر کے لائے وہ بھی ثمرہ نظر شریف نہیں بلکہ مقلدین شافعیہ کی تقلید جامد سے۔ حدیث اول: بعض طرق حدیث سیدنا معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس جناب سے روایت صحیحہ معروفہ مشہورہ مرویہ بکرائمہ تو وہ تھی جو ان احادیث مجملہ سے حدیث چہارم میں گزری جس میں سوا جمع کے کوئی کیفیت مخصوصہ مذکور نہ تھی جماعہ رائمہ و حفاظ نے اسے یوں ہی روایت کیا۔

اس حدیث کو ابوالزبیر سے، اس نے ابوالطفیل سے، اس نے معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، حفاظ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے، جن میں سفیان ثوری، قرۃ ابن خالد، مالک بن انس اور دیگر محدثین شامل ہیں۔ سفیان ثوری کی روایت ابن ماجہ کے ہاں ہے۔ قرۃ ابن خالد سے خالد ابن حارث نے جو روایت لی ہے وہ مسلم میں ہے، اور جو عبدالرحمان ابن مہدی نے لی ہے وہ طحاوی میں ہے۔ مالک سے جو روایت شافعی نے لی ہے وہ ان کے مسند میں ہے۔ جو ابن وہب نے لی ہے وہ طحاوی کے ہاں ہے۔ جو ابوالقاسم نے لی ہے وہ نسائی کے پاس ہے۔ جو ابوعلی حنفی نے لی ہے وہ دارمی کے ہاں ہے اور دارمی سے مسلم نے اپنی صحیح میں ذکر کی ہے۔ (ت)

رواہ عن ابی الزبیر عن ابی الطفیل عن معاذ جماعة من الحفاظ، منهم سفین الثوری وقرۃ بن خالد ومالك بن انس وأخرون، أما سفین فعند ابن ماجة، وأما قرۃ فعنه خالد بن الحارث عند مسلم، وعبدالرحمن بن مہدی عند الطحاوی، وأما مالک فعنه الشافعی فی مسنده، وابن وہب عند الطحاوی، و ابوالقاسم عند النسائی، و ابوعلی الحنفی عند الدارمی، وعن الدارمی، مسلم فی صحیحہ۔

یہی اہل علم کے نزدیک معروف ہے مگر ایک روایت غریبہ شاذہ بطریق لیث بن سعد عن یزید بن ابی جیب عن ابی الطفیل یوں آئی: ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان فی غزوة تبوک، اذا ارتحل قبل ان تزیر الشمس اخر الظهر حتی یجمعها الی العصر فیصلیہما جمیعاً، واذا ارتحل بعد زیر الشمس صلی الظهر والعصر جمیعاً ثم صار، وكان اذا ارتحل بعد المغرب

۱۔ معیار الحق ص ۳۸۳، ۲۔ معیار الحق ص ۴۱۸، ۳۔ معیار الحق ص ۴۰۳

عجل العشاء فصلاً مع المغرب¹۔ رواہ احمد و ابو داؤد و الترمذی و ابن حبان و الحاکم و الدارقطنی و البیہقی۔ زاد الترمذی بعد قوله: اذا ارتحل بعد زیغ الشمس، عجل العصر الی الظهر و صلی الظهر و العصر جمیعاً۔ الحدیث² یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں جب سورج ڈھلنے سے پہلے کُوج فرماتے تو ظہر میں دیر کرتے یہاں تک کہ اُسے عصر سے ملاتے تو دونوں کو ساتھ پڑھتے اور جب دوپہر کے بعد کُوج فرماتے تو عصر میں تعجیل کرتے اور ظہر و عصر ساتھ پڑھتے پھر چلتے اور جب مغرب سے پہلے کُوج کرتے مغرب میں تاخیر فرماتے یہاں تک کہ عشاء کے ساتھ پڑھتے اور مغرب کے بعد کُوج فرماتے تو عشاء میں تعجیل کرتے اُسے مغرب کے ساتھ پڑھتے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ غریب ہے معروف روایت ابی ہریرہ ہے:

چنانچہ ترمذی نے کہا کہ وہ حدیث جو لیث نے یزید ابن ابی حبیب سے، اس نے ابوالطفیل سے، اس نے معاذ سے روایت کی ہے، وہ غریب ہے اور اہل علم کے نزدیک معروف معاذ کی وہ حدیث ہے جو ابوالزبیر نے بواسطہ ابوالطفیل معاذ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کیا۔ اس کو قرۃ ابن خالد، سفیان ثوری، مالک اور دوسروں نے ابوالزبیرؒ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

حيث قال: حديث الليث عن يزيد بن ابي حبيب عن ابي الطفيل عن معاذ، حديث حديث غريب والمعروف عند اهل العلم حديث معاذ من حديث ابي الزبير عن ابي الطفيل عن معاذ ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم جمع في غزوة تبوك بين الظهر والعصر، وبين المغرب والعشاء۔ رواة قرۃ بن خالد وسفيان الثوري ومالك وغير واحد عن ابي الزبير المكي³۔

پھر ائمہ شان مثل ابوداؤد و ترمذی و ابوسعید بن یونس فرماتے ہیں اسے سواقیبہ بن سعید کے کسی نے روایت نہ کیا یہاں تک کہ بعض ائمہ نے اُس پر غلط ہونے کا حکم فرمایا⁴ کما نقله الامام البدر في العمدة والشوكاني الظاهري في شرح المنتقى عن الحافظ ابن سعید بن یونس (جیسا کہ امام بدر نے عمدۃ میں اور شوکانی الظاہری نے شرح منتقی میں حافظ ابن سعید بن یونس سے نقل کیا۔ ت) امام ابوداؤد نے

¹ سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مجتہبائی لاہور ۱۷۲/۱

² جامع الترمذی باب ما جاء فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مجتہبائی لاہور ۷۲/۱

³ جامع الترمذی باب ما جاء فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مجتہبائی لاہور ۷۲/۱

⁴ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ابواب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۴۳/۳

منکر کہا کہما فی البدر المنیر وعنه فی النیل (جیسا کہ بدر منیر میں ہے اور اس سے نیل الاوطار نے نقل کیا ہے) بلکہ رئیس الناقدین امام بخاری نے اشارہ فرمایا کہ یہ حدیث نہ لیث نے روایت کی نہ قتیبہ نے لیث سے سنی بلکہ خالد بن قاسم مدائنی متروک بالاجماع مطعون بالکذب نے قتیبہ کو دھوکا دے کر اُن سے روایت کرادی اُس کی عادت تھی کہ براہِ مکر و حیلہ شیوخ پر اُن کی ناشیدہ روایتیں داخل کر دیتا لاجرم حاکم نے علوم الحدیث میں اُس کے موضوع ہونے کی تصریح کی یہ سب باتیں علمائے حنفیہ مثل امام زبیلی شارح کنز و امام بدر عینی شارح صحیح بخاری و علامہ ابراہیم حلبی شارح منیہ کے سوا شافعیہ و مالکیہ و ظاہریہ قائلان جمع بین الصلا تین مثلی امام قسطلانی شافعی شارح بخاری و علامہ زر قانی مالکی شارح مؤطا و مواہب و شوکانی ظاہری شارح منتقی وغیرہم نے امام ابن یونس و امام ابو داؤد و ابو عبد اللہ حاکم و امام الحدیث بخاری سے نقل کیں بلکہ انہیں نے اور ان کے غیر مثل صاحب بدر منیر وغیرہ نے امام ابو داؤد سے حکم مطلق نقل کیا کہ جو مضمون اس روایت کا ہے اس باب میں اصلاً کوئی حدیث قابلِ استناد نہیں کہما سیأتی ان شاء اللہ تعالیٰ (جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گات) تو باوصف تصریحات ائمہ شان خصوصاً بخاری کے پھر ملاجی کا اس روایت کی تصحیح میں عرقِ ریزی بے حاصل اور توثیق لیث و قتیبہ وغیرہما رواۃ و قبول تفرّد ثقہ کے اثبات میں تطویل لاطائل کرنا کیسی جہالتِ فاحشہ ہے کس نے کہا تھا کہ قتیبہ یا لیث یا یزید بن ابی حبیب یا معاذ اللہ حضرت ابو الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضعیف ہیں، ملاجی بایں پیرانہ سالی و دعویٰ محدثی ابھی حدیث معلول ہی کو نہیں جانتے کہ اُس کے لئے کچھ ضعفِ راوی ضرور نہیں بلکہ باوصف و ثاقب و عدالت رواۃ حدیث میں علتِ قارحہ ہوتی ہے کہ اُس کا رد واجب کرتی ہے جسے بخاری و ابو داؤد وغیرہما سے ناقدین پہچانتے ہیں بخاری و ابو سعید و حاکم نے بھی تو قتیبہ پر جرح نہ کی تھی بلکہ یہ کہا تھا کہ انہیں دھوکا دیا گیا غلط میں پڑ گئے پھر اس سے عدالتِ قتیبہ کو کیا نقصان پہنچا، و ثاقبِ قتیبہ سے حدیث کو کیا نفع ملا، ہاں یہ دفتر توثیق اپنے پے شواہن حزم غیر مقلد لامذہب کو سنائیے جس خبیث اللسان نے آپ کو اس روایت کے رد میں سیدنا ابو الطفیل صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عیاداً باللہ مقدوح و مجروح بتایا جسے دوسرے غیر مقلد شوکانی نے نقل کیا، غیر مقلدوں کی عادت ہے کہ جب حدیث کے رد پر آتے ہیں خوفِ خدا و شرمِ دُنیا سب بالائے طاق رکھ جاتے ہیں۔ اسی ابن حزم نے باجے حلال کرنے کے لئے صحیح بخاری شریف کی صحیح و متصل حدیث کو بزعمِ تعلیق رد کیا جس کا بیان امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح صحیح مسلم شریف میں فرمایا وہی ڈھنگ موصول کو معلق مسند کو مرسل بنا کر احادیث صحیحہ جیدہ کو رد کرنے کے لئے آپ نے سیکھے ہیں،

جیسا کہ گزرا اور جو شخص اپنے آباؤ سے مشابہت رکھے اس کا کوئی قصور نہیں۔ ثم اقول پھر میں کہتا ہوں کہ ترمذی کا حسن قرار دینا حدیث معاذ سے متعلق ہے کیونکہ ترمذی نے کہا ہے کہ معاذ کی حدیث حسن غریب ہے اور جب اس روایت کا ذکر کیا اسے حسن نہیں کہا صرف یہ کہا کہ لیث کی زید سے مروی حدیث غریب ہے۔ ترمذی نے یہ افادہ بھی کیا کہ یہ معروف حدیث کے خلاف ہے۔ چنانچہ ترمذی نے کہا ہے کہ اہل علم کے نزدیک معروف، معاذ کی وہ حدیث ہے الخ۔ رہا ابن حبان تو اسکی سعید ابن یونس پر کوئی برتری ہمارے علم میں نہیں ہے کیونکہ سعید بھی ثقہ ہے ثبت ہے، حافظ ہے اور حدیث کے اماموں میں سے ایک امام ہے دونوں ہم زمان ہیں اور امام ابو عبد الرحمن نسائی کے شاگردوں میں سے ہیں۔ تاہم ابن یونس فلسفی روح سے پاک ہونے کی وجہ سے لوگوں کے ہاں ابن حبان سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ امام ابو عمر ابن صلاح نے طبقات الشافعیہ میں کہا ہے کہ ابن حبان کو تصرفات حدیث کے دوران بسا اوقات شدید غلطی لگ جاتی تھی، جیسا کہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں بے ان کیا ہے۔ تو پھر ابن حبان ابو داؤد کے قریب بھی کہاں پہنچ سکتا ہے، چہ جائے کہ اس کا ہمسر ہو، چہ جائے کہ اس کے مقابل ہو۔ اور علم کے عظیم پہاڑ محمد بن اسمعیل (بخاری) کا مقام تو پھر بہت ہی اونچا ہے، جبکہ ابن حبان احادیث کو صحیح قرار دینے میں تساہل ہے۔ بلکہ حسن قرار دینے میں بھی یہ اور ترمذی

کما تقدم، ومن يشبه اباہ فمأظم ثم اقول: وتحسين الترمذی يرجع الی حدیث معاذ، لقولہ: حدیث معاذ حدیث حسن غریب۔ واذا اتی علی هذه الروایة لم یحسنہ، انما قال: و حدیث اللیث عن یزید غریب۔ وافادہ خلاف المعروف، فقال: والمعروف عند اهل العلم حدیث معاذ¹۔ الخ واما ابن حبان فلانعلم له فضلا علی ابی سعید بن یونس، فانه ایضاً ثقہ، ثبت، حافظ، امام من ائمة الشان، كلاهما من الاقران، من تلامذة الامام النسائی ابی عبد الرحمن، وابن یونس، لنزاهته من نفس فلسفی، احب الی الناس من ابن حبان۔ وقد قال الامام ابو عمرو بن الصلاح فی طبقات الشافعیة: ربما غلط الغلط الفاحش فی تصرفاته²، كما نقله الذہبی فی تذکرۃ الحفاظ۔ فانی یدانی اباداؤد، فضلا ان یواذیه، فضلا ان یباریه، فضلا عن ذاك الجبل الجلیل محمد بن اسمعیل یوقد عرف بالتساهل فی باب التصحیح؛ بل والتحسین، هو والترمذی: كما نص

¹ جامع الترمذی باب ماجاء فی الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مجتہبائی لاہور ۱/۲۷۱

² تذکرۃ الحفاظ فی ترجمہ ابن حبان مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۲۶/۳

تساؤل ہیں، جیسا کہ ائمہ نے تصریح کی ہے اور ہم نے اپنے رسالے "مدارج طبقات الحدیث" میں تحقیق کی ہے۔ علاوہ ازیں ایسے مقام پر جرح، تعدیل سے مقدم ہوتی ہے کیونکہ جو علماء، حدیث کو ثابت قرار دیتے ہیں وہ صرف راویوں کا ثقہ ہونا مد نظر رکھتے ہیں اور اس خامی سے آگاہ نہیں ہوتے ہیں جس سے دوسرے واقف ہوتے ہیں اور آگاہی رکھنے والے، آگاہی نہ رکھنے والوں کی بنسبت فیصلہ کن ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم من کل اعلم۔ (ت)

عليه الاثمة وحققناه في رسالتنا مدارج طبقات
۱۳۱۳ھ الحدیث علی ان الجرح مقدم فی مثل
المقام، فان من اثبت فأنما نظر الی ثقة الرواة،
ولم یطلع علی ما اطلع علیه غیره من العلة، ومن
یعلم قاض علی من لا یعلم۔ واللہ اعلم، من کل
اعلم۔

ثم اتول: اس روایت میں اسی طرح مقال واقع ہوئی اور ہنوز کلام طویل ہے مگر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کہتا ہے نظر تحقیق کو رخصت تدریجاً دیکھتے تو اس روایت کا کون سا حرف جمع حقیقی میں نص ہے اس کا حاصل تو صرف اس قدر کہ حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر تبوک میں ظہر و عصر کو جمع فرماتے اگر دو پہر سے پہلے سوچ ہوتا تو راہ میں اتر کر ورنہ منزل ہی پر پہلی صورت میں جمع بعد سیر ہوتی ہے اور دوسری میں سیر بعد جمع پھر اس میں جمع صوری کا خلاف کیا ہوا حدیث کا کون سا لفظ حقیقی کا تعین کر رہا ہے اذّا تحل بعد زلیح الشمس میں خواہی نخواستی بعدیت متصلہ پر کیا دلیل ہے بلکہ اس کے عدم پر دلیل قائم کہ جزا صلی ثم سارہ بلکہ الفاظ اخر الظهر وعجل العصر سے جمع صوری ظاہر ہے ظہر دیر کر کے پڑھی عصر جلد پڑھی اس سے یہی معنی مفہوم و متبادر ہوتے ہیں کہ ظہر اپنے آخر وقت میں عصر اپنے شروع وقت میں نہ یہ کہ ظہر عصر میں پڑھی جائے یا عصر ظہر میں، ولہذا علمائے کرام مثل امام اجل طحاوی و ابوالفتح ابن سید الناس وغیرہما بلکہ ان کے علاوہ آپ کے امام شوکانی نے بھی ان الفاظ تاخیر و تعجیل کو جمع صوری کی صریح دلیل مانا، شرح مننتی میں کہا:

جن وجوہات کی بنا پر اس باب کی حدیث کو جمع صوری پر حمل کرنا متعین ہو جاتا ہے ان میں سے ایک وجہ وہ روایت ہے جس کی نسائی نے ابن عباس سے ان الفاظ میں تخریج کی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھا اور مغرب و عشا کو بھی اکٹھا پڑھا۔ آپ نے ظہر میں تاخیر اور عصر میں تعجیل فرمائی، اسی طرح مغرب میں تاخیر اور عشا میں تعجیل فرمائی تو یہ ابن عباس

مبايدل علی تعین حمل حدیث الباب علی الجمع
الصوری، ماخرجه النسائی عن ابن عباس،
بلفظ: صلیت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
الظهر والعصر جیبیاً، والمغرب والعشاء جیبیاً،
اخر الظهر وعجل العصر، و اخر المغرب وعجل
العشاء۔ فهذا ابن عباس،

راوی حدیث الباب. قد صرح بأن ما وراءه من الجمع المذكور هو الجمع الصوري ¹ ۔	جو حدیث کے راوی ہیں خود ہی واضح کر رہے ہیں کہ انہوں نے جمع کی جو روایت ہے ان کی ہے اس سے مراد جمع صوری ہے۔ (ت)
--	--

اسی میں ہے:

ومن المؤیدات للحصل علی الجمع الصوری ایضاً، ما خرجه ابن جریر عن ابن عمر، قال: خرج علينا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فكان يؤخر الظهر ويعجل العصر فيجمع بينهما، ويؤخر المغرب ويعجل العشاء فيجمع بينهما۔ وهذا هو الجمع الصوري ² ۔	جمع صوری پر حمل کرنے کی مؤیدات میں سے وہ روایت بھی ہے جو ابن جریر نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے ان کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس باہر تشریف لائے تو ظہر کو مؤخر کرتے تھے اور عصر کو جلدی، اس طرح دونوں کو یکجا پڑھ لیتے تھے۔ اسی کو جمع صوری کہتے ہیں۔ (ت)
--	---

معزدا ظہر و مغرب کا جب وقت کھودنا ٹھہرا تو عصر و عشاء میں جلدی کا ہے کی، اطمینان سے منزل پر پہنچ کر دونوں پڑھ لی جاتیں، ہاں جمع صوری ان کی تعجیل ہی سے ممکن، تو حدیث اسی طرف ناظر، بالجملہ شک نہیں کہ یہ روایت بھی انہیں احادیث مجملہ الکافیہ سے ہے جسے ملائی نے خواہی نخواہی جمع حقیقی میں نص مفسر ناقابل تاویل مان لیا، الحمد للہ اس تحریر کے بعد مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے مطالعہ نے ظاہر کیا کہ مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے حدیث کی یہی تفسیر کی جو فقیر نے تقریر کی، فرماتے ہیں:

(جمع بین الظهر والعصر) ای فی المنزل، بأن آخر الظهر الی آخر وقتہ وعجل العصر فی اول وقتہ۔	(ظہر و عصر کو جمع کیا) یعنی قیام گاہ میں، ظہر کو آخر وقت تک مؤخر کیا اور عصر کو تعجیل کر کے اول وقت میں پڑھا۔ (ت)
---	---

پھر فرمایا:

(جمع بین المغرب والعشاء) ای فی المنزل،	(مغرب و عشاء کو جمع کیا) یعنی جائے قیام میں، جیسا کہ پہلے گزرا۔ (ت)
--	---

کما سبق³۔

¹ نیل الاوطار شرح متقی الاخبار باب الجمع المقيم لطر او غيره مطبوعه مصطفى الباني مصر ۲۴۶/۳

² نیل الاوطار شرح متقی الاخبار باب الجمع المقيم لطر او غيره مطبوعه مصطفى الباني مصر ۲۴۶/۳

³ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب صلوة السفر مطبوعه مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۲۵/۳

حدیث دوم: اور تم نے کیا جانا کیا حدیث دوم وہ حدیث جسے جمع صلاتین سے اصلاً علاقہ نہیں جس میں اثبات جمع کا نام نہیں نشان نہیں، بو نہیں، گمان نہیں۔ خود قائلین جمع نے بھی اُسے مناظرہ میں پیش نہ کیا، ہاں بعض علمائے شافعیہ نے شرح حدیث میں استطراداً جس طرح شرح بعض فوائد زوائد حدیث سے استنباط کر جاتے ہیں لکھ دیا کہ اس میں جمع سفر پر دلیل ہے ملاجی چار طرف ٹول میں تھے ہی تقلید جامد شافعیہ کی لاٹھی پکڑے انہیں بند کیے پہنچے فیہ دلیل پر ہاتھ پڑا بکرم لکل ساقطۃ لاقطۃ (ہر گرمی ہوئی چیز کو کوئی اٹھانے والا ہوتا ہے۔ ت) جھٹ خوش خوش اٹھالائے اور معرکہ مناظرہ میں جمادی وہ کیا یعنی حدیث صحیحین

ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوپہر کے وقت مقام بطحاء میں ہمارے پاس باہر تشریف لائے تو وضو کیا اور ہمیں ظہر و عصر کی نماز پڑھائی۔ اور بخاری کے الفاظ یوں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوپہر کے وقت ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور مقام بطحاء میں ظہر کی دو رکعتیں اور عصر کی بھی دو رکعتیں اور فرمائیں۔ (ت)

عن ابی جحیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خرج علینا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالہاجرة الی البطحاء، فتوضاً فصلی لنا الظہر والعصر¹۔ ولفظ البخاری، خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالہاجرة، فصلی بالبطحاء الظہر رکعتین والعصر رکعتین²۔

سچ تو ہے ملاجی کی داد نہ فریاد، اب کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت اسے جمع حقیقی کی دلیل نہ صرف دلیل بلکہ صاف صریح نہ صالح تاویل بتانا کن کھلی آنکھوں کا کام ہے سبحان اللہ! حدیث کا مفاد صرف اتنا کہ حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوپہر کو یا ظہر کے اول وقت یا عصر سے پہلے خیمہ اقدس سے برآمد ہو کر وضو کیا اور ظہر و عصر دونوں اسی موضع بطحاء میں ادا فرمائیں اس میں تو مطلق جمع بھی نہ نکلی نہ کہ جمع حقیقی میں نص ہو، ملاجی تو آپ جانیں ایک ہو شیار ہیں خود سمجھے کہ حدیث مطلب سے محض بے علاقہ ہے لہذا یہ نامندمل زخم بھرنے کو بشرم عوام کچھ عربی بولے اور یوں اپنی خود دانی کے پردے کھولے کہ ف ہاجرہ خروج و وضو و صلاة سب کی ظرف ہے اور فاتر تیب بے مہلت کے لئے تو بمقتضائے فامعنی یہ ہونے کہ یہ سب کام ہاجرہ میں ہو لیے، ظاہر یہی ہے تو اس سے عدول بے مانع قطعی ناروا، علاوہ بریں عصر ظہر پر معطوف اور صلی تو ضاً سے بے مہلت مربوط تو معطوف معمول کو جدا کر لینا کیونکر جائز اراہ ملخصاً مہذباً مترجماً اس پر بہت وجوہ سے رد ہیں، مثلاً

1 صحیح مسلم: باب سترۃ المصلیٰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۹۶۱

2 صحیح بخاری کتاب المناقب، باب صفت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ۵۰۲۱

اول: فا کو ترتیب ذکر کی کافی، مسلم الثبوت میں ہے:

الفاء للترتیب علی سبیل التعقیب و لوفی الذکر ¹ -	فاء ترتیب کے لئے بطور تعقیب ہے خواہ یہ ترتیب ذکر میں ہو۔ (ت)
--	--

ثانی: عدم مہلت ہر جگہ اُس کے لائق ہوتی ہے کما فی فواتح الرحموت² (جیسا کہ فواتح الرحموت میں ہے۔ ت) تزوج فولدہ میں کون کہے گا کہ نکاح کرتے ہی اسی آن میں بچہ پیدا ہو تو جیسے وہاں تقریباً ایک سال کا فاصلہ منافی مقتضائے فائز نہیں، ظہر و عصر میں دو ساعت کا فاصلہ کیوں منافی ہوگا۔

ثالث: ہاجرہ ظرف خروج ہے ممکن کہ خروج آخر ہاجرہ میں ہو کہ وضو و نماز ظہر تک تمام ہو جائے اور نماز عصر بلا مہلت اُس کے بعد ہو، ہاجرہ کچھ دوپہر ہی کو نہیں کہتے زوال سے عصر تک سارے وقت ظہر کو بھی شامل ہے کما فی القاموس۔ تو مخالفت ظاہر کا ادعا بھی محض باطل۔

رابع: حدیث مروی بالمعنی ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے تصریح کی کہ ایسی حدیث کے فا و وا وغیرہما سے استدلال صحیح نہیں کما فی الحجۃ البالغۃ۔ یہ تلخیص و تہذیب اوجبہ ہے وقد ترکنا مثلها فی العدد (اور ہم نے اتنے ہی جوابات ترک کر دیے ہیں۔ ت) و انا اقول: وبحول اللہ اصول۔

خامس: ہاجرہ کو ظرف افعال ثلاثہ کہنا محض ادعائے بے دلیل ہے "و" تعقیب چاہنی ہے۔ اتحاد زمانہ نہیں چاہتی بلکہ تعدد واجب کرتی ہے کہ تعقیب بے تعدد معقول نہیں۔

سادس: ظرفیت ثلاثہ فاسے ثابت یا خارج سے اول بدایتاً باطل کما علمت بر تقدیر ثانی حدیث فالغو محض ہے کہ عصر فی الہاجرہ اسی قدر سے ثابت، پھر باوصف لغویت اسی کی طرف اسناد کہ بمقتضائے فایہ معنی ہوئے اور عجیب تر۔

سابع: ذرا صفت حجۃ الوداع میں حدیث طویل سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحیح مسلم وغیرہ میں ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

فلما کان یوم الترویۃ توجھوا الی منی فآھلوا بالحج و رکب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصلی بہا الظھر والعصر والمغرب والعشاء والفجر ³ -	جب آٹھویں ذی الحجہ کی ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حج کا احرام باندھ کر منیٰ کو چلے اور حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوار ہوئے تو منیٰ میں ظہر و عصر و مغرب و عشاء و فجر پانچوں نمازیں پڑھیں۔ (م)
--	---

1 مسلم الثبوت مسئلہ الفاء للترتیب مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۶۱

2 فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مع المستضی، بحث الفاء للتعقیب، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قمر ایوان ۲۳۴/۱

3 الصحیح لمسلم باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۹۶/۱

لما جی وہی فاعے وہی ترتیب وہی عطف وہی ترکیب۔ اب یہاں کہہ دینا کہ سوار ہوتے ہی معاً بے مہلت پانچوں نمازیں ایک وقت میں پڑھ لیں جو معنی صلی الظهر والعصر الخ کے یہاں ہیں وہی وہاں اور یہ قطعاً محاورہ عامہ شائعہ سائنز ہے کہ اصلاً مفید وصل صلوات نہیں ہوتا ومن ادعی فعلیہ البیان (جو شخص دعویٰ کرتا ہے اس کے ذمے دلیل ہے۔ ت) ہا من: کلام متناقض ہے کہ اڈل کلام میں حکم وصل سے عصر کا فعل خلاف ظاہر مانا یہ دلیل صحت ہے آخر میں کیونکر جائز کہا یہ دلیل فساد۔

تاسع: تاویل کے لئے قطعیت مانع ضروری جاننا عجب جہل ہے کیا اگر کسی حدیث کے ظاہر سے ایک معنی متبادر ہوں اور دوسری حدیث صحیح اُس کے خلاف میں صریح تو حدیث اول کو اس کے خلاف ہی پر حمل واجب ہے کہ بے مانع قطعی ظاہر سے عدول کیونکر ہو نقل کر لانا سہل ہے محل و مقام و مقصد کلام کا سمجھنا نصیب اعدا۔

عاشر: آپ جو اپنی نصرت خیالات کو احادیث صحیحہ میں جا بجا تاویلاتِ رکیکہ بارہہ کرتے ہیں اُن کے جواز کا فتویٰ کہاں سے پایا، مجتہدات میں قاطع کہاں، مثلاً وقتِ ظہر یک مثل بنانے کو جو حدیث صحیح صریح بخاری حتیٰ ساوی الظل التلول کے معنی بگاڑے جن کا ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب آتا ہے اُس کا عذر کیا معقول ارشاد ہوتا ہے: منشاء تاویلات کا یہی ہے کہ احادیث صحیحہ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد ایک مثل کے وقت ظہر کا نہیں رہتا ثابت ہیں پس جمعاً بین الاولیہ یہ تاویلیں حقہ کی گئیں اب خدا جانے بے قطعیت مانع یہ تاویلیں حقہ کیونکر ہوئیں مخالفتِ ظاہر کے باعث سلفہ کیوں نہ ہو گئیں۔

حادی عشر: طرفہ نزاکت صدر کلام میں یہ بیڑا اٹھا کر چلے کہ وہ حدیثیں جن میں تاویل مخالف کو دخل نہیں ذکر کرتے ہیں اور یہاں ایسے گرے کہ صرف ظاہر سے سند لائے تاویل خود ہی مان گئے۔

ثانی عشر: آپ کی فضولیات کی گنتی کہاں تک اصل مقصود کی دھجیاں لیجئے صحیحین میں حدیث مذکور کے یہ لفظ تو دیکھیے جن میں فاء سے یہ فی نکالی، مگر یہی حدیث انہیں صحیحین میں متعدد طرق سے بلفظ ثم آئی جو آپ کی تعقیب بے مہلت کو تعاقب سے دم لینے کی مہلت نہیں دیتی۔ صحیح بخاری شریف باب صفة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

<p>بطریقہ شعبہ، وہ حکم سے راوی ہے کہ میں نے ابو جحیفہ کو کہتے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوپہر کے وقت بطحاء کی طرف نکلے تو وضو کیا، پھر ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں اور</p>	<p>بطریق شعبہ عن الحكم. قال: سعت ابا جحيفة. قال: خرج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بالهاجرة الى البطحاء فتوضأ، ثم صلى الظهر</p>
---	--

رکعتین والعصر رکعتین¹۔

عصر کی دو رکعتیں۔ (ت)

نیز باب مذکور

بطریقہ مالک ابن مغول، وہ عون سے، وہ اپنے والد سے۔ اس روایت میں ہے کہ بلال (خیمے سے) نکلے اور نماز کے لئے پکارا، پھر اندر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی لے آئے تو اس کو حاصل کرنے کے لئے لوگ اس پر ٹوٹ پڑے، بلال پھر اندر گئے اور عصا نکال لائے، اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی باہر تشریف لے آئے گویا کہ میں اب بھی آپ کی ساقین کی چمک دیکھ رہا ہوں بلال نے عصا (بطور سترہ) زمین پر گاڑ دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی دو دو رکعتیں پڑھیں۔ (ت)

بطریق مالک بن مغول عن عون عن ابیہ، وفیہ، خرج بلال فنادی بالصلاة، ثم دخل فأخرج فضل وضوء رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فوقع الناس عليه يأخذون منه، ثم دخل فأخرج العنزة، وخرج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، كاني انظر الى وبيض ساقیه، فركز العنزة، ثم صلى الظهر ركعتين والعصر ركعتين²۔

چلے کہاں کو، ان دو نے تو آپ کی تعقیب ہی بگاڑی ہے، تیسرا اور نہ لیے جاؤ جو خود ظہر و عصر میں فاصلہ کر دکھائے، صحیح مسلم شریف

بطریقہ سفیان، وہ عون سے، وہ اپنے والد ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے۔ اس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو وضو کیا اور بلال نے اذان دی، پھر عصا گاڑا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے، تو ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں، پھر عصر کی دو رکعتیں پڑھیں، اس کے بعد مدینہ کو واپسی تک دو ہی رکعتیں پڑھتے رہے۔ (ت)

بطریق سفین ناعون بن ابی جحيفة عن ابیہ، وفیہ، فخرج النبی صلی الله تعالى عليه وسلم فتوضأ، واذن بلال، ثم ركزت العنزة، فتقدم فصلی الظهر ركعتين، ثم صلى العصر ركعتين، ثم لم يزل يصلى ركعتين حتى رجع الى المدينة³۔

1 صحیح بخاری کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ۵۰۲/۱

2 صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ۵۰۳/۱

3 صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب سترۃ الصلی الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱۹۶/۱

مآجی! اب مزاج کا حال بتائیے ع

حفظت شیئاً وغابت عنك اشیاء

(تُو نے ایک چیز یاد رکھی اور بہت سی چیزیں تُجھ سے اوجھل رہ گئیں۔ ت)

الحمد لله اس فصل کے بھی اصل کلام نے وصل ختام بروجہ احسن پایا۔ اب حسب فصل اول چند افاضات لیجئے:

افاضہ اولیٰ: ہمارے اجدائے حنفیہ مالکیہ شافعیہ اور مآجی کے امام ظاہر یہ سب بالاتفاق اپنی کتب میں نقل کر رہے ہیں کہ امام اجل ابوداؤد صاحب سنن نے فرمایا:

لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائمہ ¹ ۔	جمع تقدیم میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ (ت)
--	--

امام زبلی فرماتے ہیں:

قال ابوداؤد: و لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائمہ ² ۔	ابوداؤد نے فرمایا: تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ (ت)
---	--

امام بدر محمود عینی حنفی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

قلت: حکى عن ابى داؤد انه انكر هذا الحديث، وحكى عنه ايضاً. انه قال: لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائمہ ³ ۔	میں نے کہا: ابوداؤد سے منقول ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو منکر کہا ہے۔ ان سے یہ بھی منقول ہے کہ تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ (ت)
---	--

اسی طرح علامہ سید میرک شاہ حنفی نے نقل فرمایا مولانا علی قاری کی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

حكى عن ابى داؤد انه قال: لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائمہ۔ نقله ميرك۔ فهذا شهادة بضعف الحديث وعدم قيام الحجة للشافعية ⁴ ۔	ابوداؤد سے منقول ہے کہ تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے، یہ بات میرک نے نقل کی ہے۔ یہ حدیث کے ضعیف ہونے اور شافعیوں کی دلیل قائم نہ ہونے پر شہادت ہے۔ (ت)
---	---

امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں: قد قال ابوداؤد:

¹ شرح الزرقانی علی الموطأ للجمع بین الصلتین مطبوعہ مطبعة الاستقامة قاہرہ مصر ۱۲۹۲

² تبیین الحقائق اوقات الصلوٰۃ مطبوعہ المطبعة الکبری الامیر یہ بولاق مصر ۱۸۹۱

³ عمدۃ القاری شرح بخاری باب الجمع فی السفر الخ مطبوعہ ادارة الطباعة المنیریہ دمشق ۱۵۱۷

⁴ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب صلوٰۃ السفر مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۲۵/۳

ولیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم¹۔ (ابوداؤد نے فرمایا: تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ ت) بعینہ اسی طرح علامہ زر قانی مالکی نے شرح موطائے امام مالک و نیز شرح مواہب لدنیہ و منہج محمدیہ میں فرمایا شوکانی غیر مقلد کی نیل الاوطار میں ہے: قال ابوداؤد: هذا حدیث منکر و لیس فی جمع التقدیم حدیث قائم²۔

بھلا ابوداؤد سا امام جلیل الشان یہ تصریح فرمایا جسے علمائے مابعد حتیٰ کہ قائلان جمع بھی بلا تکبر و انکار نقل فرماتے آئے، نہ آج تک کوئی اس کا پتہ دے سکا، اب مٹا جی چاہیں کہ میں حدیث صحیحین سے ثابت کر دوں یہ کیونکر بنی مگر قیامت لطیفہ دلربا کھسیانی ادا یہ ہے کہ جھنجھلائی نظروں سے جل کر فرمایا: کچھ غیرت آوے تو نشان دہی کریں کہ ابوداؤد نے کون سی کتاب میں یہ قول کہا ہے، یعنی نقول ثقات عدول محض مردود و نامقبول جب تک قائل خود اپنی کتاب میں تصریح نہ کرے اُس سے کوئی نقل معتبر نہ ہوگی۔

اقول: مٹا جی! ان جھنجھلا ہٹوں میں حق بجانب تمہارے ہے تم دلی کی ٹھنڈی سڑک پر ہوا کھلانے کے قابل نہ تھے یہ حنفی لوگ عبرت تمہیں چھوڑ کر بو کھلائے دیتے ہیں بھلا اولاً اتنا تو ارشاد ہو کہ بہت ائمہ جرح و تعدیل و تصحیح و تضعیف وغیرہم ایسے گزرے جن کی کوئی کتاب تصنیف نہیں بیان سے نقل معتبر ہونے کا کیا ذریعہ ہوگا۔

ثانیاً: آپ جو اپنی مبلغ علم تقریب کے بھروسے رواۃ میں کسی کو ثقہ کسی کو ضعیف کسی کو چنیں کسی کو چنناں کہہ رہے ہیں ظاہر ہے کہ مصنف تقریب نے اُن میں کسی کا زمانہ تک نہ پایا صدہا سال بعد پیدا ہوئے انہیں دیکھنا اور اپنی نگاہ سے پرکھنا تو قطعاً نہیں اسی طرح ہر غیر ناظر میں یہی کلام ہوگا، اب رہی دیکھنے والوں سے نقل سوا مواضع عدیدہ کے ثبوت تو دیتے کہ ناظرین مبصرین نے اپنی کس کتاب میں اُن کی نسبت یہ تصریحیں کی ہیں۔

ثالثاً: آپ کی اسی کتاب میں اور بیسیوں نقول سلف سے ایسی نکلیں گی کہ آپ حکایات متاخرین کے اعتقاد پر نقل کر لائے اور اُن سے احتجاج کیا کچھ غیرت رکھتے ہو تو نشان دہی کرو کہ وہ باتیں منقول عنہم نے کس کتاب میں لکھی ہیں مگر یہ کہیے کہ یجوز للوہابی ما لا یجوز لغيره (دہابی کے لئے وہ کچھ جائز ہے جو دوسروں کے لئے جائز نہیں۔ ت)

افاضہ ثانیہ: رہی اس باب میں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی احمد و شافعی و عبدالرزاق و بیہقی:

<p>و هذا حدیث احمد اذ یقول حدثنا عبدالرزاق اخبرنا ابن جریج اخبرني حسين بن عبدالله بن عبيد الله بن عباس عن عكرمة و</p>	<p>اور یہ احمد کی حدیث ہے، حدیث بے ان کی ہم سے عبدالرزاق نے، اس کو خبر دی ابن جریج نے، اس کو خبر دی حسین بن عبد اللہ بن عبید اللہ بن عباس نے کہ عکرمہ اور</p>
---	---

¹ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری باب یؤخر النظر الی العصر الخ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۲۰۲۲

² نیل الاوطار شرح منتهی الاخبار ابواب الجمع بین الصلوئتین مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۰۰۳

کریب، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس نے ہم سے پوچھا: "کیا میں تمہیں سفر کے دوران رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہم نے کہا: "کیوں نہیں (ضرور بتائیں) انہوں نے کہا کہ اگر جائے قیام پر زوال ہو جاتا تھا تو سوار ہونے سے پہلے ظہر اور عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے اور اگر جائے قیام پر زوال نہیں ہوتا تھا تو چل پڑتے تھے اور جب عصر ہوتی تھی تو اتر کر ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے۔ اس روایت کی طرف ابو داؤد نے تعلیقاً اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو ہشام ابن عروہ نے حسین ابن عبد اللہ سے، اس نے کریب سے، اس نے ابن عباس سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ مگر ابو داؤد نے اس کے الفاظ ذکر نہیں کئے ہیں۔ (ت)

کریب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: الا اخبرکم عن صلاة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في السفر؟ قلنا: بلى. قال: كان اذا زاغت الشمس في منزله جمع بين الظهر والعصر. قبل ان يركب، واذا لم تزغ له في منزلة سار، حتى اذا كانت العصر، نزل فجمع بين الظهر والعصر. و اشار اليه ابو داؤد تعليقا¹. فقال: رواه هشام بن عروة عن حسين بن عبد الله عن كريب عن ابن عباس عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ولم يذكر لفظه².

خود قائلان جمع اس کا ضعف تسلیم کر گئے شاید اسی لئے کچھ سوچ سمجھ کر لکھا جی بھی اُس کا ذکر زبان پر نہ لائے لہذا اس میں زیادہ کلام کی ہمیں حاجت نہیں تاہم اتنا معلوم رہے کہ اُس کے راوی حسین مذکور ائمہ شان کے نزدیک ضعیف ہیں۔ بجلی نے فرمایا: ضعیف۔ ابو حاتم رازی نے فرمایا: ضعیف، یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ³ (ضعیف ہے، اس کی حدیث لکھی جائے مگر اس سے استدلال نہ کیا جائے۔ ت) ابو زرہ وغیرہ نے کہا: لیس بقوی (قوی نہیں ہے۔ ت) جوز جانی نے کہا: لایشتغل بہ⁴ (اس کے ساتھ مشغول ہونا چاہئے۔ ت) ابن حبان نے کہا: یقلب الاسانید ویرفع المر اسیل⁵ (اسنادوں کو پلٹ دیتا تھا اور مر اسیل کو مرفوع

1 مسند امام احمد بن حنبل از مسند عبد اللہ بن عباس مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۳۲۷

2 سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مطبع مجتہبی لاہور ۱/۱۷۱، مصنف، ابی بکر عبد الرزاق بن ہمام جمع بین الصلاتین مطبوعہ المکتب الاسلامی

بیروت ۲/۵۳۸

3 ارشاد الساری باب یؤخر الظہر الی العصر الخ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۲/۵۳۸

4 میزان الاعتدال ترجمہ حسین بن عبد اللہ ۲۰۱۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۵۳

5 نیل الاوطار شرح مستقی الاخبار ابواب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳/۲۳۴

بنادیتا تھا۔ (محمد بن سعد نے کہا: کان کثیر الحدیث، ولم ارهم یحتجون بحدیثہ (حدیثیں بہت بیان کرتا تھا، علماء اس کی احادیث سے استدلال نہیں کرتے تھے۔) یہاں تک کہ نسائی نے فرمایا: متروک الحدیث امام بخاری نے فرمایا علی بن مدینی نے کہا: ترک حدیثہ¹ (میں نے اسکی حدیث کو ترک کر دیا ہے۔) لاجرم حافظ نے تقریب میں کہا: ضعیف۔ اس حدیث کی تضعیف شرح بخاری قسطلانی شافعی و شرح مؤطا زر قانی مالکی و شرح منتقی شوکانی ظاہری میں دیکھیے، ارشاد میں فتح الباری سے ہے:

لیکن اس کا ایک شاہد ہے جو بطریقہ حماد مروی ہے حماد ایوب سے، وہ ابوقلابہ سے، وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) میرے خیال میں یہ روایت مرفوع ہی ہے کہ جب سفر کے دوران کسی منزل پر اترتے تھے اور وہ جگہ پسند آجاتی تھی تو وہاں ٹھہر جاتے تھے یہاں تک ظہر و عصر کو یکجا پڑھتے تھے پھر سفر شروع کرتے تھے اور اگر کوئی ایسی منزل مہیا نہیں ہوتی تھی تو چلتے رہتے تھے یہاں تک کہ کسی جگہ اتر کر ظہر و عصر کو جمع کر لیتے تھے۔ اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن اس کا مرفوع ہونا مشکوک ہے، محفوظ بات یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔ بیہقی نے ایک اور سند سے بھی اس کو روایت کیا ہے جس کے مطابق اس کا ابن عباس پر موقوف ہونا یقینی ہے، اس کے الفاظ اس طرح ہیں جب تم چلنے والے ہو (تویوں کیا کرو کہ۔۔۔۔۔) اس کے بعد درج بالا طریقہ مذکور ہے۔ (ت)

لکن له شاهد من طریق حماد عن ایوب عن ابی قلابة عن ابن عباس، لا اعلمه الا مرفوعاً، انه كان اذا انزل منزلاً في السفر فاعجبه اقام فيه، حتى يجمع بين الظهر والعصر، ثم یرتحل، فاذا لم يتهيأ له المنزل مد في السير فسار حتى ينزل، فيجمع بين الظهر والعصر۔ خرجہ البیہقی، ورجاله ثقات، الا انه مشكوك في رفعه، والمحفوظ انه موقوف۔ وقد اخرجہ من وجه آخر، مجزوماً بوقفه علی ابن عباس، ولفظه: اذا كنتم سائرين، فذكر نحوه²۔

شرح مؤطا میں اسے ذکر کر کے فرمایا: وقد قال ابو داؤد ليس في تقديم الوقت حديث قائم³ (ابوداؤد نے فرمایا، تقدیم وقت پر کوئی حدیث ثابت نہیں۔) ت
اقول: وہ ضعیف اور اُس کا یہ شاہد موقوف اگر بالفرض و مرفوع بھی ہوتے تو کیا کام دیتے کہ اُن کا

¹ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ابواب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳/۲۲۴

² ارشاد الساری شرح بخاری باب یؤخر الظہر الی العصر اذا رتل الخ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت ۲/۲۰۳

³ شرح الزرقانی علی مؤطا امام مالک، الجمع بین الصلاتین والحضر والسفر، مطبوعہ المكتبة التجارية الکبریٰ مصر ۱۱/۲۹۲

حاصل تو یہ کہ جو منزل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند آتی اور دوپہر وہیں ہو جاتا تو ظہر و عصر دونوں سے فارغ ہو کر سوار ہوتے اس میں عصر کا پیش از وقت پڑھ لینا کہاں نکلا بعینہ اسی بیان سے شاہد کا سار حتیٰ یزید فی جمع حقیقی پر اصلاً شاہد نہیں اور کانت العصر کا جواب بعونہ تعالیٰ بیانات آئندہ سے لیجئے وباللہ التوفیق اگر کہیے روایت شافعی یوں ہے:

<p>خبر دی مجھے ابن ابی یحییٰ نے حسین ابن عبد اللہ سے کہ کریب نے ابن عباس سے روایت کی ہے، اس کے بعد مندرجہ بالا روایت مذکور ہے اور اس میں ہے کہ زوال کے وقت ظہر و عصر کو جمع کرتے تھے۔ (ت)</p>	<p>اخبرنی ابن ابی یحییٰ عن حسین بن عبد اللہ بن عبید اللہ بن عباس بن کریب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، فذكر الحديث، وفيه جمع بين الظهر والعصر في الزوال¹۔</p>
---	---

اقول: اس کی سند میں ابن ابی یحییٰ افضی قدوری معتزلی جہمی بھی متروک واقع ہے امام اجل یحییٰ بن سعید بن قطعان و امام اجل یحییٰ بن معین و امام اجل علی بن مدینی و امام یزید بن ہارون و امام ابو داؤد و غیر ہم اکابر نے فرمایا: کذاب تھا۔ امام احمد نے فرمایا: ساری بلائیں اُس میں تھیں۔ امام مالک نے فرمایا: نہ وہ حدیث میں ثقہ ہے نہ دین میں۔ امام بخاری نے فرمایا: ائمہ محدثین کے نزدیک متروک ہے۔ میزان الاعتدال میں ہے:

<p>ابراہیم بن ابی یحییٰ ضعیف علماء میں سے ایک ہے۔ یحییٰ ابن سعید نے کہا کہ میں نے اس کے بارے میں مالک سے پوچھا کہ کیا وہ حدیث میں قابلِ اعتماد تھا؟ انہوں نے جواب دیا: نہ وہ حدیث میں قابلِ اعتماد تھا، نہ دین میں۔ اور یحییٰ ابن معین نے کہا: میں نے قطان کو کہتے سنا ہے کہ ابراہیم ابن یحییٰ کذاب ہے۔ ابوطالب نے احمد ابن حنبل سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: علماء نے اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے، قدری ہے، معتزلی ہے، بے اصل حدیثیں روایت کرتا ہے۔ بخاری نے کہا: ابن مبارک نے اور لوگوں نے</p>	<p>ابرهیم بن ابی یحیی، احد العلماء الضعفاء، قال یحیی بن سعید: سألت مالک عنہ، اکان ثقة فی الحدیث؟ قال: لا، ولا فی دینہ۔ وقال یحیی بن معین: سمعت القطان یقول: ابرهیم بن ابی یحیی کذاب۔ وروی ابوطالب عن احمد بن حنبل، قال: ترکوا حدیثہ، قدری، معتزلی، یروی احادیث لیس لها اصل وقال البخاری: ترکہ ابن المبارک والناس۔ وروی عبد اللہ بن احمد عن ابیہ، قال: قدری، جہمی،</p>
--	---

اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے۔ عبد اللہ ابن احمد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: قدری ہے، جہمی ہے، ہر بلا اس میں پائی جاتی ہے، لوگوں نے اس کی حدیث چھوڑ دی ہے۔ عباس، ابن معین سے ناقل ہے کہ وہ کذاب ہے، رافضی ہے۔ محمد ابن عثمان ابن ابی شیبہ نے کہا ہے: میں نے علی کو کہتے سنا ہے کہ ابراہیم ابن ابی یحییٰ کذاب ہے۔ نسائی، دارقطنی اور دوسروں نے کہا کہ متروک ہے۔ (ت)

كل بلاء فيه، ترك الناس حديثه، وروى عباس عن ابن معين، كذاب، رافضى۔ وقال محمد بن عثمان بن ابى شيبة: سمعت علياً يقول: ابراهيم بن ابى يحيى كذاب۔ وقال النسائى والدارقطنى وغيرهما، متروك¹۔

اُسی میں ہے:

قال ابن حبان: كان يكذب فى الحديث²۔ ابن حبان نے کہا کہ حدیث میں جھوٹ بولتا تھا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قال ابو محمد الدارمى: سمعت يزيد بن هارون، يكذب ابراهيم بن ابى يحيى³۔ ابو محمد دارمی نے کہا کہ میں نے یزید ابن ہارون سے سنا کہ وہ ابراہیم ابن ابی یحییٰ کو جھوٹا قرار دیتے تھے۔ (ت)

قال ابو محمد الدارمى: سمعت يزيد بن هارون، يكذب ابراهيم بن ابى يحيى³۔

تہذیب التہذیب میں ہے:

عن الزهرى وصالح مولى التوأمة وعنه الشافعى و آخرون، قال عبد الله بن احمد عن ابيه: كان قدرياً، معتزلياً، جهيبياً، كل بلاء فيه۔ قال ابوطالب عن احمد بن حنبل: ترك الناس حديثه، وكان يأخذ احاديث الناس فيضعفها فى كتبه۔ وقال يحيى القطان: كذاب۔ وقال احمد بن سعيد بن ابى مریم: قلت ليحيى بن

زہری اور صالح مولی التوامہ سے اور اس سے شافعی اور دیگر علماء نقل کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن احمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ (ابراہیم مذکور) قدری تھا، معتزلی تھا، جہمی تھا، ہر بلا اس میں موجود تھی۔ ابوطالب نے احمد بن حنبل سے نقل کیا کہ لوگوں نے اس کی حدیث چھوڑ دی تھی، وہ لوگوں کی حدیثیں لے کر اپنی کتابوں میں لکھ لیتا تھا۔ یحییٰ قطان نے کہا: جھوٹا ہے۔ احمد ابن سعید ابن ابی مریم نے کہا: میں نے

¹ میزان الاعتدال ترجمہ ابراہیم ابن ابی یحییٰ ۱۸۹ مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۵۷۱-۵۸

² میزان الاعتدال ترجمہ ابراہیم ابن ابی یحییٰ ۱۸۹ مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۶۰۱

³ میزان الاعتدال ترجمہ ابراہیم ابن ابی یحییٰ ۱۸۹ مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۶۰۱

معین، فابن ابی یحییٰ؟ قال: کذاب ¹ ۔	یحییٰ ابن معین سے ابن ابی یحییٰ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: کذاب ہے۔ (ت)
--	---

تذکرۃ الحفاظ میں ہے: قال ابن معین و ابوداؤد: رافضی کذاب² (ابن معین اور ابوداؤد نے کہا: رافضی ہے، کذاب ہے۔) (ت) لاجرم تقریب میں ہے: متروک³ اھ الکل باختصار۔ یہاں تک کہ ابو عمر بن عبدالبر نے کہا اُس کے ضعف پر اجماع ہے کما نقلہ فی المیزان⁴ فی ترجمۃ عبدالکریم بن ابی المخارق واللہ تعالیٰ اعلم۔

افاضہ ثالثہ: یوں ہی حدیث دارقطنی:

حدثنا احمد بن محمد بن سعيد ثنا المنذر بن محمد ثنا ابی ثننا ابی ثننا محمد بن الحسين بن علي بن الحسين ثنی ابن عن ابیہ عن جدہ عن علی رضی اللہ تعالیٰ قال کان صلی اللہ علیہ وسلم اذا ارتحل حین نزول الشمس جمع بین الظهر وعجل العصر، ثم جمع بينهما ⁵ ۔	حدیث بیان کی ہم سے احمد ابن محمد ابن سعید نے منذر ابن محمد سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے محمد سے، اس نے اپنے والد حسین سے، اس نے اپنے والد علی ابن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، انہوں نے اپنے دادا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر زوال کے وقت روانگی اختیار فرماتے تھے تو ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے اور اگر روانگی میں جلدی ہوتی تھی تو ظہر کو مؤخر کر کے اور عصر کو مقدم کر کے دونوں کو یکجا پڑھ لیتے تھے۔ (ت)
--	---

اس میں سواعترت طاہرہ کے کوئی راوی ثقہ معروف نہیں۔ عمدۃ القاری میں فرمایا:

لا یصح اسنادہ، شیخ الدارقطنی هو ابوالعباس بن عقدة، احد الحفاظ.	اس کا اسناد صحیح نہیں ہے کیونکہ دارقطنی کا استاد (احمد) ابوالعباس ابن عقده ہے، جو اگرچہ حفاظ حدیث
--	---

¹ خلاصہ تہذیب تہذیب الکمال الخ، ترجمہ ابراہیم ابن ابی یحییٰ ۲۷۴، مطبوعہ مکتبہ اتریہ سانگلہ ہل (شیخوپورہ) ۱۵۱۱ھ

² تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابراہیم بن محمد المدنی مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۹۷۱ء

³ تقریب التذیب، ترجمہ ابراہیم بن محمد المدنی مطبوعہ الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ، پاکستان ص ۲۳

⁴ میزان الاعتدال ترجمہ عبدالکریم ابن ابی المخارق ۱۵۷۲ مطبوعہ دارالمعرفت بیروت لبنان ۱۳۶۲ھ

⁵ سنن الدارقطنی، باب الجمع بین الصلوٰتین فی السفر مطبوعہ نشہ السنۃ ملتان ۱۹۱۱ء

میں سے ہے لیکن شیعہ ہے۔ میں نے کہا: بلکہ میزان کے ایک اور مقام میں اس کے اور ابن خراش کے متعلق لکھا ہے کہ ان میں رخص اور بدعت پائی جاتی ہے۔ خود دارقطنی اور حمزہ سہمی وغیرہ نے بھی اس پر جرح کی ہے، اور اس کا استاد منذر ابن محمد بن منذر بھی زیادہ قوی نہیں ہے۔ یہ بات بھی دارقطنی نے کہی ہے۔ اور منذر کا باپ اور دادا دونوں غیر معروف ہیں۔ (ت)

لکنہ شیعہ قلت: بل نص فی موضع اخر من المیزان، فیہ وفی ابن خراش، ان فیہما رخصاً وبدوۃ۔ (۱) وقد تکلم فیہ الدارقطنی وحمزۃ السہمی وغیرہما۔ وشیحہ المنذر بن محمد بن المنذر، لیس بالقوی ایضاً قالہ الدارقطنی ایضاً۔ وابوہ وجده یحتاج الی معرفتہما¹۔

اقول: وہ صحیح ہی سہی تو انصافاً صاف صاف ہمارے مفید و موافق ہے اُس کا صریح مفاد یہ کہ سورج ڈھلنے ہی کُوج ہوتا تو ظہرین جمع فرماتے پُر ظاہر کہ زوال ہوتے ہی کُوج اور جمع تقدیم کا جمع محال۔ کیا پیش از زوال ظہر و عصر پڑھ لیتے لاجرم وہی جمع مراد جس کا صاف بیان خود آگے موجود کہ ظہر بدیر اور عصر جلد پڑھتے، یہی جمع صوری ہے کہا لایخفی۔

افاضہ رابعہ: حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ان شاء اللہ العزیز جمع تاخیر میں آتی ہے اُس میں معروف و محفوظ و مروی جہا ہیر ائمہ ثقات و عدول مذکور صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و مصنف طحاوی وغیرہ عامہ دوادین اسلام صرف اس قدر ہے کہ حضور پُر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ اگر دو پہر ڈھلنے سے پہلے کُوج فرماتے ظہر میں عصر تک تاخیر کر کے ساتھ ساتھ پڑھتے اور اگر منزل ہی پر وقت ظہر آجاتا صلی الظہر ثم رکب² ظہر پڑھ کر سوار ہو جاتے جس سے بحکم مقابلہ و سکوت فی معرض البیان صاف ظاہر کہ تنہا ظہر پڑھتے عصر اس کے ساتھ نہ ملاتے۔ ولہذا نافیان جمع تقدیم نے اُس سے تمسک کیا کما فی عمدۃ القاری وارشاد الساری وغیرہما مگر بعض روایات غریبہ میں آیا کہ ظہر و عصر دونوں پڑھ کر سوار ہوتے۔ حاکم نے اربعین میں بطریق

ابو العباس محمد ابن یعقوب نے محمد بن اسحاق صاعانی سے، اس نے حسان ابن عبداللہ سے، اس نے مفضل ابن فضالہ سے، اس نے

ابی العباس محمد بن یعقوب عن محمد بن اسحاق الصاعانی عن حسان بن عبداللہ عن المفضل بن فضالہ عن عقیل عن

¹ عمدۃ القاری باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء مطبوعہ المطابع الخیریہ دمشق ۱۳۹۷ھ

² صحیح بخاری باب اذا ارتحل بعد ما اعنت الشمس قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۵۰۱ھ

<p>عقیل سے، اس نے ابن شہاب سے، اس نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ اگر روانگی سے پہلے زوال ہو جاتا تو ظہر و عصر پڑھ کر سوار ہوا کرتے تھے۔ (ت)</p>	<p>ابن شہاب عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کیفان زاغت الشمس قبل ان یرتحل صلی الظہر والعصر ثم ركب¹۔</p>
--	---

جعفر فریابی نے بتقر و خود اسحاق بن راہویہ سے روایت کی:

<p>شبابہ ابن سواد سے، اس نے لیث سے، اس نے عقیل سے، اس نے زہری سے، اس نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تھے اور زوال ہو جاتا تھا، تو ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے پھر روانہ ہوتے تھے۔ (ت)</p>	<p>عن شبابة بن سوار عن الليث عن عقیل عن الزهري عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ. قال: كان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا كان فی سفر فزالت الشمس صلی الظہر والعصر جیباً ثم ارتحل²۔</p>
---	---

اوسط طبرانی میں ہے:

<p>حدیث بیان کی ہم سے محمد ابن ابراہیم ابن نصر بن سندر اصہبانی نے ہارون ابن عبداللہ حمال سے، اس نے یعقوب ابن محمد زہری سے، اس نے محمد ابن سوان سے، اس نے ابن عجلان سے، اس نے عبداللہ بن فضل سے، اس نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تھے تو اگر روانگی سے پہلے سورج ڈھل جاتا تھا تو ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے۔ (ت)</p>	<p>حدثنا محمد بن ابرہیم بن نصر بن شبيب الاصبهانی قال ثنا ہارون بن عبداللہ الحمال ثنا یعقوب بن محمد الزہری ثنا محمد بن سعد ان ثنا ابن عجلان عن عبداللہ بن الفضل عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ. ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم كان اذا كان فی سفر فزاغت الشمس قبل ان یرتحل صلی الظہر والعصر جیباً³۔</p>
---	---

روایت اسحاق پر امام ابوداؤد نے انکار کیا اسمعیل نے اُسے معلول بتایا کما فی العمدۃ وغیرہا۔

<p>میں کہتا ہوں: امام اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قدر اور عظمت افتخار میں کوئی شک نہیں ہے لیکن امام ابوداؤد نے تصریح کی ہے کہ وفات سے</p>	<p>اقول: الامام اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ. لا کلام فی جلالۃ قدرہ وعظمتہ فخرہ. لکن نص الامام ابوداؤد انه</p>
--	---

¹ ار بعین الحاکم

² میزان الاعتدال بحوالہ جعفر فریابی ترجمہ (۳۳۳ دار المعرفۃ بیروت ۸۳/۱)

³ معجم الاوسط حدیث ۵۳۸ مکتب المعارف ریاض ۲۷۱/۸-۲۷۲

چند ماہ پہلے اس کے حافظے میں تغیر آ گیا تھا۔ ابوداؤد نے کہا کہ انہی دنوں میں میں نے اُس سے کچھ سنا تھا اور اس کی وجہ سے مجھے مطعون کیا گیا۔ جیسا کہ تہذیب میں ہے۔ اور حافظ مزنی نے اس کی وہ حدیث ذکر کرنے کے بعد، جس میں اس نے اصحاب سفین کے الفاظ پر اضافہ کیا ہے، کہا ہے کہ اسحق کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آخر عمر میں اس کو اختلاط ہو گیا تھا، جیسا کہ میزان میں ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اسحق (رحمہ اللہ تعالیٰ) بے شتر حدیثیں محض یاد کے سہارے بیان کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے پورا مسند اپنی یاد سے ادا کر دیا تھا، جیسا کہ تہذیب میں ہے کہ احمد بن اسحق ضبعی نے کہا ہے کہ میں نے ابراہیم بن ابی طالب کو یہ بات کہتے سنا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے وہی (مسند کے علماء والی بات) ذکر کی ہے۔ تو اس صورت میں اگر اسحق سے ایک یا دو حدیثوں میں خطا واقع ہو جائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اس قدر وسع اور کثیر روایات میں اتنی تھوڑی سی خطا سے اور کون معصوم ہے؟ (ت)

كان تغیر قبل موتہ بأشهر. قال: وسعت منه في تلك الايام فرمیت به¹۔ كما في التذهيب۔
وذكر الحافظ المزني حديثه الذي زاد فيه علي اصحاب سفين، فقال: اسحق اختلط في آخر عمره²۔ كما في الميزان۔ ولا شك انه رحمہ الله تعالى كان كثير التحديث عن ظهر قلبه. املی المسند كله من حفظه³۔ كما في التذهيب. قال: قال احمد بن اسحق الضبعي: سمعت ابراهيم بن ابی طالب. يقول: فذكره۔ فلا غرو ان يعتریه خطأ في حديث او حديثين. ومن المعصوم عن مثل ذلك في سعة ما روى وكثرتہ؟

لاجرم امام ذہبی شافعی نے اس حدیث کو منکر کہا، اور امام اسحق کی لغزش حفظ و اشتباہ سے گنا۔

چنانچہ اس نے کہا ہے کہ اسی طرح وہ حدیث جسے روایت کیا ہے فریابی نے اسحق ابن راہویہ سے، اس نے شہاب سے، اس نے لیث سے، اس نے عقیل سے، اس نے ابن شہاب سے، اس نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر میں

حيث قال: وكذا حديث رواه جعفر الفريابي ثنا اسحق بن راهويه ثنا شهاب عن الليث عن عقیل عن ابی شهاب عن انس رضی الله تعالى عنه كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا كان في سفر فزال

¹ میزان الاعتدال بحوالہ ابوداؤد (ترجمہ اسحق بن راہویہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۸۳/۱)

² میزان الاعتدال بحوالہ ابوداؤد (ترجمہ اسحق بن راہویہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۸۳/۱)

³ خلاصہ تہذیب تہذیب الحمال ترجمہ اسحق بن راہویہ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ۶۹/۱

ہوتے تھے اور سورج ڈھل جاتا تھا تو ظہر و عصر پڑھتے تھے پھر روانہ ہوتے تھے۔ تو یہ حدیث راویوں کی عمدگی کے باوجود منکر ہے کیونکہ اس کو مسلم نے ناقد سے، اس نے شبابہ سے روایت کیا ہے (یہاں ذہبی نے اس کے الفاظ ذکر کیے ہیں) اسی طرح زعفرانی نے بھی اس کو شبابہ سے روایت کیا ہے اور مسلم نے بھی اس کو عقیل سے، اس نے ابن شہاب سے، اس نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے (یہاں ذہبی نے مسلم کے الفاظ ذکر کیے ہیں، مقصد یہ ہے کہ بخاری و مسلم کی کسی روایت میں عصر کا ذکر نہیں ہے (صرف ظہر کا ذکر ہے۔ ذہبی نے کہا) اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلحہ لوگوں کے سامنے اپنی یاد سے حدیثیں بیان کیا کرتا تھا، ہو سکتا ہے کہ اس کو اشتباہ واقع ہوا ہو۔ (ت)

الشمس صلی الظہر والعصر ثم ارتحل۔ فہذا علی نبل رواہ منکر۔ فقد رواہ مسلم عن الناقد عن شبابة (و ذکر لفظہ) تابعہ الزعفرانی عن شبابة، واخرجه خ م من حدیث عقیل عن ابن شہاب عن انس (و ذکر لفظہ، ای ولیس فی شیخ منها: والعصر۔ قال:) ولا ریب ان اسحق کان یحدث الناس من حفظہ۔ فلعلہ اشتبه علیہ¹۔

اس کے بعد ہمیں شبابہ بن سوار میں کلام کی حاجت نہیں کہ وہ اگرچہ رجال جامعہ و موثقین ابنائے معین و سعد و ابی شیبہ سے ہے مگر مبتدع مکتب تھا امام احمد نے اُسے ترک کیا، امام ابو حاتم رازی نے درجہ حجیت سے ساقط بتایا۔ تہذیب التہذیب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے:

شبابة ابن سوار فزارى احمد بن حنبل نے کہا کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا اور اس سے حدیثیں نہیں لکھیں کیونکہ وہ ارچاء کا عقیدہ رکھتا تھا۔ کسی نے کہا کہ (ارچاء کا عقیدہ تو ابو معاویہ بھی رکھتا ہے۔ احمد نے کہا (ہاں، مگر) شبابہ ارچاء کا داعی تھا۔ زکریا ساجی نے کہا کہ سچا ہے، ارچاء کا داعی ہے۔ احمد اس پر تنقید کیا کرتے تھے۔ (ت)

شبابة بن سوار الفزارى. قال احمد بن حنبل: تركته. لم اكتب عنه للارچاء. قيل له: يا ابا عبد الله! ابو معاوية. قال: شبابة كان داعية. وقال زكريا الساجي: صدوق. يدعو الى الارچاء، كان احمد يحمل عليه²۔

اسی میں ہے: قال ابو حاتم: صدوق، یکتب حدیث ولا یحتج بہ³ (ابو حاتم نے کہا ہے

¹ میزان الاعتدال ترجمہ اسحاق بن راہویہ ۷۳۳ مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۱۸۳/۱

² تہذیب التہذیب عسقلانی ترجمہ شبابہ بن سوار الفزارى مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۳۰۱/۳

³ تہذیب التہذیب عسقلانی ترجمہ شبابہ بن سوار الفزارى مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۳۰۱/۳

کہ سچا ہے، اس کی حدیث لکھی جائے مگر اس کو حجت نہ بنایا جائے۔ (ت) اُسی میں ہے:

<p>ابوبکر اثرم نے احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ اسحق عقیقہ ارجاء کی دعوت دیتا تھا اور اس سے ایک ایسا قول بھی منقول ہے جو ان تمام باتوں سے زیادہ خبیث ہے۔ اس نے کہا کہ جب (اللہ تعالیٰ) کوئی بات کہتا ہے تو یقیناً اپنے ایک عضو (زبان) کو کام میں لاتا ہے۔ یہ ایک خبیث قول ہے، میں نے کسی کو یہ بات کہتے نہیں سنا۔ (ت)</p>	<p>قال ابوبکر الاثرم عن احمد بن حنبل: كان يدعو الى الارجاء، وحكى عنه قول اخبث من هذه الاقاويل. قال: اذا قال فقد عمل بجارحته۔ وهذا قول خبيث، ماسعت احدا يقوله¹۔</p>
---	---

اُسی میں ہے:

<p>ابوبکر محمد بن ابی السخج نے کہا کہ مجھے ابو علی ابن سختی مدائنی نے بتایا کہ مجھ سے مدائنی کے ایک مشہور آدمی نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں ایک خوش لباس اور خوش شکل شخص کو دیکھا اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا میں اہل مدائنی میں سے ہوں۔ اس نے پوچھا مدائنی کے اُس حصے میں رہتے ہو جس میں ابوشبابہ رہتا ہے؟ میں نے کہا ہاں، اس نے کہا کہ پھر میں ایک دعا کرتا ہوں اور تم آمین کہو۔ (اس نے یوں دعا کی: اے اللہ! اگر شبابہ تیرے نبی کے اہل سے بغض رکھتا ہے تو اس کو اسی وقت فالج میں مبتلا کر دے۔ اس آدمی نے کہا کہ یہ دیکھ کر میں جاگ گیا اور ظہر کے وقت مدائنی کے اس حصے میں جہاں شبابہ رہتا تھا گیا تو دیکھا کہ لوگوں میں اضطراب پایا جاتا ہے، میں نے پوچھا کہ لوگ کیوں پریشان ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ آج سحر کے وقت شبابہ پر فالج گرا اور ابھی ابھی مر گیا ہے۔ (ت)</p>	<p>قال ابوبکر محمد بن ابی السخج، حدثني ابو علي بن سختي المدائني، حدثني رجل معروف من اهل المدائن. قال: رأيت في المنام رجلا نظيف الثوب حسن الهيئة، فقال لي: من اين انت؟ قلت: من اهل المدائن. قال: من اهل الجانب الذي فيه شبابة؟ قلت: نعم! قال فاني ادعو الله، فامن على دعائي: اللهم! ان كان شبابة يبغض اهل نبيك فاضر به الساعة بفالج قال: فانتبهت، وجمت الى المدائن وقت الظهر، واذا الناس في هرج، فقلت، ما للناس؟ قالوا: فليج شبابة في السحر، ومات الساعة²۔</p>
--	--

¹ تہذیب التہذیب عسقلانی ترجمہ شبابہ سوار الفرزای مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۳۰۲/۳

² تہذیب التہذیب عسقلانی ترجمہ شبابہ سوار الفرزای مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۳۰۲/۳

روایت حاکم و طبرانی کو خود تلامبھی بھی ضعیف مان چکے، فرماتے ہیں: "مؤلف نے دلائل میں وہ حدیثیں بیان کی ہیں جن کی طرف ہم کو کچھ التفات نہیں یعنی ایک روایت ابوداؤد جس کے راوی میں ضعف تھا ایک روایت مجہم اوسط طبرانی ایک روایت اربیعین حاکم نقل کر کے اُن پر طعن کر دیا اور جو روایتیں صحیحہ متداول تھیں نقل کر کے اُن کا جواب نہیں دیا یہ کیا دینداری ہے اور کیا مردانگی کہ بخاری و مسلم کو چھوڑ کر اربیعین حاکم اور اوسط طبرانی کو جا پکڑا اور اُن سے دو روایتیں ضعیف نقل کر کے اُن کا جواب دیا۔ لہذا ہمیں ان کے باب میں تفصیل کلام کی حاجت نہ رہی ع:

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

خیر یہ تو تلامبھی سے خدا جانے کس مجبوری نے کہلوا چھوڑ مگر ستم۔

لیطفہ: اس مافات کی تلافی یہ ہے کہ جب یہ روایتیں ناقابل احتجاج نکل گئیں خود روایت صحیحین میں لفظ والعصر بڑھا دیا، فرماتے ہیں روایت کی بخاری اور مسلم نے انس سے (الی قولہ) فان زاغت الشمس قبل ان یرتحل صلی الظهر والعصر ثم ركب۔ اقول: تلامبھی حنفیہ کی مروی تو بجز اللہ آپ نے دیکھ لی اب بعونہ تعالیٰ اور دیکھئے گا یہاں تک کہ آپ کی سب ہوسوں کی تسکین ہو جائے مگر دینداری و مردانگی اس کا نام ہوگا کہ مشہور و متداول کتب میں تحریف کے لئے مردانہ پن کا دغوی ہے تو صحیحین میں اس عبارت کا نشان دہتے ایک زمانہ میں آپ کو خط کفری جاگا تھا کہ زمین کے طبقات زیریں میں حضور پر نور منزه عن المثل والنظیر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معاذ اللہ چھ مثل موجود ہیں یہ بخاری مسلم شاید انہیں طبقات کی ہوں گی۔

ثم اقول: وباللہ التوفیق یہ سب کلام بالائی تھی فرض کر لیجئے کہ یہ روایت صحیحہ بلکہ خود صحیحین موجود سہی پھر تمہیں کیا نفع اور ہمیں کیا ضرر اُس کا تو اتنا حاصل کہ سورج منزل ہی میں ڈھل جاتا تو ظہر و عصر دونوں سے فارغ ہو کر سوار ہوتے اس سے عصر کا پیش از وقت پڑھ لینا کہاں سے نکلا۔

اولاً: واو مطلق جمع کے لئے ہے نہ معیت و تعقیب کے واسطے، جمیعاً بھی اسی مطلق جمع کی تاکید کرتا ہے جو مفاد واو ہے اُس کا منطوق صریح اجتماع فی الحکم ہے عہ نہ خواہی نخواہی اجتماع فی الوقت آہ کریمہ وَتُؤَيِّدُوا إِلَى اللَّهِ

عہ: بیضاوی شریف میں زیر آہ کریمہ قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا ہے

حَال فِي اللفظ. تاکید في المعنى. كانه قيل: اهبطوا
انتم اجمعون؛ ولذلك لا يستدعي اجتماعهم على
الهبوط في زمان واحد كقولك جاؤا جميعاً. اه ۱۲ منه
رضی جاللہ تعالیٰ عنہ (م)۔

(ت)

فامعیار الحق ص ۳۶۵، ۳۶۶۔ ف۲ معیار الحق ص ۳۷۹

جَبِيْعًا اَيُّهُ الْمَوْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١﴾¹ (اور توبہ کرو اللہ تعالیٰ کی طرف تم سب اے اہل ایمان! تاکہ تم فلاح پاؤ۔ت)

نے یہ ارشاد فرمایا کہ سب مسلمان توبہ کریں حکم توبہ سب کو شامل ہو یا یہ فرض کیا کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک وقت ایک ساتھ مل کر معاً توبہ کریں۔

ہاجیہ: اجتماع فی الوقت کہ بذریعہ فردیت اجتماع فی الحکم مفاد ہو یا خود اس کے لئے بھی وضع مانو اُس وقت سے وقت نماز مراد نہیں ہو سکتا کہ وضع الفاظ تعیین اوقات نماز سے مقدم ہے لفظ جبیعا اپنے معنی لغوی پر اہل جاہلیت بھی بولتے تھے جنہیں نماز سے خبر تھی نہ اُس کے وقت سے، تو لاجرم اس تقدیر پر اس کا مفاد اتحاد زمانہ وقوع و مقارنت فی الصدور ہو گا وہ دو نماز فرض میں ناممکن اور اتصال بروجہ تعقیب اس معنی جمیعاً کا فرد نہیں بلکہ صریح مابین، لاجرم پھر اُسی معنی واضح و روشن و اقل متیقن یعنی اجتماع فی الحکم کی طرف رجوع لازم کہ تاحث حقیقت مجاز کی طرف مصیر نا مجاز خصوصاً مستدل کو۔

ہاجیہ: تعقیب ہی سہی پھر جمع صوری کی نفی کہاں سے ہوئی صلی جمیعاً یوں بھی صادق اور ادعائے تقدیم باطل و زاہق ہکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق بحمد اللہ آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ جمع تقدیم پر اصلاً کوئی دلیل نہیں کسی حدیث صحیح میں اس کی بُو بھی نہیں، لہذا جی کا قطعی و مفسر کہہ دینا خدا جانے کس نشہ کی ترنگ تھی، سبْحْنِ اللہ! کیا ایسی ہی ہو سوں پر توقیت منصوص قرآن و نصوص اور پیش از وقت نماز کے بطلان پر اجماع اُمت ترک کردی جائیں گے اور خدا اور رسول جل جلالہ، و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کے باندھے ہوئے اوقات اُلٹ پُلٹ ہو سکیں گے، یہ اچھا عمل بالحدیث ہے کہ اپنی خیال بندیوں پر رگ دغوی بلند اور قرآن عظیم و حدیث و اجماع سب سے آنکھیں بند و لاجول و لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم و صلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔

فصل سوم تضعیف دلائل جمع تاخیر

الحمد للہ جمع تقدیم کے جواب سے فراغ تام ملا، اب جمع تاخیر کی طرف چلیے۔ لہذا بہزار کاوش و کاہش یہاں بھی دو ہی حدیثیں چھانٹ پائے جن کے الفاظ متعددہ کے ذکر سے شاید عوام کو یہ وہم دلانا ہو کہ اتنی حدیثیں ہیں، یہ دو حدیثیں وہی احادیث ابن عمر و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم مذکورہ صدر فصل اول و افاضہ ثالثہ ہیں جن کے بعض طرق و الفاظ حدیث اول جمع صوری و حدیث اول و دوم حدیث مجملہ میں گزرے ان کے بعض الفاظ بعض طرق کو

1 القرآن ۴۳/۳۱

2 انوار التنزیل علی ہامش القرآن الکریم مصطفیٰ البابی مصر ص ۱۸

مآجی جمع حقیقی میں نص صریح سمجھ کر لائے اور بزم خود بہت چمک چمک کر دعویٰ فرمائے ادھر کے متکلمین نے اکثر افادات علمائے سابقین اور بعض اپنے سوانح جدیدہ سے اُن کے جوابوں میں کلام طویل کیے، فقیر غفر لہ المولیٰ القدر کا یہ مختصر جواب نقل اتاویل و جمع ماقال و قیل کے لئے نہیں لہذا بعونہ تعالیٰ وہ افادات تازہ سنیے کہ فیض مولائے اجل سے قلب عبد اذل پر فائز ہوئے اہل نظر اگر مقابلہ کریں جلیل و عظیم فرق پر خود ہی مطلع ہوں گے واللہ یختص برحمته من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم (اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہے مخصوص فرمادے اور اللہ تعالیٰ علم و فضل والا ہے۔ ت)

اقول: وبحول اللہ اصول حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے چالیس سے زیادہ طرق اس وقت پیش نظر فقیر ہیں اُن میں نصف سے زائد تو محض مجمل جن میں اٹھارہ کی طرف ہم نے احادیث مجملہ میں اشارہ کیا رہے نصف سے کم اُن میں اکثر صاف صاف جمع صوری کی تصریح کر رہے ہیں جن میں سے چودہ^۱ روایات بخاری و ابوداؤد و نسائی و غیر ہم سے اُوپر مذکور ہوئے، ہاں بعض میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بعد غروب شفق جمع کرنا مذکور، ان میں بھی بعض محض موقوف مثل روایت اموطائے امام محمد:

<p>اخبرنا مالک عن نافع ان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حین جمع بین المغرب والعشاء، سار حتی غاب الشفق^۱۔</p>	<p>مالک، نافع سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب مغرب و عشاء کو جمع کیا تھا تو چلتے رہے تھے یہاں تک شفق غائب ہو گئی تھی۔ (ت)</p>
--	--

اور بعض میں رفع ہے تو بالفاظ اجمال یعنی حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تصریحاً اسی قدر منقول کہ جمع فرمائی قدر مرفوع میں غیبت شفق پر تنصیص نہیں مثل روایت^۲ بخاری:

<p>حدثنا سعید بن ابی مریم اخبرنا محمد بن جعفر قال اخبرني زيد، هو ابن اسلم، عن ابيه، قال: كنت مع عبد الله بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بطريق مكة، فبلغه عن صفية بنت ابی عبید شدة وجع، فأسرع السير، حتى اذا كان بعد غروب الشفق، ثم نزل فصلى المغرب</p>	<p>حدیث بیان کی ہم سے سعید ابن ابی مریم نے، اس کو خبر دی محمد ابن جعفر نے، اس کو زید بن اسلم نے اپنے والدی سے کہ میں مکہ کے راستے میں عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ تھا تو ان کو صفیہ بنت ابی عبید کے بارے میں اطلاع ملی کہ وہ سخت درد میں ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی رفتار تیز کر دی یہاں تک کہ شفق غروب ہو گئی۔ اس کے بعد وہ اترے اور</p>
--	---

¹ موطا امام محمد باب الجمع بین الصلاتین فی السفر والمطر مطبوعہ مجتہبائی لاہور ص ۱۳۱

مغرب و عشاء کی نماز پڑھی، دونوں کو جمع کیا، پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ جب انہیں سفر میں جلدی ہوتی تھی تو مغرب کو مؤخر کر کے دونوں کو جمع کر لیتے تھے۔ (ت)

والعتمة. يجمع بينهما. فقال: انى رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا جد به السير اخر المغرب و جمع بينهما¹۔

وروايت^۳ مسلم:

حدیث بیان کی ہم سے محمد ابن مثنیٰ نے یحییٰ سے، اس نے عبید اللہ سے، اس نے نافع سے کہ ابن عمر کو جب سفر میں جلدی ہوتی تھی تو شفق غائب ہونے کے بعد مغرب و عشاء کو جمع کر لیتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی جب سفر میں جلدی ہوتی تھی تو مغرب و عشاء کو جمع کر لیتے تھے۔ طاہوی نے بھی ابن ابی داؤد سے، اس نے مسدد سے، اس نے یحییٰ سے یہی روایت کی ہے، ایک ہی سند اور متن کے ساتھ۔ (ت)

حدثنا محمد بن مثنى نا يحيى عن عبيد الله عن نافع ان ابن عمر كان اذا جد به السير جمع بين المغرب والعشاء. بعد ان يغيب الشمس. ويقول: ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان اذا جد به السير جمع بين المغرب والعشاء²۔ ورواه الطحاوى فقال: حدثنا ابن ابى داؤد ثنا مسدد ثنا يحيى³ به. سنداً ومتناً۔

وروايت^۴ ابى داؤد:

حدیث بیان کی ہم سے سلیمان ابن داؤد عتقی نے عماد سے، اس نے ایوب سے، اس نے نافع سے کہ ابن عمر جب مکہ میں تھے تو ان کو صفیہ کی شدید بیماری کی اطلاع ملی اور وہ چل پڑے، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور ستارے ظاہر ہو گئے، تو کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں

حدثنا سليمان بن داود العتقى نا عماد نا ايوب عن نافع ان ابن عمر. استصرخ على صفية. وهو ببكة. فسار حتى غربت الشمس وبدت النجوم. فقال: ان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم كان اذا عجل به امر فى سفر بين هاتين الصلاتين.

¹ صحیح البخاری باب المسافر اذا جد به السير وتجل الى اله مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۳

² صحیح مسلم باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۵

³ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین کیف هو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۲/۱۱۲

فسار حتی غاب الشفق، فنزل فجمع بينهما¹۔

کسی کام کی جلدی ہوتی تھی تو ان دو نمازوں کو جمع کر لیتے تھے۔ پھر چلتے رہے، یہاں تک کہ شفق غائب ہو گئی تو اترے اور دونوں کو اکٹھا پڑھا۔ (ت)

ضمیر سارا بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف ہے بدلیل روایت طحاوی:

حدثنا ابن مرزوق ثنا عازم بن الفضل ثنا حماد بن زيد عن ايوب عن نافع ان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، استصرخ علی صفیة بنت عبید، وهو بمكة، فاقبل الی المدینة، فسار حتی غربت الشمس وبدت النجوم، وكان رجل عیصحبہ، یقول: الصلاة الصلاة، وقال له سالم: الصلاة، فقال: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم، كان اذا عجل به السیر فی سفر جمع بین هاتین الصلاتین، وانی ارید ان اجمع بينهما، فسار حتی غاب الشفق، ثم نزل فجمع بينهما²۔

حدیث بیان کی ہم سے ابن مرزوق نے عازم بن فضل سے، اس نے حماد بن زید سے، اس نے ایوب سے، اس نے نافع سے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ میں تھے تو آپ کو صفیہ بنت ابی عبید کی شدید علالت کی خبر ملی۔ چنانچہ آپ مدینہ کی جانب روانہ ہو گئے اور مسلسل چلتے رہے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور ستارے چمکنے لگے۔ ابن عمر کے ساتھ ایک شخص تھا جو کہہ رہا تھا "نماز، نماز"۔ سالم نے بھی کہا "نماز" (یعنی نماز کا وقت جا رہا ہے) تو ابن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی تھی تو ان دو نمازوں کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے اور میں بھی چاہتا ہوں کہ اکٹھا پڑھ لوں۔ پھر چلتے رہے، یہاں تک کہ شفق غائب ہو گئی، اس وقت اتر کر دونوں کو اکٹھا پڑھا۔ (ت)

ولہذا امام اجل ابو جعفر اس حدیث کو روایت کر کے فرماتے ہیں:

انما اخبر بذلك من فعل ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، وذكر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الجمع، ولم يذكر كيف جمع³۔

اس میں تو صرف ابن عمر کا عمل مذکور ہے اور انہوں نے اگرچہ یہ تو بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمع کیا کرتے تھے مگر یہ ذکر نہیں کیا کہ کیسے جمع کیا کرتے تھے۔ (ت)

1 سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مجتہبائی لاہور ۱۰/۱۷۰

2 شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۲/۱

3 شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۲/۱

البتہ غیر صحیحین کی بعض روایات میں فعل یتف کی طرف اشارہ کر کے رفع ہے وہ یہ ہیں، روایت ہانی داؤد:

<p>حدیث بیان کی ہم سے عبد الملک ابن شعیب نے، اس نے ابن وہب سے، اس نے لیث سے، اس نے کہا کہ ربیعہ نے میری طرف لکھا کہ عبد اللہ ابن دینار نے مجھے بتایا ہے کہ میں عبد اللہ ابن عمر کے ساتھ تھا کہ سُورج ڈوب گیا تو ہم چلتے رہے یہاں تک کہ جب شام ہو گئی تو ہم نے کہا "نماز"۔ مگر وہ چلتے رہے یہاں تک کہ شفق غائب ہوئی اور تارے نمایاں ہو گئے، اس وقت آپ اُترے اور دونوں نمازیں اکٹھی پڑھیں، پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر میں جلدی ہوتی تھی تو جس طرح میں نے نماز پڑھی ہے اسی طرح آپ بھی پڑھا کرتے تھے، یعنی رات ہونے کے بعد اکٹھا پڑھتے تھے۔ (ت)</p>	<p>حدثنا عبد الملك ابن شعیب نا ابن وهب عن الليث. قال: قال ربیعة. یعنی کتب الیہ. حدثنی عبد الله بن دینار. قال: غابت الشمس. وانا عند عبد الله بن عمر. فسرنا. فلما رأیناه قد امسى. قلنا: الصلاة. فسار حتی غاب الشفق وتصوبت النجوم. ثم انه نزل فصلى صلاتین جلیعاً. ثم قال: رأیت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم اذا جد به السیر صلی صلاتی هذیة. یقول یجمع بینهما بعد لیل¹۔</p>
---	---

روایت ترمذی:

<p>حدیث بیان کی ہم سے ہناد نے عبدة سے، اس نے عبید اللہ بن عمر سے، اس نے نافع سے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے اہل خانہ میں سے کسی کی سخت بیماری کی اطلاع ملی تو تیزی سے روانہ ہوئے اور مغرب کو اتنا مؤخر کیا کہ شفق ڈوب گئی، پھر دونوں کو ملا کر پڑھا، بعد میں ساتھیوں کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی تھی تو اسی طرح کرتے تھے۔ ابو عیسیٰ نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ت)</p>	<p>حدثنا ہناد نا عبدة عبید الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنہما. انه استغیث علی بعض اہله فجذبہ السیر. وأخر المغرب حتی غاب الشفق. ثم نزل فجمع بینہما. ثم اخبرہم: ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم کان یفعل ذلک اذا جد به السیر۔ قال ابو عیسی: ہذا حدیث حسن صحیح²۔</p>
---	---

1 سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مجتہبائی دہلی ۲/۱۱۷

2 جامع الترمذی باب ما جاء فی الجمع بین الصلاتین مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲/۱۱۷

<p>خبر دی ہمیں اسحاق ابن ابراہیم نے سفیان سے، اس نے ابو نوح سے، اس نے اسمعیل ابن عبدالرحمان سے جو کہ ایک قریشی شیخ ہے کہ میں ابن عمر کے ساتھ تھا جب وہ چراگاہ کو گئے اور سورج ڈوب گیا تو ان کی ہیبت کی وجہ سے میں ان کو نماز کے بارے میں نہ کہہ سکا چنانچہ وہ چلتے رہے یہاں تک کہ افق کی سفیدی ختم ہو گئی اور عشاء کی سیاہی ماند پڑ گئی، اس وقت اترے اور مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں، پھر متصلاً (عشاء کی) دو رکعتیں پڑھیں کہ کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی طرح پڑھتے دیکھا ہے۔ (ت)</p>	<p>اخبرنا اسحاق بن ابرہیم ثنا سفیان عن ابن ابی نجیح عن اسمعیل بن عبدالرحمن عن شیخ من قریش. قال: صحبت ابن عمر الی الحی، فلما غربت الشمس، هبت ان اقول له: الصلاة، فسار حتی ذهب بیاض الافق و فحمة العشاء، ثم نزل فصلی المغرب ثلاث رکعات، ثم صلی رکعتین علی اثرهما، قال: هكذا ارأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یفعل¹۔</p>
---	---

بظاہر زیادہ مستحق جواب یہی تین روایتیں تھیں مگر فقیر بعون الملک القدر عزوجل وہ جوابات شافیہ و کافیہ و تقریرات صافیہ و وافیہ بیان کرے کہ یہ ساتوں طرق اور ان کے سوا اور بھی کچھ ہو تو سب کو بحول اللہ تعالیٰ کفایت کریں۔

فأقول: وبالله التوفیق وبه العروج علی اوج التحقیق۔

جواب اول: اسی حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے طرق کثیرہ جلیلہ صحیحہ کہ سابقاً ہم نے ذکر کیے صاف و واضح گاف باواز بلند تصریحات قاہرہ فرما رہے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نماز مغرب غروب شفق سے پہلے پڑھی اور عشاء غروب شفق کے بعد، اور اسی کو حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ان روایات صحاح و جلیلیہ الشان پر پھر نگاہ تازہ کیجئے۔ امام سالم صاحبزادہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنی روایات مرویہ صحیح بخاری و سنن نسائی و صحیح اسمعیلی وغیرہا میں فرما رہے ہیں کہ دو تین میل چل کر جب تارے کھل آئے اتر کر مغرب پڑھی پھر ٹہر کر عشاء۔ عبداللہ و اقد شاگرد حضرت ابن عمر اپنی روایات مرویہ سنن ابی داؤد میں روشن تر فرماتے ہیں کہ غروب شفق سے پہلے اتر کر مغرب پڑھی پھر منتظر رہے یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اُس وقت عشاء پڑھی، طرفہ یہ کہ وہی امام نافع تلمیذ خاص و رفیق سفر و حضر ابن عمر کہ ان غروب شفق

¹ سنن النسائی کتاب المواقیت، الوقت الذی یجمع فیہ المسافرین المغرب والعشاء، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱۹۹۱ء

والی سات روایتوں میں چار انہیں سے ہیں وہی وہاں اپنی روایات کثیرہ مرویہ سنن ابی داؤد و سنن نسائی وغیرہ میں یوں ہی واضح و جلی ترفر مار ہے ہیں کہ جب تک مغرب پڑھی ہے شفق ہر گز نہ ڈوبی تھی بلکہ بعد کو بھی انتظار فرمانا پڑا جب ڈوب گئی اُس وقت عشاک کی تکبیر کہی اور اول تا آخر ان سب روایات میں تصریح صریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے بلکہ حدیث امام سالم میں یوں ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جسے جلدی ہو وہ اس طرح پڑھا کرے، اللہ انصاف! ان صاف الفاظ مفسر نصوص میں کہیں بھی گنجائش تاویل و تبدیل ہے اور شک نہیں کہ قصہ صفیہ زوجہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو وہاں اور یہاں دونوں طرف کی روایات میں مذکور ایک ہی بار تھا بلکہ انہیں امام نافع سے مروی کہ ابن عمر سے عمر بھر میں صرف اسی بار جمع معلوم ہے اس کے سوا کسی سفر میں انہیں جمع کرتے نہیں دیکھا، سنن ابی داؤد میں بطریق امام ایوب سختیانی مذکور:

<p>کہ اس نے ابن عمر کو کبھی دو نمازیں جمع کرتے نہیں دیکھا مگر اس رات۔ یعنی صفیہ کی بیماری کی اطلاع والی رات۔ اور وہ جو اس نے کہا ہے کہ مکحول کی حدیث میں نافع سے مروی ہے کہ اس نے ابن عمر کو ایک بار جمع کرتے دیکھا تھا دو بار، تو میں کہتا ہوں کہ اس میں شک ہے اور شک سے یقین کا معارضہ نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)</p>	<p>انه لم ير ابن عمر جمع بينهما قط. الاتكك الليله. يعنى ليلة استصرخ على صفية¹ اه اماما قال: وروى من حديث مكحول عن نافع: انه رأى ابن عمر فعل ذلك مرة او مرتين² - اه فاقول: فيه شك والشك لا يعارض الجزم۔</p>
---	--

حدیث نسائی و طحاوی میں انہیں امام نافع سے گزرا کہ میں نے ان کی عادت یہی پائی تھی کہ نماز کی محافظت فرماتے۔ حدیث کتاب الحج میں انہیں نافع سے تھا کہ ابن عمر اذان ہوتے ہی مغرب کے لئے اُترے اس بار دیر لگائی، روایت نسائی و طحاوی و حج میں تھا ہمیں گمان ہوا کہ اس وقت نماز انہیں یاد نہ رہی یہ سب اسی قول نافع کے مؤید ہیں معہذا شک نہیں کہ اصل عدم تعدد ہے تو جب تک صراحتاً تعدد ثابت نہ ہوتا اُس کے ادعا کی طرف راہ نہ تھی خصوصاً مستدل کو جسے احتمال کافی نہیں دفع تعارض کے لئے اس کا اختیار اس وقت کام دیتا کہ خود قصہ صفیہ میں دونوں روایات صحیحہ قبل غروب و بعد غروب موجود نہ ہوتیں۔

<p>وہ توجیہ ساقط ہو گئی جس کو اس مسئلے کے مخالف علماء متاخرین نے اس خیال سے اختیار کیا ہے کہ اس طرح تعارض رفع ہو جائیگا، حالانکہ اس</p>	<p>فسقط ماالتجأ اليه بعض المتأخرين، من العلماء المخالفين في المسألة. ظناً منه انه يدرؤ به التعارض، وماكان</p>
---	---

1 سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مجتہبائی لاہور ۱۱۷۱

2 سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مجتہبائی لاہور ۱۱۷۱

ناچار خود ملامتی کو بھی ماننا پڑا کہ یہ سب طرق و روایات ایک ہی واقعے کی حکایات ہیں۔ قصہ صفیہ میں حدیث سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بطریق کثیر بن قاروند امرووی سنن نسائی پر براہ عیاری بھی جب کوئی طعن نہ گھڑ سکے تو اُسے مخالف حدیث شیخین ٹھہرا کر رد کر دیا کہ اس میں مغرب کا بین الوقتین پڑھنا ہے اور ان میں بعد غروب شفق، لہذا یہ شاذ و مردود ہے جس کی نقل لطیفہ ہفتم افادہ یکم میں گزری حالانکہ حدیث مسلم کے لفظ ابھی سن چکے اُس میں قصہ صفیہ کا ذکر نہیں، توجہ تک روایت مطلقہ بھی اسی قصہ صفیہ پر محمول نہ ہو حدیث قصہ صفیہ کو مخالف روایت شیخین کہنا چہ معنی بالجملہ اس حدیث کی اتنی روایات کثیرہ میں یہ تصریح صریح ہے کہ مغرب غروب شفق سے پہلے پڑھی اور اسی کی اُن روایات میں یہ کہ شفق ڈوبے پر پڑھی اور دونوں جانب طرق صحاح و حسان ہیں جن کے رد کی طرف کوئی سبیل نہیں، تو اب یہ دیکھنا واجب ہوا کہ ان میں کون سا نص مفسر ناقابل تاویل ہے جسے چار و ناچار معتمد رکھیں اور کون سا محتمل کہ اُسے مفسر کی طرف پھیر کر رفع تعارض کریں ہر عاقل جانتا ہے کہ ہماری طرف کے نصوص اصلاً احتمال معنی خلاف نہیں رکھتے شفق ڈوبنے سے پہلے پڑھی اتنے ہی لفظ کے یہ معنی کسی طرح نہ ہو سکتے کہ جب شفق ڈوب گئی اُس وقت پڑھی نہ یہ کہ جب اُس کے ساتھ یہ تصریحات جلیہ ہوں کہ پھر مغرب پڑھ کر انتظار کیا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اس کے بعد عشا پڑھی ان لفظوں کو کوئی نیم مجنون بھی مغرب بعد شفق پڑھنے پر عمل نہ کر سکے گا، ہاں پورے پاگل میں کلام نہیں مگر ادھر کے نصوص کہ چلے یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی پھر مغرب پڑھی یا جمع کی یا بعد غروب شفق اتر کر جمع کی یہ اچھے خاصے محتمل و صالح تاویل ہیں جن کا اُن نصوص صریح مفسرہ سے موافق و مطابق ہو جانا بہت آسان۔ عربی فارسی اردو سب کا محاورہ عامہ شائع مشہورہ واضح ہے کہ قرب وقت کو اس وقت سے تعبیر کرتے ہیں۔ عصر کے اخیر وقت کہتے ہیں شام ہو گئی حالانکہ ہنوز سورج باقی ہے۔ کسی سے اول وقت آنے کا وعدہ تھا وہ اس وقت آئے تو کہتے ہیں اب سورج چھپے آئے۔ قریب طلوع تک کوئی سوتا ہو تو اُسے اٹھانے میں کہیں گے سورج نکل آیا۔ شروع چاشت کے وقت کسی کام کو کہا تھا مامور نے قریب نصف النہار آغاز کیا تو کہیے گا اب دوپہر ڈھلے لے کر بیٹھے۔ ان کی صد ہا مثالیں ہیں کہ خود ملامتی اور اُن کے موافقین بھی اپنے کلاموں میں رات دن اُن کا استعمال کرتے ہوں گے۔ بعینہ اسی طرح یہ محاورے زبان مبارک عرب خود قرآن عظیم و احادیث میں شائع و ذائع ہیں، قال اللہ تعالیٰ:

جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی میعاد کو پہنچ جائیں تو اب انہیں اچھی طرح اپنے نکاح میں روک لو یعنی رجعت کر لو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔

وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ¹

کہ بے قصد مراجعت عدت بڑھانے کے لئے رجعت نہ کرو، وقال تعالیٰ:

فَادَابَلَّغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِسَعْرٍ وَفٍ ¹	جب طلاق والیاں اپنی عدت کو پہنچیں تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ جدا کر دو۔ (ت)
---	---

ظاہر ہے کہ عورت جب عدت کو پہنچ گئی نکاح سے نکل گئی اب رجعت کا کیا محل، اور اُسے روکنے چھوڑنے کا کیا اختیار، تو بالیقین قرب وقت کو وقت سے تعبیر فرمایا ہے یعنی جب عدت کے قریب پہنچے اُس وقت تک تمہیں رجعت و ترک دونوں کا اختیار ہے، یہ مثالیں تو آیات قرآنیہ سے ہوئیں جنہیں امام طحاوی وغیرہ علماء مسئلہ وقت ظہر اور نیز اس مسئلہ میں افادہ فرما چکے۔ فقیر غفرلہ المولیٰ القدر احادیث سے بھی مثالیں اور علمائے قائلین بالجمع سے بھی اس معنی و محاورہ کی تصریحیں ذکر کرے۔ فاقول وبالله التوفیق:

حدیث ۱: جریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صبح اسر بعد فرضیت نماز اوقات نماز معین کرنے اور ان کا اول آخر بتانے کے لئے دو روز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امامت کی، پہلے دن ظہر سے فجر تک پانچوں نمازیں اول وقت پڑھیں اور دوسری دن ہر نماز آخر وقت، اس کے بعد گزارش کی:

الوقت ما بین ہذین الوقتین ²	وقت ان دونوں وقتوں کے بیچ میں ہے۔ (ت)
--	---------------------------------------

اس حدیث میں ابوداؤد و ترمذی و شافعی و طحاوی وابن حبان و حاکم کے یہاں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

صلیٰ بی العصر حین کان ظلہ مثلہ فلما کان الغد صلیٰ بی الظہر حین کان ظلہ مثلہ ³	میرے ساتھ عصر کی نماز پڑھی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا، جب دوسرا دن ہوا تو ظہر کی نماز اس وقت پڑھی جبکہ سایہ ہر چیز کا اس کے برابر تھا۔ (ت)
--	---

ترمذی کے الفاظ یوں ہیں:

صلیٰ المرۃ الثانیۃ، الظہر، حین کان ظل کل شیء مثلہ، لوقت العصر بالامس ⁴	دوسری مرتبہ ظہر کی نماز تب پڑھی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا یعنی گزشتہ کل جس وقت عصر پڑھی تھی۔ (ت)
---	--

¹ القرآن ۲/۶۵

² سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مجتہبی لاہور ۱/۵۶

³ سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مجتہبی لاہور ۱/۵۶

⁴ جامع الترمذی باب ما جاء فی مواقیب الصلوٰۃ امین کمپنی دہلی ۲۱۱

شائعی کے لفظ یہ ہیں:

پھر دوسری مرتبہ نماز پڑھی ظہر کی، جب ہر چیز اپنے سائے کے ساتھ برابر تھی یعنی گزشتہ کل جس وقت عصر پڑھی تھی۔ (ت)	ثم صلی المرات الاخری، الظهر، حین کان کل شیعی قدر ظله، قدر العصر بالامس ¹ ۔
--	---

حدیث ۲: نسائی و طحاوی و حاکم و بزار نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

یہ جبریل ہیں، تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے ہیں۔ اس روایت میں ہے کہ پھر عصر کی نماز پڑھی، جب دیکھا کہ سایہ ان کے برابر ہے۔ پھر دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ظہر کی نماز پڑھی، جبکہ سایہ ان کے برابر تھا۔ (ت)	هذا جبریل، جاء کم یعلکم دینکم۔ وفیہ، ثم صلی العصر حین رأى الظل مثله، ثم جاء ه الغد، ثم صلی به الظهر حین کان الظل مثله ² ۔
---	--

بزار کے لفظ یوں ہیں:

جبریل میرے پاس آئے اور مجھے عصر کی نماز پڑھائی جبکہ میرا سایہ میرے برابر تھا، پھر دوسرے دن آئے اور ظہر کی نماز پڑھائی جبکہ میرا سایہ میرے برابر تھا۔ (ت)	جاء نى، فصلی بی العصر حین کان فیئى مثلى، ثم جاء نى من الغد، فصلی بی الظهر حین کان فیئى مثلى ³ ۔
--	--

حدیث ۳: نیز نسائی و امام احمد و اسحاق بن راہویہ و ابن حبان و حاکم جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

جبریل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے جبکہ ہر شخص کا سایہ اس کے قدر جتنا ہوتا ہے اور عصر کی نماز نہ پڑھی، پھر دوسرے دن آئے جبکہ ہر شخص کا سایہ	ان جبریل اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حین کان ظل الرجل مثل شخصه فصلی العصر، ثم اتاه فی الیوم الثانی حین
---	---

¹ الأئم للشافعی جماع مواقیب الصلوة مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۷۱

² سنن النسائی آخر وقت الظہر مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ، لاہور ۱/۵۹۱

³ کشف الاستار عن زوائد البزار باب ای حین یصلی مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت لبنان ۱/۱۸۷

كان ظل الرجل مثل شخصه فصلی الظهر¹ - اس کے قد جتنا ہوتا ہے اور ظہر کی نماز پڑھی۔ (ت)

حدیث ۴: امام اسحاق بن راہویہ اپنی مسند میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطریق حدیثاً بشر بن عمرو والنہرانی ثنی مسلمة بن بلال ثنائی حیہی بن سعید ثنی ابوبکر بن عمرو بن حزم عن ابی مسعود الانصاری² اور بیہقی کتاب المعرفة میں بطریق ایوب بن عتبہ ثنائی ابوبکر بن عمرو بن حزم عن عروہ بن الزبیر عن ابن ابی مسعود عن ابیہ³ راوی اور یہ لفظ حدیث اسحاق ہیں:

قال: جاء جبریل الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال: قم، فصل! وذلك لدلوك الشمس حین مالت، فقام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصلی الظهر اربعاً، ثم اتاه حین كان ظله مثله، فقال: قم، فصل! فقام فصلی العصر اربعاً، ثم اتاه من الغد حین كان ظله مثله، فقال ببله: قم فصل! فقام فصلی الظهر اربعاً⁴۔

کہا: جبریل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اٹھئے اور نماز پڑھئے! اور یہ سورج ڈھلنے کا وقت تھا، جب وہ ایک طرف جھک گیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اٹھ کر ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ پھر دوبارہ آئے جب ان کا سایہ ان کے برابر تھا اور کہا کہ اٹھئے اور نماز پڑھئے! تو آپ نے اٹھ کر عصر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ پھر دوسرے دن آئے، جب ان کا سایہ ان کے برابر تھا اور کہا کہ اٹھئے اور نماز پڑھئے، تو آپ نے اٹھ کر ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ (ت)

حدیث ۵: ابن راہویہ مسند میں عبد الرزاق سے اور عبد الرزاق مصنف میں بطریق اخبارنا معمر عن عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن جدہ⁵ عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال: جاء جبریل، فصلی بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، و صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھائی اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز

1 سنن النسائی آخر وقت العصر مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۶۰/۱

2 مسند ابن اسحاق

3 کتاب المعرفة

4 مسند ابن اسحاق

5 المصنف لعبد الرزاق باب المواقیف مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۵۳۴/۱

<p>پڑھائی جب سورج کا زوال ہو گیا تھا، پھر عصر پڑھی جب ان کا سایہ ان کے برابر تھا۔ راوی نے کہا: پھر دوسرے دن جبریل آئے اور انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی جب ان کا سایہ ان کے برابر ہو گیا تھا۔ (ت)</p>	<p>تعالیٰ علیہ وسلم بالناس، حین زالت الشمس، الظهر، ثم صلی العصر حین کان ظلہ مثلہ، قال: ثم جاء جبریل من الغد، فصلى الظهر بالنبي صلى الله تعالى عليه وسلم، وصلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بالناس، الظهر، حین کان ظلہ مثلہ¹۔</p>
--	---

حدیث ۶: دارقطنی سنن اور طبرانی معجم کبیر اور ابن عبدالبر تمہید میں بطریق ایوب بن عتبہ عن ابی بکر بن حزن عن عروۃ بن الزبیر حضرت ابو مسعود انصاری و بشیر بن ابی مسعود دونوں صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

<p>جبریل، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے جب سورج ڈھل چکا تھا اور کہا: یا محمد! ظہر کی نماز پڑھے! تو آپ نے ظہر پڑھی۔ پھر دوبارہ آئے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا اور کہا: یا محمد! عصر کی نماز پڑھے! تو آپ نے عصر پڑھی۔ پھر دوسرے دن آئے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا اور کہا: ظہر پڑھے! الحدیث۔ (ت)</p>	<p>ان جبریل جاء الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حین دلكت الشمس، فقال: يا محمد! صل الظهر، فصلى؛ ثم جاء حین کان ظل کل شیعی مثلہ، فقال: يا محمد! صل العصر، فصلى، ثم جاء ه الغد حین کان ظل کل شیعی مثلہ، فقال: صلی الظهر۔ الحدیث²۔</p>
---	--

والکل مختصر ان سب حدیثوں میں کل کی عصر کی نسبت یہ ہے کہ جب سایہ ایک مثل ہو نماز پڑھائی اور بعینہ یہی لفظ آج کی ظہر میں ہیں کہ جب سایہ ایک مثل ہو پڑھائی اور روایت ترمذی تو صاف صاف ہے کہ آج کی ظہر اس وقت پڑھی جس وقت کل عصر پڑھی تھی حالانکہ مقصود اوقات کی تمیز اور ہر نماز کا اول و آخر وقت میں جدا جدا بنانا ہے لاجرم امام ابو جعفر وغیرہ نے ظہر امر وزہ میں ان لفظوں کے یہی معنی لیے کہ جب سایہ ایک مثل کے قریب آیا پڑھائی، معانی الآثار میں فرمایا:

<p>احتمال ہے کہ ظہر کی نماز اس وقت پڑھی ہو جب ہر چیز</p>	<p>احتمال ان یکون ذلك على قرب ان يصير ظل كل</p>
--	---

¹ المصنف لعبد الرزاق باب الموقیت مطبوعہ المکتب اسلامی بیروت ۱۱/۲۳۵

² المعجم الکبیر لظہرانی مسند ابو مسعود انصاری حدیث ۷۱۸ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۸/۲۶۰

شبیعی مثله. وهذا جائز في اللغة. قال عزوجل،
 فذكر الآية، وشرح المراد، وافاد واجاد¹۔
 کاسایہ اس کے برابر ہونے کے قریب ہو۔ اور یہ لغت کے
 اعتبار سے جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہاں طحاوی نے
 آیت ذکر کی (یعنی فاذا بلغن الجهن) اور مراد کی تشریح کی اور
 مفید وعمدہ گفتگو کی۔ (ت)

حدیث ۷: سائل نے جو خدمت اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر اوقات نماز پوچھے اور حضور
 والا نے ارشاد فرمایا ہے کہ دو دن حاضر رہ کر ہمارے پیچھے نماز پڑھ۔ پہلے دن ہر نماز اپنے اول وقت میں اور دوسرے دن ہر نماز
 آخر وقت پڑھا کر ارشاد ہوا ہے: الوقت بین ہذین (وقت ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے) اس حدیث میں نسائی و طحاوی نے
 جاہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

سأل رجل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
 عن مواقيت الصلاة. فقال: صل معي. فصلى الظهر
 حين زاغت الشمس. والعصر حين كان في كل
 شبیعی مثله. قال: ثم صلى الظهر حين كان فيبع
 الانسان مثله²۔
 ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نماز کے
 اوقات کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میرے
 ساتھ نماز پڑھ! تو آپ نے ظہر کی نماز اس وقت پڑھی جب
 سورج ڈھل گیا اور عصر کی اس وقت جب ہر چیز کاسایہ اس کے
 برابر ہو گیا۔ راوی نے کہا کہ پھر (گلے دن) ظہر اس وقت
 پڑھی جب ہر چیز کاسایہ اس کے برابر ہو گیا۔ (ت)

اس حدیث میں بھی عصر دیر روز و ظہر امر روز کا وہی حال اور علماء کے وہی مقال۔

حدیث ۸: سنن ابی داؤد میں بسند صحیح عہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سائل

عہ حیث قال: (حدثنا مسدد) ثقة. حافظ. من
 رجال البخاری۔ (ناعبد اللہ بن داؤد) هو ابن عامر
 الهمدانی. ثقة. عابد من رجال البخاری والاربعة۔
 چنانچہ (ابوداؤد نے) کہا (حدثنا مسدد) ثقہ ہے، حافظ ہے، بخاری
 کے راویوں میں سے ہے (ناعبد اللہ ابن داؤد) اس سے مراد ابن
 عامر ہمدانی ہے، جو ثقہ ہے عابد ہے اور بخاری کے علاوہ صحاح
 (باقی بر صفحہ آئندہ)

دون الواسطی

¹ شرح معانی الآثار باب مواقيت الصلوة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل کراچی ۱۰۳/۱

² شرح معانی الآثار باب مواقيت الصلوة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل کراچی ۱۰۲/۱

یوں ہے:

<p>ایک پوچھنے والے نے رسول اللہ سے (اوقات نماز) پوچھے تو آپ نے کوئی جواب نہ دیا، یہاں تک کہ آپ نے بلال کو حکم دیا تو انہوں نے فجر کی اقامت اس وقت کہی جب ابھی پونجھٹی ہی تھی۔ اس روایت (کے آخر) میں ہے کہ اگلے دن ظہر کی اقامت کہی جس وقت پچھلے دن عصر کی کہی تھی، اور عصر کی نماز اس وقت پڑھی جبکہ سورج زرد ہو چکا تھا، یا یوں کہا کہ شام ہو چکی تھی۔ (ت)</p>	<p>ان سائل سأل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: فلم یرد علیہ شیاً، حتی امر بلالاً، فاقام الفجر حین انشق الفجر، وفیہ فلماً کان من الغد، اقام الظہر فی وقت العصر الذی کان قبلہ، وصلی العصر وقد صغرت الشمس، اوقال: امسی¹۔</p>
--	---

اس حدیث سے دو فائدہ زائدہ حاصل ہوئے:

اولاً اس میں صاف تصریح ہے کہ آج کی ظہر کل کی عصر کے وقت پڑھی حالانکہ یہی حدیث ابی موسیٰ اسی طریق بدر بن عثمان نا ابو بکر بن ابی موسیٰ بن ابیہ سے مسلم و نسائی و ابن ابان و طحاوی کے یہاں ان لفظوں سے ہے:

<p>پھر ظہر کی تاخیر فرمائی یہاں تک کہ وقت عصر دیروزہ سے قریب ہو گئی۔</p>	<p>ثم اخر الظہر حتی کان قریباً من وقت العصر بالامس² و لفظ النسائی الی قریب۔</p>
--	--

ثابت ہوا کہ وہاں بھی قُرب ہی مراد ہے اور قُرب وقت کو نام وقت سے تعبیر درکنار صراحۃً ان لفظوں سے

کی چار کتابوں کے راویوں میں سے ہے۔ واسطی مراد نہیں ہے جو کہ صرف ترمذی کے راویوں میں سے ہے (نا، بدر بن عثمان) ثقہ ہے، مسلم کے راویوں میں سے ہے۔ (نا، ابو بکر ابن موسیٰ) ثقہ ہے، صحاح ستہ کا راوی ہے (عن ابی موسیٰ) شعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
الذی لیس الامن رجال الترمذی (نا بدر بن عثمان)
ثقة، من رجال مسلم۔ (نا ابو بکر بن ابی موسیٰ) نا
ثقة، من رجال الستة۔ (عن ابی موسیٰ) الاشعری
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

¹ سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مجتہبائی لاہور، پاکستان ۱۰۳۱ھ

² شرح معانی الآثار باب مواقیب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۰۳۱ھ

بھی تعبیر کر لیتے ہیں کہ دوسری نماز کے وقت میں نماز پڑھی، یہ فائدہ یاد رکھنے کا ہے۔

ثانیاً اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ عصر اس حال میں پڑھی کہ سورج زرد ہو گیا تھا یا کہا شام ہو گئی، یہ بھی قطعاً قرب شام پر محمول۔

حدیث ۹: صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

وقت الظہر اذا زالت الشمس وكان ظل الرجل كطوله ما لم يحضر العصر ¹	ظہر کا وقت اُس وقت ہے جب سورج ڈھلے اور سایہ آدمی کا اس کے قد کے برابر ہو جائے جب تک عصر کا وقت نہ آئے۔
--	--

حدیث ۱۰: امام طحاوی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث امامت جبریل میں راوی حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

صلى الظهر و فبئى كل شىء مثله ²	اس وقت (نماز) پڑھی کہ سایہ ہر چیز کا اس کے برابر ہو گیا۔
---	--

جن کے نزدیک ایک مثل کے بعد وقت ظہر نہیں رہتا ان حدیثوں میں ایک مثل ہونے کو ایک مثل کے قریب پہنچنے پر عمل کرتے ہیں۔

حدیث ۱۱: امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک روز نماز عصر کو بہت اخیر کرنا اور عروہ بن زبیر کا آ کر حدیث امامت جبریل سنانا کہ صحیحین وغیرہما میں مروی اس میں طبرانی کی روایت یوں ہے:

دعا المؤذن لصلاة العصر فامسى عمر بن عبد العزيز قبل ان يصلبها ³	مؤذن نے نماز عصر کے لئے بلایا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے شام کر دی اور ابھی نماز عصر نہ پڑھی۔ (ت)
---	--

یعنی عمر نے شام کر دی اور ہنوز نماز عصر نہ پڑھی۔ امام قسطلانی شافعی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری اور علامہ عبدالباقی زرقانی مالکی شرح موطا میں فرماتے ہیں:

محمول على انه قارب المساء	حدیث کی مراد یہ ہے کہ شام قریب آئی
---------------------------	------------------------------------

¹ صحیح مسلم باب الصلوات الخمس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۱/۱

² شرح معانی الآثار باب مواقیب الصلوة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۰۲/۱

³ المعجم الکبیر للطبرانی مسند ابوسعود انصاری حدیث ۷۱۶ مطبوعہ المكتبة الفيصلية بیروت ۲۵ ۹/۱۸

لا انہ دخل فیہ^۱۔ نہ یہ کہ شام ہو ہی گئی۔

خود صحیح بخاری کتاب بدء الخلق میں ہے: اخر العصر شیاً^۲ (عصر میں کچھ تاخیر کی) افادہ الحافظ فی فتح الباری۔
حدیث ۱۲: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا کہ "سحری کھاؤ پیو یہاں تک کہ ابن اُمّ مکتوم اذان دے۔"
زاس پر صحیح بخاری شریف میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

قال کان رجلاً لا ینادی حتی یقال له اصبحت
اصبحت^۳۔ وہ اذان نہ دیا کرتے تھے یہاں تک کہ اُن سے کہا جاتا تمہیں
صبح ہو گئی صبح گئی۔

اگر اُن کی اذان سے پہلے صبح ہو چکتی تھی تو اس ارشاد کے کیا معنی کہ "جب تک وہ اذان نہ دیں کھاتے پیتے رہو"۔ لہذا قسطلانی
شافعی ارشاد اور امام عینی عمدہ میں فرماتی:

واللفظ للارشاد المعنی قاربت الصبح علی حد قوله تعالیٰ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ^۴ یعنی لوگوں کے اس قول کے
کہ "صبح ہو گئی صبح ہو گئی" یہ معنی ہیں کہ صبح قریب آئی قریب آئی، جیسے آیت میں فرمایا کہ عورتیں میعاد کو پہنچیں یعنی قریب میعاد۔
نیز اسی حدیث میں ارشاد اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے:

فانہ لا یؤذن حتی یطلع الفجر^۵۔ ابن اُمّ مکتوم اذان نہیں دیتے یہاں تک کہ فجر طلوع کرے۔

ارشاد شافعی کتاب الصیام میں ہے: ای حتی یقارب طلوع الفجر^۶ (یعنی یہاں تک کہ طلوع فجر قریب آئے)۔
بالجملہ اس محاورہ کے شیوع تمام سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا اگر بالفرض وہ روایات صحیحہ جلیلہ صریحہ صلاۃ مغرب پیش از
غروب شفق میں نہ بھی آتیں تاہم جبکہ ہر نماز کے لئے نجد وقت کی تعیین اور پیش از وقت یا وقت فوت کر کے نماز پڑھنے کی
تحریم یقینی قطعی اجماع تھی ان روایات میں یہ مطلب بخیر محاورہ عمدہ محتمل اور استدلال مستدل بتطرق احتمال باطل و مختل اور
آیات واحادیث تعیین اوقات کا ان سے معارضہ غلط و مہمل ہوتا نہ کہ خود اسی حدیث

^۱ ارشاد الساری شرح البخاری مواقیب الصلوٰۃ مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت ۱/۷۷۷

^۲ صحیح البخاری کتاب بدی الخلق باب ذکر الملائکہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۷۷

^۳ صحیح البخاری باب اذان الاعلیٰ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۶۱

^۴ ارشاد الساری شرح بخاری باب اذان الاعلیٰ الخ مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت ۱/۱۱۲

^۵ صحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یستعم من سحور کم اذان بلال مطبوعہ قدیمی کتب خانہ

کراچی ۱/۲۵۷

^۶ ارشاد الساری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یستعم من سحور کم اذان بلال مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت ۳/۳۶۳

العشاء، ہی اقبال اللیل واول سواده¹ (فحمة العشاء رات کے آنے کو اور اس کی ابتدائی سیاہی کو کہتے ہیں۔ ت) شرح جامع الاصول للمصنف میں ہے:

<p>وہ رات کا ابتدائی حصے میں بہت سیاہ ہونا ہے۔ پھر جب اس کا جوش ٹھہر جاتا ہے تو تاروں کے نکلنے اور ان کی روشنیاں پھیلنے سے سیاہی کم ہو جاتی ہے، اور اس لئے بھی کہ آنکھ جب ابتداء میں تاریکی کی طرف نظر کرتی ہے تو کچھ نہیں دیکھ پاتی۔ (ت)</p>	<p>ہی شدّة سواد اللیل فی اولہ، حتی اذا سکن فورہ، قلت بظہور النجوم وبسط نورہا۔ ولان العین اذا نظرت الی الظلمة ابتداء لاتکاد تری شیاً²۔</p>
---	--

ظاہر ہے کہ اس کا جانا بیاض شفق کے جانے سے بہت پہلے ہوتا ہے تو بیاض شفق جانا بیان کر کے پھر اس کے ذکر کی کیا حاجت ہوتی، ہاں بیاض شرقی اس سے پہلے جاتی ہے تو اس معنی صحیح پر فحمر عشاء کا ذکر عبث و لغو نہ ہوگا۔
 ثالثاً یہی حدیث اسی طریق مذکور سفیان سے امام طحاوی نے یوں روایت فرمائی:

<p>حدیث بیان کی ہم سے فہد نے حمانی سے، اس نے ابن عیینہ سے، اس نے ابن ابی نوح سے، اس نے اسمعیل بن ابی ذویب سے کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب سورج ڈوب گیا تو ان کی ہیبت کی وجہ سے ہم انہیں نماز کا نہ کہہ سکے وہ چلتے رہے یہاں تک کہ عشاء کی سیاہی ختم ہو گئی اور ہم نے افق کی سفیدی دیکھ لی۔ اس وقت اتر کر مغرب کی تین رکعتیں اور عشاء کی دو رکعتیں پڑھیں اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ (ت)</p>	<p>حدثنا فہد ثنا الحماني ثنا ابن عيينة عن ابن ابي نجيح عن اسمعيل بن ابي ذويب قال: كنت مع ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، فلما غربت الشمس، هبنا ان نقول: الصلاة، فسار حتى ذهب فحمة العشاء ورأينا بیاض الافق، فنزل فصلى ثلاثا المغرب، واثنین العشاء، وقال: هكذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یفعل³</p>
---	--

یہ بقائے شفق ابیض میں نص صریح ہے کہ سرشام کا دھند لکا جاتا رہا اور ہمیں افق کی سفیدی نظر آئی

¹ زہر الرئی مع سنن النسائی بین السطور زیر حدیث مذکور مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب نور محمد کراچی ۹۹/۱

² جامع الاصول للمصنف

³ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۱/۱

اُس وقت نماز پڑھی اور کہا اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا۔

رباعاً: ملاجی! آپ تو بہت محدثی میں دم بھرتے ہیں صحیح حدیثیں بے وجہ محض توڑ دھرتے آئے بخاری و مسلم کے رجال ناحق مردود الروایہ بنائے اب اپنے لیے یہ روایت حجت بنالی جو آپ کے مقبولہ اصولِ محدثین پر ہرگز کسی طرح حجت نہیں ہو سکتی اس کا مدار ابن ابی نجیح پر ہے وہ مدلس تھا اور یہاں روایت میں عنعنہ کیا اور عنعنہ مدلس جمہور محدثین کے مذہب مختار و معتمد میں مردود و نامستند ہے اسی آپ کی مبلغ علم تقریب میں ہے:

عبداللہ بن ابن نجیح یسار المکی ابویسار الثقفی، مولاہم، ثقہ، رمی بالقدر، ورمی بالدلس ¹ ۔	عبداللہ ابن ابی کحیح یسار مکی ابویسار ثقفی، بنی ثقیف کا آزاد کردہ، ثقہ ہے، قدری ہونے سے متم ہے، بسا اوقات تدلیس کرتا ہے۔ (ت)
--	--

وہ قسم مرسل سے ہے تقریب و تدریب میں ہے:

الصحيح التفصيل، فبارواہ بلفظ محتمل لم یبین فیہ السماع، فمرسل لا یقبل، وما بین فیہ، کسبعت، وحدثنا، واخبرنا، وشبهها، فمقبول یحتج بہ ² ۔	صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے، یعنی مدلس کی وہ روایت جو ایسے لفظ سے ہو جو سماع کا احتمال تو رکھتا ہو مگر سماع کی تصریح نہ ہو، تو وہ مرسل ہے اور غیر مقبول ہے، اور جس میں سماع کی صراحت ہو، جیسے سمعت، حدثنا، أخبرنا اور ان جیسے الفاظ، تو وہ مقبول ہے اور قابل استدلال ہے۔ (ت)
--	--

اور مرسل کی نسبت آپ خود فرما چکے³ روایت مرسل حجت نہیں ہوتی نزدیک جماعت فقہا و جمہور محدثین کے۔ یہ آپ نے اُس حدیث صحیح متصل کو مردود و مرسل بنا کر فرمایا تھا جس کا ذکر لطیفہ دہم میں گزرا جھوٹے ادعائے ارسال پر تو یہ جوش و خروش اور سچے ارسال میں یوں گنگ و خاموش، یہ کیا مقتضائے حیا و دیانت ہے۔

جواب سوم: حدیث مذکور کے اصلاً کسی طریق میں نہیں کہ حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد غروب شفق ایضاً نماز مغرب پڑھی نہ ہرگز ہرگز کسی روایت میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد از سفر وقت حقیقہً قضا کر کے دوسری نماز کے وقت میں پڑھنے کو فرمایا۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ وقت مغرب شفقِ احمر تک ہے

الدارقطنی عن ابن عمر، رفعه، والصحيح وقفه، افادہ البیہقی والنووی، انه قال:	دارقطنی نے ابن عمر سے مرفوعاً روایت کی ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے، جیسا کہ بیہقی اور نووی نے
---	--

¹ تقریب التذیب ترجمہ عبداللہ ابن نجیح مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۱۳۴

² تدریب الروای شرح تقریب النووی القسم الثانی من النوع الثانی عشر دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۲۹

ف۱: معیار الحجت ص ۳۰۱

الشفق الحمراء-

افادہ کیا ہے کہ ابن عمر نے کہا ہے کہ شفق سُرخِی کو کہتے ہیں۔ (ت)

اور ہمارے نزدیک شفق ابیض تک ہے ہو الصحيح روایۃ والرحیح درایۃ وقضية الدلیل فعلیہ التعمیل (یہی روایۃ صحیح ہے، اسی کو درایۃ ترجیح ہے اور دلیل کا تقاضا بھی یہی ہے اس لئے اسی پر اعتماد ہے۔ ت) ہمارا مذہب اجلائے صحابہ مثل افضل الخلق بعد الرسل صدیق اکبر وأُم المؤمنین صدیقہ وامام العلماء معاذ بن جبل وسید القراءین بن کعب وسید الحفاظ ابو ہریرہ و عبد اللہ بن زبیر وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم واکبر تابعین مثل امام اجل محمد باقر وامیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز واجلائے تبع تابعین مثل امام الشام اوزاعی وامام الفقہاء والمحدثین والصالحین عبد اللہ بن مبارک وزفر بن الہذیل وانمہ لغت مثل مبرد و ثعلب و فراء و بعض کبرائے شافعیہ مثل ابو سلیمان خطابی وامام مزنی تلمیذ خاص امام شافعی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے منقول کمافی عمدۃ القاری وغنیۃ المستملی وغیرہما۔ اب اگر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صراحتاً ثابت بھی ہو کہ انہوں نے بعد غروب ابیض مغرب پڑھی تو صاف محتمل کہ انہوں نے کسی سفر میں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعد شفق احمر شفق ابیض میں مغرب اور اُس کے بعد عشاء پڑھتے دیکھا اور اپنے اجتہاد کی بنا پر یہی سمجھا ہو کہ حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے وقت قضا کر کے جمع فرمائی اب چاہے ابن عمر سے ثابت ہو جائے کہ انہوں نے پہر رات گئے بلکہ آدھی رات ڈھلے مغرب پڑھی یہ اُن کے اپنے مذہب پر مبنی ہوگا کہ جب وقت قضا ہو گیا تو گھڑی اور پہر سب یکساں مگر ہم پر حجت نہ ہو سکے گا کہ ہمارے مذہب پر وہ جمع صوری ہی تھی جسے جمع حقیقی سے اصلاً علاقہ نہ تھا یہ تقریر بجد اللہ تعالیٰ وانی وکانی اور مخالف کے تمام دلائل وشبہات کی دافع و نافی ہے اگر بہت ہے تو کوئی حدیث صحیح صریح ایسی لاؤ جس سے صاف صاف ثابت ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حقیقتاً شفق ابیض گزار کر وقت اجتماعی عشاء میں مغرب پڑھی یا اس طور پڑھنے کا حکم فرمایا مگر بحول اللہ تعالیٰ قیامت تک کوئی حدیث ایسی نہ دکھا سکے بلکہ احادیث صحیحہ صریحہ جن میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جمع فرمانا اور اس کا حکم دینا آیا وہ صراحتاً ہمارے موافق اور جمع صوری میں ناطق ہیں جن کا بیان واضح ہو چکا پھر ہم پر کیا جبر ہے کہ ایسی احتمالی باتوں مذہب خیالوں پر عمل کریں اور اُن کے سبب نمازوں کی تعیین و تخصیص اوقات کہ نصوص قاطعہ قرآن و حدیث واجماع امت سے ثابت ہے چھوڑ دیں۔ ہکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ اعلم۔

حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی بطریق عقیل بن خالد عن ابن شہاب عن انس جس کے ایک لفظ میں ہے کہ ظہر کو وقت عصر تک تاخیر فرماتے،

بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی کہتے ہیں کہ حدیث

الشیخان و ابوداؤد والنسائی، حدیثنا قتیبة،

<p>بیان کی ہم سے تئیبہ نے ابو داؤد نے اضافہ کیا ہے "اور ابن موبہب المعنی نے "دونوں مفضل سے روایت کرتے ہیں۔ یہی روایت بخاری نے بواسطہ حسان واسطی تنہا بھی کی ہے، اور آئندہ الفاظ اسی کے ہیں۔ حدیث بیان کی ہم سے مفضل نے عقیل سے، اس نے ابن شہاب سے، اس نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر زوال سے پہلے روانہ ہو جاتے تھے تو ظہر کو عصر تک مؤخر کر دیتے تھے، پھر دونوں کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے تئیبہ کے الفاظ یوں ہیں: "پھر اُترتے تھے اور دونوں کو اکٹھا پڑھتے تھے" اور اگر زوال ہو جاتا تھا تئیبہ کے الفاظ یوں ہیں: "اور اگر روانگی سے پہلے زوال ہو جاتا تھا" تو ظہر پڑھ کے سوار ہوتے تھے۔ (ت)</p>	<p>زاد ابو داؤد وابن موبہب المعنی، قالنا المفضل ح والبخاری وحده، حدثنا حسان الواسطی، وهذا لفظه، ثنا المفضل بن فضالة عن عقيل عن ابن شهاب عن انس بن مالك، قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، اذا ارتحل قبل ان تزيغ الشمس، اخر الظهر الى وقت العصر، ثم يجمع بينهما، واذا زاغت الشمس قبل ان يرتحل، صلى الظهر ثم ركب¹۔</p>
--	--

دوسرے لفظ میں ہے ظہر کو مؤخر فرماتے یہاں تک کہ عصر کا اول وقت داخل ہوتا پھر جمع کرتے۔ صحیح مسلم میں ہے،

<p>حدیث بیان کی ہم سے عمرو الناقد نے شباہ سے، اس نے لیث سے، اس نے سعد سے، اس نے عقیل سے، اس کے بعد روایت ذکر کی، اس میں ہے کہ ظہر کو مؤخر کرتے یہاں تک کہ عصر کا ابتدائی وقت داخل ہو جاتا، پھر دونوں کو جمع کر لیتے۔ (ت)</p>	<p>حدثني عمرو الناقدنا شباة بن سوار المدائني ناليث بن سعد عن عقيل، فذكره، وفيه: اخر الظهر حتى يدخل اول وقت العصر، ثم يجمع بينهما²۔</p>
--	---

تیسرے لفظ میں یہ لفظ زائد ہے کہ مغرب کو تاخیر کرتے یہاں تک کہ شفق ڈوبنے کے وقت اُسے اور عشا کو ملاتے یا انہیں جمع فرماتے کہ شفق ڈوب جاتی۔ صحیح مسلم میں ہے،

<p>حدیث بیان کی مجھ سے ابو الطاهر اور عمرو بن سواد نے ابن وہب سے، اس نے جابر سے، اس نے عقیل سے۔ اس میں ہے کہ مغرب کو مؤخر کرتے تھے یہاں تک</p>	<p>حدثني ابو الطاهر وعمرو بن السواد قالنا ابن وهب ثني جابر بن اسماعيل عن عقيل، وفيه: يؤخر المغرب حتى يجمع</p>
--	---

¹ صحیح البخاری باب يؤخر الظهر الى العصر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۵۰/۱

² صحیح مسلم باب جواز الجمع بين الصلاتين مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۳۵/۱

بینہا وبين العشاء حين يغيب الشفق¹۔ ورواہ النسائی، قال: اخبرني عمرو بن سواد بن الاسود بن عمرو، وابوداود مختصراً، قال: حدثنا سليمان بن داود المهري كلاهما عن ابن وهب، به، ورواه الطحاوي حدثنا يونس، قال: انا ابن وهب، وفيه، حتى يغيب الشفق²۔

کہ اس کو اور عشاء کو جمع کر لیتے جب شفق غائب ہوتی تھی۔ اس روایت کو نسائی نے بھی بواسطہ عمرو ابن اسود ابن عمر، اور ابوداود نے بھی مختصراً بواسطہ سلیمان ابن داود المہری بیان کیا ہے (عمرو اور سلیمان) دونوں نے یہ روایت ابن وہب سے لی ہے۔ اور طحاوی نے اس کو بواسطہ یونس، ابن وہب سے لیا ہے۔ اس میں ہے "یہاں تک کہ شفق غائب ہو جاتی تھی"۔ (ت)

غیبتِ شفق کے جوابات شافعیہ تو بجز اللہ اوپر گزرے ملاجی کو بڑا ناز یہاں ان لفظوں پر ہے کہ ظہر کو وقت عصر تک مؤخر فرما کر جمع کرتے اُس پر حتی کے معنی میں لاطائل س نحویت بگھار کر فرماتے ہیں فاپس مطلب یہ ہوا کہ تاخیر ظہر کی اس حد تک کرتے کہ منہ تاخیر کا اول وقت عصر کا ہوتا یعنی ابھی تک ظہر نہ پڑھتے کہ عصر کا وقت آجاتا ان معنی سے کسی کو انکار نہیں مگر محرفین للنصوص کو اول وقت عصر کا منتهی تاخیر کا ہے نہ نماز ظہر کا اگر ظہر کا ہو تو ثم یجمع بینہما کے کچھ معنی نہیں بنتے کہ بعد ہو چکنے ظہر کے اول وقت عصر تک پھر جمع کرنا ساتھ عصر کے کس طرح ہوا ہ ملخصاً مہذباً۔

ان لن ترانیوں کا جواب تو بہت واضح ہے عصر یا وقت عصر یا اول وقت عصر یا دخول وقت عصر تک ظہر کو مؤخر کرنے کے جس طرح یہ معنی ممکن کہ ظہر نہ پڑھی یہاں تک کہ وقت عصر داخل ہو ایونہی یہ بھی متصور کہ ظہر میں اس قدر تاخیر فرمائی کہ اس کے ختم ہوتے ہی وقت عصر آگیا خود علمائے شافعیہ ان معنی کو تسلیم کرتے ہیں صحیح بخاری شریف میں فرمایا: باب تأخیر الظہر الی العصر³ امام عسقلانی شافعی نے فتح الباری پھر قسطلانی شافعی نے ارشاد الساری میں اس کی شرح فرمائی:

باب تأخیر الظہر الی اول وقت العصر، بحیث انہ اذا فرغ منها یدخل وقت تألیہا، لانه یجمع بینہما فی وقت واحد⁴۔

باب، ظہر کی تاخیر عصر کے ابتدائی وقت تک کہ جب ظہر سے فارغ ہو، عصر کا وقت داخل ہو جائے، نہ یہ کہ ایک ہی وقت میں دونوں کو جمع کرے۔ (ت)

¹ الصحیح المسلم باب جواز الجمع بین الصلاتین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۳۵/۱، سنن ابی داؤد ۱۷۲/۱، شرح معانی الآثار ۱۱۳/۱

² سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر بین المغرب والعشاء مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۹۹/۱

³ صحیح البخاری باب تاخیر الظہر الی العصر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۷۷/۱

⁴ ارشاد الساری باب تاخیر الظہر الی العصر دارالکتب العربیہ بیروت ۲۹۱/۱

فامعیار الحق ص ۳۷۷، ۳۷۸

حافظ الشان کے لفظ یہ ہیں:

<p>المراد انه عند فراغه منها دخل وقت العصر، كما سيأتي عن أبي الشعثاء¹ الخ۔</p>	<p>مراد یہ ہے کہ ظہر سے فارغ ہوتے ہی عصر کا وقت داخل ہو گیا، جیسا کہ عنقریب ابوالشعثاء سے آرہا ہے۔ (ت)</p>
---	--

اور اُس سے فارغ ہوتے ہی جو عصر اپنے شروع وقت میں پڑھی جائے بدایۃً دونوں نمازیں مجتمع ہو جائیں گی تو اس معنی کو تحریف یا جمع بینہما کے مخالف کہنا صریح جہالت ہے۔

اقول: وباللہ التوفیق تحقیق مقام یہ ہے کہ **یؤخر الظهر** میں ظہر سے صلاۃ ظہر مراد ہونا تو بدیہی نماز ہی قابل تاخیر و تعجیل ہے نہ وقت جس کی تاخیر و تعجیل مقدورات عباد میں نہیں اور صلاۃ ظہر حقیقۃً تکبیر تحریمہ سے سلام تک مجموع افعال کا نام ہے نہ ہر فعل یا آغاز نماز کا کہ جزء نماز ہے اور ایسے حقائق میں جڑے شے نہیں جو اسم کسی مرکب مجموع اجزائے متعاقبہ فی الوجود کے مقابل موضوع ہو بنظر حقیقت اُس کا صدق جزء آخر کے ساتھ ہوگا نہ اُس سے پہلے مثلاً مکان اس مجموع جدران و سقف و غیرہ کا نام ہے تو جب نیو بھری گئی یا پہلی اینٹ چنائی کی رکھی گئی مکان نہ کہیں گے پس قبل فراغ حقیقت صلاۃ جسی شرع مطہر نماز گئے اور معتبر رکھے متحقق نہیں تو بکلم حقیقت انتہائے تاخیر نماز عین وقت فراغ پر ہے نہ وقت تکبیر کہ ہنوز زمانہ عدم صدق اسم باقی ہے اب حدیث کے الفاظ دیکھیے تاخیر نماز کی انتہا ابتدائے وقت عصر پر بتائی گئی ہے اور اُس کی انتہا فراغ پر تھی تو ثابت ہوا کہ ظہر سے فراغ وقت ظہر کے جزء اخیر میں ہوا یہی بعینہ ہمارا مقصود ہے اگر معنی وہ لیے جائیں جو ملاجی بتاتے ہیں کہ اول وقت عصر میں نماز ظہر شروع کی تو تاخیر ظہر اول وقت عصر پر منتہی نہ ہوئی بلکہ اوسط وقت عصر تک رہی یہ خلاف ارشاد حدیث ہے تو بلحاظ حقیقت شرعیہ معنی حدیث وہی ہیں جنہیں ملاجی تحریر یہ نصوص بتا رہے ہیں ہاں مجازاً آغاز نماز پر بھی اسم نماز اطلاق کرتے ہیں تو ہمارے اور ملاجی کے معنی میں وہی فرق ہے جو حقیقت و مجاز میں۔ بحمد اللہ اس بیان جلی البرہان سے واضح ہو گیا کہ ملاجی کا منتہائے تاخیر و منتہائے نماز ظہر میں تفرقہ پر حکم کرنا جہالت تھا ملاجی نے اتنا سچ کہا کہ منتہی تاخیر کا اول وقت عصر کا ہونا آگے جو یہ حاشیہ چڑھایا کہ یعنی ابھی تک ظہر نہ پڑھتے کہ وقت عصر آجاتا نرا ادعائے بے دلیل ہے طرفہ یہ کہ خود بھی حضرت نے انہیں لفظوں سے تعبیر کی جن میں دونوں معنی محتمل مگر عقل و وہابیت تو باہم اقصیٰ طرفین نقیض پر ہیں واللہ الحمد۔

ثم اقول: وبحول اللہ اصول (پھر میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی کی طاقت سے جرح کرتا ہوں) ظہر کی وقت عصر تک تاخیر درکنار اگر صاف یہ لفظ آتے کہ ظہر اول وقت عصر میں پڑھی مدعائے مخالف میں نص نہ تھی ظہرین و عشائین میں

¹ فتح الباری شرح البخاری باب تاخیر الظهر الی العصر مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۹۷۲

آخر وقت اول واول وقت آخر آن واحد فصل مشترک بین الزمانین ہے اور صلاة بمعنی ابتدائے صلاة اور فراغ عن الصلوة دونوں مستعمل تو بحکم مقدمہ اولیٰ جس نماز کے فراغ پر اُس کا وقت ختم ہو جائے اُسے جس طرح یوں کہہ سکتے ہیں کہ اپنے وقت کے جزاء خیر میں تمام ہوئی یونہی یہ بھی کہ وقت آئندہ کے جزء اول میں اُس سے فراغ ہوا اور بحکم مقدمہ ثانیہ تعبیر ثانی کو ان لفظوں سے بھی ادا کر سکتے ہیں کہ نماز وقت آئندہ میں پڑھی کہ نماز پڑھنا فراغ عن الصلاة تھا اور فراغ عن الصلاة آخر وقت میں ہوا اور آخر وقت ماضی اول وقت آتی ہے ولہذا ساتوں احادیث مذکورہ امامت جبریل و سوال سائل میں جب کہ بظاہر عصر ماضی و ظہر حال دونوں ایک وقت پڑھنا نکلتا تھا بلکہ حدیث امامت عند الترمذی و حدیث سائل عند ابی داؤد میں صاف تصریح تھی کہ آج کی ظہر کل کی عصر کے وقت پڑھی خود امام شافعی و جمہور علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان میں صلاة عصر دیروزہ کو ابتدائے نماز اور صلاة ظہر امروزہ کو فراغ نماز پر حمل کیا یعنی ایک مثل سایہ پر کل کی عصر شروع فرمائی تھی اور آج کی ظہر ختم، اسی کو یوں تعبیر فرمایا گیا کہ ظہر امروزہ عصر دیروزہ کے وقت میں پڑھی امام اجل ابو زکریا نووی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح صحیح مسلم شریف میں زیر حدیث اذا صلیتہم الظهر فأنه وقت الی ان یحضر العصر (جب تم ظہر کی نماز پڑھنا ہو تو عصر تک سارا وقت ظہر ہی کا ہے۔ ت) فرماتے ہیں:

<p>امام شافعی اور اکثر علمائے اسی حدیث کے ظاہر سے استدلال کیا ہے جس میں ہم گفتگو کر رہے ہیں اور جبریل علیہ السلام کی حدیث سے یہ جواب دیا ہے کہ پہلے دن جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا تھا تو اس وقت ظہر کی نماز سے فارغ ہو گئے تھے اور دوسرے دن جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوا تھا تو اس وقت عصر کی نماز شروع کی تھی۔ اس طرح دونوں کا (ایک ہی وقت میں) اشتراک نہیں پایا جاتا۔ (ت)</p>	<p>احتج الشافعی والا کثرون بظاہر الحدیث الذی نحن فیہ، واجابوا عن حدیث جبریل علیہ السلام، بان معناه فرغ من الظهر حین صار ظل کل شیئی مثله، وشرع فی العصر فی الیوم الاول حین صار ظل کل شیئی مثله فلا اشتراک بینہما</p> <p style="text-align: right;">1 -</p>
--	---

مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

<p>ایک روایت میں ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا تھا، جیسا کہ گزشتہ کل اسی وقت عصر کے وقت تھا۔ یعنی آج اسی وقت ظہر سے فارغ ہوئے تھے جیسا کہ گزشتہ کل اسی وقت عصر میں شروع ہوئے تھے</p>	<p>فی روایۃ، حین کان ظل کل شیئی مثله، کو وقت العصر بالامس۔ ای فرغ من الظهر، کما شرع فی العصر فی الیوم الاول حینئذ قال الشافعی: وبہ نندفع اشتراکہما فی</p>
---	---

وقت واحد¹۔

امام شافعی نے کہا کہ اسی سے ایک وقت میں ان کے اشتراک کا احتمال ختم ہو جاتا ہے۔ (ت)۔

ثم اقول: ہاں میں علما سے کیوں نقل کروں خود ملّا جی اپنے ہی لکھے کو نہ روئیں اِقْدَأْ كِتَابَكَ² كَفِيَّ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسْبِيًّا³ عہ۔ (پڑھو اپنی کتاب کو، آج تم خود ہی اپنے آپ پر شہید کافی ہو۔ ت مسئلہ وقتِ ظہر میں جو ایک مثل کا اثبات پیش نظر تھا پاؤں تلے کی سو جھی آگا پیچھا بے سوچے سمجھے صاف صاف انہیں معنی کا اقرار کر گئے یہ کیا خبر تھی کہ دو قدم چل کر یہ اقرار جان کا آزار ہو جائے گا حدیث سائل بروایت نسائی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کر کے فرماتے ہیں⁴: معنی اس کے یہ ہیں کہ پہلے دن عصر جب پڑھی کہ سایہ ایک مثل آگیا اور دوسرے دن ظہر سے ایک مثل پر فارغ ہوئے یہ معنی نہیں کہ ظہر پڑھنی شروع کی دوسرے دن اسی وقت میں جس میں پہلے دن عصر پڑھی تھی اھ لخصاً۔ کیوں ملّا جی! جب صلاة بمعنی فراغ عن الصلاة آپ خود لے رہے ہیں تو آخر الظہر کے معنی آخر الفراغ عن الظہر لینا کیوں تحریف نصوص ہو گیا، ہاں اس کا علاج نہیں کہ شریعت تمہارے گھر کی ہے اپنے لئے تحریف تبدیل انکار تکذیب جو چاہو حلال کر لو۔ مزہ یہ ہے کہ فقط اسی پر قناعت نہ کی لاج کا بھلا ہو حدیث امامت جبریل عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی نقل کی اور ابو داؤد کے لفظ چھوڑ کر خاص ترمذی ہی کی روایت لی جس میں صاف نقل کیا کہ ظہر امر وزہ عصر دیر وزہ کے وقت میں پڑھی اور بکمال خوش طالعی اسے بھی لکھ⁵ دیا کہ معنی اس کے بھی وہی ہیں جو حدیث نسائی کے بیان کیے گئے یعنی پہلے دن عصر شروع کی ایک مثل پر اور دوسرے دن فارغ ہوئے ظہر سے ایک مثل پر۔

ملّا جی! جب ایک نماز دوسری کے وقت میں پڑھنا ان صریح لفظوں کے بھی خود یہ معنی لے رہے ہو کہ نماز پڑھی تو اپنے وقت میں مگر اس سے فراغ دوسری کے ابتدائے وقت پر ہوا تو اب کس منہ سے یہ حدیثیں اثبات جمع میں پیش کرتے اور انہیں نص صریح ناقابل تاویل بتاتے ہوں ان میں تصریح دکھا بھی نہ سکے جو صاف صاف اس حدیث ترمذی میں تھی جب اس کے یہ معنی بنا رہے ہوں ان کے بدرجہ اولیٰ بنیں گے اور اول تا آخر تمہارے سب دعوے

عہ اقتباس و مناسب المقام ههنا الشهادة لا | قرآن کریم سے اقتباس ہے اور مقام کے مناسب یہاں پر شہادت الحساب ۱۲ منہ (م) ہے نہ کہ حساب (اس لئے حسیباً کی جگہ شہیداً لایا گیا ہے) (ت)

¹مرقات المفاتیح الفصل الثانی من باب المواعیت مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۴۲/۲

²القرآن ۱۳/۱۷

فامعیار الحق مسئلہ چہارم بحث آخر وقت ظہر الخ مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۱۶، ف ۲ معیار الحق ص ۳۲۱

قل موتوا بغيظكم سُنیں گے انصاف ہو تو ایک یہی حرف تمہاری ساری محنت کو پہلی منزل پہنچانے کے لئے بس ہے واللہ الحمد یہ کلام تو ملاجی کی جہالتوں سے متعلق تھا اب مثل حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس حدیث کے بھی جواب بعون الوہاب اسی طرز صواب پر لیجئے وباللہ التوفیق۔

جواب اول: دخول عصر سے قرب عصر مراد ہے جس کی اکیس مثالیں آیات واحادیث سے گزریں خصوصاً حدیث ہشتم میں ہم نے روایت صحیح صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی سے روشن ثبوت دیا کہ دوسرے وقت تک تاخیر درکنار ایک نماز اپنے آخر وقت میں دوسرے وقت کے قریب پڑھنے کو کہا یہاں تک کہا جاتا ہے کہ دوسری نماز کے وقت میں پڑھی

<p>اسی جواب کی طرف امام طحاوی نے اشارہ کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ اول وقت عصر سے مراد اول وقت عصر کا قریب ہونا ہے۔ (ت)</p>	<p>الی هذا الجواب اشار الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ، حیث قال: قد یحتمل ان یکون قوله: الی اول وقت العصر، الی قرب اول وقت العصر¹۔</p>
---	---

جواب ثانی، اقول: وقت ظہر دو مثل سمجھو خواہ ایک اُس کی حقیقت واقعہ کا ادراک طاقت بشری سے خارج ہے آسمان بھی صاف ہو زمین بھی ہموار تاہم پیمائش اقدام یا کوئی چیز زمین میں کھڑی کر کے ناپنا تو ہرگز غایت تخمین مقدور تک بھی بالغ نہیں نہایت تصحیح عمل امثال دائرہ ہندیہ ہے وہ بھی حقیقت امر ہرگز نہیں بنا سکتا۔

اولادائرے کی صحت سطح کا اسطوا سطح دائرۃ الافق سے اُس کی پوری موازات متقیاس کا سطح دائرہ نصف النہار سے ذرہ بھر مائل نہ ہو نامدخل و مخرج کے نقاط نامتجزیہ کی صحیح تعیین قوس محصورہ کی ٹھیک تنصیف پھر ظل کا خط نامتجزیہ پر واقعی انطباق پھر اُس کی حقیقی مقدار پھر اس پر مثل یا مثلین کی بے کمی بیشی زیادت ان میں سے کسی پر جزم متبیسر نہیں۔

ثانیاً بفرض محال عادی یہ سب حق حقیقت پر صحیح بھی ہو جائیں تاہم خط نصف النہار کا سطح عظیمہ نصف النہار میں ہونا معلوم نہیں بلکہ نہ ہونا ثابت و معلوم ہے کہ شمس بوجہ تقاطع معدّل و منطقہ اپنی سیر خاص سے لمحہ بھر بھی ایک مدار پر نہیں رہتا تو منتصف مابین المدخل و المخرج ہمیشہ خط نصف النہار سے شرقی یا غربی ہے مگر جبکہ دائرۃ الزوال پر مرکز تیر کا انطباق اور احد الانقلابین میں حلول آن واحد میں ہو اور وہ نہایت نادر ہے۔

ثالثاً اس نادر کو بھی فرض کر لیجئے تاہم علم کی طرف اصلاً سبیل نہیں کہ حلول انقلاب یا وصول دائرہ جاننے

¹ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۳۱

کے طرق جو زیجات میں موضوع ہیں سب ظنی و تخمینی ہیں کسی کو کب کی تقویم حقیقی معلوم کرنا نہ حساب کا کام ہے نہ ارصاد کا، جداول جیوب و ظلل و میول و اوساط و تعاویل مراکز و مواضع اوجات و تفاوت ایام حقیقیہ و وسطیہ و فصل مابین المرکزین و عروض و اطوال بلاد درج و اجزائے استوائیہ و طول و مطالع بلدیہ و غیر ہا امور کہ اس ادراک کے ذرائع ہیں سب فی انفسہا محض تخمین ہیں اور اس پر اثبات زیجات برف و اسقاط حصص کسرات تخمین بالائے تخمین، پائی ہے اسے جس نے بہر نقیر و قلمیر میں عجز و جہل بشر کو ظاہر کیا اور ذرہ ذرہ عالم سے اپنے کمال علم و قدرت کو جلوہ دیا،

تُو پاک ہے ہمیں علم نہیں مگر جتنے کی تُو نے تعلیم دی ہے تُو ہی علیم حکیم ہے۔ (ت)	سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۗ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝۱
--	---

ولہذا الملتقى وقتین سے کچھ پہلے اور کچھ بعد تک عامہ خلق کے نزدیک وقت مشکوک ہے اسی کو وقت بین الوقتین کہتے ہیں اس میں نظر ناظر کبھی حالت شک میں رہتی ہے کبھی بقائے وقت اول کبھی دخول وقت آخر گمان کرتی ہے اور واقع وہ ہے جو رب العزیز جل و علا کے علم میں ہے صاحب و جی خصوصاً عالم علوم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بحکم نبائی العلیم الخبیر (آگاہ کیا ہے مجھے علم والے اور خبر والے نے۔ ت) عین وقت حقیقی پر مطلع ہو کر نماز ظہر ایسے اخیر وقت میں ادا فرمائے اور سلام پھیرتے ہی معاً وقت عصر کی ابتدائے حقیقی جو خاص علم الہی میں تھی شروع ہو جائے اور دیگر ناظرین کو وحی سے بہرہ نہیں رکھتے براہ اشتباہ اسے وقت آخر میں گمان کریں اصلاً محل تعجب نہیں نہ معاذ اللہ اس میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کسر شان کہ علوم خاصہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حضور کا شریک نہ ہونا کچھ منافی صحابیت نہیں بلکہ واجب و لازم ہے فقیر غفر لہ المولی القدر احادیث کثیرہ سے خاص اس جزئیہ کی نظیریں پیش کر سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے وقت نمازیں پڑھیں یا سحری تناول فرمائی کہ ناظرین کو بقائے وقت میں شک یا خروج وقت کا گمان گزرتا بلکہ اجلہ حذاق صحابہ کی تمیز و معرفت میں دیگر ناظرین شریک نہ ہوئے علم محمدی تو علم محمدی ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مثلاً:

حدیث ۱: حدیث سائل کہ صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و مسند امام احمد و حجج امام ابن ابان و مصنف طحاوی میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اُس میں ظہر روز اول کی نسبت مسلم و نسائی کی روایت یوں ہے:

اقام بالظہر حین زالت الشمس. والقائل یقول:	سورج ڈھلتے ہی ظہر کی اقامت کہی اس حال میں کہ کہنے والا کہے ٹھیک دوپہر ہے اور حضور صلی اللہ
---	--

تعالیٰ علیہ وسلم اُن سے زیادہ جانتے تھے۔	اعلم منہم ¹ ۔
ابوداؤد کے یہ لفظ ہیں:	
یہاں تک کہ کہنے والے نے کہا دوپہر ہو اور حضور کو حقیقت امر کی کُوب خبر تھی۔	حتی قال القائل: انتصف النهار، وهو اعلم ² ۔
احمد و عسلی و طحاوی کے لفظیوں ہیں:	
کہنے والا کہتا دوپہر ہے یا ابھی دوپہر بھی نہ ہو اور حضور کے علم سے اُن کے علموں کو کیا نسبت تھی۔	والقائل يقول: انتصف النهار اولم، وكان اعلم منہم ³ ۔
حدیث ۲ صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و کتاب طحاوی میں پارہی حدیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربارہی انکار جمع بین الصلاتین کہ عنقریب ان شاء اللہ القریب المحیب مذکور ہوگی یہ ہے:	
صبح کی نماز اس کے وقت سے پہلے پڑھی (ت)	صلی الفجر یومئذ قبل میقاتہا ⁴ ۔
ابوداؤد کے لفظیوں ہیں:	
دسویں ذوالحجہ کو مزدلفہ میں فجر کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت سے پہلے پڑھی۔ (ت)	صلی صلاة الصبح من الغد قبل وقتہا ⁵ ۔
طحاوی کی روایت یوں ہے:	
یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذی الحجہ کی دسویں تاریخ مزدلفہ میں صبح کی نماز اُس کے وقت سے پہلے پڑھی بے وقت پڑھی۔	صلی الفجر یومئذ لغير میقاتہا ⁶ ۔
امام بدر عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:	
یعنی قبل وقت پڑھنے کے یہ معنی ہیں کہ اور لوگوں پر صبح کا	قولہ قبل میقاتہا، بان قدم علی وقت ظہور

¹ الصحیح لمسلم باب اوقات صلوات الخمس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۳

² سنن ابی داؤد باب المواقیب مطبوعہ مجتہبائی لاہور، پاکستان ۱/۵۷

³ شرح معانی الآثار باب مواقیب الصلوات مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۳

⁴ صحیح البخاری باب متی یصلی الفجر یجمع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۸

⁵ سنن ابی داؤد باب الصلوۃ یجمع مطبوعہ مجتہبائی لاہور ۱/۲۶۷

⁶ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۳

طلوع الصبح للعامّة، وقد ظهر له صلى الله تعالى عليه وسلم كوجى وغيره سے معلوم ہو گیا۔
 طلع كوناظا ہر نہ ہوا تھا حضور پر نور صلى الله تعالى عليه وسلم كو

حدیث ۳ صحیح بخاری شریف میں عبدالرحمن بن زید نخعی سے خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت ہے:

ثم صلى الفجر حين طلع الفجر. قائل يقول: ثم صلى الفجر. وقائل يقول: لم يطلع الفجر، واوله. قال: خرجنا مع عبد الله الى مكة، ثم قدمنا جميعاً الحديث²۔
 یعنی ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حج كو چلے مزدلفہ پہنچے وہاں حضرت عبداللہ نے نماز فجر طلوع فجر ہوتے ہی پڑھی کوئی کہتا فجر ہو گئی ہے کوئی کہتا بھی نہیں۔

حدیث ۴ امام ابو جعفر طحاوی انہیں عبدالرحمن نخعی سے راوی:

قال صلى الله باصحابه صلاة المغرب. فقام اصحابه يتراءون الشمس. فقال: ما تنظرون؟ قالوا: ننظر اغابت الشمس! فقال عبد الله: هذا، والله الذي لا اله الا هو. وقت هذه الصلاة الحديث³۔
 یعنی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اصحاب كو نماز مغرب پڑھائی ان کے اصحاب اٹھ کر سورج دیکھنے لگے، فرمایا: کیا دیکھتے ہو؟ عرض کی: یہ دیکھتے ہیں کہ سورج ڈوبا یا نہیں! فرمایا: قسم اللہ کی جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں کہ یہ عین وقت اس نماز کا ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر بھی ان کے اصحاب كو شبہ تھا کہ سورج اب بھی غروب ہوا یا نہیں فان صلى حقيقة في الفعل دون الارادة والغاء للتعقيب (کیونکہ صلى كا حقیقی معنی نماز پڑھنا ہے نہ کہ ارادہ کرنا اور فاء تعقیب کے لئے ہے۔ ت)

حدیث ۵: بخاری مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ طحاوی بطریق انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال: تسحرنا مع رسول الله صلى الله عليهم وسلم كساتھ ہم نے حضور پر نور صلى الله تعالى عليه وسلم كساتھ

¹ عمدة القاری شرح بخاری باب صلاة الفجر بالمزدلفة مطبوعه ادارة الطباعة المنيرية بيروت ۲۰۱۰

² صحیح البخاری باب متى یصلی الفجر مجمع مطبوعه قادی کتب خانہ کراچی ۲۲۸۱

³ شرح معانی الآثار باب مواقیط الصلوة مطبوعه ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۰۷۱

سحری کھائی پھر نماز فجر کے لئے کھڑے ہو گئے میں نے پوچھا
بچہ میں کتنا فاصلہ دیا، کہا پچاس آیتیں پڑھنے کا۔

تعالیٰ علیہ وسلم، ثم قمنا الى الصلاة، قلت: كم
كان قدر ما بينهما؟ قال: خمسين آية¹۔

حدیث ۶: بخاری و نسائی بطریق قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وزید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ
عنه نے سحری تناول فرمائی جب کھانے سے فارغ ہوئے
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز صبح کے لئے کھڑے
ہو گئے نماز پڑھ لی میں نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا
سحری سے فارغ اور نماز میں داخل ہونے میں کتنا فصل
ہوا، کہا اس قدر کہ آدمی پچاس آیتیں پڑھ لے۔

ان نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وزید بن
ثابت تسحرا، فلما فرغا من سحورهما قام نبی
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الى الصلاة فصلى،
قلت لانس: كم كان بين فراغهما من سحورهما
ودخولهما في الصلاة؟ قال: قدر ما يقراء الرجل
خمسين آية²۔

امام طور پستی حنفی پھر علامہ طیبی شافعی پھر علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

یہ اندازہ ہے کہ عام امت کو اسے اختیار کرنا جائز نہیں
سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُسے اس لئے اختیار
فرمایا کہ رب العزّة جل وعلا نے حضور کو وقت حقیقی پر اطلاع
فرمائی تھی اور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین میں
خطا سے معصوم تھے۔

هذا تقدير لايجوز لعموم المؤمنين الاخذ
به، وانما اخذه رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم لاطلاع الله تعالى اياه، وكان صلى الله تعالى
عليه وسلم معصوما عن الخطأ في الدين³۔

حدیث ۷: نسائی و طحاوی زر بن حبیش سے راوی:

ہم نے حدیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا آپ نے

قال: قلنا لحذيفة، اى ساعة تسحرت مع

¹ صحیح البخاری باب وقت الفجر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱/۱

² صحیح البخاری باب وقت الفجر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱/۱

³ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الاول من باب تعجيل الصلوات مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۳۲/۲

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ قال: هو النهار، الا ان الشمس لم تطلع ¹ ۔	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کس وقت سحری کھائی تھی؟ کہا دن ہی تھا مگر یہ کہ سورج نہ چمکا تھا۔
--	--

امام طحاوی کی روایت میں یوں صاف تر ہے:

قلت: بعد الصبح؟ قال: بعد الصبح، غیر ان الشمس لم تطلع ² ۔	میں نے کہا بعد صبح کے، کہا ہاں بعد صبح کے مگر آفتاب نہ نکلا تھا۔
---	--

رائے فقیر میں ان روایات کا عمدہ محل یہی ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے علم نبوت کے مطابق حقیقی منتہائے لیل پر سحری تناول فرمائی کہ فراغ کے ساتھ ہی صبح چمک آئی حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گمان ہوا کہ سحری دن میں کھائی بعد صبح اور واقعی جو شخص سحری کا پچھلا نوالہ کھا کر آسمان پر نظر اٹھائے تو صبح طالع پائے وہ سو اس کے کیا گمان کر سکتا ہے۔

حدیث ۸: ابوداؤد نے اپنی سنن میں باب وضع کیا: باب المسافر وهو يشك في الوقت³۔ اور اس میں انہیں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جن کی حدیث میں ہم یہاں کلام کر رہے ہیں روایت کی:

قال: كنا اذا كنا مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في السفر، فقلنا: زالت الشمس اولم تزل، صلى الظهر ثم ارتحل ⁴ ۔	جب ہم حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب سفر میں ہوتے تھے ہم کہتے سورج ڈھلا یا ابھی ڈھلا بھی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس وقت نمازِ ظہر پڑھ کر کوچ فرمادیتے۔
--	--

حدیث ۹: ابوداؤد اسی باب میں اور نیز نسائی و طحاوی انہیں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا نزل منزلا لم يرتحل حتى يصلي الظهر، فقال له رجل: وان كان نصف النهار؟ قال: وان كان نصف النهار ⁵ ۔	یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی منزل میں اترتے بے ظہر پڑھے کوچ نہ فرماتے۔ کسی نے کہا اگرچہ دوپہر کو، فرمایا: اگرچہ دوپہر کو۔
---	--

¹ سنن النسائی الحدیث علی السحر ذکر الاختلاف الخ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ۳۰۳/۱

² شرح معانی الآثار کتاب الصیام مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۷۸/۱

³ سنن ابی داؤد باب المسافر یصلی الخ مطبوعہ مجتہبائی لاہور ۱۷۰/۱

⁴ سنن ابی داؤد باب المسافر یصلی الخ مطبوعہ مجتہبائی لاہور ۱۷۰/۱

⁵ سنن ابی داؤد باب المسافر یصلی الخ مطبوعہ مجتہبائی لاہور ۱۷۰/۱

نسائی کے لفظ یوں ہیں:

یعنی کسی نے پوچھا اگرچہ وہ نماز دوپہر میں ہوتی فرمایا اگرچہ دوپہر میں ہوتی۔	فقال رجل وان كانت بنصف النهار قال وان كانت بنصف النهار ¹ ۔
---	---

لطیفہ ۱: اقول ملاجی کو تو یہ منظور ہے کہ جہاں ہے کہ جہاں ہے سے بنے اپنا مطلب بنائیں یہاں تو قول انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہ وقت عصر کا آغاز ہو جاتا ایسی تحقیق یقینی پر عمل کیا جس میں اصلاً گنجائش تاویل نہیں اور مسئلہ وقت ظہر میں جب علمائے حنفیہ نے حدیث صحیح جلیل صحیح بخاری شریف سے استدلال کیا کہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ایک سفر میں ہم حاضر رکاب سعادت سلطان رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ تھے مؤذن نے ظہر کی اذان دینی چاہی فرمایا وقت ٹھنڈا کر، دیر کے بعد انہوں نے پھر اذان کا قصد کیا، پھر فرمایا وقت ٹھنڈا کر، ایک دیر کے بعد انہوں نے پھر ارادہ کیا، فرمایا ٹھنڈا کر، حتیٰ ساوی الظل التلول (یہاں تک کہ لے لوں گا سایہ ان کے برابر آگیا) سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان شدة الحر من فیح جہنم² (گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے) تو اس میں نماز ظہر ٹھنڈے وقت میں پڑھو، ظاہر ہے کہ ٹھیک دوپہر خصوصاً موسم گرما میں کہ وہی زمانہ ابراد ہے لے لوں گا سایہ اصلاً نہیں ہوتا بہت دیر کے بعد ظاہر ہوتا ہے، امام اجل ابو زکریا نووی شافعی شرح مسلم شریف میں فرماتے ہیں:

ٹیلے زمین پر پھیلے ہوتے ہیں نہ ب لند عادیۃ ان کا سایہ نہیں پڑتا مگر سورج ڈھلنے سے بہت دیر کے بعد	التلول منبطحۃ غیر منتصبۃ، ولا یصیر لها فیعی فی العادیۃ، الا بعد زوال الشمس بکثیر ³ ۔
--	---

امام ابن اثیر جزری شافعی نہایہ میں فرماتے ہیں:

ٹیلے پست ہوتے ہیں ان کے لئے سایہ ظاہر ہی نہیں ہوتا مگر جب ظہر کا اکثر وقت جاتا ہے۔	ھی منبطحۃ لایظہر لها ظل، الا اذا ذهب اکثر وقت الظهر ⁴ ۔
--	--

جب خود ائمہ شافعیہ کی شہادت سے ثابت اور نیز مشاہدہ و عقل و قواعد علم ظل شاہد کہ ٹیلوں کے سائے کی ابتدا زوال سے بہت دیر کے بعد ہوتی ہے تو ظاہر ہے کہ سایہ ٹیلوں کے برابر اُس وقت پہنچے گا جب بلند چیزوں کا سایہ ایک مثل سے بہت گزر جائے گا اُس وقت تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گرمیوں میں ظہر ٹھنڈی کرنے کا

¹ سنن النسائی اول وقت ظہر حدیث ۴۹۹ مطبوعہ المکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۵۸

² صحیح البخاری باب الابراء بالظہر فی السفر دار المعرفۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۷

³ شرح الصحیح المسلم مع مسلم باب استحباب الابراء بالظہر الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۳/۱

⁴ فتح الباری شرح البخاری باب الابراء بالظہر فی السفر بیروت ۱/۷۲

نوٹ: یہ حوالہ سعی بسیار کے باوجود نہایہ سے نہیں مل سکا اس لئے فتح الباری سے نقل کیا ہے۔ نذیر احمد سعیدی

حکم فرمایا اور اس کے بعد مؤذن کو اجازتِ اذان عطا ہوئی، تو بلاشبہ دوسرے مثل میں وقتِ ظہر باقی رہنا ثابت ہوا جیسا کہ ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے یہ دلیلِ ساطح بجز اللہ لاجواب تھی یہاں ملاجی حالتِ اضطراب میں فرما گئے کہ مساوی کہنار اوای یعنی سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سایہ ٹیلوں کو ظاہر ہے کہ تخمیناً اور تقریباً ہے نہ بلکہ منظور کہ گزر رکھ کر ناپ لیا تھا۔ کیوں حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو گزر رکھ کر نہ ناپا تھا یونہی تخمیناً مساوات بتادی مگر انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر رکھ کر ناپ لینا آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا آخر دخول وقت عصر یونہی تو معلوم ہوگا کہ سایہ اس مقدار کو پہنچ جائے اُس کا علم بے ناپے کیوں کر ہوا بلکہ یہاں تو غائبانہ ناپوں کی ضرورت ہے ایک وقت نصف النہار کہ سایہ اصلی کی مقدار ناپیں دوسری اس وقت کہ سایہ بعد ظل اصلی مقدار مطلوب کو پہنچایا نہیں، جب انہوں نے ایک ناپ نہ کی یونہی تخمیناً فرمادیا انہوں نے دو ناپیں کاہے کو کی ہوں گی، یونہی تخمیناً فرمادیا ہوگا کہ عصر اوّل وقت داخل ہو گیا جیسے آپ وہاں احتمال نکالا چاہتے ہیں کہ واقع میں مساوی نہ ہوا ہوگا اور ظہر ایک مثل کے اندر ہوئی یہاں بھی وہی احتمال پیدا رہے گا کہ واقع میں وقت عصر نہ آیا تھا ظہر اپنے ہی وقت پر ہوئی یہ کیا حیا داری و مکابرہ ہے کہ جا بجا جو باتیں خود اختیار کرتے جاؤ دوسرا کرے تو آنکھیں دکھاؤ تحریف نصوص بتاؤ اس تحکم کی کوئی حد ہے۔

لطیفہ ۲: قول: خدا انصاف دے تو یہاں تخمینہ بھی اتنی ہی غلطی ہوگی جتنی دیر میں ظہر کی دو رکعتیں پڑھی جائیں اور حدیث ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سخت فاحش غلطی ماننی پڑے گی جسے ان کی طرف بے دلیل نسبت کر دینا صراحۃً سوءِ ادب ہے، خود امام شافعی کی تصریح سے واضح ہوا کہ سایہ تلول کی ابتداء اس وقت ہوتی ہے جب بلند چیزوں کا سایہ سایہ اصلی کے سوا نصف مثل سے اکثر گزر جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ ٹیلوں کا سایہ ابھی نصف مثل تک بھی نہ پہنچے گا کہ اور چیزوں کا سایہ سایہ اصلی کے سوا ایک مثل سے گزر جائے گا کہ اول تو جس طرح ظہور ظل میں تفاوت شدید ہے کہ اتنی دیر کے بعد ان کا سایہ پیدا ہوتا ہے یونہی زیادت ظل میں فرق رہے گا بلند چیزوں کا سایہ اپنی نسبت پر جتنی دیر میں جتنا بڑھے گا ٹیلوں کا سایہ اپنی نسبت میں اُس سے کم بڑھے گا کما لایخفی علی العارف بقواعد الفن (جیسا کہ قواعد فن کے جاننے والے پر مخفی نہیں۔ ت) تو لاجرم جس وقت ٹیلوں کا سایہ پیدا ہوا اور بلند یوں کا سایہ سایہ اصلی کے سوا نصف مثل سے زائد تھا اب کچھ دیر کے بعد بلند یوں کا سایہ سایہ اصلی کے سوا نصف مثل سے زائد تھا اب کچھ دیر کے بعد بلند یوں کا سایہ سایہ اصلی کے سوا نصف مثل سے کم بڑھ کر ایک مثل ظل اصلی سے گزر گیا اُس وقت ٹیلوں کا سایہ اُس کم از نصف سے بھی کم ہوگا اور اس تحفظ نسبت تفاوت کو نہ بھی مانئے تو خیر کم از نصف ہی جائے پھر بہر حال اس سے اتنی دیر اور بحر ایچھے جس میں اذان کا حکم ہوا اور اُس کے بعد جماعت فرمائی گئی تو حساب سے آپ کے طور پر اُس وقت ٹیلوں کا سایہ کوئی چہارم ہی کی قدر رہتا ہے اُسے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمادینا کہ سایہ برابر ہو گیا تھا کس قدر بعید و ناقابل قبول ہے، کیا اچھا انصاف ہے کہ یا تو تخمین میں اتنی غلطی نامسموع کہ جس میں دو رکعتیں پڑھ لیجائیں

ف معیار الحق مسئلہ چہارم بحث آخر وقت ظہر الخ مکتبہ ندیریہ لاہور ص ۳۵۳

یا اپنے داؤں کو یہ بھاری غلطی مقبول کہ سیر میں پیری کا دھوکا۔ بجز اللہ تعالیٰ اس تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ وہاں تخمین سے جواب دینا محض مہمل و باطل تھا۔

لطیفہ ۳: اقول وہاں ایک ستم خوش ادائیگی یہ ہے^۱ کہ وہ تخمیناً برابر ہونا بھی مع سایہ اصلی کے ہے نہ سایہ اصلی الگ کر کے و ہذا لا یخفی من لہ ادنی عقل (اور یہ ادنیٰ عقل رکھنے والے پر بھی مخفی نہیں۔ ت) تو دراصل سایہ ٹیلوں کا بعد نکالنے سایہ اصلی کے تخمیناً آدھی مثل ہو گیا کچھ زیادہ اور مثل کے ختم ہونے میں اتنی دیر ہو گی کہ بخوبی فارغ ہوئے ہوں گے۔

ملاجی! ذرا کچھ دنوں جنگل کی ہوا کھاؤ ٹیلوں کی ہری ہری ڈوب ٹھنڈے وقت کی سنہری دھوپ دیکھو کہ آنکھوں کے تیور ٹھکانے آئیں علماء تو فرما رہے ہیں کہ ٹیلوں کا سایہ پڑتا ہی نہیں جب تک آدھے سے زیادہ وقت ظہر نہ نکل جائے ملاجی ان کے لئے ٹھیک دوپہر کا سایہ بتا رہے ہیں اور وہ بھی تھوڑا نہ بہت آدھی مثل جیسی تو کہتے ہیں کہ وہابی ہو کر آدمی کی عقل ٹیلوں کا سایہ زوال ہو جاتی ہے۔

لطیفہ ۴: اقول: اور بڑھ کر نزاکت فرمائی ہے^۲ کہ مساوات سایہ کے ٹیلوں سے مقدار میں مراد نہ ہو بلکہ ظہور میں یعنی پہلے سایہ جانب شرقی معدوم تھا اور مساوات نہ تھی ٹیلوں سے کیونکہ وہ موجود نہیں اور وقت اذان کے سایہ جانب شرقی بھی ظاہر ہو گیا پس برابر ہو گیا ٹیلوں کے ظاہر ہونے میں اور موجود ہونے میں نہ مقدار میں اس جواب کی قدر۔ ملاجی اپنے ہی ایمان سے بتادیں وقت ٹھنڈا فرمایا یہاں تک کہ ٹیلوں کا سایہ ان کے برابر آیا اس کے یہ معنی کہ ٹیلے بھی موجود تھے سایہ بھی موجود ہو گیا اگرچہ وہ دس ۱۰ گز ہوں یہ جو برابر اسے سبحن اللہ اسے کیوں تحریف نصوص کہے گا کہ یہ تو مطلب کی گھڑت ہے۔ ایسا لقب تو خاص بے چارے حقیقہ کا خلعت ہے۔ ملاجی! اگر کوئی کہے میں ملاجی کے پاس رہا یہاں تک کہ ان کی داڑھی بانس برابر ہو گئی تو اس کے معنی یہی ہوں گے نہ کہ ملاجی کا سبزہ آغاز ہوا کہ پہلے بانس موجود تھا اور ملاجی کی داڑھی معدوم، جب رواں کچھ کچھ چمکتے ہی بانس برابر ہو گیا کہ اب بانس بھی موجود بال بھی موجود، ع

مرغک از بے ضہ بروں آید ودانہ طلبد

(مرغ جب انڈے سے باہر آتا ہے تو دانہ طلب کرتا ہے)

لطیفہ ۵: اقول: یہ بکف چراغی و تحریف صریح قابل ملاحظہ کہ خود ہی حقیقہ و شافیہ کے مسئلہ مختلف فیہا میں شافیہ سے حجت لانے کو فتح الباری امام قسطلانی سے یہ عبارت نقل کی کہ:

ہو سکتا ہے اس مساوات سے مراد یہ ہو کہ ٹیلے کے پہلو میں سایہ ظاہر ہو گیا جبکہ پہلے ظاہر نہیں تھا۔ (ت)

یحتمل ان یراد بھذہ المساواة ظہور الظل بجنب التل بعد ان لم یکن ظاہراً^۱۔

^۱ فتح الباری شرح البخاری باب الاراد بالظہر فی السفر مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۷/۱۷

۱ معیار الحق مسئلہ چہارم ص ۳۵۴، ۲ معیار الحق مسئلہ چہارم ص ۳۵۴

جس میں ٹیلوں کے لئے سایہ اصلی ہونے کے صاف نفی تھی حضرت تو وہ دعویٰ کر چکے تھے کہ ان کا سایہ اصلی آدھے مثل کے قریب ہوتا ہے لاجرم معدوم ہونے میں جانب شرق کی قید بڑھائی کہ مشرق کی طرف معدوم تھا اور اسے فتح الباری کی طرف نسبت کر دیا کہ جیسا کہ فتح الباری میں ویکتمل ان یراد الخ لما جی! دھرم سے کہنا یہ تحریف تو نہیں۔

لطیفہ ۶: اقول فتح الباری کے طور پر تو مشارکت فی الوجود غایت بن سکتی ہے کہ دوپہر کو ٹیلوں کا سایہ اصلانہ تھا دیر فرمائی یہاں تک کہ موجود ہو اگرچہ ٹیلوں سے سایہ مساوی ہونے کے ہرگز یہ معنی نہیں مگر آپ اپنی خبر لیجئے آپ کے نزدیک تو ٹھیک دوپہر کو ٹیلوں کا سایہ آدھا مثل تھا تو ظہور و وجود میں برابر صبح سے شام تک دن بھر رہی اس غایت مقرر کرنے کے کیا معنی کہ وقت ٹھنڈا فرمایا یہاں تک کہ سایہ وجود میں ٹیلوں کے برابر ہو گیا اور جانب شرقی کی قید حدیث میں کہاں، یہ آپ کی نرمی من گھڑت ہے، تاویل گھڑی مساوات فی الظہور، تفریح کی مساوات فی الوجود، اور مفرع علیہ وجود شرقی، کیا جب تک وجود غربی شمالی تھا مساوات فی الوجود نہ تھی، اب کہ وجود شرقی ملا مساوات ہوئی کچھ بھی ٹھکانے کی کہتے ہو۔

لطیفہ ۷: اقول لما جی! جب آپ کے دھرم میں سایہ وقت نصف النہار بھی موجود تھا تو زوال ہوتے ہی قطعاً مشرقی ہوا تو یہ مساوات خاص آغاز وقت ظہر پر پیدا ہوئی اور حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ مؤذن نے تین بار ارادہ اذان کیا ہر بار حکم ابراد و تاخیر ملا یہاں تک کہ سایہ مساوی ہوا کیا یہ ارادہ ہائے اذان و حکم ہائے ابراد سب پیش از زوال ہو لیے تھے شاید پہر دن چڑھے ظہر کا وقت ہو جانا ہوگا، لما جی! تحریف نصوص اسے کہتے ہیں، ع

چھائی جاتی ہے یہ دیکھو تو سراپا کس پر

لطیفہ ۸: اقول جب کچھ نہ بنی تو ہارے درجے یہ تیسری نزاکت اس حدیث کے جواب میں فرمائی کہ یہ تاخیر آنحضرت عہ^۱ سے سفر میں ہوئی شاید آنحضرت عہ^۲ نے اس ارادہ سے کی ہو کہ ظہر کو عصر سے جمع کریں گے پس سفر پر حضر کو قیاس مع الفارق ہے۔ لما جی! ایمان سے کہنا یہ حدیث ابراد ظہر کی ہے یعنی وقت ٹھنڈا کر کے پڑھنا یا تفویت ظہر کی کہ وقت کھو کر پڑھنا، حدیث میں علت حکم یہ ارشاد ہوئی ہے کہ شدت گرمی جوش جہنم سے ہے تو گرمی میں ظہر ٹھنڈا کر دیا یہ کہ ابھی اذان نہ کہو ہم عصر سے ملا کر پڑھیں گے۔

لما جی! اس حدیث کی شرح میں خود علمائے شافعیہ کا کلام سنو کہ معنی ابراد میں آپ کی یہ گھڑت بھی ٹوٹے اور سفر و حضر سے فرق کی بھی قسمت پھوٹے ارشاد الساری امام قسطلانی شافعی شرح صحیح بخاری باب الابراد بالظہر فی السفر میں اسی

حدیث ابوذر

عہ ۱ و عہ ۲ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و بارک وسلم ۱۲ منہ

ف معیار الحق ص ۳۵۲

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نیچے ہے:

<p>(کہا: ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے سفر میں) یہاں سفر کے ساتھ مقید کیا ہے اور سابقہ روایت میں مطلق رکھا ہے یہ بتانے کے لئے کہ سابقہ مطلق روایت اسی مقید پر محمول ہے کیونکہ ٹھنڈا کرنے کا مقصد آسانی پیدا کرنا اور مشقت دور کرنا ہے اور اس میں سفر حضر کا کوئی فرق نہیں۔ (ت)</p>	<p>(قال: كنا مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في سفر) قیده هنا بالسفر، واطلقه في السابقة. مشيراً بذلك الى ان تلك الرواية المطلقة محمولة على هذه المقيدة، لان المراد من الابراد التسهيل ودفع المشقة، فالتفاوت بين السفر والحضر¹۔</p>
---	---

اسی میں ہے:

<p>(اس کو کہا ٹھنڈا کر، یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھ لیا) ابراد کی انتہا یہ ہے کہ سایہ ایک گز ہو جائے زوال کے سائے کے بغیر، یا قدر کا چوتھائی یا تہائی یا نصف ہو جائے، اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔ اور اختلاف اوقات کے ساتھ ابراد میں بھی اختلاف واقع ہوتا رہتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ابراد اتنا زیادہ نہ ہو کہ وقت آکر ہو جائے۔ (ت)</p>	<p>(فقال له: ابرد، حتى رأينا فيع التلؤل) وغاية الابراد حتى يصير الظل ذراعاً بعد ظل الزوال، اوريد قائمة اوثلثها اونصفها، وقيل غير ذلك۔ ويختلف باختلاف الاوقات: لكن يشترط ان لايمتد الى آخر الوقت²۔</p>
---	--

ہاں خوب یاد آیا علمائے شافعیہ کی کیوں سُنئے آپ اپنے ہی لکھے کونہ دیکھئے مسئلہ وقت مستحب ظہر میں فرمائے گئے اگر ابراد اختیار کرے تو لازم ہے کہ ایسا ابراد نہ کرے کہ وقت ظہر کا خارج ہو جائے یا قریب آجائے حد میں ابراد کی علماء میں اختلاف ہے لیکن یہ سب کے نزدیک شرط ہے کہ ابراد اس مرتبہ نہ کرے کہ ظہر کے آخر وقت کو پہنچ جاوے کہا فتح الباری میں اختلاف العلماء في غاية الابراد؛ لكن يشترط ان لايمتد الى اخر الوقت ملخصاً (ابراد کی انتہاء میں علماء کا اختلاف ہے لیکن یہ شرط ہے کہ آخر وقت تک نہ پہنچے۔ ت) جب آخر وقت کے قریب تک نہ آنا لازم و شرط ابراد ہے تو حکم ابراد کو خارج وقت پر حمل کرنا کیسا

¹ ارشاد الساری شرح البخاری باب الابراد بالظہر في السفر مطبوعه دارالکتب العربیہ بیروت ۳۸۸/۱

² ارشاد الساری شرح البخاری باب الابراد بالظہر في السفر مطبوعه دارالکتب العربیہ بیروت ۳۸۸/۱

ف معیار الحق مسئلہ سوم وقت مستحب ظہر ص ۳۱۱، ۳۱۲

عذر بارد ہے، ملاجی! ایمان سے کہنا یہ حدیث سے جواب ہے یا اپنی سخن پروری کے لئے صراحتاً نص شرع کی تحریف حدیث صحیحہ کا رد۔ شافعیہ حنفیہ کے مکالمات محض تفسیر طبع کے لئے ہیں ورنہ مذاہب متقرر ہو چکے۔ علامہ زر قانی مالکی شرح مواہب آخر جلد ہفتم میں فرماتے ہیں:

<p>ابن حجر نے اس دلیل کا بھی اور مانعین کی دیگر دس ۱۰ ادلیوں کا بھی جواب دیا ہے مگر ان کے ذکر سے طوالت ہوتی ہے اور کوئی نمایاں فائدہ بھی نہیں ہے کیونکہ مذاہب تو مقرر ہو چکے ہیں (اور ایسے سوال جواب) محض ذہن کو تیز کرنے کا کام دیتے ہیں۔ (ت)</p>	<p>قد اجاب الحافظ ابن حجر، عن ذلك وعن غيره من ادلة المانعین، وهي عشرة، بما يطول ذكره، مع انه لا كبير فائدة فيه، اذ المذاهب تقررت، انما هو تشحيذ اذهان¹۔</p>
--	--

آپ اپنی خبر لیجئے آپ تو محقق مجتہد ہیں سب ارباب مذاہب کی ضد ہیں آپ کیوں صحیح بخاری کی حدیث جلیل میں یوں کھلی تحریفیں کر رہے ہیں دعوے باطلہ عمل بالحدیث کے چھلکے اتر رہے ہیں۔ ع

شرم بادت از خدا و از رسول

(تم خدا اور رسول سے شرم کھاؤ)

لطیفہ ۹: اقول ملاجی خود جانتے تھے یہ تاویلیں نہیں محض مہمل پوچھ تقریروں سے جیسے بنے حدیث کو رد کرنا ہے لہذا عذر بدتر از گناہ کیلئے ارشاد ہوتا ہے فانشا تاویلات کا یہی ہے کہ احادیث صحیحہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد ایک مثل کے وقت ظہر نہیں رہتا ثابت ہیں پس جمیعاً بین الادلہ یہ تاویلیں حقہ کی گئیں۔ ان تاویلوں کو حقہ کہنا تو دل میں خوب جانتے ہو گے کہ جھوٹ کہہ رہے ہو خاک حقہ تھیں کہ ایک دم میں سلفہ ہو گئیں مگر اس ڈھٹائی کا کہاں ٹھکانا کہ صحیح حدیث بخاری شریف کو بحیلہ جمع بین الادلہ یوں دانستہ بگاڑ لے حالانکہ نہ قصد واحد نہ لفظ مساعد اور حدیث ابن عمر در بارہ غیبت شفق میں باوصف اتحاد قصہ جمع بین الادلہ حرام اور رد احادیث صحاح واجب الالتزام۔

لطیفہ ۱۰: اقول جمع تقدیم کی نامند مل جرات بھرنے کو حدیث ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں وہ کن ترانیاں تھیں کہ ظاہر پر حمل واجب ہے جب تک مانع قطعی نہ ہو اب اپنے داؤں کو ظاہر نص صریح کے یوں ہاتھ دھو کر پیچھے پڑے خیر بھلا اللہ آپ ہی کی گواہی سے ثابت ہو لیا کہ جمع بین الادلہ کے لئے ایسی رکیک و پوچھ و لچر تاویلات تک روا ہیں تو یہ صاف و نظیف و شائع و لطیف معانی و محاسن کہ ہم نے جمعا بین الادلہ

¹ شرح الزر قانی علی المواہب ذکر تجرأ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۱۳۵۰/۷

احادیث ابن عمرو انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اختیار کیے ان میں اپنی چون و چرا کی گئی آپ نے خود بند کر لی، واللہ الحمد، ع:

عدد شود سبب خیر گر خدا خواهد

طرفہ یہ کہ آپ مستدل ہیں اور ہم خصم جب آپ کو ایسے لچریات نفع دیں گے ہمیں یہ واضح بات بدرجہ اولیٰ نافع اور آپ کے تمام ہوا حس و وسوس کے قاطع ہوں گے۔

فائدہ عائدہ: سنن میں ایک حدیث اور ہے جس سے ناواقف کو جمع تاخیر کا وہم ہو سکے فقیر نے کلام فرے قین میں اُس سے استناداً و اجاباً اصلاً تعرض نہ دیکھا، ملائی بہت دُور دُور کے چکر لگائے، جہاں کچھ بھی لگتی پائی بلکہ نری بے لگاؤ بھی جمع کر لائے سنن کچھ دُور نہ تھیں اُس کے آس پاس گھومائے مگر اُس سے دہنے بائیں کترائے اسی سے اس کا نہایت نامفیدی میں ہونا ظاہر مگر شاید اب کسی نئے متوہم یا خود حضرت ہی کو تازہ وہم جاگے لہذا اس سے تعرض کر دینا مناسب،

<p>سنن ابی داؤد میں ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے احمد ابن صالح نے، اس نے کہا کہ خبر دی ہمیں یحییٰ ابن محمد جاری نے۔ اور سنن نسائی میں ہے کہ خبر دی ہمیں مؤمل ابن الوہاب نے، اس نے کہا حدیث بیان کی مجھ سے یحییٰ ابن محمد جاری نے۔ اور مصنف طحاوی میں ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے علی ابن عبدالرحمن نے، اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے نعیم ابن حماد نے۔ دونوں نے کہا کہ خبر دی ہم کو عبدالعزیز ابن محمد نے (نعیم نے "در اور دی" کا اضافہ کیا ہے) مالک بن ابی الزبیر سے، اس نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے</p>	<p>فقی سنن ابی داؤد، حدیثنا احمد بن صالح نایحییٰ بن محمد الجاری¹، وفي سنن النسائی، اخبرنا المؤمل بن اہاب، قال: حدثني يحيى بن محمد بن الجاری²، وفي مصنف الطحاوی، حدثنا علی بن عبدالرحمن ثنا نعیم بن حماد³ قال: قال عه نا عبدالعزیز بن محمد (زاد نعیم) الدر اور دی، عن مالك عن ابن الزبیر عن جابر، ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم</p>
--	---

یعنی یحییٰ سے پہلے دو^۲ (ابو داؤد اور نسائی) کے ہاں اور نعیم طحاوی کے ہاں ۱۲ منہ (ت)

عہ ای یحییٰ عند الاولین و نعیم عند الطحاوی ۱۲ منہ (م)

¹ سنن ابی داؤد باب الحج بین الصلاتین مطبوعہ مجتہبائی لاہور ۱۷۱/۱

² سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر الخ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۶۹/۱

³ شرح معانی الآثار باب الحج بین الصلاتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۱/۱

غربت له الشمس بمكة. فجمع بينهما بسرف¹ (زاد نعیم) یعنی الصلاة۔ ولفظ المومل: غابت الشمس ورسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بمكة. فجمع بين الصلاتين بسرف²۔ قال ابوداود: حدثنا محمد بن هشام جار احمد بن حنبل ناجعفر بن عون عن هشام بن سعد، قال: بينهما عشرة اميال. یعنی بين مكة وسرف³۔

یعنی مکہ اور سرف کے درمیان۔ (ت)

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ میں آفتاب ڈوبائیں مغرب و عشاء موضع سرف میں جمع فرمائیں ابوداؤد نے ہشام بن سعد سے (کہ ملائی کے حسابوں رافضی مجروح مردود الروایہ متروک الحدیث ہے تقریب میں کہا صدوق، لہ اوہام، ورمی بالتشیع) نقل کی کہ مکہ و سرف میں دس^{۱۰} میل کا فاصلہ ہے۔

اقول وبالله التوفیق اصول حدیث و نیز اصول محدثہ ملائی پر یہ حدیث ہرگز قابل حجت نہیں اصول حدیث پر اس کی سند ضعیف اور اصول ثلاثیہ پر ضعف در ضعف کیا جانے لکتے ضعفوں کی طومار اور نری مردود متروک ہے۔

اولاد و طریق پیشین میں یحییٰ بن محمد جاری ہے تقریب میں کہا: صدوق و یخطیئ (سچا ہے مگر خطا کرتا ہے۔ ت) امام بخاری نے فرمایا: یتنکمون فیہ (ائمہ محدثین اس پر طعن کرتے ہیں۔ ت) میزان میں یہی حدیث اس کے ترجمہ میں داخل کی اور کتب ضعفا میں زیر ترجمہ ضعفا ان کی منکر حدیثیں ذکر کرتے ہیں اور اس کے ساتھ طریق دوم میں مؤمل بن اباب ہے تقریب میں کہا: صدوق لہ اوہام (سچا ہے، اس کو اوہام ہیں۔ ت) طریق ثالث میں نعیم بن حماد ہے یہ اگرچہ فقیہ و فرائض وان تھا مگر حدیثی حالت میں یحییٰ سے بھی بدتر ہے تقریب میں کہا صدوق یخطیئ کثیرا (سچا ہے مگر خطا بہت کرتا ہے۔ ت) یہاں تک کہ ابوالفتح ازدی نے کہا: حدیثیں اپنے جی سے گھڑتا اور امام ابو حنیفہ کے مطاعن میں جھوٹی حکایتیں وضع کرتا تھا یہ اگرچہ مجازفات ازدی سے ہو مگر ذہبی نے طبقات الحفاظ و میزان الاعتدال دونوں میں اس کے حق میں قول اخیر یہ قرار دیا کہ وہ باوصف امامت

¹ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین الخ ایچ ایم سعید کینی کراچی ۱۱/۱

² سنن النسائی الوقت الذی یجمع القیم الخ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱۹/۱

³ سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین الخ مطبوعہ مجتہبائی لاہور ۱۱/۱

منکر الحدیث ہے قابل احتجاج نہیں صحیح میں اس کی روایت مقرر نہ ہے بطور حجیت، امام جلال الدین سیوطی ذیل الالی میں اُس کی حدیث اذا اراد الله ان ينزل الى السماء الدنيا نزل عن عرشه بذاته (جب اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر اُترنا چاہتا ہے تو بذاتہ عرش سے اُتر آتا ہے۔ ت) ذکر کر کے فرماتے ہیں: اتعبننا نعیم بن حماد، من كثرة ما يأتي بهذه الطامات، وكم ندرء عنه وعن الطرطوسي الراوي عنه؟ فلا درى، البلاء في الحديث منه، او من شيخه نعیم¹! اہل لخصاً یعنی نعیم بن حماد اس کی کثرت سے یہ طامات روایتیں لاتا ہے کہ ہم تھک گئے کہاں تک اُس کا اور اس کے شاگرد طرطوسی کا بچاؤ کریں مجھے نہیں معلوم کہ اس حدیث میں بلا اُس کی طرف سے اُٹھی یا اُس کے اُستاد نعیم سے۔

نیا پھر ان سب طرق میں عبدالعزیز بن محمد دروردی ہے تقریب میں کہا۔ صدوق، کان يحدث من كتب غيره في خطي² (سچا ہے، مگر دوسروں کی کتابوں سے حدیثیں بیان کرتا ہے اس لئے خطا کرتا ہے۔ ت) توہر طریق میں دو ۲ راوی صدوق بخطی (سچا ہے مگر خطا کرتا ہے۔ ت) ہوئے خصوصاً ثالث میں تو ایک کثیر الخطاء اور ثانی میں تیسرا صدوق لہ اوہام (سچا ہے، اس کو اوہام ہیں۔ ت) اور ملاجی کے اصول پر ایسے رواۃ کی حدیثیں مردود و متروک و واہیات ہیں۔ ثالثاً مدار حدیث ابوالزبیر عن جابر پر ہے ابوالزبیر کی نسبت خود ملاجی کہہ گئے کہ وہ فقط صدوق ہے اور اس کے ساتھ مدلس قال في التقريب صدوق الا انه يدلس³ (تقریب میں کہا کہ سچا ہے مگر مدلس ہے۔ ت)

اور یہاں اُن سے راوی لیث بن سعد نہیں اور روایت میں عنعنہ کیا اور عنعنہ مدلس اصولِ محدثین پر نامقبول۔

عہ قید بہذا، لان الرادى عنه اذا كان الليث، زال ما يخشى من تدليسه، كما فآده في فتح المغيث وغيره، فليحفظ فأنها فائدة نفيسة، وقد بين السبب في ذلك في الميزان فراجعه ۱۲ منه رضى الله تعالى عنه (م)

یہ قید اس لئے لگائی ہے کہ اگر اس سے روایت کرنے والا لیث ہو تو پھر اس کی تدلیس کا خطرہ باقی نہیں رہتا، جیسا کہ فتح المغیث اور دوسری کتابوں میں افادہ کیا گیا ہے۔ اس کو یاد رکھو، کیونکہ یہ ایک نفیس فائدہ ہے۔ تدلیس کا خطرہ نہ ہونے کا سبب میزان میں مذکور ہے اس کا مطالعہ کرو۔ (ت)

¹ ذیل الالی کتاب التوحید مکتبہ اثریہ ساکنہ بل ص ۲ و ۳

² تقریب التذیب ترجمہ عبدالعزیز بن محمد مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۲۱۶

³ تقریب التذیب محمد بن مسلم مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۳۱۸

رابعاً میلوں کی گنتی حدیث میں نہیں نہ زید و عمرو کی ایسی حکایات پر وہ اعتماد ضرور جس کے سبب توقیت صلاۃ کا حکم معروف و مشہور ثابت بالقرآن العظیم والاحادیث الصحاح چھوڑ دیا جائے خصوصاً لما جی کے نزدیک تو یہ دس میل بتانے والا رانی متروک ہے زمینوں کا ناپنا میلوں کا گننا ان حملہ و رواۃ کا کام نہ تھا بلکہ سرے سے ان اعصار و امصار میں اس طریقہ کا اصلاً نام نہ تھا یونہی ہر شخص اپنے تخمینہ سے یا کسی اور کی سُنی سانی بنا دیتا ولہذا شمار میں اس قدر شدت سے اختلاف پڑتا ہے کہ ان گنتیوں سے امان اٹھائے دیتا ہے۔ ذوالحلیفہ کہ مکہ معظمہ کے راستے پر مدینہ طیبہ کے قریب ایک مشہور و معروف مقام ہے اُس کے اختلاف دیکھئے امام اجل رافعی احد شیخین مذہب شافعی اور اُن سے پہلے امام ابوالحسن عبدالواحد بن اسمعیل بن احمد شافعی معاصر امام غزالی اور اُن سے بھی پہلے امام ابونصر عبدالسید بن محمد شافعی نے فرمایا: مدینہ سے ایک میل ہے۔ امام قسطلانی شافعی نے فرمایا: یہ وہم ہے بشادات مشاہدہ مردود۔ بعض نے کہا دو ایک میل۔ امام عینی نے فرمایا: چار^۴ میل۔ امام حجۃ الاسلام شافعی نے فرمایا: چھ^۶ میل ہے۔ اسی طرح امام مجد شافعی نے قاموس میں کہا۔ امام اجل ابوزکریا نووی شافعی نے فرمایا: یہی صحیح ہے۔ بعض علما نے کہا: سات میل۔ امام جمال السنوی شافعی نے فرمایا: حق یہ کہ تین میل ہے یا کچھ قدرے قلیل زیادہ ہو مشاہد اس پر گواہ ہے۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے: بعدہ من المدینة میل، كما عند الرافعی، لكن فی البسیط انها علی ستّة امیال، و صححه فی المجموع، وهو الذی قاله فی القاموس۔ وقیل: سبعة۔ و فی المهمات: الصواب، المعروف بالمشاهدة انها علی ثلثة امیال او تزید قليلا^۱۔ اُسی میں ہے: وقول من قال، كابن الصباغ فی الشامل، والرویانی فی البحر، انه علی میل من المدینة وهم، یرده الحس^۲۔ عمدة القاری شرح صحیح بخاری میں ہے: من المدینة علی اربعة امیال ومن مكة علی مائتی میل، غیر میلین وقیل: بینهما وبين المدینة میل او میلان^۳ دیکھئے ایسے معروف مقام میں کہ شارع نے اُسے اہل مدینہ کے لئے میقات احرام مقرر فرمایا ایسے اجلہ ائمہ میں ایسے شدید اختلاف ہیں جنہیں ترازوئے تخمینہ کی جھونک کسی طرح نہیں سہا سکتی ایک دو^۲ تین^۳ چار^۴ چھ^۶ سات^۷ میل تک اقوال مختلف، پھر نصیحوں میں بھی دونوں کا تفاوت، ایک فرمائے چھ^۶ میل صحیح ہے دوسری فرمائے تین میل حق ہے۔ موطنے امام مالک میں بسند صحیح علی شرط الشیخین ہے: عن یحیی بن سعید انه قال لسالم بن عبد اللہ ما اشد ما رأیت اباک احر المغرب فی السفر فقال سالم

^۱ ارشاد الساری شرح البخاری کتاب المواقیت باب فرض مواقیت الحج والعمرة مطبوعہ دار الکتب العربیة بیروت ۹۸/۳

^۲ ارشاد الساری شرح البخاری باب مل اہل مکہ الحج والعمرة مطبوعہ دار الکتب العربیة بیروت ۹۹/۳

^۳ عمدة القاری شرح البخاری باب قول اللہ تعالیٰ یا توکرجالانح مطبوعہ ادارة الطباعة المنیریہ بیروت ۱۳۰/۹

غربت الشمس ونحن بذات الجیش فصلی المغرب المغرب بالعقیق¹ (یعنی یحییٰ بن سعید انصاری نے امام سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا آپ نے اپنے والد ماجد کو سفر میں مغرب کی تاخیر زیادہ سے زیادہ کس قدر کرتے دیکھا فرمایا ذات الجیش میں ہمیں سورج ڈوبا اور مغرب عقیق میں پڑھی) اب رواة مؤطا تلامذہ امام مالک میں ان دونوں مقاموں کے فاصلہ میں اختلاف پڑا۔ یحییٰ کی روایت میں ہے دو میل یا کچھ زائد، عبداللہ بن وہب نے کہا چھ^۱ میل، محمد بن وضاح اندلسی تلمیذ التلمیذ امام مالک نے کہا سات میل، عبدالرحمن بن قاسم نے کہا دس^{۱۰} میل، علامہ زر قانی نے جزم کیا کہ بارہ^{۱۲} میل شرح مؤطا میں فرمایا: بینہما اثنا عشر میلًا، وقال ابن وضاح: سبعة امیال، وقال ابن وهب: ستة، وقال القعنبي: ذات الجیش علی بریدین من المدینة، وقال البونی فی روایة یحییٰ: و بینہما میلان او اکثر قليلا، وفي رواية ابن القاسم: عشرة امیال^۲ ان اختلافات کو خیال کیجئے کہاں دو^۲ میل کہاں بارہ^{۱۲} میل۔
خامسایہ واقعہ عین ہے اور واقع عین مساعیہر گوئے احتمالات سرعت سیر کے لئے کوئی حد محدود نہیں کہ اس سے زائد نامتصور ہو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا منزلہ کرنا اوپر گزرا ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے:

اصبح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بملل ثم راح وتعشی بسرف۔	سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملل میں صبح ہوئی پھر تشریف لے چلے اور شام کا کھانا سرف میں تناول فرمایا۔
---	---

فصل اول میں گزر چکا کہ ملل مدینہ طیبہ سے سترہ^{۱۷} میل ہے اور یہیں کلام امام بدر محمود عینی سے منقول ہوا کہ مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے دو کم دو سو میل ہے اب سترہ وہ اور دس میل سرف کے نکال لیجئے تو ایک دن میں ایک سو اکتھتر میل راہ طے ہوئی پھر غروب شمس سے اتنے قرب عشا تک کہ ہنوز بقدر تین رکعت پڑھ لینے کے مغرب کا وقت باقی ہو دس میل قطع ہو جانا کیا جائے عجب ہے خصوصاً او آخر جو زاوا اول سرطان میں کہ ان دنوں حوالی مکہ معظمہ میں وقت مغرب عہ کم و بیش ڈے ڈھ گھنٹا ہوتا ہے اعتبار نہ آئے تو آزما دیکھئے کہ عمدہ گھوڑے تیز نائقے ڈے ڈھ چھوڑا یک ہی

عہ اقول: لتکن الشمس عند دخول العشاء فی اول السرطان میلہ الح الرتمام (بقرہ بصفحہ آئندہ)

¹ مؤطا امام مالک قصر الصلوٰۃ فی السفر مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۲۹

² شرح الزر قانی علی المؤطا قصر الصلوٰۃ فی السفر مطبوعہ المكتبة التجارية الکبریٰ مصر ۱۱/۱۷۹

گھنٹے میں دس امیل بلکہ زائد قطع کر لیں گے حدیث مؤطا میں کہ ابھی مذکور ہوئی جزم علامہ زر قانی اور نیز روایت ابن القاسم تلمیذ امام مالک پر اس کی نظیر یہیں پیش نظر اوپر ثابت ہو چکا کہ سالم قائل جمع نہیں وہ تصریح فرما چکے کہ ان کے والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزدلفہ کے سوا کبھی جمع نہ فرمائی تو لاجرم غروب آفتاب کے بعد دس بارہ میل چلے اور مغرب وقت میں پڑھی ولہذا ابوالولید باجی مالکی نے اس حدیث کی شرح میں کہا: اراد ان يعرف اخر وقتها المختار¹ یحییٰ بن سعید انصاری کا اس سوال سے یہ ارادہ تھا کہ مغرب کا آخر وقت مختار معلوم کریں۔ تنقی میں کہا: وحمل ذلك على المعروف من سير من جد² خروج وقت پر پڑھنا ہوتا تو کوشش سیر پر حمل کی کیا حاجت تھی بالجملہ حدیث بر تقدیر صحت بھی اصلا جمع حقیقی کی مفید نہ جمع صوری سے جدا و بعید والحمد لله العلی المجید۔

الحمد لله كلام اپنے ذر وہ اقصے کو پہنچا اور جمع تقدیم و تاخیر دونوں میں ملاجی کا ہاتھ بالکل خالی رہ گیا، ایک حدیث سے بھی جمع حقیقی اصلاً ثابت نہ ہو سکی واللہ الحجۃ السامیہ امید کرتا ہوں کہ اس فصل بلکہ تمام رسالہ میں ایسا کلام شافی و متین و کافی و مبین برکات قدسیہ روح زکیہ طیبہ علیہ امام الائمہ مالک الازمہ کاشف الغمہ سراج الاممہ سیدنا امام اعظم و اقدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حصہ خاصہ فقیر مہین ہو والحمد لله رب العلمین۔

فصل چہارم^۲ نصوص نفی جمع و بدایت التزام اوقات میں

یہ نصوص دو قسم ہیں اول عامہ جن میں تعیین اوقات کا بیان یا ان کی محافظت کی ترغیب یا ان کی محافظت سے ترہیب ہے جس سے ثابت ہو کہ ہر نماز کے لئے شرع مطہر نے جُدا وقت مقرر فرمایا ہے کہ اُس سے پہلے ہو سکے نہ اُسے کھو کر دوسرے وقت پر اٹھا رکھی جائے بلکہ ہر نماز اپنے ہی وقت پر ہونی چاہے۔ دوم خاصہ جن میں

(بقیہ صفحہ گزشتہ)

عرض المكة المكرمة سح ك غاية الانحطاط بالتفريق مدفع جيبه ك الدظل عرض مكة الح ماح لح * ظل الميل الواله اله لا منحط = ي حه ك الح جيب تعديل النهار قوسه ط حه نه الح صه حه = ف حه ء لر نصف قوس الليل سهمه مط حه لط لر * جيب انحطاط الوقت ح حه الح = ع ك مه الدح سو ÷ ك الد = كا حه مدمح مط لطار = الرحه ندمط سهم فضل الدائر قوسه نرحه م ر ف حه ء لر = حه الدك دائر * ع قه = ات الط لر هذا تقريـب ووجوه التدقيق تعلم ان شاء الله تعالى من كتابنا زيـج الاوقات للصوم والصلوة وفقننا الله تعالى لا كماله ونفعنا والمسلمين باعماله أمين ١٢ منه رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (م)

¹ بحوالہ المستقی شرح الزر قانی علی المؤطا قصر الصلوٰۃ فی السفر مطبوعہ المكتبة التجارية الکبریٰ مصر ١١/٢٩٤

² بحوالہ المستقی شرح الزر قانی علی المؤطا قصر الصلوٰۃ فی السفر مطبوعہ المكتبة التجارية الکبریٰ مصر ١١/٢٩٤

بالخصوص جمع بین الصلاتین کی نفی ہے۔

قسم اول نصوص عامہ

(الآیات) رب العزّة تبارک وتعالیٰ نے محافظت و التزام اوقات کا حکم سات سوورتوں میں نازل فرمایا:

(۱) بقرہ (۲) نساء (۳) انعام (۴) مریم (۵) مومنون (۶) معارج (۷) ماعون

آیت ا قال بنا عزمنا قائل: إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا^۱ بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہوا۔ کہ نہ وقت سے پہلے عہ صحیح نہ وقت کے بعد تاخیر روا، بلکہ فرض ہے کہ نماز اپنے وقت پر ادا ہو۔ میں یہاں معنی آیت میں کلام علمائے کرام لاؤں اس سے بہتر یہی ہے کہ خود ملاجی کی شہادت دلاؤں، مسئلہ وقت ظہر میں ایک مثل تک تمامی وقت بتانے کیلئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان الصلوٰۃ کا تعلق علی المؤمنین کتباً موقوتاً یعنی ہر نماز کا وقت علیحدہ علیحدہ ہے تفسیر مظہری میں ہے قولہ تعالیٰ: كِتَابًا مَوْقُوتًا^۲، یقتضی کون الوقت لكل صلوٰۃ وقتاً علیحدہ تو مقتضی آیت کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز ادا نہیں ہو سکتی^۲۔ ع

مدعی لاکھ یہ بھاری ہے گواہی تیری

عہ: هذا لاخلاف فيه بين العلماء. الاشعري روى عن ابي موسى الاشعري وعن بعض التابعين اجمع العلماء على خلافه. ولا وجه لذكره ههنا لانه لا يصح عنهم. وصح عن ابي موسى خلافه مما وافق الجماعة. فصار اتفاقاً صحيحاً اه عمدة القارى ۱۲
منه (مر)

اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ابو موسیٰ اشعری اور بعض تابعین سے جو کچھ مروی ہے اس کے خلاف علماء کا اجماع ہے اور اس کو یہاں ذکر کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں کیونکہ وہ ابو موسیٰ سے بصحت منقول نہیں ہے بلکہ ابو موسیٰ سے، اس کے خلاف اور جمہور کے موافق قول صحیح طور پر ثابت ہے، اس لئے سب کا متفق ہونا ہی درست قرار پایا اھ عمدة القارى ۱۲ منہ (ت)

^۱ القرآن ۱۳/۱۰۳

^۲ معیار الحق مسئلہ چہارم بحث آخر وقت ظہر مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۱۷

آیت ۲ قال مولنا جل وعلا:

حافظت کرو سب نمازوں اور خاص بیچ والی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔	حَفِظُوا عَلَيَّ الصَّلَاةَ وَالصَّلَاةَ الْوَسْطَىٰ ۗ وَفُوَّهُ لِيُفْتَنَنَّ ۝۱
---	---

حافظت کرو کہ کوئی نماز اپنے وقت سے ادھر ادھر نہ ہونے پائے، بیچ والی نماز نمازِ عصر ہے اُس وقت لوگ بازار وغیرہ کے کاموں میں زیادہ مصروف ہوتے ہیں اور وقت بھی تھوڑا ہے اس لئے اُس کی خاص تاکید فرمائی۔ بیضاوی شریف علامہ ناصر الدین شافعی میں ہے:

حافظت کرو، یعنی وقت پر ادا کرو اور ہمیشہ کرو۔ (ت) علیہا ^۲ ۔	حافظوا على الصلوات، بالاداء لوقتها والمداومة
--	--

مدارک شریف میں ہے:

حافظت کرو، یعنی ہمیشہ بروقت پڑھو۔ (ت)	حافظوا على الصلوات، داوموا علیہا لمواقیتہا ^۳ ۔
---------------------------------------	---

ارشاد العقل السليم میں ہے:

حافظت کرو، یعنی ہمیشہ بروقت پڑھو اور ان میں کسی قسم کا خلل نہ واقع ہونے دو۔ (ت)	حافظوا على الصلوات ای داوموا على ادائها لاوقاتہا من غير اخلال بشيخ منها ^۴ ۔
---	--

آیت ۳ قال العلی الاعلی تبارک وتعالی:

اور وہ لوگ جو اپنی نماز کی نگہداشت کرتے ہیں کہ اُسے وقت سے بے وقت نہیں ہونے دیتے وہی سچے وارث ہیں کہ جنت کی وراثت پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔	وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝۱ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ۝۲ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ ۗ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝۵
---	---

معالم شریف امام بغوی شافعی میں ہے:

حافظت کرتے ہیں یعنی ہمیشہ نگہبانی کرتے ہیں اور ان کے	يحافظون، ای یدامون علی حفظہا ویراعون
--	--------------------------------------

^۱ القرآن الحکیم ۲۳۸/۲

^۲ انوار التنزیل المعروف تفسیر البیضاوی تحت آیتہ حافظوا علی الصلوات الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۱

^۳ تفسیر النسخی المعروف تفسیر مدارک، تحت آیتہ حافظوا علی الصلوات الخ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۲۱/۱

^۴ ارشاد العقل السليم تحت آیتہ حافظوا علی الصلوات الخ مطبوعہ احیاء التراث العربی ۲۳۵/۱

^۵ القرآن ۹/۲۳ و ۱۰/۲۳ و ۱۱/۲۳

اوقات کا خیال رکھتے ہیں۔ نماز کا ذکر مکرر کیا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ اس کی محافظت واجب ہے۔ (ت)	اوقاتہا، کر ذکر الصلاة ليتبين المحافظة عليها واجبة ¹ ۔
---	---

آیت ۴ قال المولى الاجل عز وجل:

اور وہ لوگ کہ اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں ہر نماز اس کے وقت میں ادا کرتے ہیں وہ جنتوں میں عزت کئے جائیں گے۔	وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ^۱ أُولَئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ^۲ ۔
--	--

جلالین شریف امام جلال الملتة والدین شافعی میں ہے: يحافظون، بادائها في اوقاتها³ (محافظت کرتے ہیں یعنی وقت پر ادا کرتے ہیں۔ ت) نسفی شریف میں ہے:

نماز کی محافظت یہ ہے کہ اپنے اوقات سے ضائع نہ ہو۔ (ت)	المحافظة عليها ان لاتضيع عن مواقيتها ⁴ ۔
---	---

آیت ۵ قال المولى تقديس وتعالى:

اور جنہیں آخرت پر یقین ہے وہ قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔	وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ⁵
---	--

کہ وقت سے باہر نہ ہو جائیں۔ تفسیر کبیر عہ میں ہے:

محافظت سے مراد یہ ہے کہ وقت اور طہارت وغیرہ تمام شروط کو ملحوظ رکھا جائے، اس کے ارکان کو قائم کیا جائے اور اسے مکمل کیا جائے یہاں تک کہ جب نماز کا وقت آئے تو آدمی ان کاموں کو بطور عادت کرنے لگے۔ (ت)	المراد بالمحافظة التعهد لشروطها من وقت وطهارة وغيرهما والقيام على اركانها واتمامها حتى يكون ذلك دابة في كل وقت ⁶ ۔
--	---

عہ: ذکرة تحت اية المؤمنون ۱۲ منه (م) یہ انہوں نے سورۃ مؤمنون ۲۳ کی آیت ۹ کے تحت ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

¹ تفسیر البغوی المعروف معالم التنزیل مع الخازن تحت آیت مذکورہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۳/۵

² القرآن ۳۴/۷۰، ۳۵/۷۰

³ تفسیر جلالین آیت مذکورہ کے تحت مطبوعہ مجتہبائی دہلی ۳۷۲/۳

⁴ تفسیر النسفی آیت مذکورہ کے تحت مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت ۲۹۲/۳

⁵ القرآن ۹۲/۶

⁶ التفسیر الکبیر والذین ہم علی صلواتہم يحافظون کے تحت مطبوعہ المطبعة البیہیہ المصریہ مصر ۸۱/۲۳

محافظتِ وقت کے یہ معنی جو ہم نے علمائے حنفیہ کے سواہر آیت میں علمائے شافعیہ سے نقل کئے کہ ہر نماز اپنے ہی وقت پر ہو خود احادیث میں ارشاد ہوئے جن کا ذکر عنقریب آتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آیت ۶ قال رب العلی عز و علا :

فَخَلَّفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفًا أَضَاعُوا الصَّلَاةَ ¹	پھر آئے ان کے بعد وہ برے پیمانہ جنہوں نے نمازیں ضائع کیں۔
---	---

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اخر وها عن مواقيتها وصلوها لغير وقتها²۔ (یہ لوگ جن کی مذمت اس آیت کریمہ میں فرمائی گئی وہ ہیں جو نمازوں کو ان کے وقت سے ہٹاتے اور غیر وقت پر پڑھتے ہیں) ذکرہ الامام البدر في عمدة القاری باب توضیح الصلوات عن وقتها والامام البغوی فی المعالم۔ افضل التابعین سیدنا سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: هو ان لا یصلی الظهر حتی اتی العصر³ (نماز کا ضائع کرنا یہ ہے کہ ظہر نہ پڑھی یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا) اثرہ معی السنۃ۔ تفسیر انوار التنزیل میں ہے: اضاعوا الصلوة ترکوها او اخروها عن وقتها⁴۔

آیت ۷ قال سبخنہ امام اعظم شانہ:

قَوْلِي لِمُصَلِّيٍّ ۝ الَّذِي نَهَمَ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ⁵	خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں (کہ وقت نکال کر پڑھتے ہیں)
--	--

تفسیر جلالین میں ہے: ساهون غافلون يؤخرونها عن وقتها⁶۔ تفسیر مفتاح الغیب میں ہے: ساهون يفيد امرين اخراجها عن الوقت وكون الانسان غافلا فيها⁷ اس آیت کریمہ کی یہ تفسیر خود

¹ القرآن ۵۹/۱۹

² عمدة القاری شرح البخاری باب توضیح الصلوة احدث ۸ مطبوعۃ الطباعة المنیریہ بیروت ۱۷/۵

³ تفسیر البغوی المعروف بمالم التنزیل مع الخازن تحت آیت مذکورہ مطبوعۃ مصطفیٰ البابی مصر ۲۵۲/۳

⁴ انوار التنزیل المعروف بالبیضاوی تحت آیت مذکورہ مطبوعۃ مجتبائی دہلی نصف ثانی ص ۹

⁵ القرآن ۳/۱۰۷

⁶ تفسیر جلالین تحت آیت مذکورہ مطبوعہ مجتبائی دہلی نصف ثانی ص ۵۰۵

⁷ مفتاح الغیب تفسیر کبیر، میدان جامع ازہر۔ مصر ۱۱۵/۳۲

حدیث میں وارد ہوئی کہ مسیاتی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(الاحادیث) **اقول** وباللہ التوفیق لما جی نے تو جھوٹ ہی کہہ دیا تھا کہ احادیث جمع چودہ ۱۴ صحابیوں سے مروی ہیں جنہیں خود بھی نہ گنا سکے بلکہ صراحتاً تسلیم کر گئے کہ ان میں اکثر کی روایات ان کیلئے مفید نہیں صرف چار مفید سمجھیں جن کا حال بتوفیقہ تعالیٰ واضح ہو گیا کہ اصلاً انہیں مفید نہ تھیں اب فقیر اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اس بحث میں ہمارے مفید حدیثیں جو اس وقت نظر میں جلوہ فرما ہیں چالیس^{۲۰} سے زائد ہیں کہ تیس^{۲۳} صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہوئیں، (۱) عمر فاروق (۲) علی مرتضیٰ (۳) سعد ابن وقاص (۴) عبداللہ بن مسعود (۵) عبداللہ بن عباس (۶) عبداللہ بن عمر (۷) عبداللہ بن عمرو (۸) جابر بن عبداللہ (۹) ابوذر غفاری (۱۰) ابو قتادہ انصاری (۱۱) ابودرداء (۱۲) ابوسعید خدری (۱۳) ابومسعود بدری (۱۴) بشیر بن عقبہ بن عمرو مدنی (۱۵) ابو موسیٰ اشعری (۱۶) بریدہ سلمی (۱۷) عبادہ بن صامت (۱۸) کعب بن عجرہ (۱۹) فضالہ زہرانی (۲۰) حنظلہ بن الربیع (۲۱) انس بن مالک (۲۲) ابو ہریرہ (۲۳) ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق صلی اللہ تعالیٰ علیہا وعلیہا وعلیہم اجمعین وبارک وسلم۔ ان میں سات ۷ حدیثیں اور مولیٰ المسلمین و محبوبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روایتیں تو جمع صوری میں گزریں باقی اکیس^{۲۱} صحابہ سے چھتیس^{۲۶} حدیثیں بتوفیقہ تعالیٰ یہاں سُنے، نمازی کی طرح اگر محملات کو بھی شامل کر لیجئے اور واقعی ہمیں اس کا استحقاق بروجہ حق و صحیح حاصل تو معاذ (۲۴) بن جبل و اسامہ (۲۵) بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ملا کر عدد صحابہ پچیس^{۲۵} اور احادیث مجملہ شامل کر کے شمار احادیث پچاس^{۵۰} سے زائد ہوگا، خیر یہاں جو حدیثیں ہمیں لکھنی ہیں وہ چند نوع ہیں:

نوع اول: احادیث محافظتِ وقت اور اس کی ترغیب اور اس کے ترک سے ترہیب۔

حدیث ۱: امام احمد بسند صحیح حضرت حنظلہ کا تب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی: قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: من حافظ علی الصلوات الخمس رکوعهن وسجودهن ومواقیتهن، وعلم انهن حق من عند اللہ، دخل الجنة، اوقال: وجبت له الجنة، اوقال: حرم علی النار^۱۔ (یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کی ان کے رکوع و سجود و اوقات پر محافظت کرے اور یقین جانے کہ وہ اللہ جل و علا کی طرف سے ہیں جنت میں جائے یا فرمایا جنت اس کے لئے واجب ہو جائے یا فرمایا دوزخ پر حرام ہو جائے)

حدیث ۲: ابوداؤد و سنن اور طبرانی معجم میں بسند جید ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

پانچ چیزیں ہیں کہ جو انہیں ایمان کے ساتھ لائے گا جنت میں جائے گا جو پنجگانہ نمازوں کی ان کے وضو ان کے	خمس من جاء بهن مع ایمان دخل الجنة، من حافظ علی الصلوات الخمس،
---	---

^۱ مسند امام احمد بن حنبل حدیث حنظلہ کا تب الاسدی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴/۲۶

<p>۱۔ عہۃ الحدیث۔ علی وضوئہن و رکوعہن و سجودہن و مواقیتہن رکوع اُن کے سجود اُن کے اوقات پر محافظت کرے (اور روزہ و حج و زکوٰۃ و غسل جنابت بجالائے)</p>

حدیث ۳: امام مالک و ابو داؤد و نسائی و ابن حبان اپنی صحاح میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

<p>خمس صلوات افترضہن اللہ تعالیٰ من احسن وضوء ہن و صلاہن لو قتہن و اتم رکوعہن و خشوعہن، کان لہ علی اللہ عہدان غفرلہ، و من لم یفعل فلیس لہ علی اللہ عہد، ان شاء غفرلہ، و ان شاء عذبه^۲۔ هذا لفظ ابی داؤد عہ۲</p>	<p>پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں جو اُن کا وضو اچھی طرح کرے اور انہیں اُن کے وقت پر پڑھے اور اُن کا رکوع و خشوع پورا کرے اُس کے لئے اللہ عزوجل پر عہد ہے کہ اُسے بخش دے، اور جو ایسا نہ کرے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ پر کچھ عہد نہیں چاہے بخشتے چاہے عذاب کرے۔ یہ الفاظ ابو داؤد کے ہیں۔ (ت)</p>
---	--

حدیث ۴: ابو داؤد طریق ابن الاعرابی میں حضرت قتادہ بن ربیع النصارى رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

<p>انی فرضت علی امتک خمس صلوات، و عہدت میں نے تیری امت پر پانچ نمازیں فرض کیں اور اپنے</p>
--

عہ۱ تمامہ، و صام رمضان و حج البيت ان استطاع اليه سبيلا و اعطى الزكاة طيبة بها نفسه، و ادى
الامانة، قالوا: يا ابا الدرداء ما اداء الامانة؟ قال: الغسل من الجنابة ۱۲ منه رضى الله تعالى عنه (م) (اس کا
ترجمہ متن میں موجود ہے)

عہ۲ و اورده المنذرى عن فزاد: و سجودهن^۳، بعد
قوله: رکوعہن، و ليس في شيعي من نسخ السنن التي
عندى، و قد قال العلامة ابرهيم الحلبي في غنية
المستملى شرح منية المصلى مانصه: اما
لفظ "و سجودهن" بعد "رکوعهن" فغير ثابت^۴ الخ ۱۲
منه رضى الله تعالى عنه (م)

منذرى نے بھی ابو داؤد سے اس روایت کو لیا ہے مگر اس نے
رکوعہن کے بعد س جودہن کے لفظ بڑھائے ہیں، حالانکہ
ابو داؤد کے میرے پاس موجود نسخوں میں سجودہن نہیں
ہے، اور ابراہیم حلبي نے غنية المستملی میں تصریح کی ہے کہ
رکوعہن کے بعد سجودہن کا لفظ ثابت نہیں ہے۔ (ت)

^۱ سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۴۲۹ و اراحياء السنة مصر ۱۱۶/۱ و ۱۱۷

^۲ سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۴۲۵ و اراحياء السنة مصر ۱۱۵/۱

^۳ الترغيب والترهيب في الصلوات الخمس الخ حدیث نمبر ۲۶ مصطفی البابی مصر ۱۳۲

^۴ غنية المستملی مقدمہ کتاب سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۲

<p>عندی عهد انه من جاء يحافظ عليهن لوقتهن ادخلته الجنة. ومن لم يحافظ عليهن فلا عهد له عندى¹۔</p>	<p>پاس عہد مقرر کر لیا جو ان کے وقتوں پر ان کی محافظت کرتا آئے گا اُسے جنت میں داخل کروں گا اور جو محافظت نہ کرے گا اس کے لئے میرے پاس کچھ عہد نہیں۔</p>
---	--

حدیث ۵: دارمی حضرت کعب ابن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب جل و علا سے روایت فرماتے ہیں وہ ارشاد کرتا ہے:

<p>من صلى الصلاة لوقتها فاقام حداها كان له على عهد ادخله الجنة ومن لم يصل الصلاة لوقتها ولم يقم حداها لم يكن له عندى عهد ان شئت ادخلته النار وان شئت ادخلته الجنة²۔</p>	<p>جو نماز اُس کے وقت میں ٹھیک ٹھیک ادا کرے اُس کے لئے مجھ پر عہد ہے کہ اُسے جنت میں داخل فرماؤں، اور جو وقت میں نہ پڑھے اور ٹھیک ادا نہ کرے اُس کے لئے میرے پاس کوئی عہد نہیں چاہوں اسے دوزخ میں لے جاؤں اور چاہوں تو جنت میں۔</p>
--	---

حدیث ۶: طبرانی بسند صالح عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ایک دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ عرض کی: خدا اور سول خوب دانا ہیں۔ فرمایا: جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ عرض کی: خدا اور سول خوب دانا ہیں۔ فرمایا: جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ عرض کی: خدا اور سول خوب دانا ہیں۔ فرمایا: تمہارا رب جل و علا فرماتا ہے:

<p>وعزتي وجلالي لا يصليها عبد لوقتها الا دخلته الجنة ومن صلاها لغير وقتها ان شئت رحمته وان شئت عذبتة³۔</p>	<p>مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم جو شخص نماز وقت پر پڑھے گا اُسے جنت میں داخل فرماؤں گا اور جو اس کے غیر وقت میں پڑھے گا چاہوں اس پر رحم کروں چاہوں عذاب۔</p>
---	---

حدیث ۷: نیز طبرانی اوسط میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

<p>من صلى الصلوة لوقتها واسبغ لها وضوها واتم لها قيامها وخشوعها وركوعها و</p>	<p>جو پانچوں نمازیں اپنے اپنے وقتوں پر پڑھے اُن کا وضو و قیام و خشوع و رکوع و سجود پورا کرے وہ نماز</p>
---	---

¹ سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۴۳۰ دار احیاء السنۃ النبویہ مصر ۱۱/۷

² سنن الدارمی، باب استحباب الصلوة فی اول الوقت حدیث ۱۲۲۸ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۲۲۳/۱

³ المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۵۵۵ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۸۱/۱۰

<p>سفید روشن ہو کر یہ کہتی نکلے کہ اللہ تیری نگہبانی فرمائے جس طرح تُو نے میری حفاظت کی اور جو غیر وقت پر پڑھے اور وضو و خشوع و رکوع و سجود پورا نہ کرے وہ نماز سیاہ تاریک ہو کر یہ کہتی نکلے کہ اللہ تجھے ضائع کرے جس طرح تُو نے مجھے ضائع کیا یہاں تک کہ جب اُس مقام پر پہنچے جہاں تک اللہ عزوجل چاہے پُرانے چیتھڑے کی طرح لپیٹ کر اُس کے مُنہ پر ماری جائے (والعیاذ باللہ رب العالمین)</p>	<p>سجودھا خرجت وهي بيضا مسفرة تقول حفظك الله كما حفظتني، ومن صلا الصلوة لغير وقتها فلم يسبغ لها وضوها ولم يتم لها خشوعها ولا ركوعها ولا سجودها خرجت وهي سوداء مظلمة تقول ضيعك الله كما ضيعتني حتى اذا كانت حيث شاء الله لفت كما يلف الثوب الخلق ثم ضرب بها وجهه¹</p>
---	---

حدیث ۸: ابو داؤد حضرت فضالہ زہرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

<p>مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسائل دین تعلیم فرمائے اُن میں یہ بھی تعلیم فرمایا کہ نماز پنجگانہ کی محافظت کر۔</p>	<p>قال علمني رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فكان فيما علمني وحافظ على الصلوات الخمس²۔</p>
---	--

حدیث ۹: بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، دارمی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

<p>میں نے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بوجھاسب میں زیادہ کیا عمل اللہ عزوجل کو پیارا ہے، فرمایا نماز اس کے وقت پر ادا کرنا۔</p>	<p>قال سألت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اى العمل احب الى الله قال الصلاة على وقتها³۔</p>
--	--

حدیث ۱۰: بیہقی شعب الایمان میں بطریق عکرمہ امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

<p>ایک شخص نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! اسلام میں سب سے زیادہ کیا چیز اللہ تعالیٰ کو پیاری ہے، فرمایا: نماز وقت پر پڑھنی، جس نے نماز چھوڑی اس کیلئے دین نہ رہا نماز دین کا ستون ہے۔</p>	<p>قال جاء رجل فقال يا رسول الله اى شىء احب الى الله فى الاسلام قال الصلاة لوقتها ومن ترك الصلاة فلا دين له والصلاة عماد الدين⁴۔</p>
---	---

¹ مجمع اوسط حدیث نمبر ۳۱۱۹ مکتبہ المعارف ریاض ۸۶/۳

² سن ابی داؤد باب الحافظ علی الصلوات مطبوعہ مجتہبائی پاکستان ۶۱/۱

³ بخاری شریف باب فضل الصلوة لوقتها مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۶۱/۱

⁴ شعب الایمان باب فی الصلوات حدیث ۲۸۰۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۳۹/۳

حدیث ۱۱: طبرانی معجم اوسط میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

<p>تین چیزیں ہیں کہ جو ان کی حفاظت کرے وہ سچا ولی ہے اور جو انہیں ضائع کرے وہ پکا دشمن، نماز اور روزے اور غسل جنابت۔</p>	<p>ثَلَاثٌ مِنْ حِفْظِهِنَّ فَهُوَ وَلِيٌّ حَقًّا، وَمَنْ ضَيَعَهُنَّ فَهُوَ عَدُوٌّ حَقًّا، الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَالْجَنَابَةُ¹۔</p>
--	--

حدیث ۱۲: امام مالک مؤطا میں نافع سے راوی:

<p>امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عاملوں کو فرمان بھیجے کہ تمہارے کاموں میں مجھے زیادہ فکر نماز کی ہے جو اسے حفظ اور اس پر محافظت کرے اس نے اپنے دین کی حفاظت کر لی اور جس نے اسے ضائع کیا وہ اور کاموں کو زیادہ تر ضائع کرے گا۔</p>	<p>ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتب الی عُمَالِهِ ان اَهِمَّ امْرُكَمَ عِنْدِي الصَّلَاةُ فَمَنْ حَفِظَهَا وَحَافِظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِينَهُ وَمَنْ ضَيَعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا ضَايِعُ الْحَدِيثِ²۔</p>
--	--

(نوع آخر) حدیث امامت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام جس میں انہوں نے ہر نماز کے لئے جُدا وقت معین کیا۔

حدیث ۱۳: بخاری و مسلم صحاح اور امام مالک و امام ابن ابی ذئب مؤطا اور ابو محمد عبداللہ دارمی مسند میں حضرت ابو مسعود نصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی جبریل نے بعد تعیین اوقات عرض کی: بھذا امرت³ (اسی کا حضور کو حکم دیا گیا ہے)۔

ابن ابی ذئب کے لفظ یوں ہیں: عن ابن شہاب انه سمع عروة بن الزبير يحدث عمر بن عبدالعزیز عن ابی مسعود الانصاری ان المغيرة بن شعبه اخر الصلاة فدخل عليه ابو مسعود فقال ان جبریل نزل علی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصلى وصلى وصلى وصلى ثم صلی ثم صلی ثم صلی ثم صلی ثم قال هكذا امرت⁴ (یعنی جبریل امین نے دونوں روز امامت سے تعیین اوقات کر کے عرض کی: ایسا ہی حضور کو حکم ہے)۔ مسند امام ابن راہویہ میں مطول و مفصل ہے فی اخره ثم قال جبریل ما بین هذین وقت صلاة⁵ (پھر جبریل نے عرض کی ان دونوں کے درمیان وقت نماز ہے)۔

حدیث ۱۴: دارقطنی و طبرانی و ابو عمر بن عبدالبر ابو مسعود و بشیر بن ابی مسعود دونوں صحابیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

¹ معجم اوسط حدیث ۸۹۵۶ مکتب المعارف ریاض ۴۴۵/۹

² مؤطا امام مالک و قوت الصلوٰۃ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵

³ بخاری شریف کتاب مواقیات الصلوات مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۷/۱۵۸

⁴ شرح الزرقانی علی المؤطا باب و قوت الصلوٰۃ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر ۱۵۱

⁵ نصب الرایۃ بحوالہ سند ابن راہویہ باب المواقیات مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۲۲۳

راوی جبریل نے عرض کی: مابین ہذین وقت¹ یعنی امس والیوم۔ (کل اور آج کے وقتوں کے درمیان ہر نماز کا وقت ہے)۔
حدیث ۱۵: ابو داؤد، ترمذی، شافعی، طحاوی، ابن حبان، حاکم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی جبریل نے
گزارش کی: الوقت مابین ہذین الوقتین² (وقت وہ ہے جو ان دو وقتوں کے درمیان ہے)۔

حدیث ۱۶: نسائی و طحاوی و حاکم و زرارہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل
نے عرض کی: الصلاة مابین صلاتک امس و صلاتک الیوم³ (نماز دیر وزہ و امروزہ کے بیچ میں نماز ہے)
زرارہ کے یہاں ہے: ثم قال مابین ہذین وقت⁴ (ان دو کے اندر وقت ہے)

حدیث ۱۷: نسائی و احمد و اسحاق و ابن حبان و حاکم جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی جبریل نے گزارش کی: مابین
ہاتین الصلاتین وقت⁵ (ان دو نمازوں کے اندر وقت ہے)

حدیث ۱۸: طحاوی ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے
گزارش کی: الصلاة فیما بین ہذین الوقتین⁶ (نماز ان دو وقتوں کے درمیان ہے)۔

(نوع آخر) حدیث سائل جسے حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امامتیں فرما کر ہر نماز کا اول و آخر وقت بتایا۔
حدیث ۱۹: مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ طحاوی حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا: وقت صلاتکم بین ما رأیتم⁷ (تمہاری نماز کا وقت اس کے درمیان ہے جو تم نے دیکھا)۔
مسلم کے دوسرے طریق میں ہے: مابین ما رأیت وقت⁸ (اے سائل جو تو نے دیکھا اس کے اندر وقت ہے)

¹ مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی الکبیر باب بیان الوقت دار الکتب بیروت ۳۰۵/۱

² جامع الترمذی باب ماجاء فی موافقت الصلوات مطبوعہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۲۱۱/۱

³ سنن النسائی کتاب المواقیث آخر وقت الظہر مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۵۹/۱

⁴ کشف الاستار عن زوائد البرزبار باب ای حین یصلی مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۸۷/۱

⁵ سنن النسائی کتاب المواقیث آخر وقت العصر مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۶۱/۱

⁶ شرح معانی الآثار باب موافقت الصلوات مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۰۲/۱

⁷ صحیح مسلم باب اوقات الصلوات الخمس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۳/۱

⁸ صحیح مسلم باب اوقات الصلوات الخمس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۳/۱

ترمذی کے یہاں یوں ہے: مواقیت الصلاة کما بین ہذین^۱ (نمازوں کے وقت ایسے ہیں جیسے ان دو کے درمیان)۔
حدیث ۲۰: مسلم ابی داؤد نسائی ابن ابان طحاوی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا: الوقت بین ہذین^۲ (وقت ان دو کے درمیان ہے)

حدیث ۲۱: طحاوی بطریق عطاء بن ابی رباح بعض صحابہ یعنی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور امام عیسیٰ بن ابان بلفظ
عن عطاء بن ابی رباح قال بلغنی ان رجلا اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راوی حضور پر نور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بین صلاتی فی ہذین الوقتین کلہ^۳ (جن دو وقتوں پر میں نے نمازیں پڑھیں ان کے اندر اندر
سب وقت ہے) و لفظ الحجج ثم قال ما بینہما وقت^۴ (اور کتاب الحج کے الفاظ یہ ہیں: پھر فرمایا ان دونوں کے
درمیان وقت ہے)۔

حدیث ۲۲: مالک و نسائی و زرار حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا: ما بین ہذین وقت^۵ (ان دو کے درمیان وقت ہے)۔ وفيہ الاقتصار علی ذکر الفجر فکانہ مختصر
قلت فقد رواہ الدار قطنی فی سننہ من حدیث قتادة عن انس مطولا واللہ تعالیٰ اعلم (اس روایت میں
صرف فجر کا ذکر ہے، شاید اس میں اختصار ہے میں نے کہا دار قطنی نے اپنے سنن میں سے انس سے روایت قتادہ مفصل ذکر کیا
ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔) (ت)

(نوع آخر) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشگوئی کہ کچھ لوگ وقت گزار کر نماز پڑھیں گے تم ان کا اتباع نہ کرنا سے
مطلق فرمایا کچھ سفر و حضر کی تخصیص ارشاد نہ ہوئی۔

حدیث ۲۳: مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی احمد دارمی حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

<p>حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری ران پر ہاتھ مار کر فرمایا تیرا کیا حال ہوگا جب تو ایسے لوگوں میں رہ جائے گا جو نماز کو اس کے وقت سے تاخیر</p>	<p>قال قال رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضرب فخذی کیف انت اذا بقیت فی قوم یؤخرون الصلاة عن وقتها قال قلت ما تأمرنی</p>
--	--

^۱ جامع ترمذی باب ماجاء فی مواقیت الصلوات مطبوعہ رشیدیہ امین کینی دہلی ۲۲/۱

^۲ صحیح مسلم باب اوقات الصلوات الخمس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۲۲۳/۱

^۳ شرح معانی الآثار باب مواقیت الصلوات مطبوعہ ایچ ایم سعید کینی کراچی ۱۰۲/۱

^۴ کتاب الحجیة اختلاف اہل الکوفہ والمدینہ فی الصلوة دار المعارف نعمانیہ لاہور ص ۱۲

^۵ النسائی، کتاب المواقیت، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۶۲/۱

قال صل الصلاة لوقتها الحديث ¹ ۔	کریں گے، میں نے عرض کی حضور مجھے کیا حکم دیتے ہیں، فرمایا تو وقت پر پڑھ لینا۔
--	---

حدیث ۲۴: احمد ابوداؤد ابن ماجہ بسند صحیح عباده بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ستكون عليكم بعدى امرأ تشغلهم اشياء عن الصلاة لوقتها حتى يذهب وقتها فصلوا الصلاة لوقتها ² الحديث۔	میرے بعد تم پر کچھ حاکم ہوں گے کہ ان کے کام وقت پر انہیں نماز سے روکیں گے یہاں تک کہ وقت نکل جائے گا تم وقت پر نماز پڑھنا۔
---	--

حدیث ۲۵: ابوداؤد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال قال لي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كيف بكم اذا اتت عليكم امرأ يصلون الصلاة لغير ميقاتها قلت فمات امرني اذا دركني ذلك يارسول الله قال صلى الصلاة لميقاتها واجعل صلاتك معهم سبحة ³ ۔	فرمایا مجھ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں کا کیا حال ہوگا جب تم پر وہ حکام آئیں گے کہ غیر وقت پر نماز پڑھیں گے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! جب میں ایسا وقت پاؤں تو حضور مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا نماز وقت پر پڑھ اور ان کے ساتھ نفل کی نیت سے شریک ہو جا۔
--	--

(نوع آخر) ارشادِ صریح کہ جب ایک نماز کا وقت آیا دوسری کا وقت جاتا رہا قضا ہوگی اور اس کی ممانعت و مذمت۔

حدیث ۲۶: مسلم و ابوداؤد و نسائی و عیسیٰ بن ابان حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

وقت الظهر ما لم يحضر العصر ووقت المغرب ما لم يسقط ثور الشفق ⁴ ۔ هذا مختصر	ظہر کا وقت جب تک ہے کہ عصر کا وقت نہ آئے اور مغرب کا وقت جب تک ہے کہ شفق نہ ڈوبے۔
--	---

¹ صحیح مسلم باب کراهة تاخير الصلوات مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطالع کراچی ۲۳/۱

² سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی اذا اخر والصلوة عن وقتها مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۰/۱

³ سنن ابی داؤد، اذا اخر الامام الصلوة عن الوقت، مطبوعہ مجتہبائی دہلی، ۶۲/۱

⁴ صحیح المسلم باب اوقات الصلوات الخمس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۳/۱

حدیث ۲۷: ترمذی و طحاوی بسند صحیح بطریق محمد بن فضیل عن الاعمش عن ابی صالح ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان للصلاة اولا و آخراً وان اول وقت صلاة الظهر حين نزول الشمس و آخر وقتها حين يدخل وقت العصر وفيه ان اول وقت المغرب حين تغرب الشمس وان آخر وقتها حين غيب الشفق ¹ ۔	بیشک نماز کے لئے اول و آخر ہے اور بیشک آغاز وقت ظہر کا سورج ڈھلے سے اور ختم وقت ظہر کا وقت عصر آنے پر ہے اور بیشک ابتدا وقت مغرب کی سورج چھپے ہے اور بیشک انتہا اس کے وقت کی شفق ڈوبے۔
--	--

حدیث ۲۸: مسلم و احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ و طحاوی و ابن حبان حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ليس في النوم تفریط انما التفریط في اليقظة ان تؤخر صلاة حتى يدخل وقت صلاة اخرى ² ۔	سوتے میں کچھ تقصیر نہیں تقصیر تو جاگتے میں ہے کہ تو ایک نماز کو اتنا پیچھے ہٹائے کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔
--	--

یہ حدیث خود حالت سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی حین فاتتہم صلاة الصبح ليلة التعریس وهو عند ابی داؤد و ابن ماجة من دون قوله ان توخر (جب "ليلة التعریس" کی صبح کو ان سے فجر کی نماز قضا ہو گئی تھی۔ یہ روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ میں بھی ہے مگر اس میں "ان توخر" کا لفظ نہیں۔) یہ حدیث نص صریح ہے کہ ایک نماز کی یہاں تک تاخیر کرنی کہ دوسری کا وقت آجائے تقصیر گناہ ہے۔

حدیث ۲۹: بزار و محی السنہ بغوی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال سألت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن قول اللہ عزوجل الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ³ قال هم الذين يؤخرون الصلاة عن وقتها ³ ۔	فرمایا میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں، ارشاد فرمایا وہ لوگ جو نماز کو اس کے وقت سے ہٹا کر پڑھیں۔
---	---

¹ جامع ترمذی باب ماجاء فی مواقیئ الصلوة مطبوعہ مطبع رشیدیہ امین کینی دہلی ۲۲/۱

² سنن ابی داؤد باب فی من نام الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۶۳/۱

³ کشف الاستار عن زوائد البرز، باب فی الذین یؤخرون الصلوة عن وقتها، مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۹۸/۱

بغوی کی روایت یوں ہے:

<p>ہمیں احمد بن عبد اللہ الصالح نے خبر دی (پوری سند کو ذکر کیا) مصعب بن سعد سے وہ اپنے باپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا، فرمایا اس سے مراد وقت کھونا ہے۔</p>	<p>اخبرنا احمد بن عبد اللہ الصالحی (فساق بسندہ) عن مصعب بن سعد عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الذین ہم فی صلواتہم ساہون قال اضاعة الوقت¹۔</p>
--	--

حدیث ۳۰: امام ابن ابان حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

<p>فرمایا ظہر کا وقت عصر تک ہے اور عصر کا وقت مغرب تک اور مغرب کا عشاء اور عشاء کا فجر تک۔</p>	<p>قال وقت الظهر الى وقت العصر ووقت العصر الى المغرب وقت المغرب الى العشاء و العشاء الى الفجر²۔</p>
--	--

حدیث ۳۱: امام طحاوی شرح معانی الآثار میں راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا: ما التفريط فی الصلاة (نماز میں تفریط کیا ہے؟) فرمایا: ان تؤخر حتی یجیبی وقت الاخری³ (یہ کہ تو ایک نماز کی تاخیر کرے یہاں تک کہ دوسری کا وقت آجائے)

حدیث ۳۲: نیز اسی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی: قال تفوت صلاة حتی یجیبی وقت الاخری⁴ (فرمایا نماز فوت نہیں ہوتی جب تک دوسری کا وقت نہ آجائے) یعنی جب دوسری کا وقت آیا پہلے قضا ہو گئی۔ تنبیہ: ان آیات و احادیث سے جواب میں قائلین جمع کی غایت سعی ادعائے تخصیص ہے جسے ملائی نے کئی ورق کی طولانی تقریر میں بہت ہی چمک کر بیان کیا جس کا مال یہ کہ اگرچہ متکاثرہ و احادیث متواترہ ہر نماز کے لے بعد وقت بتا رہی ہیں محافظت وقت کی نہایت تاکید شدید فرما رہی ہیں وقت ضائع کرنے کو گناہ عظیم و موجب عذاب الیم ٹھہرا رہی ہیں مگر ہمیں سفر وغیرہ حالات میں ظہر و عصر و مغرب و عشاء چار نمازوں کی پابندی وقت

¹ شرح السنۃ للامام البغوی باب مراعاة الوقت مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۳۶

² کتاب الحجیة اختلاف اہل الکوفۃ والمدینۃ فی الصلوات الخ دار المعارف النعمانیۃ لاہور ۱۱/۱۰

³ شرح معانی الآثار باب جمع بین الصلاتین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۴/۱

⁴ شرح معانی الآثار باب جمع بین الصلاتین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۴/۱

کچھ ضرور نہیں چاہے وقت سے پہلے پڑھ لیں چاہیں وقت کھو کر پڑھیں اصلاً محذور نہیں کہ دو چار روایتیں ہمارے خیال کے مطابق قرآن عظیم و احادیث متواترہ کے مخالف آگئیں وہ ہمیں بے قیدی بنا گئی ہیں یہاں ملاجی نے بہت کچھ اصحاب اصول کو خرچ کیا ہے جس کا جواب ایسا ہی عریض و طویل دیا گیا ہے **وانا اقول** (اور میں کہتا ہوں۔ت) عبت العرش ثم انقض ارشادات صریحہ قرآن عظیم و احادیث متواترہ کے مقابل ایسا ہی سامان جمع کر لیا ہوتا تو ان کے مقابلہ کا نام لینا تھا سبحان اللہ چند محتمل روایات جن میں روایت درایت سوہو احتمالات، نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کے ثبوت ہی پر یقین نہ بعد تسلیم ثبوت خواہی نحو اہی معنی جمع حقیقی کی تعیین، احتمالی باتوں پر خدا اور رسول کے صریح احکام کیونکر اٹھادے جائیں ایسے حکموں کے مقابلہ کو انہیں کے پایہ کا جلی واضح ثبوت درکار تھا نہ یہ کہ بزور زبان ابتداء میں کہہ دیجئے وہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالف کی دخل نہیں انتہا میں لکھ دیجئے احادیث صحاح جو جمع پر قطعاً و یقیناً دلالت کرتی ہیں اور بس آپ کے فرمائے سے وہ نصوص قاطعہ یقینیہ مفسرہ ہو گئیں ملاجی بس اسی ایک نکتہ پر بحث کا فیصلہ ہے ان روایات کا اثبات جمع حقیقی تقدیم و تاخیر میں نص قطعی یقینی مفسر ناقابل تاویل ہونا ثابت کر دیجئے یا قرآن عظیم و احادیث متواترہ کے مقابل نری زباں زوریوں سے کام نکلنے کا اقرار کیجئے میں صرف نصوص قرآن و حدیث کا نام لیتا ہوں اے حضرت نمازوں کی توقیت ان کے لئے اوقات کی تعیین تو ضروریات دین سے ہے اور ہمارا آپ کا تمام امت مرحومہ کا اجماع قائم کہ وقت سے پہلے نماز باطل اور عمداً قضا کر دینا وقت کھودینا حرام تو اب ظنیت و قطعیت عموماً کی بحث سے کچھ علاقہ نہ رہا۔ اس فعل جمع کا جو حاصل ہے یعنی نماز پیش از وقت یا تفویت وقت اس کی حرمت پر تو ہم اور آپ سب متفق ہوئے اب آپ مدعی ہیں کہ اس حرام قطعی کی یہ صورت خاص حلال ہے جیسا وہ حرام قطعی ہے ویسا ہی قطعی ثبوت اس کی حلت کا دیجئے ورنہ یقینی کے حضور ظنی محتمل کا نام نہ لیجئے خدا کی شان اور تو اور جمع تقدیم میں بھی یہی جرات کے ادعا کے تاویل کو دخل نہیں احادیث صحاح قطعاً دلالت کرتی ہیں حالانکہ مفسر و یقینی ہونا درکنار ابوداؤد سا امام جلیل الشان تصریح فرمایا کہ اس کے بارے میں اصلاً کوئی حدیث صحیح بھی نہ ہوئی مگر ہاں یہ کہے کہ اپنی زبان اپنا دعویٰ ہے ثبوت مانگنے والے کا کچھ دینا دہرایا ہے ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

لطیفہ: ملاجی نے ایک مثل پر انتہائے ظہر کے اثبات میں حدیث سائل بروایت نسائی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حدیث امامت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استدلال کیا جن میں تھا کہ پہلے دن کی ظہر حضور اعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورج ڈھلتے ہی پڑھی اور دوسرے دن کی اُس وقت کہ سایہ ایک مثل کو پہنچ گیا اس تمسک پر اعتراض ہوتا تھا کہ ان حدیثوں میں کل کی عصر بھی تو اسی وقت پڑھنی آئی ہے تو ایک مثل پر وقت ظہر ختم ہو جانا نہ نکلا بلکہ بعد مثل ظہر و عصر دونوں نمازوں میں وقت مشترک ہونا مستفاد ہو ملاجی اُس کے دفع میں فرماتے ہیں روایت نسائی کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت عہ نے پہلے دن عصر جب پڑھی کہ ایک مثل سایہ آگیا اور دوسرے دن ظہر سے

عہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

فامعیار الحق ص ۲۰۳

سند اسحاق میں ابی مسعود بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں ہے: اتاہ حین کان ظلہ مثلہ فقال قم فصل فقائم فصلی العصر اربعاً ثم اتاہ من الغد حین کان ظلہ مثلہ فقال له قم فصل فقائم فصلی الظهر اربعاً¹۔ دارقطنی وطبرانی وابو عمر کے یہاں بروایت عقبہ بن عمرو وبشیر بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یوں ہے: جاء ہ حین کان ظل کل شیعی مثله فقال یا محمد صلی العصر فصلی ثم جاء ہ الغد حین کان ظل کل شیعی مثله فقال صلی الظهر فصلی² یہ سب حدیثیں تصریح صریح ہیں کہ روح امیں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ظہر کے لئے حاضر اس وقت ہوئے جب سایہ ایک مثل کو پہنچ چکا تھا اس وقت نماز پڑھنے کے لئے عرض کی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی اس کے یہ معنی کیونکر ممکن کہ ختم مثل تک نماز سے فارغ ہولے تھے۔ حدیث سائل بروایت عبد اللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ابوداؤد کے یہاں یوں ہے: امر بلالاً فاقام الفجر حین انشق (الی قوله) فاقام الظهر فی وقت العصر الذی کان قبلہ³۔ اس میں تصریح ہے کہ ایک مثل ہونے پر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ظہر کی تکبیر کہی تو مثل تک فراغ کیا۔ ثانیاً آیہ کریمہ تو آپ کے نزدیک عام ہے اور احادیث جبریل و سائل خاص اور آپ کے اصول میں عام و خاص متعارض نہیں بلکہ عام اُس خاص سے مخصوص ہو جائے گا و لہذا خود بھی یہاں معارضہ صرف احادیث میں مانا نہ آیت و حدیث میں پھر اُن حدیثوں کے مقابل آیت کا پیش کرنا کیا معنی، کیا آپ کے داؤں کو آیت عام نہیں رہتی تخصیص حرام ہو جاتی ہے۔ ثالثاً احادیث میں دفع معارضہ یوں بھی ممکن کہ حدیث تفریط میں وقت الصلاۃ الاخری⁴ سے اُس کا وقت خاص مراد لیجئے یعنی نماز قضا جب ہوتی ہے کہ دوسری نماز کا وقت خاص آجائے جب تک وقت مشترک باقی ہے قضا نہ ہوئی اور حدیث عبد اللہ بن عمرو میں ظہر خواہ عصر دونوں سے جس میں چاہے وقت خاص لے لیجئے اور دوسری میں وقت مطلق یعنی ظہر کا وقت خاص وقت عصر آنے تک ہے جب عصر کا وقت آیا ظہر کا خاص وقت نہ رہا اگرچہ مشترک باقی ہو یا ظہر کا وقت عصر کے وقت خاص آنے تک ہے کہ اس کے بعد ظہر کا وقت خاص خواہ

¹ نصب الرایۃ بحوالہ سند اسحاق بن راہویہ باب المواقیف مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۲۳۳/۱

² دارقطنی بحوالہ سند اسحاق بن راہویہ باب المواقیف مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۲۵۶/۱

³ ترمذی باب المواقیف مطبوعہ رشیدیہ دہلی ۲۵/۱

⁴ ترمذی باب المواقیف مطبوعہ رشیدیہ دہلی ۲۵/۱

مشترک اصلاً نہیں رہتا تو صورت موافقت اسی میں منحصر نہ تھی جس سے آپ احتمال اشتراک عہ کو دفع کر سکیں، ملاجی مدعی بننا آسان ہے مگر اقامت دلیل کے گرانبار عہدوں سے سلامت نکل جانا مشکل۔

اب اس صریح ظلم و ناانصافی کو دیکھے کہ مسئلہ وقت ظہر میں آیت واحادیث توقيت کے عموم و ظواہر پر وہ ایمان کہ نہ آیت صالح تخصیص نہ یہ حدیثیں لائق تاویل نہ ان کے مقابل صحاح حدیث قابل قبول بلکہ واجب کہ وہ حدیثیں تاویلوں کی گھڑت سے موافق کر لی جائیں اگرچہ وہ اُس تاویل سے صاف ابا کرتی ہوں اور ان میں ہرگز تاویل نہ کی جائے اگرچہ بے دقت اُسے جگہ دیتی ہوں۔ اور جب مسئلہ جمع کی باری آئے فوراً نگاہ پلٹ جائے اب آیت واحادیث واجب التخصیص، اور ان کے مقابل نزی احتمالی چند روایات واجب الاعتماد و قطعی التخصیص، اور ان کے لئے آیات واحادیث کے مطابق صاف و نظیف محامل مردود و باطل، غرض شریعت اپنے گھر کی ہے، اجتہاد کی کوٹھری دوسرے در کی ہے۔ دیانت کاٹھو دونوں باگوں کستا ہے، پورب کی سڑک میں پچھم کارستہ ہے ع:

گر میں گیا دھر سے اُدھر سے نکل گیا

لطیفہ: حدیث بست و ہشتم مروی صحیح مسلم شریف کے جواب میں ملاجی کی نزاکتیں قابل تماشاً۔
اَوَّلًا: یہ حدیث اسی شخص کے حق میں ہے کہ بلا عذر تاخیر کرے نہ اُس کے حق میں جو مسافر ہو، یہ وہی دَعْوٰی باطلہ تخصیص بے محض ہے۔

ثانیًا: سبب حدیث خود نماز سفر کا سوتے میں قضا ہو جانا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس وقت سفر ہی میں تھے تو نماز سفر کو اس حکم سے خارج ماننا طرفہ جہالت ہے۔

ثالثًا: عذر بدتر از گناہ سُنئے فرماتے ہیں اگر کہو کہ یہ حدیث سفر میں فرمائی تھی پس مسافر کو حکم اس کا شامل ہوگا تو کہا جائے گا کہ ظرف قول کی باعث اور قرینہ اُس کی تعیم یا تخصیص پر نہیں ہوتی۔

اقول: ملاجی! کسی پڑھے لکھے سے ظرف و سبب کا فرق سیکھو یہ نہیں کہا جاتا کہ حدیث سفر میں فرمائی تھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ نماز سفر کا قضا ہونا سبب ارشاد ہو تو خود سبب نص حکم نص سے کیونکر جُدا رہے گا کیا ظلم ہے کہ نص کا خاص جس مورد میں ورود وہی خارج و نا مقصود، اور نص اس کے مابین پر مقصور و محدود۔

عہ اقول: ظاہر ہے کہ احتمال اشتراک مسئلہ مجمع میں قائل جمع کو اصلاً نافع نہیں جمع تقدیم سے تو اُسے مس ہی نہیں اور جمع تاخیر بھی اس کے قائل کے نزدیک صرف آغاز و ابتدائے وقت آخر بقدر چار رکعت سے مخصوص نہیں معجزا جب وقت مشترک ٹھہرا پہلی نماز بھی اپنے وقت پر ہوئی اور اس کے بعد دوسری بھی اپنے وقت میں، یہ جمع صوری ہے نہ حقیقی کہ ایک نماز اپنے وقت سے خارج ہو کر دوسری کے وقت میں پڑھی جائے کہا لایخفی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

ف معیار الحق مسئلہ پنجم جمع بین الصلاتین ص ۴۱۷، ف ۲ معیار الحق ص ۴۱۷، ف ۲ معیار الحق ص ۴۱۷

رابعا: قیامت دلربا نزاکت تو یہی کی کہ فرماتے ہیں اگر ظرف کو دخل ہو تو کہا جائے گا کہ یہ قول آنحضرت عہ نے وقت نماز فجر کے اور فوت ہو جانے نماز فجر کے نیند میں فرمایا تھا پس حکم سفر فجر ہی کا بیان کیا جس کا جمع کرنا کسی نماز سے ممکن نہ تھا نہ ظہر و عصر مغرب عشا سفر کی کا۔

اقول: بھی یہ تو خوب ہی کیا، ہاں ملاجی! حدیث میں کا ہے کا ارشاد ہو رہا ہے فجر سفر کی کا نہ اور نمازوں سفر کی کا یعنی صبح کی نماز میں تقصیر اُس وقت ہوگی کہ تو اُسے نہ پڑھے یہاں تک کہ ظہر کا وقت آجائے بہت معقول سورج نکلے پھر دن چڑھے ٹھیک دوپہر ہو جب تک نماز فجر اٹھا رکھے کچھ تقصیر نہیں جب ظہر کا وقت آئے اس وقت تقصیر ہوگی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ ۰ ملاجی! دلی میں تو اچھے اچھے حکیم سُننے گئے ہیں، لکھنے چلے تھے تو پہلے دماغ کی نبض دکھالی ہوتی، نمازیں پانچ ہیں اُن میں چار متوالی الاوقات اور فجر جدا سب کا حکم بیان کیجئے تو بطور تغلیب یہ کلمہ صحیح جیسا کہ حدیث ۳۱ و ۳۲ میں اقوال حضرت ابوہریرہ و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے گزرا کہ خاص فجر کا حکم ان لفظوں سے ارشاد ہو کہ جب تک ظہر نہ آئے فجر نہ پڑھنے میں تقصیر نہیں۔

خامسا: اقول ملاجی! اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا تو اخراج ظہر و عصر و مغرب و عشا کے کیا معنی، یہ کیا ستم جہالت ہے کہ آپ کا خصم اطلاق نص و شمول مورد سے متمک کرے آپ جواب میں اقتصار علی المورد پیش کر دیں یا وہ بے نمکی کہ دخول مورد سے رائے انکار پایہ شورا شوری کہ اسی پر انقطاع اسی میں انحصار غرض سیدھا چلنا ہر طرح ناگوار۔

سادسا: اب اور آنکھیں کھلیں تو علاوہ کی پوٹ باندھی فہم کہ مسافر جمع کرنے والے کو ضرور ہے کہ ارادہ جمع کا پہلی نماز کے وقت کے اندر اندر کر رکھے جس نے ارادہ نہ کیا اُس کی جمع درست نہ ہوگی پس اگر مسافر کو بھی شامل کرو تو ایسا مسافر مورد و محمل حدیث کا ہوگا۔

اقول: یہ ایسا ویسا تم کہہ رہے ہو یا حدیث ارشاد فرما رہی ہے حدیث میں تو ایسے ویسے کی کہیں بُو بھی نہیں کہا اپنی ہوائے نفس پر احادیث کا ڈھال لانا ہی عمل بالحدیث ہے۔

سابعا: اقول: خود مسافر کو شامل کہہ رہے ہونے مسافر سے خاص تو لاجرم حدیث وہ حکم فرما رہی ہے جو مسافر و مقیم سب کو شامل کیا بھلا چنگا مقیم بھی اگر وقت کے اندر اندر نیت رکھے کہ یہ نماز وقت گزر جانے کے بعد پڑھ لوں گا تو تقصیر نہیں کھلا کھلا رافضیوں کا مذہب کیوں نہیں لکھ دیتے اور بعد خرابی بصرہ نہیں بلکہ تباہی کوفہ اگر حاصل ٹھہرے گا تو وہی کہ حدیث احادیث جمع سے مخصوص یہ شامت امام سے وہی آپ کا عذر معمولی جا بجا ہے پھر اُسے

عہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

فامعیار الحق ص ۴۱۷، ف ۲ معیار الحق ص ۴۱۷

علاوہ کس منہ سے کہہ رہے ہو، ملاجی! کبھی کسی کڑے سے پالانہ پڑا ہوگا کہ عمل بالحديث کا دعویٰ بھلا دیتا، سبحان الله تحریف احادیث اور اُس کا نام عمل بالحديث اسم طیب و عمل خبیث، ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔

قسم دوم نصوص عامہ

حدیث ۳۳: صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و مصنف طحاوی میں بطرق عدیدہ والفاظ مجملہ و مفصلہ مختصرہ و مطولہ مروی و هذا لفظ البخاری حدثنا عمر بن حفص بن غیاث ثنا ابی ثنا الاعمش ثنی عبارة عن عبد الرحمن عن عبد الله رضى الله تعالى عنه قال ما رأيت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم صلى صلاة لغير ميقاتها الا صلاتين جمع بين المغرب والعشاء وصلى الفجر قبل ميقاتها¹ ولمسلم حدثنا يحيى بن يحيى وابو بكر بن ابى شيبة وابو كريب جميعاً عن ابى معوية قال يحيى اخبرنا ابو معوية عن الاعمش عن عبارة عن عبد الرحمن بن يزيد عن عبد الله رضى الله تعالى عنه قال ما رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صلى صلاة الا لميقاتها الا صلاتين صلاة المغرب والعشاء بجمع وصلى الفجر يومئذ قبل ميقاتها² وحدثنا عثمان بن ابى شيبة واسحق بن ابراهيم جميعاً عن جرير عن الاعمش بهذا الاسناد قال قبل وقتها بغلس³ (يعنى حضرت حاضر سفر و حضر و مصاحب و ملازم جلوت و خلوت سيد البشر صلى الله تعالى عليه وسلم سيدنا عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه که سابقين اولين في الاسلام و ملازمين خاص حضور سيد الانام عليه افضل الصلاة والسلام سے تھے بوجہ کمال قرب بارگاہ اہلبیت عہ رسالت

عہ بخاری مسلم ترمذی نسائی ابو موسیٰ اشعری رضى الله تعالى عنه سے:

قال قدمت انا واخي من اليمن فمكثنا حيناً ما نرى الا ان عبد الله بن مسعود رجل من اهل بيت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لما نرى من دخوله ودخول امه على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم⁴۔ (م)

فرمایا: میں اور میرے بھائی یمن سے آئے تو مدت تک ہم سمجھا کئے کہ عبد اللہ بن مسعود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہلبیت سے ہیں انہیں اور اُن کی ماں کو جو بکثرت کا شانہ رسالت میں آتے جاتے دیکھتے تھے۔ ۱۲ امنہ

¹ صحیح بخاری باب متى يصلى الفجر بجمع مطبوعه مطبع ہاشمی میرٹھہ ۲۲۸/۱

² صحیح مسلم باب استحباب زیادة التغلیس بصلوة الصبح مطبوعه اصح المطابع کراچی ۱۱/۱۷۱

³ صحیح مسلم باب استحباب زیادة التغلیس بصلوة الصبح مطبوعه اصح المطابع کراچی ۱۱/۱۷۱

⁴ صحیح بخاری مناقب عبد اللہ بن مسعود قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱/۵۳۱

سے سمجھے جاتے اور سفر و حضر میں خدمت عہ والا منزلت منزلت بستر گستری و مسواک و مطہرہ داری و کفش برداری محبوب باری صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معزز و ممتاز رہتے، ارشاد فرماتے ہیں میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کوئی نماز اُس کے غیر وقت میں پڑھی ہو مگر دو نمازیں کہ ایک اُن میں سے نماز مغرب ہے جسے مزدلفہ میں عشاء کے وقت پڑھا تھا اور وہاں فجر بھی روز کے معمولی وقت سے پیشتر تاریکی میں پڑھی

حدیث ۳۴: سنن ابی داؤد میں ہے: حدثنا قتیبہ ناعبد اللہ بن نافع عن ابی مودود عن سلیم بن ابی یحییٰ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال ما جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین المغرب والعشاء قط فی السفر الا مرة^۱ (یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کسی سفر میں مغرب و عشاء ملا کر نہ پڑھی سو ایک بار کے) ظاہر ہے کہ وہ بار وہی سفر حجہ الوداع ہے کہ شب نہم ذی الحجہ مزدلفہ میں جمع فرمائی جس پر سب کا اتفاق ہے۔

اقول: اس حدیث کی سند حسن جید ہے، قتیبہ تو قتیبہ ہیں ثقہ ثبت رجال ستہ سے، اور عبداللہ بن نافع ثقہ صحیح الکتاب رجال صحیح مسلم سے اور سلیم بن ابی یحییٰ لا باس بہ (اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ ت) ابن حبان نے انہیں ثقافت تابعین میں ذکر کیا، رہے ابو مودود وہ عبدالعزیز بن ابی سلیم مدنی ہذلی مقبول ہیں کما فی

عہ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت علقمہ سے مروی میں ملک شام میں گیا دو رکعت پڑھ کر دعا مانگی: الہی! مجھے کوئی نیک ہم نشین میسر فرما۔ پھر ایک قوم کی طرف گیا اُن کے پاس بیٹھا تو ایک شیخ تشریف لائے میرے برابر آ کر بیٹھ گئے میں نے بُوچھایہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا ابو بردار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ میں نے کہا میں نے اللہ عزوجل سے دُعا کی تھی کہ کوئی نیک ہم نشین مجھے میسر کرے، اللہ تعالیٰ نے آپ ملا دیئے۔ فرمایا: تم کون ہو؟ میں نے کہا اہل کوفہ سے۔ فرمایا:

اولیس عندکم ابن امر عبد صاحب النعلین | کیا تمہارے پاس عبداللہ بن مسعود نہیں وہ نعلین و مسند خواب والوسادة والمطهرة^۲ | وظروف وضو و طہارت والے۔

یعنی جن کے متعلق یہ خدمتیں تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس مجلس میں تشریف فرما ہوں نعلین اٹھا کر رکھیں اٹھتے وقت سامنے حاضر کریں سوتے وقت بچھونا بچھائیں اوقات نماز پر پانی حاضر لائیں ظاہر ہے کہ انہیں خلوت و جلوت ہر حالت میں کیسی ملازمت دائمی کی دولت عطا فرمائی پھر ان کے علم کے بعد کسی کی کیا حاجت ہے قالہ القاضی کما نقلہ فی المرقاة ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

^۱ سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الجمع بین الصلاتین آفتاب عالم پریس لاہور ۱۷۱/۱

^۲ صحیح بخاری مناقب عبداللہ بن مسعود قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۳۱/۱

التقريب۔ حافظ الشان نے تہذیب التہذیب میں فرمایا: سلیمان بن ابی یحییٰ حجازی روی عن ابی ہریرۃ و ابن عمر، و عنہ ابن عجلان و داؤد بن قیس و ابو مودود عبد العزیز بن ابی سلیمان، قال ابو حاتم، ما یحدثہ بأس، و ذکرہ ابن حبان فی الثقات، روی لہ ابو داؤد حدیثاً واحداً فی الجمع بین المغرب و العشاء¹۔

ثم اقول: بعد نظافت سند مثل حدیث کا بروایت ایوب عن نافع عن ابن عمر بلفظ لم یرا ابن عمر جمع بینہما قط الا تلك اللیلة (ابن عمر کو نہیں دیکھا کہ دو نمازوں کو جمع کیا ہو سوائے اس رات کے۔ ت) مروی ہونا کچھ مضر نہیں اگر یہاں نافع فعل ابن عمر اور وہاں ابن عمر فعل سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت کریں کیا منافات ہے خصوصاً مروی عن ایوب معضل ہے اور معضل ملاجی کے نزدیک محض مردود و مل اور وہ بھی بصیغہ مجہول کو غالباً مشیر ضعف ہے تو ایسی تعلق حدیث سند متصل کے کب معارض ہو سکتی ہے۔

حدیث ۳۵: مؤطایے امام محمد میں ہے: قال محمد بلغنا عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کتب فی الافاق یناہم ان یجمعوا بین الصلاة و اخبرہم ان الجمع بین الصلاتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر اخبرنا بذلك الثقات عن العلاء بن الحارث عن مکحول²۔ (یعنی امیر المؤمنین امام العادلین ناطق بالحق والصواب عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام آفاق میں فرمان واجب الاذعان نافذ فرمائے کہ کوئی شخص دو نمازیں جمع نہ کرنے پائے اور ان میں ارشاد فرمادیا کہ ایک وقت میں دو نمازیں ملا نا گناہ کبیرہ ہے) الحمد للہ امام عادل فاروق الحق والباطل نے حق واضح فرمادیا اور ان کے فرمانوں پر کہیں سے انکار نہ آنے لگا یا مسئلے کو درجہ اجماع تک مترقی کیا۔

اقول: یہ حدیث بھی ہمارے اصول پر حسن جید حجت ہے علاء بن الحارث تابعی صدوق حقیہ رجال صحیح مسلم و سنن اربعہ سے ہیں۔

<p>علاء کا مختلط ہونا ہمارے نزدیک مضر نہیں ہے جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ روایت اس سے اختلاط سے بعد لی گئی ہے۔ کیونکہ شیخ ابن ہمام نے فتح القدر کی</p>	<p>و اختلاطه لا یضر عندنا ما لم یثبت الاخذ بعده فقد ذکر المحقق علی الاطلاق فی فتح القدير کتاب الصلاة باب الشهيد</p>
--	---

¹ تہذیب التہذیب راوی ۳۷۹ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد ۲۲۸/۴

² مؤطایے امام احمد باب الجمع بین الصلاتین فی السفر و المطر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۳۲

کتاب الصلوٰۃ باب الشہید میں احمد کی روایت ذکر کی ہے جس کا ایک راوی عطاء ابن سائب ہے۔ اور عطاء ابن سائب کا مختلط ہونا سب کو معلوم ہے، مگر ابن ہمام نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ حماد بن سلمہ نے یہ روایت عطاء کے اختلاط میں مبتلا ہونے سے پہلے اس سے اخذ کی ہوگی۔ پھر اس کی دلیل بیان کی اور کہا کہ اگر ابہام پایا بھی جائے تو حسن کے درجے سے کم نہیں ہے۔ (ت)

حدیث احمد ثنا عفان بن مسلم ثنا حماد بن سلمة ثنا عطاء بن السائب ومعلوم ان عطاء بن السائب من اختلط فقال ارجوان حماد بن سلمة من اخذ منه قبل التغير ثم ذكر الدليل عليه ثم قال وعلى الابهام لاينزل على الحسن¹۔ (ملخصاً)

اور امام کھول ثقہ فقیہ حافظ جلیل القدر بھی رجال مسلم واربعة سے ہیں۔

مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔ رہا محمد کے اساتذہ کا مبہم ہونا، تو مبہم کی توثیق ہمارے نزدیک نزدیک مقبول ہے، جیسا کہ مسلم وغیرہ میں ہے، خصوصاً جب توثیق کرنے والی امام محمد جیسی ہستی ہو، اور اس سے قطع نظریہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ متعدد اسنادوں سے مروی ہونے کی وجہ سے اس کی یہ خامی دور ہو گئی ہے۔ فتح المغیث میں مقلوب کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ "مشائخ البخاری" میں احمد ابن عدی سے مروی ہے کہ میں نے متعدد مشائخ کو یہ حدیث بیان کرتے سنا ہے۔ ابن عدی ہی کے واسطے سے یہ بات خطیب نے بھی اپنی تاریخ میں ذکر کی ہے اور دے گر علماء نے بھی۔ اور ابن عدی کے اساتذہ کا مبہم ہونا مضر نہیں ہے کیونکہ ان کی تعداد اتنی ہے کہ اس کی وجہ سے وہ مجہول نہیں رہتے۔ (ت)

والمرسل حجة عندنا وعند الجمهور اما ابهام شيوخ محمد فتوثيق البهيم مقبول عندنا كما في المسلم وغيره لاسباب من مثل الامام محمد ومع قطع النظر عنه فلقال ان يقول قد انجبر بالتعدد في فتح المغيث في ذكر الملقوب رونياها في مشايخ البخاري لابي احمد بن عدی قال سمعت عدة مشايخ يحكون وذكرها ومن طريق ابن عدی رواها الخطيب في تاريخه وغيره ولا يضر جهالة شيوخ ابن عدی فيها فانهم عدد ينجبر به جهالتهم²۔

حدیث ۳۶: امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آثار ماثورہ کتاب الحج عیسیٰ بن ابان میں روایت فرماتے ہیں: اخبرنا اسمعیل بن

ابرهیم البصری عن خالد الحذاء عن حمید بن ہلال عن ابی قتادة

¹ فتح القدر کتاب الصلوٰۃ باب الشہید مطبوعہ نوریہ رضویہ ستمبر ۱۰۴۲ھ

² فتح المغیث المقلوب دار الامام الطبری مطبوعہ بیروت ۳۲۱/۱

العدوی قال سمعت قراءة كتاب عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه ثلث من الكبائر الجمع بين الصلاتين والفرار من الزحف والنهبة¹ (یعنی حضرت ابو قتادہ عدوی کہ اجلہ اکابر وثقات تابعین سے ہیں بلکہ بعض نے انہیں صحابہ میں گنا، فرماتے ہیں میں نے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شفقہ و فرمان سنا کہ تین ۳ باتیں کبیرہ گناہوں سے ہیں: دو نمازیں جمع کرنا اور جہاد میں کفار کے مقابلے سے بھگانا اور کسی کا مال لوٹ لینا) **اقول:** یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے اس کے سب رجال اسمعیل بن ابراہیم ابن علیہ سے آخر تک ائمہ ثقات عدول رجال صحیح مسلم سے ہیں واللہ الحمد۔

لطفہ: حدیث مؤطا کے جواب میں تو مآجی کو وہی اُن کا عذر معمولی عارض ہو کہ منع کرنا عمر کا حالت اقامت میں بلا عذر تھا۔ **اقول:** اگر ہر جگہ ایسی ہی تخصیص تراش لینے کا دروازہ کھلے تو تمام احکام شرعیہ سے بے قیدوں کو سہل چھٹی ملے جہاں چاہیں کہہ دیں یہ حکم خاص فلاں لوگوں کے لئے ہے، حدیث صحیحین کو تین طرح رد کرنا چاہا: **اول:** انکار جمع اس سے بطور مفہوم نکلتا ہے اور حنفیہ قائل مفہوم نہیں، اس جواب کی حکایت خود اُس کے رد میں کفایت ہے اُس سے اگر بطور مفہوم نکلتی ہے تو مزدلفہ کی جمع کہ مابعد الا ہمارے نزدیک مسکوت عنہ ہے انکار جمع تو اس کا صریح منطوق و مدلول مطابقت و منصوص عبارتہ النص ہے۔

اقول: اولاً اُس کی نسبت اگر بعض اجلہ شافعیہ کے قلم سے براہ بشریت لفظ مفہوم نکل گیا مآجی مدعی اجتہاد و حرمت تقلید ابو حنیفہ و شافعی کو کیا لائق تھا کہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم رد کرنے کیلئے ایسی بدیہی غلطی میں ایک متاخر مقلد کی تقلید جامد کرتے شاید رد احادیث صحیحہ میں یہ شرک صریح جائز و صحیح ہوگا اب نہ اُس میں شانہ نصرانیت ہے نہ اِتَّخَذُوا أَحْبَابًا لَهُمْ وَرُحَمَاءَهُمْ أَمْ رَبَّابًا لَهُمْ دُونَ اللَّهِ² (انہوں نے اپنے عالموں اور راہبوں کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنا لیا۔ ت) کی آفت کبیرہ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ³ (اللہ کے نزدیک بڑا جرم ہے کہ تم اس کام کا کہو جو خود نہیں کرتے۔ ت) **حائیا:** بفرض غلط مفہوم ہی سہی اب یہ نا مسلم کہ حنفیہ اس کے قائل نہیں صرف عبارات شارح غیر متعلقہ

¹ کتاب الحجیہ باب الجمع بین الصلاتین دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱۶۵/۱

² القرآن ۳۱/۹

³ القرآن ۳۱/۶۱

بعقوبات میں اس کی نفی کرتے ہیں کلام صحابہ ومن بعدہم من العلماء میں مفہوم مخالف بے خلاف مرعی و معتبر کما نص علیہ فی تحریر الاصول والنہر الفائق والدرالمختار وغیرہا من الاسفار قد ذکرنا نصوصہا فی رسالتنا القطوف الدانیة لمن احسن الجماعة الثانية ۱۳۔

دوم: ایک رام پوری مآ سے نقل کیا کہ ابن مسعود سے مسند ابی یعلیٰ میں یہ روایت بھی ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجمع بین الصلاتین فی السفر^۱ (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں دو نمازیں جمع کرتے تھے۔) تو موجد ہے کہ حدیث صحیحین کو حالت نزول منزل اور روایت ابی یعلیٰ کو حالت سیر پر حمل کریں یہ مذہب امام مالک کی طرف عود کر جائے گا۔

اؤگ: ملاجی خود ہی اسی بحث میں کہہ چکے^۲ ہو کہ شاہ صاحب نے مسند ابی یعلیٰ کو طبقہ ثالثہ میں جس میں سب اقسام کی حدیثیں صحیح حسن غریب معروف شاذ منکر منقول موجود ہیں ٹھہرایا ہے، پھر خود ہی اس طبقے کی کتاب کو کہا^۳ اس کتاب کی حدیث بدون تصحیح کسی محدث کے یا پیش کرنے سند کے کیونکر تسلیم کی جاوے یہ کتاب اس طبقے کی ہے جس میں سب اقسام کی حدیثیں صحیح اور سقیم مخلط ہیں یہ کیا دھرم ہے کہ اوروں پر منہ آؤ اور اپنے لیے ایک رام پوری مآ کی تقلید سے حلال بناؤ اِنَّخَدُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرَاهِبَانَهُمْ^۲۔

ہا نیا قول: ملاجی! کسی ذی علم سے التجا کرو تو وہ تمہیں صریح و مجمل و متعین و محتمل کا فرق سکھائے حدیث صحیحین انکار جمع حقیقی میں نص صریح ہے اور روایت ابویعلیٰ حقیقی جمع کا اصل پتا نہیں دیتی بلکہ احادیث جمع صوری میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیثیں صاف صاف جمع صوری بتا رہی ہیں تمہاری ذی ہوشی کہ نص و محتمل کو لڑا کر اختلاف محامل سے راہ توفیق ڈھونڈتے ہو۔

لطیفہ: اقول ملاجی کا اضطراب قابل تماشہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہیں راوی جمع ٹھہرا کر عدد رواۃ پندرہ بتاتے ہیں کہیں نانی سمجھ کر چودہ صدر کلام میں جہاں راویان جمع گنائے صاف صاف کہا ابن مسعود فی احدی الروایتین اب رامپوری مآ کی تقلید سے وہ احدی الروایتین بھی گئی ابن مسعود خاصے مبشنان جمع میں ٹھہر گئے۔

سوم: جسے ملاجی بہت ہی علق نفیس سمجھے ہوئے ہیں ان دو کو عربی میں بولے تھے یہاں چمک چمک کر اردو میں چمک رہے^۳ ہیں کہ اگر کہو جس جمع کو ابن مسعود نے نہیں دیکھا وہ درست نہیں تو تم پر یہ پہاڑ مصیبت کا ٹوٹے گا

^۱ مسند ابویعلیٰ مسند ابن مسعود حدیث ۵۳۹۱ مطبوعہ علوم القرآن بیروت ۱۸۱/۵

^۲ القرآن ۳۱/۹

فامعیار الحق ص ۳۹۷ ف ۲ معیار الحق ص ۳۰۰ ف ۳ معیار الحق ص

کہ جمع بین الظہر اور عصر کو عرفات میں کیوں درست کہتے ہو باوجودیکہ اس قول ابن مسعود کے سے تو نفی جمع فی العرفات کی بھی مفہوم ہوتی ہے پس جو تم جواب رکھتے ہو اسی کو ہماری طرف سے سمجھو یعنی اگر کہو نہ ذکر کرنا ابن مسعود کا جمع فی العرفات کو بنا بر شہرت عرفات کے تھا تو ہم کہیں گے کہ جمع فی السفر بھی قرن صحابہ میں مشہور تھی کیونکہ چودہ صحابی سوا ابن مسعود کے اُس کے ناقل ہیں تو اسی واسطے ابن مسعود نے اس کا استثنانہ کیا اور اب محمل نفی کا جمع بلا عذر ہوگی اور اگر کہو کہ جمع فی العرفات بالمتقائسہ معلوم ہوتی ہے تو ہم کو کون مانع ہے مقائسہ سے و علیٰ ہذا القیاس جو جواب تمہارا ہے وہی ہمارا ہے۔ اس جواب کو ملاجی نے گلِ سرسبد بنا کر سب سے اول ذکر کیا اُن دو کی تو امام نووی و سلام اللہ را پیوری کی طرف نسبت کی مگر اسے بہت پسند کر کے بلا نقل و نسبت اپنے نامہ اعمال میں ثبت رکھا حالانکہ یہ بھی کلام امام نووی میں مذکور اور فتح الباری وغیرہ میں ماثور تھا شہرت جمع عرفات سے جو جواب امام محقق علی الاطلاق محمد بن المہام وغیرہ علمائے اعلام حنفیہ کرام نے افادہ فرمایا اُس کا نفیس و جلیل مطلب ملاجی کی فہم تنگ میں اصلاً نہ دھنسا اجتہاد کے نشہ میں ادعائے باطل شہرت جمع سفر کا آوازہ کساء اب فقیر غفرلہ المولیٰ القدیر سے تحقیق حق سُننے فا قول و بحول ربی اصول اولاً ملاجی جواب علماء کا یہ مطلب سمجھے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھیں تو تین نمازیں غیر وقت میں مگر دو ذکر کریں مغرب و صبح مزدلفہ اور تیسری یعنی عصر عرفہ کو بوجہ شہرت ذکر نہ فرمایا جس پر آپ نے یہ کہنے کی گنجائش سمجھی کہ یونہی جمع سفر بھی بوجہ شہرت ترک کی اس ادعائے باطل کا لنافہ تو بحمد اللہ تعالیٰ اوپر کھل چکا کہ شہرت درکنار نفس ثبوت کے لالے پڑے ہیں حضرت نے چودہ صحابہ کرام کا نام لیا پھر آپ ہی دس اسے دست بردار ہوئے چار باقی ماندہ میں دو کی روایتیں زری بے علاقہ اُتر گئیں، رہے دو، وہاں بعونہ تعالیٰ وہ قاہر باہر جواب پائے کہ جی ہی جانتا ہوگا، اگر بالفرض دو اسے ثبوت ہو بھی جاتا تو کیا صرف دو کی روایت قرن صحابہ میں شہرت ہے، مگر یہاں تو کلام علماء کا وہ مطلب ہی نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف انہیں دو نمازوں عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ کا غیر وقت میں پڑھنا ثابت، انہیں دو کو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا انہیں دونوں کو صلاتین کہہ کر یہاں شمار فرمایا اگرچہ تفصیل میں بوجہ شہرت عامہ تامہ ایک کا نام لیا صرف ذکر مغرب پر اقتصار فرمایا ایسا اکتفا کلام صحیح میں شائع، قال عزوجل: وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَائِیْلَ تَقْبَلُكُمْ مِنَ الْحَرِّ¹ (اور تمہارے لے لے لباس بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں۔ ت) خود انہیں نمازوں کے بارے میں امام سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ارشاد دیکھئے کہ پوچھا گیا کیا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر میں کوئی نماز جمع کرتے تھے؟ فرمایا: لا الا بجمع (نہ مگر مزدلفہ میں) کما قدمنا

عن سنن النسائی۔ ملاجی! یہاں بھی کہہ دیجیو کہ جمع سفر کو شہرہ چھوڑ دیا ہے، اور سُننے سے امام ترمذی اپنی صحیح میں فرماتے ہیں:

العمل علی هذا عند اهل العلم ان لا یجمع بین الصلاتین الا فی السفر او بعرفة ¹ ۔	اہل علم کے ہاں عمل اسی پر ہے کہ بغیر سفر کے اور یوم عرفہ کے دو نمازیں جمع نہ کرے۔ (ت)
--	---

ترمذی نے صرف نماز عرفہ کا استثناء کیا نماز مزدلفہ کو چھوڑ دیا تو ہے یہ کہ دونوں جمعیں متلازم ہیں اور ایک کا ذکر دوسری کا یقیناً مذکور خصوصاً نماز عرفہ کہ اظہر واشہر تو مزدلفہ کا ذکر دونوں کا ذکر ہے غرض ان صلاتین کی دوسری نماز ظہر عرفہ ہے نہ فجر نحر وہ مسئلہ جداگانہ کا افادہ ہے کہ دو نمازیں تو غیر وقت میں پڑھیں اور فجر وقت معمول سے پیشتر تاریکی میں اور بلاشبہ اجتماع اُمت ہے کہ فجر حقیقہ وقت سے پہلے نہ تھی نہ ہرگز کہیں کبھی اس کا جواز، اور خود اسی حدیث ابو مسعود کے لفظ مسلم کے یہاں بروایت جریر عن الاعمش قال قبل وقتها بغسل² اس پر شاہد، اگر رات میں پڑھی جاتی ذکر غس کے کیا معنی تھے صحیح بخاری میں تو تصریح صریح ہے کہ فجر بعد طلوع فجر پڑھی۔

اذ قال حدثنا عبد الله بن رجاء ثنا اسرا ئیل عن ابی اسحق عن عبد الرحمن بن یزید قال خرجنا مع عبد الله الی مكة ثم قدمنا جمعا (وفیه) ثم صلی الفجر حین طلع الفجر الحدیث ³ وقال حدثنا عمرو بن خالد ثنا زهیر ثنا ابواسحق سمعت عبد الرحمن بن یزید یقول حج عبد الله رضی الله تعالی عنه فاتینا المزدلفة (وفیه) فلما طلع الفجر قال ان النبی صلی الله تعالی علیه وسلم كان لا یصلی هذه الساعة الا هذه الصلاة فی هذا المكان من هذا الیوم الحدیث ⁴ ۔	کہا، حدیث بیان کی ہم سے عبد اللہ ابن رجاء نے اسرا ئیل سے، اس نے ابواسحق سے، اس نے عبد الرحمن سے کہ ہم عبد اللہ کے ساتھ مکہ آئے، پھر مزدلفہ آئے۔ اس روایت میں ہے کہ پھر فجر پڑھی جب فجر طلوع ہوئی، الحدیث۔ اور کہا، حدیث بیان کی عمر بن خالد نے زہیر سے، اس نے ابواسحاق سے کہ میں نے عبد الرحمن ابن یزید سے سنا ہے کہ عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کیا تو ہم مزدلفہ کو آئے۔ اس میں ہے جب فجر طلوع ہوئی تو کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت میں کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے مگر یہ نماز، اسی جگہ، اسی دن، الحدیث۔ (ت)
--	---

¹ جامع ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ما جاء فی الجمع بین الصلاتین مطبوعہ رشیدیہ دہلی ۲۶/۱

² صحیح مسلم استحباب زیادة التعلیل الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۱

³ بخاری شریف کتاب المناسک باب متی یصلی الفجر بجمع مطبوعہ قدیمی اصح المطابع کراچی ۲۲۸/۱

⁴ بخاری شریف باب من اذن واقام لكل واحدة منهما مطبوعہ قدیمی اصح المطابع کراچی ۱/۱۷۱

اور یہ بھی اجماع موافق و مخالف ہے کہ عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ حقیقۃً غیر وقت میں پڑھیں تو فجر نحر و مغرب مزدلفہ کا حکم یقیناً مختلف ہے ہاں عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ متحد الحکم اور غیر وقت میں پڑھنے کے حقیقی معنی انہیں کے ساتھ خاص اور جب تک حقیقت بنتی ہو مجاز کی طرف عدول جائز نہیں نہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز ممکن خصوصاً لما جی کے نزدیک تو جب تک مانع قطعی موجود نہ ہو ظاہر پر حمل واجب اور شک نہیں کہ بے وقت پڑھنے سے ظاہر و متبادر وہی معنی ہیں جو ان عصر و مغرب میں حاصل نہ وہ کہ فجر میں واقع تو واجب ہوا کہ جملہ صلیٰ الفجر ان صلاتین کا بیان نہ ہو بلکہ یہ جملہ مستقلہ ہے اور صلاتین سے وہی عصر و مغرب مراد تو ان میں اصلاً کسی کا ذکر ہرگز متروک نہیں، ہاں تفصیل میں پتے کیلئے ایک ہی کا نام لیا بوجہ کمال اشتہار دوسری کا ذکر مطوی کیا بھم اللہ یہ معنی ہیں جو اب علماء کے جس سے ملا جی کی فہم بھمیں اور ناحق آنچہ انسان می کند کی ہوس، ملا جی! اب اُس برابری کے بڑے بول کی خبریں کہے کہ جو جواب تمہارا ہے وہی ہمارا سمجھئے خدا کی شان

اوگمان بردہ کہ من کردم چواو

فرق راکے بیند آں استیزہ جو

فائدہ: یہ معنی نفیس فیض فتاح علیم جل مجدہ سے قلب فقیر پر القاء ہوئے پھر ارکان اربعہ ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہ مطالعہ میں آئی دیکھا تو بعینہ یہی معنی افادہ فرمائے ہیں والحمد للہ علی حسن التفہیم ارشاد فرماتے ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

نیز دو نمازوں کو جمع کرنے کی خبر صرف غزوہ تبوک میں منقول ہے اور اس غزوے میں ہزاروں لوگ شامل تھے اور سب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نمازیں پڑھیں تھیں، مگر ایک یاد کے علاوہ کسی نے جمع کرنے کا ذکر نہیں کیا، نہ یہ بات مشہور ہوئی، اس روایت کے علاوہ جمع کی کوئی روایت نہیں آئی ہے، بلکہ بعض حاضرین تبوک نے اس جمع سے صاف انکار کیا ہے، حتیٰ کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن ام عبد (یعنی ابن مسعود) کی باتوں سے تمسک کیا کرو

وايضاً. خبر الجمع انما نقلوا في غزوة تبوك. وكان في تلك الغزوة الاف من الرجال. و كان كل صلوا خلف رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم. ولم يخبر منهم الا واحد او اثنان. ولم يشتهر. ولم يرو غيره. بل بعض الحاضرين انكروا ذلك. حتى قال ابن مسعود: ما رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صلى صلاة لغير ميقاتها؛ الاصلى صلوتين جمع بين المغرب والعشاء بجمع. وصلى الفجر يومئذ قبل ميقاتها. رواه الشيخان

نے فرمایا ہے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی نماز بغیر وقت کے پڑھی ہو مگر دو نمازیں، مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو جمع کیا اور اس دن فجر کی نماز اپنے وقت سے پہلے پڑھی۔ بحوالہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اس طرح ابن مسعود نے نماز کی اپنے وقت سے تقدیم و تاخیر کی نفی کر دی ہے اور بتا دیا ہے کہ ایسا صرف دو نمازوں میں ہوا تھا، جن میں سے ایک نماز کا تو انہوں نے ذکر کر دیا، یعنی مزدلفہ کی مغرب، کہ اس کو عشاء تک مؤخر کیا تھا، مگر دوسری نماز کا ذکر نہیں کیا، یعنی عرفہ کی عصر کا، کہ اس کے ظہر کے وقت میں مقدم کر کے پڑھا تھا، عدم ذکر کی وجہ، اس کا مشہور ہونا ہے، نیز یہ بات قیاس سے بھی معلوم ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اس کی بجائے انہوں نے دوسرا واقعہ بیان کر دیا کہ فجر کو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسنون اور اپنے معتاد وقت سے پہلے پڑھا، تو جب جمع کی روایت کا حال یہ ہے جو ہم نے ذکر کیا، تو ضروری ہے کہ یا تو اس کو رد کر دیا جائے یا کوئی تاویل کی جائے۔ (ت)

وابوداؤد والنسائی، فنئی ابن مسعود، الذی قال فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: تسکوا بعهد ابن أمّ عبد، تقدیم صلاة عن الوقت وتأخیرها، واخبر بانہ لم یقع الا فی صلاتین، بین احدہما، وهو المغرب بجمع اخرها الی وقت العشاء، ولم یبین الاخر، وهو العصر یوم عرفہ، بتقدیمہ فی وقت الظہر، لشہرتہ، و لیعلم بالمقایسة، واخبر خبرا آخر، وهو تقدیم الفجر عن الوقت المسنون المعتاد عندہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واذا کان حال خبر الجمع ما ذکرنا وجب ردہ وتاویله¹

اور اس کے مطالعہ سے بحمد اللہ تعالیٰ ایک اور توارد حسن معلوم ہوا فقیر غفرلہ نے حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پہلے جواب میں غروب شفق کو قرب غروب پر حمل اور اس محتمل کو ان نصوص صریحہ مفسرہ کی طرف رد کیا اور قصہ مرویہ ابن عمر کو واحد بتایا تھا یعنی یہی مسلک ملک العلماء نے اختیار فرمایا، فرماتے ہیں:

غروب شفق سے مراد غروب کے قریب ہونا ہے کیونکہ تھنہ ایک ہی ہے اور ہم نے پہلے جو روایت بیان کی ہے وہ مفسرہ ہے، تاویل کا احتمال نہیں رکھتی، اس لئے یا تو غروب شفق کی، قرب غروب سے تاویل کرنی پڑے گی، یا یہ کہا جائے گا کہ یہ کسی راوی کا وہم ہے اور پہلے

بل المراد بغروب الشفق، قرب غروبہ، لان القصة واحدة، وما ذکرنا من قبل مفسرلا یقبل التاویل، فیأول بقرب غروب الشفق، او یقال: هذا من وہم بعض الرواة، واما ما ذکرنا اولاً، فهو مطابق

¹ ارکان اربعہ بحر العلوم تتمہ فی الجمع بین اصلا تین مطبوعہ مطبع علوی انڈیا ص ۱۳۶

للامر المتقرر في الشرع من تعيين الاوقات¹ - جو ہم نے روایت ذکر کی ہے، وہ شرع میں جو کچھ مقرر ہو چکا ہے یعنی تعیین اوقات، اس کے مطابق ہے۔ (ت)

بمجد اللہ تعالیٰ تیسرا توارد اور واضح ہوا حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کلام فقیر یاد کیجئے کہ اس روایت میں اسی طرح مقال واقع ہوئی مگر فقیر کہتا ہے اس کا کون سا حرف جمع حقیقی میں نص ہے الخ بعینہ یہی طریقہ مع شی زائد مولانا بحر قدس سرہ، چلے بعد عبارت مذکور فرماتے ہیں:

اما جمع التقديم فلم يرو الا في الروايات الشاذة لا اعتداد بها عند سطوع شمس القاطع ثم ليس في رواية ابي داود عن معاذ ما يدل على تقديم العصر عن وقتها؛ وانما فيه اذ اذ اغت الشمس قبل ان يرتحل جمع بين الظهر والعصر. ويجوز ان يكون الجمع بان يؤخر الظهر الى آخر وقتها ويعجل العصر اول وقتها. او ان المراد بالجمع، الجمع في نزول واحد؛ وان كانتا اديتا في وقتيهما فافهم. هكذا ينبغي ان يفهم المقام² -

رہی جمع تقدیم، تو اس کا ذکر صرف شاذ روایات میں ہے اور قطعی دلیل کا سورج طلوع ہونے کے بعد ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ پھر ابوداؤد کی روایت میں ایسا لفظ ہے بھی نہیں جو عصر کی اپنے وقت سے تقدیم پر دلالت کرتا ہو۔ اس میں تو صرف اتنا ہے کہ اگر روانگی سے پہلے سورج ڈھل جاتا تھا تو ظہر و عصر کو جمع کر لیتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ جمع اسی طرح کرتے ہوں کہ ظہر کو آخر وقت تک مؤخر کر دیتے ہوں اور عصر اول وقت میں پڑھ لیتے ہوں۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جمع سے مراد یہ ہے کہ دونوں کو پڑھنے کیلئے ایک ہی مرتبہ اُترتے تھے، اگرچہ ادا اپنے اپنے وقت میں کرتے تھے۔ اس کو سمجھو۔ اسی طرح اس مقام کو سمجھنا چاہئے۔ (ت)

اور واقعی بمجد اللہ تعالیٰ یہ تینوں مطالب عالیہ وہ جواہر عالیہ ہیں جن کی قدر اہل انصاف ہی جانیں گے علامہ بحر قدس سرہ، سا فاضل جامع اجل واعر دقیق النظر اگر ایک بیان مسلسل مجمل مختصر میں انہیں افادہ فرما جائے ان کی شان تدریس سے کیا مستبعد پھر بھی ایک رنگ افتخار ان کے کلام سے مترشح کہ فرماتے ہیں هكذا ينبغي ان يفهم المقام مگر فقیر حقیر قاصر فاتر پر ان جلائل قدسیہ زاہرہ اور ان کے ساتھ اور دقائق وحقائق باہرہ مذکورہ کثیرہ وافرہ کا افادہ محض عطیہ علیہ حضرت وہاب جواد بے سبقت استحقاق و تقدیم استعداد ہے ذلك فضل الله علينا وعلى الناس ولكن اكثر الناس لا يشكرون ۵ ربی لك الحمد كما ينبغي لجلال وجهك

¹ رسائل الاركان تتمه في الحج بين اصلائين مطبوعه مطبعه علوى ص ۱۳۷ و ۱۳۸

² رسائل الاركان تتمه في الحج بين اصلائين مطبوعه مطبعه علوى ص ۱۳۸

وکمال الاتک ودفور نعماتک صل وسلم وبارک علی اکرم انبیائک محمد والہ وسائر اصفیائک امین۔ مولانا قدس سرہ، ان نفائس عنبرہ کو بیان کر کے فرماتے ہیں:

انظر مادق نظر ائمتنا حیث لاتفتوت عنهم دقیقة ¹	دیکھ تو ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نظر کیسی دقیق ہے کہ کوئی دقیقہ ان سے فرو گزاشت نہیں ہوتا۔ (ت)
---	---

فقیر کہتا ہے ہاں واللہ آپ کے ائمہ اور کیا جانا کیسے ائمہ مالکان از مہ وکاشفان غمہ ایسے ہی دقیق النظر وعلی مدارک وشاہان بزم وشیران معارک ہیں کہ منازل دقیق اجتہاد میں اوروں کے مساعی جلیلہ ان کے تو سن برق رفتار کی گرد کونہ پہنچے اور کیوں نہ ہو کہ آخر وہ وہی ہیں کہ اگر ایمان و علم ثریا پر معلق ہوتا لے آتے آج کل کے کوران بے بصر ان کے معارج علیہ سے بے خبر، اگر آئینہ عالمتاب میں اپنا منہ دیکھ کر طعن و تشنیع سے پیش آئیں کیا کیجئے

مہ فشاندر نور و سگ عومو کند

کر کسے بر خلقت خود مے تند

(چاندروشی پھیلاتا ہے اور ستا بھونکتا ہے ہر کوئی اپنی فطرت کے مطابق چلتا ہے)

ان حضرات کی طویل و عریض بدزبانوں کا نمونہ یہیں دیکھ لیجئے مسئلہ جمع میں نمازی کے دعوے تھے کہ وہ دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اور اس کا خلاف کسی حدیث سے ثابت نہیں نہ جمع صوری پر اصلاً کوئی دلیل حنفیہ کے پاس ہے اب بحول و قوت رب تقدیر سب اہل انصاف نے دیکھ لیا کہ کس ہستی پر یہ لن ترانی کس برتے پر تپانی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ہاں اقول: وباللہ التوفیق اگر نظر متبع کو رخصت جو لاں دیجئے تو بعونہ تعالیٰ واضح ہو کہ یہ جواب علما محض تنزیلی تھا ورنہ اسی حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمع عرفات بھی ذکر فرما چکے، یہی حدیث سنن نسائی کتاب المناسک باب الحج بین الظہر والعصر بعرفہ میں یوں ہے:

ابخرنا اسمعیل بن مسعود عن خالد عن شعبة عن سلیمان عن عمارۃ بن عمیر عن عبدالرحمن بن یزید عن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی الصلاة لو قتها الا بجمع فی مزدلفہ و عرفات ²	ہمیں خبر دی اسمعیل بن مسعود نے خالد سے شعبہ سے عمارہ بن عمیر سے عبدالرحمن بن یزید سے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز اس کے وقت ہی میں پڑھتے تھے مگر مزدلفہ و عرفات میں۔
--	--

¹ ارکان اربعہ بحر العلوم تتمہ فی الجمع بین اصلا تین مطبوعہ مطبع علوی انڈیا ص ۱۳۸

² النسائی کتاب الجمع بین الظہر والعصر بعرفہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۳۹/۲

مَلَّاجِي! اب کہے مصیبت کا پہاڑ کس پر ٹوٹا! مَلَّاجِي! ابھی آپ کی نازک چھاتی پر دلی کی پہاڑی آئی ہے سخت جانی کے آسرے پر سانس باقی ہو تو سر بچائے کہ عقرب مکہ کا پہاڑ ابو قیس آتا ہے۔ مَلَّاجِي! ادغوی اجتہاد پر ادھار کھائے پھرتے ہو اور علم حدیث کی ہوا نہ لگی احادیث مرویہ بالمعنی صحیحین وغیرہما صحاح و سنن مسانید و معاجم و جوامع و اجزا وغیرہما میں دیکھے صدہا مثالیں اس کے پائے کے گا کہ ایک ہی حدیث کو رواۃ بالمعنی کس کس متنوع طور سے روایت کرتے ہیں کوئی بُوری کوئی ایک ٹکڑا کوئی دوسرا کوئی کسی طرح کوئی کسی طرح جمع طرق سے بُوری بات کا پتا چلتا ہے ولہذا امام الشان ابو حاتم رازی معاصر امام بخاری فرماتے ہیں ہم جب تک حدیث کو ساٹھ^{۱۰} وجہ سے نہ لکھتے اُس کی حقیقت نہ پہچانتے۔ یہاں بھی مخرج حدیث اعش بن عمارة عن عبد الرحمن عن عبد اللہ ہے اعش کے بعد حدیث منتشر ہوئی اُن سے حفص بن غیاث و ابو معویہ و ابو عوانہ و عبد الواحد بن زیاد و جریر و سفیان و داؤد و شعبہ وغیرہم اجلہ نے روایت کی یہ روایتیں الفاظ و اطوار و لفظ و اختصار و ذکر و اقتصار میں طرق شتی پر آئیں کسی میں مغرب و فجر کا ذکر ہے ظہر عرفہ مذکور نہیں کروایۃ الصّحیحین کسی میں ظہر عرفہ و مغرب کا بیان ہے فجر مزدلفہ ماثور نہیں کروایۃ النسائی کسی میں صرف مغرب کا تذکرہ ہے ظہر و فجر و صغیرہ مارایت وغیرہ کچھ مسطور نہیں

<p>جیسا کہ نسائی کی حدیث جو کتاب المناسک، باب جمع الصلاتین بمزدلفہ میں ہے حدیث بیان کی ہم سے قاسم ابن زکریا نے مصعب ابن مقدم سے، اس نے داؤد سے، اس نے اعش سے، اس نے عمارة عن عبد الرحمن بن یزید سے، اس نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مغرب و عشاء کو مزدلفہ میں جمع کیا۔ (ت)</p>	<p>کحدیث النسائی ایضاً فی المناسک، باب جمع الصلاتین بالمزدلفۃ، اخبرنا القاسم بن زکریا ثنا مصعب بن المقدم عن داود عن الاعمش عن عمارة عن عبد الرحمن بن یزید عن ابن مسعود ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمع بین المغرب والعشاء بجمع^۱۔</p>
---	--

اکثر میں نماز فجر پیش از وقت مذکور ہے وھو بطریق کل ما ذکرنا من رواۃ الاعمش ما خلا جریرا (سوائے جریر کے، اعش کے جتنے راوی ہم نے ذکر کئے ہیں وہ اسی طریقے سے بیان کرتے ہیں۔ ت) کسی میں لفظ بغلس مفید واقع و مصرح مرام کی تصریح ہے کما مر لمسلم من حدیث الضبی (جیسا کہ مسلم کے حوالے سے ضبی کی حدیث گزری ہے۔ ت) ان تنوعات سے نہ وہ حدیثیں متعدد ہو جائیں گی نہ ایک طریق دوسرے کا نافی و منافی ہوگا بلکہ ان کے اجتماع سے جو حاصل ہو وہ حدیث تام قرار پائے گا۔ اب خواہ یہ اختلاف رواۃ اعش کی روایت بالمعنی سے ناشے ہو خواہ خود اعش نے

^۱ سنن النسائی المجمع بین الصلوٰۃ بالمزدلفۃ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۲۰۱۳

مختلف اوقات میں مختلف طور پر روایت بالمعنی کی اور ہر راوی نے اپنی مسوع پہنچائی چاہے یہ تنویر اعمش نے خود کی چاہے عمارہ یا عبدالرحمن سے ہوئی اور وہ سب اعمش نے سنی یا اعمش کو پہنچی خواہ اصل منتائے سند سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اوقات عدیدہ میں حسب حاجت مختلف طوروں پر ارشاد فرمائی مثلاً شب مزدلفہ راہ مزدلفہ میں یا وہاں پہنچ کر آج کی مغرب و فجر کا مسئلہ ارشاد کرنے کیلئے صرف انہیں دو کا ذکر فرمایا عصر تو سب کے سامنے ابھی جمع کر چکے تھے اُس کے بیان کی حاجت کیا تھی دوسرے وقت جمع بین الصلاتین کا مسئلہ پیش ہو وہاں ذکر فجر کی حاجت نہ تھی عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ کے ذکر پر قناعت کی کہ سوا ان دو نمازوں کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی جمع نہ فرمائی اور کسی وقت مغرب و عشاء مزدلفہ کا ذکر ہو کہ ان میں سنت کیا ہے اس وقت یہ پچھلی حدیث مختصر افادہ کی۔

ثم اقول: لطف یہ کہ یہی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے مخرج مروی صحیح بخاری و سنن نسائی سے سیدنا امام محمد نے آثار مرویہ کتاب الحج میں بسند جلیل و صحیح جس کے سب رواۃ اجلہ ثقات و ائمہ اثبات و رجال صحیحین بلکہ صحاح ستہ سے ہیں یوں روایت فرمائی:

<p>سلام بن سلیمان الحنفی ابواسحاق سبیبی سے وہ عبدالرحمن بن اسود سے وہ علقمہ بن قیس اور اسود بن یزید سے راوی ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے جمع بین الصلاتین جائز نہیں مگر عرفہ میں ظہر و عصر۔</p>	<p>اخبرنا سلام بن سليم الحنفی عن ابي اسحق السبیبی عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة بن قيس والاسود بن يزيد قال كان عبد الله بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ يقول لا جمع بين الصلاتين الا بعرفة الظهر والعصر¹۔</p>
---	---

کیوں نہ! اب یہاں کہہ دینا کہ ابن مسعود نے فقط جمع عرفات دیکھی جمع مزدلفہ خارج رہی حالانکہ ہرگز نہ اس سے اعراض نہ اس پر اعراض بلکہ ہر محل و موقع کلام میں وہاں کی قدر حاجت پر اقتصار ہے یہاں مسافر کے جمع بین الظہر و العصر کا ذکر ہوگا اُس پر فرمایا کہ ان میں جمع صرف روز عرفہ عرفات میں ہے اس کے سوا ناجائز، ولہذا الصلاتین معرف بلام فرمایا جس میں اصل عہد ہے۔ ثانیاً اکتب حدیث آنکھ کھول کر دیکھو روایات بالمعنی کے یہی انداز آتے ہیں خصوصاً امام بخاری تو بذات خود اپنی جامع صحیح میں اس کے عادی ہیں حدیث کو ابواب مختلفہ میں بقدر حاجت پارہ پارہ کر کے لاتے ہیں اس سے ایک پارہ دوسرے کو رد نہیں کرتا بلکہ وہ مجموع حدیث کامل ٹھہرتی ہے۔

اس سے بجز اللہ تعالیٰ واضح و آشکار ہوا کہ یہ حدیث بھی تمام و کمال یوں ہے کہ میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو نمازیں جمع فرمائی ہوں کبھی کوئی نماز اپنے وقت سے پہلے یا وقت کے بعد پڑھی ہو مگر صرف دو عصر عرفہ وقت ظہر اور مغرب مزدلفہ وقت عشائی، اور اُس دن فجر کو بھی وقت مسنون و معمول سے پہلے طلوع فجر کے بعد ہی تاریکی میں پڑھ لیا تھا اُس دن کے سوا کبھی ایسا بھی نہ کیا۔ الحمد للہ کہ آفتابِ حق و صواب بے پردہ و حجاب رابعۃ النہار پر پہنچا، اب اس حدیث نسائی جامع ذکر عرفہ و مزدلفہ پر مٹاجی نے بحال مکارہ جو جو ٹیپس کی ہیں اُن کی خدمت گزاری کیجئے اور ماہ ضیاء پناہ رسالہ کو باذنہ تعالیٰ شب تمام کا مشردہ دیجئے واللہ المعین وبہ نستعین۔

لطیفہ: یارب جہل جاہلین سے تیری پناہ، مٹاجی توڑِ احادیث و جرح ثقات و قدح صحاح کے دھنی ہیں۔ عمل بالحدیث کے ادعائی راجح میں انہیں مکاروں کی دیواریں چُنی ہیں۔ حدیث صحیح نسائی شریف کو دیکھا کہ انہیں مصیبت کا پہاڑ توڑے گی۔ حضرت نے گلِ سرسبد کو گلِ تلخ بنا چھوڑے گی لہذا انیام حیا سے تے غِ ادا نکالی اور احادیث صحاح میں تکمیل مضمون فریقاً تکذبون و فریقاً تقتلون کی یوں بنا ڈالی فا حدیث نسائی کی نامقبول اور مجروح اور متروک ہے دو راوی اس کے مجروح ہیں ایک سلیمان بن ارقم کہ اُس کی توثیق کسی نے نہیں کی بلکہ ضعیف کہا اس کو تقریب میں سلیمان بن ارقم ضعیف اور ایک خالد بن مخلد کہ یہ شخص رافضی تھا اور صاحب احادیث افراد کا کہا تقریب میں خالد بن مخلد صدوق متشیع ولہ افراد۔

اقول: اولاً وہی مٹاجی کی قدیمی سفاہت تشیع و رُفُض کے فرق سے جہالت۔

ثانیاً: صحیحین سے وہی پُرانی عداوت خالد بن مخلد نہ صرف نسائی بلکہ بخاری و مسلم و غیر ہما جملہ صحاح ستہ کے رجال سے ہے امام بخاری کا خاص اُستاد اور مسلم وغیرہ کا اُستاد الاستاذ۔

ثالثاً: مٹاجی! تم نے تو علم حدیث کی الف بے بھی نہ پڑھی اور ادعائے اجتہاد کی یوں بے وقت چڑھی ذرا کسی پڑھے لکھے سے ضعیف و متشیع و صاحب افراد اور متروک الحدیث میں فرق سیکھو، متشیع و صاحب افراد ہونا تو اصلاً موجب ضعف نہیں، صحیحین دیکھئے ان کے رواۃ میں کتنے متشیع^{عہ} موجود ہیں اور لہ^{عہ} افراد والوں کی کیا گنتی جبکہ ہم حواشی فصل اول میں بکثرت لہ اوہام یہم، ربمأ وہم، یخطیعی، یخطیعی کثیراً، کثیر الخطای، کثیر الغلط وغیر ہا والے ذکر کر آئے، رہا ضعیف اُس میں اور متروک میں بھی زمین و آسمان کا بل ہے ضعیف کی حدیث معتبر و مکتب اور متابعات و شواہد میں مقبول و مطلوب ہے بخلاف متروک اس معنی اور اس کے متعلقات کی

عہ^۱ مثل ابان بن یزید العطار، یزید بن ابی انیسۃ، عبدالرحمن بن غزوان وغیر ہم ۱۲ منہ (م)

عہ^۲ جن میں تیس ۳۰ سے زیادہ حواشی فصل اول پر مذکور ہوئے ۱۲ منہ (م)

ف المعیار الحق ص ۳۸۴

تحقیقاتِ جلیلہ فقیر غفرلہ القدیر کے رسالہ الہاد الکاف فی حکم الضعاف^{۱۳۱۳} میں مطالعہ کیجئے اور سردست اپنی مبلغ علم تقریب ہی دیکھے کہ ضعیف درجہ ٹامنہ اور متروک اُس کے دو پایہ نیچے درجہ عاشرہ میں ہے خود عہ بعض ضعفار جال شیخین میں اگرچہ متابعتاً یا یوں بھی واقع جس سے اُن کا نام متروک ہونا واضح۔

مثلاً (۱) اسید (۲) اسباط (۳) عبدالکریم (۴) اشعث (۵) زمعه (۶) محمد ابن یزید رفاعی (۷) محمد بن عبدالرحمن (۸) احمد (۹) لئی اور دوسرے۔ تقریب میں کہا کہ پہلے پانچ ضعیف ہیں، چھٹا بھی خاص قوی نہیں ہے، ساتواں مجہول ہے، آٹھویں کو ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے، نویں میں بھی ضعف ہے۔ عبدالکریم کے لئے مزنی نے تہذیب میں "خت" کی علامت لگائی ہے (واضح رہے کہ "خ" سے مراد بخاری ہے اور "ت" سے تعلق، یعنی بخاری نے بھی اس کی روایت تعلقاً لی ہے) میزان میں بھی تہذیب کی پیروی کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے بخاری نے تعلقاً اور مسلم نے متابعتاً روایت کی ہے۔ اسی طرح حافظ نے بھی تقریب کی علامات میں اس کی پیروی کی ہے لیکن پھر متنبہ کیا ہے کہ صحیح "خ" ہے ("خت" نہیں) چنانچہ حافظ نے پہلے تو عبدالکریم کی وہ روایت ذکر کی ہے جو بخاری میں ہے، پھر کہا ہے کہ یہ روایت وصل کے ساتھ ہے نہ کہ تعلق کے طور پر۔ (اس لئے "خ" کے ساتھ "ت" نہیں ہونی چاہے کیونکہ "ت" تعلق کی علامت ہے) (محمد ابن یزید) رفاعی کے بارے میں کہا ہے

عہ مثل اسید بن زید، اسباط ابو الیسع، عبدالکریم بن ابی المخار، والاشعث بن سوار، زمعة بن صالح، محمد بن یزید الرفاعی، محمد بن عبدالرحمن مولیٰ بنی زهرة، احمد بن یزید الحرانی، ابی بن عباس وغیرہم، قال فی التقریب فی الخمسة الاول: ضعیف، والسادس لیس بالقوی، والسابع مجہول، والثامن ضعفہ ابو حاتم، والتاسع فیہ ضعف۔ وعبدالکریم، علم له المزنی فی التہذیب خت، وتبعہ فی البیزان، فقال: اخرج له خ تعلقاً، وم متابعة۔ وكذا تابعه الحافظ فی رموز التقریب، ثم نبه ان الصواب خ، حیث ذکر ماله فی الجامع الصحیح، ثم قال: هذا موصول و لیس معلقاً۔ وقال فی الرفاعی: ذكره ابن عدی فی شیوخ البخاری، وجزم الخطیب بان البخاری روی عنه؛ لكن قد قال البخاری: رأيتهم مجتمعين علی ضعفه¹۔ اه قلت: البتة اثبت، فلذا

¹ تقریب التہذیب ترجمہ نمبر ۶۴۲۱ محمد بن یزید دار الکتب العمیۃ بیروت ۲/ ۱۳۸ ل ۱۳۷

رابعاً: یہ سب کلام ملاجی کی نبی بول عیبی احکام مان کر تھا حضرت کی اندرونی حالت دیکھے تو پھر حسبِ عادت جو روایت حدیث بے نسب و نسبت پائے ان میں جہاں تحریف و تصرف کا موقع ملا وہی تبدیل کا رنگ لائے سند میں تھا عن شعبۃ عن سلیمان۔ اب ملاجی اپنی مبلغ علم تقریب کھول کر بیٹھے روایت نسائی میں شعبہ نام کا کوئی نہ ملا جس پر تقریب میں کچھ بھی جرح کی ہو لہذا وہاں بس نہ چلا سلیمان کو دیکھیں تو پہلی بسم اللہ یہی سلیمان بن ارقم ضعیف نظر پڑا حکم جڑ دیا کہ سند میں وہی مراد اور حدیث مردود، ملاجی! اپنے دھرم کی قسم سچ بتانا یہ جبروتی حکم آپ نے کس دلیل سے جمایا، کیا اسی کا نام محدثی ہے، سچ ہو تو برہان لاؤ ورنہ اپنے کذب و عیب رحم بالغیب پر ایمان قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۰۰﴾ حق طلبان و حق نیوش کو اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ مخرج حدیث امش عن عمارة عن عبد الرحمن عن عبد الله بخاری مسلم ابوداؤد نسائی وغیر ہم سب کے یہاں حدیث عمارہ بطریق امام امش ہی مذکور، صحیحین کی تین سندیں بطریق حفص بن غیاث و ابی معویہ و جریر کلہم عن الاعمش عن عمارة صدر کلام میں، اور ایک سند نسائی بطریق داود عن الاعمش عن عمارة اس کے بعد سن چکے۔ پنجم نسائی کتاب الصلاة میں ہے: اخبرنا قتيبة ثنا سفيان نا الاعمش عن عمارة^۱ الخ۔ ششم: نسائی مناسک باب الوقت

کہ اس کو ابن عدی نے بخاری کے اساتذہ میں ذکر کیا ہے اور خطیب نے یقین ظاہر کیا ہے کہ بخاری نے اس سے روایت کی ہے، لیکن بخاری ہی نے کہا ہے کہ میں نے محدثین کو اس کے ضعف پر متفق پایا ہے اھ میں نے کہا ثابت کرنے والے کی بات زیادہ پختہ ہوتی ہے (اور ابن عدی نے اس کا شیخ بخاری ہونا ثابت کیا ہے) اس لئے ہم نے بھی اس کے نام پر "خ" کی علامت لگائی ہے۔ لیکن حافظ کو چونکہ اس کے شیخ بخاری ہونے میں تردد ہے اس لئے "خ" کو ہم نے "م" کے بعد لگایا ہے ("م" سے مراد مسلم ہے) اور انصاف کی بات یہ ہے کہ فلح، عباد اور ان جیسے اور کوئی راوی بھی ضعیف ہیں (اس کے باوجود ان کی روایات صحاح میں پائی جاتی ہیں) امام ابن الصلاح نے اس کی معذرت خواہانہ وجہ بیان کی ہے اور نووی وغیرہ نے بھی ان کا اتباع کیا ہے، اس لئے ان کی طرف مراجعت کرو اور سمجھو! واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
علمنا عليه خ. و اخرناها عن لمكان تردد الحافظ. والانصاف ان فليحا وعبادا وامثالها ايضاً ضعفاء، والعدر ما فاده الامام ابن الصلاح وتبعه النووي وغيره فارجع واعرف. واللہ تعالیٰ اعلم (م)

¹ نسائی النسائی الجمع بین المغرب والعشاء الخ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ۱۰۰/۱

الذی یصلی فیہ الصبح بالمزدلفۃ اخبرنا محمد بن العلاء ثنا ابو معویۃ عن الاعمش عن عمارۃ
^۱ الخ ہفتم: سنن ابی داؤد حدثنا مسدد وان عبد الواحد بن زیاد و ابا عوانۃ و ابا معویۃ حدثوہم عن
 الاعمش عن عمارۃ ^۲۔

ہشتم: امام طحاوی حدثنا حسین بن نصر ثنا قبیصۃ بن عقبۃ والغریابی قالانا ثنا سفیٰ بن الاعمش عن
 عمارۃ بن عمیر ^۳ الخ۔ یہ امام اعمش اجل ثقہ ثبت حجت حافظ ضابط کبیر القدر جلیل الفخر اجلہ ائمہ تابعین و رجال صحاح ستہ
 سے ہیں جن کی وثاقت عدالت جلالت آفتاب نیمروز سے روشن تر ان کا اہم مبارک سلیمان ہے وہی یہاں مراد، کاش تضعیف
 ابن ارقم دیکھ پانے کی خوشی ملاجی کی آنکھیں بند نہ کر دیتی تو آگے سو جھٹکا دنیا میں ایک یہی سلیمان نہیں دو ۲ ورق لوٹے تو اسی
 تقریب میں تھا: سلیمان بن مہران الاعمش ثقہ حافظ عارف بالقراءات ورع ^۴ (سلیمان ابن مہران اعمش، ثقہ
 ہے، حافظ ہے، قرآن کو جاننے والا ہے، متقی ہے۔ ت) جن حضرات کا جوش تمیز اس حد تک پہنچا ہو ان سے کیا کہا جائے کہ ان
 سلیمان سے راوی بھی آپ نے دیکھے کون ہیں امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہ بن الحجاج جنہیں التزام تھا کہ ضعیف لوگوں
 سے حدیث روایت نہ کریں گے جس کی تفصیل فقیر کے رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الایہامین میں مذکور وہ
 اور ابن ارقم سے روایت مگر ناواقفوں سے ان باتوں کی کیا شکایت!

خامساً: حضرت کو اپنی پرانی مشق صاف کرنے کو اسی طرح کا ایک اور نام ہاتھ لگا یعنی خالد امام نسائی نے فرمایا تھا: اخبرنا سلیمان
 بن مسعود عن خالد عن شعبۃ بیدھرک حکم لگا دیا کہ اس سے مراد خالد بن مخلد رافضی ہے ملاجی! پانچ پیسے کی شیرینی تو ہم بھی
 چڑھائیں گے اگر ثبوت دو کہ یہاں خالد سے یہ شخص مراد ہے، ملاجی! تم کیا جانو کہ ائمہ محدثین کس حالت میں اپنے شیخ کے
 مجرد نام بے ذکر میز پر اکتفا کرتے ہیں، ملاجی صحابہ کرام میں عبد اللہ کتنے بکثرت ہیں خصوصاً عبادلہ خمسہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہم، پھر کیا وجہ ہے کہ جب بصری عن عبد اللہ کہے تو عبد اللہ بن عمرو بن عاص مفہوم ہوں گے، اور کوئی کہے تو عبد اللہ بن
 مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم، پھر رواۃ ماجد میں تو عبد اللہ صدہا ہیں مگر جب سوید کہیں حدیثا عبد اللہ تو خواہ مخواہ ابن المبارک
 ہیں، محمد بن کا شمار کون کر سکتا ہے مگر جب بندار کہیں عن محمد بن شعبہ تو غندر کے سوا کسی طرف ذہن نہ جائے گا و علیٰ ہذا القیاس
 صد ہا مثالیں ہیں جنہیں ادنیٰ ادنیٰ خدام حدیث جانتے سمجھتے پہچانتے ہیں۔ ملاجی! یہ

^۱ سنن النسائی الوقت الذی یصلی فیہ الصبح بالمزدلفۃ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ۳۶/۲

^۲ سنن ابی داؤد باب الصلوۃ بجمع آفتاب عالم پریس لاہور ۲۶۷/۱

^۳ شرح معانی الآثار للجمع بین اصلا تین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۳/۱

^۴ تقریب التذیب ترجمہ نمبر ۲۶۲۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۹۲/۱

خالد امام اجل ثقہ ثبت حافظ جلیل الشان خالد بن حارث بصری ہیں کہ امام شعبہ بن الحجاج بصری کے خُصّ تلامذہ اور امام اسمعیل بن مسعود بصری کے اجل اساتذہ اور رجال صحاح ستہ سے ہیں اسمعیل بن مسعود کو اُن سے اور انہیں شعبہ سے اکثر روایت بدرجہ غایت ہے، اسی سنن نسائی میں اسمعیل کی بیسیوں روایات اُن سے موجود، ان میں بہت خاص اسی طریق سے ہیں کہ اسمعیل خالد بن حارث سے اور خالد شعبہ بن الحجاج سے ان میں بہت جگہ خود اسمعیل نے نسب خالد مصرحاً بیان کیا ہے۔ بہت جگہ انہوں نے حسبِ عادت مطلق چھوڑا۔ امام نسائی نے واضح فرمادیا ہے بہت جگہ سابق ولاحق بیانوں کے اعتماد پر یوں ہی مطلق باقی رکھا ہے میں آپ کا حجاب ناواقفی توڑنے کو ہر قسم کی مصرح روایات سے بہ نشان کتاب و باب کچھ حاضر کروں۔

- طریق شعبہ: (۱) کتاب الافتتاح باب التطبيق خبرنا اسمعیل بن مسعود حد ثنا خالد بن الحارث عن شعبه عن سليمان¹ الخ۔
 (۲) کتاب الطہارۃ باب النضح خبرنا اسمعیل بن مسعود حد ثنا خالد بن الحارث عن شعبه² الخ۔
 (۳) کتاب المواقیت الرخصۃ فی الصلاة بعد العصر خبرنا اسمعیل بن مسعود عن خالد بن الحارث عن شعبه³ الخ۔
 (۴) کتاب الامامة، الجماعة اذکانوا اثینین خبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن الحارث عن شعبه⁴ الخ۔
 (۵) کتاب السہو باب التحری خبرنا اسمعیل بن مسعود حد ثنا خالد بن الحارث عن شعبه⁵ الخ۔
 (تصریح اسمعیل سوی مامر)
 (۶) کتاب الامامة الرخصۃ للامام فی التطویل خبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن الحارث⁶ الخ۔

¹النسائی باب التطبيق مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۱۲۳/۱

²النسائی باب النضح مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۱۹/۱

³النسائی الرخصۃ فی الصلوٰۃ بعد العصر مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۶۷/۱

⁴النسائی الجماعة اذکانوا اثینین مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۹۷/۱

⁵النسائی باب التحری مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۱۲۶/۱

⁶النسائی الرخصۃ للامام فی التطویل مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۹۴/۱

(۷) کتاب قیام اللیل، باب وقت رکعتی الفجر اخبرنا اسمعیل بن مسعود قال ثنا خالد بن الحارث¹ الخ۔ (۸) کتاب الزکوٰۃ، عطیۃ المرأۃ بغير اذن زوجها اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن حارث² الخ۔ (۹) المزارعة احادیث النهی عن كرى الارض بالثلث والربع اخبرنا اسمعیل بن مسعود قال ثنا خالد بن الحارث³ الخ۔ (۱۰) القسامۃ والقود، باب عقل الاصابع اخبرنا اسمعیل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث⁴ الخ۔

(الفرج النساءى)

(۱۱) کتاب الحيض مضاجعة الحيض في ثياب حيضتها اخبرنا اسمعیل بن مسعود حدثنا خالد هو ابن الحارث⁵ الخ۔ (۱۲) قبيل كتاب الجمعة باب اذا قيل للرجل هل صليت اخبرنا اسمعیل بن مسعود ومحمد بن عبد الاعلى قال حدثنا خالد هو ابن الحارث⁶ الخ۔ (۱۳) كتاب الصيام التقدم قبل شهر رمضان اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد وهو ابن الحارث⁷۔ (۱۴) المزارعة من الاحاديث المذكورة اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد وهو ابن الحارث⁸۔ (۱۵) كتاب الاشربة الترخيص في انتباز البسر اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد يعنى ابن الحارث⁹ الخ۔

کیوں نمازی! یہ کیا دین و دیانت ہے کہ حدیثیں رد کرنے کو ایسے جھوٹے فقرے بناؤ اور بے تکان بزم کرتے ہوئے پلک تک نہ جھپکاو، وہ تو خدا نے خیر کر لی کہ امام نسائی نے اسمعیل بن مسعود کہہ دیا تھا کہیں نہ اسمعیل ہوتا تو نمازی کو کہتے کیا لگتا کہ یہ حدیث تم اہل سنت کے نزدیک سخت مردود کہ اس کی سند میں اسمعیل دہلوی موجود،

1 سنن النسائی باب وقت رکعتی الفجر مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۱/۲۰۶

2 سنن النسائی عطیۃ المرأۃ الخ مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۱/۲۸۹

3 سنن النسائی الثالث من الشروط في المزارعة والوثائق مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۲/۱۳۳

4 سنن النسائی باب عقل الاصابع مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۱/۲۴۷

5 سنن النسائی مضاجعة الحيض الخ مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۱/۳۳

6 سنن النسائی باب اذا قيل للرجل الخ مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۱/۱۶۰

7 سنن النسائی التقدم قبل شهر رمضان مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۱/۲۳۹

8 سنن النسائی المزارعة من الاحاديث المذكورة مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۲/۱۳۶

9 سنن النسائی الترخيص في انتباز البسر الخ مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۲/۳۲۱

مُتَّاجی! صرف ایک مسئلے میں اول تا آخر اتنی خرافات، علم حدیث کی کھلی کھلی باتوں سے یہ جاہلانہ مخالفت، اگر دیدہ و دانستہ ہیں تو شکایت کیا ہے کہ اخفائے حق و تلمیحِ باطل و تلبیسِ عامی و انغوائے جاہل، طوائفِ ضالہ کا ہمیشہ داب رہا ہے، اور اگر خود حضرت کی حدیث دانی اتنی ہے تو خدا را خدا اور سول سے حیا کیجئے، اپنے دین دھرم پر دیا کیجئے یہ منہ اور اجتہاد کی لپک، یہ لیاقت اور مجتہدین پر ہمک، عمر وفا کرے تو آٹھ دس برس کسی ذی علم مقلد کی کفش برداری کیجئے، حدیث کے متون و شروح و اصول و رجال کی کتابیں سمجھ کر پڑھ لیجئے اور یہ نہ شرمائیے کہ بوڑھے طوطوں کے پڑھنے پر لوگ ہنستے ہیں، ہنسنے دو ہنسنے ہی گھر بستے ہیں، اگر علم مل گیا تو عین سعادت یا طلب میں مر گئے جب بھی شہادت، بشرطِ صحت ایمان و حسن نیت واللہ الہادی لقلب اخبت۔

الحمد للہ مہر حق متجلی ہو اور آفتابِ صواب متجلی، جن جن احادیث سے جمع بین الصلا تین کا ثبوت نہ سہل ثبوت بلکہ قطعی ثبوت زعم کیا گیا تھا واضح ہوا کہ ان میں ایک حرف مثبت مقال نہیں مذہب حنفی اثباتِ صوری و نفی حقیقی دونوں میں بے دلیل بتا دیا تھا، روشن ہوا کہ قرآن و حدیث اسی کے موافق دلائل ساطعہ اسی پر ناطق جن میں رد و انکار کی اصلاً مجال نہیں، اور بعونہ تعالیٰ بطفیل مسئلہ وہ تازہ مجملہ کہنہ مشغلہ اوعائے عمل بالحدیث کا اشتغلا اُس کا بھرم بھی من ماننا کھلا کہ ہوا سے غرض ہوس سے کام اور اتباعِ حدیث کا نام بدنام پیرانے پیرانے حد کے سیانے جب اپنی سخن پروری پر آئیں صحیح حدیثوں کو مردود بتائیں ثقہ ائمہ کو مطعون بتائیں، بخاری و مسلم پس پشت ڈالیں، ان کے رواۃ و اسانید میں شاخسانے نکالیں، ہزار چھل کریں سو ہزار پیچ جیسے بنے صحیح حدیثیں پیچ، امام مالک و امام شافعی کی تقلید حرام نہ فقط حرام کہ شرک کا پے نام، مگر جب حنفیہ کے مقابل دم پر بنے مجتہد چھوڑ مقلدوں کی تقلید سے گاڑھی چھنے، اب ایک ایک شافعی مالکی کو جھک جھک کر سلام اُس کے پاؤں پکڑا اُس کا دامن تھام، یہ بڑا پیشوا وہ بھاری امام، ان میں جس کا کلام کہیں ہاتھ لگ گیا اگرچہ کیسا ہی ضعیف کتنا ہی خطا، بس حضر مل گئے غنچے کھل گئے، اندر کے جی کے کوڑا کھل گئے سب کوفت سوخت کے غبار دھل گئے، وحی مل گئی ایمان لے آئے اسی سے حنفیہ پر حجت لائے، اب خبردار کوئی پیچھے نہ پڑو احبار و رہبان کی آیت نہ پڑھو، چھنکارے کی گھڑی بچاؤ کا وقت ہے، شرک بلا سے ہو اب تو مکت ہے۔ مسلمانو! حضرات کے یہ انداز دیکھے بھالے اپنا ایمان بچائے سنبھالے، فریب میں نہ آنا یہ زہر در جام ہیں دھوکا نہ کھانا، سبزہ بردام ہیں بے سہاروں کی چال ہر حال بُری ہے تقلید سے بری ائمہ سے بری ہے، بے راہ روی کا دھیان نہ لانا چادر سے زیادہ پاؤں نہ پھیلانا، اتباعِ ائمہ راہِ ہڈی ہے راہِ ہڈی کا والی خدا ہے، اللہ الحمد ولی الهدایۃ منہ البدایۃ والیہ النہایۃ۔

خلاصۃ الکلام وحسن الختام

الحمد للہ سخن اپنے ذر وہ اتھلی کو پہنچا اب تلخص کلام و حاصل مرام چند باتیں یاد رکھئے:

اڈلا جمع صوری بدلائل صحیحہ روشن ثبوت سے بے پردہ و حجاب اور اُس کا انکار انکار آفتاب۔
 ۱۱۱۱ کسی حدیث صحیح میں جمع تقدیم کا نام کو بھی اصلاً پتا نہیں اُس کی نسبت ادعای قطعی ثبوت محض نج العنکبوت۔
 ۱۱۱۱ جمع تاخیر میں بھی کوئی حدیث صحیح صریح جیسا کہ ادعا کیا جاتا ہے ہرگز موجود نہیں یا ضعیف و مناکیر ہیں یا محض بے علاقہ یا صاف محتمل اور محتملات سے ہوس اثبات مہمل و محتمل۔

راجا جب جمع صوری پر ثبوت مفسر متعین ناقابل تاویل قائم تو محتملات خصوصاً حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اسی کی طرف رجوع لازم کہ قاعدہ ارجاع محتمل بہ متعین ہے نہ عکس کہ سراسر نکس۔

خاصاً نماز بعد شہادتین اہم فرائض و اعظم ارکان اسلام ہے اور اُس میں رعایت وقت کی فرضیت اور اظہر ضروریات دین سے جسے مسلمانوں کا ایک بچہ جانتا ہے یونہی اوقاتِ خمسہ غایت شہرت و استفاضہ پر بالغ حد تو اتر ہیں اگر حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حالتِ سفر میں جس کی ضرورت ہمیشہ ہر زمانہ میں ہر شخص کو رہی اور رہتی ہے چار نمازوں کے لئے اوقاتِ مشہورہ معلومہ معروفہ کے سوا تو کیا یا فعلاً کوئی اور حکم عطا فرمایا ہوتا تو واجب تھا کہ جس شہرت جلیلہ کے ساتھ اوقاتِ خمسہ منقول ہوئے اسی طرح یہ نیا وقت بھی نقل کیا جاتا آخر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فعل کسی خلوت میں نہ کیا غزوہ تبوک میں ہزار ہا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہمراہ رکاب سعادت مآب تھے اگر حضور جمع فرماتے بلاشبہ وہ سب کے سب دیکھتے اور کثرتِ رواۃ سے اسے بھی مشہور کر چھوڑتے یہ کیا کہ ایسی عظیم بات ایسے جلیل فرض کے ایسے ضروری لازم میں ایسی صریح تبدیل ایسے مجمع کثیر کے سامنے واقع ہو اور اُسے یہی دو ایک راوی روایت فرمائیں تو بلاشبہ یہی جمع صوری فرمائی جس میں نہ وقت بدلانہ کسی حکم میں تغیر نے راہ پائی کہ اُس کے اشتہار پر دواعی متوفر ہوتے نظر انصاف صاف ہو تو صرف ایک یہی کلام تمام دلائل خلاف کے جواب کو بس ہے کہ جب باوصف توفردواعی نقل آحاد ہے تو لاجرم جمع صوری پر محمول کہ توفرمجور اور بالفرض کوئی روایت مفسرہ ناقابل تاویل ملے تو متروک العمل کہ ایسی جگہ آحاد رہنا عقل سے دور۔

سادماً نمازوں کے لئے تعیین و تخصیص اوقات و آیات قرآن عظیم و احادیث حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی الثبوت ہے اگر کہیں اُس کا خلاف مانے تو وہ بھی ویسا ہی قطعی چاہے جیسے عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ کا اجماعی مسئلہ ورنہ یقینی کے مقابل ظنی مضحل۔

سابگاً بالفرغ اگر مثل منع دلائل جمع بھی قابلِ سمع تسلیم کیجئے تاہم ترجیح منع کو ہے کہ جب حاضر و مبعج مجتمع ہوں تو حاضر مقدم ہے۔

ہامناً جانب جمع صرف نقل فعل ہے قول اگر ہے توجع صوری میں اور جانب منع دلائل قولیہ و فعلیہ دونوں موجود اور قول فعل پر مرخ تو مجموع قول و فعل محض نقل فعل پر بدرجہ اولیٰ۔

ہامناً افضیت راوی اور مرخ منع ہے کہ ابن عمر و انس میں کسی کو فقہیت جلیلہ عبد اللہ بن مسعود تک رسائی نہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، یہ وہی ابن مسعود ہیں جن کی نسبت حدیث میں ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمسکوا بعهد ابن ام عبد¹۔ (ابن ام عبد کی باتوں سے تمسک کیا کرو) رواہ الترمذی عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(نوٹ: اصل متن ترمذی میں الفاظ یوں ہیں تمسکوا بعهد ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ نذیر احمد)

مرقاۃ میں ہے اسی لئے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی روایت و قول کو خلفائے اربعہ کے بعد سب صحابہ کے قول پر ترجیح دیتے ہیں²۔ یہ وہی ابن مسعود ہیں جنہیں حدیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب سر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے:

<p>ان اشبه الناس دلا و سمتا و ہدیاً برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لابن ام عبد³۔ رواہ البخاری و الترمذی و النسائی۔</p>	<p>پیشک چال ڈھال روش میں سب سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہ عبد اللہ بن مسعود ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔</p>
---	--

یہ وہی ابن مسعود ہیں جنہیں امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے: کیف ملعی علماً⁴ (ایک گٹھری ہیں علم سے بھری ہوئی) نہایت یہ کہ حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: رضیت لاصتی ما رضی لہا

¹ جامع الترمذی مناقب عبد اللہ بن مسعود مطبوعہ مکتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲۲/۱۲

² مرقاۃ المفاتیح جامع المناقب، الفصل الاول مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۱/۰۹

³ مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ بخاری باب جامع المناقب مطبع مکتبائی دہلی ص ۵۷۳

(جامع الترمذی، مناقب عبد اللہ بن مسعود امین کپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲۲/۱۲)

ف۔ مشکوٰۃ میں یعنی یہی الفاظ ہیں جبکہ ترمذی میں الفاظ یوں ہیں۔ کان اقرب الناس ہدیاً و دلاً و سمتاً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابن مسعود اور بخاری میں الفاظ یوں ہیں ما علم احد اقرب سمتا و ہدیاً و دلاً بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ابن ام عبد۔

⁴ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ ترجمہ عبد اللہ بن مسعود مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۳/۲۵۹

ابن ام¹ عبد۔ (میں نے اپنی اُمت کے لئے پسند فرمایا جو کچھ عبد اللہ بن مسعود اس کے لئے پسند کرے رواہ الحاکم بسند صحیح۔

لاجرم ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے بعد وہ جناب تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے علم و فقہت میں زائد ہیں، مرقاة شرح مشکوٰۃ میں ہے:

ہمارے ائمہ کے نزدیک ابن مسعود خلفائے اربعہ کے بعد سب سے زیادہ فقیہ ہیں۔ (ت)	هو عند ائمتنا ائمه الصحابة بعد الخلفاء الاربعة 2
---	---

عاشراً عہ اگر بالفرض برابر ہی منع وادّ جمع کانٹے کی تول برابر ہی سہی تاہم منع ہی کو ترجیح رہے گی کہ اس میں احتیاط زائد ہے اگر عند اللہ جمع درست بھی ہوئی تو ایک جائز بات ہے جس کے ترک میں بالاجماع گناہ نہیں بلکہ اتفاق اُس کا ترک ہی افضل ہے اور اگر عند اللہ نادرست ہے تو جمع تاخیر میں نماز دانستہ قضا کرنی ہوگی اور جمع تقدیم میں سرے سے ادا ہی نہ ہوگی فرض گردن پر رہے گا تو ایسی بات جس کا ایک پہلو خلاف اولیٰ اور دوسری جانب حرام و گناہ کبیرہ ہو عاقل کا کام یہی ہے کہ اُس سے احتراز کرے، یہاں جو ملّا جی ایمان کی آنکھ پر ٹھیکری رکھ کر لکھ گئے ہیں کہ تشکیک مذکور اُس صورت میں جاری ہوتی ہے جس میں طرفین کا مذہب مدلل بدلنا ہو اور صورت اختلاف کی ہو حالانکہ مسئلہ جمع میں مانعین کا دعوٰی بے دلیل ہے اور ناجائز کہنا ان کا خلاف ہے اختلاف نہیں پس اگر صحت میں عمل مدلل بدلنا کے قول بے دلیل شک ڈال دیا کرے تو سیکیڑوں اعمال باطل ہو جائیں اور حق و باطل میں کچھ تمیز نہ رہے، ان جھوٹی بالاخوانیوں سینہ زوری کی کن ترانیوں کا کچا چٹھا بعونہ تعالیٰ سب کھل چکا مگر حیا کا بھلا ہو جس کے آسرے جیتے ہیں یونہی تو آفتاب پر خاک اڑا کر اندھوں کو سُجھادیا کرتے ہیں کہ حنفیہ کا مذہب بے دلیل و خلاف حدیث ہے، خدا کی شان قرآن عظیم و احادیث رسول کریم علیہ و علی آلہ افضل الصلاة والسلام کی ان قاصر دلیلوں کو جنہیں سن کر جگر تک دھمک پہنچی ہوگی بے دلیل ٹھہراؤ اور اپنے ضعیف و بے ثبوت قول کو قطعی یقینی مدلل بتاؤ اور عمل بالحدیث و دین و دیانت کا نام لیتے نہ شرماء انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ع

آدمیاں کم شدن ملک گرفت اجتہاد

فقیر غفر لہ المولیٰ القدر نے یہ چند اوراق کہ بنظر احقاق حق لکھے۔ مولیٰ تعالیٰ عزوجل اپنے کرم سے قبول فرمائے

عہ یعنی نصوص منقول و قواعد اصول سے قطع نظر کر کے بہ مقتضائے عقول ہے۔ (م)

¹ المستدرک کتاب معرفۃ الصحابہ دار الفکر بیروت ۳۱۷/۳

² مرقاة شرح مشکوٰۃ المصابیح باب جامع المناقب الفصل الاول عن عبد اللہ بن عمر، مطبوعہ امدادیہ ملتان ۱۱/۲۰۹

شرحتاً و شامت ذنوب سے محفوظ رکھے۔ وجہ ثبات و استقامت مقلدین کرام بنائے، یہ امید تو ان شاء اللہ تعالیٰ القریب الحیب نقد وقت ہے مگر دشمنانِ حقیقت کو ہدایت ملنے عنادِ حنیفہ کی راہ نہ چلنے کی طرف سے یاس سخت ہے کہ کھلے مکابروں میں جن صاحبوں کی یہ ہمتیں بڑھی ہیں یہ مشقیں چڑھی ہیں انہیں آئندہ ایسی اور ان سے بڑھ کر اور ہزار ہٹ دھرمیاں کرتے کیا لگتا ہے، تحریفِ تعصبِ مکابری تحکم کا کیا علاج ہے سو اس کے کہ شر شریران سے اپنے رب عزوجل کی پناہ لوں اور بتوسل روح اکرم امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس سے عرض کروں رب اِنِّیْ اَعُوذُبِکَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّیْطَانِ وَاَعُوذُبِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ۝ وِصَلِی اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی الْہَادِی الْاَمِیْن الْاِمَانِ الْبَاْمُوْنِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ الْکِرَامِ وَ الَّذِیْنَ ہُمْ بِہِدٰیہِمَّ یَّہْتَدُوْنَ، الحمد للہ کہ یہ مبارک رسالہ نفیس عجالہ پانزدہم ماہ رجب المرجب ۱۳۱۳ھ ہجریہ علی صاحبہا افضل الصلوة والتحیۃ کو تمام اور بلحاظ تاریخ حاجز البحرین الواقع عن جمع الصلاتین ۱۳۱۳ھ نام ہوا ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم و صلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین امین سبحانک اللہم وبحمدک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک واتوب الیک واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

مسئلہ (۲۸۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نابینا نے صبح کی نماز پڑھاتے وقت ایسی بڑی سورت پڑھی کہ جب نماز شروع کی تھی اُس وقت سُورج نہیں نکلا تھا اور جب سلام پھیرا تو سُورج نکل آیا یہ نماز ہوئی نہیں، بینو اتوجروا۔

الجواب:

نماز فجر میں اگر قعدہ سے پہلے آفتاب نکل آیا یعنی ہنوز اتنی دیر جس میں التحیات پڑھ لی جائے نہ بیٹھنے پایا کہ سُورج کی کرن چمکی تو بالاتفاق جاتی رہی اور اگر تحریمہ نماز سے باہر آنے کے بعد نکلا تو بالاتفاق ہو گئی مثلاً جب تک پہلی بار لفظ السلام کہا تھا سورج نہ نکلا تھا السلام کہتے ہی فوراً چمک آیا کہ علیکم ورحمۃ اللہ سورج نکلنے میں کہا تو نماز صحیح ہو گئی کہ فقط السلام کہنا تحریمہ نماز سے باہر کر دیتا ہے الا من علیہ سہو بشرط ان یأتی بالسجود (مگر جس پر سجدہ سہو ہو، بشرطیکہ سجدہ کرے۔ ت) اور اگر طلوع شمس دونوں امر کے بیچ میں ہو یعنی قعدہ بقدر تشہد کر چکا اور ہنوز تحریمہ نماز میں تھا کہ آفتاب طالع ہوا تو ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جاتی رہی یعنی یہ فرض نفل ہو کر رہ گئے فرضوں کی قضا نہ پر رہی۔

در مختار میں ہے: ایسا منافی نماز کہ جس میں نمازی کے

فی الدر المختار: ولو وجد المنافی بلا صنعه

عمل کو دخل نہ ہو، اگر قعدے سے پہلے پایا جائے تو نماز بالاتفاق باطل ہو جائے گی اور اگر قعدے سے بعد پایا جائے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک باطل ہو جائے گی، مثلاً فجر کی نماز کے دوران سورج کا طلوع ہو جانا اور یہ نماز نفل نہیں بنتی، ہاں اگر طلوع ہو... الخ اور شامی میں رحمتی سے، اس نے تجنیس سے نقل کیا ہے کہ امام جب نماز سے فارغ ہوا اور کہا "السلام" تو ایک شخص آیا اور "علیکم" کہنے سے پہلے اقتداء کر لی تو وہ اس نماز میں داخل شمار نہیں کیا جائے گا کیونکہ صرف "السلام" کہنا بھی سلام ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی بھول کر نماز میں کسی کو سلام دینا چاہے اور کہے "السلام" پھر اسے یاد آجائے (کہ میں نماز میں ہوں) اور چپ ہو جائے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (ت)

قبل القعود بطلت اتفاقاً، ولو بعدہ بطلت عندہ، كطلوع الشمس في الفجر۔ ولا تنقلب الصلاة نغلاً الا فهما اذا طلعت¹ او الخ اه ملتقطاً وفي ش عن الرحمتي عن التجنيس: الامام اذا فرغ من صلاته، فلما قال: السلام، جاء رجل واقتدى به قبل ان يقول: عليكم، لا يصير داخلاً في صلاته، لان هذا سلام؛ الا ترى انه لو اراد ان يسلم على احد في صلاته ساھياً فقال: السلام، ثم علم فسكت، تفسد صلاته²۔

مقتدیوں کو چاہئے کہ اپنے اس نابینا امام کو پیش از شروع متنبہ کر دیا کریں کہ آج وقت اس قدر ہے پھر بھی اگر تطویل سے باز نہ آئے اور یونہی نماز کھوئے تو آپ ہی امامت سے معزولی کا مستحق ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۸۸) از جبل پور عقب کو توالی مرسلہ مولوی محمد برہان الحق صاحب سلمہ سلخ شعبان ۱۳۳۵ھ حضور پور نور بعد سلام نیاز گزارش ضحہ کبریٰ نکالنے کا کیا قاعدہ ہے ایک بار پہلے ارشاد ہوا تھا مگر غلام بھول گیا۔

الجواب:

نور دیدہ سعادت مولانا المکرم جعلہ المولیٰ تعالیٰ کا سلمہ برہان الحق السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خیریت مزاج جناب مولانا المکرم اگر مہم السلام و سلمہ سے اطلاع دیجئے اور میرے لئے بھی طلب دعا کیجئے ابھی ایک ہفتہ میں تین دورے بخار کے ہو چکے ہیں ضعف قوی ہے اور قوی ضعیف و حسبنا المولیٰ الکریم اللطیف جس دن کا ضحہ کبریٰ نکالنا منظور ہو اُس دن کے وقت صبح و وقت غروب کو جمع کر کے تصنیف کریں اور اس پر چھ اگھنٹے بڑھالیں یہ وقت ضحہ کبریٰ ہوگا اس سے لے کر نصف النہار حقیقی تک نماز مکروہ ہے یہ وقت ہمارے بلاد میں کم سے کم

¹ دُر مختار باب الاستخلاف مطبوعہ مجتہدائی دہلی ۸۷-۸۸

² رد المحتار باب صفۃ الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۱۳

۳۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ۴ منٹ ہوتا ہے مثلاً کل روز پنجشنبہ بحساب قواعد بشرط رویت یکم ماہ مبارک ہے اوقات یہ ہیں: نقشے میں تمام اوقات ثانیوں سے اعشاریہ تک تھے جن کے رفع اسقاط کے سبب ۲ یعنی تفاوت آیا مثال دوم ۳۰ ماہ مبارک کو انس علیہ السلام^۱، واللہ تعالیٰ اعلم

۳	۳۴	۲۶
۴	۱۶	۴
۱۰	۵۳	۲۳
۵	۲۶	۲۶۲۵=۲۴
۱۱	۲۶	۲۶۰۵=۲۵
۳	۵۱	۵۴
۴	۱۳	۲۹
۱۱	۶	۲۹
۵	۲۳	۱۸
۱۱	۲۳	۱۸

مثال دوم ماہ مبارک

انس علیہ السلام، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۸۹) از ششسرام مدرسہ عربیہ مرسلہ مولوی ظفر الدین صاحب مدرس اول مدرسہ مذکور ۹ رمضان ۱۳۳۵ھ بحضور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قبلہ و کعبہ دام ظلّم الاقدس۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خاکسار حضور والا کے قواعد فرمودہ کے مطابق برابر وقت نکالا کرتا تھا مگر اس دفعہ جب میں مدراس گیا وہاں مولوی عبداللہ صاحب کی احقر سے ملاقات ہوئی وہ برابر وقت مدراس شائع کیا کرتے ہیں چنانچہ ایک تختہ جس پر سال تمام شمسی کے اوقات انہوں نے استخراج کر کے شائع کیا ہے مجھے دیا اور یہ کہا کہ: پرچہ میں نے برہلی بھی روانہ کیا ہے تاکہ وہ حضرات میری غلطی پر مجھے متنبہ فرمائیں اس کی طرف توجہ فرمائی، جناب کو میں بھی اسی غرض سے دیتا ہوں، چنانچہ وہ پرچہ لیتا ہوا میں یہاں آیا ۲۲ جون ۱۹۱۷ء سے میں نے جانچ شروع کیا وقت غروب میرے قاعدہ کے مطابق ۶ بج کر ۳۷ منٹ ۲۵ سیکنڈ اور طلوع ۵ بج کر ۴۴ منٹ ۱۹ سیکنڈ ہوا اور اس نقشہ میں غروب ۶ بج کر ۳۴، اور طلوع ۵ بج کر ۴۸ منٹ لکھا ہے، غرض ۳، ۴ منٹ کا فرق ہے عشاء کا وقت نقشہ میں ۵ بج کر ۵۶ منٹ لکھا ہے میں پریشان ہوا کہ آخر فن کا جاننے والا اس قدر غلطی کیا کرے گا لاجرم میں نے اپنے ہی مستخرج وقت کو غلط سمجھ کر اس غلطی کی جستجو میں ہوا تو سو اس کے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا میں نے بوجہ موافق الحجۃ ہونے کے عرض بلد اور مہل سے تفریق کر کے حاصل فرق کو جمع کر کے عمل کیا ہے اور جگہ کیلئے میل کو عرض بلد سے کم

^۱ نوٹ: انس علیہ السلام، واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہ غیر مربوط عبارت اصل مطبوعہ نسخوں میں اسی طرح ہے۔

کر کے حاصل فرق الح الوبح میل سے عمل کرنا ہوتا ہے اور یہاں عرض بلد بہت کم ہونے کی وجہ سے میل کو۔۔۔۔ عرض بلد سے کم کیا گیا ہے اُس کے بعد یہ خیال ہوا کہ یہ وقت تو اخیر پنجاب قریب کشمیر کا ہونا چاہئے جہاں کا۔۔۔۔ عرض الح مطرح ہو کہ الح الوبح کو اُس کو تفریق کر کے ی ال۔۔۔۔ جیچتا ہے اب پریشانی ہے کہ یہاں کا عمل کس طرح ہوگا اگرچہ قاعدہ کے یہ لفظ (اگر موافق الحجۃ ہو تفضل لیں) اس کو بھی عام ہے اس لئے اس کا قاعدہ ارشاد ہو کہ جب عرض میل سے کم ہوگا تو کیا کیا جائے گا۔

بسم الله الرحمن الرحيم ط نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الجواب:

ولدی الاعز جلہ اللہ تعالیٰ کا اسمہ ظفر الدین المبین آمین، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مولوی عبداللہ صاحب کا کوئی تختہ اوقات مدراس یہاں نہ آیا صرف ایک چھوٹے رسالہ تحفۃ المصلیٰ کے کہ سمت قبلہ میں ہے دو نئے ایک پلندے میں آئے تھے وقت کا قاعدہ یقیناً وہی ہے کہ جب عرض و میل متفق الحجۃ ہوں تفضل لیا جائیگا یعنی ان میں جو اصغر ہو اکبر سے تفریق کیا جائیگا عرض ہو خواہ میل تو مدراس جس کا عرض حہ ہے اُس میں راس السرطان کا بعد اقل جس کا میل میل کلی الح الر ہے ی حہ الح ہوا، نیز وہ شہر جس کا عرض شمالی الح حہ ہو اُس میں بھی راس السرطان کا بعد اقل وہی ی حہ الح ہوگا غایت یہ کہ مدراس میں یہ بعد سمت الراس سے شمالی ہوگا اور اُس شہر میں جنوبی دونوں نصف اور ان کی جیبیں اور قاطع میل سب بدستور رہیں گے اور فرق وقت بوجہ قاطع عرض ہوگا مثلاً صبح و عشا ہے راس السرطان بہ مدراس کا حساب بھیجتا ہوں یہاں مجموعہ اربعہ ۸۶، ۸۵، ۹۲، ۹۸، ۹۹، ۱۰۱ اور وقت عشا ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱، ۰، ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱

مدل تبدیل ریلوے وقت غروب ۶۳۷۲۵ اور طلوع ۵۳۳۱۹
 اس کا تمام ۵۲۲۳۵ - تمام غروب ۵۲۲۳۵
 ۲۱۳۳ =
 نصف ۱۰۵۲
 یہی منٹ سکند آگے جو تبدیل مرصدی ۲۳ جون کے تھے۔

اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے یہاں وقت حقیقی غروب ۶۲۶۳۳ آگیا اور طلوع ۵۳۳۲۷ تو آپ کے
 اور یہاں کے محسوب ہیں ۲۱ سکند کا تفاوت ہے تیرا ایسا کثیر نہیں۔ مدرسی صاحب کا حساب یقیناً وجہ سمیت نہیں
 رکھتا کہ غروب سارے تین منٹ کم ہے اور طلوع سوا پانچ منٹ زیادہ، اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے
 طلوع و غروب نکالنے کا قاعدہ ہی استعمال نہ کیا بلکہ معمول عوام بے علم کی طرح طلوع و غروب نجومی حقیقی مرکزی
 کے کہ ان میں تبدیل ریلوے ملادی غلی ٹیل راسس السرطان ۹۷۶۳۷۲۶۴۱ اس جیب کی توس تقریباً
 ۵۷ ہے جس کا وقت + ظن عرض مدراس ۹۷۶۳۷۲۶۴۱ + غروب نجومی ۵۷ لاج اور دعائی
 طلوع نجومی ۵ لوب تبدیل بھی

انہوں نے نو ظاہر دی قیاسی ہے نہ لاج ۵ لوب
 + کی نیب + ی نیب
 = ولد با = مرمد
 { غروب
 طلوع }
 ۵۳۳ ۶۳۳
 یہ ان کا غشا غلط ہے۔ ربا وقت متاثر وہ انہوں
 نے صحیح دیا ہے پرچہ حساب ملاحظہ ہو۔
 وقت حقیقی ۴۶۶۶۶۶۶۶ + یہ وقت ہوا
 + تبدیل ریلوے ۱۰۳۳۳
 سکندوں میں فرق ہے ویس۔

مؤامرات

مدراس ن لہ - لول عرض
 ۹۷۶۳۳۸۹۷۶
 ۳۷۷
 ۹۷۶۳۳۹۳۵۳
 اچہ ار = ۲۷ - ۲۳
 عرض = ۴ - ۱۳
 بعد اقل = ۲۳ - ۱۰



$$\begin{array}{r}
 ۱۰۸ \\
 \hline
 ۲۱۱۸ - ۲۳ \\
 \hline
 ۵۹ - ۱۱ - ۳۰ \\
 \hline
 ۳۸ \quad ۳۸ \quad ۳۰ \\
 \hline
 ۹۰۹۳۲۹۳۵۳ \\
 \hline
 ۹۰۸۴۶۵۱۲۴ \\
 \hline
 ۰۰۳۴۴۳۴۶ \\
 \hline
 ۰۰۱۱۳۹۳۰ \\
 \hline
 ۹۰۸۵۹۲۴۸۶ \\
 \hline
 ۱۹۴۸ \\
 \hline
 ۸۰۸ \\
 \hline
 ۹۰۳۵۱۱ \\
 \hline
 ۱۰۰۲۶۵۶ \\
 \hline
 ۹۰۶۱۶۴ \\
 \hline
 ۴۰۱۳۶ \\
 \hline
 ۴ - ۲۶ - ۰ \\
 \hline
 ۴ - ۲۶ - ۲۰۱۳۶ \\
 \hline
 ۳ - ۱۳ - ۵۵۰۸۶۴ \\
 \hline
 \end{array}$$

= نصف اول
 = نصف دوم
 = صرف نصف اول
 = دوم
 = قائل میل
 = عرض
 = نورج
 = نورج
 = لا
 + لفضل
 = تویل
 + وقت نورج
 = عشاء
 = صبح

صرف نصف اول

$$\begin{array}{r}
 ۶۰۸۸۸۰۲۹۸ \\
 \hline
 ۴۸۶ \\
 \hline
 ۹۰۸۸۸۱۰۸۴ \\
 \hline
 ۳۵۰۵۰ \\
 \hline
 ۱۰۳۴ \\
 \hline
 ۳۱۸۵۰ \\
 \hline
 ۱۲۶۵۰ \\
 \hline
 ۳۵۵۰۰ \\
 \hline
 ۴۴۱۸۳
 \end{array}$$

صرف نصف دوم

$$\begin{array}{r}
 ۹۰۸۴۶۳۵۴۴ \\
 \hline
 ۵۵۳ \\
 \hline
 ۹۰۸۴۶۵۱۲۴ \\
 \hline
 \left. \begin{array}{l}
 \text{وقت نورج} \\
 ۰ - ۳۶ - ۰ \\
 \text{رفصل} \\
 ۱۰۰۲۶۵۶
 \end{array} \right\}
 \end{array}$$

$$\begin{array}{r}
 ۹۰ - ۳۳ - ۵۴۱ \\
 \hline
 ۸۶۴۸ \\
 \hline
 ۹۰ - ۳۳ - ۳۵۰۲۲ = \text{بدرستی اقصی مطلق} \\
 ۱۵ - ۳۵۰۶۴ = \text{بناصت قورس ارضان} \\
 ۹۰ - ۵۰ - ۳۰۰۹۹ = \text{بدرستی اقصی ارضان} \\
 ۱۰ - ۲۳ - \text{بدرستی ارضان پراس} \\
 ۲) ۱۰۱ - ۱۳ - ۳۰۰۹۹ = \text{مجموعہ} \\
 ۵۰ - ۳۶ - ۳۵۰۵۰ = \text{نصف اول}
 \end{array}$$



$\begin{array}{r} 4) 34183(889 \\ \underline{320} \\ 518 \\ \underline{380} \\ 383 \\ \underline{360} \\ 23 \\ \hline \text{وقت نصف دوم} \\ 810042 \\ \underline{1133} \\ 98101305 \\ \hline 35739 \\ \underline{1393} \\ 18194 \\ 30931 \\ \underline{18194} \\ 3529 \\ \hline 4) 64942(1133 \\ \underline{40} \\ 49 \\ \underline{40} \\ 194 \\ \underline{180} \\ 142 \\ \underline{120} \\ 22 \end{array}$	<p>نتیجہ</p> $\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لومرینج} \\ 4-26-50 \\ \text{رفصل} \\ 1001081 \end{array} \right\}$	$\begin{array}{r} \text{نصف دوم} = 35739 - 13 - 40 \\ 98881083 = \text{نصف اول} \\ 988101305 = \text{نصف دوم} \\ 10343344 = \text{قاعہ میل} \\ 10113930 = \text{عرض} \\ 1440495 = \text{لومرینج} \\ 69513 = \text{لومرینج} \\ \hline 1181 \\ 985159 = \text{لا} \\ \hline 1001081 = \text{+ لوفضل} \\ 984230 \\ \hline 30308 = \text{تحويل} \\ 4-26-50 = \text{وقت لومرینج} \\ 6-26-50308 = \text{غروب} \\ 5-22-57492 = \text{طلوع} \end{array}$
--	--	--

مسئلہ (۲۹۱ و ۲۹۰) از شہر جامع مسجد مسئلہ مولوی محمد افضل صاحب بخاری طالب علم منظر اسلام

<p>کوئی آدمی فجر کی نماز پڑھ رہا تھا اچانک اس نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے "سورج نکل آیا ہے" اب یہ آدمی جو فی الحال نماز میں ہے اپنی نماز پوری کر کے اس کا اعادہ کرے یا</p>	<p>شخصے در نماز فجر بود کہ ناگاہ بشنید کہ گوئندہ میگفت کہ آفتاب بر آمد الحال اس کس در نماز است نماز را بگذار د باز واپس اعادہ کند یا سلام بدہد بعد از طلوع</p>
--	--

آفتاب بخواند، بینوا توجروا۔
سلام پھیر دے اور طلوع کے بعد دوبارہ پڑھے؟ بینوا
توجروا۔ (ت)

الجواب:

نماز تمام کند و باز اگر صدق قائل در یابد اعادہ نماید این زمان
بسیارے از مردم وقت نمی شناسند و بقرب طلوع بانگ بر آرند
کہ آفتاب بر آمد و اللہ تعالیٰ اعلم۔
سوال دوم: چه میفرمایند علمائے دین کہ امام نماز صبح را این قدر
تاخیر میکنند کہ از آمدن آفتاب پنج دقیقه یا ده دقیقه مہماند کہ
سلام میدہد این طور نماز بغیر کراہت ادا میشود یا نہ، بینوا
توجروا۔
ہیں کہ سورج نکل آیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک امام صبح کی نماز اتنی تاخیر
سے پڑھاتا ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد سورج طلوع ہونے
میں صرف پانچ منٹ یا دس منٹ باقی رہتے ہیں کیا یہ نماز بغیر
کراہت کے ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (ت)

الجواب:

در بحر الرائق وغیرہ تصریح فرمودہ اند کہ وقت فجر وقت ظہر
اول تا آخر پنج کراہت ندارد یعنی بخلاف باقی اوقات کہ آخر آہنہا
مکروہ است پس ہر کہ در وقت شناسی دستگاہ کافی دارد بایں طور
نماز او بلاشبہ بے کراہت است کہ بُوئے از کراہت ندارد، واللہ
تعالیٰ اعلم۔
البحر الرائق وغیرہ میں تصریح کی گئی ہے کہ فجر اور ظہر کے
اوقات میں اول سے آخر تک کوئی کراہت نہیں ہے، بخلاف
باقی اوقات کے کہ وہ آخر میں مکروہ ہو جاتے ہیں، اس لئے جو
شخص وقت شناسی میں مہارت رکھتا ہو، اگر اس طرح نماز
پڑھے (جیسا کہ سوال میں مذکور ہے) تو اس کی نماز بغیر
کراہت کے صحیح ہے۔ اس میں کراہت کا کوئی شائبہ تک نہیں
ہے۔ (ت)

مسئلہ (۲۹۶ تا ۲۹۷) از جڑودہ ضلع میرٹھ مسئلہ سید سراج احمد صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

(۱) فجر کی نماز کا مستحب وقت کون سا ہے اور جس جگہ اُفق صاف نظر آتا ہو وہاں طلوع کی کیا پہچان ہے؟

(۲) ظہر کا اول وقت کے بجے ہوتا ہے اور ضلع میرٹھ میں کے بجے سے کے بجے تک رہتا ہے اور جماعت کے بجے ہونا چاہئے

موسم گرم اور موسم سرما کب سے کب تک مانے جاتے ہیں اور ان میں ظہر کے مستحب اوقات

کیا ہیں؟

(۳) عصر کا مستحب وقت کون سا ہے، جماعت کے بچے ہونا چاہئے؟

(۴) جس جگہ اُفق نظر آتا ہو وہاں غروب کی کیا پہچان ہے اور غروب سے کتنی دیر بعد مغرب کی اذان اور جماعت ہونا چاہئے اور مغرب کا وقت کتنی دیر تک رہتا ہے؟

(۵) عشا کا وقت مغرب سے کتنی دیر بعد ہوتا ہے؟

الجواب الملفوظ

(۵۱) فجر کا مستحب وقت اس کے وقت کا نصف اخیر ہے مثلاً اگر آج ایک گھنٹہ بیس منٹ کی صبح ہو تو اس وقت کے طلوع شمس میں چالیس منٹ باقی رہیں اور افضل یہ ہے کہ ایسے وقت ۴۰ یا ۶۰ آیتوں سے پڑھی جائے کہ اگر فساد نماز ثابت ہو تو پھر طلوع سے پہلے یونہی اعادہ ہو سکے اس کا لحاظ رکھ کر جتنی بھی تاخیر کی جائے افضل ہے، جب اُفق صاف نظر آتا ہے اور بیچ میں درخت وغیرہ کچھ حائل نہیں تو طلوع یہ ہے کہ آفتاب کی پہلی کرن چمکے اور غروب یہ کہ پچھلی کرن نگاہ سے غائب ہو جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ظہر کا اول وقت آفتاب نصف النہار سے ڈھلتے ہی شروع ہوتا ہے اور گھنٹوں کے اعتبار سے باختلاف بلاد مختلف ہوگا یہاں تک کہ بعض بلاد ہندوستان میں بعض ایام میں ریلوے گھڑی سے ۱۲ بجے بھی وقت شروع ہوگا اور بعض یعنی بعض ایام میں ۱۱ بجے سے پہلے ظہر کا وقت ہو جائے گا یہ تعدیل ایام و اختلافات طول معلوم ہونے پر موقوف ہے جماعت گرمی میں وقت ظہر کے نصف آخر میں ہو اور جاڑوں میں نصف اول میں، میرٹھ میں کبھی ۵ بجے سے بعد تک وقت ظہر باقی رہتا ہے اور کبھی پونے چار بجے سے پہلے ختم ہو جاتا ہے اس میں بیانات کا اختلاف ہے اصل تقسیم اہل ہند نے یہ کی ہے کہ راس الحمل سے ختم جوڑا تک بہار اور راس السرطان سے ختم سنبہ تک گرما اور راس المیزان سے ختم قوس تک خریف اور راس الجبوی سے ختم خوت تک سرما مگر یہ یہاں کہ فصلوں سے مطابق نہیں آتی، صاحب بحر نے رنج کو گرما سے ملحق کیا ہے اور یہ بھی قرین قیاس کہ آخر ستمبر سے دو ٹکٹ مارچ تک سرما سمجھنا چاہئے اور باقی گرما، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) عصر کا وقت مستحب ہمیشہ اس کے وقت کا نصف اخیر ہے مگر روزِ اربعہ تہلیل چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) غروب کا جس وقت یقین ہو جائے اصلاً دیر اذان و افطار میں نہ کی جائے اس کی اذان و جماعت میں فاصلہ نہیں، مغرب کا

وقت میرٹھ میں کم از کم ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۳۶ منٹ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۹۷) از موضع سراں ڈاک خانہ بشندور تحصیل ضلع جہلم مرسلہ حافظ سجاد شاہ ۷ اشعبان ۱۳۳۷ھ

بخدمت جناب فیض مآب سر تاج حنفیان حضرت احمد رضا خان صاحب ادام اللہ فیہ صکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ کے بعد بہزار آداب التماس کہ یم حنفیان کو بڑا فخر ہے کہ آپ جیسے مجتہد فقیہ خلیفہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ و امام اعظم اس زمانے کے آپ موجود ہیں ان مسئلوں مفصلہ ذیل کی سخت ضرورت ہے مہربانی فرما کر بتحقیق عمیق و تدقیق مابین ایشاد فرمادیں عند اللہ ماجور ہوں گے لہذا مسئلہ اولیٰ فی الزوال کی اور شناخت وقت ظہر کی سخت ضرورت ہے میں اس سے بہت حیران ہوں بعض اوقات مجمع عام میں نماز ظہر جو بدخول وقت اول ہی پڑھی جاتی ہے مگر مجھے یقین دخول وقت کا بھی نہیں ہوتا آپ تحریر فرمائیں کہ بارہ ۱۲ بجے کے بعد ایک دو منٹ پر وقت ظہر داخل ہوتا ہے یا نہیں اور جن دیہات میں حساب گھڑی کا نہ ہو تو مسجد کے دروازہ سے اگر سایہ باہر ایک دو انگشت نکلے تو ظہر داخل ہے یا نہ، پھر جب سایہ بڑھنے میں ہو تو وقت ظہر داخل ہے یا نہ قبل قیام ظہیرہ نصف نہار کے سایہ گھٹتا رہتا ہے نصف نہار کو کھڑا ہوتا ہے پھر بڑھنے لگتا ہے جب سایہ بڑھانے میں ہو تو ظہر داخل ہے یا نہ، اور سایہ اصلی ظہر کے واسطے نکالا جاتا ہے یا نہ شناخت ظہر سفر حضر میں کس طرح ہوتی ہے اور سایہ اصل قبل زوال یا وقت زوال یا بعد زوال کیا ہوتا ہے اور سایہ اصلی بوقت دوپہر بطرف شمال ہوتا ہے پس عصر کے واسطے مقیاس کی بیخ سے سایہ اصلی خارج بطرف مشرق کیا جاتا ہے یا کہ بطرف شمال خارج کر کے پھر دو چند کیا جائے فرائد سنہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بطرف شمال سایہ اصلی کو چھوڑ کر دو چند کیا جائے۔ عبارت فرائد سنہ کی یہ ہے۔

فی الزوال کی پہچان۔ زوال سے پہلے ایک سیدھی لکڑی ہموار زمین میں نصب کی جائے تو اس کا سایہ کم ہوتا جائیگا، جب سایہ ٹھہر جائے اور گھٹے بڑھے نہ تو یہ قیام ظہیرہ کا وقت ہے۔ جب بڑھنے لگے تو سورج کا زوال شروع ہو جاتا ہے، اب جہاں سے بڑھنے کا آغاز ہوا ہے وہاں ایک لکیر بطور نشانی لگا دو، اس لکیر سے لکڑی تک جو سایہ ہے یہ فی الزوال ہے، جب لکڑی کا سایہ اس کی ایک مثل یا دو مثل ہو جائے یعنی لکیر سے، نہ کہ لکڑی کی جڑ سے، تو ظہر کا وقت ختم ہو جائے گا اور عصر کا وقت داخل ہو جائے گا اور زوال کا سایہ شمالی کی جانب ہوتا ہے۔ (ت)

معرفة فیئ الزوال یغرز خشبة مستویة فی ارض مستویة قبل الزوال فالظل ینقص فاذا وقف لم ینقص ولم یزد فهو قیام الظہیرة فاذا اخذ فی الزیادة فقد زالت الشمس فخط علی راس الزیادة خطأ فیکون من راس الخط الی العود فیئ الزوال فاذا صار ظل العود مثله او مثلیه من راس الخط لا من موضع غرز العود خرج وقت الظہر ودخل وقت العصر و فیئ الزوال یكون الی الشمال¹۔

اس مسئلہ کی مجھے سخت ضرورت ہے مہربانی فرما کر اس میں اچھی غور فرما کر پھر ان میں جو جو میرے سوالات ہیں جن کے سبب میں غلطی میں پڑا ہوں ان کو بنور سواد منور فرماؤ۔

الجواب:

نصف النہار فی الزوال کی یہ کافی پہچان ہے جو آپ نے فرمادہ سنیہ سے نقل کی ہموار زمین میں سیدھی لکڑی عمودی حالت پر قائم کی جائے اور وقتاً فوقتاً سایہ کو دیکھتے رہیں جب تک سایہ گھٹنے میں ہے دوپہر نہیں ہو اور جب ٹھہر گیا نصف النہار ہو گیا اس وقت کا سایہ ٹھیک نقطہ شمال کی جانب ہو گا اسے ناپ رکھا جائے کہ یہی فی الزوال ہے اس سے پہلے سایہ مغرب کی طرف تھا جب سایہ بڑھنے لگا دوپہر ڈھل گیا اب سایہ مشرق کی طرف ہو جائے گا جب لکڑی کا سایہ مشرق و شمال کے گوشہ میں اُسے ف الزوال کی مقدار اور لکڑی کے دو مثل کو پہنچ گیا مثلاً آج ٹھیک دوپہر کو لکڑی کا سایہ اُس کا نصف مثل تھا اور اُس وقت خاص نقطہ شمال کو تھا وقتاً فوقتاً بڑھے گا اور مشرق کی طرف جھکے گا جب سایہ لکڑی کا ڈھائی مثل ہو جائے عصر ہو گیا اور اس سے زیادہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ صحیح کپاس سے نہایت ہموار زمین میں سیدھا خط جانب قطب کھینچ لیجئے اور اس خط کے جنوبی کنارے پر وہ لکڑی عموداً قائم کیجئے لکڑی کا سایہ جب تک اس خط سے مغرب کو ہے دوپہر نہ ہو جب سایہ اس خط پر منطبق ہو جائے ٹھیک دوپہر ہے اور اُسی وقت کا سایہ فی الزوال ہے جب سایہ اس خط سے مشرق کو ہٹے دوپہر ڈھل گیا مسجد کی مشرقی دیوار اگر سیدھی ہموار اور ٹھیک نقطتین جنوب و شمال کو ہے اور اُس کے دونوں پہلو پر زمین ہموار ہے تو اُس سے بھی شناخت ہو سکتی ہے دیوار کا سایہ جب تک اُس سے مغرب کو ہے دوپہر نہ ہو اور جب مشرق کو پڑے دوپہر ڈھل گیا اور جب دونوں پہلوؤں پر سایہ نہ ہو تو ٹھیک دوپہر ہے گھڑیوں کے بارہ ۱۲ سے اس کی شناخت تعدیل الایام و فصل طول جاننے پر منحصر ہے اصل بلدی وقت سے دوپہر کبھی سوا بارہ ۱۲ بجے بھی نہیں ہوتا اور کبھی پونے گیارہ بجے ظہر ہو جاتا ہے اور جبکہ گھڑیاں مقامی وقت پر نہ چلیں بلکہ دوسری جگہ کے وقت پر جیسے ہندوستان میں شرق سے غرب تک ساری گھڑیاں وسط ہند کے وقت پر جاری ہیں جس کا طول ۸۲ درجے ۳۰ دقیقے ہے جب تو بہت کثیر تفاوت ہو جائے گا مثلاً جہلم میں ۱۱ فروری کو ۱۲ بج کر انچاس ۳۹ منٹ تک بھی دوپہر نہ ہو گا اور کلکتہ میں نومبر کی چوتھی کو ۱۱ بج کر ۲۰ منٹ پر وقت ظہر ہو جائے گا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۹۸) از مزنگ لاہور مرسلہ ابوالرشید محمد عبدالعزیز خطیب و امام جامع مسجد ملک سردار خان مرحوم ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اوقات نماز جو شارع علیہ السلام نے معین فرمائے ہیں ان کے بیچ میں کسی نماز کا فاصل وقت مقرر کرنا جائز ہے یا حرام؟

الجواب:

حدیث میں سنتِ اقدس یوں مروی ہے کہ جب لوگ جلد حاضر ہو جاتے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز جلد پڑھ لیتے اور حاضری میں دیر ملاحظہ فرماتے تو تاخیر فرماتے اور کبھی سب لوگ حاضر ہو جاتے اور تاخیر فرماتے یہاں تک کہ ایک بار نماز عشا میں تشریف آوری کا بہت انتظارِ طویل صحابہ کرام نے کیا بہت دیر کے بعد مجبور ہو کر امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درِ اقدس پر عرض کی کہ عورتیں اور بچے سو گئے، اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برآمد ہوئے اور فرمایا: "رُوئے زمین پر تمہارے سوا کوئی نہیں جو اس نماز کا انتظار کرتا ہو اور تم نماز ہی میں ہو جب تک نماز کے انتظار میں رہو"۔ نمازوں کے لئے اگر گھنٹے گھڑی کے حساب سے اگر کوئی وقت معین کر لیا جائے جس سے لوگوں کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے اور وقت معین پر جلد جمع ہو جائیں جیسا حرمین طہیین میں اب معمول ہے تو اس میں بھی حرج نہیں جبکہ ضعیفوں اور مریضوں پر تکلیف اور جماعت کی تفریق نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۷ صفر ۱۳۳۸ھ

مسئلہ (۲۹۹) از مراد آباد مرسلہ مولوی محمد عبدالباری صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی امام عادتاً مغرب کی اذان اُس وقت دلاوے کہ اُس شہر کی سب مساجد میں یقیناً نماز ہو چکی ہو مثلاً ۲۰ منٹ کے بعد اور اپنے پیر کے دکھانے کو یعنی اُس کی موجودگی میں بیس ۲۰ منٹ قبل قصداً ایسا کرے اور ساتھ ہی اس کے جو سجود و قعود کہ وہ عادتاً کرتا تھا اپنے پیر کی موجودگی اُس سے سہ گئے وقت میں ادا کرے تو یہ اذان و نماز کہاں تک ریا و مکاری پر دال ہے۔

الجواب:

اذانِ مغرب میں بلاوجہ شرعی تاخیر خلاف سنت ہے پیر کے سامنے جلد دلوانا ریا پر کیوں محمول کیا جائے بلکہ پیر کے خوف یا لحاظ سے اُس خلافِ سنت کا ترک پیر کے سامنے رکوع و سجود میں دیر بھی خواہ نخواہ ریا اور مکاری پر دلیل نہیں بلکہ اس کے موجود ہونے سے تاثر بھی ممکن اور مسلمانوں کا فعل حتی الامکان محملِ حسن پر محمول کرنا واجب اور بدگمانی ریا سے کچھ کم حرام نہیں، ہاں اگر رکوع و سجود میں اتنی دیر لگاتا ہو کہ سنت سے زائد اور مقیدیوں پر گراں ہو تو ضرور گنہگار ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال دوم (۳۰۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ طلوع آفتاب ہونے کے کتنی دیر کے بعد نماز قضا پڑھنے کا حکم ہے اور وہ شخص جس نے کہ سنتیں فجر کی نہ پڑھی ہوں اور دس بارہ منٹ طلوع میں باقی ہوں نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں، اسی طرح پر ظہر کی سنت بے پڑھے امامت کر سکتا ہے یا نہیں، بینوا تو جروا۔

الجواب:

طلوع کے بعد کم از کم بیس منٹ کا انتظار واجب ہے۔ دس بارہ منٹ میں سنتیں اور فرض دونوں ہو سکتے ہیں سنتیں پڑھ کر نماز پڑھائے، اگر وقت بقدر فرض ہی کے باقی ہے تو آپ ہی سنتیں چھوڑے گا پھر اگر جماعت میں کسی نے ابھی سنتیں نہ پڑھیں یا جس نے پڑھیں وہ قابلِ امامت نہیں تو جس نے نہ پڑھیں وہی امامت کرے گا اور اگر وقت میں وسعت ہے تو سنت قبیلہ کا ترک گناہ ہے اور اُس کی امامت مکروہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۰۱) از موضع باکری ضلع گورگانوہ ڈاک خانہ ڈھنیہ مسئولہ محمد یسین خان ۱۰ رمضان ۱۳۳۱ھ

علمائے دین کیا فرماتے ہیں ایک مولوی صاحب مولود شریف عشا سے لے کر ایک بجے رات تک پڑھتے اور نماز عشا بعد مولود شریف کے ایک بجے کے بعد پڑھتے ہیں بغیر عذر کے، فقط۔

الجواب الملقوٹ:

نماز عشا کی نصف شب سے زائد تاخیر مکروہ ہے اُن کو چاہئے عشا پڑھ کر مجلس شریف پڑھا کریں، وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۰۲) از بے پور بیرون اجمیری دروازہ، کوٹھی حاجی عبدالواجد علی خان مسئولہ حامد حسن قادری ۱۷ رمضان ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز مغرب اور افطار کا حکم ایسے وقت دینا کہ چند حضار مسلمانوں کو غروب میں کلام ہو گیا ہے اور ان دونوں کا صحیح وقت کیا اور اس کی شناخت کیا ہے؟

(۲) نماز مغرب اور اذان عشا میں کس قدر فاصلہ درکار ہے، کیا جس جگہ پر بحساب دھوپ گھڑی قریب سوا سات بجے شام کو اذان مغرب ہوتی ہو وہاں آٹھ بجے فرض عشا پڑھ سکتے ہیں، اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ کم از کم ایک گھنٹا پچیس منٹ کا فاصلہ اذان مغرب و اذان عشا میں ہونا چاہئے، اس کا کیا حکم ہے؟ بیینوا تو جروا۔

الجواب:

جب مشرق سے سیاہی بلند ہو اور مغرب میں دن چھپے اور آفتاب ڈوبنے پر یقین یعنی پورا ظن غالب ہو جائے اُس وقت افطار کیا جائے اُس کے بعد دیر لگانا نہ چاہئے، یہی علامات حدیث میں ارشاد ہوئیں اور جو عالم مقتدا ہو اور علم توقیت جانتا ہو اور اُسے قرآن صحیح سے غروب کا یقین ہو گیا ہو وہ افطار کا فتویٰ دے سکتا ہے اگرچہ بعض ناواقفوں کو غروب میں ابھی تردد ہو کما دَلّ علیہ حدیث انزل فاجدح لنا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ فاصلے باختلافِ عرض بلد مختلف ہوتے ہیں، ان میں کم از کم ایک گھنٹا ۱۸ منٹ کا فاصلہ ہے سواست پر آفتاب ڈوبے اور پون گھنٹے بعد عشا ہو جائے ایسا تمام جہان میں کہیں نہیں جس زمانے میں سواست کے قریب غروب ہوتا ہے اذان مغرب و عشا کا فاصلہ اور بھی بہت زائد ہو جاتا ہے مثلاً ان بلاد میں ایک گھنٹا چھتیس منٹ اور پون گھنٹے کا فاصلہ تو ان بلاد میں کسی طرح مذہبِ صاحبین پر بھی صحیح نہیں تو وہ نمازِ عشا زروئے مذہبِ حنفی بالکل باطل ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

<p>کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو فرائض نماز میں داخل ہیں، ان کی فرضیت ہر نماز میں یکساں ہے یا صرف فرضی نمازوں کے ساتھ مختص ہے؟ بینوا تو جبروا۔ (ت)</p>	<p>مسئلہ (۳۰۳) چہ میفرماید علمائے دین اندرین مسئلہ کہ فرائض داخل نماز در ہر صلاۃ فرضیت او یکساں ست یا صرف در نماز فرض، بینوا تو جبروا۔</p>
--	--

الجواب:

<p>تکبیر تحریمہ، ہر نماز میں، حتیٰ کہ نماز جنازہ میں بھی۔ رکوع، سجود، قرأت اور قعود (نماز جنازہ کے علاوہ) ہر نماز میں، خواہ نقلی نماز ہو۔ قیام، ہر اس نماز میں جو فرض اور واجب ہو اور اصح قول کے مطابق فجر کی سنتوں میں بھی۔ اپنے کسی عمل سے نماز سے فجر کی سنتوں میں بھی۔ اپنے کسی عمل سے نماز سے خارج ہونا بروعی کی تحریر کے مطابق، کرخی کا اس میں اختلاف ہے۔ یہ سب فرائض ہیں اور تعدیل ارکان واجب ہے۔ لیکن استطاعت سب میں شرط ہے۔ گوٹکا تکبیر وقرات کا اور اشارہ کرنے والا مریض رکوع و سجود کا مکلف نہیں ہے۔ علامہ شرنبلالی کی مراتب الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے کہ اگر کُبرے کا کُبر اپن رکوع کی حد تک پہنچا ہوا ہے تو وہ رکوع کے لئے سر سے اشارہ کرے گا کیوں کہ اس سے زیادہ اس کے بس میں نہیں ہے اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>تکبیر تحریمہ در ہر نماز مطلقاً حتیٰ صلاۃ الجنازۃ و رکوع و سجود وقرات و قعود در ہر نماز مطلق اگرچہ نافلہ باشد و قیام در ہر نماز فرض و واجب و نیز در سنت فجر علی الاصح و خروج بصر خود علی تحریر البروعی بخلاف الکرخی ایمنہ فرض است و تعدیل ارکان واجب و قدرت ہمہ جا شرط است ائرس رائتکبیر وقرات و مریض مؤمی را بر رکوع و سجود تکلیف نہ ہند و فی مراتب الفلاح شرح نور الایضاح للعلامة الشرنبلالی الاحدب اذا بلغت حدیثہ الركوع یشیر براسہ للركوع لانه عاجز مما هو اعلی^۱ اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

^۱ مراتب الفلاح مع حاشیۃ الطحاوی، باب شروط الصلوۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۵

مسئلہ (۳۰۴) نہارِ عرفی و شرعی میں کیا فرق ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ نہارِ عرفی طلوعِ مرئی کمنارہ شمس سے غروبِ مرئی کل قرص شمس تک ہے

<p>اس سے میں نے احتراز کیا ہے نہارِ نجومی سے، کیونکہ وہ مشرقی جانب کے افقی دائرہ پر سورج کے مرکز کے منطبق ہونے سے شروع ہوتی ہے اور مغربی جانب کے افقی دائرہ پر سورج کے مرکز کے منطبق ہونے پر ختم ہوتی ہے تو نہارِ عرفی، نہارِ نجومی سے ہمیشہ اتنی بڑی ہوتی ہے جتنی دیر میں سورج کا آدھا کرہ طلوع ہوتا ہے اور آدھا غروب ہوتا ہے، جیسا کہ مخفی نہیں ہے، اور دونوں طرف جو افقی انکسار واقع ہوتا ہے اس کے تقاضے کے اندازہ کیا جائے گا اور وہ ہر جانب، فلکِ بروج کے دقیقوں میں سے چونتیس ۳۴ دقیقوں کے برابر ہوتا ہے۔ (ت)</p>	<p>واحتزت بذلك عن النهار النجومى فانه من انطباق مركز الشمس على دائرة الافق من قبل المشرق الى انطباقه عليها في جهة المغرب، فيكون العرفى اكبر من النجومى ابداً بقدر ما يطلع نصف كرة الشمس ويغرب النصف كما لا يخفى، ويقدر ما يقتضيه الانكسار الافقى في الجانبين، وهو قدر اربع وثلثين دقيقه من دقائق فلک البروج، في كل جانب۔</p>
---	--

اور نہارِ شرعی طلوعِ فجر صادق سے غروبِ مرئی کل آفتاب تک ہے تو اس کا نصف ہمیشہ اس کے نصف سے پہلے ہوگا مثلاً فرض کیجئے کہ جو تحویل حمل کا دن ہے کہ آفتاب بریلی اور اس کے قریب کے مواضع میں چھ^۱ بجے نکلا اور چھ بج کر چودہ^۲ منٹ پر ڈوبا اور تقریباً پونے پانچ بجے صادق چمکی تو اس دن نہارِ شرعی ساڑھے تیرہ (۱۳ ۱/۲) گھنٹے کا ہے جس کا آدھا چھ^۱ گھنٹے سینتالیس^۳ منٹ، اسی مقدار کو پونے پانچ (۳ ۳/۴) پر بڑھایا تو ساڑھے گیارہ بجے کا وقت آیا اسی کو ضحہ کبری کہتے ہیں اس وقت تک کچھ کھایا پیا نہ ہو تو روزہ کی نیت جائز ہے اس دوسرے قول پر اس وقت سے نصف النہار حقیقی تک کہ روزِ تحویل حمل یعنی بیس^۴ اکیس^۵ مارچ کو تقریباً بارہ بجے سات منٹ پر ہوتا ہے سارا وقت سینتیس^۶ منٹ کا وقت استواء ہے جس میں نماز ناجائز و ممنوع اور یہ ظاہر کہ یہ مقدمات اختلافِ موسم سے گھٹی بڑھتی رہیں گی، یہ قول ائمہ خوارزم کی طرف نسبت کیا گیا اور امام رکن الدین صابغی نے اسی پر فتویٰ دیا، والمختار میں ہے:

<p>قسمتانی میں اس قول کو کہ مراد نہارِ عرفی کا انتصاف ہے، ائمہ ماوراء النہر کی طرف منسوب کیا ہے اور</p>	<p>عزافی القہستانی، القول بان المراد انتصاف النهار العرفی، الى ائمة</p>
---	---

اس قول کو کہ نہار شرعی کا انتصاف مراد ہے، یعنی ضحوة کبریٰ زوال تک، ائمہ خوارزم کی طرف منسوب کیا ہے اور یہاں کچھ اور بحثیں ہیں جنہیں ہم کسی اور تحریر میں بیان کریں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔

ماوراء النہر، وبان المراد انتصاف النہار الشرعی، وهو الضحوة الکبریٰ الی الزوال، الی ائمة خوارزم^۱ وھہنا اباحت سنوردها ان شاء اللہ تعالیٰ فی غیر هذا التحریر عہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۰۵) مسئولہ حافظ علی نجش ساکن قصبہ اتولہ ضلع بریلی محلہ گنج مسجد خلیفہاں ۲۵ شوال المکرم ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

(۱) ۱۱/۱۳ اگست کو دھوپ گھڑی سے انج کر ۱۷ منٹ پر اور مدراس ٹائم سے ۱۱ بج کر ۳۳ منٹ سے ضحوة کبریٰ شروع ہوا اور دھوپ گھڑی سے ۱۲ بجے اور ریلوے ٹائم سے ۲ بج کر ۱۶ منٹ پر تمام ہوا تو ضحوة کبریٰ سے لے کر حقیقی نصف النہار تک کوئی نماز مثل عیدیں و جنازہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) مدراسی ٹائم شرعی وقت سے جنوری فروری میں ۲۰ منٹ آگے ہوتا ہے جبکہ شرعی وقت میں ۱۲ بجتے ہیں تو مدراسی ٹائم میں ۱۲ بج کر ۲۰ منٹ آتے ہیں اگر کسی مسجد میں مدراسی ٹائم سے گھڑی ہو اسی حساب سے ۱۲ بج کر ۱۰ منٹ باقی ہیں اور زوال دھوپ گھڑی سے مانا جائے گا یا مدراسی ٹائم سے اور یوم جمعہ کو زوال ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) اصح و احسن یہی ہے کہ ضحوة کبریٰ سے نصف النہار حقیقی تک سارا وقت وہ ہے جس میں نماز نہیں، ہاں جنازہ اسی وقت میں آیا تو پڑھ سکتے ہیں لتا دیہا کہا و جبت۔

(۲) ہمارے مذہب میں بروز جمعہ بھی وقت استوا پر وہی احکام ہیں جسے لوگ وقت زوال بولتے ہیں، زوال میں صحیح دھوپ گھڑی کا اعتبار ہے مدراس وغیرہ کے اوقات کا کچھ لحاظ نہیں، جو اذان زوال سے پہلے ہوئی ناجائز ہوئی زوال آنے پر پھر کہی جائے کہا حکم کل اذان قبل الوقت اب ریلوے گھڑیوں میں جولائی ۱۹۰۵ء سے مدراسی وقت بھی نہیں بلکہ وسط ہند کا وقت ہے جہاں فصل طول ساڑھے بیاسی درجے یعنی ساڑھے پانچ گھنٹے کا ہے لہذا ہندوستان بھر کی گھڑیاں جب سے نومنت زائد کردی گئی ہیں اس زیادت پر بھی جنوری کی ابتدائی تاریخوں

عہ بیاض فی الاصل بخط الناسخ ختمہ علی لفظۃ التی فبدلناہ بالتحرییر ۱۲ مصحح الفقیر حامد رضا خان غفرلہ

میں ۲ بج کر ۲۰ منٹ سے پہلے زوال ہے، ہاں بعد کی تاریخوں اور فروری میں اتنا اور اتنے سے زائد آنولہ میں ۲ بج کر ۲۶ منٹ تک ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۰۶) مسؤلہ عبداللہ ڈکاندار مقام درو ضلع میننی تال روز سہ شنبہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس میں کہ:

(۱) صبح کاذب اور صبح صادق کی مجھے قطعی پہچان نہیں ہے کہ صبح صادق کتنی دیر کی ہوتی ہے کل میعاد لگادی جائے کہ گھنٹہ بھر کا یا کم و بیش مجھے لفظوں میں شک رہتا ہے اور بارہ "مہینے ایک ہی برابر ہوتا ہے یا کچھ فرق ہے ہر مہینہ کی علیحدہ علیحدہ میعاد لگادیتے تاکہ تسکین ہو۔

(۲) تہجد کے وقت بیس ۲۰ رکعت قضا پڑھے تو ہر نیت کے ساتھ اقامت کرے یا کہ پہلی نیت کے۔ بینوا اتوجروا۔

الجواب:

(۱) ان شہروں میں کم سے کم ایک گھنٹہ انیس منٹ کی ہوتی ہے یعنی صبح صادق ہونے سے طلوع آفتاب تک اتنا وقت رہتا ہے یہ مارچ کے مہینہ میں ہے پھر وقت بڑھتا جاتا ہے اخیر جون میں ایک گھنٹہ پینتیس منٹ ہو جاتا ہے اس سے زیادہ صبح کی مقدار ان شہروں میں نہیں ہوتی پھر گھنٹتا جاتا ہے اخیر ستمبر میں وہی ایک گھنٹہ انیس منٹ رہ جاتا ہے چو بیس اکتوبر تک یہی رہتا ہے پھر بڑھتا ہے ۲۲ دسمبر کو ایک گھنٹہ ۲۸ منٹ ہو جاتا ہے۔ جاڑے کے موسم میں اس سے زیادہ نہیں بڑھتا پھر گھنٹتا شروع ہوتا ہے مارچ میں وہی ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ رہ جاتا ہے انیس ۱۶ منٹ کے اندر دورہ کرتا ہے یعنی کم سے کم ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹتا ۳۵ منٹ۔

(۲) قضا کہ تنہا پڑھے اس میں ایک دفعہ بھی اقامت نہ چاہئے کہ قضا کرنا گناہ تھا اور گناہ کے چھپانے کا حکم تھا نہ کہ اعلان کا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۰۷) مسؤلہ محمد یوسف از فتح پور ڈاکخانہ سیور ضلع بھاگل پور بتاریخ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اوقات نماز کو مقرر کرنا چاہئے یا جس وقت خاص لوگ آلیں اس وقت نماز شروع کرنا چاہئے، بینوا اتوجروا۔

الجواب: عادت کریمہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ تھی جب لوگ جلد جمع ہو جاتے نماز پڑھ لیتے ورنہ دیر فرماتے مگر آج کل لوگوں کو شوق جماعت کم ہے وقت مستحب کی تعیین مناسب ہے پھر بھی اگر تاخیر دیکھیں تو اتنا انتظار کریں کہ حاضرین پر بار نہ ہو اور کسی خاص شخص کے انتظار کے لئے تاخیر نہ چاہئے مگر چند صورتوں میں، اول کہ وہ امام معین ہو، دوم عالم دین، سوم حاکم اسلام، چہارم پابند جماعت کہ بعض اوقات مرض وغیرہ عذر

کی وجہ سے اسے دیر ہو جائے، پنجم سر، بر آوردہ شریر جس کا انتظار نہ کرنے سے اے ذکا خوف ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۰۸) از مقام آہور ملک مارواڑ متصل آیر پتور اپیر محمد امیر الدین، روزیک شنبہ بتاریخ ۱۳ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ نماز عصر کے بعد قرآن شریف پڑھنا دیکھ کر یازبانی امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں، بینوا تو جروا۔

الجواب:

بعد نماز عصر تلاوت قرآن عظیم جائز ہے دیکھ کر ہو خواہ یا پیر، مگر جب آفتاب قریب غروب پہنچے اور وقت کراہت آئے اُس وقت تلاوت التوی کی جائے اور اذکار الہیہ کیسے جائیں کہ آفتاب نکلنے اور ڈوبنے اور ٹھیک دوپہر کے وقت نماز ناجائز ہے اور تلاوت مکروہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۰۹) بعد نماز عصر کے اور فجر کے سجدہ کرنا یا فقہ پڑھنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

جائز ہے مگر جب عصر میں وقت کراہت آجائے تو قضا بھی جائز نہیں اور سجدہ مکروہ اگرچہ سہو یا تلاوت کا ہو اور سجدہ شکر تو بعد نماز فجر و عصر مطلقاً مکروہ، دُر مختار میں ہے:

مکروہ تحریمی ہے اور جو کام جائز نہ ہو وہ مکروہ ہی ہوتا ہے نماز مطلقاً خواہ قضا ہو، واجب ہو، نفل ہو یا نماز جنازہ ہو۔ اور سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو۔ بوقت طلوع، استواء اور غروب۔ (ت)	وکرہ تحریمياً، وکل ما لا یجوز مکروہ، صلاة مطلقاً، ولو قضاء او واجبة او نفلا او علی جنازة وسجدة تلاوة وسهو، مع شروق واستواء وغروب
---	--

ردالمحتار میں ہے:

نماز کے بعد سجدہ شکر کرنا ان اوقات میں مکروہ ہے جن میں نماز مکروہ ہے، اس کے علاوہ مکروہ نہیں (ت)	یکرہ ان یسجد شکر بعد الصلاة، فی الوقت الذی یکرہ فیہ النفل ولا یکرہ فی غیرہ ^۲ ۱ھ واللہ تعالیٰ اعلم
--	--

^۱ در مختار کتاب الصلوٰۃ ۱۲۰۱ تاخیر العصر مطبوعہ مجتہبائی دہلی ۱/۱۱

^۲ ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ مطلب طلوع الشمس من مغربہا مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۳۱۱

مسئلہ (۳۱۰) از سہادر ضلع ایٹہ مسؤلہ اولاد علی صاحب بروز شنبہ بتاریخ ۵ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

(۱) زید نے نماز فجر طلوع آفتاب سے پہلے شروع کی اور اُس کے نماز پڑھنے میں آفتاب نکل آیا تو وہ نماز ہوئی یا نہیں؟

(۲) نماز مغرب غروب آفتاب سے پہلے شروع کی اور نماز پڑھتے ہی میں آفتاب غروب ہو گیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

(۱) نماز فجر میں سلام سے پہلے اگر ایک ذرا سا کنارہ طلوع ہوا نماز نہ ہوگی۔

(۲) اگر ایک نقطہ بھر کنارہ شمس غروب کو باقی ہے اور اس نے مغرب کی تکبیر تحریمہ کہی نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۱۱) منشی عبدالرحمن صاحب اعظمی از ریاست بے پور گھاٹ دروازہ ۲۳ محرم ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فجر کی نماز جو اصحاب حنفیہ کے یہاں اسفار میں ہے کہ وہ کس وقت سے شروع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب سے کتنے پر نماز ختم ہونی چاہئے، اس کی کیا مقدار ہے اور بعد اختتام نماز فجر کتنے منٹ طلوع آفتاب کو باقی رہنا چاہئیں: مفصل طور پر بیان فرمایا جائے، بینوا توجروا۔

الجواب:

آج صبح کا جتنا وقت ہے اس کا نصف اول چھوڑ کر نصف ثانی سے وقت مستحب شروع ہوتا ہے کمانی البحر الرائق وغیرہ اور اس میں بھی جس قدر تاخیر ہوا افضل ہے اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر^۱ (فجر کو خوب روشن کرو کیونکہ اس میں زیادہ اجر ہے۔ ت) مگر نہ اس قدر کہ طلوع میں شبہ پڑ جائے اتنا وقت رہنا اولیٰ کہ اگر نماز میں کوئی فساد ہو تو وقت میں مسنون طور پر اعادہ ہو سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۱۲) مرسلہ ولی احمد قلعی گجراتی کھیت صدر بازار ۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

جناب پیر صاحب قبلہ السلام علیکم، بعد سلام علیک کے واضح ہو کہ جمعہ کا وقت جاڑے کے دنوں میں کتنے بجے تک رہتا ہے اور گرمیوں میں کتنے بجے تک رہتا ہے خلاصہ حال سے براہ مہربانی اطلاع دیجئے اور عصر کا وقت کتنے بجے تک رہتا ہے یہ بھی اطلاع دیجئے ایک شخص اعتراض کرتے ہیں جمعہ کے وقت کا اس وجہ سے آپ کو تکلیف دی فقط والسلام۔

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا ۝

^۱ مشکوٰۃ المصابیح باب تعجیل الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبائے دہلی ص ۶۱

الجواب:

جمعہ اور ظہر کا ایک ہی وقت ہے سایہ جب تک سایہ اصل کے سوا دوشکل کو پہنچے جمعہ و ظہر دونوں کا وقت باقی رہتا ہے، بریلی میں ریلوے وقت سے جاڑوں میں کم از کم ۳ بج کر چالیس ۲۰ منٹ تک وقت رہتا ہے اور گرمیوں میں زیادہ سے زیادہ ۵ بج کے ۷ منٹ تک، عصر کا وقت غروب تک ہے اور اس سے تقریباً بیس ۲۰ منٹ پہلے وقتِ کراہت شروع ہو جاتا ہے، غروب جاڑوں میں ۵ بج کر ساڑھے ۱۵ منٹ پر ہوتا ہے اور گرمیوں میں زیادہ سے زیادہ سات بج کے چودہ ۱۴ منٹ پر، وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۱۳) ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سفر کے عذر سے جس میں قصر لازم آتا ہے دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

ناجائز ہے، قال اللہ تعالیٰ: إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا ۝۱ (بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہوا) کہ نہ وقت سے پہلے صحیح نہ وقت کھو کر پڑھنا وابلکہ فرض ہے کہ نماز اپنے وقت پر ادا ہو حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظة ان تؤخر صلاة حتی یدخل وقت صلاة اخرى ۲	سونے میں کچھ تقصیر نہیں تقصیر تو جاگنے میں ہے کہ تو ایک نماز کو اتنا مؤخر کرے کہ دوسرے نماز کا وقت آجائے۔
---	---

یہ حدیث خود حالتِ سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی رواہ مسلم و احمد و ابوداؤد و الطحاوی و ابن حبان عن ابی قتادة رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سفر و حضر میں حاضر بارگاہ رسالت پناہ ہمراہ نبوت مآب رہا کرتے صاف صریح انکار فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی دو نمازیں جمع فرماتے نہ دیکھا مگر مزدلفہ عرفات میں جہاں کی جمع ہنگام حج حجاب کے لئے سب کے نزدیک متفق علیہ ہے نویں تاریخ عرفات میں ظہر و عصر پھر نویں شب مزدلفہ میں مغرب و عشاء ملا کر پڑھتے ہیں صحیح بخاری صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و شرح معانی الآثار امام طحاوی میں اُس جناب

^۱ القرآن ۱۰۳/۱۴

^۲ مسند احمد بن حنبل مسانید ابن ابی قتادة مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۰۵/۵

سے ہے: قال ما رأيت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم صلى صلاة لغير ميقاتها الاصلاتين جمع بين المغرب والعشاء وصلى الفجر قبل ميقاتها¹۔ وفي لفظ للنسائي كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي الصلاة لوقيتها الا بجمع وعرفات²۔ سيدنا امام محمد مؤطا شريف میں بسند صحیح امير المؤمنين عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی: انه كتب في الافاق بينها هم ان يجمعوا بين الصلاتين ويخبرهم ان الجمع بين الصلاتين في وقت واحد كبيرة من الكبائر³ (یعنی اُس جناب خلافت مآب ناطق بالحق والصواب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام آفاق میں فرمان تحریر فرمایا ہے کہ کوئی شخص دو نمازیں جمع نہ کرے اور اُن میں ارشاد فرمایا کہ ایک وقت میں دو نمازیں ملانا کبیرہ گناہوں سے ایک گناہ کبیرہ ہے) مخالفین کے پاس جمع حقیقی پر قرآن و حدیث سے اصلاً کوئی دلیل نہیں جو کچھ پیش کرتے ہیں یا تو جمع صوری صریح ہے یعنی ظہر یا مغرب کو اُس کے ایسے آخر وقت میں پڑھنا کہ فارغ ہوتے ہی فوراً یا ایک وقفہ قلیل کے بعد عصر یا عشا کا وقت آجائے پھر وقت ہوتے ہی معاً عصر یا عشا کا پڑھ لینا کہ حقیقت میں تو ہر نماز اپنے وقت پر ہوئی مگر دیکھنے میں مل گئیں ایسی جمع مریض و مسافر کے لئے ہم بھی جائز مانتے ہیں اور حدیثوں سے یہی ثابت ہے یا محض مجمل ہے جس میں جمع حقیقی کی اصلاً کوئی نہیں یا صاف محتمل کہ احادیث جمع صوری سے بہت اچھے طور پر متفق ہو سکتی ہے غرض کوئی حدیث صحیح و صریح مفسر اُن کے ہاتھ میں اصلاً نہیں بچو نہ تعالیٰ اس کا نہایت ثانی و دانی بیان فقیر نے رسالہ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین^{۱۳۱۳} میں لکھا کہ اس سوال کے آنے پر تحریر کیا جسے تحقیق حق منظور ہو اس کی طرف رجوع کرے وباللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۱۴) مرسلہ جناب مولانا مولوی شاہ عبدالغفار صاحب قادری قدوسی مدرس اول مدرسہ جامع العلوم معکسر بنگلور مولانا مولوی جناب مولوی احمد رضا خان صاحب قادری الحنفی البرکاتی البریلوی ادا م برکاکم والاطالم السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم حضرت قاضی مفتی ارتضا علی خاں صاحب جو وقت اخراج کے اس طور سے کہ پہلے ایک تختہ اصطرلاب اپنے سامنے رکھے تھے اور دو دائرہ ہندیہ پتھر پر تیار کر کے اصطرلاب پر شاقول پھرائے اور دائرہ ہندیہ پر نظر کر کے ایسا ایک ہی کامل محنت کر کے یہ رسالہ لکھے ہیں آپ اس سے عرض کرتا ہوں کہ مدراس تیرہ^{۱۳}

¹ صحیح مسلم باب استحباب زیادة التغلیس لصلاة الصبح مطبوعه اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۱

² سنن النسائی الجمع بین الطلوع والعصر بعرفه، مطبوعه، سلفیہ لاہور، ۳۹/۲

³ مؤطا امام محمد، باب الجمع بین الصلاتین فی السفر والمطر مطبوعه آفتاب عالم پریس مجتہبان لاہور ص ۱۳۲

درجہ پر واقع ہے اور یہ معکسر بنگلور دو سو سترہ میل پر ساڑھے سترہ درجہ پر ہے ہم اس حساب سے ۵ لحظہ بڑھ کر لیتے ہیں اس رسالہ میں جو ۱۵ لحظہ دیری کرنا لکھے ہیں حاجت نہیں ریلوے حساب سے مدراس اور یہاں دو^۲ لحظہ ہی کا فرق ہے اگر ۵ لحظہ تاخیر کریں تو کافی رہا آپ کا بریلی شہر اس حساب کے موافق ہر گز نہ ہوگا کیونکہ اغلباً شاید چودہ^۳ درجہ پر ہے، بیوقوف توجروا۔

الجواب:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اختلاف اوقات بہ تقدم و تاخر تو ضرور تبدیل طول بلد سے ہو جاتا ہے مگر وہ وجہ تغیر حساب نہیں مثلاً جس بلد میں طلوع شمس کسی جز میں سات بجے پر ہو تو اس عرض کے جتنے بلاد و آفاق ہیں سب میں طلوع شمس جز مذکور میں سات بجے ہوگا بلا تفاوت اگرچہ بلد شرقی میں سات بجے پہلے بجیں گے اور غربی میں بعد ہاں اختلاف عرض موجب تزیاد و تناقص و تغیر حساب ہوتا ہے کہ اس کے باعث تعدیل النہار و مطالع البروج و قوس النہار و قوس اللیل و غایت ارتفاع و غایت انخفاض و غیر ہا امور جن پر ابتنائے حساب اوقات ہے متبدل ہو جاتے ہیں مدراس بنگلور کے عرض میں ایسا تفاوت نہیں کہ تغیر معتد بہ دے، مدراس تیرہ^۳ درجے ۵ دقیقہ ہے اور بنگلور جہاں تک مجھے مراجعت اطالس سے معلوم ہوا ہے علی قول بارہ^۲ درجے اُسٹھ^{۵۹} دقیقہ اور علی قول آخر ۱۲ درجے ۵۵ دقیقہ پر ہے۔ یہ چھ ایداس^{۱۰} دقیقہ کا تفاوت چنداں مغیر اوقات نہ ہوگا، پانچ دقیقہ ساعت جو آپ نے مقرر فرمائے کثیر ہیں۔ بریلی کا عرض ۲۸ درجے ۲۱ دقیقہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۱۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت فجر کا کس وقت سے شروع ہوتا ہے اور کب تک رہتا ہے اور جو شخص نہایت اندھیرے میں اول وقت نماز فجر پڑھے اور لوگوں کو اسی وقت پڑھنے کی تاکید کرے اور کہے بعد روشنی کے نماز مکروہ ہوتی ہے وہ شخص سچا ہے یا نہیں اور وہ نماز اس کی مستحب وقت پر ہوئی یا نہیں، اور مستحب وقت اس نماز کا کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

وقت نماز فجر کا طلوع یا انتشار صبح صادق سے ہے علی اختلاف المشائخ اور انتہا اس کی طلوع اول کنارہ شمس ہے اور ہمارے علماء کے نزدیک مردوں کو دو اٹا ہر زمان و ہر مکان میں اسفار فجر یعنی جب صبح خوب روشن ہو جائے نماز پڑھنا سنت ہے سو ایوم الحر کے کہ حجاج کو اس روز مزدلفہ میں تغلیس چاہئے صرح بہ فی عامۃ کتبہم (فقہا کی عامہ کتب میں اس بات کی تصریح ہے) اس میں احادیث صریحہ معتبرہ دارد، ترمذی ابو داؤد و نسائی دارمی ابن حبان طبرانی حضرت رافع بن خدیج سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اسفر و بالفجر فانه اعظم للاجر¹ (یعنی صبح کو خوب روشن کرو کہ اسفر میں اجر زیادہ ہے)

ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے ولفظ الطبرانی: فکلما اسفرتم بالفجر فانه اعظم للاجر²۔ ولفظ ابن حبان: کلما اصبحتم بالصبح فانه اعظم لاجورکم³ ان الفاظ کا حاصل یہ ہے کہ جس قدر اسفر میں مبالغہ کرو گے ثواب زیادہ پائو گے اور طبرانی و ابن عدی نے انہی صحابی سے روایت کیا:

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لبلال: يا بلال! اناد بصلاة الصبح حتى يبصر القوم مواقع نبلهم من الاسفار ⁴ ۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال سے ارشاد فرمایا: اے بلال! فجر کی اذان اس وقت دیا کرو جب لوگ اپنے تیر گرنے کی جگہیں دیکھ لیں بسبب روشنی کے۔
--	--

اور پُر ظاہر کہ یہ بات اُس وقت حاصل ہوگی جب صبح خوب روشن ہو جائے گی اور جب اذان ایسے وقت ہوگی تو نماز اس سے بھی زیادہ روشنی میں ہوگی، ابن خزیمہ اپنی صحیح اور امام طحاوی شرح معانی الآثار میں بسند صحیح حضرت ابرہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ما اجتمع اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على شييء، كما اجتمعوا على التنوير ⁵ ۔	اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کسی بات پر اتفاق نہ کیا جیسا تنویر و اسفر پر۔
--	--

حدیث صحیحین سے ثابت کہ نماز فجر اول وقت پڑھنا سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت شریفہ کے خلاف تھا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزدلفہ میں حضور کے مغرب کو بوقتِ عشا اور فجر کو اول وقت پڑھنے کی نسبت فرمایا:

ان هاتين الصلاتين حولتا عن وقتيهما في هذا المكان⁶ (یعنی یہ دونوں

¹ مشکوٰۃ المصابیح باب تعجیل الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۱، جامع الترمذی ماجاء بالاسفر بالفجر مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی ۲۲/۱

² المعجم الکبیر للطبرانی حدیث رافع بن خدیج مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۵۱/۴

³ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الصلوٰۃ حدیث ۱۳۸، مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲۳/۴

⁴ مجمع الزوائد باب وقت صلاة الصبح مطبوعہ دارالکتب بیروت ۳۱۶/۱

⁵ شرح معانی الآثار باب الوقت الذی یصلی ای وقت هو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۲۶/۱

⁶ صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ متی یصلی الفجر مجمع مطبوعہ اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۸/۱

نمازیں اپنے وقت سے پھیر دی گئیں اس مکان میں (بخاری و مسلم کی دوسری روایت میں ہے: صلی الفجر قبل وقتہا بغلس¹ صبح کی نماز پڑھی قبل اس کے وقت کے تاریکی میں اور قبل وقت سے قبل از طلوع فجر مراد نہیں کہ یہ خلاف اجماع ہے معمر احادیث بخاری سے ثابت کہ فجر طالع ہو چکی تھی تو بالضرور قبل از وقت معبود مقصود ہے وہو المطلوب، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اس حدیث کے راوی ہیں حضر و سفر میں ملازمت والا سے مشرف رہتے یہاں تک کہ لوگ انہیں اہل بیت نبوت سے گمان کرتے اور ان کے لئے استیذان معاف تھا کل ذلك ثابت بالا حدیث (یہ سب احادیث سے ثابت ہے۔ ت) تو ان کا یہ فرمانا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ کسی نماز کو غیر وقت پر پڑھا ہو سوا ان دو نمازوں کے، اس مضمون کا مؤکد و مؤید ہے اور حکمت فقہی اس باب میں یہ ہے کہ اسفار میں مکثیر جماعت ہے جو شارع کو مطلوب و محبوب اور تغلیس میں تقلیل اور لوگوں کو مشقت میں ڈالنا اور یہ دونوں ناپسند و مکروہ، اسی لئے امام کو تخفیف صلاة اور کبیر و ضعیف و مریض حاجتمند کی مراعات کا حکم فرمایا سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت میں قرأت طویل پڑھی لوگ شاک کی ہوئے، ارشاد ہوا:

یامعاذا افتنان انت؟ یامعاذا! افتنان انت؟ قالہ ثلثاً ² اھ۔	اے معاذ! کیا تم، لوگوں کو آزمائش میں ڈالنا چاہتے ہو؟ یہ بات آپ نے تین دفعہ کہی۔ (ت)
---	--

اور اول وقت نماز کی افضلیت اگر مطلقاً تسلیم کر بھی لی جائے تاہم دفع مفاسد جلب مصالح سے اہم و اقدم ہے آخر نہ دیکھا کہ تطویل قرأت پر عتاب ہو حالانکہ قرآن جس قدر بھی پڑھا جائے احسن و افضل ہی ہے معمر نماز فجر کے بعد تا با شراق ذکر الہی میں بیٹھا رہنا مستحب ہے اور یہ امر اسفار میں آسان اور تغلیس کے ساتھ دشوار، اب رہا یہ کہ حد اسفار کی کیا ہے، بدائع و سراج وہاج سے ثابت کہ وقت فجر کے دو حصے کئے جائیں حصہ اول تغلیس اور آخر میں اسفار ہے۔ اور امام حلوانی و قاضی امام ابو علی نسفی وغیرہ عامہ مشائخ فرماتے ہیں کہ ایسے وقت شروع کرے کہ نماز بقرات مسنونہ ترتیل و اطمینان کے ساتھ پڑھ لے بعدہ نسیان حدث پر متنبہ ہو تو وضو کر کے پھر اسی طرح پڑھ سکے اور ہنوز آفتاب طلوع نہ کرے، بعض کہتے ہیں کہ نہایت تاخیر چاہئے کہ فساد موہوم ہے اور اسفار مستحب، مستحب کو موہوم کہلئے نہ چھوڑیں گے مگر ایسے وقت تک تاخیر کہ طلوع کا اندیشہ ہو جائے بالا جماع مکروہ،

¹ صحیح مسلم باب استحباب التغلیس بصلوٰۃ الصبح کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱/۴۱۷

² صحیح مسلم، باب قرأت فی العشاء، بصلوٰۃ الصبح کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱/۴۱۸

غنیۃ المستملی میں علامہ حلبی نے بدائع سے یہ اثر نقل کیا ہے کہ اس کی مقدار (یعنی تغلیس کی) یہ ہے کہ وقت فجر کے پہلے نصف تک۔ اسی میں فتاویٰ خانینہ سے منقول ہے کہ شمس الائمہ حلوانی اور قاضی امام ابوعلی نسفی کے بقول تنویر کی مقدار یہ ہے کہ نماز سفیدی پھیلنے کے بعد اس وقت شروع کرے کہ اگر فجر کی نماز قراۃ مسنونہ سے پڑھے، اور جب نماز سے فارغ ہو تو یاد آئے کہ طہارت میں سہو ہو گیا تھا تو (اتنا وقت باقی ہو کہ وضو کر کے طلوع سے پہلے دوبارہ نماز پڑھ سکے، جیسا کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کیا تھا۔ محیط رضی الدین، خلاصہ اور کافی وغیرہ میں بھی اسی کے مطابق ہے۔ انتہی۔

میں نے کہا، اسی کے مطابق فتاویٰ قاضی خان میں بھی ہے اور عالمگیری میں بھی تبیین سے منقول ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ (نماز فجر میں) بہت زیادہ تاخیر کرے کیونکہ (نماز کے بعد طہارت میں غلطی رہ جانے کا خیال آنا اور اس طرح) نماز کا فاسد ہونا، محض فرضی صورت ہے،

ففي غنية المستملی للعلامة الحلبي اثر عن البدائع، وحده (يعني التغليس) مادام في النصف الاول من الوقت، وفيها، عن الفتاوى الخانية، وحد التنوير ما قال شمس الائمة الحلواني والقاضي الامام ابوعلی النسفی: انه يبدأ الصلوة بعد انتشار البياض في وقت لوصلي الفجر بقراءة مسنونة ما بين اربعين اية الى ستين اية، ويرتل القراءة، فاذا فرغ من الصلاة، ثم ظهر له سهو في طهارته، يمكنه ان يتوضأ ويعيد الصلاة قبل طلوع الشمس، كما فعل ابو بكر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ وعلى هذا، ما في محیط رضی الدین والخلاصة والكافي وغيرها¹؛ انتہی

قلت: ومثله في فتاوى قاضى خان، ونحوه في الفتاوى العالمگیریة عن التبیین۔ وقيل: يؤخرها جداً، لان الفساد موهوم فلم يترك المستحب

¹ التعلیق المجلد لمانی نیا المصلی مع نیا المصلی، شرط خامس الوقت، مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۲۰۶

نوٹ: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فقی غنیۃ المستملی فرما کر نیا المصلی کی شرح حلبی کبیر کی طرف اشارہ کیا ہے، فقیر نے حلبی کبیر کو کافی کوشش کے ساتھ دیکھا ہے۔ اس میں یہ عبارت نہیں مل سکی، ہو سکتا ہے کاتب کی غلطی سے غنیۃ المستملی لکھا گیا ہو اصل لفظ حلیۃ المجلی ہو، کیونکہ التعلیق المجلی جو نیا المصلی کی شرح پر ایک حاشیہ ہے۔ اس میں یہ عبارت حلیۃ المجلی کے حوالہ سے ملی ہے اور چونکہ حلیۃ المجلی بھی اس وقت دستیاب نہیں۔ اسی لئے التعلیق المجلی سے حوالہ نقل کیا ہے۔ (نزیر احمد سعیدی)

اس لئے اس کی وجہ سے مستحب (تنویر) کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اتنی تنویر ہونی چاہئے کہ تیر گرنے کی جگہ نظر آسکے۔ پھر جیسا کہ محیط وغیرہ میں ہے۔ یہ خیال رکھے اتنی تاخیر نہ ہونے پائے کہ سورج طلوع ہونے کا شک ہونے لگے۔ انتہی ملخصاً اور بحر الرائق میں ہے علماء نے کہا ہے کہ اتنی تنویر کرے کہ اگر (نماز کے بعد) نماز کے فاسد ہونے کا پتہ چلے تو قرأتِ مستحبہ کے ساتھ اسی وقت میں لوٹا سکے۔ اور بعض نے کہا کہ بہت تاخیر کرے کیونکہ (اس طرح نماز کا) فاسد ہونا ایک مفروضہ ہے، اس کی وجہ سے مستحب کو نہیں چھوڑنا چاہئے۔ کتاب کے اطلاق سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے (کتاب سے مراد کنز ہے، کیونکہ اس نے کہا ہے کہ فجر کی تاخیر مستحب ہے اور کوئی قید نہیں لگائی) لیکن اتنی تاخیر بہر حال نہ کرے کہ سورج چڑھ جانے کا شک ہونے لگے۔ اور السراج الوہاج میں ہے کہ تنویر کی مقدار یہ ہے کہ وقت کے نصف ثانی میں پڑھے، لیکن واضح رہے کہ مزدلفہ میں حاجی تاخیر نہ کرے۔ اور مبتغی میں ہے کہ عورت کے لئے صبح میں تغلیس بہتر ہے، اور دیگر نمازوں میں لوگوں کے جماعت سے فارغ ہونے تک انتظار بہتر ہے۔ انتہی مافی البحر۔

اور در مختار میں ہے کہ مرد کے لئے مستحب یہ ہے کہ صبح

لاجلہ۔ وقیل: حدہ ان یرمی مواضع النبل۔ ثم کما فی محیط رضی الدین وغیرہ، لایؤخرها تاخیرا یقع الشک فی طلوع الشمس¹۔ انتھی ملخصاً۔ وفی البحر الرائق، قالوا: یرسفر بہا بحیث لو ظہر فساد صلاتہ ہمکنہ ان یرعیدها فی الوقت، بقرأة مستحبة۔ وقیل: یؤخرها جدا، لان الفساد موہوم فلا یتروک المستحب لاجلہ۔ وھو ظاہر اطلاق الکتاب (یعنی الكنز، حیث قال: وندب تاخیر الفجر، ولم یقید بشیء) لکن لایؤخرها بحیث یقع الشک فی طلوع الشمس۔ وفی السراج الوہاج: حد الاسفار ان یصلی فی النصف الثانی، ولا یخفی ان الحاج بمزدلفۃ لایؤخرها۔ وفی المبتغی، بالغین المعجبة، الافضل للمرأة فی الفجر الغلس، وفی غیرھا الانتظار الی فراغ الرجال عن الجماعة²۔ انتھی مافی البحر۔ وفی الدر المختار: والمستحب للرجل الابتداء فی الفجر باسفار والختم بہ، ھو المختار، بحیث یرتل اربعین آیۃ ثم یرعیده بطہارة لو فسد۔ وقیل: یؤخر جدا، لان الفساد موہوم، الاحاج بمزدلفۃ.

¹ تعلیق الحلی لمافی منیۃ المصلی مع منیۃ المصلی، شرط خاص الوقت، مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۲۰۶

² البحر الرائق کتاب الصلوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱/۲۳

فالتغلیس افضل، کمرأة مطلقاً¹۔

کی نماز شروع بھی تنویر میں کرے اور ختم بھی تنویر میں کرے۔ یہی مختار ہے، اس طرح کہ اس میں چالیس ۴۰ آیتیں ترتیل سے پڑھے اور بعد میں اگر فاسد ہونے کا پتہ چلے تو وضو کر کے لوٹا سکے، اور بعض نے کہا ہے کہ بہت مؤخر کرے کیونکہ ایسا فاسد ہونا موہوم ہے، البتہ مزدلفہ میں حاجی کسلے تغلیس بہتر ہے جیسا کہ عورت کے لئے ہر جگہ تغلیس بہتر ہے۔ (ت)

اُس شخص کا اول وقت اندھیرے میں نماز پڑھنا سنت کی مخالفت کرنا ہے اور اُن کو اس کی تاکید کرنی مخالف سنت کی طرف بلانا ہے اور یہ کہنا کہ روشنی میں نماز مکروہ ہوتی ہے سنت کو مکروہ کہنا اور شریعت مطہرہ پر بہتان اٹھانا ہے، اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۱۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت مستحب ظہر کا گرما میں کیا ہے اور جو شخص موسم مذکور میں بعد زوال اول وقت نماز ظہر پڑھے اور لوگوں کو بھی تاکید کرے کہ وقت اولیٰ یہی ہے، آیا وہ شخص حق پر ہے یا ناحق پر، مینواتوجروا۔

الجواب:

موسم گرما میں ظہر کا ابراد کر کے پڑھنا مستحب ہے تمام کتب حنفیہ میں یہ معنی مصرح ہے اور اول وقت میں پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم اقدس سے عدول۔ حضور فرماتے ہیں:

اذا اشتد الحر فأبردوا بالظھر، فان شدّة الحرّ من فیح جھنم²۔ متفق علیہ۔
جب گرمی سخت ہو تو ظہر کو ٹھنڈا کرو کہ شدت گرمی وسعت دم دوزخ سے ہے۔

اور بخاری و نسائی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی واللفظ للنسائی قال:

كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا كان الحر ابرد الصلاة واذا كان البرد عجل³۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب گرمی ہوتی تو نماز ٹھنڈی کرتے اور جب سردی ہوتی تعجیل فرماتے۔

اور بخاری مسلم ابوداؤد ابن ماجہ نے سیدنا ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، قال:

اذن مؤذن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یعنی مؤذن نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان ظہر

¹ در مختار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مجتہبائی دہلی ۶۰/۱

² صحیح مسلم استحباب الابراد بالظھر فی شدّة الحر الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱۱/۲۲۳

³ سنن النسائی تعجیل الظھر فی البرد مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۵۸/۱

<p>دی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ٹھنڈا کر، ٹھنڈا کر، یا فرمایا: انتظار کر، انتظار کر، اور فرمایا، سختی گرما جہنم کی وسعت نفس سے ہے تو جب گرمی زائد ہو نماز ٹھنڈی کرو، یہاں تک کہ ہم نے دیکھا ٹیلوں کا سایہ۔</p>	<p>الظہر، فقال: ابرد، ابرد، اوقال: انتظر، انتظر، وقت ال: شدّة الحرّ من فيح جهنّم، فاذا اشتد الحر فا ابرد وعن الصلاة- حتى رأينا فيح التلول¹۔</p>
--	--

دوسرے طریق میں ہے:

<p>ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے مؤذن نے اذان کا ارادہ کیا کہ ظہر کی اذان دے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ٹھنڈا کر پھر چاہا کہ اذان دے پھر فرمایا: ٹھنڈا کر، یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھے۔</p>	<p>كنامع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في السفر فاراد المؤذن ان يؤذن الظهر فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ابرد ثم اراد ان يؤذن فقال له ابرد حتى رأينا فيح التلول² الحديث۔</p>
---	--

اور مسلم میں ابراہیم کے طریق میں شعبہ سے مؤذن کا تین بار ارادہ اور حضور کا یہی حکم فرمانا وارد ہوا قلت و مسلم ثقة فزیادته مقبولة (میں نے کہا مسلم ثقہ ہے اس لئے اس کا اضافہ مقبول ہے۔ ت)

اقول: اب یہاں سے مبالغہ تاخیر کا اندازہ کرنا چاہئے کہ مؤذن نے تین بار اذان کا ارادہ کیا اور ہر دفعہ ابراد کا حکم ہوا اور یقیناً معلوم ہے کہ ہر دو ارادوں میں اس قدر فاصلہ ضرور تھا جس کو ابراد کہہ سکیں اور وہ وقت بہ نسبت پہلے وقت کے ٹھنڈا ہو ورنہ لازم آئے کہ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعیل حکم نہ کی اور جب اذان میں یہ تاخیر ہوئی تو نماز تو اور بھی دیر میں ہوئی ہوگی۔ علما فرماتے ہیں ٹیلے غالباً بسیط اور پھیلے ہوئے ہوتے ہیں کہ اُن کا سایہ دوپہر کے بہت دیر بعد ظاہر ہوتا۔ بخلاف اشیائے مستطیلہ مانند منار و دیوار وغیرہا، امام ہمام احمد بن محمد خطیب قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں: ٹیلوں کا سایہ ظاہر نہیں ہوتا مگر جب اکثر وقت ظہر کا جاتا رہے ابو داؤد و نسائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں

<p>گرمی میں نماز حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدار تین قدم سے پانچ قدم</p>	<p>قال: كان قدر صلاة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الظهر في الصيف، ثلاثة اقدام</p>
--	---

¹ سنن ابی داؤد وقت صلوٰۃ الظهر آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۵۸

² سنن ابی داؤد وقت صلوٰۃ الظهر آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۵۸

الی خسة اقدام¹۔

تک تھے۔

یعنی جب سایہ ہر چیز کا اس کے ساتویں حصہ کے تین یا پانچ مثل ہو جاتا تو حضور پُر نور نماز ادا فرماتے اور معلوم ہے کہ حریم شریفین زادہما اللہ تعالیٰ شرقاً میں گرمی کے موسم میں اس قدر سایہ نہایت دیر میں واقع ہوگا کہ وہاں سایہ اصلی اس موسم میں نہایت قلت پر ہوتا ہے بعض اوقات میں دو انگل سے زائد نہیں پڑتا اور مکہ معظمہ میں تو بعض اوقات یعنی آفتاب سمت الہر اس پر گزرے مطلقاً نہیں ہوتا، یہ بات وہاں اُس وقت ہوتی ہے جب آفتاب ہشتم جو زایا بست و دوم سرطان پر ہو یعنی ۳۰ مئی اور ۲۴ جولائی،

ابوداؤد و ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ریل بیت اللہ کے پاس دو مرتبہ میرے امام بنے، تو ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سورج ڈھل گیا اور سایہ تھے جتنا ہو گیا، الحدیث۔ اور بحر الرائق میں مبسوط سے منقول ہے کہ جن لوہ زوال کے وقت ہر چیز کا سایہ ہوتا ہے، مگر سال کے سب سے طویل دن میں مکہ اور مدینہ میں سایہ نہیں ہوتا کیونکہ ان دنوں سورج چاروں دیواروں پر پڑ رہا ہوتا ہے، اور میں کہتا ہوں: یوں لگتا ہے کہ صاحب مبسوط رحمہ اللہ تعالیٰ نے سایہ نہ ہونے سے مراد سایہ تھوڑا ہونا لیا ہے، ورنہ مدینہ طیبہ کا عرض "الہ" ہے جو میل کلی سے ایک درجہ اور تینتیس دقیقہ زائد ہے، تو وہاں سایہ کیسے معدوم ہو سکتا ہے؟ اور مکہ کا عرض "کام حہ" ہے جو میل اعظم سے ایک درجہ اور سینتالیس دقیقہ کم ہے، اس لئے سب سے طویل دن میں

اخرج ابوداؤد و الترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: امنی جب ریل عند البیت مرتین، فصلی بی الظہر حین زالت الشمس وکانت قدر الشراک²، الحدیث۔ وفی البحر الرائق عن المبسوط، واعلم ان لكل شیعی ظلاً وقت الزوال الایمکة والمدینة فی اطول ایام السنة، لان الشمس فیہا تأخذ الحیطان الاربعة³ اه اقول: وکانہ رحمہ اللہ، اطلق العدم و اراد القلة، والا فالمدینة الطیبة عرضہا "الہ حہ" زائد علی الميل کلی بدرجۃ وثلث وثلثین دقیقۃ، فکیف ینعدم فیہا الظل؟ ومکة عرضہا "کام حہ" اقل من الميل الاعظم بدرجۃ و سبع واربعین دقیقۃ، فلا ینعدم فیہا الظل

¹ سنن النسائی باب الابراد بالظہر مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۵۹

² سنن ابی داؤد باب المواقیات آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۵۶

³ البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ انجاء سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۵

وہاں سایہ معدوم نہیں ہوتا بلکہ جنوبی طرف ہوتا ہے۔ معدوم ہونے کا وقت وہ ہے جو ہم ذکر کر آئے ہیں (یعنی جب آفتاب سمت الراء پر گزرے)۔ (ت)	فی طول الایام؛ بل یکون جنوبیاً، وانما یعدم حیث ذکرنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
---	---

اور حد ابراد فضل شریف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے باحادیث سیدنا ابی ذر و سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما معلوم ہو چکی مگر سایہ کا حال اختلاف بلاد سے مختلف ہوتا ہے اور فقہ میں اس کی یہ حد ذکر کی گئی کہ سائے سائے میں مسجد تک چلا آئے فی الدر المختار و تاخیر الصیف بحیث یشی فی الظل¹ اور اسی طرح ایک حدیث میں وارد ہوا اور بحر الرائق میں ہے کہ قبل اس کے کہ سایہ ایک مثل کو پہنچے ادا کرے حیث قال وحدہ ان یصلی قبل المثل² شاید یہ اس پر مبنی ہے کہ انتہائے وقت ظہر میں علما مختلف ہیں امام کے نزدیک دو² مثل اور صاحبین کے نزدیک ایک مثل معتبر ہے تو بہتر یہ ہے کہ ایک مثل تک ادا ہو جائے ورنہ ہدایہ میں تصریح کرتے ہیں کہ ظہر میں ابراد کا حکم ہے اور حریمین شریفین میں جب سایہ ایک مثل کو پہنچتا ہے عین اشتداد گرمی کا وقت ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



¹ دُر مختار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۲۰۱۱

² البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱/۲۴

فصل فی اماکن الصلوة

مسئلہ (۳۱۷) از مقام چٹوڑ گڑھ علاقہ اُدیپور مسؤلہ مولوی عبدالکریم صاحب بتاریخ ۱۶ ربیع الاول شریف بروز سہ شنبہ ۳۲۳ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو ایسی جگہ نماز کا وقت آیا کہ دُور دُور تک زمین تراور ناپاک ہے اگر سجدہ کرتا ہے تو کپڑے تر ہو کر ناپاک ہوتے ہیں اور کوئی ایسی چیز نہیں کہ نیچے بچھا کر اس پر کپڑا پاک ڈال کر نماز پڑھے تو ایسی صورت میں کس طرح نماز ادا کرے اشارہ سے یا سجدہ و رکوع سے۔ بینواتوجروا۔

الجواب:

شرع مطہر کسی وقت کسی سوال کے جواب سے عاجز نہیں مگر ایسی صورت میں قبل از وقوع بے اندیشہ صحیحہ وقوع فرض کر کے سوال کرنا وبال لانا ہے اور کبھی اُسے مشکل میں مبتلا کر دینا ہے، حدیث میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بے ضرورت مسائل پوچھنے سے منع کیا ہے۔ (ت)	نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن نفل المسائل ¹ ۔
---	---

رہا سوال کا جواب، وہ قرآن مجید میں موجود ہے کہ:

(اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتا۔ ت)	لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ²
---	---

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ^۱ (جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو۔) وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ^۲ (اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں کی۔) نماز کھڑے کھڑے اشارے سے پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۱۸) مسؤلہ محمد خان نمبردار بڑودہ ڈاک خانہ پنڈراول ضلع بلند شہر یک شنبہ ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۳۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موضع بڑودہ ضلع بلند شہر میں کوئی عید گاہ نہیں ہے عرصہ تخمیناً ۸ سال کا ہوا جب میں نے آبادی دیہہ جانب اتر جنگل اوسر بمملکت خود میں نے ایک چونتہ خام واسطے عید گاہ کے بنوایا تھا جس کی بنیاد جناب مولانا بہاء الدین شاہ صاحب ساکن مرشد آباد نے رکھی تھی اس جنگل اوسر میں جگہ عید گاہ و متصل چونتہ عید گاہ اہل ہنود کے مُردے جلا کرتے تھے جب چونتہ عید گاہ قائم ہو گیا تو اہل ہنود نے دوسری جگہ مُردے جلانے شروع کر دیے اب بعض اشخاص اس بات پر اعتراض کرتے ہیں کہ مرگھٹ قبر کی تعریف میں نہیں آتا ہے کیونکہ ہوا و بارش سے ہڈیاں و خاک بہہ جاتی ہے اور قبر کے اندر مُردہ دفن ہوتا ہے امید کہ جواب سے معزز فرمایا جائے۔

الجواب :

اگر چوتہ ایسی مٹی سے بنایا گیا جس میں مُردہ ہندوؤں کی نجاست نہ تھی یا اُس زمین کی مٹی جہاں تک اُن کی نجاستیں تھیں کھود کر پھینکوادی پھر اُس زمین ہی کو نماز کے لئے کر دیا تو اس میں کوئی حرج نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب مسجد مدینہ طیبہ بنا فرمائی وہ ایک نخلستان تھا جس میں مشرکین دفن ہوتے تھے فامر بقبور المشرکین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا مشرکوں کی قبریں کھود کر وہ نجس مٹی پھینک دی گئی پھر وہاں مسجد کریم تعمیر فرمائی ۳ کما فی صحیح البخاری وغیرہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۱۹) مسؤلہ شمشیر خاں درگاہ جیلانی موضع بڑودہ ضلع بلند شہر معرفت مولوی اسماعیل صاحب محمود آبادی سہ شنبہ ۲۳ رمضان شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ ایک چونتہ کو جس میں ہڈیاں تک مشرکین کی نظر آتی ہیں اُسے چھوڑ کر جدید عید گاہ میں نماز ادا کرنے سے خاطر و گنہ گار تو نہ ہوں گے اختلاف اُس

^۱ القرآن ۱۶/۶۳

^۲ القرآن ۷۸/۲۲

^۳ صحیح البخاری باب ہل۔ نبش قبور مشرکین الجالیۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۶۱/۱

چبوترہ پر نماز ادا کرنے سے اکثر لوگوں کو ہے بلکہ کئی سال ہوئے جب سے چبوترہ بنایا گیا اکثر مسلمان دوسری جگہ نماز پڑھنے جاتے تھے اس سال سبھوں نے مل کر عید گاہ پختہ بنوانا شروع کر دی، جیسا ارشاد ہو عمل کیا جائے، بینوا تو جروا۔

الجواب :

۱۶ شعبان کو یہ سوال آیا تھا جواب دیا گیا کہ اگر چبوترہ کی مٹی میں نجاست کی آمیزش نہیں یا زمین ہی کھود کر ان نجاستوں سے پاک کر دی گئی تو کوئی مضائقہ نہیں اب سوال میں اظہار ہے کہ اس میں مشرکوں کی ہڈیاں تک نظر آتی ہیں ایسی حالت میں اس پر نماز پڑھنا ہی حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۰) از ندی پارہتی علاقہ ریاست گوالیار گونا باور ریلوے ڈاک خانہ ندی مذکور مرسلہ سید کرامت علی صاحب محرر منشی محمد امین صاحب ٹھیکیدار ریلوے مذکور ۳ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

بخدمت فیض درجت جناب مولانا و مرشد نامولوی احمد رضا خان صاحب دام اقبالہ بعد السلام علیک واضحہ رائے شریف ہو کہ بوجہ چند ضروریات کے آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ بنظر توجہ بزرگانہ جواب سے معزز فرمایا جاؤں، اول یہ کہ جس مکان میں کوئی شخص شراب پئے اس میں نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ جائے نماز برابر کسی شخص کی چارپائی کے بچھا کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اس صورت میں کہ اس چارپائی پر وہ شخص سوتا ہو یا بیٹھا۔ بینوا تو جروا۔

الجواب :

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اگر وہ شخص وہاں اس وقت شراب پینے میں مشغول نہیں، نہ وہاں شراب کی نجاست ہے تو ایسے وقت وہاں نماز پڑھ لینے میں حرج نہیں اور اگر بالفعل وہ شخص شراب پی رہا ہے تو بلا ضرورت وہاں نماز نہ پڑھے کہ شراب خور پر بحکم احادیث صحیحہ لعنت الہی اترتی ہے اور محل نزول لعنت میں نماز نہ پڑھنی چاہئے اس لئے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قوم شموذ کی جائے ہلاک میں نماز نہ پڑھی کہ وہاں عذاب نازل ہوا تھا نیز شراب پیتے وقت شیطان حاضر اور اس کا غلبہ واستیلا ظاہر ہے اور محل غلبہ شیطان میں نماز نہ پڑھنی چاہئے اسی لئے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شبِ تعریس جب نماز فجر سوتے میں قضا ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم فرمایا کہ نماز آگے چل کر پڑھو کہ یہاں تمہارے پاس شیطان حاضر ہوا تھا حالانکہ وہ فوت قصدی نہ تھا سوتے سے آنکھ بھگت الہی نہ کھلی تھی اور اگر وہ مکان ہی شراب خوری کا ہو کہ فساق فجار اپنا یہ مجمع ناجائز وہاں کیا کرتے ہوں جب تو بدرجہ اولیٰ وہاں نماز مکروہ ہے کہ اب وہ مکان حمام سے زیادہ مرجع و ماوائے شیطین ہے اور علماء نے حمام میں کراہت نماز کی یہ وجہ ارشاد فرمائی کہ وہ شیطان کا ماویٰ ہے

کما فی رد المحتار وغیرہ۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر کوئی شخص چار پائی پر بیٹھا خواہ لیٹا ہے اور اس طرف اس کی پیٹھ ہے تو اس کے پیچھے جانماز بچھا کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح اگر اس طرف پیٹھ کیے سو رہا ہے جب بھی مضائقہ نہیں، مگر سوتے کے پیچھے پڑھنے سے احتراز مناسب ہے دو وجہ سے، ایک یہ کہ کیا معلوم اس کے نماز پڑھنے میں وہ اس طرف کروٹ لے اور ادھر اس کا منہ ہو جائے، دوسرے محتمل ہے کہ سوتے میں اس سے کوئی ایسی شے صادر ہو جس سے نماز میں اسے ہنسی آجانے کا اندیشہ ہو المسأله فی رد المحتار عن الغنیة والوجه الاول مما زدته (یہ مسئلہ در مختار میں غنیہ سے منقول ہے اور پہلی وجہ کا میں نے اضافہ کیا ہے) (ت) واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۱) از موضع منڈپور تھانہ ڈاکخانہ میر گنج ضلع بریلی مرسلہ غلام ربانی صاحب زمیندار یکم ربیع الاول ۱۳۳۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص جنگل میں ہے اور نماز کا وقت ہو گیا تو کھیت یا بنجر ملکیت غیر میں نماز پڑھ لے تو نماز ہوگی یا نہیں اور ٹائڈ پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب:

دوسرے کی کھیتی میں نماز پڑھنا ممنوع ہے بے اس کی اجازت صریح کے گنہگار ہوگا مگر نماز ادا ہو جائیگی اور بنجر میں پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں، پونہی وہ کھیت جس میں کھیتی نہ ہو۔ ٹائڈ پر نماز نہیں ہو سکتی مگر اس حالت میں کہ وہ مثل تخت کے ہو مثلاً لکڑیاں باندھ کر ان پر تخت رکھ لیے ہوں یا خود تخت ہی باندھ لیا ہو یا ایسا تخت بنا ہوا ہو کہ سجدہ میں سر ٹھہر جائے زور کرنے سے زیادہ بچانہ جھکے، وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۲) از مین پوری مکان مولوی محمد حسن صاحب وکیل مرسلہ شیخ انوار الحسن صاحب ابن مولوی صاحب مذکور اذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چار پائی پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ جو مشہور ہے کہ اگلی اُمتوں میں کچھ لوگ چار پائی پر نماز پڑھنے کے سبب بند ہو گئے یہ بات ثابت ہے یا نہیں، بینوا تو جروا۔

الجواب:

اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ جو چیز ایسی ہو کہ سجدہ میں سر اس پر مستقر ہو جائے یعنی اس کا دینا ایک حد پر ٹھہر جائے کہ پھر کسی قدر مبالغہ کریں اس سے زائد نہ دے ایسی چیز پر نماز جائز ہے خواہ وہ چار پائی ہو یا زمین پر رکھا ہو گاڑی کا کھٹولا یا کوئی شے، اور یہ جو جاہلوں میں بلکہ عورتوں میں مشہور ہے کہ اگلی اُمتوں میں کچھ لوگ چار پائی پر نماز پڑھنے سے مسخ ہو گئے محض غلط و باطل ہے۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں:

ضابطہ ان لایتسفل بالتسفل، فحینئذ جاز سجودہ علیہ ¹ ۔	اس کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر دبانے سے نیچے نہ دے تو اس پر سجدہ جائز ہے۔ (ت)
--	---

ردالمحتار میں ہے:

تفسیرہ، ان المساجد لوبالغ لایتسفل رأسہ ابلغ من ذلك، فصح علی طنفسة وحصیر وحنطة وشعیر و سریر وعجلة انكانت علی الارض ² ۔	اس کی تشریح یہ ہے کہ سجدہ کرنے والا اگر سر کو مزید نیچے کرنا چاہے تو نہ کر سکے، اس لئے دبیز کپڑے پر، پھوڑی پر، گندم پر، جو پر، تخت پر اور گاڑی پر اگر وہ زمین پر کھڑی ہو تو سجدہ صحیح ہے۔ (ت)
--	---

نظر کیجئے تو یہ خاص مسئلہ کا جزئیہ ہے زبان عرب میں سر پر تخت و چارپائی دونوں کو شامل ہے کہا لایخفی علی من طالع الاحادیث الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۳) از خیر آباد ضلع سیتاپور محلہ میاں سرائے مدرسہ عربی قدیم مدرسہ جناب سید فخر الحسن صاحب نبیرہ مولوی نبی بخش صاحب مرحوم مفتی خیر آباد۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندرین مسائل:

(۱) حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے تحت حدیث شریف الارض کلہا مسجد الا المقبورة اھ تحریر فرمایا ہے:

اتا مقبرہ از جہت آنکہ غالب دروے قذرات و اختلاط تربت اوست بانچہ جدا میگردد از مردہا ز نجاست و اگر مکان طاہر و نظیف باشد پس بیچ بالکے نیست و کراہتے نہ و بعض برانند کہ نماز در مقبرہ مکروہ است مطلقاً از جہت ظاہر ایں حدیث ³ ۔	قبرستان میں نماز اس وجہ سے مکروہ ہے کہ عام طور پر وہاں گندگی ہوتی ہے اور اس کی مٹی مردوں سے برآمد ہونے والی نجاستوں سے مخلوط ہوتی ہے اور اگر جگہ پاک اور ستھری ہو تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، نہ اس میں کوئی کراہت ہے۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ قبرستان میں بہر صورت نماز پڑھنی منع ہے اس حدیث کی بنا پر۔ (ت)
---	--

اور کتاب حصہ دوم سرور عزیزی ترجمہ فتاویٰ عزیزی کی حسب ذیل عبارت ہے: "حدیث میں وارد ہے کہ قبرستان میں نماز نہ پڑھنا چاہئے اور اس کی شرح میں علماء نے جو کچھ لکھا ہے اُس

¹ غنیۃ المستملی الخ المس من فرائض الصلوٰۃ السجدۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۸۹

² ردالمحتار فصل فی تالیف الصلوٰۃ الخ انتہا مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۳۷۰۱

³ اشعۃ المعات باب المساجد الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۳۷۱

میں بہتر قول یہ ہے کہ اس وجہ سے منع ہے کہ اس میں ایک قسم کی مشابہت کفار کے ساتھ پائی جاتی ہے اور یہ مشابہت جمادات کو سجدہ کرنے میں ہوتی ہے اور اس سبب سے یہ حکم ضروری ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور حنفیہ کے کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر قبر نمازی کے سامنے ہو تو یہ زیادہ مکروہ ہے اور اگر قبر دانسے یا بائیں جانب ہو تو اس سے کم مکروہ ہے اور اگر قبر نمازی کے پیچھے ہو تو یہ اس سے بھی کم مکروہ ہے اور یہی قول اصح ہے اور علما کا عمل اسی پر ہے، اور شافعیہ کے فقہاء نے لکھا ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا اس وجہ سے مکروہ ہے کہ وہ نجاست کی جگہ ہے، تو یہ صحیح نہیں¹ ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ نے اپنے قول کی تائید میں کسی کتاب یا قول کسی مجتہد و امام کا حوالہ نہیں دیا ہے بلکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف اپنا مذہب تحریر فرما رہے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لفظ عمل علمائے حنفیہ اور کتب فقہ سے اپنے قول کو مضبوط تو کیا ہے مگر کوئی صاف پتا کسی کتاب یا قول کا نہیں تحریر کیا ہے جس سے اطمینان حاصل کیا جائے مگر شاہ صاحب موصوف کے فتوے کے زور دار عبارت سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے اُس مذہب کو اختیار کیا ہے جو مذہب اصح اور مختار حضرات علمائے حنفیہ کے خلاف اور ملت شافعیہ کے مطابق ہے جو علمائے حنفیہ کے نزدیک غیر صحیح ہے اور اپنے اس غیر صحیح مذہب کو اس قدر قوی کیا ہے کہ اُس کی تائید میں فرماتے ہیں:

اگر مکان طاہر و نظیف باشد پس بیچ باکے نیست و کراہت نہ۔	اگر جگہ پاک و ستھری ہو تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، نہ اس میں کوئی کراہت ہے۔ (ت)
--	---

اس سوال کا جواب ایسی تفصیل کے ساتھ بحوالہ کتب فقہ حنفیہ تحریر فرمایا جائے کہ جس سے تناقض اقوال حضرات شیخ علیہ الرحمۃ و شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کا بخوبی فیصلہ ہو کر آئندہ کے واسطے کوئی جھگڑا باقی نہ رہے اور کسی مخالف کو از روئے دلیل نفی انکار کا موقع نہ ہو سکے۔

(۲) لفظ مقبرہ جس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے سے کونسا مقام مراد ہے آیا محض وہی مقامات ہیں جہاں معمولاً مردگان دفن کیے جاتے ہیں مگر وہاں متعدد قبور سابقہ موجود ہیں یا وہ مقام بھی مراد ہے کہ بوجہ وصیت وغیرہ کے اندر کسی مکان کے یا متصل کسی مسجد کے یا نیچے کسی درخت کے کوئی میت مدفون کی گئی اور اب وہاں قبر موجود ہے یا کسی میدان میں اتفاقیہ کسی وجہ سے ایک یا دو مردے دفن کردئے گئے اور قبر موجود ہے یا کسی جگہ کوئی قبر اتفاقیہ ہے اور اصطلاح عام میں وہ مقام لفظ قبرستان سے تعبیر نہیں کیا جاتا ہے ہر چار مقامات متذکرہ بالا کی نسبت کیا کیا حکم ہے اور کون کون مقامات حکم مقبرہ میں جہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے داخل نہیں ہیں۔

(۳) بموجب فتویٰ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب اگر یمیناً و شمالاً و خلفاً قبر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے تو ضرور ہوا

¹ فتاویٰ عزیزی الصلوٰۃ فی المقابر کتب خانہ رحیمیہ یوپی (بھارت) ۱۰/۲

کہ متصل قبر اندر مقبرہ جو جگہ نماز کے واسطے حاصل کی گئی یا متصل قبر اتفاقیہ کے یا بیرون مقبرہ غیر محاط متصل اُس کے واسطے دفع کراہت نماز کے سترہ کی یا مقدار فاصلے کے معلوم ہونے کی ضرورت ہے کہ بصورت سامنے قبر ہونے کے سترہ یا فاصلہ کی ضرورت کتب فقہ سے معلوم ہوتی ہے اس کی نسبت جو حکم موافق قولِ اصح اور موافق عمل حضراتِ علمائے حنفیہ ہو، تحریر فرمایا جائے۔

الجواب:

اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ نماز قبر پر مطلقاً مکروہ و ممنوع ہے بلکہ قبر پر پاؤں رکھنا ہی جائز نہیں، غلگیری میں ہے:

<p>قبروں پر پاؤں رکھنے سے گناہ گار ہوتا ہے کیونکہ قبر کی چھت میت کا حق ہے اور اس کی تحقیق ہم نے اہلک الوہابین میں کی ہے۔ (ت)</p>	<p>یَا ثَمَّ بَوَّطَ الْقُبُورَ لَانَ سَقْفِ الْقَبْرِ حَقَّ الْمَيِّتِ¹ اَهُوَقَد حَقَّقْنَا فِي اَهْلَاكِ الْوَهَابِيْنَ²</p>
--	--

اور قبر کی طرف بھی نماز مکروہ و ممنوع ہے جبکہ سترہ نہ ہو اور صحرا یا مسجد کبیر میں قبر موضع سجود میں ہو یعنی اتنے فاصلے پر جبکہ یہ خاشعین کی سی نماز پر ہے اور اپنی نگاہ خاص موضع سجود پر جمی رکھے تو اس پر نظر پڑے کہ نگاہ کا قاعدہ ہے جس محل خاص پر اُسے جمایا جائے اُس سے کچھ دُور آگے بڑھتی ہے مذہب اصح میں بحالت مذکورہ جہاں تک نگاہ پہنچے سب موضع سجود ہے کمانص علیہ فی الجلیۃ وغیرہا۔ مجتبیٰ۔ پھر بحر پھر فتح اللہ المعین میں ہے:

<p>مکروہ ہے کہ قبر پر پاؤں رکھے یا سوائے اس پر نماز پڑھے یا اس کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھے۔ (ت)</p>	<p>يَكْرَهُ اَنْ يَطَّأَنَّ الْقَبْرَ اَوْ يَجْلِسَ اَوْ يَنَامَ عَلَيْهِ اَوْ يَصِلِي عَلَيْهِ اَوْ اَلِيه³</p>
--	--

جنازہ جلیہ پھر جنازہ ردالمحتار میں ہے:

<p>قبر کے اوپر یا اس کی طرف نماز مکروہ ہے، کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ (ت)</p>	<p>تَكَرَّهُ الصَّلَاةُ عَلَيْهِ وَالِيَهُ لورود النهى عن ذلك⁴</p>
---	---

¹ فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر فی زیارة القبور الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۵۱/۵

² واضح رہے کہ "اہلک الوہابین علیٰ توہین قبور المسلمین" فتاویٰ رضویہ کے اس مقام کے مترجم قاضی عبدالدائم دائم کے نانا جان قاضی محمد عمر الدین

رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، جس پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے افادات کا اضافہ فرمایا ہے۔ (دائم)

³ فتح المعین علیٰ شرح الکنز فصل فی الصلوٰۃ علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۶۲/۱

⁴ ردالمحتار مطلب فی القرۃ الملیت وابداء ثوابہا لمطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۶۶۷

<p>اگر اس کے درمیان اور قبر کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ اگر یہ شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے سامنے سے کوئی گزرے تو اس کا گزرنا مکروہ نہ ہو، تو یہاں بھی مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح تارخانہ میں ہے۔ (ت)</p>	<p>انکان بینہ وبين القبر مقدار مالوکان فی الصلّاة ویمرّ انسان لایکرہ. فہنا ایضاً لایکرہ۔ کذا فی التتارخانیۃ¹۔</p>
---	--

در مختار میں ہے:

<p>اصح یہ ہے کہ صحرا یا بڑی مسجد میں نمازی کی جائے سجدہ سے کسی کا گزرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ اسی طرح گھر میں یا چھوٹی مسجد میں کہ چھوٹی مسجد ایک ہی قطعے کے حکم میں ہے، کسی کا قبلہ والی جانب سے نمازی کے آگے سے گزرنا، نماز کو فاسد نہیں گزرتا، اگرچہ گزرنے والا گناہگار ہوتا ہے۔ (ت)</p>	<p>ولایفسدہا مرور ماژ فی الصحراء او بمسجد کبیر بموضع سجودہ، فی الاصح، او مرورہ بین یدیہ الی حائط القبلة فی بیت ومسجد صغیر. فانہ کبقعة واحدة؛ وان اثم المار² اھ۔</p>
---	--

اور اگر قبر دہنے بائیں یا پیچھے ہے تو اصلاً موجب کراہت نہیں، جامع المصنعات پھر جامع الرموز پھر طحاوی علی مرقا الفلاح ورد المختار علی الدر المختار میں ہے:

<p>قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے ہاں اگر قبر بالکل اس کے سامنے ہو کہ اگر وہ خاشعین والی نماز پڑھے تو قبر پر اس کی نظر پڑے، اس صورت میں مکروہ ہے۔ (ت)</p>	<p>لا تکرہ الصلاة الی جهة قبر الا اذا کان بین یدیہ، بحیث لو صلی صلاة الخاشعین وقع بصرہ علیہ³۔</p>
--	--

علی قاری حنفی مرقاة شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زائرات القبور والمتخذین علیہا المساجد (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں پر لعنت کی ہے۔) تحریر فرماتے ہیں:

<p>ابن الملک نے کہا ہے کہ قبروں پر مسجدیں بنانا اس لئے حرام قرار دیا ہے کیونکہ ان میں نماز پڑھنا یہودیوں کے</p>	<p>قال ابن الملک: انما حرم اتخاذ المساجد علیہا لان فی الصلاة فیہا استننا بنا بسنة الیہود۔ اھ</p>
---	--

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوٰۃ وما لایکرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۴۰۷ھ

² الدر المختار ما یفسدہ الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مطبع جنتبائی، دہلی ۹۱/۱

³ رد المختار ما یفسدہ الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۱/۸۳

طریقے کی پیروی ہے۔ اہ اور "قبروں پر" کی قید سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اگر "قبروں کے پاس" مسجد بنائی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا، اسی پر دلالت کرتا ہے۔ (ت)

وقيد "عليها" يفيد ان اتخاذ المساجد بجنبها لاباس به۔ ويدل عليه قوله عليه السلام: لعن الله اليهود والنصارى، الذين اتخذوا قبور انبياءهم وصالحهم مساجد¹۔ اھ

بلکہ اگر مزاراتِ اولیائے کرام ہوں اور ان کی ارواح طیبہ سے استمداد کے لئے ان کی قبور کریمہ کے پاس دہنے یا بائیں نماز پڑھے تو اور زیادہ موجب برکت ہے، امام علامہ قاضی عیاض مالکی شرح صحیح مسلم شریف پھر علامہ طیبی شافعی شرح مشکوٰۃ شریف پھر علامہ علی قاری حنفی مرقاۃ المفاتیح میں فرماتے ہیں:

یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے، انہیں اپنا قبلہ بنا لیتے تھے اور نماز میں انہی کی طرف منہ کرتے تھے، اس طرح انہوں نے قبروں کو بُت بنا لیا تھا اس لئے آپ نے ان پر لعنت بھیجی اور مسلمانوں کو ایسے کاموں سے منع کیا، رہا وہ آدمی جو کسی صالح کی قبر کے پاس مسجد بنائے یا مقبرے میں نماز پڑھے اور اس کا مقصد یہ ہو کہ اس صالح انسان کی روح سے تقویت حاصل کرے یا اس کی عبادت کے اثرات میں سے کچھ اثر اس تک بھی پہنچ جائے، اور قبر کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اسمعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں حطیم کے پاس ہے، اس کے باوجود یہ مسجد ان تمام مقامات سے افضل ہے جنہیں کوئی نمازی، نماز پڑھنے کیلئے تلاش کرتا ہے۔ (ت)

كانت اليهود والنصارى يسجدون بقبور انبيائهم ويجعلونها قبلة ويتوجهون في الصلاة نحوها. فقد اتخذوها واوثاناً. فلذلك لعنهم، ومنع المسلمين عن مثل ذلك. اما من اتخذ مسجداً في جوار صالح، او صلى في مقبرة، وقصد الاستظهاً بروحه، او واصل اثر ما من اثر عبادته اليه، لا للتعظيم له، والتوجه نحوه، فلا حرج عليه؛ الا ترى ان مرقد اسمعيل عليه الصلاة والسلام في المسجد الحرام عند الحطيم، ثم ان ذلك المسجد افضل مكان يتحرى المصلي لصلاته²۔

¹ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، الفصل الاول مطبع امدادیہ ملتان ۲۱۹/۲

² مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، الفصل الاول مطبع امدادیہ ملتان ۲۰۲/۲

علامہ طاہر حنفی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

<p>لعنت بھیجے اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا یعنی ان کو قبلہ بنا لیا اور نماز میں انہی کی طرف سجدہ کرتے تھے جیسا کہ بت کے رُوبرو۔ ہاں اگر کسی نیک انسان کے پڑوس میں کوئی شخص مسجد بنائے یا ایسے ہی مقبرے میں نماز پڑھے اور مقصد یہ ہو کہ اس نیک انسان کی رُوح سے تقویت حاصل کرے یا اس کی عبادت کے اثرات سے کچھ اثر اس شخص تک پہنچ جائے، یہ مقصد نہ ہو کہ اس کی طرف منہ کرے اور اس کی تعظیم کرے، تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ کیا معلوم نہیں ہے کہ اسلعل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں ہے، اس کے باوجود اس میں نماز افضل ہے۔ (ت)</p>	<p>لعن اللہ الیہود والنصارى اتخذوا قبور انبیائہم مساجد۔ كانوا يجعلونها قبلۃ. یسجدون الیہا فی الصلاة، كالوثن، واما من اتخذ مسجدا فی جوار صالح، او صلی فی مقبرة، قاصدا بہ الاستظهار بروحہ، او وصول اثر مامن آثار عبادتہ الیہ، لا التوجہ نحوہ والتعظیم لہ، فلا حرج فیہ؛ الا یری ان مرقد اسلعل فی الحجر فی المسجد الحرام والصلوة فیہ افضل¹۔</p>
--	--

قاضی ناصر الدین بیضاوی شافعی پھر امام علامہ بدر الدین محمود عینی حنفی عمدۃ القاری پھر علامہ احمد محمد خطیب قسطلانی شافعی ارشاد الساری شروح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

<p>جو شخص کسی نیک انسان کے پڑوس میں قبر بنائے اور مقصد یہ ہو کہ اس کے قُرب سے برکت حاصل کرے، اس کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو تو ایسا شخص حدیث میں مذکور وعید (یعنی لعنت) میں داخل نہیں ہوگا (ت)</p>	<p>من اتخذ مسجدا فی جوار صالح وقصد التبرک بقرب منہ، لا التعظیم ولا التوجہ الیہ، فلا یدخل فی الوعید المذكور² اھ</p>
--	---

امام علامہ تورپشتی حنفی شرح مصابیح میں زیر حدیث اتخذوا قبور انبیائہم مساجد فرماتے ہیں:

<p>اس کی دو وجہیں ہیں: ایک تو یہ کہ یہود و نصاریٰ قبور انبیاء کو بطور تعظیم اور بقصد عبادت سجدہ کیا کرتے تھے، دوسری یہ کہ وہ انبیاء کے مقبروں میں نماز پڑھنے کی خصوصی طور پر کوشش کرتے تھے اور نماز میں ان کی طرف</p>	<p>هو مخرج علی وجہین، احدہما، انہم كانوا یسجدون بقبور الانبیاء تعظیما لہم وقصدا للعبادة فی ذلک۔ وثانیہما، انہم كانوا یتحرون الصلوة فی مدافن الانبیاء والتوجہ</p>
---	--

¹ مجمع بحار الانوار تحت لفظ قبر مطبع نوکسور لکھنؤ ۱۰۴/۳

² ارشاد الساری باب جواز الدفن باللیل مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۲۳۸/۲

منہ کرتے تھے اور یہ دونوں طریقے ناپسندیدہ ہیں۔ ہاں اگر قبرستان کے قریب کوئی ایسی جگہ ہو جو بنائی ہی نماز کے لئے گئی ہو یا ایسی جگہ ہو کہ وہاں نماز پڑھنے والے کا منہ قبروں کی طرف نہ ہوتا ہو تو ایسی جگہوں پر نماز پڑھی جاسکتی ہے، اسی طرح اگر کسی ایسی جگہ میں نماز پڑھے جہاں کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں کس نبی کا مدفن ہے لیکن قبر کی کوئی علامت نظر نہ آتی ہو اور نمازی کا مقصد بھی شرک خفی نہ ہو (تو نماز پڑھنی جائز ہے) کیونکہ روایات اس پر متفق ہیں کہ اسمعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں حطیم کے پاس ہے اس کے باوجود یہ مسجد ان تمام جگہوں سے افضل ہے جہاں نماز پڑھنے کی جستجو کی جاتی ہے اہ مختصراً (ت)

الی قبورهم فی حالة الصلوة، وكلا الطریقین غیر مرضیة، فاما اذا وجد بقربها موضع بنی للصلوة، او مكانا یسلم المصلی فیہ عن التوجه الی القبور، فانه فی فسخه من الامر۔ وكذلك اذا صلی فی موضع قد اشتہر بان فیہ مدفن نبی، ولم یر فیہ للقبر علماً، ولم یکن قصده ما ذکرناه من الشرك الخفی؛ اذ قد تواطأت اخبار الامم علی ان مدفن اسمعیل علیہ الصلوة والسلام فی المسجد الحرام عند الحطیم، وهذا المسجد افضل مكان یتحرى الصلوة فیہ¹ اہ مختصراً

شیخ محقق خفی لمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں اسے نقل کر کے فرماتے ہیں:

اور شیخ کی شرح میں بھی اسی طرح ہے۔ چنانچہ شیخ نے کہا ہے کہ اس سے وہ صورت خارج ہو گئی جس میں کسی نبی یا صالح کے پاس اس لئے مسجد بنائی جائے کہ اس کی قبر کے پاس نماز پڑھی جائے، لیکن مقصود قبر کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا نہ ہو بلکہ غرض یہ ہو کہ صاحب قبر سے مدد حاصل کی جائے تاکہ اس پاک روح کے قرب کی وجہ سے عبادت مکمل ہو جائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ روایات میں آیا ہے کہ اسمعیل علیہ السلام کی قبر حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے ہے اور حطیم کے پاس حجر اسود اور زمزم کے درمیان ستر انبیاء کی قبریں ہیں، اس کے باوجود وہاں نماز پڑھنے سے کسی نے منع نہیں کیا اہ اس مسئلہ میں تمام شارحین نے ایسی ہی گفتگو کی ہے۔ (ت)

وفی شرح الشیخ ایضاً مثله، حیث قال: وخرج بذلك اتخاذ مسجد بجواز نبی او صالح، وللصلوة عند قبره، لا لتعظیمه والتوجه نحوه؛ بل لحصول مدد منه، حتی تکمل عبادته ببرکة مجاورته لتلك الروح الطاهرة، فلا حرج فی ذلك، لما ورد ان قبر اسمعیل علیہ الصلوة والسلام فی الحجر تحت المیزاب، وان فی الحطیم، بین الحجر الاسود وزمزم، قبر سبعین نبیاً، ولم ینه احد عن الصلوة فیہ اہ وکلام الشارحین متطابق فی ذلك²۔

¹ لمعات التفتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب المساجد ومواضع الصلوة حدیث ۷۱۲ مطبوعہ المعارف العلمیہ لاہور ۵۲/۳

² لمعات التفتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب المساجد ومواضع الصلوة حدیث ۷۱۲ مطبوعہ المعارف العلمیہ لاہور ۵۲/۳

امام اجل برہان الدین فرغانی حنفی صاحب ہدایہ کتاب التجنیس والمزید میں فرماتے ہیں:

قال ابو یوسف: ان کان موازیًا للکعبۃ تکرہ صلاته، وان کان عن یمنه ویساره لا تکرہ ¹ ۔	ابو یوسف نے کہا ہے کہ اگر قبر قبلہ والی جانب ہو تو نماز مکروہ ہے اور اگر دائیں بائیں ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ حاوی۔ (ت)
---	---

پھر تاتارخانیہ پھر عالمگیریہ میں یہ ہے:

ان کانت القبور ما وراء المصلی لایکرہ، فانہ ان کان بینہ وبين القبر مقدار مالوکان فی الصلاة ویسر انسان لایکرہ، فہہنا ایضاً لایکرہ ² ۔	قبریں نمازی کے پیچھے ہوں تو نماز مکروہ نہیں ہے کیونکہ اگر سامنے بھی ہوں لیکن اتنے فاصلے پر ہوں کہ اگر یہ شخص نماز میں ہو اور کوئی سامنے سے گزرے تو اس کا گزرنا مکروہ نہ ہو، تو یہاں بھی مکروہ نہیں ہے۔ (ت)
--	--

اور یہ امر کہ سامنے ہونا زیادہ مکروہ ہے اور دہنے بائیں اس سے کم اور پیچھے ہونا اس سے بھی کم کتب حنفیہ میں تصویر جاندار کی نسبت ہے نہ کہ قبر کی، رد المحتار میں زیر قول در مختار و اختلاف فیما اذا کان التمثال خلفه، والاظہر الکراہۃ³ (اگر تصویر اس کے پیچھے ہو تو اس میں اختلاف ہے، اظہر یہی ہے کہ مکروہ ہے۔ (ت) تحریر فرماتے ہیں:

وفی البحر، قالوا: واشدھا کراہۃ ما یکون علی القبلة امام المصلی، ثم ما یکون فوق راسه، ثم ما یکون عن یمنه ویساره علی الحائط، ثم ما یکون خلفه علی الحائط او الستر ⁴ اھ	اور بحر میں ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ سب سے زیادہ کراہت اس صورت میں ہے جب تصویر قبلہ والی طرف ہو اور نمازی کے سامنے ہو، پھر جو اس کے سر کے اوپر ہو، پھر جو اس کے دائیں بائیں دیوار پر ہو، پھر جو اس کے پیچھے دیوار پر یا پردے پر ہو۔ (ت)
---	---

جامع الرموز میں ہے:

انما خص الصورة لانه یکرہ فی جهة القبر الا اذا کان بین یدیه۔ کما	تصویر کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ قبر کی طرف منہ کرنا مکروہ نہیں ہے، جب تک قبر بالکل رُورونہ ہو،
---	---

¹ کتاب التجنیس والمزید

² فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوٰۃ وما لایکرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۰۷۱

³ الدر المختار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبع مجتہدائی دہلی ۹۲/۱

⁴ رد المحتار مطلب فی الغرس فی المسجد مطبع مصطفیٰ البابی مصر ۷۹/۱

فی جنائز المصمرات¹ - جیسا کہ مضممرات کی کتاب الجنائز میں ہے۔ (ت)

امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبر کی طرف نماز پڑھتے دیکھا، فرمایا قبر، وہ نماز ہی میں آگے بڑھ گئے، اس حدیث سے بھی ظاہر ہوا کہ قبر کی طرف ہی نماز پڑھنا مکروہ ہے نہ کہ اور سمت۔ صحیح بخاری شریف میں ہے:

ورأى عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ یصلی عند قبر، فقال: القبر، القبر، ولم یأمره بالاعادة²۔ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ ایک قبر کے پاس نماز پڑھ رہے ہیں تو فرمایا: قبر، قبر، (یعنی قبر سے بچو) مگر انہیں نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔ (ت)

امام علامہ یعنی انس کی شرح عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں:

هذا التعليق رواه وكيع بن الجراح في مصنفه، فيما حكا ابن حزم عن سفين بن سعيد عن حبيد عن انس، قال: راني عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصلی الى قبر فنهاني، فقال: القبر امامك۔ قال: وعن معمر عن ثابت عن انس، قال: راني عمر اصلی عند قبر، فقال لي: القبر، لاتصل اليه۔ قال ثابت: فكان انس يأخذ بيدى، اذا اراد ان يصلی فيتنجى عن القبور۔ ورواه ابو نعيم شيخ البخارى عن حريث بن السائب، قال: سمعت الحسن يقول بينا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یصلی الى قبر فناداه عمر، القبر، القبر، وظن انه يعنى: اس تعلق کو وکیع ابن جراح نے اپنے مصنف میں ذکر کیا ہے جیسا کہ اس کو ابن حزم نے سفیان ابن سعید سے، اس نے حمید سے، اس نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے، انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قبر کی طرف نماز پڑھتے دیکھا تو مجھے منع کیا اور کہا: "تمہارے سامنے قبر ہے"۔ ابن حزم نے کہا کہ معمر نے ثابت سے، اس نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ عمر نے مجھے ایک قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو کہا: "قبر، اس کی طرف نماز مت پڑھو"۔ ثابت نے کہا کہ اس کے بعد انس جب نماز پڑھنا چاہتے تھے تو میرا ہاتھ تھام لیتے تھے اور قبروں سے ایک طرف ہٹ جاتے تھے۔ اور بخاری کے استاد ابو نعیم نے حریث ابن السائب

¹ جامع الرموز فصل ما یفسد الصلوة، المكتبة الاسلامیة گنبد قاموس ایران ۱۹۶۱

² صحیح بخاری ہل تنبش قبور مشرکی الجالیلیہ ویتخذ مکانہا مساجد مطبع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱

سے اس طرح روایت کی ہے کہ میں نے حسن کو کہتے سنا ہے کہ ایک دن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر کی طرف نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک ان کو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آواز دی: "قبر، قبر"۔ انہوں نے سمجھا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ "قبر" کہہ رہے ہیں، جب انہیں یقین ہو گیا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "قبر" کہا ہے تو آگے بڑھ کر نماز پڑھنے لگے اور قبر سے گزر گئے۔ میں کہتا ہوں اس سے واضح ہو گیا کہ بخاری کی تعلیق میں "قبر کے پاس" سے مراد "قبر کی طرف" ہے۔ یعنی نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے، چنانچہ انہوں نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول "قبر، قبر" کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ کیا تم "قبر کی طرف" نماز پڑھ رہے ہو! بلکہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بواسطہ ثابت جو روایت آتی ہے اس کے اپنے الفاظ یہ ہیں کہ مجھے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو کہا کہ "قبر کی طرف" نماز مت پڑھو، جیسا کہ یہ روایت تم پہلے سن چکے ہو اسی سے واضح ہو گیا جو ملتقی میں ہے کہ قبر پر پاؤں رکھنا، اس پر بیٹھنا، اس پر سونا اور اس کے پاس نماز پڑھنا مکروہ ہے اھ (یعنی یہاں بھی "اس کے پاس" سے مراد "اس کی طرف" ہے۔ اس کو سمجھو اور استقامت اختیار کرو۔) (ت)

القبر، فلماً رأى انه يعنى: القبر، تقدم وصلى وجاز القبر¹ اھ اقول: وبه ظهر ان معنى "عند قبر" في تعليق البخارى "الى قبر" وبمثله صنع العينى، اذ قال بعدما نقلنا عنه قوله: القبر، القبر اى اتصل عند القبر² اھ۔ بل في نفس حديث انس برواية ثابت، رأتى عمر اصل عند قبر، فقال لاتصل اليه³۔ كما سعت۔ وبه اتضح ما فى الملتقى، يكره وطء القبر والجلوس والنوم عليه والصلوة عنده⁴ اھ فافهم واستقم۔

مسئلہ تو قبر کا تھا، رہا مقبرہ اُس میں بھی اصل منشاء کراہت قبر ہے اور اس کی تعلیلیں ہمارے علمائے حنفیہ ہی نے تین طور پر کی ہیں ایک تشبہ اہل کتاب دوسرے یہ کہ عبادت اصنام اسی طرح پیدا ہوئی تیسرے محل نجاسات ہونا جیسے شیخ محقق نے اختیار فرمایا، حلیہ پھر رد المحتار میں ہے:

اس میں اختلاف ہے کہ کراہت کی علت کیا ہے، بعض نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ اس میں مُردوں کی ہڈیاں اور پیپ ہوتی ہے جو کہ نجس ہے لیکن اس پر اعتراض ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ بتوں کی عبادت کا آغاز اسی طرح ہوا تھا کہ لوگوں نے

واختلف في علته، فقيل: لان فيها عظام الموتى وصدیدهم، وهو نجس۔ وفيه نظر، وقيل: لان اصل عبادة الاصنام اتخاذ قبور الصالحين مساجد۔ وقيل لانه تشبه باليهود۔ وعليه

¹ عمدة القاری شرح صحیح بخاری هل تنبش قبور مشرکی الجالیة الخ مطبوعه ادارة الطباعة المنيرة بیروت ۱۴۲۴

² عمدة القاری شرح صحیح بخاری هل تنبش قبور مشرکی الجالیة الخ مطبوعه ادارة الطباعة المنيرة بیروت ۱۴۲۴

³ عمدة القاری شرح صحیح بخاری هل تنبش قبور مشرکی الجالیة الخ مطبوعه ادارة الطباعة المنيرة بیروت ۱۴۲۴

⁴ ملتقى الابحار مع مجمع الانهر فصل فی الصلوة علی الميت مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۸۷۱

مشی فی الخانیة¹۔

نیک ہستیوں کی قبروں کو مساجد بنا لیا تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ اس میں یہودیوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہے۔ خانیہ میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ پہلی دو^۲ تعلیلیں صرف اُس صورت کی کراہت بتاتی ہیں کہ نماز قبر کی طرف ہو کہ دہنے بائیں یا قبر کو پیچھے لے کر نہ شبہ عبادت ہے نہ تشبہ یہود، خود شاہ صاحب سے سائل نے نقل کیا کہ یہ مشابہت جمادات کو سجدہ کرنے میں ہوتی ہے انتہی ولہذا شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لمعات التفتیح میں زیر حدیث اجعلوا فی بیوتکم من صلاتکم ولا تتخذواھا قبورا (گھروں میں بھی کچھ نمازیں پڑھا کرو اور گھروں کو قبریں نہ بناؤ) فرمایا:

یعنی تم گھروں میں اس طرح نہ رہا کرو جس طرح مُردہ ہوتا ہے کہ کوئی عمل نہیں کرتا، یا یہ مراد ہے کہ تم سوئے نہ رہا کرو، جس طرح مُردے سوئے پڑے ہیں، کیونکہ نیند موت کی بہن ہے۔ یعنی یہ نہ ہو کہ مردوں کی طرح تم بھی کوئی عبادت نہ کرو۔ پھر یہ بات جانو کہ مقبرے میں نماز کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، ایک جماعت اس کو مکروہ قرار دیتی ہے، اگرچہ جگہ پاک ہو، اور اس پر کبھی تو اسی حدیث کو دلیل پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "گھروں کو قبریں نہ بناؤ" سے معلوم ہوتا ہے کہ قبروں میں نماز نہیں پڑھی جاتی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقبرے میں نماز نہیں ہوتی۔ لیکن یہ دلیل ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث کا صحیح مفہوم ہم بیان کر آئے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر یہ حدیث نماز کے نہ ہونے پر دلالت کرے گی، تو قبر میں نماز نہ ہونے پر دلالت کرے گی نہ کہ مقبرے میں نہ ہونے پر۔ (جبکہ گفتگو مقبرے کے بارے میں میں ہو رہی ہے) اس کو سمجھو، اور کبھی اس کی دلیل کو وہ حدیث پیش

ای ولا تکونوا فی البیوت کالبیت الذی لایعبد، اوتکونوا نائمین فتکونوا مشابہین للاموات، لان النوم اخر الموت، غیر مشتغلین بالعبادة، ثم اعلم، انهم اختلفوا فی الصلاة فی المقبرة، فکرها جماعۃ، وان کان المکان طاهراً، فتارة احتجوا بهذا الحدیث، لانه یدل علی ان الصلوة لاتکون فی المقبرة، لانه جعل کونها قبورا کنایة عن عدم الصلاة فیها، فیفہم ان لاصلوة فیها۔ وهذا ضعیف لما ذکرنا من معناه، علی انه ان دل فأنما یدل علی عدم الصلاة فی القبر، لانی المقبرة، فافہم۔ وتارة بالحدیث السابق (ای قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعن اللہ الیہود والنصارى اتخذوا قبورا نبیائہم مساجد) وهو ایضاً لایتم لما علم من المراد به (ای ما قدمناہ عنہ عن التورپشتی وغیرہ من الشراح، فأنہ انما

¹ رد المحتار کتاب الصلوة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۹۷۱ء

يدل على منع التوجه الى القبر. لا الصلاة في المقبرة مطلقاً) ومنهم من ذهب الى ان الصلاة فيها جائزة. ان كانت التربة طاهرة والسكان طيباً. ولم يكن من صديد الموتى وما ينفصل عنهم من النجاسات¹ اه

کرتے ہیں جو گزر چکی ہے (یعنی سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان کہ اللہ تعالیٰ نے ان یہود و نصاریٰ پر لعنت کی جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا لیا تھا) یہ دلیل بھی نامکمل ہے جیسا کہ اس حدیث کی مراد سے معلوم ہو چکا (یعنی ہم نے تور پستی وغیرہ شرح سے جو نقل کیا ہے کہ اس حدیث سے قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے نہ کہ مقبرے میں مطلقاً نماز کی ممانعت۔ اور بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ مقبرے میں نماز جائز ہے بشرطیکہ وہاں کی مٹی پاک ہو، جگہ عمدہ ہو اور مردوں سے پیپ اور دیگر جو نجاستیں خارج ہوتی ہیں، وہاں نہ ہوں اھ (ت)

وانا قول وبالله التوفيق (اور میں اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں۔ ت) تحقیق یہ ہے کہ عامہ مقابر میں ہر جگہ مظنہ قبر ہے مگر یہ کہ کوئی محل ابتدا سے دفن ہونے سے محفوظ رہا ہو اور معلوم ہو کہ یہاں دفن واقع نہ ہوا، ولہذا ہمارے علمائے تصرح فرمائی کہ مقبرہ میں جو نیاراستہ نکالا گیا ہو اُس میں چلنا حرام ہے کہ قبورِ مسلمین کی بے ادبی ہوگی طحاوی ورد المختار فصل استنجاء میں زیر قول ماتن یکرہ بول فی مقابر (مقبروں میں پیشاب کرنا مکروہ ہے۔ ت) فرماتے ہیں:

لان الميت يتأذى بما يتأذى به الحي، والظاهر انها تحريسية لانهم نصوا على ان المرور في سكة حادثة فيها حرام، فهذا اولی²،

کیونکہ جس کام سے زندہ انسان کو ایذا پہنچتی ہے اُس سے مُردے کو بھی ایذا پہنچتی ہے۔ اور ظاہر یہی ہے کہ کراہت تحریمی مراد ہے، کیونکہ فقہانے تصریح کی ہے کہ مقبرے میں جو نیاراستہ نکالا گیا ہو اس پر چلنا حرام ہے، تو پیشاب کرنا تو بطریقِ اولیٰ حرام ہوگا۔ (ت)

پھر قبریں کھودنے میں بطن زمین کی مٹی اُپر آتی ہے اور وہ اکثر وہی ہوتی ہے جو پہلے گلے ہوئے اجسام کی نجاست سے متنجس ہو چکی اور بند کرنے میں سب مٹی نہیں ہو جاتی تو جا بجا متنجس مٹی کا پھیلا ہونا مظنون ہوتا ہے اور مظنہ قبر و مظنہ نجاست دونوں کراہت تزییہہ کیلئے کافی ہیں کہ ظن اگر غالب ہوتا جو فقہیات میں ملتحق یتقین ہے تو بوجہ علت اول حکم کراہت تحریم ہوتا اور بوجہ علت ثانی بغیر کچھ بچھائے بطلان نماز کا حکم دیا جاتا از انجا کہ ظن اس حد کا نہیں صرف کراہت تزییہہ رہی اور اب یہ حکم حکم صلاۃ علی القبر اور الی القبر سے جدا پیدا ہوا کہ اس میں پیچھے یا آگے کسی قبر کا معلوم ہونا ضرور نہیں قبور معلومہ اگرچہ دہنے بائیں یا پیچھے ہوں جبکہ یہ زمین ایسی ہے جس میں قبر و نجاست کا مظنہ ہے حکم کراہت دیا جائے گا یہی محمل ہے اس کلام کا جو علامہ طحاوی نے حاشیہ مراتی الفلاح میں زیر قول شرنبلالی تکرہ الصلاة فی المقبرة نقل فرمایا سواء كانت فوقه او خلفه او تحت ما هو واقف عليه³ (برابر ہے کہ مقبرہ

¹ لمعات التفتیح باب المساجد و مواضع الصلوة حدیث ۱۱۳ مکتبہ المعارف العلمیہ لاہور ۵۳/۳

² رد المختار فصل فی الاستنجاء مطبع مصطفیٰ البانی مصر ۲۵۲

³ حاشیہ الطحاوی علی مراتی الفلاح فصل فی المکر وہات مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۶

اس کے اوپر ہو یا پیچھے ہو یا جس چیز پر یہ کھڑا ہے اس کے نیچے ہو۔ ت) اور یہی منشا ہے اطلاق متون کا ورنہ اگر مقبرہ میں کوئی جگہ صاف و پاک ہو کہ نہ اُس میں قبر ہو نہ مصلیٰ کا قبر سے سامنا ہو تو وہاں نماز ہر گز مکروہ نہیں خانیہ^۱ و منیہ^۲ و زاد^۳ الفقیر امام ابن الہمام و حلیہ^۴ و غنیہ^۵ و بحر الرائق^۶ و شرنبلالی^۷ علی الدرر و حلی^۸ و طحاوی^۹ و رد المحتار^{۱۰} وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے:

لاباس بالصلاة فيها اذا كان موضع احد للصلاة وليس فيه قبر ولا نجاسة ^۱ ۔	مقبرے میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر وہاں کوئی جگہ نماز کے لئے تیار کی گئی ہو اور اس میں قبر اور نجاست نہ ہو۔ (ت)
---	---

زاد الفقیر کی عبارت یہ ہے:

تكره الصلاة في المقبرة الا ان يكون فيها موضع اعد للصلاة لانجاسة فيه ولا قدر ^۲ فيه اه۔	مقبرے میں نماز مکروہ ہے، لیکن اگر وہاں نماز کے لئے کوئی جگہ تیار کی گئی ہو جس میں نجاست اور گندگی نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے۔ (ت)
---	---

اس تحقیق سے پہلے تین سوالوں کا جواب ظاہر ہو گیا کہ قبر پر نماز مطلقاً مکروہ ہے اور قبر کی طرف بھی جبکہ قبر موضع سجود میں مطلقاً یا گھریا مسجد صغیر میں جانب قبلہ بلا حائل ہو اور اس کے لئے کچھ بہت سے قبور ہونا درکار نہیں، تنہا ایک ہی قبر ہو جب بھی یہی حکم ہے اور قبر دہنے یا بائیں یا پیچھے ہو اور زمین جہاں نماز پڑھتا ہے پاک و صاف ہو تو اصلاً کراہت نہیں، یہ حکم حضرت شیخ محقق نے نہ اپنی طرف سے لکھانہ علمائے حنفیہ کے قول کے خلاف بلکہ عامہ کتب حنفیہ میں اس کی صاف تصریح ہے جیسا کہ گزر اور جب اس میں کراہت ہی نہیں تو سترہ کی کیا حاجت اور مقابر میں جہاں مُردے دفن ہوتے چلے آئے ہیں اور ان میں قبر یا نجاست کا مظنہ ہے نماز مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ قبور معلومہ پیچھے ہی ہوں مگر اُس صورت میں کہ کوئی زمین پاک و صاف معلوم ہو اور اس کے قبلہ میں قبر بلا حائل بمعنی مذکور نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ رد المحتار مطلب فی احکام المسجد مطبع مصطفیٰ البانی مصر ۱۸۴۱

^۲ حاشیہ الطحاوی علی مرقا الفلاح فصل فی المکروہات مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۱۹۶



باب الاذان والاقامة

مسئلہ (۳۲۴): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان کے بعد صلاۃ کہنا جس طرح یہاں رمضان مبارک میں معمول ہے جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

الجواب:

اسے فقہ میں تثویب کہتے ہیں یعنی مسلمانوں کو نماز کی اطلاع اذان سے دے کر پھر دوبارہ اطلاع دینا اور وہ شہروں کے عرف پر ہے جہاں جس طرح اطلاع مکرر رائج ہو وہی تثویب ہے خواہ عام طور پر ہو جیسے "صلاۃ" کہی جاتی ہے یا خاص طریقہ پر، مثلاً کسی سے کہنا اذان ہو گئی یا جماعت کھڑی ہوتی ہے یا امام آگے یا کوئی قول یا فعل ایسا جس میں دوبارہ اطلاع دینا ہو وہ سب تثویب ہے اور اس کا اور صلاۃ کا ایک حکم ہے یعنی جائز، جس کی اجازت سے عامہ کتب مذہب متون مثل تنویر^۱ الابصار و قایہ^۲ و نقایہ^۳ و غرر الاحکام^۴ و کنز^۵ و غرر الاذکار^۶ و وافی^۷ و ملتقی^۸ و اصلاح^۹ نور الایضاح^{۱۰} و شروع^{۱۱} مانند در مختار^{۱۲} و رد المحتار^{۱۳} و اصلاح^{۱۴} و طحاوی^{۱۵} و عنایہ^{۱۶} و نہایہ^{۱۷} و غنیہ^{۱۸} شرح منیہ و صغیری^{۱۹} و بحر الرائق^{۲۰} و نہر الفائق^{۲۱} و تبیین الحقائق^{۲۲} و رجندی^{۲۳} و قسستانی^{۲۴} و درر^{۲۵} و ابن ملک^{۲۶} و کافی^{۲۷} و مجتبیٰ^{۲۸} و ایضاح^{۲۹} و امداد الفتاح^{۳۰} و مرآۃ الفلاح^{۳۱} و حاشیہ مرآۃ للعلاۃ الطحاوی^{۳۲} و فتاویٰ مثل ظہیریہ^{۳۳} و خانہ^{۳۴} و خلاصہ^{۳۵} و خزانیۃ المفتین^{۳۶} و جواہر اخلاطی^{۳۷} و علمگیری^{۳۸} و غیرہا مالمال ہیں، و هو الذی علیہ عامۃ الائمة المتأخرین والخلاف خلاف زمان لابرہان (عام ائمہ متأخرین اسی پر ہیں اور یہ اختلاف زمانی اختلاف ہے برہانی نہیں۔ ت)

مختصر الوقایہ میں ہے: التثویب حسن فی کل صلاة¹ (تثویب ہر نماز کے لئے بہتر ہے۔ ت) متن علامہ غزی ترمذی میں ہے: یتوب الا فی المغرب² (مغرب کے علاوہ ہر نماز کے لئے تثویب کبھی جائے۔ ت) شرح محقق علانی میں ہے: یتوب بین الاذان والاقامة فی الکل للکل بماتعارفوه³ (اذان اور اقامت کے درمیان متعارف و مردوجہ طریقہ پر تمام نمازوں میں ہر ایک کے لئے تثویب کبھی جائے۔ الخ ت) حاشیہ آفندی محمد بن عابدین میں ہے:

قوله یتوب، التثویب العودالی الاعلام بعدالاعلام دررقوله فی الکل ای کل الصلوات لظهور التوانی فی الامور الدینیة قوله بماتعارفوه کتتصحح او قام قام او الصلاة الصلاة ولو احدثوا اعلامًا مخالفًا لذلك جازنهر عن المجتبی ⁴ اه ملتقطًا۔	قوله یتوب، تثویب، اطلاع کے بعد اطلاع کو کہا جاتا ہے۔ درر، قوله فی الکل یعنی تمام نمازوں میں کبھی چاہئے کیونکہ امور دینیہ کے بجالانے میں بہت سستی و کاہلی آچکی ہے، قوله بماتعارفونامثلًا کھانسنایا نماز کھڑی ہو گئی نماز کھڑی ہو گئی یا نماز نماز، اگر کوئی اور طریقہ اس کے علاوہ اپنالیں تب بھی جائز ہے۔ نہر نے مجتبی سے نقل کیا ہے، اختصارًا۔ (ت)
--	--

شرح الوافی للامام المصنّف العلام حافظ الدین ابی البرکات النسفی میں ہے:

تثویب کل بلدة علی ماتعارفوه لانه للمبالغة فی الاعلام وانما یحصل ذلك بماتعارفوه اه ملخصًا ⁵	ہر شہر کی تثویب اسی طریقہ پر ہوگی جو وہاں متعارف ہے کیونکہ یہ اعلان میں مبالغہ کے لئے ہے اور وہ متعارف و مشہور طریقہ سے حاصل ہوگا۔ (ت)
---	--

اور ماہ مبارک رمضان سے اُس کی تخصیص بے جا نہیں کہ لوگ افطار کے بعد کھانے پینے میں مشغول اور نفس آرام کی طرف مائل ہوتے ہیں لہذا تنبیہ بعد تنبیہ مناسب ہوئی جس طرح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان فجر میں الصلاة خیر من النوم⁶ مقرر کرنے کی اجازت عطا فرمائی اخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر

1 مختصر الوقایہ فی مسائل الہدیہ فصل الاذان نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۱۲

2 در مختار فصل الاذان مجتبیٰ دہلی ۱/۲۳

3 در مختار فصل الاذان مجتبیٰ دہلی ۱/۲۳

4 رد المحتار، فصل الاذان، مصطفیٰ البابی مصر، ۱/۲۸۶

5 شرح الوافی للنسفی

6 المعجم الکبیر للطبرانی مسند بلال بن رباح مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/۳۵۵

عن سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ (طبرانی نے معجم کبیر میں سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ نقل کیا ہے۔ ت) ہدایہ میں ہے: خص الفجر به لانه وقت نوم وغفلة¹ (وقت فجر کو مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ وقت نیند اور غفلت کا وقت ہوتا ہے۔ ت)

بالجملہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں جس پر مسلمانوں میں نزاع ڈالی جائے اور فتنہ انگیزی کر کے تفریق جماعت کی راہ نکالی جائے جو ایسا کرتا ہے سخت جاہل اور مقاصد شرع سے بالکل غافل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۵) از بگلرام ضلع ہر دوی محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب مارہروی ۲۰ صفر ۱۳۱۱ھ اذان دینا اندر مسجد کے آپ نے فرمایا تھا مکروہ ہے، میں نے یہاں کے لوگوں سے ذکر کیا ان لوگوں نے کتاب کا ثبوت چاہا امید کہ نام کتاب مع بیان مقام کہ فلاں مقام پر لکھا ہے تکلیف فرما کر لکھا جائے اور یہ بھی لکھا جائے کہ کون سا مکروہ ہے؟

الجواب:

فتاویٰ امام اجل قاضی خان و فتاویٰ خلاصہ و بحر الرائق شرح کنز الدقائق و شرح نقایہ للعلامة عبد العلی البرجندي و فتاویٰ علمگیریہ وحاشیہ الطحطاوی علی مرقی الفلاح و فتح القدر شرح ہدایہ وغیرہا میں اس کی منع و کراہت کی تصریح فرمائی امام فخر الملتہ والدین اوز جندی فرماتے ہیں: ینبغی ان یؤذن علی المعذنة او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد²۔ اذان بینا پر یا مسجد کے باہر دی جائے مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔ (ت) امام طاہر بن احمد بخاری فرماتے ہیں: لا یؤذن فی المسجد³ (مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ ت) علامہ زین بن نجیم و علامہ عبد العلی برجندي نے ان سے اور فتاویٰ ہندیہ میں امام قاضی خان سے عبارات مذکورہ نقل فرما کر مقرر رکھیں علامہ سید احمد مصری نے فرمایا: یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القہستانی عن النظم⁴ (مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی نے نظم سے نقل کیا ہے۔ ت) امام اجل کمال الدین

¹ ہدایہ باب الاذان، مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱۰۱۱ھ

² فتاویٰ قاضی خان، مسائل الاذان مطبوعہ نوکسور لکھنؤ ۱۷۷۳ھ

³ خلاصہ الفتاویٰ الفصل الاول فی الاذان مطبوعہ نوکسور لکھنؤ ۱۷۹۱ھ

⁴ حاشیہ الطحطاوی علی مرقی الفلاح باب الاذان مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۰۷

محمد بن المہام فرماتے ہیں:

<p>تکبیر مسجد کے اندر کبھی جائے اور اس کے بغیر کوئی اور صورت نہیں البتہ اذان منارہ پر دی جائے، اگر وہ نہ ہو تو فناء مسجد میں دینی چاہئے اور فقہانے بیان کیا ہے کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ ت)</p>	<p>الاقامة في المسجد ولا بد منه واما الاذان فعلى المعتذنة فان لم تكن ففي فناء المسجد وقالوا لا يؤذن في المسجد¹۔</p>
--	--

اور اس مسئلہ میں نوع کراہت کی تصریح کلمات علما سے اس وقت نظر فقیر میں نہیں ہاں صیغہ "لا یفعل" سے متبادر کراہت تحریم ہے کہ فقہائے کرام کی یہ عبارت ظاہراً مشیر ممانعت و عدم اباحت ہوتی ہے علامہ محمد محمد امیر الحاج نے حلیہ میں فرمایا: قول المص لایزید یشیر الی عدم اباحة الزیادة² (مصنف کا قول "لا یزید" اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ زیادتی جائز نہیں۔ ت) نظیر اس کی "یفعل ویقول" ہے کہ ظاہراً مفید و جوب ہے کمانص علیہ ایضاً فیہا (جیسا کہ اس پر بھی اس میں تصریح ہے۔ ت) یونہی عبارت نظم میں لفظ "یکرہ" کہ غالباً کراہت مطلقہ سے کراہت تحریم مراد ہوتی ہے:

<p>جیسا کہ دُر مختار، ردالمحتار اور دیگر معتبر کتب میں ہے اور مساجد میں بلند آواز سے منع کرنا بھی اس کی تائید کرتا ہے جیسا کہ حدیث ابن ماجہ میں ہے، اپنی مساجد کو اپنے ناسمجھ بچوں سے، دیوانوں سے، تلواروں کو سوتلتے سے اور آوازوں کو بلند کرنے والوں سے محفوظ رکھو، اور بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آواز بلند کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس پر تمام اعمال کے ضائع ہونے کی دھمکی دی گئی ہے، اور بارگاہ خداوندی اس ادب و احترام کے زیادہ لائق ہے جیسا کہ تم قیامت کے روز دیکھو گے رحمن</p>	<p>کما فی الدر المختار و ردالمہتار و غیرہما من الاسفار و یؤیدہ منع رفع الصوت فی المساجد کما فی حدیث ابن ماجة جنبا مساجدکم صبیانکم و مجانینکم و سل سیوفکم و رفع اصواتکم³ و قد نهوا عن رفع الصوت بحضرة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حذروا علی ذلك من حبط الاعمال و الحضرة الالهية احق بالادب کما تری یوم القیمة و خشعت الاصوات للرحمن فلا تسمع الا همسا و بهذا یضعف ما یظن ان لیس</p>
---	---

1 فتح القدر باب الاذان مطبوعہ نوریہ رضویہ کھڑا ۲۱۵/۱

2 حلیہ

3 سنن ابن ماجہ باب ما یکرہ فی المساجد مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۵

کے لئے تمام آوازیں پست ہو جائیں گی تو تو نہیں سنے گا مگر بہت آہستہ آواز۔ اس گفتگو سے یہ گمان و قول ضعیف ہو جاتا ہے کہ یہ عمل صرف خلاف سنت ہے تو اس میں صرف کراہت تزیہی ہے۔ علاوہ ازیں تحقیق یہ ہے سنت متوسطہ کا خلاف کراہت تزیہی اور تحریمی کے درمیان ہوتا ہے اور اس کو "اساءة" سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ یہ اس شخص پر ظاہر ہو جائیگا جس نے دو مقدس علوم حدیث و فقہ کی خدمت کی ہے اس کی طرف رجوع کیا جائے اور اسے ذہن نشین کرنا چاہئے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

(ت)

فیه الاخلاف السنة فلا یکره الاتزیہا علی ان التحقیق ان خلاف السنة المتوسطة متوسط بین کراہتی التزیہ والتحریم وهو المعبر بالاساءة کما سیظهر لمن له المأم بخدمة العلمین الشرفین الفقه والحديث فلیراجع ولیحرر واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۶) ۲۹ صفر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمع وقت پنجگانہ نماز میں بعد اذان کے لازم پکڑنا مؤذن کا ہر نمازی کو باواز بلا نا اور نمازیوں کا اسی لحاظ سے اذان پر خیال نہ رکھنا بلکہ بعد اذان کے بلانے سے آنا اس صورت میں بلا نا مؤذن کا بعد اذان کے چاہئے یا نہیں، دوسرے یہ کہ امام کے انتظار میں وقت میں تاخیر کرنا مقتدیوں کو درست ہے یا نہیں؟ اور فجر کی سنتیں بعد جماعت فرض مسبوق ادا کرے درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

جب نمازی اذان سے آجاتے ہوں تو بلا وجہ بعد اذان ہر شخص کو جذا جدا بلانے کا التزام کرنا جس سے انہیں اذان پر آنے کی عادت جاتی رہے نہ چاہئے فان فیہ علی هذا التقدير اخلاء للاذان عما یقصد بہ (کیونکہ ایسی صورت میں اذان کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ ت) اور وقت کراہت تک انتظار امام میں ہرگز تاخیر نہ کریں، ہاں وقت مستحب تک انتظار باعث زیادت اجر و تحصیل فضیلت ہے پھر اگر وقت طویل ہے اور آخر وقت مستحب تک تاخیر حاضرین پر شاق نہ ہوگی کہ سب اُس پر راضی ہیں تو جہاں تک تاخیر ہو اُنہا ہی ثواب ہے کہ یہ سارا وقت اُن کا نماز ہی میں لکھا جائیگا،

یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رات گئے تک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انتظار کرتے حتیٰ کہ رات کا ایک حصہ گزر جاتا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکے اس عمل کی تصویب فرمائی اور ارشاد فرمایا: جتنا وقت تم نماز کا انتظار کرتے ہو

وقد صحح عن الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم انتظار النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی مضی نحو من شطر اللیل وقد اقرهم علیہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقال انکم لن تزالوا فی صلاة

ما انتظر تم الصلاة¹۔

یہ سارا وقت تم نماز میں ہی ہوتے ہو۔ (ت)

ورنہ اوسط درجہ تاخیر میں حرج نہیں جہاں تک کہ حاضرین پر شاق نہ ہو۔

انقرویہ ہیں تاتار خانیہ سے اور اس میں امام حاکم الشہید کی منتہی سے ہے کہ مؤذن کا اقامت کو مؤخر کرنا اور امام کا قرأت کو لمبا کرنا تاکہ بعض خاص لوگ جماعت کو پالیں حرام ہے یہ حرمت اس وقت ہے جب یہ طوالت و تاخیر کسی دنیا دار کے لئے ہو اور لوگوں پر یہ شاق گزرے حاصل یہ ہے کہ تھوڑی تاخیر تاکہ اہل خیر شریک ہو جائیں مکروہ نہیں، امام کو اوسط درجہ کا انتظار کرنا جائز ہے۔ (ت)

في الانقروية عن التاتارخانية عن المنتقى
للامام الحاکم الشہیدان تأخیر المؤذن
وتطویل القراءة لادراك بعض الناس حرام هذا
اذا كان لاهل الدنيا تطويلاً وتأخيراً يشق على
الناس والحاصل ان التأخير القليل لا عانة اهل
الخير غير مكروه ولا باس بان ينتظر الامام
انتظاراً اوسطاً²۔

اور سنت فجر کہ تہافت ہوئیں یعنی فرض پڑھ لیے سنتیں رہ گئیں ان کی قضا کرے تو بعد بلندی آفتاب پیش از نصف النہار شرعی کرے طلوع شمس سے پہلے ان کی قضا ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک ممنوع و ناجائز ہے،

کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: صبح کے بعد کوئی نماز جائز نہیں یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے۔ (ت)

لقول رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
لا صلاة بعد الصبح حتى ترتفع الشمس³۔

والله سبحانه وتعالى اعلم و علمه جل مجده اتم واحكم۔

مسئلہ (۳۲۷) از گلتہ دھرم تلا ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مؤذن کی بغیر اجازت دوسرا شخص اقامت کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ در صورت عدم جواز بدون اجازت مؤذن ساکن حدیث شریف سے سند چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کہتے اور اقامت دوسرے صاحب کہا کرتے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

ناجائز نہیں، ہاں خلاف اولیٰ ہے اگر مؤذن حاضر ہو اور اسے گراں گزرے ورنہ اتنا بھی نہیں۔ مسند امام احمد و سنن اربعہ و شرح معانی الآثار ہیں زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، میں نے اذان

1 الصیح لمسلم باب فضل الصلوٰۃ المکتوبہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۲

2 فتاویٰ انقروویہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ الاشاعریہ العربیہ قندھار افغانستان ۵/۱

3 صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۳

کہی تھی بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تکبیر کہنی چاہی فرمایا: یقیم اخو صداء فان من اذن فهو یقیم¹ قبیلہ صداء کا بھائی اقامت کہے گا کہ جو اذان دے وہی تکبیر کہے۔ فی الدر المختار (در مختار میں ہے):

<p>مؤذن کی غیر موجودگی میں غیر کا تکبیر کہنا مطلقاً مکروہ نہیں البتہ جب مؤذن موجود ہو اور اس پر گراں گزرے تو مکروہ ہے۔ (ت)</p>	<p>اقام غیر من اذن بغیبتہ ای المؤذن لایکرہ مطلقاً وان بحضورہ کرہ ان لحقہ وحشۃ²۔</p>
--	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>یہ خواہر زادہ کا مختار ہے اور یہی درر اور خانیہ ہیں لیکن خلاصہ یہ ہے اور اگر وہ راضی نہ ہو تو کراہت ہے اور روایت کا جواب یہ ہے کہ اس میں مطلقاً کوئی حرج نہیں اہ میں کہتا ہوں امام طحاوی سے معانی الآثار میں ہمارے تینوں ائمہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے یہی تصریح کی ہے، اور بحر میں فرمایا قول مجمع کا اطلاق کہ ہم اسے غیر سے مکروہ نہیں سمجھتے اسی پر دال ہے اس کی شرح لابن ملک میں جو ہے کہ اگر مؤذن موجود ہو اور وہ راضی نہ ہو تو اتفاقاً مکروہ ہے اس میں نظر ہے اور کافی کا اطلاق بھی اسی پر دال ہے اور استدلال یہ ہے کہ ہر ایک ذکر ہے اگر ہر ایک ذکر کو دوسرا بجلائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، ہاں افضل یہ ہے کہ مؤذن ہی تکبیر کہے۔ (ت)</p>	<p>هذا اختيار خواهر زاده ومشى عليه في الدرر والخانية لكن في الخلاصة وان لم يرض به يكره وجواب الرواية انه لا بأس به مطلقاً اه قلت وبه صرح الامام الطحاوي في معاني الآثار معزيا الى اثمتنا الثلاثة وقال في البحر ويدل عليه اطلاق قول المسجع ولا نكرها من غيره فبافي شرحه لابن ملك من انه لو حضر ولم يرض يكره اتفاقاً فيه نظر اه وكذا يدل عليه اطلاق الكافي معللاً بان كل واحد ذكر فلا بأس بان يأتي بكل واحد رجل آخر ولكن الافضل ان يكون المؤذن هو المقيم³ اه الخ</p>
---	---

¹ شرح معانی الآثار باب الرجلین یؤذن احدہما ویقیم الآخر مطبوعہ ایچ ایم سعید کینی کراچی ۱/۹۸

² الدر المختار باب الاذان مطبوعہ مجتہبائی دہلی ۱/۶۳

³ ردالمحتار مطلب فی المؤذن اذکان غیر مستحب فی اذانه مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۲۹۱

اقول: جب ہم کراہت کو کراہت تزیہی اور اسکی نفی کو کراہت تحریم پر محمول کریں تو مسئلہ میں اتفاق ہو جائے گا۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ کافی نے نفی کراہت کا قول کرتے ہوئے "لاباس" اور "لکن الافضل" کہا اور اسی طرح امام طحاوی وغیرہ نے بھی "لاباس" سے تعبیر کیا حالانکہ فقہاً نے تصریح کی ہے کہ اس سے کراہت تزیہی ثابت ہوتی ہے۔ (ت)

اقول: اذا حملنا الكراهة على كراهة التنزيه ونفيها على التحريم حصل الوفاق الاترى الى قول الكافي النافي كيف يقول لاباس ولكن الافضل وكذلك عبدالامام الطحاوي وغيره بلاباس وقد صرحوا ان مرجعه الى كراهة التنزيه۔

پھر یہ استمرار کا دعویٰ کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کہتے اور اقامت دوسرے صاحب کہا کرتے تھے کسی حدیث سے ثابت نہیں، ہاں حدیث میں ایک بار کا یہ ذکر آیا ہے کہ جب عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں اذان دیکھی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی، ارشاد ہوا: بلال کو سکھا دو کہ اُن کی آواز بلند تر ہے۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان کہی جب تکبیر کہنی چاہی عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نام ہوئے اور عرض کی: خواب تو میں نے دیکھا تھا میں تکبیر کہنا چاہتا ہوں۔ فرمایا: تو تمہیں کہو۔ انہوں نے تکبیر کہی رواہ الامام احمد وابوداؤد¹ والطحاوی عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام احمد، ابوداؤد اور طحاوی نے انہیں صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) یہ حدیث کچھ ہمارے مخالف نہیں کہ کلام اُس صورت میں ہے جب مؤذن کو ناگوار گزرے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اذن کے بعد بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ناگواری کا کیا احتمال، مع ہذا یہ حدیث ابتدائے امر کی ہے کہ وہ پہلی اذان تھی کہ اسلام میں کہی گئی اور حدیث متقدم اُس سے متاخر ہے تاہم ثبوت صرف افضلیت کا ہے نہ کہ اقامت غیر کی ممانعت کما لایخفی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۸) ۶ رمضان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطیب کے سامنے جو اذان ہوتی ہے مقتدیوں کو اُس کا جواب دینا اور جب وہ خطبوں کے درمیان جلسہ کرے مقتدیوں کو دُعا کرنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

ہرگز نہ چاہئے یہی احوط ہے ردالمحتار میں ہے: اجابة الاذان ح مكر وهه² (اذان کا جواب

1 سنن ابی داؤد الرجل یؤذن ویقیم آخر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۶/۱

2 ردالمحتار باب الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۶۰۷/۱

اُس وقت مکروہ ہے۔ ت) نہر الفائق پھر دُر مختار میں ہے:

اس بات پر اتفاق ہے کہ خطیب کے سامنے کی اذان کا جواب زبانی نہیں دینا چاہئے۔ (ت)	ینبغی ان لایجیب بلسانہ اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب ¹ ۔
--	--

اُسی میں ہے:

اور جب امام حجرہ سے نکلے اگر حجرہ ہو ورنہ امام کا منبر پر چڑھنے کے لئے کھڑا ہونا معتبر ہے۔ تو اس وقت سے تمام خطبہ تک نہ کوئی نماز جائز ہے نہ کوئی کلام۔ اور صاحبین نے کہا: خطبہ سے پہلے اور بعد کلام میں کوئی حرج نہیں۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جب امام بیٹھے اس وقت بھی کلام میں حرج نہیں۔ اور اختلاف امام صاحب اور صاحبین کا اس کلام میں ہے جو آخرت سے متعلق ہو، کلام آخرت کے علاوہ دنیاوی کلام بالاتفاق مکروہ ہے۔ اسی بنا پر (خطیب کے سامنے) آیہ کریمہ ان الله وملئکة الخ کا پڑھنا جیسا کہ ہمارے زمانے میں معروف ہے امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہے، تعجب اس بات کا ہے کہ آیت مذکورہ کو پڑھنے والا حدیث شریف کے تقاضے کے مطابق دوسروں کو نیکی کا حکم دینے سے منع کرتا ہے پھر خود کہتا ہے چُپ رہو۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اھ لمخصاً (ت)	اذا خرج الامام من الحجرۃ ان کان والا فقیامہ للعود فلا صلاة ولا کلام الی تمامها وقال لا یاس بالکلام قبل الخطبة وبعدهما اذا جلس عندالثانی والخلاف فی کلام یتعلق بالأخرة اماغیرہ فیکره اجماعاً وعلی هذا فالترقیة المتعارفة فی زماننا تکره عنده والعجب ان المرقی ینهی عن الامر بالمعروف بمقتضى حدیثه ثم یقول انصتوا ر حکم الله ² اھ ملخصاً
--	---

ہاں یہ جواب اذان یا دعا اگر صرف دل سے کریں زبان سے تلفظ اصلاً نہ ہو تو کوئی حرج نہیں کہا افادہ کلام علی القاری و فروع فی کتب المذہب (جیسا کہ ما علی قاری کے بیان سے مستفاد ہے اور دیگر فروع کتب مذہب میں ہیں۔ ت) اور امام یعنی خطیب تو اگر زبان سے بھی جواب اذان دے یا دعا کرے بلاشبہ جائز ہے وقد صح کلا الامرین عن سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی صحیح البخاری وغیرہ (صحیح بخاری وغیرہ میں ہے یہ دونوں امور سید کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ ت) یہ قول مجمل ہے وتفصیل المقام مع نہایة العناية وازالة الاوهام فی فتاؤنا بتأقیق الملك العلام (اس مقام کی خوب تفصیل اور ازالہ اوہام اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کئے ہیں۔ ت) واللہ سببخنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

¹ الدر المختار، باب الاذان، مطبوعہ مجتبائی دہلی ۶۵/۱

² الدر المختار کتاب الصلوة باب الجمعة مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۱۳/۱

مسئلہ (۳۲۹) از موضع بکہ جبنی والہ علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاک خانہ نجیب اللہ خان مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳
رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسائل میں اذان دینی واسطے بارش کے درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

درست ہے اذلا حظر من الشرع (اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں۔ ت) اذان ذکر الہی ہے اور بارش رحمت الہی، اور ذکر الہی باعث نزول رحمت الہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۰) دفع وباکے لئے اذان درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

درست ہے، فقیر نے خاص اس مسئلہ میں رسالہ نسیم الصبائی ان الاذان یحول الوباء لکھا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۱) بعد دفن میت قبر پر اذان جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

جائز ہے، فقیر نے خاص اس مسئلہ میں رسالہ ایذان الاجر فی الاذان القبر لکھا، واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۲) ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں اذان دہنے ہاتھ کو ہونا چاہئے کہ دہنے ہاتھ کو فضیلت ہے اور بعض کہتے ہیں بلکہ بائیں ہاتھ کو، اس میں شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

اذان منارہ پر کبھی جائے جس طرف واقع ہو یا بیرون مسجد جدھر زیادہ نافع ہو، مثلاً ایک جانب کوئی موضع رفیع زائد ہے یا اُس طرف مسلمانوں کی آبادی دُور تک ہے تو اُسی سمت ہونی چاہئے کہ اصل مقصود اذان تبلیغ و اعلام ہے جس طرف یہ مقصود زیادہ پایا جاوے وہی افضل ہے باقی دہنے بائیں کی کوئی تخصیص شرع مطہر سے ثابت نہیں، ہند یہ میں ہے:

اذان منارہ پر یا مسجد سے باہر دی جائے مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے کذافی فتاویٰ قاضی خان سنت یہ ہے کہ اذان ایسے بلند مقام پر دی جائے کہ گرد و نواح کے

ینبغی ان یؤذن علی المئذنة او خارج المسجد
ولایؤذن فی المسجد کذافی فتاویٰ قاضی خان
السنة ان یؤذن فی موضع عالٍ یکون اسع

لوگوں کو آواز خوب سنائی دے اور اذان میں آواز بلند رکھے، کذافی البحر الرائق۔ (ت)	لجیرانہ ویرفع صوته کذافی البحر الرائق ¹ ۔
---	--

مع ہذا کہہ سکتے ہیں کہ دونوں جانبیں دہنی اور دونوں بائیں ہیں کہ جو قبلہ رُوکھڑا ہو اس کی دہنی طرف کعبہ معظمہ و مسجد کی بائیں ہے اور اُس کی بائیں کعبہ و مسجد کی دہنی توجہ دونوں طرف نفع برابر ہو دونوں یکساں ہیں، واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۳) اذان واقامت کس جانب کو چاہئے۔ بینواتوجروا۔

الجواب:

جس مسجد میں اذان کے لئے منارہ بنا ہو جب تو اُس کی جہت خود معین ہے اُس منارہ پر اذان دینا چاہئے خواہ وہ کسی جانب ہو۔

البحر الرائق میں ماتن کے قول "و یجلس بینہما" کے تحت ہے کہ سنت یہ ہے کہ اذان منارہ پر دی جائے الخ (ت)	فی البحر الرائق تحت قوله و یجلس بینہما السنۃ ان یکون الاذان فی المنارۃ ² الخ۔
--	--

اور جہاں نہ ہو تو نظر فقہی میں انب یہ کہ جس طرف حاجت زائد ہو اسی جانب کو اختیار کرے مثلاً ایک جانب مسلمان زیادہ رہتے ہیں یا اُس طرف مکان اُن کے دُور ہیں تو وہی جانب اذان کے لئے انب ہے۔

اذان کی مشروعیت نماز کی اطلاع کے لئے ہے تو یہ مقصود جس احسن طریقہ سے حاصل ہوگا سے اپنایا جائے بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ ہمارے ائمہ عموماً اسی معنی کی طرف مائل ہوئے ہیں اور اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کسی جہت کا تعین نہیں کیا۔ البحر الرائق اور رد المحتار میں سراج کے حوالے سے ہے مؤذن ایسی جگہ اذان دے کہ وہاں سے گرد و نواح کے لوگوں کو زیادہ آواز پہنچے۔ (ت)	فانه انما شرع للاعلام فباکان ادخل فی المقصود کان احسن بل رایت ائمتنا ربما مالوا الی هذا المعنی والیہ اشاروا من دون تعیین لجهة ففی البحر الرائق ورد المحتار عن السراج ینبغی للمؤذن ان یؤذن فی موضع یکون اسبح للجیران ³ ۔
--	--

1 فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامۃ و کیفیتا مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۵

2 البحر الرائق باب الاذان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۶۱

3 رد المحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۲۸۳

اور اقامت کی نسبت بھی تعیین جہت کہ دہنی جانب ہو یا بائیں فقیر کی نظر سے نہ گزری بلکہ ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ افضل یہ ہے کہ امام خود اذان و اقامت کہے،

<p>در مختار میں ہے کہ افضل یہی ہے کہ امام خود مؤذن ہو، انتہی۔ اور فتح القدير میں ہے کہ امام کا ہی مؤذن ہونا افضل ہے، یہی ہمارا مذہب ہے اور یہی امام اعظم کی رائے ہے، انتہی۔ اور ردالمحتار میں ہے سنت یہ ہے کہ مؤذن تکبیر کہے، انتہی۔ اور اسی میں سراج سے ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ اذان و اقامت خود کہتے تھے۔ (ت)</p>	<p>في الدر المختار الافضل كون الامام هو المؤذن¹ انتهي وفي فتح القدير الافضل كون الامام هو المؤذن وهذا مذاهبنا وعليه كان ابوحنيفة² انتهي وفي ردالمحتار السنة ان يقيم المؤذن³ انتهي وفيه عن السراج ان اباحنيفة كان يبأشرا الاذان والاقامة بنفسه⁴</p>
--	--

اور علماء جائز رکھتے ہیں کہ جہاں اذان ہوئی وہیں اقامت بھی کہی جائے، اور ظاہر ہے کہ اذان مسجد کے اندر نہیں ہوتی بلکہ مکروہ ہے پھر جب بیان افضلیت پر آتے ہیں تو اسی قدر فرماتے ہیں کہ اقامت کا مسجد میں ہونا بہتر ہے اور یہاں لفظ کو مطلق چھوڑتے ہیں تخصیص جہت کچھ نہیں کرتے،

<p>البحر الرائق میں ہے تکبیر کے لئے اذان کی جگہ بدل لینا مستحب ہے انتہی۔ اور اسی میں ہے اذان کا بلند جگہ اور تکبیر کا نیچے زمین پر ہونا مسنون ہے۔ (ت)</p>	<p>في البحر الرائق يستحب التحول للاقامة الى غير موضع الاذان⁵ انتهي وفيه يسن الاذان في موضع عال والاقامة على الارض⁶</p>
---	--

ہاں اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ محاذات امام پھر جانب راست مناسب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۴) ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذانیں واسطے طلب باران کے مسجدوں میں کہنا درست ہے

¹ الدر المختار باب الاذان مطبوعہ مجتہبائی دہلی ۶۵/۱

² فتح القدير باب الاذان مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۲۲۳/۱

³ ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۸۶/۱

⁴ ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۹۵/۱

⁵ البحر الرائق باب الاذان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶۱/۱

⁶ البحر الرائق باب الاذان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۵۵/۱

یا نہیں؟ اور اس طرح سے بھی واسطے طلب باران کے اذانیں کہنے کا ثبوت ہے کہ امام سورہ پڑھے اور ہر مبین پر اذان کہے اور سب متفقہی بھی اس کے ساتھ اذانیں کہیں، مطلق اذان میں کانوں میں انگلیاں رکھ کر ان کو بلانا اور گھمانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

مسجد کے اندر وقتی اذان کہنا مکروہ ہے کمانی فتح القدر وغیرہ (جیسا کہ فتح القدر وغیرہ میں ہے۔ ت) مگر اذان بغرض طلب باران یا دفع وبا بہ نیت اذان و اعلان و طلب مردمان نہیں ہوتی بلکہ بہ نیت ذکر اور ذکر مسجد میں جائز ہے پھر اولیٰ یہ ہے کہ بیرون مسجد فیصل وغیرہ رہو اور اس میں اصلاً کوئی حرج نہیں کہ اذان ذکر الہی ہے اور بارش رحمت الہی، اور ذکر الہی باعث نزول رحمت ہے، یونہی طریقہ مذکورہ لیس و اذان بھی از قبیل اعمال ہے جس کے لئے اس سے زیادہ کسی ثبوت کی حاجت نہیں کہ شرع سے اس کی ممانعت نہیں آئی لیس شریف کیلئے حدیث میں آیا: لیس لمارء لہ سورہ لیس اُس کام کے لئے ہے جس لئے پڑھی جائے یعنی جس نیت سے پڑھی جائے اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔ اذان میں انگلیاں کان میں رکھنا مسنون و مستحب ہے مگر بلانا اور گھمانا حرکت فضول ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۵) ۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بے وضو اذان کہنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب:

جائز ہے بایں معنی کہ اذان ہو جائے گی مگر چاہئے نہیں، حدیث میں اس سے ممانعت آئی ہے، ولہذا علما شریعت نے نظر بحدیث کراہت اختیار فرمائی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۶) از ریاست رام پور، زریہ ملا ظریف بنگلہ متصل مسجد مرسلہ مولوی علیم الدین صاحب اسلام آبادی

۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۲ھ

سوال: اے علماء اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے! اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے، کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اذان دی ہے یا نہیں، اگرچہ تمام عمر میں ایک دفعہ ہو۔ اور میت پر نماز جنازہ کے وجوب کی ابتداء کب ہوئی؟ سب سے پہلے کس کی نماز جنازہ پڑھائی گئی؟ کیا یہ مدینہ منورہ

الاستفتاء ما قولکم رحمکم اللہ ربکم فی اذان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، هل هو اذن بنفسه عليه الصلاة والسلام امر لا ولو كان مرة في عمره عليه الصلاة والسلام، وفي ابتداء وجوب صلاة الجنائز على الميت اى زمان كان

میں لازم ہوئی یا مکہ مکرمہ میں؟ سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس صحابی کی نماز جنازہ ادا فرمائی؟ اس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

وعلى من صلى اولاً، في المدينة المنورة وجبت امر في مكة المكرمة واول الصلاة صليها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على اى صحابي كانت، وما كان اسمه رضى الله تعالى عنه بينوا توجروا۔

الجواب:

در مختار میں فرمایا اور الضیاء میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر میں بنفس نفیس اذان دی، تکبیر کبھی اور ظہر کی نماز پڑھائی اور ہم نے خزائن میں اس بارے میں تحقیق کی ہے اہ ردالمحتار میں کہا وہاں اس گفتگو کے بعد یہ فرمایا کہ ابن حجر کی فتح الباری شرح البخاری میں ہے کہ اکثر طور پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اذان دی ہے؟ اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ آپ نے دوران سفر خود اذان دی اور صحابہ کو نماز پڑھائی، امام نووی نے اس پر جزم کرتے ہوئے اسے قوی قرار دیا، لیکن اسی طریق سے مسند احمد میں ہے کہ آپ نے بلال کو حکم دیا تو انہوں نے اذان کبھی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت ترمذی میں اختصار ہے اور ان کے قول اذان کا معنی یہ ہے کہ آپ نے بلال کو اذان کا حکم دیا، جیسا کہ حادۃ کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے فلاں عالم کو یہ عطیہ دیا حالانکہ وہ خود عطا نہیں کرتا بلکہ عطا کرنے والا کوئی غیر ہوتا ہے اہ

قال في الدر المختار وفي الضياء انه عليه الصلاة والسلام اذن في سفر بنفسه واقام وصلى الظهر وقد حققناه في الخزائن¹ اه قال في ردالمحتار، حيث قال بعد ما هنا هذا وفي شرح البخارى لابن حجر ومبايكثر السؤال عنه، هل باشر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الاذان بنفسه وقد اخرج الترمذى، انه صلى الله تعالى عليه وسلم اذن في سفر وصلى باصحابه وجزم به النووى وقواه، ولكن وجد في مسند احمد من هذا الوجه فامر بلالاً فاذن فعلم ان في رواية الترمذى اختصاراً وان معنى قوله اذن امر بلالاً كما يقال اعطى الخليفة العالم الفلانى كذا وانما باشر العطاء غيره² اه ورايتنى كتبت فيما علق على ردالمحتار مانصه اقول لكن سيأتى صفة الصلاة عند

¹ الدر المختار باب الاذان مطبوعه مجتہبائی دہلی ۶۵/۱

² ردالمختار باب الاذان مطبوعه مصطفیٰ البانی مصر ۲۹۵/۱

مجھے اس بارے میں مزید جو سمجھ آئی اسے میں نے اپنے حاشیہ ردالمحتار میں تحریر کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں **اقول**: عنقریب صفات نماز کے تحت ذکر تشہد میں تحفہ امام ابن حجر مکی سے آرہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر میں ایک دفعہ اذان دی تھی اور کلمات شہادت یوں کہے اشہد انی رسول اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں) اور ابن حجر نے اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ نص مفسر ہے جس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں اور اس سے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کی اور تقویت ملتی ہے اھ (میری تحریر ختم ہوئی) اس سے پہلے سوال کا جواب آگیا۔ باقی رہی جنازہ کی ابتداء، تو یہ سیدنا آدم علیہ السلام کے دور سے ہے۔ حاکم نے مستدرک، طبرانی اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنازہ پر جو آخری عمر میں تکبیرات کہیں وہ چار تھیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چار تکبیرات کہیں، اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر، امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چار تکبیرات کہیں، ملائکہ نے سیدنا آدم علیہ السلام پر چار تکبیریں کہیں اور اسلام میں وجوب نماز جنازہ کا حکم

ذكر التشهد عن تحفة الامام ابن حجر المكي انه صلى الله تعالى عليه وسلم اذن مرّة في سفر فقال في تشهده "اشهد اني رسول الله" وقد اشار ابن حجر الى صحته، وهذا نص مفسر لا يقبل التأويل، وبه يتقوى تقوية الامام النووي رحمه الله تعالى اه ما كتبت، وبه ظهر الجواب عن المسألة الاولى، واما بدء صلاة الجنائز فكان من لدن سيدنا آدم عليه الصلاة والسلام، اخرج الحاكم في المستدرک والطبرانی والبيهقي في سننه عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال أخر ما كبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم على الجنائز أربع تكبيرات، وكبر عمر على ابي بكر اربعاً، وكبر ابن عمر على عمر اربعاً، وكبر الحسن بن علي على اربعاً، وكبر الحسين بن علي على اربعاً، وكبر الحسن بن علي اربعاً، وكبرت الملائكة على آدم اربعاً¹، ولم تشرع في الاسلام في المدينة المنورة اخرج الادام الواقدي من حديث حكيم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ في امر المؤمنين خديجة رضی اللہ تعالیٰ عنہا انها توفيت سنة عشر من البعثة بعد خروج بنى هاشم من الشعب ودفنت بالحجون ونزل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في حفرتها و

1 المستدرک للحاکم التکبیر علی الجنائز اربع مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۸۶/۱

مدینہ منورہ میں نازل ہوا، امام واقدی نے حضرت ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کا وصال بعثت کے دسویں سال شعب ابی طالب سے خروج کے بعد ہوا اور آپ کو حجون کے قبرستان میں دفن کیا گیا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود ان کی لحد میں اترے اور اس وقت میت پر جنازہ کا حکم نہیں تھا اور امام ابن حجر عسقلانی نے اصحاب میں حضرت اسعد بن زرارة رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال میں واقدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان کا وصال ہجرت کے بعد نویں مہینے کے آخر میں ہوا، اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور بقول واقدی یہ شوال کا مہینہ تھا، بغوی نے کہا کہ ہجرت کے بعد سب سے پہلے اسی صحابی کا وصال ہوا، اور یہ پہلے صحابی کی میت تھی جس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھی اور اس سے جواب واضح ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لم تكن شرعة الصلاة على الجنائز¹ اه وقال الامام ابن حجر العسقلاني في الاصابة في ترجمة اسعد بن زرارة رضي الله تعالى عنه ذكر الواقدي انه مات على راس تسعة اشهر من الهجرة رواه الحاكم في المستدرک وقال الواقدي كان ذلك في شوال قال البغوي بلغني انه اول من مات من الصحابة بعد الهجرة وانه اول ميت صلى عليه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم² اه وبه اتضح الجواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۷) از شہر کہنہ ۲۳ شوال مکرم ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے مسجد کے اندر زنا کیا نعوذ باللہ من ذلک اب زید مسجد میں مؤذن رہ سکتا ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ زید کو مسجد میں رکھنے کے واسطے کوشش اور حجت کرتے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

نسأل الله العافية (اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال ہے۔ ت) اگر یہ امر ثابت ہے تو پھر ظاہر کہ زید اجنبی فساق و فجار ہے اور فسق کی اذان اگرچہ اقامت شعار کا کام دے مگر اعلام کہ اس کا بڑا کام ہے اُس سے حاصل نہیں ہوتا، نہ فسق کی اذان پر وقت روزہ و نماز میں اعتماد جائز۔ لہذا مندوب ہے کہ اگر فسق نے اذان دی ہو تو اس پر قناعت نہ کریں بلکہ دوبارہ مسلمان متقی پھر اذان دے، توجب تک یہ شخص صدق دل سے تائب نہ ہو

¹ الاصابة في تميز الصحابة ترجمہ خدیجہ بنت خویلد نمبر ۳۳۵ مطبوعہ دار صادر بیروت ۲۸۳/۴

² الاصابة في تميز الصحابة ترجمہ اسعد بن زرارة نمبر ۱۱۱ مطبوعہ دار صادر بیروت ۳۴۹/۱

اُسے ہرگز مؤذن نہ رکھا جائے مسجد سے جدا کر دینا ضرور ہے۔ در مختار میں ہے:

<p>مصنّف نے دیوانے، ناقص العقل اور نا سمجھ سچّے کی اذان کے بارے میں عدم صحت کا قول کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کافر و فاسق کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ امور دینیہ میں ان کا قول قابل قبول نہیں۔ (ت)</p>	<p>جزم المصنّف بعدم صحة اذان مجنون ومعتوه وصبي لا يعقل، قلت وكافر وفاسق لعدم قبول قوله في الديانات¹۔</p>
--	---

ردالمحتار میں ہے:

<p>اذان کا مقصود اصلی شرع میں اوقات نماز کے دخول کی اطلاع ہے پھر یہ تمام ممالک اور بڑے شہروں کے اطراف میں شعائر اسلام کا درجہ پا چکی ہے تو دخول وقت کی اطلاع اور اس کے قول کی مقبولیت کے لئے ضروری ہے کہ اس کا قائل مسلمان، عاقل، بالغ اور عادل ہو، اگر مؤذن ان صفات کے ساتھ متصف ہو تو اس کی اذان درست ہوگی اور اگر اس میں یہ صفات نہیں تو اس پر اعتماد ہونے کی حیثیت درست نہ ہوگی البتہ اس حیثیت سے کہ یہ ان شعائر میں سے ہے جو تمام شہر والوں کو گناہ سے بچاتی ہے تو یہ سچّے نا سمجھ کے علاوہ ہر کسی کی صحیح ہوگی لہذا صبح یہ ہے کہ ان تمام کی اذان کا لوٹانا مستحب ہے جیسا کہ ہم نے قسستانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے اھ ملخصاً۔ (ت)</p>	<p>المقصود الاصلی من الاذان في الشرع الاعلام بدخول اوقات الصلاة، ثم صار من شعائر الاسلام في كل بلدة وناحية من البلاد الواسعة فمن حيث الاعلام بدخول الوقت وقبول قوله لا بد من الاسلام والعقل والبلوغ والعدالة فاذا اتصف المؤذن بهذه الصفات يصح اذانه والا فلا يصح من حيث الاعتماد عليه، واما من حيث اقامة الشعائر النافية للاثم عن اهل البلدة فيصح اذان الكل سوى الصبي الذي لا يعقل، فيعاد اذان الكل ندباً على الصبح كما قدمناه عن القهستاني² اھ ملخصاً۔</p>
---	--

اور جو اُس کی حمایت میں فضول حجت کرتے ہیں امر ناحق کے مددگار بنتے ہیں انہیں باز آنا چاہئے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَلَا تَكُنْ لِلْخَافِيْنَ خَصِيْمًا ۝ خيانت کرنے والوں کا وکیل نہ بن۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۸) از نقشبندی محلّہ، بریلی مسئلہ منشی احمد حسین صاحب ۱۰ رجب ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین صلاۃ کے بارہ میں کہ بروز جمعہ بعض مسجدوں میں لوگوں نے بعد اذان کے صلاۃ کا

¹ الدر المختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۶۳/۱

² ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۲۹۰/۱

معمول رکھا ہے اکثر آدمی اذان سُن کر مسجد میں فوراً حاضر نہیں ہوتے صلاۃ کے منتظر رہتے ہیں جب اذان سے کچھ دیر کے بعد صلاۃ ہوتی ہے تو مسجد میں حاضر ہوتے ہیں یہ فعل جائز ہے یا ناجائز، اور بعد اذان کے مسجد کے اندر سے کسی باہر کے شخص کو نماز کے واسطے پکارنا درست ہے یا نادرست؟

الجواب:

صلاۃ جائز ہے مگر جمعہ کے دن اذانِ اول سُن کر نہ آنا حرام ہے ہو الصحيح المعتمد کما فی الدر المختار وغیرہ (صحیح اور معتمد یہی ہے جیسا کہ دُر مختار وغیرہ میں ہے۔ ت) اگر صلاۃ کی وجہ سے یہ سُستی ہو جمعہ کے دن صلاۃ کا ترک کرنا ضرور ہے بعد اذان باہر والے کو آواز دینے میں حرج نہیں جب کوئی محذور شرعی نہ ہو مثلاً بعد شروع خطبہ آواز دینا حرام ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۹) از بنگالہ ضلع پائینہ ڈاکخانہ سراج گنج موضع بھنگا باڑی مرسلہ منشی عنایت اللہ صاحب ۶ شوال ۱۳۱۶ھ ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے دن دونوں اذان آواز بلند چاہئے یا اول آواز بلند اور ثانی پست کر کے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: دونوں اذانیں پوری آواز سے خوب بلند کہی جائیں جس طرح اذان میں سنت ہے آج کل جو عوام دوسری اذان کو کہ خطبہ کے وقت ہوتی ہے پست آواز سے مثل تکبیر کے کہہ لیتے ہیں محض جہالت ہے اس سے سنت ادا نہیں ہوتی، اصل اذان زمانہ اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وزمانہ صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں یہی تھی، پہلی اذان امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زائد فرمائی ہے کما ثبت فی الصحیحین وغیرہما (جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں ثابت ہے۔ ت) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۴۰) اگر نمازیوں کو نماز کے وقت سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ پہلے ان کی اجازت سے یا بغیر اجازت ان کے مکانوں پر جا کر فجر کی نماز کے واسطے بتا کید جگا دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

نماز کے لئے جگانا موجبِ ثواب ہے مگر وقت سے اتنا پہلے جگانے کی کیا حاجت ہے البتہ ایسے وقت جگائے کہ استنجاء و وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر سُنتیں پڑھے اور تکبیر اولیٰ میں شامل ہو جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۴۱) اذان مسجد میں صبح کاذب میں کہنا چاہئے یا صبح صادق میں؟

الجواب:

ہمارے مذہب میں اذان قبل وقت جائز نہیں اگرچہ فجر کی ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۴۲) ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں صلاۃ پکارنا عیدین و جمعہ میں کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

عیدین 'میں "الصلاة جامعة" کہا جائے، اور جمعہ میں تثنیہ حسب استحسان متاخرین جائز ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وہاں کے نمازیوں کی حالت و مصلحت پر نظر کی جائے اگر وہ لوگ اذان سن کر خود جمع ہو جاتے ہیں تو تثنیہ ہرگز نہ کہی جائے کہ ان سے یہ عادت حسنہ چھڑا کر انتظار تثنیہ کا خوگر کر دینا ہوگا اور جہاں ایسا نہیں بلکہ اُس کی حاجت اور اُس کے فعل میں مصلحت ہے وہاں کہی جائے۔ ہذا هو التحقيق وبہ يحصل التوفيق (تحقیق یہی ہے اور اس سے مطابقت حاصل ہو جاتی ہے۔

ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۴۳) 'سوائے اذان کے آواز دینا کہ چلو جماعت تیار ہے یا کسی نمازی پنج وقتہ یا امام کو آواز دینا یا روز کے نمازی آنے والوں کا وقت آخر تک انتظار کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

آخر وقت تک انتظار کرنا بایں معنی کہ وقت کراہت آجائے مطلقاً مکروہ ہے اور وقت استحباب تک اگر قوم حاضر ہے اور شخص منتظر مرد شریر نہیں جس سے خوف ایذا ہو اور انتظار حاضرین پر ثقیل ہوگا تو قدر سنت سے زیادہ انتظار مکروہ ہے اور اگر ابھی لوگ حاضر ہی نہیں یا منتظر سے ترک انتظار میں خوف ایذا ہے یا سب حاضرین انتظار پر بدل راضی ہیں تو حرج نہیں اور بقدر سنت تو انتظار ہمیشہ ہی چاہئے جب تک وقت کراہت نہ آئے، انتظار مسنون، جو عوام میں بقدر چار رکعت کے مشہور ہے بے اصل ہے بلکہ اس کی حد غیر مغرب میں یہ ہے کہ اذان سن کر جسے وضو نہ ہو وضو کرے کھاتا ہو تو اس سے فارغ ہو جائے حاجت کی ضرورت ہو تو اس سے انفرار و طہارت کے بعد حاضر مسجد ہو جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۴۴) از مدرسہ اشاعت العلوم دوم جمادی الاولیٰ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید دغوی کرتا ہے کہ جب تک سب مقتدی کھڑے نہ ہو لیں اور صف سیدھی نہ ہو اور امام اپنی جانماز پر کھڑا نہ ہو تب تک اقامت نہ کہی جائے اور عمرود دغوی کرتا ہے کہ مقتدی اور امام کو پہلے ہی سے کھڑا ہونا ضروری نہیں بلکہ اقامت شروع کی اور مؤذن "سجی علی الفلاح"

تک پہنچ جائے اُس وقت امام و مقتدی کھڑے ہو جائیں اور جس وقت "قد قامت الصلاة" کہے تب امام تکبیر کہے اب ان دونوں میں کون حق پر ہے، دیگر صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نمازِ جمعہ میں امام کو تشہدیں پائے یا سجدہ سہو میں اب جمعہ اُس کا ادا ہو گیا یا نہیں؟

الجواب:

عمر و حق پر ہے کھڑے ہو کر تکبیر سُننا مکروہ ہے، یہاں تک کہ علماء حکم فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں آیا اور تکبیر ہو رہی ہے وہ اس کے تمام تک کھڑا نہ رہے بلکہ بیٹھ جائے یہاں تک کہ مکتبہ "حی علی الفلاح" تک پہنچے اُس وقت کھڑا ہو، وقایہ میں ہے:

يقوم الامام والقوم عند "حی علی الصلاة" ويشعر عند "قد قامت الصلاة" ¹	امام اور نمازی "حی علی الصلاة" پر کھڑے ہوں اور "قد قامت الصلاة" کے الفاظ پر امام نماز شروع کر دے۔ (ت)
--	---

محیط و ہندیہ میں ہے:

يقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلاثة هو الصحيح ²	ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک جب اقامت کہنے والا "حی علی الفلاح" کہے تو اس وقت امام اور تمام نمازی کھڑے ہوں اور یہی صحیح ہے۔ (ت)
--	--

جامع المضررات و عالمگیریہ و رد المحتار میں ہے:

اذا دخل الرجل عند الاقامة يكره له الانتظار قائماً ولكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المؤذن قوله "حی علی الفلاح" ³	جب کوئی نمازی تکبیر کے وقت آئے تو وہ بیٹھ جائے کیونکہ کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے پھر جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے تو اس وقت کھڑا ہو۔ (ت)
--	--

اسی طرح بہت کتب میں ہے۔

اقول: ولا تعارض عندی بین قول الوقایة و اتباعها يقومون عند "حی الصلاة" والمحیط والمضررات ومن معهما عند "حی علی الفلاح" فاناً اذا	اقول: صاحب وقایہ اور ان کے تبعین "حی علی الصلاة" کے موقع پر کھڑا ہونے کا قول کرتے ہیں اور صاحب محیط، مضررات اور ان کی جماعت "حی علی الفلاح" کے وقت کھڑا ہونے کا قول
---	---

¹ مختصر الوقایہ فصل الاذان نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۱۲

² فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقایة الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۵۷

³ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقایة الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۵۷

کرتے ہیں میرے نزدیک ان میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ جب ہم پہلے قول کو انتہا اور دوسرے کو ابتدا پر محمول کریں تو دونوں قولوں میں اتحاد حاصل ہو جاتا ہے یعنی جب مؤذن حی علی الصلاة "پورا کر کے حی علی الفلاح کہے تو کھڑے ہوں اور اس کی تائید مضمرات کے ان الفاظ سے ہوتی ہے "اس وقت کھڑا ہو جب مؤذن "حی علی الفلاح" پر پہنچے اور یہ اس سے بہتر ہے جو مجمع الانہر میں اس کا قول ہے: وقایہ میں ہے کہ امام اور نمازی "حی علی الصلاة" کے وقت یعنی اس سے تھوڑا سا پہلے کھڑے ہوں اھ۔ (ت)

حملنا الاول على الانتهاء والاخر على الابتداء اتحاد القولان، ای یقومون حین یتتم المؤذن حی علی الصلاة ویأتی علی الفلاح وهذا ما یعطیه قول المضمرات یقوم اذا بلغ المؤذن حی علی الفلاح ولعل هذا اولی مباحی مجمع الانهر من قوله وفي الوقایة ویقوم الامام والقوم عند حی علی الصلاة ای قبیلہ¹ اھ

یہ اُس صورت میں ہے کہ امام بھی وقت تکبیر مسجد میں ہو، اور اگر وہ حاضر نہیں تو مؤذن جب تک اُسے آتا نہ دیکھتے تکبیر نہ کہے نہ اُس وقت تک کوئی کھڑا ہو لہذا قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تقوموا حتی ترونی (کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: تم نہ کھڑے ہو کرو یہاں تک کہ مجھے دیکھ لو۔ ت) پھر جب امام آئے اور تکبیر شروع ہو اس وقت دو صورتیں ہیں اگر امام صفوں کی طرف سے داخل مسجد ہو تو جس صفت سے گزرتا جائے وہی صف کھڑی ہوتی جائے اور اگر سامنے سے آئے تو اُسے دیکھتے ہی سب کھڑے ہو جائیں اور اگر خود امام ہی تکبیر کہے تو جب تک پوری تکبیر سے فارغ نہ ہو لے مقتدی اصلاً کھڑے نہ ہوں بلکہ اگر اس نے تکبیر مسجد سے باہر کہی تو فراغ پر بھی کھڑے نہ ہوں جب وہ مسجد میں قدم رکھے اُس وقت قیام کریں، ہندیہ میں بعد عبارت مذکور ہے:

اگر امام مسجد سے باہر ہو اگر وہ صفوں کی جانب سے مسجد میں داخل ہو تو جس صف سے وہ گزرے وہ صف کھڑی ہو جائے، شمس الائتہ حلوانی، سرخسی، شیخ الاسلام خواہر زادہ اسی طرف گئے ہیں، اور اگر امام اُن کے سامنے سے مسجد میں داخل ہو تو اُسے دیکھتے ہی تمام مقتدی کھڑے ہو جائیں، اگر مؤذن اور امام ایک ہی ہے پس اگر اس نے مسجد کے اندر

فاما اذا كان الامام خارج المسجد فان دخل المسجد من قبل الصفون فكلما جاوز صفاً قام ذلك الصف واليه مال شمس الائتة الحلوانی والسرخسی وشيخ الاسلام خواهرزاده وان كان الامام دخل المسجد من قدامهم یقومون كما راوا الامام وان كان المؤذن والامام واحدا

¹ مجمع الانهر شرح ملتقى الاجر باب الاذان مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/۷۱

<p>ہی تکبیر کہی تو قوم اس وقت تک کھڑی نہ ہو جب تک وہ تکبیر سے فارغ نہ ہو جائے اور اگر اس نے خارج از مسجد تکبیر کہی تو ہمارے تمام مشائخ اس پر متفق ہیں کہ لوگ اس وقت تک کھڑے نہ ہوں جب تک امام مسجد میں داخل نہ ہو اور امام "قد قامت الصلاة" کے تھوڑا پہلے تکبیر تحریمہ کہے امام شمس الائمہ حلوانی کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے، محیط میں اسی طرح ہے۔ (ت)</p>	<p>فان اقام في المسجد فالقوم لا يقومون ما لم يفرغ عن الاقامة وان اقام خارج المسجد فمشايخنا اتفقوا على انهم لا يقومون ما لم يدخل الامام المسجد ويكبر الامام قبيل قوله قد قامت الصلاة قال الشيخ الامام شمس الائمة الحلواني وهو الصحيح هكذا في المحيط¹۔</p>
---	---

جمعہ بھی ہمارے امام کے نزدیک اس بارے میں مثل اور نمازوں کے ہے سلام سے پہلے جو شریک ہو لیا اس نے جمعہ پالیاد و ۲: رکعت پڑھے، در مختار میں ہے:

<p>جس شخص نے جمعہ کی نماز میں تشہد یا سجدہ سہو میں اس قول پر جو جمعہ میں سجدہ سہو کا قول کرتے ہیں امام کو پایا تو وہ نماز کو جمعہ کے طور پر پورا کرے اس میں امام محمد کا اختلاف ہے۔ (ت)</p>	<p>من ادرکہافی تشہدا وسجود سہو علی القول بہ فیہا یتبہا جبعة خلافا لجمہد²۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

مسئلہ (۳۴۵) ایک طالب علم اذان میں حی علی الصلاة ایک بار دہنی طرف منہ پھیر کر کہتے ہیں اور پھر بائیں طرف منہ پھیر کر ایک بار حی علی الفلاح کہتے ہیں اور پھر دہنی طرف منہ پھیر کر ایک بار حی علی الصلاة اور پھر بائیں طرف منہ پھیر کر حی علی الفلاح کہتے ہیں اور اس طرح اذان دینے کو افضل کہتے ہیں اور حاشیہ ہدایہ کا حوالہ دیتے ہیں کہ اس میں اس طرح آیا ہے، یہ قول ان کا درست ہے یا نہیں؟ اور اس طرح اذان دیا کریں یا نہیں؟ بیینوا تو جروا۔

الجواب:

یہ محض غلط و خلاف سنت ہے، علی گنبر یہ و محیط سرخسی میں ہے: یرتب بین کلمات الاذان والاقامة كما شرع³ کلمات اذان و تکبیر میں اسی ترتیب کا قائم رہنا ضروری ہے جس پر مشروع ہوئے ہیں۔ (ت) مسند احمد و سنن ابی داؤد و غیر ہما میں عبد اللہ بن زید عبد ربہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث تعلیم اذان میں ہے

1 فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامة الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۱۳۱ء

2 در مختار کتاب الصلوٰۃ باب الجمعۃ مطبوعہ مجتہبائی دہلی ۱۱۳۱ء

3 فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی کلمات الاذان الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۱۳۱ء

الثانی اوجہ وردہ الرملی بآنه خلاف الصحيح المنقول عن السلف¹ اہ باختصار مشائخ مرو نے کہا ہے کہ ہر ایک میں دائیں اور بائیں منہ پھیرے (جیسے کہ قسمتی میں ہے) فتح میں ہے کہ دوسرا قول اوجہ ہے، اور رملی نے اس کا رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ اسلاف سے منقول صحیح قول کے منافی ہے اہ اختصار۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۶) ۲۱ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

بعد اذان کے پھر کسی خاص شخص کو پکارنا بالخصوص خودی والے کو درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

بعد اذان کے سلطان اسلام و قاضی شرع و عالم دین کی خدمتوں میں مؤذن دوبارہ اطلاع کے واسطے مؤدبانہ حاضر ہو یہی سنت ہے باقی لوگوں میں اگر سامنے سے گزریں تو کہہ دینا کہ نماز کو آؤ جماعت تیار ہے، یا مسجد کو جاتے راہ میں جو ملیں انہیں تاکید کرتے آنا مضائقہ نہیں رکھتا مگر گھر پر آدمی بھیج کر بلانے کی حاجت نہیں خصوصاً خودی والے متکبر کو کہ متکبر شرعاً مستحق تو ہیں ہے نہ لائق رعایت جبکہ مظنہ فتنہ نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۳۷) منشی عبدالقادر صاحب میسوری

یہاں یہ دستور ہے کہ نماز پنجگانہ و عیدین و نماز جنازہ میں شہروں اور قریہ وغیرہ سب جاصلاتہ صلاۃ پکار کر کہتے ہیں یہ صلاۃ پکارنا کیسا ہے کس زمانہ و کن بزرگوں سے ابتدا جاری ہے اس کے پکارنے سے نماز میں خلل ہے یا نہیں، یہاں چند صاحبان صلاۃ پکارنا بدعت یعنی ناجائز سمجھتے ہیں ازراہ مہربانی جواب تحریر کریں۔

الجواب:

عیدین میں الصلاۃ جامعۃ² (نماز کی جماعت تیار ہے۔ ت) آواز بلند دو بار پکارنا مستحب ہے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے:

یستحب ان ینادی لها الصلوٰۃ جامعۃ بالاتفاق ³ ۔	یہ آواز دینا کہ جماعت تیار ہے بالاتفاق مستحب ہے۔ (ت)
--	--

سوائے مغرب ہر نماز میں صلاۃ پکارنا یعنی دوبارہ اعلان کرنا ائمہ متاخرین نے مستحب رکھا ہے بلکہ

¹ رد المحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/۲۸۵

² فتح القدر باب الاذان مطبوعہ نوریہ رضویہ کھڑ ۱۱/۲۱۰

³ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ الفصل الثالث من باب صلوٰۃ العیدین مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۳۰۰

در مختار میں سب نمازوں کی نسبت لکھا:

متعارف طریقہ پر تمام نمازوں میں ہر ایک کے لئے اذان و اقامت کے درمیان تثنویب کہنی چاہئے۔ (ت)	یثوب بین الاذان والاقامة فی الکل للکل بماتعارفوه ¹ ۔
---	--

ردالمختار میں ہے:

"فی الکل" سے مراد یہ ہے کہ تمام نمازوں میں تثنویب کہے کیونکہ دینی امور میں سُستی غالب آچکی ہے۔ عنایہ میں ہے کہ متاخرین نے اصل یعنی تثنویب فجر کو باقی رکھتے ہوئے مغرب کی نماز کے علاوہ ہر نماز کی اذان و اقامت کے درمیان متعارف طریقہ پر تثنویب کو جاری کیا ہے اور جسے مسلمان بہتر جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بہتر ہوتا ہے اھ (ت)	قوله فی الکل ای کل الصلوات لظهور التواني فی الامور الدينية قال فی العناية احداث المتأخرون التثنویب بین الاذان والاقامة علی حسب ماتعارفوه فی جمیع الصلوات سوی المغرب مع ابقاء الاول یعنی الاصل وهو تثنویب الفجر وماراه المسلمون حسنًا فهو عندالله حسن ² ۔ ۱۵
--	--

نمازِ جنازہ میں حریمین شریفین میں دستور ہے کہ مؤذن باواز بلند کہتے ہیں: الصلاة علی الميت یرحمکم اللہ (میت پر نمازِ جنازہ ادا کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔ ت) اور یہ سب اس آیه کریمہ کے تحت میں داخل ہے کہ وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا لِأُمَّتِنَا دَعَا إِلَى اللَّهِ³ (اس سے کس کی بات بہتر جو اللہ کی طرف بلائے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جو کسی نیک بات کی طرف بلائے اُس کے لئے اُس کا خود اپنا اجر ہے اور جتنے اُس نیک فعل میں شریک ہوں ان سب کا ثواب ہے، اور انکے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔	من دعا الی الهدیٰ فله اجرہ واجر من تبعه ⁴ ۔
--	--

اور زعم بدعت کا رد ہزار بار ہو چکا، ہر نو پیدا بات ناجائز نہیں ورنہ خود مدرسے بنانا، کتابیں تصنیف کرنا، صرف و نحو وغیرہما علوم کہ زمانہ رسالت میں نہ پڑھے تھے، پڑھنا پڑھانا سب حرام ہو جائے اور اسے کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا خود یہ اہل بدعت ہزار ہا جدید باتیں کرتے ہیں کہ زمانہ رسالت میں اس ہیئت کذائی سے موجود نہ تھیں، بعد کو حادث ہوئیں مگر اپنے لئے جو چاہیں حلال کر لیتے ہیں واللہ سبخنہ وتعالیٰ

¹ الدر المختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۳

² ردالمختار باب الاذان مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۸۶

³ القرآن ۳۱/۳۳

⁴ مسلم شریف باب من سن سنہ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۱

نوٹ: مسلم شریف کے الفاظ یوں ہیں من دعا الی ہدیٰ کان له من الاجر مثل اجور من تبعه لاینقص ذلك من اجورهم شیئاً الخ۔ نذیر احمد سعیدی

اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۳۳۸) از دمن خرو عمرداری پر تگال مسؤلہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اقامت کے قبل درود شریف باواز بلند پڑھتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اقامت یعنی تکبیر شروع کر دیتا ہے کہ جس سے عوام کو معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف اقامت کا جزئی ہے اور عمر و درود شریف نہیں پڑھتا صرف اقامت کہتا ہے تو زید کو یہ فعل اس کا ناپسند آتا ہے اور اصرار سے اس کو پڑھنے کو کہتا ہے اس صورت میں درود شریف جس سے پڑھنا اور زید کا اصرار کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

درود شریف قبل اقامت پڑھنے میں حرج نہیں مگر اقامت سے فصل چاہئے یا درود شریف کی آواز آواز اقامت سے ایسی جدا ہو کہ امتیاز ہے اور عوام کو درود شریف جزء اقامت نہ معلوم ہو، رہا زید کا عمر و پر اصرار کرنا وہ اصلاً کوئی وجہ شرعی نہیں رکھتا یہ زید کی زیادتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۹) از کیمپ میرٹھ کو ٹھی خان بہادر کمرہ شیخ علاء الدین صاحب مرسلہ سید حسن صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ باعث استفسار یہ ہے کہ اگر صبح کی اذان لوگوں کو سحری کے وقت کے اختتام سے آگاہی کے واسطے صبح صادق نکلنے سے آٹھ یا دس منٹ پہلے دے دی جایا کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اذان وقت سے پہلے دینی مطلقاً ناجائز و ممنوع ہے، تبیین الحقائق میں ہے:

<p>لا یؤذن قبل الوقت و یعاد فیہ و انکار السلف علی من یؤذن بلیل دلیل علی انہ لم یجز قبل الوقت</p> <p>۱۔</p>	<p>قبل از وقت اذان نہ دی جائے اور اگر دے دی جائے تو وقت کے اندر پھر لوٹائی جائے اور اسلاف کا رات کو اذان دینے والے پر انکار اس بات کی دلیل ہے کہ قبل از وقت اذان جائز نہیں۔</p> <p>(ت)</p>
--	--

الحرا لرائق میں ہے: لایجوز قبلہ^۲ (قبل از وقت اذان جائز نہیں۔ ت)

ختم سحری کے لئے صلاۃ وغیرہ کوئی اور اصطلاح مقرر کر سکتے ہیں اور وہ بھی چار پانچ منٹ سے زیادہ وقت صبح سے مقدم نہ ہو کہ تاخیر سحر سنت اور اس میں برکت ہے اور زیادہ اول سے منع کر دینا فتوائے باطل و بدعت و خلاف شریعت ہے پھر یہ بھی اس کے لئے ہے

1 تبیین الحقائق باب الاذان مطبوعہ المطبعۃ الکبریٰ الامیریہ مصر ۱۱/۹۳

2 الحرا لرائق باب الاذان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱/۲۶۲

جو وقت صحیح جانتا ہو نہ وہ آج کل کی عام جنتریوں میں چھپا یا چھپتا ہے کہ اکثر باطل وضلات ہے انہیں میں سے میرٹھ کی "دوامی جنتری" بھی سراپا غلط و بطالت ہے یوہیں ہمیشہ رات کافلاں معین حصہ چھوڑنا محض نادانی و جہالت ہے ان مجمل الفاظ کی تشریح اول طبع ہو چکی اور بعض فتوئے دیگر مفصلہ سے معلوم ہوگی بعونہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۵۰) از ملک گجرات بھڑوچ محلہ گھونواڑہ آمد مسجد مرسلہ محمد الدین مجددی ۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سنت جمعہ پڑھنے کے لئے ملک گجرات کے بعض مقام میں جو ایک صلاۃ سنت قبل جمعہ پڑھنے کے واسطے مؤذن بلند آواز سے روز جمعہ کے پکارتا ہے اور بغیر صلاۃ سنت قبل الجمعہ پکارتے کے سنت قبل الجمعہ کی لوگ نہیں پڑھتے اور اس صلاۃ سنت قبل جمعہ کا مسجد میں جمع ہو کر انتظار کرتے ہیں تاکہ مؤذن یہ صلاۃ سنت کی پکارتے تو سنت قبل جمعہ پڑھیں الفاظ یہ ہیں: الصلاة سنة قبل الجمعة الصلاة رحمة الله (جمعہ سے پہلی سنتیں ادا کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔ ت) کیا ان الفاظ سے صلاۃ کہنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے اور کس مجتہد نے اسلام میں اس کو جاری کیا ہے اور یہ صلاۃ سنت قبل الجمعہ اگر کوئی شخص نہ پکارتے اور سنتیں جمعہ کی پڑھ لے تو سنتیں ہو جاتی ہیں یا نہیں اور نہ پکارتے سے مرتکب گناہ کا ہو گا یا نہیں، نماز جمعہ اور سنت جمعہ میں بھی نہ پکارتے سے قصور لازم آتا ہے یا نہیں، اور نہ کہنے والا مذہب امام اعظم کا مقلد رہتا ہے یا وہابی نجدی ہو کر اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، کیا وہ بے ایمان ہو جاتا ہے، کیا تثنویب جس کو فقہائے حنفیہ نے مستحسن فرمایا ہے وہ یہی صلاۃ سنت قبل الجمعہ ہے یا اس کی کوئی اور صورت ہے؟ مستند کتب حنفیہ سے ثبوت مع دلائل تحریر فرما کر اجر عظیم پائیں مہر مع دستخط علمائے کرام ثبت ہو۔

الجواب:

تثنویب جسے ہمارے علمائے متاخرین نے نظر بحال زمانہ جائز رکھا اور مستحب و مستحسن سمجھا وہ اعلام بعد اعلام ہے اور اس کے لئے کوئی صیغہ معین نہیں بلکہ جو اصطلاح مقرر کر لیں اگرچہ انہیں لفظوں سے کہ الصلاة السنة قبل الجمعة الصلاة رحمة الله تعالیٰ (نماز جمعہ سے پہلے سنت نماز ادا کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔ ت) تو اس وجہ پر کہنا زیر مستحب داخل ہو سکتا ہے۔ در مختار میں ہے:

مغرب کے علاوہ ہر نماز کے وقت میں تمام لوگوں کے لئے اذان و اقامت کے درمیان معروف طریقہ پر تثنویب کہی جائے۔ (ت)

یثوب بین الاذان والاقامة فی الكل للكل
بساتعارفوه الا فی المغرب¹

¹ در مختار باب الاذان مطبوعہ مجتہبائی دہلی ۱/۶۳

<p>بما تعارفہ سے مراد مثلاً کھانسنہ، نماز کھڑی ہوگئی، نماز کھڑی ہوگئی، نماز، نماز، اور اگر اس کے علاوہ کوئی الفاظ اطلاع کے لئے مخصوص کر لیے جائیں تو جائز ہیں۔ نہر نے مجتہدی سے نقل کیا ہے۔ (ت)</p>	<p>بما تعارفہ کتنحنح واقامت قامت، او الصلوة الصلوة، ولو احد ثوا اعلاما مخالفا لذلك جاز، نہر عن المجتبیٰ¹۔</p>
---	--

اسی میں عنایہ سے ہے:

<p>کہ متاخرین نے اصل یعنی تشویب فجر کو باقی رکھتے ہوئے معروف طریقہ پر مغرب کے علاوہ ہر نماز کی اذان واقامت کے درمیان متعارف طریقہ پر تشویب کو جاری کیا ہے، اور جسے مسلمان بہتر جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بہتر ہوتا ہے۔ (ت)</p>	<p>احداث المتأخرون التثویب بین الاذان والاقامة، علی حسب ماتعارفہ فی جمع الصلوات سوی المغرب، مع ابقاء الاول، یعنی الاصل، وهو تشویب الفجر، ومارأه المسلمون حسناً، فهو عند الله حسن²۔</p>
--	---

مگر اس پر اور باتیں جو اضافہ کیں بے اصل و باطل ہیں: (مثلاً)

- (۱) جب تک یہ صلاۃ نہ پکارتی جائے سنت جمعہ نہ پڑھنا۔
- (۲) مسجد میں جمع ہو کر اس پکارنے کا منتظر رہنا گویا سنت قبل الجمعہ کو اذان مؤذن کا محتاج کر رکھا ہے کہ وہ صلاۃ پکار کر اجازت دے تو پڑھیں یہ بدعت ہے۔
- (۳) بغیر اس کے یہ سمجھا کہ سنتیں نہ ہوں گی۔
- (۴) نہ پکارنے کو گناہ جاننا۔
- (۵) نہ پکارنے سے نماز جمعہ میں قصور سمجھنا۔
- (۶) نہ پکارنے والے کو تقلید سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باہر خیال کرنا۔
- (۷) معاذ اللہ اسے وہابی و بے ایمان گمان کرنا یہ پانچوں اعتقاد باطل و ضلال ہیں، ان کے معتقدین پر توبہ فرض قطعی ہے اور ان ساتوں رسوم و خیالات باطلہ کا ہدم و اعدام لازم ہے۔

¹ ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۸۷

² ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۸۷

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو دین میں سے نہیں پس وہ مردود ہوگی۔ (ت)	قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد ¹ - والله تعالى اعلم
---	---

مسئلہ (۳۵۱) جمادی الاخریٰ ۱۳۲۹ھ

نماز جمعہ میں اذان کے بعد پھر صلاۃ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

اذان کے بعد صلاۃ تشویب ہے اور تشویب کو علماء نے ہر نماز میں مستحب رکھا ہے۔ در مختار میں ہے۔

مغرب کے علاوہ ہر نماز کے وقت تمام لوگوں کے لئے متعارف طریقے پر تشویب کہنی چاہئے۔ (ت)	يثوب في الكل للمكمل بما تعارفه الا في المغرب ² ۔
--	---

عنايہ میں ہے: فی جمیع الصلوات سوی المغرب³ (مغرب کے علاوہ تمام نمازوں میں تشویب جائز ہے۔ ت) در مختار میں ہے:

اذان کے بعد صلاۃ و سلام ہر سو مواعظ کو عشاء کی نماز کے موقع پر پڑھا جاتا تھا پھر جمعہ کے دن شروع ہوا اس کے دس سال بعد مغرب کے علاوہ ہر نماز کی اذان کے بعد شروع کر دیا گیا پھر مغرب میں بھی دو دفعہ پڑھا جانا شروع ہو گیا اور بدعت حسنہ ہے۔ (ت)	التسليم بعد الاذان حدث في عشاء ليلة الاثنين ثم يوم الجمعة ثم بعد عشر سنين في الكل الا المغرب ثم فيها مرتين وهو بدعة حسنة ⁴ ۔
---	---

اُسی میں ہے:

اور مؤذن دُوسری بار خطیب کے سامنے اذان دے (جب خطبہ پڑھنے کے لئے وہ منبر پر بیٹھے) ماتن نے فعل مؤذن کو بصیغہ واحد لا کر افادہ کیا کہ جب مؤذن ایک سے زیادہ ہوں تو اذان یکے بعد دیگرے کہیں	يؤذن ثانياً بين يدي الخطيب افاد بوحدة الفعل ان المؤذن اذا كان اكثر من واحد اذنوا واحدا بعد واحد ولا يجتمعون كما في الجلابي والتمرتاشي ذكره
---	--

¹ سنن ابن ماجه باب اتباع سنه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مطبوعه ايج ايم سعيد كينى كراچى ۳/۱

² در مختار باب الاذان مطبوعه ايج ايم سعيد كينى كراچى ۲۳/۱

³ عنايه مع فتح القدير باب الاذان مطبوعه ايج ايم سعيد كينى كراچى ۲۱۴/۱

⁴ در مختار باب الاذان مطبوعه مجتہبائی دہلی ۲۳/۱

القہستانی¹ - واللہ تعالیٰ اعلم

سب مل کر نہ کہیں۔ جیسا کہ جلابی اور تمر تاشی میں ہے۔
اس کو قہستانی نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

مسئلہ (۳۵۲) اولاً از شہر بہرہ وچ لال بازار چنار واڑ مرسلہ عباس میاں صاحب و مولوی علی میاں صاحب ابن مولوی محمد نصر اللہ صاحب صدیقی۔

شیخ احمد آباد محلہ خان پور متصل درگاہ حضرت شاہ وجیہ الدین صاحب علوی مرسلہ جناب شاہ سید احمد صاحب ابن سید غلام وجیہ الدین صاحب علوی ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۰ھ

مرشدنا جناب مولانا حاجی مولوی احمد رضا خان صاحب بعد سلام علیک کے بندہ، غلام خاکسار عباس میاں کی طرف سے عرض خدمت ببارکات میں یہ ہے کہ ایک سال سے یہ فتنہ ہمارے شہر میں پڑا ہے کہ جو شخص صلاۃ جمعہ کہے وہ گناہ کرتا ہے اور بدعتی اُس کو کہتے ہیں اور گمراہ جانتے ہیں اور دلیلیں مولوی خرم علی اور ترجمہ غایۃ الاوطار سے اور ماتہ مسائل کی پیش کرتے ہیں اور مولوی اشرف علی اور گنگوہی کی کتابوں کی سند لاتے ہیں اور آپ کا فتویٰ جو اس خط کے ہمراہ رکھا ہے جس کی مہر میں ۱۳۰۱ھ ہے وہ ہر ایک کو دکھاتے ہیں حضور جو آپ نے سات ۷ اعتقاد باطل و ضلال لکھے ہیں وہ ہمارا کہنا نہیں فقط اتنا ہے کہ روز جمعہ کو نذاجو معمول مدت مدید سے چلا آتا ہے اور اس کے لئے اول ایک رسالہ نور الشمعہ چھپ گیا ہے اس میں لکھا ہے یہ نذاجاز بلکہ مستحسن ہے اور جناب مولوی نذیر احمد خان صاحب احمد آبادی نے ایک فتویٰ اس نذاکے جواز میں دیا ہے اور تمام کہتے ہیں مدت مدید سے اس کو اب یہ شخص منع کرتا اور بدعتی کہنا گناہ بتانا ہے اور جھوٹے سوال لکھتا اور جواب منگواتا ہے غلام گنہگار ہے خدا آپ بزرگوار کی دعا اور طفیل غوث الوری کے میرے گناہ بخشے آمین! عباس میاں ولد علی میاں۔

خط ہانی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مجمع البرکات حامی شرع مبین مولانا اولنا جناب مولوی احمد رضا خان صاحب از جانب فقیر حقیر سید احمد علوی الوجیبی بعد تبلیغ مراسم نیاز عرض خدمت فیض درجت میں یہ ہے کہ جناب عالی بندہ نے مستشار العلماء لاہور آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے کہ اس اشتہار کو ملاحظہ فرمائیں اس کا بانی کار محمد دین ایک پنجابی ہے پہلے ہندو تھا پھر مسلمان ہوا اور دیوبند و گنگوہی میں جا کر کچھ پڑھانی الحال بہرہ وچ میں رہتا ہے اور سلسلہ پیری مریدی کا ضلع بہرہ وچ کے گاؤں میں جاری کیا ہے قبلہ عالم نفس تشویب کا یہ شخص منکر ہے کہ تشویب کا ثبوت کسی کتاب خفیہ سے نہیں یہ بدعت مذمومہ ہے آپ نے تشویب کو اسی مستشار العلماء میں بہت اچھی طرح سے ثابت کر دیا ہے بندہ جب یہ پیش کرتا ہے کہ دیکھو اسی اشتہار میں مولوی صاحب نے

¹ در مختار باب الجمعہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ

تثویب کو بجز اللہ کتاب حنفیہ سے ثابت کیا ہے اور تم لوگ نفس تثویب کے منکر ہو اور جو شخص پکارتا ہے اس کو بدعتی کہتے ہو، تو وہ اور اس کے لواحق جواب دیتے ہیں کہ ایک شخص کے فتوے پر عمل چاہئے یا دس کے ایسے جواب دیتے ہیں، یہ مستشار العلماء اس نے چھوا کر تمام گاؤں میں بانٹ دیے ہیں تحریرات سے بہت جلد مشرف فرمانا کہ جو کدورتیں ان کے دلوں میں جم گئی ہیں آپ کی تحریر کی برکت سے اللہ پاک دُور فرمائے، آمین۔ رقیمہ نیاز سید احمد علوی الوجیہی

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم لك الحمد صل على المصطفى وأله وصحبه وبأرك وسلم

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته ہم خادمان دارالافتاء جواب سے پہلے کچھ دیوبندی خیانتیں گزارش کریں جن سے واضح ہو کہ ان حضرات کی حیادویانت کس درجہ تک پہنچتی ہے اور ایسوں سے مخاطبہ کا کیا موقع رہا ہے اُس کے بعد اصل سوال تثویب کا جواب جو بعون الوہاب العظمت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ارشاد فرمایا مجموعہ مبارکہ فتاویٰ رضویہ سے نقل کریں وباللہ التوفیق یہاں خیانت ہائے دیوبندیہ پر یہ امر یہاں داعی ہوا کہ دارالافتاء کا فتویٰ تثویب جمعہ جو جناب کے مرسلہ رسالہ میں محمد دین صاحب یا ان کے طرفداروں نے شائع کیا جس کا سوال دارالافتاء میں ملک گجرات شہر بہرہروج محلہ گھونساڑہ مسجد آمد سے محمد دین مجددی نے بھیجا، اور ۱۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۹ھ کو اس کا جواب دارالافتاء سے امضا ہوا جس کی نقل فتاویٰ العظمت کی جلد دوم کتاب الصلاۃ میں ہے۔ اس میں شائع کنندہ نے سخت تحریفیں کیں جو کسی حیا دار مسلمان کو زیبا نہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ یہ بزرگ نو مسلم دیوبند و گنگوہ کے تعلیم یافتہ ہیں تو اس کا تعجب جاتا رہا کہ حضرات دیوبند کا یہ قدیم شیوہ ہے لہذا اطلاع مسلمین کے لئے ان کی خیانتوں کا تذکرہ ضرور ہوا کہ مسلمان ان صاحبوں کی عادت پہچان لیں اور ان کے ضرر سے محفوظ رہیں کسی مسئلہ میں ان کے شور غل پر کبھی کان نہ رکھیں کہ کوئی عقل مند ایسی خصلت والوں کی بات پر کان نہیں دھرتا۔

دیوبندی خیانتوں کے نمونے

جو شخص کلمہ پڑھتا اور اللہ تعالیٰ کو ایک رسول کو برحق جانتا ہو وہ ایک سماعت انصاف و ایمان کی نگاہ سے ملاحظہ کرے آیا ایسی خیانتیں اہل حق کرتے ہیں یا وہ کھلے باطل والے جو ہر طرح اپنی باطل پروری سے عاجز آگئے اور ناچار ایسی شرمناک حرکات پر اُترے، کیا کوئی ذی عقل ایسوں کی کسی بات پر کان دھرنا گوارا کرے گا یا انہیں کسی انسان کا قابل خطاب جانے گا، جو ایمان سے کچھ بھی علاقہ رکھتا ہے وہ ایمان کی نگاہ سے دیکھے اور انصاف کرے

اور ہٹ دھرم بے حیا کا کہیں علاج نہیں، ہم پہلے فتوئے تشویب میں اُن کی خیانتوں کو ذکر کریں گے کہ یہ سوال اسی سے متعلق ہے پھر ان کے بڑوں کی بھاری خیانتیں زیر ذکر لائیں گے کہ معلوم ہو کہ یہ خوبیاں چھوٹوں نے بڑوں ہی سے سیکھیں ع

اس خانہ تمام آفتاب است

پہلی خیانت فتوئے مبارکہ میں اس عبارت کے بعد کہ اس کیلئے کوئی صیغہ معین نہیں یہ عبارت تھی بلکہ جو اصطلاح مقرر کر لیں اگرچہ انہیں لفظوں سے کہ الصلاة السنة قبل الجمعة الصلاة رحکمہ اللہ تو اس وجہ پر یہ کہنا زیر مستحب داخل ہو سکتا ہے بھلا اس کا زیر مستحب داخل ہونا نہیں کب گوارا ہوتا لہذا اسے ایک دم ہضم فرمایا۔
دوسری خیانت عبارت ردالمختار او قامت تک نقل کر کے "الخ" بنا دیا حالانکہ فتوئے مبارکہ میں وہ یوں تھی:

او قامت قامت او الصلاة الصلاة ولو احدثوا اعلاماً مخالفاً لذلك جاز نہر عن المجتبیٰ ¹ ۔	نماز کھڑی ہو گئی، نماز کھڑی ہو گئی، نماز، نماز، اگر کوئی اور اصطلاح بھی اطلاع کے لئے بنائی جائے تو جائز ہے یہ نہر میں مجتبیٰ سے نقل ہے۔ (ت)
---	---

یہ عبارت اعلیٰ حضرت مجدد ماتہ حاضرہ کے اس ارشاد کی صریح دلیل تھی کہ اس وجہ پر الصلاة السنة قبل الجمعة کہنا بھی مستحب ہوگا لہذا اسے بھی کتر لیا۔

تیسری خیانت اس کے بعد فتوئے مبارکہ میں یہ عبارت تھی: اسی میں عنایہ سے ہے:

احداث المتأخرون التثویب بین الاذان والاقامة على حسب ماتعارفوه فی جميع الصلوات سوى المغرب مع ابقاء الاول یعنی الاصل وهو تثویب الفجر ومارأه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن ² ۔	متأخرین نے اصل یعنی تثویب فجر کو باقی رکھتے ہوئے معروف طریقہ پر مغرب کے علاوہ ہر نماز کی اذان و اقامت کے درمیان متعارف طریقہ پر تثویب کو جاری کیا ہے، اور جسے مسلمان بہتر جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بہتر ہوتا ہے۔ (ت)
--	---

یہ بھی اسی جرم پر اڑالی گئی کہ اُس میں بھی اس کی دلیل کو علی حسب ماتعارفوه موجود تھا۔

¹ ردالمختار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۲۸۷

² ردالمختار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۲۸۶

چوتھی خیانت فتوائے مبارکہ میں تھا یہ پانچوں اعتقاد باطل و ضلال ہیں اس میں ساتوں اعتقاد بنا لیے کہ اگر پانچ اعتقاد اخیر جو مسلمانوں کی طرف نسبت کیے ثابت نہ ہو سکیں تو اگلی دو باتوں کو بھی بزورِ خیانت اعتقاد میں داخل کر کے مسلمانانِ ہسروچ اہل سنت کا فاسد العقیدہ ہونا بتا سکیں۔

پانچویں خیانت اس کے اخیر میں اعلیٰ حضرت کی مہر یہ چھاپی محمدی سنی حنفی قادری عبدالمصطفیٰ احمد رضا خان ۱۳۰۱ھ میں مہر بھی اپنی طرف سے بنالی یہ مہر ۱۳۲۷ھ میں گم ہو گئی تھی تو ۱۳۲۹ھ کے فتوے میں کہاں سے آئی بلکہ اس پر ۱۳۲۸ھ کی مہر تھی جو اصل

مسئلہ کے جواب پر اخیر میں آپ ملاحظہ کریں گے اس میں شعر کندہ ہے

یا مصطفیٰ یا رحمۃ الرحمن

یا مرتضیٰ یا غوثنا الجیلانی

غائباً انہیں کلمات طیبہ کی ناگواری اشاعت کنندہ کو تبدیل مہر پر باعث ہوئی۔

چھٹی خیانت ایک ان کی خیانتوں پر کیا تعجب عام دیوبندیوں خصوصاً ان کے بڑوں کا قدیم سے یہی مسلک ہے، ایک صاحبِ مذہباً دیوبندی سکنا رام پوری سُتی بن کر یہاں آئے بعض مسائل لکھوائے نقل کے لئے فتوائے مبارکہ کی کتاب الحظر عطا ہوئی ایک مسئلہ میں جس کا سوال محمد گنج سے عبدالقادر خان رام پوری نے بھیجا تھا اور اس میں پانچ سوال تھے، سوال چہارم یہ تھا تین برس کے بچے کی فاتحہ دو بجے کی ہونا چاہئے یا سوم کی، اس کا جواب اعلیٰ حضرت نے یہ ارشاد فرمایا تھا شریعت میں ثواب پہنچانا ہے دوسرے دن ہو یا تیسرے دن، باقی یہ تعینیں عربی ہیں جب چاہیں کریں انہیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ان بزرگ نے بین السطور میں موٹے قلم سے کہ وہی اس وقت ایک بچے سے انہیں مل سکا جہالت ہے کہ بعد لفظ و بدعت اور بڑھاد یا وہ اب تک فتوائے مبارکہ میں غیر قلم کا سطر سے اوپر لکھا ہوا موجود ہے فتوائے مبارکہ کی جلد ہشتم کتاب الحظر ص ۳۱۰ ملاحظہ ہو لطف یہ کہ عیب بھی کرنے کو ہنر چاہئے جہالت سے یہ لفظ جہالت ہے کہ بعد بڑھاد یا اور و بدعت عطف واو سے رکھا کہ جملہ اردو پر جملہ فارسی کا عطف ہو گیا جو ہر گز اعلیٰ حضرت بلکہ کسی زبان دان کا بھی محاورہ نہیں، افترا کرنا تھا تو لفظ جہالت کے بعد و بدعت بڑھاد یا ہوتا کہ لفظ مفرد عربی پر اس کے مثل کا عطف واؤ سے ہوتا، طرہ یہ کہ مجموعہ فتاویٰ گنگوہی صاحب حصہ اول میں ان کے حواریوں نے مجدد المایۃ الحاضرہ کا یہ فتویٰ مع زیادت مفتری چھاپ دیا اور اس میں ص ۱۵۰ پر یوں بنا دیا جہالت و بدعت ہے ان کو سوجھی کہ عبارت یوں ہونی چاہئے تھی۔

ساتویں خیانت ظلم پر ظلم یہ کہ فہرست میں یوں لکھا فتوائے مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی تعین سوم کی جہالت اور بدعت ہونے میں، حالانکہ فتوائے اقدس میں تصریح تھی جب چاہیں کریں ہاں دو بجے یا تیرے کی گنتی ضروری جاننے کو ضرور جہالت فرمایا تھا کہاں یہ

کہ خاص اس تعین کو ضروری جاننا جہالت ہے اور کہاں یہ کہ سرے سے تعین ہی جہالت و بدعت ہے اُن رام پوری دیوبندی نے خیانت لفظی کی تھی ان دیوبندی دیوبندیوں نے دیکھا کہ کام اب بھی نہ چلا اصل سوم تو جائز ہی رہا، لہذا یوں اس کے ساتھ خیانت معنوی کا گنٹھ جوڑا ملایا، غرض

بیباک ہو عیار ہو جو آج ہو تم ہو
بندے ہو مگر خوف خدا کا نہیں رکھتے

آٹھویں خیانت یونہی مجموعہ گنگوہی صاحب حصہ دوم صفحہ ۹۷ پر مجدد المانیہ الحاجزہ کا ایک فتویٰ چھاپا جس میں حاصل سوال یہ تھا کہ جو شخص بے نماز شراب خور داڑھی منڈا گستاخی سے جھوٹی روایتیں پڑھنے والا شریعت پر ہنسنے والا ہو ایسے شخص سے مولود شریف پڑھانا یا منبر پر تعظیماً بٹھانا جائز ہے یا نہیں، اور حاصل ارشاد جواب یہ تھا کہ افعال مذکورہ سخت کبائر اور مرتکب اشد فاسق اور مستحق نار و غضب الرحمن ہے اُسے منبر پر بٹھانا اُس سے مجلس مبارک پڑھوانا حرام ہے اور ذکر شریف حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم با وضو ہونا مستحب اور بے وضو بھی جائز اگر نیت استخفاف کی نہ ہو اور تحقیر کی نیت ہو تو صریح کفر ہے یونہی مسائل شرعیہ کے ساتھ استہزا کفر ہے یونہی داڑھی رکھنے کی توہین کلمہ کفر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ مسلمان دیکھیں کہ اس فتوئے مبارک میں ایسے فاسق فاجر بے نمازی شراب خور توہین کنندہ شریعت کو منبر پر بٹھانے کی ممانعت ہے یا معاذ اللہ مطلقاً مجالس میلاد مبارک مروجہ عرب و عجم کا عدم جواز۔ مگر حیاتداروں نے عوام کی آنکھوں پر اندھیری ڈالنے کے لئے اس کا سرنامہ یہ لکھ دیا فتویٰ درباب عدم جواز مجلس مولود مروجہ از مجموعہ فتاویٰ قلمی مولوی احمد رضا خان صاحب، سچ ہے "بے حیا باش و آنچه خواہی کن" (بے حیا ہو جا پھر جو چاہے کرتارہ۔ ت) اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

نویں خیانت حیاتداروں کو اور تیز و تند چڑھی اسی صفحہ کے حاشیہ پر یوں لے بڑھی تبعین مولوی احمد رضا خاں صاحب کو خوف کرنے کا مقام ہے کہ وہ مجالس مروجہ ممنوعہ مبتدعہ ولادت کہ جن کو خود ان کے مقتدانے حرام کیا بلکہ کفر و مستحق نار و غضب الرحمن تعالیٰ شانہ لکھتے ہیں۔ مسلمانو! خدار انصاف، حرام کا لفظ تو آپ دیکھ چکے کہ فاسق شرابی کو منبر پر تعظیماً بٹھانے کی نسبت تھا ظلم یہ کہ مستحق نار و غضب الرحمن کو اُس تارک الصلاة شراب خور توہین کنندہ شرع کو کہا تھا بے حیاؤں نے اسے بھی مجالس میلاد مبارک پر ڈھال دیا، مسلمانو! کیا اسی کو دین و دیانت کہتے ہیں ع

آدمیان گم شدند ملک خیانت گرفت

دسویں خیانت مجلس مبارک کو حرام و مستحق نار و غضب جبار ٹھہرانے پر بھی دشمنانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلتے کلیجے ٹھنڈے نہ ہوئے بلکہ اپنی گھٹیوں میں پڑے ہوئے کفر کی چاشنی یاد آئی اور بجالا بے ایمانی اپنی اس بکر فکر کی نسبت اعظفرت مجدد دین و ملت سے کردی کہ وہ مجالس مروجہ کو کفر لکھتے ہیں، سچ ہے جب "لعنة الله على الكاذبين" سے حصہ لیں تو قبول رہی نہ لیں بن پڑے تو ابلیس کیلئے

بھی باقی نہ چھوڑیں۔ مسلمانو! اللہ انصاف، کفر کا لفظ ذکر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین اور شریعت و سنت پر ہنسنے کی نسبت تھا یا مجالس مبارکہ کی نسبت، مسلمانو! اللہ انصاف، شیطان اس سے زیادہ اور کیا مکرر کرتا ہوگا، "ولاحول ولا قوۃ الا باللہ" خود اعلیٰ حضرت کے یہاں ان کے پردادا صاحب حضرت مولانا حافظ محمد کاظم علی خاں صاحب بہادر رئیس اعظم قادری رزاقی قدس سرہ الشریف خلیفہ حضرت مولانا شاہ انوار الحق لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وقت سے بفضلہ تعالیٰ آج تک کہ سو برس کامل سے زائد ہوئے مجالس میلاد شریف کا انعقاد کمال اہتمام و اعلان عام کے ساتھ ہوتا ہے بجزمہ تعالیٰ ہزاروں مسلمان حاضر آئے اور ذکر اقدس حضور پور نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فیض و شرف پائے ہیں شہر بھر میں معلوم ہے کہ ربیع الاول شریف کی بارہویں خاص اعلیٰ حضرت کے دولت خانہ فیض کاشانہ کے لئے اسی زمانہ سے مخصوص ہے، اعلیٰ حضرت کے یہاں اور بھی مجالس میلاد مبارک ہوا کرتی ہیں مگر بارہویں شریف کا پڑھنا خصوصاً خاص ذکر ولادت اقدس روز اول سے خود حضرت بانی مجلس صاحب خانہ کا حصہ ہے جو بعونہ تعالیٰ سو برس سے آج تک ناغہ نہ ہوا سو اے ربیع الاول شریف ۱۳۲۲ھ کے کہ اس کی بارہویں مبارک کو اعلیٰ حضرت بجز اللہ تعالیٰ سرکار اعظم مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالیٰ علی مطیبہا وبارک وسلم میں شرف آستانہ بوسی سے مشرف تھے اُس سال اعلیٰ حضرت کے برادر اوسط مولوی حاجی محمد حسن رضا خان صاحب حسن قادری برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نیابت کی پھر اعلیٰ حضرت اور ان کے والد ماجد قدس سرہ، کے فتاویٰ و مستقل تصانیف اس مجلس مبارک کے استحباب و استحسان میں موجود ہیں، معتقدین اعلیٰ حضرت اس تمام آفتاب عالمتاب سے معاذ اللہ آنکھیں بند کر کے کوؤں کی شہادت پر دیوبندیوں کی مان لیں گے کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک معاذ اللہ مجلس مبارک حرام بلکہ کفر ہے تف ہزار تف مسلمانو! دیوبندی صاحبوں کی دیوبندگی دیکھی، پھر دعوائے دین و دیانت باقی ہے، سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دغوی خیر اتنی اچھی کبھی کہ معتقدین اعلیٰ حضرت کے لئے خوف کا مقام ہے الحمد للہ خوف کا مقام اولیاء و صلحاء کو ملتا ہے مگر دیوبندیوں کو نہ خوفِ خدانہ شرم رسول دن دہاڑے مسلمانوں کی آنکھوں میں خاک جھونکتے پھرتے ہیں کہ ان کو دھوکے دیں ان کے عقائد کو ضرور پہنچائیں ان کے اکابر کی نیک نامی کو دھبا لگائیں مگر بجز اللہ ان کی خاک اٹھ کر انہیں کے منہ اور ان کے پیشوا حضرت گنگوہی صاحب کی آنکھوں میں پڑی اور پڑتی ہے حق بجزقدار رسید۔

گیارہویں خیانت خیر یہ "تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ" جیسی تھیں اب ان کی وہ لیجئے جس کے آگے یہ اور ان جیسی سو خیانتیں اور ہوں توکان ٹیک دیں وہ کیا وہ رسالہ خبیثہ سیف النقی کے کو تک کہ اعلیٰ حضرت مجدد المائیدہ الحاضرہ دام ظلہم العالی کے حضرات عالیہ والد ماجد وجد امجد و پیر و مرشد و حضور پور نور سید نا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام سے کتابیں تراش لیں ان کے مطبع گھڑ لئے صفحے دل سے بنا لیتے عبارتیں خود ساختہ لکھ کر ان کی طرف بے دھڑک نسبت کر کے چھاپ دیں اور سر بازار اپنی حیاتی اوڑھنی اتار، آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بک دیا کہ

آپ تو یوں کہتے ہیں اور آپ کے والد ماجد و جد امجد و پیر و مرشد و غوث اعظم فلاں فلاں کتابوں مطبوعات فلاں فلاں مطابع کے فلاں فلاں صفحہ پر یہ فرماتے ہیں حالانکہ دنیا میں نہ ان کتابوں کا پتہ نہ نشان سب بالکل افترا اور من گھڑت، جرات ہو تو اتنی تو ہو، اس کا حال العذاب البئیس و اباحت اخیرہ و رماح القہار و غیرہا میں بارہا چھاپ دیا، اب پھر سن لیجئے اسی رسالہ خبیثہ کے صفحہ تین پر ایک کتاب بنام تحفۃ المقلدین العظمت کے والد ماجد اقدس حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خان صاحب قدس سرہ العزیز کے نام سے گھڑی حالانکہ حضرت ممدوح کی کوئی تصنیف اس نام کی نہیں ہے۔

مسئلہ (۳۵۳) از نجیب آباد ضلع بجنور محل مجید گنج مرسلہ کریم بخش صاحب ٹھیکیدار ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ ایک بار اذان ہو چکی ہے کہ کسی دوسرے شخص نے لاعلمی میں پھر اذان پڑھنا شروع کر دی درمیان میں کسی ہمسایہ نے اطلاع دی کہ پڑھی جا چکی ہے اب یہ شخص معاکرک جائے یا اذان کو پورا پڑھے۔

الجواب:

اگر مسجد مسجد محلہ ہے جہاں کے لئے امام و جماعت متعین ہے اور جماعت اولیٰ ہو چکی اور اب کچھ لوگ جماعت کو آئے اور ان کو اذان کی خبر نہ تھی اور شروع کی اور اطلاع ہوئی تو معاکرک جائے اور اگر مسجد عام ہے، مثلاً مسجد بازار و سوا اسٹیشن و جامع تو ہرگز نہ رکے اذان پوری کرے ممانعت جہالت ہے اور اگر مسجد محلہ یا عام ہے اور جماعت اولیٰ ابھی نہ ہوئی تو اختیار ہے چاہے رک جائے یا پوری کرے اور اتمام اولیٰ ہے۔

اور یہ اس لئے ہے کہ پہلی صورت میں محلے کی مسجد میں دوسری جماعت کے لئے دوبارہ اذان دی جا رہی ہے جو کہ ممنوع ہے اور دوسری صورت میں شارع عام کی مسجد میں دوسری جماعت کے لئے اذان کا اعادہ ہے اور یہ مسنون ہے، تیسری صورت میں نہ منع ہے اور نہ حکم، پس اب اختیار ہے، اور جب شروع کر لی گئی تو اب اس سے مکمل کرنا افضل ہے خصوصاً اس حال میں جبکہ فقہانے "تثویب" کے عمل کو مستحسن قرار دیا ہے۔ (ت)

وذلك لان في الاولى اعادة اذان لجماعة ثانية في مسجد محلة وهو لا يجوز وفي الثانية اعادة اذان لجماعة اخرى في مسجد شارع وهو مسنون فلا يترك وفي الثالثة لانها ولا طلب فخير واتمام ذكر شرع فيه افضل لاسيما وقد استحسنوا التثويب۔

والله سبحانه وتعالى اعلم۔

عہ یہ یہیں تک نا تمام تھا لیکن مفید تھا اس لئے چھاپ دیا ۱۲

مسئلہ (۳۵۴) از مقام کبیر کلاں ڈاک خانہ خاص علاقہ ڈہائی ضلع بلند شہر مرسلہ عطاء اللہ ٹھیکیدار ۲۹ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ
اقامت صف کے دہنی جانب کبھی جائے یا بائیں، اس میں کوئی فضیلت دہنے بائیں کی ہے یا نہیں فقط۔

الجواب

اقامت امام کی محاذات میں کبھی جائے یہی سنت ہے وہاں جگہ نہ ملے تو دہنی طرف لفضل الیمین عن الشمال (کیونکہ دائیں جانب کو بائیں پر فضیلت ہے۔ ت) ورنہ بائیں طرف لوصول المقصود بکل حال (کیونکہ مقصود ہر حال میں حاصل ہوتا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۵۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

- (۱) جمعہ کی اذان ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد کے اندر ہوتی تھی یا باہر؟
- (۲) خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں کہاں ہوتی تھی؟
- (۳) فقہ حنفی کی معتد کتابوں میں مسجد کے اندر دینے کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے یا نہیں؟
- (۴) اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے تو ہمیں اسی پر عمل لازم ہے یا رسم و رواج پر، اور جو رسم و رواج حدیث شریف و احکام فقہ سب کے خلاف پڑ جائے تو وہاں مسلمانوں کو پیروی حدیث و فقہ کا حکم ہے یا رسم و رواج پر اڑا رہنا؟
- (۵) نئی بات وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین و احکام ائمہ کے مطابق ہو یا وہ بات نئی ہے جو ان سب کے خلاف لوگوں میں رائج ہو گئی ہو؟

- (۶) مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں یہ اذان مطابق حدیث و فقہ ہوتی ہے یا اس کے خلاف، اگر خلاف ہوتی ہے تو وہاں کے علمائے کرام کے ارشادات دربارہ عقائد حجت ہیں یا وہاں کے تنخواہ دار مؤذنون کے فعل اگرچہ خلاف شریعت و حدیث و فقہ ہوں؟
- (۷) سنت کے زندہ کرنے کا حدیثوں میں حکم ہے اور اس پر سو شہیدوں کے ثواب کا وعدہ ہے یا نہیں، اگر ہے تو سنت زندہ کی جائے گی یا سنت مردہ۔ سنت اُس وقت مُردہ کہلائے گی جب اُس کے خلاف لوگوں میں رواج پڑ جائے یا جو سنت خود رائج ہو وہ مُردہ قرار پائے گی؟

- (۸) علماء پر لازم ہے یا نہیں کہ سنت مردہ زندہ کریں، اگر ہے تو کیا اُس وقت اُن پر یہ اعتراض ہو سکے گا کہ کیا تم سے پہلے عالم تھے، اگر یہ اعتراض ہو سکے گا

تو سنت زندہ کرنے کی صورت کیا ہوگی؟

(۹) جن مسجدوں کے بیچ میں حوض ہے اُس کی فصیل پر کھڑے ہو کر منبر کے سامنے اذان ہو تو بیرون مسجد کا حکم ادا ہو جائیگا یا نہیں؟

(۱۰) جن مسجدوں میں منبر ایسے بنے ہیں کہ ان کے سامنے دیوار ہے اگر مؤذن باہر اذان دے تو خطیب کا سامنا نہ رہے گا وہاں کیا کرنا چاہئے؟ امید کہ دسوں مسئلوں کا جدا جدا جواب مفصل مدلل ارشاد ہو، بینوا تو جو را۔

الجواب:

اللهم هداية الحق والصواب

(۱) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازے پر ہوتی تھی۔ سنن ابی داؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۵۵ میں ہے:

<p>سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی اور ایسا ہی ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں۔</p>	<p>عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد وابی بکر و عمر^۱۔</p>
--	--

اور کبھی منقول نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو، اگر اس کی اجازت ہوتی تو بیان جواز کے لئے کبھی ایسا ضرور فرماتے۔

(۲) جواب اول سے واضح ہو گیا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی (اذان کا) مسجد کے باہر ہی ہونا مروی ہے۔ اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ بعض صاحب جو "بین یدیہ" سے مسجد کے اندر ہونا سمجھتے ہیں غلط ہے۔ دیکھو حدیث میں "بین یدی" ہے اور ساتھ ہی "علی باب المسجد" ہے۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چہرہ انور کے مقابل مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی بس اسی قدر "بین یدیہ" کے لئے درکار ہے۔

(۳) بیشک فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے۔ فتاویٰ قاضی خان طبع مصر جلد اول صفحہ ۷۸ لایؤذن فی المسجد^۲ (مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے) فتاویٰ خلاصہ قلمی صفحہ ۶۲ لایؤذن

^۱ سنن ابی داؤد باب وقت الجمعہ مطبوعہ مجتہبائی لاہور پاکستان ۱۵۵/۱

^۲ فتاویٰ قاضی خان باب کتاب الصلوٰۃ مسائل الاذان مطبوعہ نوکسٹور لکھنؤ ۱۷۱/۳

فی المسجد¹ (مسجد میں اذان نہ ہو) خزانة المفتین قلمی فصل فی الاذان لایؤذن فی المسجد² (مسجد کے اندر اذان نہ کہیں) خزانة المفتین فصل فی الاذان (قلمی نسخہ) ص ۱۹ فتاویٰ عالمگیری طبع مصر جلد اول صفحہ ۵۵ لایؤذن فی المسجد³ (مسجد کے اندر اذان منع ہے) بحر الرائق طبع مصر جلد اول صفحہ ۲۶۸ لایؤذن فی المسجد⁴ (مسجد کے اندر اذان کی ممانعت ہے) شرح نقایہ علامہ راجندی صفحہ ۸۴ (فیہ اشعار بانہ لایؤذن فی المسجد⁵ اس میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ ت) امام صدر الشریعہ کے کلام میں اس پر تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ ہو) غنیہ شرح منیہ صفحہ ۳۵۷ الاذان انما یکون فی المئذنة او خارج المسجد والاقامة فی داخله⁶ (اذان نہیں ہوتی مگر منارہ یا مسجد سے باہر اور تکبیر مسجد کے اندر) فتح القدر طبع مصر جلد اول صفحہ ۱۷۱ قالوا لایؤذن فی المسجد⁷ (علماء نے مسجد میں اذان دینے کو منع فرمایا ہے) ایضاً باب الجمعة صفحہ ۴۱۴ ہو ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراهة الاذان فی داخله⁸ (جمعہ کا خطبہ مثل اذان ذکر الہی ہے مسجد میں یعنی حدود مسجد میں اس لئے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے) طحاوی علی مرقی الفلاح طبع مصر صفحہ ۱۲۸ یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القہستانی عن النظم⁹ (یعنی نظم امام زندویسی پھر قستانانی میں ہے کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے۔) یہاں تک کہ اب زمانہ حال کے ایک عالم مولوی عبدالح صاحب لکھنوی عمدۃ الرعاۃ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۲۴۵ میں لکھتے ہیں: "قولہ بین یدیہ" ای مستقبل الامام فی المسجد کان او خارجہ والمسنون هو الثانی¹⁰ (یعنی بین یدیہ کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ امام کے روبرو ہو مسجد میں خواہ باہر اور سنت یہی ہے کہ مسجد کے باہر ہو) جب وہ تصریح کر چکے کہ باہر ہی ہونا سنت ہے تو اندر ہونا خلاف سنت ہوا تو اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ چاہے سنت کے مطابق کرو چاہے سنت

1 خلاصۃ الفتاویٰ کتاب الصلوٰۃ الفصل الاول فی الاذان مطبوعہ نوکشتور لکھنؤ ۱۹۱۱

2 خزانة المفتین فصل فی الاذان (قلمی نسخہ) ص ۱۹

3 فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی فی الاذان مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۹۱۱

4 البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ باب الاذان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۹۵۵

5 شرح النقایہ للبرجنندی باب الاذان نوکشتور لکھنؤ ۱۸۴۱

6 غنیۃ المستملی فی شرح منیۃ المصلی سنن الصلوٰۃ اول السنن الاذان مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۷۷

7 فتح القدر کتاب الصلوٰۃ باب الاذان مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۹۱۵

8 فتح القدر باب الجمعة مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۹۱۲

9 طحاوی علی مرقی الفلاح کتاب الصلوٰۃ باب الاذان مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۰۷۱

10 عمدۃ الرعاۃ حاشیہ شرح وقایہ باب الصلوٰۃ مکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱۹۱۱

کے خلاف دونوں باتوں کا اختیار ہے ایسا کون عاقل کہے گا بلکہ معنی وہی ہیں کہ "بین یدیہ" (امام کے سامنے۔ ت) سے یہ سمجھ لینا کہ خواہی نخواستہ مسجد کے اندر ہو غلط ہے اُس کے معنی صرف اتنے ہیں کہ امام کے روبرو اندر باہر کی تخصیص اس لفظ سے مفہوم نہیں ہوتی لفظ دونوں صورتوں پر صادق ہے اور سنت یہی ہے کہ اذان مسجد کے باہر ہو تو ضرور ہے کہ وہی معنی لیے جائیں جو سنت کے مطابق، بہر کیف اتنا ان کے کلام میں صاف مصرح ہے کہ اذانِ ثانی جمعہ بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مطابق سنت ہے تو بلاشبہ مسجد کے اندر ہو ناخلاف سنت ہے واللہ الحمد۔

(۴) ظاہر ہے کہ حکم حدیث و فقہ کے خلاف رواج پر اڑا رہنا مسلمانوں کو ہرگز نہ چاہئے۔

(۵) ظاہر ہے جو بات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین و احکام فقہ کے خلاف نکلی ہو وہی نئی بات ہے اُسی سے بچنا چاہئے نہ کہ سنت و حکم حدیث و فقہ سے۔

(۶) مکہ معظمہ میں یہ اذان کنزہ مطاف پر ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مسجد حرام شریف مطاف ہی تک تھی مسلک متقطعی علی قاری طبع مصر صفحہ ۲۸۰:

المطاف هو ماکان فی زمنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجداً ^۱	(رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں مسجد حرام مطاف تک ہی تھی)۔ (ت)
---	---

تو حاشیہ مطاف بیرون مسجد و محل اذان تھا اور مسجد جب بڑھالی جائے تو پہلے جو جگہ اذان یا وضو کے لئے مقرر تھی بدستور مستثنیٰ رہے گی و لہذا مسجد اگر بڑھا کر کنواں اندر کر لیا وہ بند نہ کیا جائے گا جیسے زمزم شریف، حالانکہ مسجد کے اندر کنواں بنانا ہرگز جائز نہیں، فتاویٰ قاضیجان و فتاویٰ خلاصہ و فتاویٰ علمگیر یہ صفحہ ۴۰:

تکرة المضضة والوضوء فی المسجد الا ان یکون ثمة موضع اعد لذلك ولا یصلی فیہ ^۲	مسجد میں وضو اور کلی کرنا مکروہ ہے مگر اس صورت میں جب وہاں ان کے لئے جگہ بنائی گئی ہو، اور وہاں نماز ادا نہ کی جاتی ہو۔ (ت)
---	---

وہیں ہے: لا یحفر فی المسجد بئر ماء ولو قد یمة تترك کبئر زمزم^۳ (اور مسجد میں کنواں نہیں کھودا جائے گا اگر وہاں قدیم اور پرانا کنواں ہو تو چھوڑ دیا جائے جیسے زمزم کا کنواں۔ ت)

تو مکہ معظمہ میں اذان ٹھیک محل پر ہوتی ہے مدینہ طیبہ میں خطیب سے بیس بلکہ زائد ذراع کے فاصلہ پر ایک

^۱ المسک المتقطعی فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری فصل فی اماکن الاجابة مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ص ۳۳۲

^۲ فتاویٰ ہندیہ باب السابع فصل ثانی مطبوعہ نورانی مکتب خانہ قصہ خوانی پشاور ۱۱۰/۱

^۳ فتاویٰ ہندیہ باب السابع فصل ثانی مطبوعہ نورانی مکتب خانہ قصہ خوانی پشاور ۱۱۰/۱

بلند مکبرہ پر کہتے ہیں طریق ہند کے تو یہ بھی خلاف ہو اور وہ جو "بین ید یہ" وغیرہ سے منبر کے متصل ہونا سمجھتے تھے اس سے بھی رد ہو گیا تو ہندی فہم و طریقہ خود ہی دونوں حرم محترم سے جدا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ مکبرہ قدیم سے ہے یا بعد کو حادث ہو اگر قدیم ہے تو مثل منارہ ہوا کہ وہ اذان کے لئے مستثنیٰ ہے جیسا کہ غنیہ سے گزرا، اور اسی طرح خلاصہ و فتح القدر و بر جندی کے صفحات مذکورہ میں ہے کہ اذان منارہ پر ہو یا مسجد سے باہر مسجد کے اندر نہ ہو۔ اس کی نظیر موضع وضو چاہ ہیں کہ قدیم سے جدا کر دئے ہوں نہ اس میں حرج نہ اس میں کلام، اور اگر حادث ہے تو اس پر اذان کہنا بالائے طاق پہلے یہی ثبوت دیجئے کہ وسط مسجد میں ایک جدید مکان ایسا کھڑا کر دینا جس سے صفیں قطع ہوں کس شریعت میں جائز ہے قطع صف بلاشبہ حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من قطع صفا قطعہ اللہ¹۔ (جو صف کو قطع کرے اللہ اُسے قطع کر دے) رواہ النسائی والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ نیز علماء نے تصریح فرمائی کہ مسجد میں پیڑ بونا منع ہے کہ نماز کی جگہ گھیرے گا نہ یہ کہ مکبرہ کہ چار جگہ سے جگہ گھیرتا ہے اور کتنی صفیں قطع کرتا ہے بالجملہ اگر وہ جائز طور پر بنا تو مثل منارہ ہے جس سے مسجد میں اذان ہونا نہ ہو اور ناجائز طور پر ہے تو اسے ثبوت میں پیش کرنا کیا انصاف ہے۔ اب ہمیں افعال مؤذنین سے بحث کی حاجت نہیں مگر جواب سوال کو گزارش کہ ان کا فعل کیا حجت ہو حالانکہ خطیب خطبہ پڑھتا ہے اور یہ بولتے جاتے ہیں جب وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نام لیتا ہے یہ باواز ہر نام پر رضی اللہ عنہ کہتے جاتے ہیں جب وہ سلطان کا نام لیتا ہے یہ باواز دُعا کرتے ہیں اور یہ سب بالاتفاق ناجائز ہے صحیح حدیثیں اور تمام کتابیں ناطق ہیں کہ خطبہ کے وقت بولنا حرام ہے۔ در مختار و رد المحتار جلد اول صفحہ ۸۵۹:

اماماً یفعلہ المؤذنون حال الخطبة من الترضی ونحوہ، فمکروہ اتفاقاً ² ۔	یعنی وہ جو یہ مؤذن خطبے کے وقت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کہتے جاتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔
---	--

یہی مؤذن نماز میں امام کی تکبیر پہنچانے کو جس وضع سے تکبیر کہتے ہیں اسے کون عالم جائز کہہ سکتا ہے مگر سلطنت کے وظیفہ داروں پر علما کا کیا اختیار۔ علمائے کرام نے تو اس پر یہ حکم فرمایا کہ تکبیر درکنار اس طرح تو ان کی نمازوں کی بھی خیر نہیں، دیکھو فتح القدر جلد اول صفحہ ۲۶۲ و ۲۶۳ و در مختار و رد المحتار صفحہ ۲۱۵ خود مفتی مدینہ منورہ

¹ سنن النسائی کتاب الامامة فضل الصف مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۹۴

² در مختار باب الجمعۃ مطبوعہ مجتہبائی، دہلی ۱/۱۱۳

علامہ سید اسعد حسینی مدنی تلمیذ علامہ صاحب مجمع الانہر رحمہما اللہ تعالیٰ نے تکبیر میں اپنے یہاں کے مکبروں کی سخت بے اعتدالیوں تحریر فرمائی ہیں دیکھو فتاویٰ اسعدیہ جلد اول صفحہ ۸ آخر میں فرمایا ہے:

اماحركات المكبرين وصنعهم، فاننا ابرأ الى الله تعالى منه ¹ ۔	یعنی ان مکبروں کی جو حرکتیں جو کام ہیں میں ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف برأت کا اظہار کرتا ہوں۔
--	---

اور اوپر اس سے بڑھ کر لفظ لکھا، پھر کسی عاقل کے نزدیک ان کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے نہ وہ علماء ہیں نہ علماء کے زیر حکم۔
(۷) بیشک احادیث میں سنت زندہ کرنے کا حکم اور اس پر بڑے ثوابوں کے وعدے ہیں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احيا سنتي، فقد احبني، ومن احبني كان معي في الجنة ² ۔ اللهم ارزقنا۔	جس نے میری سنت زندہ کی بیشک اُسے مجھ سے محبت ہے اور جسے مجھ سے محبت ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ اے اللہ! ہمیں یہ رفاقت عطا فرما، رواہ السجزي في الابانة والتومذی بلفظ من احب (اسے سجزی نے ابانۃ میں روایت کیا اور ترمذی نے "من احب" کے الفاظ سے روایت کیا ہے۔ ت)
--	--

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احيا سنة من سنتي قداميتت بعدى فان له من الاجر مثل اجور من عمل بها من غير ان ينقص من اجورهم شيئاً ³ ۔ رواه التومذی ورواه ابن ماجة عن عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	جو میری کوئی سنت زندہ کرے کہ لوگوں نے میرے بعد چھوڑ دی ہو جتنے اس پر عمل کریں سب کے برابر اسے ثواب ملے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو ابن ماجہ نے حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔
--	--

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تمسك بسنتي عن فساد امتي فله	جو فساد امت کے وقت میری سنت مضبوط تھامے
--------------------------------	---

¹ فتاویٰ اسعدیہ کتاب الصلاة مطبوعہ المطبعة الخيرية مصر ۸/۱

² جامع الترمذی باب اخذ بالسنة واجتناب البدعة مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۹۲/۲

³ جامع الترمذی ابواب العلم باب الاخذ بالسنة واجتناب البدعة مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۹۲/۲، سنن ابن ماجہ باب سن سنة الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی

اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے۔ اسے بھیقتی نے زہد میں روایت کیا۔

اجر مائة شهيد¹۔ رواہ البيهقي في الزهد۔

اور ظاہر ہے کہ زندہ وہی سنت کی جائے گی جو مُردہ ہو گئی اور سنت مُردہ جیسی ہوگی کہ اُس کے خلاف رواج پڑ جائے۔
(۸) اہیاء سنت علما کا تو خاص فرض منصبی ہے اور جس مسلمان سے ممکن ہو اس کے لئے حکم عام ہے ہر شہر کے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے شہر یا کم از کم اپنی اپنی مساجد میں اس سنت کو زندہ کریں اور سو سو شہیدوں کا ثواب لیں اور اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے یوں ہو تو کوئی سنت زندہ ہی نہ کر سکے، امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی سنتیں زندہ فرمائیں اس پر ان کی مدح ہوئی نہ کہ الٹا اعتراض کہ تم سے پہلے تو صحابہ و تابعین تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(۹) حوض کہ بانی مسجد نے قبل مسجدیت بنایا اگرچہ وسط مسجد میں ہو وہ اور اُس کی فصیل ان احکام میں خارج از مسجد ہے لہذا موضع اعد للوضوء کما تقدم (کیونکہ یہ جگہ وضو کیلئے بنائی گئی ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ ت)

(۱۰) لکڑی کا منبر بنائیں کہ یہی سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اسے گوشہ محراب میں رکھ کر محاذات ہو جائے گی اور اگر صحن کے بعد مسجد کی بلند دیوار ہے تو اُسے قیام مؤذن کے لائق تراش کر باہر کی جانب جالی یا کواڑ لگالیں۔
مسلمان بھائیو! یہ دین ہے کوئی دنیوی جھگڑا نہیں دیکھ لو کہ تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کیا ہے، تمہاری مذہبی کتابوں میں کیا لکھا ہے۔

حضرات علمائے اہلسنت سے معروض: حضرات! اہیاء سنت آپ کا کام ہے اس کا خیال نہ فرمائیے کہ آپ کے ایک چھوٹے نے اسے شروع کیا وہ بھی آپ ہی کا کرنا ہے، آپ کے رب کا حکم ہے:

نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ (ت)

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ²۔

اور اگر آپ کی نظر میں یہ مسئلہ صحیح نہیں تو غصہ کی حاجت نہیں بے تکلف بیان حق فرمائیے اور اس وقت

¹ کتاب الزہد الکبیر للبیہقی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ دار القلم الکویتی ص ۱۵۱

² القرآن ۲/۱۵

لازم ہے کہ ان دسوں ۱۰ سوالوں کے جدا جدا جواب ارشاد ہوں اور ان کے ساتھ ان پانچ سوالوں کے بھی:

(۱۱) اشارت مرجوح ہے یا عبارت اور ان میں فرق کیا ہے؟

(۱۲) کیا محتمل صریح کا مقابل ہو سکتا ہے؟

(۱۳) تصریحات کتب فقہ کے سامنے کسی غیر کتاب فقہ سے ایک استنباط پیش کرنا کیسا ہے خصوصاً استنباط بعید یا جس کا منشا بھی

غلط؟

(۱۴) حنفی کو تصریحات فقہ حنفی کے مقابل کسی غیر کتاب حنفی کا پیش کرنا کیسا ہے؟

(۱۵) قرآن مجید کی تجوید فرض عین ہے یا نہیں، اگر ہے تو کیسا سب ہندی علما سے بجالاتے ہیں یا سو ۱۰۰ میں کتنے؟ بیونا تو جروا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۵۶) از بدایوں مرسلہ مولوی عبدالمقتدر صاحب ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

حضرت جناب مخدوم و محترم و مکرم و معظم ادام اللہ تعالیٰ برکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یہ بات کہ اس اذان کا کتب سے داخل مسجد ہونا معمول و مروج ہوا، یقینی طور سے محقق نہیں ہوا، علی الباب اذان کا مسنون ہونا اگر کسی کتاب فقہ میں نظر پڑا ہو تو لکھئے اکثر لوگ اس کے طالب ہیں فقط۔

الجواب:

علی الباب اذان مسنون ہونے کی سند فقہی کے اکثر لوگ کیوں طالب ہیں یہ دعویٰ کس کا ہے یہاں سے تو دو باتیں کہی گئی ہیں، ایک یہ کہ "بین یدیہ" (خطیب کے سامنے۔ ت) دوسرے یہ کہ داخل مسجد مکروہ ہے، دونوں کی روشن سندیں کتب فقہ سے دے دی گئیں مسجد کریم میں زمانہ اقدس میں دروازہ شمالی خاص محاذات منبر اطہر میں تھا کیا فی الصحیح البخاری (جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ ت) لہذا در مسجد پر یہ اذان ہوتی نہ یہ کہ خصوصیت باب ملحوظ تھی یہاں کے فتوے میں جواب سوال دہم ملاحظہ ہو سنیت خصوص علی الباب کا کون قائل ہے اذان اول کی سنیت پر زاد عثمان علی الزوراء" (حضرت عثمان نے مقام زور پر اذان کا اضافہ کیا۔ ت) سے استناد کرنے والے علما کیا اس کے قائل ہیں کہ پہلی اذان بالخصوص بازار ہیں ہونا سنت ہے یا ان سے یہ مطالبہ ہو سکتا ہے کہ فقہانے اس خصوصیت بازار کو کہاں مسنون لکھا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۵۷) مسئلہ قاضی محمد عمران صاحب از ریلی شہر کہنہ محلہ قاضی ٹولہ ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں بروز جمعہ بزمانہ حضرت تاج مدینہ ختم المرسلین کے اذانیں ہوا کرتی تھیں اور ان کے کون کون موقع تھے۔ آیا پہلی اذان جو ہوتی ہے وہ کہاں

ہوتی تھی اور دوسری جو اس زمانہ میں وقتِ خطبہ خطیب کے سامنے قریب منبر ہوتی ہے وہ کہاں ہوتی تھی اور اگر حضرت کے زمانہ میں ایک ہی "اذان علی باب المسجد" ہوتی تھی تو دوسری جو خطیب کے سامنے قریب منبر ہوتی ہے وہ کس کے حکم سے شروع ہوئی اور ائمہ کرام کے نزدیک اس کے جواز کی بابت کیا حکم ہے؟ فقط۔

الجواب:

زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں صرف ایک اذان ہوتی تھی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوتے حضور کے سامنے مواجہہ اقدس میں مسجد کریم کے دروازے پر۔ زمانہ اقدس میں مسجد شریف کے صرف تین دروازے تھے ایک مشرق کو جو حجرہ شریفہ کے متصل تھا جس میں سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے اس کی سمت پر اب باب جبریل ہے، دوسرا مغرب میں جس کی سمت پر اب باب الرحمۃ ہے، تیسرا شمال میں جو خاص محاذی منبر اطہر تھا صحیح بخاری شریف میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

دخل رجل يوم الجمعة من باب كان وجاه المنبر. ورسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قائم يخطب. فاستقبل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قائماً، فقال يا رسول الله الحديث ¹ ۔	ایک شخص جمعہ کے دن اس دروازے سے داخل ہوا جو منبر کے سامنے ہے اور رسالتآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرما ہے تھے تو وہ شخص آپ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ الحدیث (ت)
--	---

اس دروازے پر اذان جمعہ ہوتی تھی کہ منبر کے سامنے بھی ہوئی اور مسجد سے باہر بھی۔ زمانہ صدیق اکبر و عمر فاروق و ابتدائے خلافت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں یہی ایک اذان ہوتی رہی جب لوگوں کی کثرت ہوئی اور شتابی حاضری میں قدرے کسل واقع ہوا امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اذان شروع خطبہ سے پہلے بازار میں دلوانی شروع کی، مسجد کے اندر اذان کا ہونا ائمہ نے منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے اور خلاف سنت ہے، یہ نہ زمانہ اقدس میں تھا نہ زمانہ خلفائے راشدین نہ کسی صحابی کی خلافت میں، نہ تحقیق معلوم کہ یہ بدعت کب سے ایجاد ہوئی نہ ہمارے ذمہ اس کا جاننا ضرور، بعض کہتے ہیں کہ ہشام بن عبد الملک مروانی بادشاہ ظالم کی ایجاد ہے واللہ تعالیٰ اعلم بہر حال جبکہ زمانہ رسالت و خلافت ہائے راشدہ میں نہ تھی اور ہمارے ائمہ کی تصریح ہے کہ مسجد میں اذان نہ ہو مسجد میں اذان مکروہ ہے تو ہمیں سنت اختیار کرنا چاہئے بدعت سے بچنا چاہئے اس تحقیقات سے پہلے کہ سنت

¹ صحیح بخاری باب الاستقاء فی المسجد الجامع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۷۱ھ

پہلے کس نے بدلی، اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو توفیق دے کہ اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کی سنت اور اپنے فقہائے کرام کے احکام پر عامل ہوں اور ان کے سامنے رواج کی آڑ نہ لیں وباللہ التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۵۸) از پبلی بھیت محلہ غفار خاں مرسلہ حافظ محمد صدیق امام مسجد چھپیاں ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ
اذان جو خارج مسجد کھنسنون ثابت ہوا ہے اب بنظر رفع فساد پھر بدستور قدیم اذان منبر کے پاس دینا جائز ہے یا نہیں کیونکہ در صورت عدم جواز فساد اور فتنے کا احتمال قوی ہے بینوا بالصواب وتوجروا یوم الحساب۔

الجواب:

یہاں دو چیزیں ہیں ایک اتیان معروف واجتتاب منکر، دوسرے امر بالمعروف ونہی عن المنکر، مسجد میں اذان دینا ممنوع ہے اور اس میں دربار الہی کی بے ادبی ہے تو جو مسجد اپنی ہے اس میں خود مخالفت سنت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وار تکاب بے ادبی دربار عزت کا مواخذہ اس کی ذات پر ہے اور جو مسجد پرائی ہے اوروں کا اس میں اختیار ہے اُس کا مواخذہ اُن پر ہے اس کے ذمے صرف اتنا رکھا گیا ہے کہ ازالہ منکر پر قدرت نہ ہو تو زبان سے منع کر دے اور اس میں بھی فتنہ و فساد ہو تو دل سے بُرا جانے، پھر اُن کے فعل کا اس سے مطالبہ نہیں، وقال اللہ تعالیٰ: وَلَا تَزِمُوا زِمَارًا وَلَا تَزِمُوا زِمَارًا وَلَا تَزِمُوا زِمَارًا وَلَا تَزِمُوا زِمَارًا (کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ت)

اے اہل ایمان! تم پر اپنی جان لازم ہے تمہیں کوئی گمراہ نقصان نہیں پہنچا سکتا جبکہ تم ہدایت یافتہ ہو۔ (ت)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ إِذْ أَهْتَدَيْتُمْ
2

وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

تم میں سے جب کوئی بُرائی دیکھے تو ہاتھ سے اُسے روکنے کی کوشش کرے اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے منع کرے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو دل سے بُرا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے (ت)

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ، فان لم یستطع فبقلبہ، وذلك اضعف الایمان³۔

اور جس طرح یہ دوسروں کو حکم شرع ماننے پر مجبور نہیں کر سکتا یوں ہی دوسرے حکم شرع کی مخالفت پر اسے مجبور نہیں کر سکتے یہ اپنے نزدیک جو طریقہ اپنے رب کی عبادت اور اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع سنت کا

1 القرآن ۱۶۳/۶

2 القرآن ۱۰۵/۵

3 سنن النسائی تقاضل اہل الایمان حدیث ۵۰۱۱ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۲۶۵/۲

اپنی کتب دینیہ سے جانتا ہے دوسرا اگر اس میں مزاحمت کرے گا اور فتنہ و فساد اٹھائے گا تو اس کا ذمہ دار وہ دوسرا ہوگا حکومت ہر مفسد کا ہاتھ پکڑنے کو موجود ہے اُس کے ذریعہ سے بندوبست کر سکتا ہے، ہاں اگر یہ صورت بھی ناممکن ہوتی اور مفسدوں کا خوف حد مجبوری تک پہنچاتا تو حالت اکراہ تھی اس وقت اس پر مواخذہ نہ ہوتا، قال تعالیٰ:

مگر وہ شخص جس کو مجبور کر دیا گیا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے۔ (ت)	إِلَّا مَنْ أَكْرَهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ ¹
--	--

بالجملہ دوسروں کو حکم کرنا اُن کی سرکشی و فتنہ پردازی کے وقت مطلقاً ساقط ہو جاتا، سیکنا نص علیہ فی الھندیۃ وغیرہ اور خود عمل کرنا اس وقت ساقط ہوگا جب یہ بذریعہ حکومت بھی بندوبست نہ کر سکے اور حقیقی مجبوری ہو کر استطاعت اصلانہ رہے، قال تعالیٰ:

تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے اور اس کا فرمان سنو اور حکم مانو۔ (ت)	فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَأَسْئِعُوا وَأَطِيعُوا ²
--	--

باوصف قدرت بندوبست و استعانت حکومت مجرد خوف یا کاہلی یا خودداری یا رورعایت یا نئی تہذیب یا صلح کل کی پالیسی سے اتباع شرع چھوڑ بیٹھنا جائز نہیں ہو سکتا اسے یوں خیال کریں کہ مفسدین آج اس امر کے لئے کہتے ہیں کل کو اگر انہوں نے خود نماز پر فتنہ اٹھایا تو کیا نماز بھی چھوڑ دیگا، نہیں نہیں بلکہ اس پر خیال کرے کہ مفسدوں نے کہا کہ اپنا مکان خالی کر دو ورنہ ہم فساد کرتے ہیں یا اپنی جائداد کا بہ نامہ لکھ دو ورنہ ہم فتنہ اٹھاتے ہیں (تو) اس وقت اُن کا کچھ بندوبست کرے گا استغاثہ کرے گا یا چپکے سے جائداد و مکان چھوڑ بیٹھے گا، جو جب کرے گا وہ اب کرے اور اتباع احکام شرع کو مکان و جائداد سے ہلکانہ جانے، ہاں دوسروں کے سرچڑھنے اور فتنہ فساد کے اٹھانے کی اجازت نہیں ہو سکتی، قال تعالیٰ:

(فتنہ قتل سے بدتر ہے۔ ت)	وَأَنْفُسُهُمْ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ³
--------------------------	--

وقال تعالیٰ:

زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ (ت)	لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ⁴
--	---

¹ القرآن ۱۶/۱۰۶

² القرآن ۶۳/۱۶

³ القرآن ۲/۱۹۱

⁴ القرآن ۷/۵۶

اس امت کے لئے وہ ہے جو اس نے کیا اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم نے کیا، تم سے ان کے اعمال کے بارے میں سوال ہیں کیا جائیگا۔ (ت)

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ¹

نسأل الله العفو والعافية، وصلى الله تعالى على سيدنا و مولانا محمد وآله وصحبه وبارك وسلم والله تعالى اعلم۔

مسئلہ (۳۵۹) از سہاور ضلع ایڈ مرسلہ چودھری عبدالحمید خاں صاحب رئیس ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

اذانِ ثانی جمعہ خارج مسجد صحن کے نیچے جوتے اتارنے کی جگہ اگر کبھی جائے تو اس میں کچھ حرج ہے یا باب مسجد پر ہی ہونا ضروری ہے، ان دونوں میں کسی بات میں اولویت ہوگی یا مساوی حالت، دوم یہ کہ محراب مسجد بھی اس بارے میں باب مسجد کے قائم مقام ہو سکتی ہے یا نہیں، دیوبندی صاحب کا مقولہ ہے کہ محراب مسجد خارج مسجد کا حکم رکھتی ہے اور اسی لئے اُس میں امام کا کھڑا ہونا جائز نہیں (حالانکہ اپنے نزدیک یہ بات نہیں آسندہ جو مفتی صاحب فرمائیں) سوم یہ کہ اگر باب مسجد دالان و صحن مسجد کے بالمقابل نہ ہو بلکہ شمالاً و جنوباً واقع ہو اور صحن مسجد مشرقی جانب حد دیوار سے ملا ہوا ہو اور اس کے بعد کوئی جگہ خارج مسجد نہ ہو تو وہاں کیا کیا جائے اور اذانِ ثانی کہاں ہو اور خطیب کہاں بیٹھے تاکہ مؤذن کا مقابلہ فوت نہ ہو۔ چہارم یہ کہ اذان مذکور باب مسجد پر جودی جائے تو وہ باب مسجد کے وسط میں کھڑے ہو کر یا اس سے پرے نیچے اتر کر، یہاں تو آج وسط باب پر کبھی گئی ہے آسندہ جیسا ارشاد ہو والسلام فقط۔

الجواب:

صحن مسجد کے نیچے جو جگہ خلع نعال کی ہے خارج مسجد ہے اُس میں اذان بے تکلف مطابق سنت ہے علی الباب ہونا کچھ ضرور نہیں مسجد کریم میں باب شمالی محاذی منبر اطہر تھا کمانی صحیح البخاری (جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ ت) لہذا علی الباب ہوتی تھی ورنہ خصوصیت باب ملحوظ نہ تھی بلکہ صرف دو باتیں محاذاتِ خطیب و اذان خارج مسجد۔ محراب مسجد وہ طاق ہے کہ دیوارِ قبلہ کے وسط میں بنتا ہے اس میں اذان ہونے کے کوئی معنی نہیں نہ اس میں محاذاتِ خطیب ہو اور منتہائے درجہ جانب شرق پر جو درہنتے ہیں یہ محراب نہیں ان کو "بین الساریتین" کہتے ہیں ان میں امام کا کھڑا ہونا ناجائز نہیں ہاں خلافِ سنت ہے نہ اس وجہ سے کہ یہ زمین مسجد نہیں بلکہ اس لئے کہ امام اور جملہ مقتدیوں کا درجہ بدلا ہوا ہونا خلافِ سنت ہے کمانی شرح النقایہ (جیسا کہ شرح نقایہ میں ہے۔ ت) شرقی

جانب اگر دیوار مسجد ہے تو اُس کی نسبت فتوے میں معروض ہے کہ اُس میں طاق محراب نماحاذات منبر میں بنالیں اور اگر دیوار کسی غیر کی ہے اور وہ اجازت نہ دے تو اس کا سوال مراد آباد سے آیا تھا اُس کے جواب کی نقل حاضر کرتا ہے باب مسجد ہی میں موذن کھڑا ہو دروازہ سے باہر ہونے کی حاجت نہیں کہ اس حکم میں مسجد کی دیواریں فضیلیں دروازہ کی زمین خارج مسجد ہیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۶۰) مسؤلہ جناب مشتاق احمد صاحب از شہر بریلی محلہ بہاری پور ۲۸ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد متصل دفتر چھوٹی ریل، کی میں ہم لوگ نماز جمعہ پڑھا کرتے ہیں وہاں جو شخص نماز پڑھاتے ہیں وہ خطبہ کے وقت اذان مسجد کے اندر دلویا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دوسری اذان جمعہ کی خطبہ کے وقت خلیفہ ہشام نے مسجد کے اندر لوگوں سے دلوانا شروع کی ہے وہ بدعت حسن ہے یعنی وہ بدعت سیہ نہیں ہے اور بدعت حسن کے کرنے کو کسی نے بھی عالموں میں سے منع نہیں کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہمیشہ اذان کا مسجد کے دروازہ پر ہونا ثابت نہیں ہے اس وجہ سے جو لوگ مسجد کے اندر اذان دلواتے ہیں ان کو منع نہیں کرنا چاہئے کیونکہ وہ بدعت حسن کرتے ہیں اور سنت مواظبہ کو نہیں چھوڑتے لہذا عرض یہ ہے کہ مسجد کے دروازے کے اوپر ہمیشہ ہونا اذان کا ثابت ہے یا نہیں اور سنت مواظبہ ہے یا نہیں اور اذان مسجد کے اندر دینے سے سنت چھوٹ جائے گی یا نہیں اور بدعت ہوگی تو کون سی ہوگی بدعت حسن ہوگی یا بدعت سیہ ہوگی، اگر بدعت حسن ہوگی تو اس کو منع کرنا چاہئے یا نہیں اور اگر بدعت سیہ ہوگی تو منع کرنا چاہئے یا نہیں اور منع کرنے والا کون ہوگا اور اس کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں اور اذان خطبہ والی کو اندر دلانا کس نے شروع کیا ہے؟ بیینوا تو جروا۔

الجواب:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مسجد کے اندر اذان دلوانا کبھی ایک بار کا بھی ثابت نہیں، جو لوگ اس کا دعویٰ کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر افترا کرتے ہیں ہشام سے بھی اس اذان کا مسجد کے اندر دلوانا ہرگز ثابت نہیں البتہ پہلی اذان کے نسبت بعض نے لکھا ہے کہ اُسے ہشام مسجد کی طرف منتقل کر لایا اور اس کے بھی یہ معنی نہیں کہ مسجد کے اندر دلوائی بلکہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار میں پہلی اذان دلواتے تھے ہشام نے مسجد کے منارہ پر دلوائی، رہی یہ دوسری اذان خطبہ، اس کی نسبت تصریح ہے کہ ہشام نے اس پر کچھ تغیر نہ کیا اسی حالت میں باقی رکھی جیسی زمانہ رسالت و زمانہ خلافت میں تھی۔ امام محمد بن عبد الباقی زر قانی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مواہب شریف جلد ہفتم طبع مصر ص ۴۳۵ میں فرماتے ہیں:

یعنی جب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے اذان خطبہ

فلما کان عثمان، امر بالاذان قبلہ علی

سے پہلے ایک اذان بازار میں ایک مکان کی چھت پر دلوائی پھر اس پہلی اذان کو ہشام مسجد کی طرف منتقل کر لیا یعنی اس کے مسجد میں ہونے کا حکم دیا اور دوسری کہ خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی ہے وہ خطیب کے مواجہ میں کی یعنی جہاں ہوا کرتی تھی وہیں باقی رکھی اس اذان ثانی میں ہشام نے کوئی تبدیل نہ کی۔ بخلاف بازار والی اذان اول کے کہ اسے مسجد کی طرف منارہ پر لے آیا انتہی۔

الزوراء، ثم نقله هشام الى المسجد، اى امر بفعله فيه، وجعل الآخر الذى بعد جلوس الخطيب على المنبر بين يديه بمعنى انه ابقاه بالمكان الذى يفعل فيه، فلم يغيره، بخلاف ماكان بالزوراء فحولته الى المسجد على المنار انتهى¹۔

ہاں وہ جمہور مالکیہ کہ اذان ثانی کو امام کی محاذات میں ہونا بدعت کہتے ہیں اور اس کا بھی منارہ پر ہی ہونا سنت بتاتے ہیں، ان میں بعض کے کلام میں واقع ہوا کہ سب میں سے پہلے اذان ثانی امام کے روبرو ہشام نے کہلوائی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں یہ اذان بھی محاذات امام نہ ہوتی تھی منارہ ہی پر تھی، پھر اس سے کیا ہوا، غرض ہشام بیچارے سے بھی ہرگز اس کا ثبوت نہیں کہ اس نے اذان خطبہ مسجد کے اندر منبر کے برابر کہلوائی ہو جیسی اب کہی جانے لگی اس کا کچھ پتا نہیں کہ کس نے یہ ایجاد نکالی، اور اگر ہشام سے ثبوت ہوتا بھی تو اس کا قول و فعل کیا حجت تھا، وہ ایک مروانی ظالم بادشاہ ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے امام زین العابدین کے صاحبزادے امام باقر کے بھائی سیدنا امام زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہید کرایا سولی دلوائی اور اس پر یہ شدید ظلم کہ لغش مبارک کو دفن نہ ہونے دیا برسوں سولی پر رہی جب ہشام مر گیا تو لغش مبارک دفن ہوئی ان برسوں میں بدن مبارک کے کپڑے گل گئے تھے قریب تھا کہ بے ستری ہو اللہ عزوجل نے مکڑی کو حکم فرمایا کہ اس نے جسم مبارک پر ایسا جالاتان دیا کہ بجائے تہبند ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعض صالحین نے دیکھا کہ امام مظلوم زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سولی سے پشت اقدس لگائے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں یہ کچھ کیا جاتا ہے میرے بیٹوں کے ساتھ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت کے خلاف ایسے ظالم کی سنت پیش کرنا اور پھر امام اعظم وغیرہ ائمہ پر اس کی تہمت دھرنا کہ ان اماموں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین کی سنت چھوڑ کر ظالم بادشاہ کی سنت قبول کر لی، کیسا صریح ظلم اور ائمہ کرام کی شان میں کیسی بڑی گستاخی ہے اللہ عزوجل پناہ دے، اس کے بدعت حسنہ ہونے کا دعویٰ محض باطل و

1 شرح الزرقانی علی المواہب المقصد التاسع فی عبادتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ عامرہ مصر ۱۳۵۱ھ

بے اصل ہے۔

(۱) بدعتِ حسنہ سنت کو بدلانا نہیں کرتی اور اس نے سنت کو بدل دیا۔

(۲) مسجد میں اذان دینی مسجد و دربارِ الہی کی گستاخی و بے ادبی ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں ادب میں طریقہ معہدہ فی الشاہد کا اعتبار ہوتا ہے۔ فتح القدر میں فرمایا:

یعنی قیام تعظیمی میں بادشاہوں وغیرہم کے سامنے ہاتھ زیر ناف باندھ کر کھڑے ہونے کا دستور ہے اسی دستور کا نماز میں لحاظ رکھ کر زیر ناف باندھیں گے۔	یحال علی المعهود من وضعها حال قصد التعظیم فی القیام والمعهود فی الشاہد منہ تحت السرة ¹ ۔
---	---

اب دیکھ لیجئے کہ درباروں میں درباریوں کی حاضری پکارنے کا کیا دستور ہے، کیا عین دربار میں کھڑے ہو کر چوبدار چلاتا ہے کہ درباریو چلو ہر گز نہیں۔ بے شک ایسا کرے تو بے ادب گستاخ ہے جس نے شاہی دربار نہ دیکھے ہوں وہ یہی کچھریاں دیکھ لے کیا ان میں مدعی مدعا علیہ گواہوں کی حاضریاں کمرہ کے اندر پکاری جاتی ہیں یا کمرہ سے باہر جا کر کیا اگرچہ اسی خاص کمرہ کچھری میں کھڑا ہوا حاضریاں پکارے چلائے تو بے ادب گستاخ بنا کر نہ نکالا جائیگا، افسوس جو بات ایک منصف یا جنٹ کی کچھری میں نہیں کر سکتے احکم الحاکمین جل جلالہ، کے دربار میں روار کھو۔

(۳) مسجد میں چلانے سے خود حدیث میں ممانعت ہے اور فقہانے یہ ممانعت ذکر الہی کو بھی عام رکھی جب تک شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثبوت نہ ہو، درمختار میں ہے:

مسجد میں سوال کرنا حرام اور سائل کو دینا مکروہ ہے۔ مسائل فقہیہ سیکھنے سکھانے کے علاوہ وہاں ذکر سے آواز کا بلند کرنا بھی مکروہ ہے۔ (ت)	یحرم فیہ (ای المسجد) السؤال ویکرہ الاعطاء ورفع صوت بذکر، الا للمتفقہة ² ۔
---	--

نہ کہ اذان کہ یہ تو خالص ذکر بھی نہیں کما فی البناية شرح الهدایة للامام العینی (جیسا کہ امام عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں تصریح کی ہے۔ ت)

(۴) بلکہ شرع مطہر نے مسجد کو ہر ایسی آواز سے بچانے کا حکم فرمایا جس کے لئے مساجد کی بنانہ ہو صحیح مسلم شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

¹ فتح القدر باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۹۹۱ء

² الدر المختار آخر باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مجتہبی دہلی ۱۹۳۱ء

<p>جو کمی ہوئی چیز کو مسجد میں دریافت کرے اس سے کہو اللہ تیری کمی چیز تجھے نہ ملائے، مسجدیں اس لئے نہیں بنیں۔ (ت)</p>	<p>من سمع رجلا يمشد ضالة في المسجد، فليقل لاردها الله عليك، فان المساجد لم تبن لهذا¹۔</p>
---	--

حدیث میں حکم عام ہے اور فقہ نے بھی عام رکھا، در مختار میں ہے: کہ وہ انشاد ضالۃ² (مسجد میں گم شدہ چیز کی تلاش مکروہ ہے۔ ت) تو اگر کسی کا مصحف شریف گم ہو گیا اور وہ تلاوت کے لئے ڈھونڈتا اور مسجد میں بوجھتا ہے اُسے بھی یہی جواب ہو گا کہ مسجدیں اس لئے نہیں بنیں، اگر اذان دینے کے لئے مسجد کی بنا ہوتی تو ضرور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد کے اندر ہی اذان دلاتے یا کبھی کبھی تو اس کا حکم فرماتے، مسجد جس کے لئے بنی زمانہ اقدس میں اُسی کا مسجد میں ہونا کبھی ثابت نہ ہو، یہ کیونکر معقول، تو وجہ وہی ہے کہ اذان حاضری در بار پکارنے کو ہے اور خود در بار حاضری پکارنے کو نہیں بنتا۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادتِ کریمہ تھی کہ کبھی کبھی سنت کو ترک فرماتے کہ اس کا وجوب نہ ثابت ہو ترک کا جواز معلوم ہو جائے ولہذا علمائے سنت کی تعریف میں "مع التواک احیاناً" مانو ذکیا کہ ہمیشہ کیا مگر کبھی کبھی ترک بھی فرمایا اور یہاں اصلاً ایک بار بھی ثابت نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو جو مدعی ہو ثبوت دے۔

(۶) فقہائے کرام نے مسجد میں اذان دینے کو مکروہ فرمایا عباراتیں اصل فتوے میں گزریں اور حقیقہ کے یہاں مطلق کراہت سے غالباً مراد کراہت تحریم ہوتی ہے جب تک اس کے خلاف پر دلیل قائم نہ ہو اور بیان خلاف پر دلیل درکنار اس کے موافق دلیل موجود ہے کہ یہ گستاخی در بار معبود ہے۔

(۷) فقہائے کرام نے مسجد میں اذان دینے سے بصریہ نفی منع فرمایا کہ صیغہ نہی سے زیادہ مؤکد ہے عبارات کثیرہ اصل فتوے میں گزریں اور فقہا کا یہ صیغہ غالباً اُس کے ناجائز ہونے پر دلالت کرتا ہے، امام ابن الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

<p>قول مصنف "لا یزید علیہا شیئاً" کا ظاہر اشارۃً واضح کر رہا ہے کہ اس پر اضافہ جائز نہیں۔ (ت)</p>	<p>ظاہر قول المصنف ولا یزید علیہا شیئاً، یشیر الی عدم اباحة الزیادة علیہا³۔</p>
---	--

¹ الصحیح المسلم کتاب المساجد باب النہی عن نشد الضالۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۱۰/۱

² الدر المختار آخر باب ما یفسد الصلوۃ الخ مطبوعہ مجتہبائی دہلی ۹۳/۱

³ حلیۃ الحلی شرح منیۃ المصلی

ہدایہ میں قول امام محمد قرآن و جہر (وہ پڑھے اور جہر کرے۔ ت) پر فرمایا: یدل علی الوجوب¹ (یہ وجوب پر دال ہے۔ ت) عنایہ میں فرمایا: لانه بمنزلة الامر بل اكد² (یہ بمنزلہ امر بلکہ اس میں اُس سے بھی زیادہ تاکید ہے۔ ت) فتح القدر میں فرمایا: ما یدل علی الوجوب وهو لفظ الخبر³ (جو وجوب پر دال ہے وہ لفظ خبر (قرا) ہے۔ ت) ان وجوہ پر نظر انصاف کے بعد مجموع سے کم از کم اتنا ضرور ثابت کہ مسجد کے اندر اذان بدعت سیدہ ہے ہر گز حسنه نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۶۱) مرسلہ جناب منشی فقیر محمد صاحب تاجر چرم کانپوری از مقام شہر ہیمیر پور صوتی گنج صدر بازار ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں جس وقت مؤذن حی علی الصلاۃ حی الفلاح کہے تو سامع کو اس کے جواب میں کیا کہنا چاہئے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

حی علی الصلاۃ وحی علی الفلاح دونوں کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہنا چاہئے، اور بعض اوّل کے جواب میں ہی لاحول اور دوم کے جواب میں ماشاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن (اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو وہ نہ چاہے وہ نہیں ہوتا۔ ت) کہتے ہیں، اور افضل یہ ہے کہ حی علی الصلاۃ کے جواب میں کہے حی علی الصلاۃ لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور حی علی الفلاح کے جواب میں کہے حی علی الفلاح لاحول ولا قوۃ الا باللہ ماشاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۶۳) از بمبئی بھنڈی بازار مرسلہ محمد فضل الرحمن سادہ کار ۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح کے وقت مؤذن دائیں بائیں رخ کرتا ہے آیا اقامت میں بھی دائیں بائیں رخ کرنا سنت ہے یا نہیں، بینوا تو جروا۔

الجواب:

علماء نے اقامت میں بھی دہنے بائیں منہ پھیرنے کا حکم دیا ہے اور بعض نے اسے اس صورت کے ساتھ خاص کیا ہے کہ کچھ لوگ ادھر ادھر منتظر اقامت ہوں، در مختار میں ہے: ویلفت فیہ وکذا فیہا

1 ہدایہ کتاب الصلاۃ فصل فی القراۃ مطبوعہ المکتبۃ العربیہ دکنگیر کالونی کراچی ۹۸/۱

2 عنایہ حاشیہ علی فتح القدر کتاب الصلاۃ فصل فی القراۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۸۷/۱

3 عنایہ حاشیہ علی فتح القدر کتاب الصلاۃ فصل فی القراۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۸۷/۱

مطلقاً¹ اذان میں منہ پھیرے اور اسی طرح تکبیر میں بھی ہر حال میں۔ (ت) قنیه میں ہے:

<p>اصح یہ ہے کہ حی علی الصلاة کے وقت دائیں اور حی علی الفلاح کے وقت بائیں جانب منہ پھیرے مت، شم، قع، ضح۔ اور اسی طرح اقامت میں بھی اھ یعنی "مت" سے مجد الائمه ترجمانی، "شم" سے شرف الائمه المکی، "قع" سے قاضی عبدالجبار اور "ضح" سے ایضاً یا ضیاء الائمه الحجی مراد ہیں۔</p> <p>(ت)</p>	<p>الاصح ان الصلاة عن يسينه، والفلاح عن شماله، مت، شم، قع، ضح، والاقامة كذلك اه ای مجد الائمة الترجمانی وشرف الائمة المکی والقاضی عبدالجبار والایضاح اوضیاء الائمة الحجی²۔</p>
---	---

اُسی میں لبتقط سے ہے:

<p>تکبیر کے اندر حی علی الصلوة اور حی الفلاح پر دائیں بائیں سر نہ پھیرے مگر اس صورت میں کہ جب لوگ تکبیر کا انتظار کر رہے ہوں۔ (ت)</p>	<p>لایحول راسه فی الاقامة عند الصلاة والفلاح الا لاناس ینتظرون الاقامة³۔</p>
---	---

مسئلہ (۳۶۴) از دمن خرد عملداری پر تگال مسؤلہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اشہد ان محمد رسول اللہ جو اذان و اقامت میں واقع ہے اُس میں انگوٹھوں کا چومنا جو مستحب ہے اگر کوئی شخص باوجود قائل ہونے استحباب کے احیاناً عمدتاً ترک کرے تو وہ شخص قابل ملامت ہے یا نہیں۔

الجواب:

جبکہ مستحب جانتا ہے اور فاعلون پر اصلاً ملامت روا نہیں جانتا فاعلون پر ملامت کرنے والوں کو بُرا جاننا ہے تو خود اگر احیاناً کرے احیاناً نہ کرے ہرگز قابل ملامت نہیں فان المستحب هذا شأنه (کہ مستحب کا درجہ و مقام یہی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ (۳۶۶) از مراد آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مرسلہ مولوی عبدالودود قاری برکاتی رضوی طالبعلم مدرسہ مذکور ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ:

حضور پُر نور کے نام مبارک سُن کر ہاتھ چوم کر آنکھوں پر لگانا کیسا ہے؟

¹ در مختار باب الاذان مطبوعہ مجتہبائی دہلی ۱۳۱۱ھ

² قنیه باب الاذان مطبوعہ مشہرۃ بالمہینۃ انڈیا ص ۲۰ و ۹۱

³ قنیه باب الاذان

الجواب:

جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ کوئی ممانعت شرعی نہ ہو مثلاً حالت خطبہ میں یا جس وقت قرآن مجید سُن رہا ہے یا نماز پڑھ رہا ہے ایسی حالتوں میں اجازت نہیں باقی سب اوقات میں جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ بہ نیتِ محبت و تعظیم ہو اور تفصیل ہمارے رسالہ منیر العین میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۶۷) از اور یا ضلع اٹا وہ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ عبدالملک صاحب مدرس ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان کے وقت انگوٹھے چومنا اس کا جو طریقہ ہو اور دعا وغیرہ اور جس جس موقع پر کیا جائے مفصل اطلاع بختیبے۔

الجواب:

جب مؤذن پہلی بار اشہد ان محمد رسول اللہ کہے یہ کہے صلی اللہ علیک یا رسول اللہ جب دوبارہ کہے یہ کہے قرۃ یعنی بک یا رسول اللہ اور ہر بار انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں سے لگالے آخر میں کہے اللھم متعنی بالسمع والبصر^۱ (اے اللہ! میری آنکھوں اور سمع کو نفع عطا فرما۔ ت) رد المحتار عن جامع الرموز عن كنز العباد (رد المحتار میں جامع الرموز سے اور اس میں كنز العباد سے منقول ہے۔ ت) یہ اذان میں ہے اور تکبیر کے وقت بھی ایسا ہی کرے تو کچھ حرج نہیں کمابینا فی رسالتنا (جیسے ہم نے اسے اپنے رسالہ میں بیان کیا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۶۸) از حبیب والہ ضلع بجنور تحصیل وہاپور مدرسہ منظور صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں دستور ہے کہ قبل صلاۃ عیدین دو شخص کھڑے ہو کر کانوں میں انگلیاں دے کر الصلوٰۃ یر حکم اللہ الصلوٰۃ کئی مرتبہ پڑھتے ہیں آیا یہ فعل جائز ہے یا بدعت، رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ فعل منقول ہے یا نہیں؟

الجواب:

جائز ہے کہ منع نہیں مگرچہ منقول نہ ہو جیسے تشویب۔ نہیں نہیں بلکہ خود صاحب شریعت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول کہ عیدین میں مؤذن کو حکم فرماتے کہ الصلاۃ جامعۃ پکارے

روى الامام الشافعى عن الزهرى قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم	امام شافعی نے زہری سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدین کے لئے مؤذن کو
---	---

¹ رد المحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۲۹۳

یأمر المؤذن في العیدین. فيقول الصلاة جامعة 1 -	حکم دیا کرتے تھے (کہ یہ بلند آواز سے کہے) تو وہ کہتے تھے الصلوة جامعة (جماعت نماز تیار ہے)۔ (ت)
---	--

لاجرم علمائے کرام نے بالاتفاق عیدین میں صلاۃ پکارنا مستحب فرمایا، شرح صحیح مسلم امام نووی میں ہے:

يقول اصحابنا وغيرهم انه يستحب ان يقال الصلاة جامعة ² ۔	ہمارے علماء شوافع اور دیگر علماء کہتے ہیں کہ "الصلاة جامعة" کہنا مستحب ہے۔ (ت)
--	---

مرقاۃ علی قاری میں ہے:

يستحب ان ينادى لها الصلاة جامعة ³ ۔	نماز کے لئے "الصلوة جامعة" کہنا مستحب ہے۔ (ت)
--	---

وہ الفاظ کہ سائل نے ذکر کئے الصلاۃ یرحمکم اللہ (نماز پڑھو اللہ تم پر رحم کرے۔ ت) انہیں کے معنی میں ہیں پس بدعت نہیں
مستحب ہیں۔

اقول: وما روى مسلم عن جابر رضى الله تعالى عنه: ان لا اذان للصلاة يوم الفطر، ولا اقامة ولا نداء ولاشيبي ففى فتوى منه رضى الله تعالى عنه انما روايته ما ذكر اولاً قال لم يكن يؤذن يوم الفطر ولا يوم الاضحى ⁴ ، وليس فيه الا نفي الاذان، وزاد جابر بن سمرة وغيره نفي الاقامة، وقد انعقد على نفيهما الاجماع، ولا نظر لخلاف شاذ، فلا حاجة الى ما ذكر الامام النووي في قول جابر رضى الله تعالى عنه، يتناول على ان المراد الاذان، ولا اقامة ولا نداء في معناهما ولا شيبي من ذلك ⁵ اه	اقول: وہ جو مسلم میں حضرت جابر رضى الله تعالى عنه سے مروی ہے کہ نماز عید الفطر کے لئے نہ اذان نہ اقامت اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی آواز دی جاتی تھی تو اس کی کوئی حقیقت نہیں، یہ آپ رضى الله تعالى عنه کا فتویٰ ہے ان سے مروی روایت کا ذکر جو پہلے ہوا اس میں صرف اتنا ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے لئے اذان نہیں ہوتی تھی یعنی اس میں صرف نفی اذان ہے حضرت جابر بن سمرة وغیرہ نے اقامت کی نفی کا بھی اضافہ کیا حالانکہ ان دونوں کی نفی پر اجماع منعقد ہو گیا ہے اور خلاف شاذ قابل توجہ نہ ہوگا، تو اب حضرت جابر رضى الله تعالى عنه کے قول میں امام نووی کی اس تاویل
--	--

1 الامام الشافعي من قال لا اذان للعیدین مطبوع دار المعرفۃ بیروت ۲۳۵/۱

2 شرح صحیح مسلم امام النووی مع مسلم کتاب صلاۃ العیدین مطبوع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۹۰/۱

3 مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب صلاۃ العیدین مطبوع مکتبہ امدادیہ ملتان ۳۰۰/۳

4 صحیح مسلم کتاب صلاۃ العیدین مطبوع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۹۰/۱

5 شرح صحیح مسلم امام النووی مع مسلم مطبوع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۹۰/۱

کی ضرورت نہیں کہ مراد یہ ہے کہ نہ اذان ہوتی نہ تکبیر اور نہ ہی ان دونوں کی مانند کوئی ندا ہوتی تھی، اور اشعۃ اللمعات کے اس مضمون پر تعجب ہے جو حضرت جابر بن سمرہ کی اس حدیث کے تحت ذکر کیا گیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں ایک یا دو دفعہ سے زائد مرتبہ بغیر اذان و اقامت کے عیدین کی نماز پڑھی، کہا ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ "الصلاة جامعة" کے الفاظ بھی نہیں کہے جاتے تھے، یہ کلمہ صحیح مسلم میں نہیں اگر ہو تو صرف عدم مواظبت پر دلیل ہے یعنی پہنچائی نہیں فرمائی لہذا یہ مرسل زہری کے معارض نہیں اور مرسل ثقہ ہمارے ہاں حجت ہے۔ (ت)

ومن العجب ما وقع في الاشارة تحت حديث جابر بن سمرة رضي الله تعالى عنه صلوات مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم العيدين غير مرة ولا مرتين بغير اذان ولاقامة، انه زاد في رواية، ولا الصلوة جامعة¹ اه فلا اثر له في صحيح مسلم، ولو كان لم يدل الاعلى عدم المواظبة، ولم يعارض ما ثبت في مرسل الزهري، ومرسل الثقة حجة عندنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۶۹) از بریکانیر مارواڑ مہادنان مرسلہ قاضی قمر الدین صاحب ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر درود شریف ہم پڑھتے ہیں لیکن ہاتھوں کو چومتے نہیں ہیں ایک شخص کہتا ہے کہ جو ہاتھ نہ چومے وہ مردود و ملعون ہے، اب گزارش ہے کہ ہاتھ چومنا کیسا ہے اور چوما جائے تو کیا ذمے گناہ ہوگا اگر چوما منع ہے تو وہ شخص کو جو نہ چومنے والوں کو کلمات مندرجہ بالا کہتا ہے اُس کے لئے کیا حکم ہے آیا وہ کافر ہوا یا اسلام میں رہا؟

الجواب:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام اقدس اذان میں سُن کر انگوٹھے چومنا مستحب ہے اچھا ہے ثواب ہے کما فی کنز العباد و جامع الرموز ورد المحتار وغیرہا (جیسا کہ کنز العباد، جامع الرموز اور رد المحتار وغیرہ میں ہے۔ ت) مگر فرض واجب نہیں کہ نہ کرنے سے گناہ ہو اور صرف اس قدر پر مردود و ملعون کہنا سخت باطل و مردود ہے ہاں جو رہنائے وہابیت اسے برجان کرنے چومے تو وہابی ضرور مردود و ملعون ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۷۰) از بریلی مسؤلہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی ۲۱ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

(۱) تکبیر مؤذن کا حق ہے اس کی اجازت کے بغیر دوسرا نہ کہے، بعض اساتذہ کے حوالے سے میں نے

(۱) الاقامة حق للمؤذن ولا يقيم بغير اذنه، سمعت من اساتذہ مروية، وان قال الامام

1 اشعۃ اللمعات الفصل الاول من باب صلوة العیدین مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۳۷۱ھ

<p>بغیرہ اقم، فهو ایضاً جائز بغیر الکراہة، صحیح، ام لا۔</p> <p>(۲) والمکبر فی یوم العید والجمعة ان کبر بغیر اذن الامام، لایجوز الاخذ بقوله ولا بطلت صلوة من رکع اوسجد بتکبیرہ، صح ام لا۔</p>	<p>یہ سنا ہے کہ اگر امام غیر مؤذن کو کھڑے "تکبیر پڑھ" تو بھی بلا کراہت یہ جائز ہے، کیا یہ صحیح ہے یا غلط؟</p> <p>(۲) عید اور جمعہ کے موقع پر اگر بکبر اجازت امام کے بغیر تکبیر کہہ دے اس کے قول پر عمل جائز نہیں اور اس کی تکبیر پر رکوع و سجدہ کرنے والے کی نماز باطل نہ ہوئی، کیا صحیح ہے یا نہیں؟</p>
--	--

الجواب:

<p>(۱) ان کان المؤمن حاضراً لایقیم غیرہ الا باذنه ولا ینبغی للامام ان یامر غیرہ بالاقامة الا بوجه شرعی مثل ان تكون اقامته مشتملة عن لحن وذلك لانه یوحش المؤمن به۔</p> <p>(۲) هذا باطل لا اصل له، ویجوز التبلیغ عن الحاجة وان لم یأذن الامام، بل وان نہی۔ وهو تعالیٰ اعلم۔</p>	<p>(۱) اگر مؤذن موجود ہے تو اس کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا تکبیر نہ کہے اور امام کے لئے بھی مناسب نہیں کہ شرعی عذر کے بغیر کسی دوسرے کو تکبیر کے لئے کہے، شرعی عذر مثلاً اس کی اقامت لحن پر مشتمل ہو، اجازت مؤذن کے بغیر اقامت کہنا مناسب نہیں کہ شاید وہ اسے ناپسند کرتا ہو۔ (ت)</p> <p>(۲) یہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں، ضرورت کے موقع پر تبلیغ جائز ہے اگرچہ امام اجازت نہ دے بلکہ وہ منع بھی کر دے تب بھی جائز ہے۔ (ت)</p>
---	--

مسئلہ (۳۷۱) ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مقتدیوں کو جب تکبیر نماز کہی جائے تو تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑا ہونا چاہئے یا جب سحی علی الفلاح بکتر کہے تب کھڑے ہوں اور مقتدی و امام اس میں یعنی قیام و قعود میں مساوی ہیں یا ہر ایک کے واسطے جداگانہ حکم ہے، مثلاً جو کہے کہ مقتدی بیٹھے رہیں اور سحی علی الفلاح پر کھڑے ہوں لیکن امام فوراً جب تکبیر شروع ہو کھڑا ہو جائے اس کا فعل صحیح ہے یا غلط؟

الجواب:

سحی علی الفلاح پر کھڑے ہوں جس نے کہا امام فوراً کھڑا ہو جائے غلط کہا، حوالہ وہ دے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۷۲)

از چنٹو گڈھ میواڑ مرسلہ فتح محمد صاحب

۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے حجرہ میں امام ہو اور تکبیر بکتر شروع کر دے اب امام حجرہ سے روانہ ہو ختم تکبیر سے پہلے جی علی الفلاح کے وقت یا بعد ختم تکبیر مصلے پر پہنچ جاوے اس میں کوئی قباحت تو نہیں ہے بصورت احیاناً یا بصورت دواماً، ہر دو صورت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

اس صورت میں کوئی حرج نہیں نہ امام بکتر کا پابند ہو سکتا ہے بلکہ بکتر کو امام کی پابندی چاہئے حدیث میں ہے المؤمن املك بالاذان، والامام املك بالاقامة^۱ (اذان کا اختیار مؤذن کو ہے اور اقامت کا اختیار امام کو۔ ت) اور اگر وہ تکبیر ہوتے میں چلا تو اُسے بیٹھنے کی بھی حاجت نہیں مصلے پر جائے اور جی علی الفلاح یا ختم تکبیر پر تکبیر تحریمہ کہے، یوں ہی بعد خطبہ اُسے اختیار ہے کہیں منقول نہیں کہ خطبہ فرما کر تکبیر ہونے تک جلوس فرماتے یہ حکم قوم کے لئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۷۳) از جرودہ ضلع میرٹھ مسؤلہ سید سراج احمد صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

تکبیر سے پہلے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہوں اور کچھ لوگ کھڑے ہوں تو کیا تکبیر شروع ہوتے ہی سب کو کھڑا ہو جانا چاہئے یا بیٹھ جانا چاہئے، اگر بیٹھے رہیں تو کس لفظ پر کھڑا ہونا چاہئے، اگر تکبیر شروع ہوتے ہی فوراً کھڑے ہو جائیں تو کچھ حرج نہیں ہے۔

الجواب:

تکبیر کھڑے ہو کر سُننا مکروہ ہے یہاں تک کہ علمائے فرمایا ہے کہ اگر تکبیر ہو رہی ہے اور مسجد میں آیا تو بیٹھ جائے اور جب بکتر جی علی الفلاح پر پہنچے اس وقت سب کھڑے ہو جائیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۷۴) محمد عبدالرشید از حصار مدرسہ انجمن محاسن اسلام احاطہ عبدالغفور صاحب ۱۴ محرم ۱۳۳۶ھ

مسجد میں بلا اذان نماز جماعت درست ہے یا نہیں اور تنگ وقت کی وجہ سے صرف تکبیر جماعت کے لئے کافی ہے یا نہیں؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب:

بلا اذان جماعت اولیٰ مکروہ و خلاف سنت ہے، ہاں وقت ایسا تنگ ہو گیا ہو کہ اذان کی گنجائش

۱ کثر العمل فی سنن الاقوال والافعال حدیث ۲۰۹۶۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۷۹۴

۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

مسئلہ (۳۷۷) از شہر محلہ ملوک پور مسئولہ شفیق احمد خاں صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تکبیر کے شروع ہونے کے وقت امام و مقتدی کو کھڑا رہنا چاہئے یا بیٹھ جانا چاہئے اور بیٹھ جانے میں کیا فضیلت ہے اور کھڑا رہنے میں کیا نقصان ہے؟

الجواب:

امام کے لئے اس میں کوئی خاص حکم نہیں مقتدیوں کو حکم ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سنیں حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں، کھڑے کھڑے تکبیر سننا مکروہ ہے یہاں تک کہ علمگیری میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایسے وقت میں مسجد میں آئے کہ تکبیر ہو رہی ہو فوراً بیٹھ جائے اور حی علی الفلاح پر کھڑا ہو اور اس میں راز مکبر کے اس قول کی مطابقت ہے کہ قد قامت الصلاة ادرہر اس نے حی علی الفلاح کہا کہ آؤ مراد پانے کو، جماعت کھڑی ہوئی، اس نے کہا قد قامت الصلاة جماعت قائم ہو گئی۔ واللہ

تعالیٰ اعلم

۹ صفر المظفر ۱۳۳۹ھ

مسئلہ (۳۷۸) از شہر بازار شہامت گنج مسئولہ مشیت خاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد اذان کے اور جماعت سے ذرا قبل الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ پڑھنا باواز بلند چاہئے یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ صلاۃ و سلام پڑھنے سے اذان کی حیثیت گھٹتی ہے کوئی ضرورت نہیں ہے جواب سے مشرف فرمایا جائے۔

الجواب:

پڑھنا چاہئے اور صلاۃ و سلام سے اذان کی حیثیت بڑھتی ہے کہ وہ اعلام کے لئے تھی اور یہ اسی کی ترقی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۱ صفر ۱۳۳۹ھ

مسئلہ (۳۷۹) از شہر محلہ صالح نگر مسئولہ کفایت درمی ساز

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وہابی ہے یا ان کا، مخیال ہے اگر وہ اذان دے سُنّی کی مسجد میں تو اس کا جواب سُنّی دے یا نہیں؟ اور جب سُنّی اس مسجد میں نماز کے کیلئے جائے تو اپنی اذان کہے یا اس کی اذان پر اکتفا کرے اور دوسری اذان نہ کہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

اسم جلالت پر کلمہ تعظیم اور نام رسالت پر درود شریف پڑھیں گے اگرچہ یہ اسلئے طیبہ کسی کی زبان سے ادا ہوں مگر وہابی کی اذان اذان میں شمار نہیں جواب کی حاجت نہیں، اور اہلسنت کو اُس پر اکتفا کی اجازت نہیں بلکہ ضرور دوبارہ اذان کہیں، در مختار میں ہے: ویعاد اذان کافر وفاسق^۱ (کافر اور فاسق کی اذان لوٹائی جائے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

^۱ دُر مختار باب الاذان مطبوعہ مجتہبائی دہلی ۶۳/۱

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلاۃ جو بعد اذان بلفظ الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھی جاتی ہے مخالف کہتا ہے کہ یہ فعل قرآن شریف اور حدیث شریف کے باہر ہے اور شارع اسلام کے خلاف ہے یا کوئی مجھے بتائے کہ فرض ہے یا واجب یا سنت ہے یا مستحب، اور یہ فعل نیم مولوی کا ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اس کو امام بنانا چاہئے یا نہیں؟

(۲) بروقت جماعت کے قبل جو تکبیر پڑھی جاتی ہے اس کو زید کہتا ہے کہ امام و مقتدی بیٹھ کر سنیں، عمرو کہتا ہے کہ کھڑے ہو کر سننا چاہئے اور یہ رواج قدیم ہے اور یہ نئے مولویوں کی فتنہ انگیزی کی بات ہے۔

الجواب:

مخالف جھوٹا ہے اور شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے ثبوت دے شرع مطہر نے اسے کہاں منع فرمایا ہے کہ خلاف شرع کہتا ہے ہاں وہ فرداً مستحب ہے اور اصلاً فرض ہے قال اللہ تعالیٰ:

<p>بیشک اللہ اور اس کے سب فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر، اے ایمان والو! درود بھیجو ان پر اور خوب سلام عرض کرو (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔</p>	<p>إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا¹</p>
--	---

رب عزوجل کا حکم مطلق ہے اس میں کوئی استثناء فرما دیا ہے کہ مگر اذان کے بعد نہ بھیجو، جب پڑھا جائیگا اسی حکم الہی کا امتثال ہوگا فلذا ہر بار درود پڑھنے میں اداے فرض کا ثواب ملتا ہے کہ سب اسی مطلق فرض کے تحت میں داخل ہے تو جتنا بھی پڑھیں گے فرض ہی میں شامل ہوگا نظیر اس کی تلاوت قرآن کریم ہے کہ ویسے تو فرض ایک ہی آیت ہے اور اگر ایک رکعت میں سارا قرآن عظیم تلاوت کرے تو سب فرض ہی میں داخل ہوگا اور فرض ہی کا ثواب ملے گا سب فاقدرءوا ما تيسر من القرآن² (پس پڑھ قرآن سے جو تمہیں آسان ہے۔ ت) کے اطلاق میں ہے آج کل ایسا انکار کرنے والے کوئی نہیں مگر وہابیہ اور وہابیہ کے پیچھے نماز باطل محض ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) مسئلہ شرعیہ کوئے مولویوں کی فتنہ انگیزی کہنا اگر براہ جہالت نہ ہو کلمہ کفر ہے کہ توہین شریعت ہے مقتدیوں کو حکم یہ ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سنیں جب تکبیر حسی علی الفلاح پر پہنچے اس وقت کھڑے ہوں کہ اس کے اس قول کی مطابقت ہو جو وہ اس کے بعد کہے گا کہ قد قامت الصلاة جماعت کھڑی ہوئی یہاں تک کہ اگر تکبیر ہو رہی ہے اور اس وقت کوئی شخص باہر سے آیا تو یہ خیانہ کرے کہ چند کلمات رہ گئے ہیں پھر کھڑا ہونا ہوگا بلکہ فوراً بیٹھ جائے اور حسی علی الفلاح پر

¹ القرآن ۵۶/۳۳

² القرآن ۲۰/۷۳

<p>اگر کوئی تکبیر کے وقت آیا تو وہ بیٹھ جائے کیونکہ کھڑے ہو کر تکبیر سُننا مکروہ ہے پھر جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے تو اُٹھے مضمورات میں ایسے ہی ہے۔ (ت)</p>	<p>اذا دخل الرجل عند الاقامة يكره له الانتظار قائماً ولكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المؤذن قوله حي على الفلاح كذا في المضمورات¹ - والله تعالى اعلم -</p>
--	--

مسئلہ (۳۸۱) از ریاست رام پور محلہ مردان خان گلی موچیاں مسئلہ محمد نور ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں پنجگانہ اذان واسطے نماز کے کہاں کہاں جائے اور بانی مسجد نے کوئی جگہ اذان کی مقرر نہیں کی اکثر لوگ صحن مسجد میں اذان کہہ دیتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مسجد کی داہنی طرف یعنی جنوب کو اذان ہو اور مسجد کی بائیں طرف یعنی شمال کو تکبیر کہی جائے اور جس مسجد کا کوٹھانہ ہو صاف میدان حد بستہ ہو اُس مسجد کی کون سی داہنی اور بائیں پر عمل کیا جائے اور یہ بھی سنا ہے کہ جماعت پر حق سبحانہ، کی رحمت اول امام پر اور بعد اس کے صف اول کی داہنی جانب سے تمام پر شروع ہوتی ہے پھر دوسری تیسری صفوں پر آخر تک، جن لوگوں کا یہ قول ہے کہ مسجد کی داہنی جانب جنوب ہے اسی جانب سے مصلیان پر رحمت حق نازل ہوتی ہے یا اس کے بالعکس اور منبر مسجد کو بائیں جانب کہتے ہیں اور پُرائی مسجدوں میں داہنی جانب اور بائیں جانب بُرج بنے ہوتے ہیں اُس پر اذان ہوا کرتی ہے اس وقت کے مؤذنان نے اُس کو چھوڑ دیا صحن مسجد میں جہاں چاہتے ہیں اذان کہہ دیتے ہیں آیا اذان پنجگانہ نماز سنت خارج مسجد مثل منڈھیر وغیرہ ہے یا صحن مسجد۔ بینواتو جروا۔

الجواب:

مسجد میں اذان کہنا مطلق منع ہے خلاصہ و ہندیہ و بحر الرائق وغیرہا میں ہے: لا یؤذن فی المسجد^۲ (مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ ت) نظم زندگی و جامع الرموز میں ہے: یرکعہ الاذان فی المسجد^۳ (مسجد میں

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الصلاة باب فی الاذان فصل ثانی مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۷

² خلاصۃ الفتاویٰ الفصل الاول فی الاذان مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴۹۱، فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی کلمات الاذان الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور

۱/۵۵، بحر الرائق باب الاذان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۵

³ جامع الرموز کتاب الصلاة فصل الاذان مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۲۳

نوٹ: جامع الرموز میں یہ عبارت بالمعنی ہے بالفاظ نہیں۔ جامع الرموز کے الفاظ یوں ہیں: بانہ لا یؤذن فی المسجد فانہ مکروہ کما فی النظم^{۱۱}۔ نذیر احمد

اذان مکروہ ہے۔ ت (اذان کے لئے کوئی دہنی بائیں جانب مقرر نہیں، منارہ پر ہو جس طرف ہو اور جہاں منارہ یا کوئی بلندی نہیں وہاں فصیل مسجد پر اُس طرف ہو جدھر مسلمانوں کی آبادی زائد ہے اور دونوں طرف آبادی برابر ہو تو اختیار ہے جدھر چاہیں دیں۔ تکبیر میں مناسب یہ ہے کہ امام کے محاذی ہو ورنہ امام کی دہنی جانب کہ مسجد کی بائیں جانب ہوگی ورنہ جہاں بھی جگہ ملے۔ رحمت الہی پہلے امام پر اُترتی ہے پھر صفِ اول میں جو امام کے محاذی ہو پھر صفِ اول کے دہنے پر پھر بائیں صف پر پھر دوم میں امام کے محاذی پھر دوم کے دہنے پھر بائیں پر اسی طرح آخر صفوں تک۔ امام کا دہنا مسجد کا بائیں ہوتا ہے مسجد میں عمارت ہو یا نہ ہو کہ مسجد تابع کعبہ معظمہ ہے۔ واللہ

تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۸۲) ازورنگردایہ مہ سانہ۔ گجرات گاڑیکے دروازہ متصل مکان چاندارسول مسؤلہ عبدالرحیم احمد آبادی

۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مسجدوں کے دروازوں پر گھنٹا لگا کر پنجوقتہ نمازوں کے وقت پر بجانا مشابہت کفار ہے یا نہیں۔
بینواتوجروا۔

الجواب:

یہ سخت حرام اور ناپاک و ملعون فعل کفار ملعونین سے پورا پورا تشبہ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۸۳) ازاکترا ضلع بلاسپور۔ سی پی مسؤلہ عبدالغنی امام مسجد جامع

۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک مؤذن روزہ نہیں رکھتا کتنی ہی بار امام سے لڑنے پر آمادہ ہوا امام سے کہا زیادہ بات کرے گا تو پنک کر نالی میں موٹر گڑدوں گا ایک ہی نمبر کال لپی گانے والا بھانڈ بھی مسخر اچور بھی مسجد کے چار قفل چوری کیے پتا لگنے پر کہا تم نے دودھے تھے ابھی تک وہ مسروق قفل اس کے پاس ہیں امام پر بہتان لگاتا ہے کہ تم مسجد کی لائین کا تیل چوری کرتے ہو حالانکہ کبھی نہیں دیکھا امام کہتا ہے اگر ثبوت مل جائے تو میرا ہاتھ کاٹ لو بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پر بھی تو کبھی درود شریف پڑھتے نہیں سنا اور ۱۵ رمضان کو عین جماعتِ فجر کے وقت جھاڑ دیتا تھا میں نے کہا ابھی جھاڑو نہ دو تو جماعت کے سامنے کہنے لگا کہ موت موت موت آگ نہ مٹو، بے حیا لڑکا فسادی ہے ایک روزہ دار مسافر کو بھی بہکاتا تھا لہذا اس مؤذن کے متعلق فتوے سے مطلع فرمائیں۔

الجواب:

اگر یہ باتیں واقعی ہیں تو وہ مؤذن سخت فاسق فاجر ہے اُسے مؤذن بنانے کی ہر گز اجازت نہیں اُسے معزول کرنا لازم، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **الامام ضامن والمؤذن مؤتمن**^۱ (امام ذمہ دار ہے اور مؤذن امین ہے) رواہ ابوداؤد والترمذی

^۱ جامع الترمذی باب ماجاء ان الامام ضامن الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲۹/۱، سنن ابی داؤد باب ملجیب علی المؤذن مطبوعہ آفتاب عالم پریس

وابن حبان والبیہقی عن ابی ہریرۃ و احمد عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند صحیح (اسے ترمذی، ابن حبان اور بیہقی نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام احمد نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت) اور ظاہر ہے کہ فاسق امین نہیں ہو سکتا و لہذا مقصود اذان کہ اعلام باوقات نماز و سحری و افطار ہے فاسق کی اذان سے حاصل نہیں ہو سکتا، تنویر میں ہے:

یجوز اذان صبی مرہق و عبد و اعی ¹ ۔	قریب البلوغ صحیح، غلام اور نابینا کی اذان جائز ہے۔ (ت)
---	--

تنبیہ الحقائق میں ہے:

لان قولہم مقبول فی الامور الدینیۃ، فیکون ملزماً، فیحصل بہ الاعلام بخلاف الفاسق ² ۔	کیونکہ ان کا قول امور دینیہ میں معتبر ہے لہذا ان کا قول ملزم ہوگا اور اس کے ساتھ اعلام حاصل ہو جائیگا، بخلاف فاسق کے۔ (ت)
---	---

رد المحتار میں ہے:

یؤخذ مما قدمنا من انه لا یحصل الاعلام من غیر العدل ولا یقبل قوله انه لا یجوز الاعتماد علی المبلغ الفاسق خلف الامام ³ ۔	ہمارے سابقہ بیان سے واضح ہو چکا ہے کہ اعلام بغیر عدل کے حاصل نہیں ہو سکتا اور اس کا قول قبول نہیں کیا جائیگا یعنی امام کے پیچھے فاسق بکسر پر اعتماد جائز نہیں۔ (ت)
---	--

رد مختار میں ہے:

وجزم المصنّف بعدم صحة اذان مجنون ومعتوه وصبی لا یعقل قلت وكافر وفاسق لعدم قبول قوله فی الدیانۃ ⁴ ۔	مصنّف نے دیوانے، ناقص العقل، ناسمجھ صحیح کی اذان پر عدم صحت کے ساتھ جزم کیا ہے۔ میں کہتا ہوں اور کافر و فاسق بھی اس مثال میں شامل ہیں، کیونکہ ان کا قول امور دینیہ میں معتبر نہیں۔ (ت)
---	--

¹ دُر مختار شرح تنویر الابصار باب الاذان مطبوعہ مجتہبائی دہلی ۱/۶۳

² تنبیہ الحقائق باب الاذان مطبوعہ کبری امیریہ بولاق مصر ۱/۹۳

³ رد المحتار مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۲۹۰

⁴ دُر مختار مطبوعہ مجتہبائی دہلی ۱/۶۳

<p>نشہ کرنے والے، دیوانے، نابالغ بچہ کی اذان لوٹائی جائیگی کیونکہ ان کے قول پر عدم اعتماد کی وجہ سے مقصود حاصل نہیں ہو پاتا تاہم ردالمحتار میں اسے نقل کر کے ثابت رکھا بلکہ بحر کی عبارت سے اس کی تائید کی پس فاسق کے بارے میں بحث کی حاجت ہی نہیں کیونکہ پیچھے گزر چکا ہے کہ اس کی اذان سے اعلام کا حصول مسلمہ طور پر نہیں ہوتا۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم</p>	<p>يجب إعادة اذان السكران والمجنون والصبي غير العاقل لعدم حصول المقصود لعدم الاعتماد على قولهم¹ اه وقد نقله في ردالمحتار واقرة بل ايدبه بحث البحر فلا وجه لبحثه في الفاسق وقد سلم عدم حصول المقصود باذانه كما تقدم-</p>
---	--

مسئلہ (۳۰۴) از سینوریم ضلع نینی تال مسئولہ سراج علی خاں صاحب قادری رضوی بریلوی ۱۶ شعبان ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں نماز جماعت کے لئے اذان پڑھوئے کیا اہمیت رکھتی ہے مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ دوچار شخص جماعت سے نماز پڑھیں تو اذان ضروری ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

مسجد میں پانچوں وقت جماعت سے پہلے اذان سنت مؤکدہ قریب بواجب ہے اور اس کا ترک بہت شنیع، یہاں تک کہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا اگر کسی شہر کے لوگ اذان دینا چھوڑ دیں تو میں ان پر جہاد کروں گا، شہر میں اگر کچھ لوگ مکان یا دکان یا میدان میں اذان نہ کہیں تو حرج نہیں، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اذان الحی یکفینا² محلہ کی اذان ہمیں کفایت کرتی ہے،

یوں ہی مسافر کو ترک اذان کی اجازت ہے لیکن اگر اقامت بھی ترک کرے گا تو مکروہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۸۵) از بریلی بازار مسئولہ عزیز الدین خاں دکاندار ۲۰ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ نماز سے قبل صلاۃ پکارنا اور اذان ثانی باہر مسجد کے کہنا وہابیہ کا کام ہے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

نماز سے پہلے صلاۃ پکارنا مستحسن ہے حرمین شریفین و تمام بلاد دارالاسلام میں رائج ہے اسے وہابیہ کا کام

¹ ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۸۹

² ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۹۱

کہنا عجیب ہے وہابیہ ہی اسے بُرا کہتے ہیں، اذانِ غانی امام کے سامنے منبر کے محاذی مسجد کے باہر ہونا ہی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے صدیق اکبر کی سنت ہے، فاروق اعظم کی سنت ہے، اُسے وہابیہ کا کام کہنا محض جہالت و حماقت ہے اگر یہ شخص جاہل ہے کسی احمق سے سُنی سنائی ایسی کہتا ہے اُس کے مذہب میں کوئی فتور نہیں اور فاسق معین بھی نہیں اور اس کی طہارت و قرأت صحیح ہے تو ان شرائط کے ساتھ اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔





رسالہ

منیر العین فی حکم تقبیل الایہامین^{۱۳۰۱ھ}(انگوٹھے چومنے کے سبب آنکھوں کا روشن ہونا)^{۱۳۰۱ھ}

مسئلہ (۳۸۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں کلمہ اشہد ان محمدًا رسول اللہ سُن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟ بیٹو توجروا۔

فتویٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

تمام خوبیان اللہ کے لئے جس نے گروہ انبیاء و مرسلین کے سربراہ کے نور سے تمام مسلمانوں کی آنکھوں کو روشنی بخشی، صلاۃ و سلام ہو اس پر جو آنکھوں کا نور، پریشان دلوں کا سرور یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کا ذکر اذان و نماز میں بلند ہے۔ جس کا اسم گرامی اہل ایمان کے ہاں نہایت ہی محبوب ہے اور آپ کی آل و اصحاب پر

الحمد لله الذی نور عیون المسلمین بنور عین اعیان المرسلین، والصلاة والسلام علی نور العیون سرور القلب المحزون محمدنا الرفیع ذکرہ فی الصلاة والاذان، والجیب اسمہ عند اهل الایمان، وعلیٰ آلہ وصحبہ

جن کے مبارک سینے آپ کے اسرار و رموز کے جلال کیلئے کھول دئے، اور ان کی آنکھوں کو آپ کے انوار جمال سے منور فرمایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ، لا شریک ہے اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں جن کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث کیا، اور ہم پر بھی رحمت ہو ان کے ساتھ، ان کے سبب اور ان کے صدقہ میں یا رحم الرحیمین، مولیٰ جلیل کا عبد ذلیل عبدالمصطفیٰ احمد رضا محمدی، سنی، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کو منور فرمائے اور اس کے تمام احوال کی اصلاح کرے درانحالیکہ وہ رب الفلق کی پناہ میں آتا ہے تمام مخلوق کے شر سے اور حمد کرتا ہے اللہ کی اس پر جو اس نے عطا کی اور اس کی توفیق دے۔ (ت)

والمشروحة صدورهم لجلال اسرارہ والمفتوحة عيونهم بجمال انوارہ. واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له. وان محمدًا عبده ورسوله بالهدى ودين الحق ارسله صلى الله تعالى عليه وعلى آله وصحبه اجمعين، وعلينا معهم وبهم ولهم يا ارحم الراحمين امين. قال العبد الذليل للمولى الجليل عبدالمصطفى احمد رضا المحمدي السنن الحنفى القادري البركاتى البريلوى. نور الله عيونہ واصلح شيونہ مستعينًا برب الفلق من شر ما خلق وحامدًا لله على ما لهم ووفق۔

الجواب:

حضور پرنور شفیق یوم النور صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک اذان میں سنتے وقت انگوٹھے یا انگشتان شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز، جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم، اور خود اگر کوئی دلیل خاص نہ ہوتی تو منع پر شرع سے دلیل نہ ہونا ہی جواز کے لئے دلیل کافی تھا، جو ناجائز بتائے ثبوت دینا اس کے ذمہ ہے کہ قائل جواز متمسک باصل ہے اور متمسک باصل محتاج دلیل نہیں، پھر یہاں تو حدیث و فقہ و ارشاد علماء و عمل قدیم سلف صلحاً سب کچھ موجود۔ علمائے محدثین نے اس باب میں حضرت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر و حضرت ریحانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا امام حسن و حسین و حضرت نقیب اولیائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا ابوالعباس خضر علی الجبیب الکریم و علیہم جمیعاً الصلاۃ والتسليم و غیر ہم اکابر دین سے حدیثیں روایت فرمائیں جس کی قدرے تفصیل امام علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب مستطاب مقاصد حسنہ میں ذکر فرمائی اور جامع الرموز شرح نقیاتیہ، مختصر الوقاۃ و فتاویٰ صوفیہ و کنز العباد و رد المحتار حاشیہ در مختار و غیر ہا کتب فقہ میں اس فعل کے استحباب و استحسان کے صاف تصریح آئی، ان میں اکثر کتابیں خود مانعین اور ان کے اکابر و عمائد مثل متکلم قنوجی

وغیرہ کے مستندات سے ہیں اور ان حدیثوں کے بارے میں ان محدثین کرام و محققین اعلام نے جو تصحیح و تضعیف و تخریح و توثیق میں دائرہ اعتدال سے نہیں نکلے اور راہ تساہل و تشدد نہیں چلتے حکم اخیر و خلاصہ بحث و تنقیر یہ قرار دیا کہ خود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو حدیثیں یہاں روایت کی گئیں باصطلاح محدثین درجہ صحت کو فائز نہ ہوئیں، مقاصد میں فرمایا:

بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں۔ (ت)	لا یصح فی المرفوع من کلّ هذا شیئی ¹ ۔
--	--

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں:

اس بارے میں جو بھی روایات بیان کی گئی ہیں ان کا مرفوع ہونا حتیٰ صحیح نہیں۔ (ت)	کل ما یروی فیہی هذا فلا یصح رفعہ البتۃ ² ۔
--	---

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی رد المحتار میں علامہ اسمعیل جراحی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں:

بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں۔ (ت)	لم یصح فی المرفوع من کلّ هذا شیئی ³ ۔
--	--

پھر خادم حدیث پر روشن کہ اصطلاح محدثین میں نفی صحت نفی حسن کو بھی مستلزم نہیں نہ کہ نفی صلاح و تماسک و صلوح تمسک، نہ کہ دغوی وضع کذب، تو عند تحقیق ان احادیث پر جیسے باصطلاح محدثین حکم صحت صحیح نہیں یونہی حکم وضع و کذب بھی ہرگز مقبول نہیں بلکہ بتقریح ائمہ فن کثرت طرق سے جبر نقصان متصور اور عمل علماء و قبول قدماء حدیث کے لئے قوی، دیگر اور نہ سہی تو فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالا جماع مقبول، اور اس سے بھی گزرے تو بلاشبہ یہ فعل اکابر دین سے مروی و منقول اور سلف صالح میں حفظ صحت بصر و روشنائی چشم کے لئے مجرب اور معمول، ایسے محل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو تو اسی قدر سند کافی بلکہ اصلاً نقل بھی نہ ہو تو صرف تجربہ وانی کہ آخر اس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ نہیں، نہ کسی سنت ثابتہ کا خلاف، اور نفع حاصل تو منع باطل، بلکہ انصاف کیجئے تو محدثین کا نفی صحت کو احادیث مرفوعہ سے خاص کر انصاف کہہ رہا ہے کہ وہ احادیث موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے پھر یہاں حدیث موقوفہ کیا کم ہے، ولہذا مولانا علی قاری نے عبارت مذکورہ کے بعد فرمایا:

قلت واذا ثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ	یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی اس فعل کا ثبوت
---------------------------------------	---

¹ القاصد الحسنہ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۸۵

² الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ (موضوعات کبریٰ) حدیث ۸۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۱۰

³ رد المحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۲۹۳

<p>عمل کو بس ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سنت اور اپنے خلفائے راشدین کی سنت۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔</p>	<p>تعالیٰ عنہ فیکفی للعمل به لقوله عليه الصلاة والسلام عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين¹۔</p>
--	---

تو صدیق سے کسی شے کا ثبوت بعینہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثبوت ہے اگرچہ بالخصوص حدیث مرفوعہ درجہ صحت تک مرفوع نہ ہو، امام سخاوی المقاصد الحسنیۃ فی الاحادیث الدرۃ علی الاسنۃ میں فرماتے ہیں:

<p>یعنی مؤذن سے اشہد ان محمداً رسول اللہ سن کر انگشتانِ شہادت کے پورے جانب باطن سے چوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دُعا پڑھنا اشہد انَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ، وَرَسُولُهُ، رَضِيْتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا ط اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ جب اس جناب نے مؤذن کو اشہد ان محمداً رسول اللہ کہتے سننا یہ دُعا پڑھی اور دونوں کلمے کی انگلیوں کے پورے جانب زیریں سے چوم کر آنکھوں سے لگائے، اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا میرے پیارے نے کیا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائے، اور یہ حدیث اس درجہ کو نہ پہنچی جسے محدثین اپنی اصطلاح میں درجہ صحت نام رکھتے ہیں۔</p>	<p>حدیث: مسح العينين بباطن السبابتين بعد تقبيلهما عند سماع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله مع قوله اشهد ان محمدا عبده ورسوله رضيت بالله رباً وبالاسلام ديناً وبمحمد صلى الله تعالى عليه وسلم نبياً ذكراً الديلمى فى الفردوس من حديث ابى بكر الصديق رضى الله تعالى عنه انه لما سمع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله قال هذا وقيل باطن الانمليتين السبابتين ومسح عينيه فقال صلى الله تعالى عليه وسلم مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِيلِي فَقَدْ حَلَّتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِي وَلَا يَصِحُّ²۔</p>
---	--

پھر فرمایا:

<p>یعنی ایسے ہی وہ حدیث کہ حضرت ابو العباس احمد بن ابی بکر</p>	<p>و کذا ما وردہ ابو العباس احمد بن ابی بکر</p>
--	---

¹ الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعية (موضوعات کبری) حدیث ۸۲۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۲۱۰

² المقاصد الحسنیۃ حروف الی حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۸۲

<p>رداد یعنی صوفی نے اپنی کتاب "موجبات الرحمة وعزائم المعفرة" میں ایسی سند سے جس میں مجاہیل ہیں اور منقطع بھی ہے حضرت سیدنا خضر علیہ الصلاة والسلام سے روایت کی کہ وہ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص مؤذن سے اشہد ان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں۔</p>	<p>الرداد الیہانی المتصوف فی کتابہ "موجبات الرحمة وعزائم المعفرة" بسند فیہ مجاہیل مع انقطاعہ عن الخضر علیہ السلام انہ قال من قال من قال یسمع المؤذن یقول اشہد ان محمدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم یقبل ابہا میہ ویجعلہما علی عینیہ لم یرمدا ابدا¹</p>
--	---

پھر فرمایا:

<p>یعنی پھر ایسی سند کے ساتھ جس کے بعض رواۃ کو میں نہیں پہچانتا فقیہ بن البابا کے بھائی سے روایت کی کہ وہ اپنا حال بیان کرتے تھے ایک بار ہوا چلی ایک کنکری ان کی آنکھ میں پڑ گئی نکالتے تھک گئے ہر گز نہ نکلی اور نہایت سخت درد پہنچایا انہوں نے مؤذن کو اشہد ان محمد رسول اللہ کہتے ہوئے یہی کہا فوراً نکل گئی رواد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل کے حضور اتنی بات کیا چیز ہے۔</p>	<p>ثم روى بسند فيه من لم اعرفه عن اخي الفقيه محمد بن البابا فيما حكى عن نفسه انه هبت ريح فوقت منه حصاة في عينه فاعياها خروجها والتمته اشد الالم، وانه لما سمع المؤذن يقول اشهد ان محمدا رسول الله، قال ذلك فخرجت الحصاة من فورة، قال الرداد رحمه الله تعالى، وهذا يسيير في جنب فضائل الرسول الله صلي الله تعالى عليه وسلم²۔</p>
---	--

پھر فرمایا:

<p>یعنی شمس الدین محمد بن صالح مدنی مسجد مدینہ طیبہ کے امام وخطیب نے اپنی تاریخ میں مجد مصری سے کہ سلف صالح میں تھے نقل کیا کہ میں نے انہیں فرماتے سنا</p>	<p>وحكى الشمس محمد بن صالح نالمدني امامها وخطيبها في تاريخه عن المجد احد القدماء من المصريين، انه سمعه يقول من صلي</p>
--	--

¹ المقاصد الحسنه حروف الميم حديث ١٠٢١ مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت لبنان ص ٣٨٢

² المقاصد الحسنه حروف الميم حديث ١٠٢١ مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت لبنان ص ٣٨٢

جو شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر پاک اذان میں سُن کر کلمہ کی انگلی اور انگوٹھا ملائے اور انہیں بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے اُس کی آنکھیں کبھی نہ دُکھیں۔

على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا سمع ذكره في الاذان، وجمع اصبعيه المسبحة والابهام وقبلها ومسح بهما عينيه لم يرمدا ابدا¹۔

پھر فرمایا:

یعنی ابن صالح فرماتے ہیں میں نے یہ امر فقیہ محمد بن زرندي سے بھی سنا کہ بعض مشائخ عراق یا عجم سے راوی تھے اور اُن کی روایت میں یوں ہے کہ آنکھوں پر مَس کرتے وقت یہ درود عرض کرے صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِي يَا رَسُولَ اللهِ يَا حَبِيبَ قَلْبِي وَيَا نُورَ بَصَرِي وَيَا قُرَّةَ عَيْنِي، اور دونوں صاحبوں یعنی شیخ مجد و فقیہ محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ جب سے ہم یہ عمل کرتے ہیں ہماری آنکھیں نہ دُکھیں۔

قال ابن صالح، وسعت ذلك ايضا من الفقيه محمد بن الزرندي عن بعض شيوخ العراق او العجم انه يقول عندما مسح عينيه، صلى الله عليك يا سيدي يا رسول الله يا حبيب قلبي ويا نور بصري ويا قرة عيني، وقال لي كل منهما منذ فعله لم ترمد عيني²۔

پھر فرمایا:

یعنی امام ابن صالح ممدوح نے فرمایا اللہ کے لئے حمد و شکر ہے جب سے میں نے یہ عمل اُن دونوں صاحبوں سے سُنا اپنے عمل میں رکھا آج تک میری آنکھیں نہ دُکھیں اور امید کرتا ہوں کہ ہمیشہ اچھی رہیں گی اور میں کبھی اندھانہ ہوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

قال ابن صالح وانا والله الحمد والشكر منذ سعة منها استعملته، فلم ترمد عيني وارجو ان عافيتها تدوم واني اسلم من العي ان شاء الله تعالى³۔

پھر فرمایا:

یعنی یہی امام مدنی فرماتے ہیں فقیہ محمد سعید خولانی سے مروی ہوا کہ انہوں نے فرمایا مجھے فقیہ عالم ابوالحسن علی بن محمد بن حدید حسینی نے خبر دی کہ مجھے فقیہ زاہد بلالی نے

قال وروى عن الفقيه محمد بن سعيد الخولاني قال اخبرني الفقيه العالم ابو الحسن علي بن محمد بن حديد الحسيني، اخبرني الفقيه الزاهد ابلالي

¹ المقاصد الحسنه حديث ١٠٢١ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت لبنان ص ٣٨٣

² المقاصد الحسنه حديث ١٠٢١ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت لبنان ص ٣٨٣

³ المقاصد الحسنه حديث ١٠٢١ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت لبنان ص ٣٨٣

حضرت امام حسن علی جدہ الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے خبر دی کہ حضرت امام نے فرمایا کہ جو شخص مؤذن کو اشہد ان محمداً رسول اللہ کہتے سُن کر یہ دعا پڑھے مَرَّحَبًا بِحَبِيبِي وَقُرَّةَ عَيْنِي مُحَمَّدَ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ط اور اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے نہ کبھی اندھا ہونہ آنکھیں دُکھیں۔

عن الحسن عليه السلام، انه قال، من قال حين يسمع المؤذن يقول اشهد ان محمداً رسول الله مرحباً بجيبي وقرّة عيني محمد بن عبد الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ويقبل ابهاميه ويجعلهما على عينيه لم يعم ولم يرمد¹۔

پھر فرمایا:

یعنی طاؤسی فرماتے ہیں انہوں نے خواجہ شمس الدین محمد بن ابی نصر بخاری سے یہ حدیث سنی کہ جو شخص مؤذن سے کلمات شہادت سُن کر انگوٹھوں کے ناخن پُومے اور آنکھوں سے ملے اور یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ احْفَظْ حَدَقَتِي وَنُورَهُمَا بِبَرَكَهٖ حُدَقَتِي مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنُورَهُمَا، اندھانہ ہو۔

وقال الطائوسي، انه سمع من الشمس محمد بن ابی نصر البخاری خواجہ، حدیث من قبل عند سماعه من المؤذن كلمة الشهادة ظفري ابهاميه ومسهما على عينيه، وقال عند المس اللهم احفظ حدقتي ونورهما ببركة حدقتي محمد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ونورهما لم يعم²۔

شرح نقایہ میں ہے:

یعنی خبردار ہو بیشک مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اشہد ان محمداً رسول اللہ سُننے صلی اللہ علیک یا رسول اللہ ط کہے اور دوسری بار قُرَّةَ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ط پھر انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر کہے اَللّٰهُمَّ مِتَّعْنِي بِالسَّمْعِ وَالْبَصْرِ ط کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پیچھے اُسے جنت میں لے جائیں گے، ایسا ہی کثر العباد

واعلم انه يستحب ان يقال عند سماع الاولي من الشهادة الثانية "صلى الله تعالى عليك يا رسول الله" وعند الثانية منها "قرّة عيني بك يا رسول الله" ثم يقال "اللهم متعني بالسمع والبصر بعد وضع ظفري الابهامين على العينين" فانه صلى الله تعالى عليه وسلم يكون قاعدًا له

¹ المقاصد الحسنة باب الميم حديث ۱۰۲۱ مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت لبنان ص ۳۸۴

² المقاصد الحسنة باب الميم حديث ۱۰۲۱ مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت لبنان ص ۳۸۵

الی الجنة کذا فی کنز العباد¹۔

میں ہے۔

علامہ شامی قدس سرہ السامی اسے نقل کر کے فرماتے ہیں: ونحوہ فی الفتاوی الصوفیة² یعنی اسی طرح امام فقیہ عارف باللہ سیدی فضل اللہ بن محمد بن ایوب سہروردی تلمیذ امام علامہ یوسف بن عمر صاحب جامع المصنرات شرح قدوری قدس سرہانے فتاویٰ صوفیہ میں فرمایا) شیخ مشایخنا خاتم المحققین سید العلماء الحنفیہ بمکد المحمییہ مولانا جمال بن عبد اللہ عمر مکی رحمہ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

<p>یعنی مجھ سے سوال ہوا کہ اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر شریف سن کر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں پر رکھنا جائز ہے یا نہیں، میں نے ان لفظوں سے جواب دیا کہ ہاں اذان میں حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں پر رکھا جائز بلکہ مستحب ہے ہمارے مشائخ نے متعدد کتابوں میں اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی۔</p>	<p>سئلت عن تقبیل الابهامین ووضعہما علی العینین عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الاذان. هل هو جائز ام لا. اجبت بما نصحہ نعم تقبیل الابهامین ووضعہما علی العینین عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الاذان جائز. بل هو مستحب صرح بہ مشایخنا فی غیر ما کتاب³۔</p>
---	--

علامہ محدث محمد طاہر فتنی رحمہ اللہ تعالیٰ "تکملہ مجمع بحار الانوار" میں حدیث کو صرف لایصح فرما کر لکھتے ہیں: وروی تجربة ذلك عن کشیرین⁴ یعنی اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئیں۔ فقیر مجیب غفر اللہ تعالیٰ لہ کہتا ہے، اب طالب تحقیق و صاحب تدقیق، افادات چند نافع و سود مند پر لحاظ کرے، تاکہ بحول اللہ تعالیٰ چہرہ حق سے نقاب اٹھے اور صدر کلام میں جن لطیف مباحث پر ہم نے نہایت اجمالی اشارے کیے ان کی قدرے تفصیل زیور گوش سامعین بنے کہ یہاں بسط کامل و شرح کا فل کے لئے تو دفتر وسیط، بلکہ مجلد بسیط درکار واللہ الموفق ونعم المعین فاقول وبالله التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔

افادہ اول: (حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے) محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ صحیح نہیں اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط و باطل ہے، بلکہ صحیح اُن کی اصطلاح میں ایک اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے

¹ جامع الرموز فصل الاذان مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱۳۵۱

² فتاویٰ جمال بن عبد اللہ عمر مکی

³ خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعینی بعض الاجابت المشترکہ الخ نوکثور لکھنؤ ۵۱۱/۳

جس کے شرائط سخت و دشوار اور موانع و علاق کثیر و بسیار، حدیث میں ان سب کا اجتماع اور ان سب کا ارتقاء کم ہوتا ہے، پھر اس کی کے ساتھ اس کے اثبات میں سخت دقتیں، اگر اس بحث کی تفصیل کی جائے کلام طویل تحریر میں آئے ان کے نزدیک جہاں ان باتوں میں کہیں بھی کمی ہوئی فرمادیتے ہیں "یہ حدیث صحیح نہیں" یعنی اس درجہ علیا کو نہ پہنچی، اس سے دوسرے درجہ کی حدیث کو حسن کہتے ہیں یہ بالآئکہ صحیح نہیں پھر بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی ورنہ حسن ہی کیوں کہلاتی، فقط اتنا ہوتا ہے کہ اس کا پایہ بعض اوصاف میں اس بلند مرتبے سے جھکا ہوتا ہے، اس قسم کی بھی سیکڑوں حدیثیں صحیح مسلم وغیرہ کتب صحاح بلکہ عندا تحقیق بعض صحیح بخاری میں بھی ہیں، یہ قسم بھی استناد و احتجاج کی پوری لیاقت رکھتی ہے۔ وہی علماء جو اسے صحیح نہیں کہتے برابر اس پر اعتماد فرماتے اور احکام حلال و حرام میں حجت بنا لیتے ہیں، امام محقق محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ شرح منیہ عہ میں فرماتے ہیں:

قول الترمذی "لا یصح عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی هذا الباب شیئٌ انتہی لاینفی وجود الحسن ونحوہ والمطلوب لایتوقف ثبوته علی الصحیح بل کیا یثبت بہ یثبت بالحسن ایضاً ¹ ۔	ترمذی کا یہ فرمانا کہ اس باب میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث نہیں ملی انتہی حسن اور اس کے مثل کی نفی نہیں کرتا اور ثبوت مقصود کچھ صحیح ہی پر موقوف نہیں، بلکہ جس طرح اس سے ثابت ہوتا ہے یونہی حسن سے بھی ثابت ہوتا ہے۔
--	--

اسی عہ میں ہے:

علی المشی علی مقتضی الاصطلاح الحدیثی لایلزم من نفی الصحة نفی الثبوت علی وجه الحسن ² ۔	یعنی اصطلاح علم حدیث کی رو سے صحت کی نفی حسن ہو کر ثبوت کی نافی نہیں۔
--	---

امام ابن حجر مکی صواعق محرقة عہ³ میں فرماتے ہیں:

قول احمد "انه حدیث لا یصح ای	یعنی امام احمد کا فرمانا کہ یہ حدیث صحیح نہیں، اس کے
عہ ¹ : ذکرہ فی مسئلة المسح بالمندیل بعد الوضوء ۱۲ منہ: عہ ² : آخر صفة الصلاة قبیل فصل فیما کره فعله فی الصلوة ۱۲ منہ: عہ ³ : ذکرہ فی حدیث التوسعة علی العیال یوم العاشوراء فی آخر الفصل الاول من الباب الحادی عشر قبیل الفصل الثانی ۱۲ منہ	وضو کے بعد تویہ استعمال کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ ۱۲ منہ (ت) صفة الصلوة کے آخر میں فیما کره فعله فی الصلوة سے تھوڑا پہلے سے ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت) گیارہویں باب کی فصل اول کے آخر اور فصل ثانی سے تھوڑا پہلے عاشر کے دن اہل و عیال پر وسعت والی حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

¹ حلیہ الحلی
² حلیہ الحلی

لذاتہ فلاینفی کونہ حسناً لغیرہ، والحسن لغیرہ یحتمج بہ کما بین فی علم الحدیث ¹ ۔	یہ معنی ہیں کہ صحیح لذاتہ نہیں تو یہ حسن لغیرہ ہونے کی نفی نہ کرے گا اور حسن اگرچہ لغیرہ ہو حجت ہے جیسا کہ علم حدیث میں بیان ہو چکا۔
---	--

سند الحافظ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اذکار امام نووی کی تخریج احادیث میں فرماتے ہیں:

من نفی الصحة لا ینتفی الحسن ² اھ لا یصح ملخصاً	ملخصاً یعنی صحت کی نفی سے حدیث کا حسن ہونا منتفی نہیں ہوتا۔ اھ ملخصاً
--	--

یہی امام نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں:

هذا القسم من الحسن مشارک للصحیح فی الاحتجاج بہ وان کان دونہ ³ ۔	یعنی حدیث حسن لذاتہ اگرچہ صحیح سے کم درجہ میں ہے مگر حجت ہونے میں صحیح کی شریک ہے۔
---	---

مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں:

لا یصح لا ینافی الحسن ⁴ اھ ملخصاً	یعنی محدثین کا قول کہ یہ حدیث صحیح نہیں اُس کے حسن ہونے کی نفی نہیں کرتا۔ اھ ملخصاً
--	--

سیدی نور الدین علی سہودی جواہر العقیدین فی فضل الشرفین میں فرماتے ہیں:

قد یكون غیر صحیح وهو صالح للاحتجاج بہ۔ اذ الحسن رتبة بین الصحیح والضعیف ⁵ ۔	یعنی کبھی حدیث صحیح نہیں ہوتی اور باوجود اس کے وہ قابل حجت ہے، اس لئے کہ حسن کا رتبہ صحیح و ضعیف کے درمیان ہے۔
---	--

حدیث کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینہی ان ینتعل الرجل قائماً⁶ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے مروی ہے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا۔ ت) کو امام
ترمذی نے جابر و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے فرمایا:

1 الصواعق المحرقة، الفصل الاول فی الآيات الواردة فیہم مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۸۵

2 نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار

3 نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر بحث حدیث حسن لذاتہ مطبوعہ مطبع علمی لاہور ص ۳۳

4 الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ حدیث ۹۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۳۶

5 جواہر العقیدین فی فضل الشرفین

6 جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ المشی فی النعل الواحد مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲۰۹/۱

کلا الحدیثین لایصح عند اهل الحدیث¹ - دونوں حدیثیں محدثین کے نزدیک صحیح نہیں۔

علامہ عبدالباقی زرقانی شرح مواہب میں اسے نقل کر کے فرماتے ہیں عہ :

نفیہ الصحة لاینافی انه حسن کما علم² - صحت کی نفی حسن ہونے کے منافی نہیں جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

حکم بعدم صحت کردن بحسب اصطلاح محدثین غرابت ندارد چه صحت در حدیث چنانچہ در مقدمہ معلوم شد درجہ اعلیٰ ست دائرہ آن تنگ تر جمع احادیث کہ در کتب مذکور ست، حتی دریں شش کتاب کہ آنرا صحاح ستہ گویند ہم بہ اصطلاح ایثاں صحیح نیست، بلکہ تسمیہ آنہا صحاح باعتبار تغلیب ست³۔
اصطلاح محدثین میں عدم صحت کا ذکر غرابت کا حکم نہیں رکھتا کیونکہ حدیث کا صحیح ہونا اس کا اعلیٰ ترین درجہ ہے جیسا کہ مقدمہ میں معلوم ہو چکا ہے اور اس کا دائرہ نہایت ہی تنگ ہے تمام احادیث جو کتابوں میں مذکور ہیں حتیٰ کہ ان چھ ۶ کتب میں بھی جن کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔ محدثین کی اصطلاح کے مطابق صحیح نہیں ہیں بلکہ ان کو تغلیباً صحیح کہا جاتا ہے۔ (ت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام محقق علی الاطلاق سیدی کمال الحق والدین محمد بن الممام رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول:

وقول من یقول فی حدیث انه لم یصح ان سلم لم یقدح لانه الحجیة لاتتوقف علی الصحة بل الحسن کاف⁴۔
یعنی کسی حدیث کی نسبت کہنے والے کا یہ کہنا کہ وہ صحیح نہیں اگر مان لیا جائے تو کچھ حرج نہیں ڈالتا کہ حجیت کچھ صحیح ہونے پر موقوف نہیں بلکہ حسن کافی ہے۔

عہ: المقصد الثالث النوع الثانی ذکر نعلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)
تیسرے مقصد دوسری نوع نعل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر میں اس کا بیان ہے۔ (ت)

¹ جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ المشی فی النعل الواحدة مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲۰۹/۱

² شرح الزرقانی علی المواہب ذکر نعل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ عامرہ مصر ۵۵/۵

³ شرح صراط المستقیم لعبدالحق المحدث الدہلوی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۵۰۲

⁴ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ لفصل الثانی من باب مالایجوز من العمل فی الصلاة مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۸/۳

تو یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ صحت حدیث سے انکار نفی حسن میں بھی نص نہیں جس سے قابلیت احتجاج منتفی ہونہ کہ صالح و لائق اعتبار نہ ہونا نہ کہ محض باطل و موضوع ٹھہرنا جس کی طرف کسی جاہل کا بھی ذہن نہ جائیگا کہ صحیح و موضوع دونوں ابتداء و انتہاء کے کناروں پر واقع ہیں، سب سے اعلیٰ صحیح اور سب سے بدتر موضوع اور وسط میں بہت اقسام حدیث ہیں درجہ بدرجہ، (حدیث کے مراتب اور ان کے احکام) مرتبہ صحیح کے بعد حسن لذاتہ بلکہ صحیح لغیرہ پھر حسن لذاتہ، پھر حسن لغیرہ، پھر ضعیف بضعف قریب اس حد تک کہ صلاحیت اعتبار باقی رکھے جیسے اختلاطِ راوی یا سوء حفظ یا تدریس وغیرہا، اول کے تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اسم ثبوت متناول ہے اور وہ سب محتج بہا ہیں اور آخر کی قسم صالح، یہ متابعات و شواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پاکر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے، اُس وقت وہ صلاحیت احتجاج و قبول فی الاحکام کا زیور گرانبہا پہنتی ہے، ورنہ دربارہ فضائل تو آپ ہی مقبول و تنہا کافی ہے، پھر درجہ ششم میں ضعف قوی و وہن شدید ہے جیسے راوی کے فسق وغیرہ قواعد قویہ کے سبب متروک ہونا بشرطیکہ ہنوز سرحد کذب سے جدائی ہو، یہ حدیث احکام میں احتجاج درکنار اعتبار کے بھی لائق نہیں، ہاں فضائل میں مذہب راجح پر مطلقاً اور بعض کے طور پر بعد انجبار بتعدد مخارج و تنوع طرق منصب قبول و عمل پاتی ہے، کما سننہ فیہ ان شاء اللہ تعالیٰ (ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب ان کی تفصیلات آرہی ہیں۔ ت) پھر درجہ ہفتم میں مرتبہ مطروح ہے جس کا مدار وضاع کذاب یا متمم بالکذب پر ہو، یہ بدترین اقسام ہے بلکہ بعض محاورات کے رُو سے مطلقاً اور ایک اصطلاح پر اس کی نوع اشد یعنی جس کا مدار کذب پر ہو عین موضوع، یا نظر تفتیق میں یوں کہے کہ ان اطلاقات پر داخل موضوع حکمی ہے۔ ان سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے، یہ بالاجماع نہ قابل انجبار، نہ فضائل وغیرہا کسی باب میں لائق اعتبار، بلکہ اُسے حدیث کہنا ہی توسع و تجوز ہے، حقیقۃً حدیث نہیں محض مجعول و افتراء ہے، والعیاذ باللہ تبارک و تعالیٰ۔ و سیرد علیک تفصیل جل ذلک ان شاء اللہ العلیٰ العلیٰ (اس کی روشن تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کے لئے بیان کی جائیں گی۔ ت) طالب تحقیق ان چند حرفوں کو یاد رکھے کہ باوصف و جازت محصل و ملخص علم کثیر ہیں اور شاید اس تحریر نفیس کے ساتھ ان سطور کے غیر میں کم ملیں، واللہ الحمد والمنۃ (سب خوبیاں اور احسان اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ ت) خیر بات دُور پڑتی ہے کہنا اس قدر ہے کہ جب صحیح اور موضوع کے درمیان اتنی منزلیں ہیں تو انکارِ صحت سے اثبات و وضع ماننا زمین و آسمان کے قلابے ملانا ہے، بلکہ نفی صحت اگر بمعنی نفی ثبوت ہی لیجئے یعنی اُس فرقہ محدثین کی اصطلاح پر جس کے نزدیک ثبوت صحت و حسن دونوں کو شامل، تاہم اُس کا حاصل اس قدر ہوگا کہ صحیح و حسن نہیں نہ کہ باطل و موضوع ہے کہ حسن موضوع کے بیچ میں بھی دُور دراز میدان پڑے ہیں۔

میں اس واضح بات پر سندیں کیا پیش کرتا مگر کیا کیجئے کہ کام اُن صاحبوں سے پڑا ہے جو اغوائے عوام کے لئے دیدہ و دانستہ محض اُمّی عامی بن جاتے اور مہر منیر کو زیر دامن مکر و تزویر چھپانا چاہتے ہیں۔ لہذا کلماتِ علماء سے اس روشن

مقدمہ کی تصریحیں لیجئے:

امام سند الحفظ و امام تحقق علی الاطلاق و امام حلبي و امام مکی و علامہ زر قانی و علامہ سمودی و علامہ ہروی کی عبارات کہ ابھی مذکور ہوئیں بحکم دلالت النص و فحوی الخطاب اس دغوی بینہ پر دلیل مبین کہ جب نفی صحت سے نفی حسن تک لازم نہیں تو اثبات وضع تو خیال محال سے ہمدوش و قرین۔

(حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہے) تاہم عبارات النص سنئے:

امام بدر الدین زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح پھر امام جلال الدین سیوطی آلی مصنوعہ پھر علامہ علی بن محمد بن عراق کنانی تنزیہ الشریعہ المرفوعہ عن الاخبار الثنیہ الموضوعہ پھر علامہ محمد طاہر فتنی خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

بین قولنا لم یصح و قولنا موضوع بون کبیر، فان الوضع اثبات الكذب والاختلاق، وقولنا لم یصح لا یلزم منه اثبات العدم، وانما هو اخبار عن عدم الثبوت، وفرق بین الامرین ¹ ۔	یعنی ہم محدثین کا کسی حدیث کو کہنا کہ یہ صحیح نہیں اور موضوع کہنا ان دونوں میں بڑا بل ہے، کہ موضوع کہنا تو اسے کذب و افتراء ٹھہرانا ہے اور غیر صحیح کہنے سے نفی حدیث لازم نہیں، بلکہ اُس کا حاصل تو سلب ثبوت ہے، اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔
--	---

یہ لفظ آلی کے ہیں اور اسی سے مجمع میں مختصراً نقل کیا، تنزیہ میں اس کے بعد اتنا اور زیادہ فرمایا:

وهذا یجیب فی کل حدیث قال فیہ ابن الجوزی "لا یصح" او "نحوه" ² ۔	یعنی امام ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں جس جس حدیث کو غیر صحیح یا اس کے مانند کوئی لفظ کہا ہے ان سب میں یہی تقریر جاری ہے کہ ان اوصاف کے عدم سے ثبوت وضع سمجھنا حلیہ صحت سے عاقل و عاری ہے۔
---	--

امام ابن حجر عسقلانی القول المسد فی الذب عن مسند احمد میں فرماتے ہیں:

لا یلزم من کون الحدیث لم یصح ان یکون موضوعاً ³ ۔	یعنی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔
---	--

امام سیوطی کتاب التعقیبات علی الموضوعات میں فرماتے ہیں:

اکثر ما حکم الذہبی علی هذا الحدیث،	یعنی بڑھ سے بڑھ اس حدیث پر امام ذہبی نے اتنا
------------------------------------	--

1 مجمع بحار الانوار فصل وعلومہ واصطلاحہ نوکشتور لکھنؤ ۵۰۶/۳

2 تنزیہ الشریعہ کتاب التوحید فصل ثانی دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰/۱

3 القول المسد والحدیث السالغ مطبوعہ دائرة المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۴۵

انہ قال متن لیس بصحیح وهذا صادق بضعفه 1 -	حکم کیا یہ متن صحیح نہیں، یہ بات ضعیف ہونے سے بھی صادق ہے۔
--	---

علی قاری موضوعات میں زیر بیان احادیث نقل فرماتے ہیں:

لا یلزم عن عدم الصحة وجود الوضع كما لا یخفی ² -	یعنی کھلی ہوئی بات ہے کہ حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا،
---	---

اسی میں روزِ عاشور اُسُرمہ لگانے کی حدیث پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا حکم "لا یصح هذا الحدیث" (یہ حدیث صحیح نہیں۔ ت) نقل کر کے فرماتے ہیں:

قلت لا یلزم من عدم صحته ثبوت وضعه وغایتہ انہ ضعیف ³ -	یعنی میں کہتا ہوں اس کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں، غایت یہ کہ ضعیف ہو۔
---	--

علامہ طاہر صاحب مجمع تذکرۃ الموضوعات میں امام سند الحفظ عسقلانی سے ناقل:

ان لفظ "لا یثبت" لایثبت الوضع فان الثابت یشمل الصحیح فقط، والضعیف دونہ ⁴ -	یعنی کسی حدیث کو بے ثبوت کہنے سے اس کی موضوعیت ثابت نہیں ہوتی کہ ثابت تو وہی حدیث ہے جو صحیح ہو اور ضعیف کا درجہ اس سے کم ہے۔
--	---

بلکہ مولانا علی قاری آخر موضوعات کبیر میں حدیث البطیخ قبل الطعام یغسل البطن غسلا ویذهب بالداء
اصلا (کھانے سے پہلے تریوز کھانا پیٹ کو خوب دھو دیتا ہے اور بیماری کو بڑے ختم کر دیتا ہے۔ ت) کی نسبت قول امام ابن
عساکر "شاذ لا یصح" (یہ شاذ ہے صحیح نہیں۔ ت) نقل کر کے فرماتے ہیں:

هو یفید انہ غیر موضوع كما لا یخفی ⁵ -	یعنی اُن کا یہ کہنا ہی بتا رہا ہے کہ حدیث موضوع نہیں جیسا کہ خود ظاہر ہے۔
--	--

یعنی موضوع جانتے تو باطل یا کذب یا موضوع یا مفتری یا مختلف کہتے نفی صحت پر کیوں اقتصار کرتے، فافہم

1 التحقیقات علی الموضوعات باب بدء الخلق والانبیاء مکتبہ اشرفیہ سائگلہ ہل شیخوپورہ ص ۴۹

2 موضوعات ملا علی قاری بیان احادیث العقل حدیث ۱۲۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۱۸

3 موضوعات ملا علی قاری بیان احادیث الاتحالی یوم عاشور الخ حدیث ۱۲۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۴۱

4 مجمع تذکرۃ الموضوعات الباب الثانی فی اقسام الواضعین کتب خانہ مجیدیہ ملتان ص ۷

5 موضوعات ملا علی قاری حدیث البطیخ قبل الطعام حدیث ۱۳۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۵۰

واللہ تعالیٰ اعلم۔

تنبیہ: بحمد اللہ تعالیٰ یہاں سے ان متکلمین طائفہ منکرین کا جہل شنیع و زور قطع بوضوح تام طشت ازبام ہو گیا جو کلمات علما مثل مقاصد حسنہ و مجمع البحار و تذکرۃ الموضوعات و مختصر المقاصد وغیرہا سے احادیث تقبیل ابہامین کی نفی صحت نقل کر کے بے دھڑک دغوی کر دیتے ہیں کہ ان کے کلام سے بخوبی ثابت ہوا کہ جو احادیث انگوٹھے چومنے میں لائی جاتی ہیں سب موضوع ہیں اور یہ فعل ممنوع و غیر مشروع ہے، سبحان اللہ کہاں نفی صحت کہاں حکم وضع، کیا مزہ کی بات ہے کہ جہاں درجات متعددہ ہوں وہاں سب میں اعلیٰ کی نفی سے سب میں ادنیٰ کا ثبوت ہو جائیگا، مثلاً زید کو کہیے کہ بادشاہ نہیں تو اُس کے معنی یہ ٹھہریں کہ نانِ شبنہ کو محتاج ہے، یا متکلمین طائفہ کو کہئے کہ اولیا نہیں تو اس کا مطلب یہ قرار پائے کہ سب کافر ہیں و لکن الوہابیۃ قوم یجہلون۔

افادہ دوم: (جہالتِ راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے) کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا اگر اثر کرتا ہے تو صرف اس قدر کہ اُسے ضعیف کہا جائے نہ کہ باطل و موضوع بلکہ علما کو اس میں اختلاف ہے کہ جہالتِ قادح صحت و مانع حجیت بھی ہے یا نہیں تفصیل مقام یہ کہ (مجہول کی اقسام اور ان کے احکام) مجہول کی تین قسمیں ہیں: اول مستور، جس کی عدالت ظاہری معلوم اور باطنی کی تحقیق نہیں، اس قسم کے راوی صحیح مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔ ۲دوم مجہول العین، جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو۔

<p>وہذا علی نزاع فیہ، فان من العلماء من نفی الجہالۃ بروایۃ واحد معتمد مطلقاً او اذا کان لایروی الا عن عدل عندہ، کیحیی بن سعید القطان و عبدالرحمن بن مہدی والامام احمد فی مسندہ، و ہنک اقوال آخر۔</p>	<p>اس قسم میں نزاع ہے بعض محدثین نے مطلقاً صرف ایک ثقہ راوی کی وجہ سے جہالت کی نفی کی ہے یا اس شرط کے ساتھ نفی کی ہے کہ وہ اس سے روایت کرتا ہے جو اس کے ہاں عادل ہے مثلاً یحییٰ بن سعید بن القطان، عبدالرحمن بن مہدی اور امام احمد اپنی مسند میں اور یہاں دیگر اقوال بھی ہیں۔ (ت)</p>
--	---

۳سوم مجہول الحال، جس کی عدالت ظاہری و باطنی کچھ ثابت نہیں و قد یطلق علی ما یشمل المستور (کبھی اس کا اطلاق ایسے معنی پر ہوتا ہے جو مستور کو شامل ہو جائے۔ ت)

قسم اول یعنی مستور تو جمہور محققین کے نزدیک مقبول ہے، یہی مذہب امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، فتح المغیث میں ہے: قبلہ ابو حنیفہ خلافاً للشافعی^۱ (امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے قبول

^۱ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث معرفۃ من قبل روایتہ و من تردد اور الامام الطبری بیروت ۵۲/۲

کرتے ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ت) امام نووی فرماتے ہیں یہی صحیح ہے۔

یہ شرح المہذب میں ہے، تدریب میں بھی اسے ذکر کیا، امام ابو عمرو بن الصلاح نے اپنے مقدمہ میں اسے ہی اختیار فرمایا، انہوں نے تیسویں ۳۰ نوع کے آٹھویں مسئلہ میں کہا ہے اس رائے پر متعدد مشہور کتب میں عمل ہے جن میں بہت سے ایسے راویوں سے روایات لی گئی ہیں جن کا عہد بہت پُرانا ہے اور ان کی باطن کے معاملات سے آگاہی دشوار ہے۔ (ت)	قاله في شرح المہذب، ذكره في التدریب، وكذلك مال الى اختياره الامام ابو عمرو بن الصلاح في مقدمته، حيث قال في المسئلة الثامنة من النوع الثالث والعشرين ويشبهه ان يكون العمل على هذا الرأى في كثير من كتب الحديث المشهورة في غير واحد من الرواة الذين تقادم العهد بهم وتعذرت الخبرة الباطنة بهم ¹ ۔
--	--

اور دو^۲ قسم باقی کو بعض اکابر حجّت جانتے جمہور مورثِ ضعف مانتے ہیں۔ امام زین الدین عراقی الفیہ میں فرماتے ہیں:

واختلفوا هل يقبل المجهول	وهو على ثلاثة مجعول
مجهول عين من له راو فقط	ورده الاكثر والقسم الوسط
مجهول حال باطن وظاهر	وحكمه الرد لدی الجماهر
الثالث المجهول للعدالة	في باطن فقط فقد رأى له
حجية بعض من منع	ما قبله منهم سليم ^۲ عه فقطع

(مجهول کے بارے میں علماء حدیث کا اختلاف ہے کہ آیا اسے قبول کیا جائیگا یا نہیں؟ اس کی تین ۱۳ اقسام ہیں، مجهول العین جس کو صرف ایک شخص نے روایت کیا ہو، اسے اکثر نے رد کر دیا ہے۔ اور دوسری قسم وہ مجهول ہے جس کے راوی کی ظاہری اور باطنی عدالت دونوں ثابت نہ ہوں اسے جمہور نے رد کر دیا ہے تیسری قسم وہ مجهول ہے جس میں راوی کی صرف باطنی عدالت ثابت نہ ہو، اسے بعض نے رد کیا ہے اور بعض نے قبول کیا ہے اور قبول کرنے والوں میں امام سلیم ہیں تو انہوں نے قطعی قبول کیا ہے۔ ت)

عہ: ای للامام سلیم بالتصغیر ابن ایوب الرازی | اس سے مراد امام سلیم (تصغیر) ابن ایوب رازی شافعی ہیں ان کے الشافعی فأنه قطع بقبوله ۱۲ منه رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (م)

عہ۔ (م)

¹ مقدمہ ابن الصلاح النوع الثالث والعشرون مطبوعه فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۵۳

² الفیہ فی اصول الحدیث مع فتح المغیث معرفتہ من قبل روایتہ ومن تردد دار الامام الطبری بیروت ۲/۳۳

اسی طرح تقریب النووی و تدریب الراوی وغیرہا میں ہے بلکہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بھی بہت محققین کی طرف نسبت فرمایا مقدمہ منہاج میں فرماتے ہیں:

<p>المجهول اقسام مجهول العدالة ظاهراً و باطناً، و مجهولها باطناً مع وجودها ظاهراً و هو المستور، و مجهول العين، فاما الاول فالجمهور على انه لا يحتاج به، واما الاخران فاحتج بهما كثيرون من المحققين¹ -</p>	<p>مجہول کی کئی اقسام ہیں، ایک یہ کہ راوی کی عدالت ظاہر و باطن میں غیر ثابت ہو، دوسری قسم عدالت باطناً مجہول مگر ظاہراً معلوم ہو، اور یہ مستور ہے، اور تیسری قسم مجہول العین ہے، پہلی قسم کے بارے میں جمہور کا اتفاق ہے کہ یہ قابل قبول نہیں اور دوسری دونوں اقسام سے اکثر محققین استدلال کرتے ہیں۔ (ت)</p>
--	---

بلکہ امام اجل عارف باللہ سیدی ابوطالبؒ کی قدس سرہ الملکی اسی کو فقہائے کرام و اولیائے عظام قدس اسرار ہم کا مذہب قرار دیتے ہیں، کتاب مستطاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب کی فصل ۳۱ میں فرماتے ہیں:

<p>بعض ما یضعف به رواة الحدیث و تعلل به احادیثهم. لایکون تعلیلاً ولا جرحاً عند الفقهاء ولا عند العلماء باللہ تعالیٰ مثل ان یکون الراوی مجهولاً، لایثارة الخمول و قد ندب الیہ، اولقلة الاتباع له اذ لم یقم لهم الاثرۃ عنہ² -</p>	<p>یعنی بعض وہ باتیں جن کے سبب راویوں کو ضعیف اور ان کی حدیثوں کو غیر صحیح کہہ دیا جاتا ہے، فقہاء و علماء کے نزدیک باعث ضعف و جرح نہیں ہوتیں، جیسے راوی کا مجہول ہونا اس لئے کہ اس نے گنہگار کی کہ خود شرع مطہر نے اس کی ترغیب فرمائی یا اس کے شاگرد کم ہوئے کہ لوگوں کو اس سے روایت کا اتفاق نہ ہو۔</p>
--	--

بہر حال نزاع اس میں ہے کہ جہالت سرے سے وجوہ طعن سے بھی ہے یا نہیں، یہ کوئی نہیں کہتا کہ جس حدیث کا راوی مجہول ہو خواہی نحوہی باطل و مجہول ہو، بعض متشددین نے اگر دعویٰ سے قاصر دلیل ذکر بھی کی علماء نے فوراً رد و ابطال فرمادیا کہ جہالت کو وضع سے کیا علاقہ، مولانا علی قاری رسالہ فضائل نصف شعبان فرماتے ہیں:

¹ مقدمہ لامام النووی من شرح صحیح مسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۷

² قوت القلوب فصل الجادی و اثلاثون باب تفضیل الاخبار مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۷۷۱

یعنی بعض راویوں کا مجہول یا الفاظ کا بے قاعدہ ہونا یہ نہیں چاہتا کہ حدیث موضوع ہو، ہاں ضعیف کہو، پھر فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے۔	جہالة بعض الرواة لا تقتضى كون الحديث موضوعاً وكذا نكارة الالفاظ. فينبغي ان يحكم عليه بأنه ضعيف. ثم يعمل بالضعيف في فضائل الاعمال ¹ ۔
---	---

مرقاۃ شرح عہ^۱ مشکوٰۃ میں امام ابن حجر کئی سے نقل فرمایا: فیہ راو مجہول، ولا یضر لانه من احادیث الفضائل² (اس میں ایک راوی مجہول ہے اور کچھ نقصان نہیں کہ یہ حدیث تو فضائل کی ہے) موضوعات کبیر میں استاذ المحدثین امام زین الدین عراقی سے نقل فرمایا: انه عہ^۲ لیس بموضوع وفي سندہ مجهول³ (یہ موضوع نہیں اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے) امام بدر الدین زرکشی پھر امام محقق جلال الدین سیوطی ہالی مصنوعہ میں فرماتے ہیں:

یعنی رومی کی جہالت ثابت بھی ہو تو حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں جب تک اس کی سند میں کوئی راوی وضع حدیث سے متم نہ ہو۔	لو ثبتت عہ ^۳ جہالته لم یلزم ان یکون الحديث موضوعاً ما لم یکن فی اسنادہ من یتهم بالوضع ⁴ ۔
---	---

فضیلت اذان اور جواب اذان کے باب کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)	عہ ۱: ذکرہ فی باب فضل الاذان واجابة المؤذن آخر الفصل الثانی ۱۲ منہ (م)
حدیث "قریش کا ایک عالم زمین کو علم کی دولت سے بھر دیگا" کے تحت اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)	عہ ۲: یرید حدیث عالم قریش یملؤ الارض علماً ۱۲ منہ (م)
صلوٰۃ التسبیح کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن عباس کی حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے لیکن ابوالفرج نے موسیٰ بن عبدالعزیز کی جہالت کی بنا پر اس کو چھوڑ دیا ہے۔ (ت)	عہ ۳: قاله فی حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی صلاة التسبیح لكن اہمله ابوالفرج بجہالة موسیٰ بن عبدالعزیز ۱۲ منہ۔ (م)

1 رسالہ فضائل نصف شعبان

2 مرقاۃ الفاتح شرح مشکوٰۃ باب الاذان فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۷۱۲

3 الاسرار المرفوعہ فی اخبار الموضوعہ حدیث ۶۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۱۵۷

4 ہالی مصنوعہ صلوٰۃ التسبیح مطبوعہ التجاریۃ الکبریٰ مصر ۱۲/۲۰۲

یہی دونوں امام تخریج احادیث رافعی وآلی میں فرماتے ہیں:

لا یلزم عہ ^۱ من الجهل بحال الراوی ان یکون الحدیث موضوعاً ^۱ ۔	راوی کے مجہول الحال ہونے سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔
--	---

امام ابوالفرج ابن الجوزی نے اپنی کتاب موضوعات میں حدیث من قرض بیت شعر بعد العشاء الاخرة لم تقبل له صلاة تلك الليلة^۲ (جس نے آخری عشاء کے بعد کوئی (لغو) شعر کہا اس کی اس رات کی نماز قبول نہ ہوگی۔) کی یہ علت بیان کی کہ اس میں ایک راوی مجہول اور دوسرا مضطرب کثیر الخطا ہے، اس پر شیخ الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی نے القول المسدود فی الذب عن مسند احمد پھر امام سیوطی نے آلی و تعقبات میں فرمایا:

لیس فی شیعہ مما ذکرہ ابوالفرج ما یقتضی الوضع ^۳ ۔	یہ علتیں جو ابوالفرج نے ذکر کیں ان میں ایک بھی موضوعیت کی مقتضی نہیں۔
---	---

امام ابن حجر مکی صواعق محرقة میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی تزویج فاطمة من علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت فرماتے ہیں:

کونہ کذباً فیہ نظر، وانما هو غریب فی سندہ مجهول ^۴ ۔	اس کا کذب ہونا مسلم نہیں، ہاں غریب ہے اور راوی مجہول۔
--	---

علامہ زرقاتی شرح مواہب میں فرماتے ہیں عہ^۲:

عہ ^۱ : قالاہ فی حدیث و عبد تارك الحج فلیت ان شاء یهودیا او نصرانیا منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	ایسا بندہ جو حج کو ترک کرنے والا ہو اگر وہ چاہے تو یہودی یا نصرانی مر جائے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)
عہ ^۲ : باب وفاة امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منہ	باب وفاة امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

۱ آلی مصنوعہ صلوة^۱ لتسبیح مطبوعہ التجاریۃ الکبریٰ مصر ۱۱۸/۲

۲ کتاب الموضوعات فی حدیث انشاء الشعر بعد العشاء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۶۱/۱

۳ القول المسدود الحدیث الثانی مطبوعہ دائرة المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۳۶

۴ الصواعق المحرقة الباب الحادی عشر مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۳۳

امام سہیلی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہیں جو اس کے فقط ضعف پر دال ہیں۔ ابن کثیر نے کہا کہ بہت زیادہ منکر ہے اور اس کی سند مجہول ہے اور یہ بھی اس بات کی تصریح ہے کہ یہ فقط ضعیف ہے، کیونکہ منکر ضعف کی اقسام میں سے ہے، اسی لئے امام سیوطی نے ابن عساکر کے قول "یہ منکر ہے" وارد کرنے کے بعد فرمایا یہ میرے اس قول "یہ ضعیف ہے" کی دلیل ہے موضوع ہونے کی نہیں کیونکہ منکر ضعیف کی قسم ہے اس کے بعد اور حدیث موضوع کے درمیان فن اصول حدیث میں فرق واضح اور مشہور ہے منکر اس روایت کو کہتے ہیں جس کا راوی ضعیف ہو اور روایت کرنے میں منفرد اور ثقہ راویوں کے خلاف ہو یہ کمزوری اگر متقی ہو جائے تو صرف ضعیف ہوگی اور اس کا مرتبہ منکر سے اعلیٰ ہے اور اس سے حال کے لحاظ سے بہتر ہے اہلخصاً (ت)

قال السہیلی فی اسنادہ^{عہ} مجاہیل وهو یفید ضعفہ فقط، وقال ابن کثیر منکر جدا وسندہ مجہول وهو ایضاً صریح فی انه ضعیف فقط. فالمنکر من قسم الضعیف، ولذا قال السیوطی بعد ماورد قول ابن عساکر "منکر" هذا حجة لماقلته من انه ضعیف، لا موضوع. لان المنکر من قسم الضعیف، وبینہ وبين الموضوع فرق معروف فی الفن، فالمنکر ما انفرد به الراوی الضعیف مخالفاً لروایہ الثقات فان انتفت كان ضعیفاً وهي مرتبة فوق المنکر اصلح حالاً منه¹ اہلخصاً

خلاصہ یہ کہ سند میں متعدد مجہولوں کا ہونا حدیث میں صرف ضعف کا مورث ہے اور صرف ضعیف کا مرتبہ حدیث منکر سے احسن و اعلیٰ ہے جسے ضعیف راوی نے ثقہ راویوں کے خلاف روایت کیا ہو، پھر وہ بھی موضوع نہیں، تو فقط ضعیف کو موضوعیت سے کیا علاقہ، امام جلیل جلال الدین سیوطی نے ان مطالب کی تصریح فرمائی واللہ تعالیٰ اعلم۔

افادہ سوم: (حدیث منقطع کا حکم) اسی طرح سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں، ہمارے ائمہ کرام اور جمہور علماء کے نزدیک تو انقطاع سے صحت و حجیت ہی میں کچھ خلل نہیں آتا۔ امام محقق کمال الدین محمد بن الہمام فتح القدر میں فرماتے ہیں:

اسے انقطاع کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے جو کہ نقصان دہ نہیں

ضعف بالانقطاع وهو عندنا کالارسال^{عہ} بعد

یعنی وہ حدیث جس میں ہے کہ حضور کے والدین کریمین زندہ ہو کر آپ کی ذات پر ایمان لائے یہ اس حدیث کے تحت مذکور ہے ۱۲ منہ (ت)
قولہ کالارسال یعنی ایک تفسیر پر اور وہ یہ ہے کہ سند کے آخر سے راوی ساقط ہو اور وہ ارسال انقطاع علی الاطلاق ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ: یعنی حدیث احياء الابوين الكريمين حتى اُمنابه صلى الله تعالى عليه وسلم ۱۲ منہ (م)
عہ: قوله كالا رسال اى على تفسير وهو منه على آخر وهو على اطلاق ۱۲ منہ (م)

1 شرح الزرقانی علی المواہب باب وفات امہ وعلی باویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۱۹۶۱

عدالة الرواة وثقتهم لايضر ¹ -	کیونکہ راویوں کے عادل وثقہ ہونے کے بعد منقطع ہمارے نزدیک مرسل کی طرح ہی ہے۔ (ت)
--	---

امام ابن امیر الحاج حلیہ^{عہ} میں فرماتے ہیں:

لايضر ذلك فان المنقطع كالمرسل في قبوله من الثقات ² -	یہ بات نقصان نہیں دیتی کیونکہ منقطع قبولیت میں مرسل کی طرح ہے جبکہ ثقہ سے مروی ہو۔ (ت)
---	--

مولانا علی قاری مرتقاہ^{عہ} میں فرماتے ہیں:

قال ابو داود هذا مرسل اي نوع مرسل وهو المنقطع لكن المرسل حجة عندنا وعند الجمهور ³ -	ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ مرسل یعنی مرسل کی قسم منقطع ہے لیکن مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔ (ت)
--	--

اور جو اُسے قاض جانتے ہیں وہ بھی صرف مورثِ ضعف مانتے ہیں نہ کہ مستلزم موضوعیت، مرتقاہ شریف میں امام ابن حجر مکی سے منقول:

لايضر ^{عہ} ذلك في الاستدلال به ههنا لان المنقطع	یعنی یہ امر یہاں کچھ استدلال کو مضر نہیں کہ منقطع پر فضائل
--	--

صفحة الصلوة کی ابتدا میں جہاں ثناء میں "وجل ثناء" کے الفاظ کے اضافہ میں کلام ہے وہاں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ

(ت) اس کا ذکر المؤمنین کی اس حدیث کے تحت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج مطہرات سے تقبیل فرماتے تو وضو کے بغیر یونہی نماز پڑھ لیتے تھے۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

اس حدیث کے تحت اس کا ذکر ہے کہ جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو وہ رکوع میں تین دفعہ "سبحان ربی العظیم" پڑھے اس طرح اس کا رکوع مکمل ہو جائیگا۔ ترمذی نے کہا اس کی سند متصل نہیں تو حافظ ابن حجر نے کہا یہ نقصان دہ نہیں ۱۲ منہ (ت)

عہ: اول صفة الصلاة في الكلام على زيادة وجل ثناؤك في الثناء ۱۲ منہ (م)

عہ ۲: تحت حدیث امر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقبل بعض ازواجه ثم يصلى ولا يتوضأ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (م)

عہ ۳: تحت حدیث اذ ركع احدكم فقال في ركوعه سبحان ربی العظیم ثلاث مرات فقد تم ركوعه قال الترمذی لیس اسنادہ بمتصل فقال ابن حجر هو لايضر ذلك ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

¹ فتح القدر کتاب الطهارة مطبوعہ نوریہ رضویہ ستمبر ۱۹/۱

² حلیہ الحلی

³ مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب یوجب الوضوء مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۳۳۳



یعمل بہ فی الفضائل اجماعاً ¹ ۔	میں تو بالاجماع عمل کیا جاتا ہے۔
افادہ چہارم: (حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مدرج بھی موضوع نہیں) انقطاع تو ایک امر سہل ہے جسے صرف بعض نے طعن جانا، علماء فرماتے ہیں: حدیث کا مضطرب بلکہ منکر ہونا بھی موضوعیت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا، یہاں تک کہ دربارہ فضائل مقبول رہے گی۔ بلکہ فرمایا کہ مدرج بھی موضوع سے جدا قسم ہے، حالانکہ اُس میں تو کلام غیر کا خلط ہوتا ہے۔ تعقیبات ^۲ میں ہے:	
المضطرب من قسم الضعیف لا الموضوع ² ۔	مضطرب، حدیث ضعیف کی قسم ہے موضوع نہیں۔ (ت)

اُسی^۲ میں ہے:

المنکر نوع آخر غیر الموضوع وهو من قسم الضعیف ³ ۔	منکر، موضوع کے علاوہ ایک دوسری نوع ہے جو کہ ضعیف کی ایک قسم ہے۔ (ت)
---	---

اُسی^۳ میں ہے:

صرح ابن عدی بان الحدیث منکر فلیس بموضوع ⁴ ۔	ابن عدی نے تصریح کی ہے کہ حدیث منکر، موضوع نہیں ہوتی۔ (ت)
--	---

اُسی^۴ میں ہے:

المنکر من قسم الضعیف وهو محتمل فی الفضائل ⁵ ۔	منکر، ضعیف کی قسم ہے اور یہ فضائل میں قابل استدلال ہے۔ (ت)
--	--

عہ ۱: ذکرہ فی آخر باب الجنائز ۱۲ منہ (م)	باب الجنائز کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
عہ ۲: اول باب الاطعمہ ۱۲ منہ (م)	باب الاطعمہ کے شروع میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
عہ ۳: اول باب البعث ۱۲ منہ (م)	باب البعث کے شروع میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
عہ ۴: قالہ فی اوخر الكتاب تحت حدیث فضل قزوین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)	

1 مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الرکوع مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳۱۵/۲

2 التعقیبات علی الموضوعات باب الجنائز مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۶۲

3 التعقیبات علی الموضوعات باب الاطعمہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۳۰

4 التعقیبات علی الموضوعات باب البعث مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۵۱

5 التعقیبات علی الموضوعات باب المناقب مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۶۰

میں نے پڑھا ہے امام ذہبی نے اپنی تاریخ میں کہا کہ یہ حدیث منکر ہے، یہ بشر ضعیف کے علاوہ معروف نہیں انتہی، پس معلوم ہوا کہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں۔ (ت)

رأيت الذهبی قال فی تاریخہ "هذا حدیث منکر لا یعرف الا ببشر وهو ضعیف انتہی" فعلم انه ضعیف لا موضوع¹۔

اُسی عہد^۲ میں ہے:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ تم صوف کا لباس پہنو اس سے تمہارے دلوں کو حلاوتِ ایمان نصیب ہوگی (طویل حدیث) اس میں کدی کی روایت حدیث گھڑنے والا ہے، میں کہتا ہوں کہ امام بیہقی نے شعب الایمان میں کہا ہے حدیث کا یہ حصہ اس سند کے علاوہ سے معروف ہے اور کدی نے اس میں ایسی زیادتی کی ہے جو منکر ہے اور ممکن ہے کہ یہ کسی راوی کا کلام ہو اور انہوں نے اسے حدیث کا حصہ بنا دیا ہو انتہی، اور اس جملہ معروفہ کی امام حاکم نے مستدرک میں تخریج کی ہے اور یہ طویل حدیث مدرج ہے موضوع نہیں۔ (ت)

حدیث ابی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنہ "علیکم بلباس الصوف تجدوا حلاوة الایمان فی قلوبکم" علیکم الحدیث بطولہ. فیہ الکیدبی وضاع قلت. قالت البہیقی فی الشعب "هذه الجملة من الحدیث معروفة من غیر هذا الطریق. و زاد الکیدبی فیہ زیادة منکره. و یشبه ان یکون من کلام بعض الرواة فالحق بالحدیث انتہی. والجملة معروفة اخرجها الحکم فی المستدرک والحدیث المطول من قسم المدرج لا الموضوع²۔

افادہ پنجم: (جس حدیث میں راوی بالکل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں) خیر جہالت راوی کا تو یہ حاصل تھا کہ شاگرد ایک یا عدالت مشکوک شخص تو معین تھا کہ فلاں ہے، مبہم میں تو اتنا بھی نہیں، جیسے حدثنی رجل (مجھ سے ایک شخص نے حدیث بیان کی) یا بعض اصحابنا (ایک رفیق نے خبر دی) پھر یہ بھی

باب التوحید کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے۔

باب اللباس کے شروع میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ ۱: ذکرہ فی آخر باب التوحید ۱۲ منہ (م)

عہ ۲: اول باب اللباس ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(م)

1 اتقبات علی الموضوعات باب التوحید مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۴

2 اتقبات علی الموضوعات باب اللباس مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۳۳

صرف مورثِ ضعف ہے نہ کہ موجبِ وضع۔ امام الشان علامہ ابن حجر عسقلانی رسالہ قوۃ الحجّاج فی عیوم المغفرۃ للحجّاج پھر خاتم الحفظ لآلی میں فرماتے ہیں:

ان روایہ لم یسم ¹ ۔	لا یستحق الحدیث ان یوصف بالوضع بمجرد صرف راوی کا نام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے حدیث موضوع کہنے کی مستحق نہیں ہو جاتی۔ (ت)
--------------------------------	---

(تعدد طرق سے مبہم کا جبر نقصان ہوتا ہے) ولہذا تصریح فرمائی کہ حدیث مبہم کا طرق دیگر سے جبر نقصان ہو جاتا ہے، تعقبات میں زیر حدیث اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ (حسین چہرے والوں سے بھلائی طلب کرو۔ ت) کہ عقیلی نے بطریق یزید بن ہارون قال انبأنا شیخ من قریش عن الزہری عن عائشۃ رضی اللہ عنہا روایت کی، فرمایا:

اور وہ (یعنی ابوالفرج) من حدیث عائشۃ من طرق، فی الاول رجل لم یسم، وفی الثانی عبدالرحمن بن ابی بکر الملیکی متروک، وفی الثالث الحكم بن عبداللہ الایلی احادیثہ موضوعۃ، قلت عبدالرحمن لم یتہم بکذب، ثم انه ینفرد بہ بل تابعہ اسلمعیل بن عیاش وکلاہما یجبران ابہام الذی فی الطریق الاول ² اہ مختصراً۔	اسے اس (یعنی ابوالفرج) نے حدیث عائشہ سے مختلف سندوں سے روایت کیا ہے، پہلی سند میں مجہول شخص ہے (نام معلوم) اور دوسری میں عبدالرحمن بن ابی بکر الملیکی متروک راوی ہے، تیسری میں حکم بن عبداللہ الایلی ہے جس کی احادیث موضوع ہیں، میں کہتا ہوں کہ عبدالرحمن مستم بالکذب نہیں، پھر وہ اس میں منفرد بھی نہیں بلکہ اسمعیل بن عیاش نے اس کی متابعت کی ہے اور ان دونوں نے اس ابہام کی کمی کا ازالہ کر دیا جو سند اول میں تھا اہ مختصراً۔ (ت)
---	---

(حدیث مبہم دوسری حدیث کی مقوی ہو سکتی ہے) بلکہ وہ خود حدیث دیگر کو قوت دینے کی لیاقت رکھتی ہے استاذ الحفظ قوۃ الحجّاج پھر خاتم الحفظ تعقبات عہ میں فرماتے ہیں:

رجالہ ثقات الا ان فیہ مبہم لم یسم	اس کے رجال ثقہ ہیں مگر اس میں ایک راوی مبہم ہے
-----------------------------------	--

عہ: باب الحج حدیث دعا لامتہ عشیۃ عرفۃ
بالمغفرۃ ۱۲ منہ (م)
یہ باب الحج کی اس حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ نبی اکرم نے عرفہ کی شام امت کے لئے بخشش کی دعا مانگی ہے۔ (ت)

¹ المالک المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ کتاب اللباس مطبوعۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر ۲/۲۶۲

² التعقبات علی الموضوعات باب الادب والرقائق مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۳۵

جس کا نام معلوم نہیں ہے پس اگر وہ ثقہ ہے تو یہ صحیح کے شرائط پر ہے اور اگر وہ ثقہ نہیں تو ضعیف ہے مگر سند مذکور کو تقویت دینے والی ہے۔ (ت)

فان كان ثقة فهو على شرط الصحيح، وان كان ضعيفاً فهو عاصد للسند المذكور¹۔

افادہ ششم: (ضعفِ راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم وجزاف ہے) بھلا جہالت و ابہام تو عدم علم عدالت ہے اور بداہت عقل شاہد کہ علم عدم، عدم علم سے زائد، مجہول و مبہم کا کیا معلوم، شاید فی نفسہ ثقہ ہو کما مر انفاعن الامامین الحافظین (جیسا کہ ابھی دو حافظ ائمہ کے حوالے سے گزرا ہے۔ ت) اور جس پر جرح ثابت، احتمال ساقط۔ ولہذا محدثین در بارہ مجہول رد و قبول میں مختلف اور ثابت الجرح کے رد پر متفق ہوئے۔ امام نووی مقدمہ منہاج میں ابو علی غسانی جیبانی سے ناقل:

ناقلین کے سات ۷ درجات ہیں، تین ۳ مقبول، تین ۳ متروک، اور ساتواں مختلف فیہ ہے (اس قول تک) ساتواں طبقہ وہ لوگ ہیں جو مجہول ہیں اور روایات کر لینے میں منفرد ہیں، ان کی متابعت کسی نے نہیں کی، بعض نے انہیں قبول کیا ہے اور بعض نے ان کے بارے میں توقف سے کام لیا ہے۔ (ت)

الناقلون سبع طبقات، ثلاث مقبولة، وثلاث متروكة والسابعة مختلف فيهما (الی قولہ) السابعة قوم مجهولون انفردوا بروایات، لم يتابعوا عليها، فقبلهم قوم، ووقفهم آخرون²۔

پھر علماء کی تصریح ہے کہ مجرد ضعف رواۃ کے سبب حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم وجزاف ہے، حافظ سیف الدین احمد بن ابی الحدید پھر قدوة الفن شمس ذہبی اپنی تاریخ پھر خاتم الحفاظ تعقیبات^۱ والی و تدریب میں فرماتے ہیں:

ابن جوزی نے کتاب الموضوعات لکھی تو اس میں انہوں

صنف ابن الجوزی کتاب الموضوعات فاصاب

یہ انہوں نے اس حدیث کے تحت کہا ہے جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی اس کے جنت میں داخل ہونے کو موت کے علاوہ کوئی رکاوٹ نہیں ۱۲ منہ (ت)

عہ: قاله تحت حدیث من قرأ آية الكرسي دبر كل صلاة مكتوبة لم يسعه من دخول الجنة الا ان يموت ۱۲ منه رضى الله تعالى عنه (م)

¹ التعقیبات علی الموضوعات باب الحج مکتبہ اثریہ سانگلہ بل شیخوپورہ ص ۲۴

² مقدمہ منہاج للنووی من شرح صحیح مسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۷

نے ایسی روایات کی نشان دہی کر کے بہت ہی اچھا کیا جو عقل و نقل کے خلاف ہیں، لیکن بعض روایات پر وضع کا اطلاق اس لئے کر دیا کہ ان کے بعض راویوں میں کلام تھا، یہ درست نہیں کیا، مثلاً راوی کے بارے میں یہ قول کہ فلاں ضعیف ہے یا وہ قوی نہیں یا وہ کمزور ہے یہ حدیث ایسی نہیں کہ اس کے بطلان پر دل گواہی دے نہ اس میں مخالف ہے نہ یہ کتاب و سنت اور اجماع کے معارض ہے اور نہ ہی یہ اس بات پر حجت ہے کہ یہ روایت موضوع ہے ماسوائے راویوں میں اس آدمی کے کلام کے اور یہ زیادتی و تخمین ہے۔ (ت)

فی ذکر (۵) احادیث (شنیعة) مخالفة للنقل والعقل، (وما) ومما لم یصب فیہ اطلاقه الوضع علی احادیث بکلام بعض الناس فی رواتها، کقولہ فلان ضعیف اولیس بالقوی اولین ولیس ذلک الحدیث مما یشہد القلب ببطلانہ ولا فیہ مخالفة ولا معارضة لکتاب ولا سنة ولا اجماع ولا حجة بانہ موضوع سوی کلام ذلک الرجل فی رواته (راویہ) وهذا عدوان ومجازفة^۱ (انتھی)

افادہ ہفتم: (ایسا غافل کہ حدیث میں دوسرے کی تلقین قبول کر لے اس کی حدیث بھی موضوع نہیں) پھر کسی ہلکے سے ضعف کی خصوصیت نہیں، بلکہ سخت سخت اقسام جرح میں جن کا ہر ایک جہالتِ راوی سے بدرجہا بدتر ہے، یہی تصریح ہے کہ اُن سے بھی موضوعیت لازم نہیں، مثلاً راوی کی اپنی مرویات میں ایسی غفلت کہ دوسرے کی تلقین قبول کر لے یعنی دوسرا جو بتا دے کہ تُو نے یہ سنا تھا وہی مان لے، پر ظاہر کہ یہ شدتِ غفلت سے ناشی اور غفلت کا طعن فسق سے بھی بدتر اور جہالت سے تو چار درجہ زیادہ سخت ہے، امام الشان نے نخبۃ الفکر میں اسبابِ طعن کی دس اقسامیں فرمائیں:

- (۱) کذب: کہ معاذ اللہ قصداً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء کرے۔
 - (۲) تہمت: کذب کہ جو حدیث اُس کے سوا دوسرے نے روایت نہ کی، مخالف قواعدِ دینیہ ہو یا اپنے کلام میں جھوٹ کا عادی ہو۔
 - (۳) کثرتِ غلط (۴) غفلت (۵) فسق (۶) وہم
 - (۷) مخالفتِ ثقات (۸) جہالت (۹) بدعت (۱۰) سوءِ حفظ
- اور تصریح فرمائی کہ ہر پہلا دوسرے سے سخت تر ہے،

^۱ تدریب الراوی النوع الحادی والعشرون مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۹۸۱ء، التعقیبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن مکتبہ اثریہ

حيث قال الطعن يكون بعشرة اشياء بعضها اشد في القدر من بعض وترتيبها على الاشد فلا شد في موجب الرد¹ اھ ملخصاً۔

الفاظ یہ ہیں کہ اسباب طعن دس اشیاء ہیں، بعض بعض سے جرح میں اشد ہیں اور ان میں موجب رد کے اعتبار سے "فلا شد" کی ترتیب ہے اھ ملخصاً (ت)

پھر علماء فرماتے ہیں ایسے غافل شدید الطعن کی حدیث بھی موضوع نہیں، اواخر تعقبات میں ہے:

فيه يزيد بن ابي زياد وكان يلحق فيتلحق، قلت هذا لا يقتضى الحكم بوضع حدیثه²۔

اس میں یزید ابن ابی زیاد سے تلحقین کی جاتی تو وہ تلحقین کو قبول کر لیتا تھا، میں کہتا ہوں کہ یہ قول اس کی وضع حدیث کا تقاضا نہیں کرتا۔ (ت)

افادہ ہشتم: منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں (یوں ہی منکر الحدیث، اگرچہ یہ جرح امام اجل محمد بن اسمعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری نے فرمائی ہو حالانکہ وہ ارشاد فرما چکے کہ میں جسے منکر الحدیث³ کہوں اُس سے روایت حلال نہیں، میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے:

نقل ابن عہ⁴ القطان ان البخاری قال کل من قلت فيه منكر الحديث فلا تحل الرواية عنه³۔

ابن القطان نے نقل کیا ہے کہ امام بخاری نے فرمایا ہر وہ شخص جس کے بارے میں منکر الحدیث کہوں اس سے روایت کرنا جائز نہیں۔ (ت)

عہ⁵: كانه رضى الله تعالى عنه كان يتورع عن اطلاق الفاظ شديدة مخالفة ان يكون بعضه من باب شتم الاعراض وقد وجب الذب عن الاحاديث فاصطلح على هذا جمعا بين الامرين ١٢ منه (م)

گو یا امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت الفاظ کے استعمال سے پرہیز کرتے تھے تاکہ کسی کی عزت دری لازم نہ آئے حالانکہ احادیث کی حفاظت و دفاع لازم ہے لہذا دونوں امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ اصطلاح استعمال کی ہے ۱۲ منہ (ت)

ابان بن جبلة الكوفي کے ترجمہ کے تحت اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

1 شرح نخبية الفكر بحث المرسل المتقى مطبوعه مطبعه علمي اندرون لوباری دروازہ لاہور ص ۵۳

2 تعقبات باب المناقب مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۵۸

3 میزان الاعتدال فی ترجمہ ابان بن جبلة الكوفي مطبوعه دار المعرفه بیروت ۶/۱

<p>پیچھے امام بخاری کا یہ قول گزر چکا ہے کہ جس کے بارے میں میں منکر الحدیث کہہ دوں اس کی حدیث روایت کرنا جائز نہیں۔ (ت)</p>	<p>قدمر لنا ان البخاری قال من قلت فیہ منکر الحدیث فلا یحل روایة حدیثہ^۱۔</p>
---	--

بالنہمہ علمانے فرمایا ایسے کی حدیث بھی موضوع نہیں، تعقبات^۲ عہ میں ہے:

<p>بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث ہے تو زیادہ سے زیادہ اس کی حدیث ضعیف ہوگی۔ (ت)</p>	<p>قال البخاری منکر الحدیث، ففایة امر حدیثہ انیکون ضعیفاً^۲۔</p>
---	--

افادہ نہم: (متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں) ضعیفوں میں سب سے بدتر درجہ متروک کا ہے جس کے بعد صرف عہ^۳ مہتم بالوضع یا کذب و جال کا مرتبہ ہے، میزان میں ہے:

<p>سلیمان بن داؤد الیمانی کے ترجمہ میں یہ تحریر کیا ہے ۱۲ منہ (ت) باب فضائل القرآن میں یہ مذکور ہے۔ ۱۲ منہ (ت) ان کے الفاظ یہ ہیں تیسرا مرتبہ یہ ہے فلان مہتم بالکذب یا بالوضع یا ساقط یا ہاک یا ذہب الحدیث اور فلان متروک یا متروک الحدیث یا لوگوں نے اسے ترک کر دیا ہے اقوال: گویا اس قائل نے بھی تمام مذکور کو ایک مرتبہ میں برابر قرار نہیں دیا بلکہ اس میں بھی اس کے نزدیک تشکیک ہے۔ گویا انہوں نے اپنے قول "متروک" سے پہلے "فلان" کا اعادہ کر کے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے مگر اس میں کلام ہے کہ ساقط اور اس کا مابعد، متروک اس کے مابعد سے فوق و بلند مرتبہ نہیں ہو سکتے ۱۲ منہ (ت)</p>	<p>عہ ۱: قالہ فی سلیمان بن داؤد الیمانی ۱۲ منہ (م) عہ ۲: باب فضائل القرآن ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عہ ۳: بلکہ مولانا علی قاری نے حاشیہ نرہ النظر میں متروک و مہتم بالوضع کا ایک مرتبہ میں ہونا نقل کیا: حیث قال فالمرتبة الثالثة فلان متهم بالكذب او الوضع او ساقط او هالك او ذاهب الحدیث و فلان متروک او متروک الحدیث^۳ او ترکوہ ملخصاً اقوال: وکان هذا القائل ایضاً لایقول بأستواء جمیع ما ذکر فی المرتبة بل فیہا ایضاً تشکیک عندہ وکانہ الی ذلک اشار بأعادة فلان قبل قوله متروک الا ان فیہ ان ساقطاً و مابعدہ لایفوق متروکاً و مابعدہ فأفہم ۱۲ منہ (م)</p>
--	--

^۱ میزان الاعتدال فی ترجمہ سلیمان بن داؤد الیمانی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۰۲/۲

^۲ اتعقبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن مکتبہ اثریہ ساکنہ بل ص ۹

^۳ حاشیہ نرہ النظر مع نخبۃ الفکر مرتب الجرح مطبع علمی ص ۱۱۱

اردی عبارات الجرح، دجال، کذاب، او وضاع یضع الحدیث ثم متهم بالكذب ومتفق علی ترکہ، ثم متروک ^۱ الخ	جرح کے سب سے گھٹیا الفاظ یہ ہیں، دجال، کذاب، وضاع جو حدیثیں گھڑتا ہے اس کے بعد مستم بالکذب ومتفق علی ترکہ ہے پھر متروک کا لفظ ہے الخ (ت)
--	--

امام الشان تقریب التذیب میں ذکر مراتب دو روایتیں فرماتے ہیں:

العشرة: من لم یوثق البتة وضعف مع ذلك بقادح والیہ الاشارة بمتروک او متروک الحدیث او اوهی الحدیث او ساقط، الحادیة عشر، من اتهم بالكذب "الثانیة عشر" من اطلق علیه اسم الكذب والوضع ^۲ ۔	دسواں مرتبہ یہ ہے کہ اس راوی کی کسی نے توثیق نہ کی ہو اور اسے جرح کے ساتھ ضعیف کہا گیا ہو، اس کی طرف اشارہ متروک یا متروک الحدیث یا اوهی الحدیث اور ساقط کے ساتھ کیا جاتا ہے "گیارہواں درجہ یہ ہے" جو مستم بالکذب ہو، اور بارہواں درجہ یہ ہے کہ جس پر کذب وضع کے اسم کا اطلاق ہو۔ (ت)
--	---

اس پر بھی علماء نے تصریح فرمائی کہ متروک کی حدیث بھی صرف ضعیف ہی ہے موضوع نہیں، امام حجر اطراف العشرة پھر خاتم الحفاظ تالی عہ میں فرماتے ہیں:

زعم ابن هبان وتبعه ابن الجوزی ان هذا المتن موضوع، ولیس كما قال، فان الراوی وان كان متروکا عند الاكثر ضعيفا عند البعض، فلم ینسب للوضع ^۳ اه مختصرا۔	ابن حبان نے یہ زعم کیا اور ابن جوزی نے ان کی اتباع میں کہا کہ یہ متن موضوع ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اگرچہ راوی اکثر کے نزدیک متروک اور بعض کے نزدیک ضعیف ہے، لیکن یہ وضع کی طرف منسوب نہیں ہے اہ مختصر (ت)
--	--

عہ: فی التوحید تحت حدیث ابن عدی ان اللہ عزوجل قرأطه ویسین قبل ان یخلق آدم الحدیث ۱۲ منہ (م)

اس کا ذکر کتاب التوحید میں ابن عدی کی اس حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ اللہ عزوجل نے تلا اور لیس تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے پڑھا الحدیث ۱۲ منہ (ت)

^۱ میزان الاعتدال مقدمہ الكتاب مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴/۱

^۲ تقریب التذیب مقدمہ الكتاب مطبع فاروقی دہلی ص ۳

^۳ المالک المصنوعہ کتاب التوحید مطبوعہ التجاریہ الکبریٰ مصر ۱۰/۱

امام بدر زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح، پھر خاتم الحفاظ آلی عہ میں فرماتے ہیں:

بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کبیر. وسلیمن بن ارقم وان کان متروکا فلم یتہم بکذب ولا وضع ^۱ اہم لخصاً۔	محدثین کے قول "لم یصح" اور "موضوع" کے درمیان بڑا فرق ہے سلیمان بن ارقم اگرچہ متروک ہے لیکن وہ مستم بالکذب اور مستم بالوضع نہیں اہم لخصاً (ت)
---	--

ابوالفرج نے ایک حدیث میں طعن کیا کہ "الفضل متروک" (فضل متروک ہے۔ ت) آلی عہ^۲ میں فرمایا:

فی الحکم بوضعه نظر. فان الفضل لم یتہم بکذب ^۲ ۔	اس کو موضوع قرار دینا محل نظر ہے، کیونکہ فضل مستم بالکذب نہیں۔ (ت)
---	--

تعمقات عہ^۳ میں ہے:

اصبح شیعی متروک عند النسائی فحاصل عہ کلامہ "انه ضعیف لاموضوع" وبذلك صرح البیہقی ^۳ ۔	اصبح شیعہ ہے، امام نسائی کے ہاں متروک ہے، ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ ضعیف ہے موضوع نہیں، اور اسی بات کی تصریح بیہقی نے کی ہے۔ (ت)
--	--

عہ^۱: فیہ تحت حدیثہ ایضاً والذی نفسی بیدہ ما انزل اللہ من وحی قط علی نبی بینہ و بینہ الابالعریبة الحدیث ۱۲ منہ (م)

عہ^۲: فیہ ایضاً تحت حدیث ابن شاہین لما کلم اللہ تعالیٰ موسیٰ یوم الطور کلہ بغیر الکلام الذی کلہ یوم ناداة الحدیث ۱۲ منہ (م)

عہ^۳: ذکرہ فی اول باب صلاة۔

عہ^۴: الکنایة للذہبی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

اس میں اسی حدیث کے تحت یہ بھی ہے کہ قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ نے کسی نبی پر وحی نہیں فرمائی مگر اس کے اور اس کے نبی کے درمیان عربیت تھی الحدیث (ت)

اس میں حدیث ابن شاہین کے تحت یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے طور کے دن گفتگو فرمائی تو یہ کلام اس کلام کی طرح نہ تھا جو ان کے ساتھ ندا کے وقت کیا تھا، الحدیث ۱۲ منہ (ت)

باب الصلوة کے شروع میں اسے ذکر کیا ہے (ت) اس سے امام ذہبی کی طرف کنایہ ہے ۱۲ منہ (ت)

^۱ الآلی المصنوعة کتاب التوحید مطبوعہ التجاریة الکبریٰ مصر ۱۱/۱

^۲ الآلی المصنوعة کتاب التوحید مطبوعہ التجاریة الکبریٰ مصر ۱۲/۱

^۳ التعمقات علی الموضوعات باب الصلوة مکتبہ اثریہ ساؤنگہ بل ص ۱۱

حدیث چلہ صوفیہ کرام قدس سرار ہم کو:

<p>جس شخص نے چالیس ۴۰ دن اللہ تعالیٰ کیلئے اخلاص کیا اس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان پر جاری ہو جائیں گے۔ (ت)</p>	<p>من اخلص لله تعالى اربعين يوماً ظهرت ينابيع الحكمة من قلبه على لسانه ۱۔</p>
---	---

ابن جوزی نے بطریق عدیدہ روایت کر کے اس کے رواۃ میں کسی کے مجہول، کسی کے کثیر الخطا، کسی کے مجروح، کسی کے متروک ہونے سے طعن کیا، تعقبات میں سب کا جواب یہی فرمایا کہ "ما فیہم متہم بکذب" ۲۔ یہ سب کچھ سہی پھر ان میں کوئی مہتمم بکذب تو نہیں کہ حدیث کو موضوع کہہ سکیں۔ یوں ہی ایک حدیث ۳ کی علت بیان کی: بشر بن نمیر عن القاسم متروکان ۳ (بشر بن نمیر نے قاسم سے روایت کی اور یہ دونوں متروک ہیں۔ ت) تعقبات میں فرمایا: بشر لم یتہم بکذب ۴ (بشر مہتمم بالکذب نہیں۔ ت) حدیث ابی ہریرہ "اتخذ الله ابراهيم خلیلاً" الحدیث (اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو اپنا خلیل بنایا، پوری حدیث۔ ت) میں کہا تفرد بہ مسلمة بن علی الخشني وهو متروک ۵ (اس میں مسلمہ بن علی الخشني منفرد ہے اور وہ متروک ہے۔ ت) تعقبات میں فرمایا: مسلمة وان ضعف فلم یجرح بکذب ۶ (مسلمہ اگرچہ ضعیف ہے مگر اس پر جرح بالکذب نہیں۔ ت) حدیث ابی ہریرہ "ثلثة لا یعادون" (تین چیزیں نہیں لوٹائی جائیں گی۔ ت) پر بھی مسلمہ مذکور سے طعن کیا، تعقبات میں فرمایا: لم یتہم بکذب، والحدیث ضعیف لاموضوع ۷ (یہ مہتمم بالکذب نہیں اور یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں۔ ت) سبحان الله! جب اجتہاد رجہ کی شدید جرحوں سے موضوعیت ثابت نہیں ہوتی، تو صرف جہالت راوی یا انقطاع سند کے سبب موضوع کہہ دینا کیسی جہالت اور عدل و عقل سے انقطاع کی حالت ہے و لکن الوہابیة قوم یجھلون۔

<p>اس سے مراد حدیث ابی امامہ ہے جس میں ہے کہ جس شخص نے شام کے وقت یہ کہا: "صلی اللہ تعالیٰ علی نوح وعلیہ السلام" تو اسے اس رات بچھو نہیں ڈسے گا ۱۲ امنہ (ت)</p>	<p>عہ: یعنی حدیث ابی امامہ من قال حین یمسی صلی اللہ تعالیٰ علی نوح وعلیہ السلام لم تلدغہ عقرب تلك الليلة ۱۲ منه رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)</p>
---	---

۱ التعقبات علی الموضوعات باب الادب والد تائق مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۳۷

۲ التعقبات علی الموضوعات باب الادب والد تائق مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۳۷

۳ التعقبات علی الموضوعات باب الادب والد تائق مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۴۶

۴ التعقبات علی الموضوعات باب الادب والد تائق مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۴۶

۵ التعقبات علی الموضوعات باب المناقب مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۵۳

۶ التعقبات علی الموضوعات باب المناقب مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۵۳

۷ التعقبات علی الموضوعات باب الجنائز مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۱۷

تمذیل: یہ ارشادات تو ہمارے ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے تھے، ایک قول وہابیہ کے امام شوکانی کا بھی لیجئے، موضوعات ابوالفرج میں یہ حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس^{۴۰} برس کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ جنون و جذام و برص کو اس سے پھیر دیتا ہے اور پچاس^{۵۰} سال والے پر حساب میں نرمی اور ساٹھ^{۶۰} برس والے کو توبہ و عبادت نصیب ہوتی ہے، ہفتاد^{۷۰} سالہ کو اللہ عزوجل اور اُس کے فرشتے دوست رکھتے ہیں، اسی^{۸۰} برس والے کی نیکیاں قبول اور برائیاں معاف، توے^{۹۰} برس والے کے سب اگلے پچھلے گناہ مغفور ہوتے ہیں، وہ زمین میں اللہ عزوجل کا قیدی کہلاتا ہے اور اپنے گھر والوں کا شفیق کیا جاتا ہے، بطریق عدیدہ روایت کر کے اُس کے راویوں پر طعن کئے کہ یوسف بن ابی ذرہ راوی منا کیر لیس بشیء ہے اور فرج ضعیف منکر الحدیث کہ وای حدیثوں کو صحیح سندوں سے ملا دیتا ہے اور محمد بن عامر حدیثوں کو پلٹ دیتا ہے ثقات سے وہ روایتیں کرتا ہے جو اُن کی حدیث سے نہیں اور عزمی متروک اور عباد بن عباس مستحق ترک اور عزہ کو یحییٰ بن معین نے ضعیف بتایا اور ابوالحسن کو فی مجہول اور عاجز ضعیف ہے۔ شوکانی نے ان سب مطاعن کو نقل کر کے کہا:

<p>یعنی ابن جوزی نے جو اس حدیث پر حکم وضع کیا اُس کی دلیل میں انتہا درجہ یہ طعن پیدا کیے اور بے شک وہ حد سے بڑھے اور بیباکی کو کام میں لائے کہ ایسے طعن حکم وضع کے موجب نہیں، بلکہ کم درجہ حال اس حدیث کا یہ ہے کہ حسن لغیرہ ہو۔</p>	<p>هذا غاية ما أبدى ابن الجوزي دليلا على ما حكم به من الوضع، وقد افراط وجازف فليس مثل هذه المقالات توجب الحكم بالوضع بل اقل احوال الحديث ان يكون حسنا لغيره¹ - انتهى والله الهادي الى سبيل الهدى -</p>
--	---

افادہ دہم: (موضوعیت حدیث کیونکر ثابت ہوتی ہے) غرض ایسے وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا محض ہوس ہے، ہاں موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون (۱) قرآن عظیم (۲) سنت متواترہ (۳) یا اجماعی قطعی قطعیات الدلالة (۴) یا عقل صریح (۵) یا حسن صحیح (۶) یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال تاویل و تطبیق نہ رہے۔ (۷) یا معنی شنیع و قبیح ہوں جن کا صدور حضور پُر نور صلوات اللہ علیہ سے منقول نہ ہو، جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم یا عبث یا سفہ یا مدح باطل یا ذم حق پر مشتمل ہونا۔ (۸) یا ایک جماعت جس کا عدد حدِ تواتر کو پہنچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اُس کے

¹ زہر التسرین فی حدیث البعیرین للشوکانی

کذب و بطلان پر گواہی عہ مستنداً الی الحسن دے۔

(۹) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اس کی نقل و خبر مشہور و مستفیض ہو جاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتا نہیں۔

(۱۰) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ و بشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید و تہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔ یہ دس "اصورتیں تو صریح ظہور و وضوح وضع کی ہیں۔

(۱۱) یا یوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک و سخیف ہوں جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہ الفاظ کریمہ حضور ارفع العرب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔

(۱۲) یا ناقل رافضی حضرات اہلبیت کرام علی سید ہم و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو اس کے غیر سے ثابت نہ ہوں، جیسے حدیث: لحمك لحمی و دمك دمی (تیرا گوشت میرا گوشت، تیرا خون میرا خون۔ ت)

اقول: انصافاً یوں ہی وہ مناقب امیر معاویہ و عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ صرف نواصب کی روایت سے آئیں کہ جس طرح روافض نے فضائل امیر المومنین و اہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں قریب تین لاکھ حدیثوں کے وضع کیں "کمانص علیہ الحافظ ابو یعلیٰ والحافظ الخلیلی فی الارشاد" (جیسا کہ اس پر حافظ ابو یعلیٰ اور حافظ خلیلی نے ارشاد میں تصریح کی ہے۔ ت) یونہی نواصب نے مناقب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حدیثیں گھڑیں کہا ارشاد الیہ الامام الذاب عن السنة احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ (جیسا کہ اس کی طرف امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی جو سنت کا دفاع کرنے والے ہیں۔ ت)

(۱۳) یا قرائن حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے یا غضب و غیر ہما کے باعث ابھی گھڑ کر پیش کر دی ہے جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث ذم معلمین اطفال۔

(۱۴) یا تمام کتب و تصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے اور اس کا کہیں پتانہ چلے یہ صرف اجلہ حفاظ ائمہ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صد ہا سال سے معدوم۔

(۱۵) یا راوی خود اقرار وضع کر دے خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلہ اقرار ہو، مثلاً ایک شیخ سے بلا واسطہ

عہ: زدته لان التواتر لا یعتبر الا فی الحسیات
کمانصوا علیہ فی الاصلین ۱۲ منہ (م)

میں نے اس کا اضافہ کیا کیونکہ تواتر کا اعتبار حیات کے علاوہ میں نہیں ہوتا جیسے کہ انہوں نے اصول میں اس کی تصریح کی ہے ۱۲ منہ (ت)

بد عوی سماع روایت کرے، پھر اُس کی تاریخ وفات وہ بتائے کہ اُس کا اس سے سننا معقول نہ ہو۔

یہ پندرہ^{۱۵} باتیں ہیں کہ شاید اس جمع و تلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوانہ ملیں و لو بسطناً المقال علی کل صورة لطلال الکلام و تقاصی المرام، ولسنا هنالك بصد ذلك (اگر ہم ہر ایک صورت پر تفصیلی گفتگو کریں تو کلام طویل اور مقصد دُور ہو جائے گا لہذا ہم یہاں اس کے درپے نہیں ہوتے۔) (ت)

متم قول (پھر میں کہتا ہوں۔) ت) رہا یہ کہ جو حدیث ان سب سے خالی ہو اس پر حکم وضع کی رخصت کس حال میں ہے، اس باب میں کلمات علمائے کرام تین طرز پر ہیں:

(۱) انکار محقق یعنی بے امور مذکورہ کے اصلاً حکم وضع کی راہ نہیں اگرچہ راوی وضاع، کذاب، ہی پر اُس کا مدار ہو، امام سخاوی نے فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث میں اسی پر جزم فرمایا، فرماتے ہیں:

<p>یعنی اگر کوئی حافظ جلیل القدر کہ علم حدیث میں دریا اور اس کی تلاش کامل و محیط ہو، تفتیش حدیث میں استقصائے تام کرے اور بالہنمہ حدیث کا پتا ایک راوی کذاب بلکہ وضاع کی روایت سے جدا کہیں نہ ملے تاہم اس سے حدیث کی موضوعیت لازم نہیں آتی جب تک امور مذکورہ سے کوئی امر اس میں موجود نہ ہو۔ (ت)</p>	<p>مجرد تفرد الكذاب بل الوضع ولو كان بعد الاستقصاء في التفتيش من حافظ متبحر تام الاستقراء غير مستلزم لذلك بل لا بد معه من انضمام شيعي مناسباتي¹۔</p>
---	---

مولانا علی قاری نے موضوعات کبیر میں حدیث ابن ماجہ در بارہ اتخاذ و جاح کی نسبت نقل کیا کہ اُس کی سند میں علی بن عروہ دمشقی ہے، ابن حبان نے کہا: وہ حدیثیں وضع کرتا تھا۔ پھر فرمایا: والظاهر ان الحدیث ضعیف لاموضوع² (ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں) حدیث فضیلت عسقلان کا راوی ابو عقال ہلال بن زید ہے، ابن حبان نے کہا وہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موضوعات روایت کرتا لہذا ابن الجوزی نے اُس پر حکم وضع کیا۔ امام الشان حافظ ابن حجر نے قول مسدود پھر خاتم الحفاظ نے لالی میں فرمایا:

<p>یہ حدیث فضائل اعمال کی ہے، اس میں سرحد دار الحرب پر گھوڑے باندھنے کی ترغیب ہے اور ایسا کوئی امر نہیں جسے شرع یا عقل محال مانے تو صرف اس بنا پر کہ اس کا راوی ابو عقال ہے باطل کہہ دینا نہیں بنتا، امام احمد کی روش معلوم ہے کہ احادیث فضائل</p>	<p>هذا الحديث في فضائل الاعمال والتحريض على الرباط، وليس فيه ما يحيله الشرع ولا العقل، فالحكم عليه بالبطلان بمجرد كونه من رواية ابي عقال لا يتجه، وطريقة الامام احمد معروفة في التسامح</p>
--	--

¹ فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث الموضوع دار الامام الطبری بیروت ۱۳۷۱ھ

² الاسرار المرفوعہ فی اخبار الموضوع حدیث ۱۲۸۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۳۸

فی احادیث الفضائل دون احادیث الاحکام^۱ - میں نرمی فرماتے ہیں نہ احادیث احکام میں۔ (ت)

یعنی تو اسے درج مسند فرمانا کچھ معیوب نہ ہو۔

(۲) کذاب وضاع جس سے عمداً نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر معاذ اللہ بہتان و افتراء کرنا ثابت ہو، صرف ایسے کی حدیث کو موضوع کہیں گے وہ بھی بطریق ظن نہ بروجہ یقین کہ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے اور اگر قصداً افتراء اس سے ثابت نہیں تو اس کی حدیث موضوع نہیں اگرچہ مہتمم بکذب و وضع ہو، یہ مسلک امام الشان وغیرہ علماء کا ہے، نخبہ و زہرہ میں فرماتے ہیں:

الطعن امان یكون لكذب الراوى بان يروى عنه ما لم يقله صلى الله تعالى عليه وسلم متعدد ذلك او تهتمته بذلك، الاول هو الموضوع، والحكم عليه بالوضع انما هو بطريق الظن الغالب لا بالقطع، اذ قد يصدق الكذب، والثاني هو المتروك ^۲ اهـ ملتقطاً	طعن یا تو کذب راوی کی وجہ سے ہوگا مثلاً اس نے عمداً اپنی بات روایت کی جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی تھی یا اس پر ایسی تہمت ہو، پہلی صورت میں روایت کو موضوع کہیں گے اور اس پر وضع کا حکم یقینی نہیں بلکہ بطور ظن غالب ہے کیونکہ بعض اوقات بڑا جھوٹا بھی سچ بولتا ہے، اور دوسری صورت میں روایت کو متروک کہتے ہیں اہ ملتقطاً۔ (ت)
--	--

یہی امام کتاب الاصابہ عہ فی تميز الصحابة میں حدیث ان الشيطان يحب الحمرۃ فایاکم والحمرۃ وکل ثوب فیہ شہرة (شیطان سُرخ رنگ پسند کرتا ہے تم سُرخ رنگت سے بچو اور ہر اس کپڑے سے جس میں شہرت ہو۔ ت) کی نسبت فرماتے ہیں:

قال الجوزقانی فی کتاب الاباطیل هذا حدیث باطل واسنادہ منقطع کذا قال وقوله باطل مردود فان ابابکر الہذلی لم یوصف بالوضع وقد وافقه سعید بن بشیر، وان زادنی	جو زقانی نے کتاب الاباطیل میں کہا کہ یہ روایت باطل ہے اور اس کی سند میں انقطاع ہے۔ اسی طرح انہوں نے کہا اور ان کا باطل کہنا مردود ہے کیونکہ ابوبکر ہذلی وضاع نہیں اور اس کی سعید بن بشیر نے موافقت
--	--

عہ: ذکرہ فی ترجمۃ رافع بن یزید الثقفی ۱۲ منہ (م) | رافع بن یزید ثقفی کے ترجمہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

^۱ القول المسند الحدیث الثامن مطبوعہ مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۳۲

^۲ شرح نخبۃ الفکر معہ زہرۃ النظر بحث الطعن مطبوعہ مطبعہ علمی لاہور ص ۵۹۳

السند رجلا، فغایتہ ان المتن ضعيف اما حکمہ
بالوضع فمردود¹۔
کی، اگرچہ سند میں انہوں نے ایک آدمی کا اضافہ کیا ہے، زیاد سے
زیادہ یہ ہے کہ متن ضعیف ہے لیکن اس پر وضع کا حکم جاری کرنا
مردود ہے۔ (ت)

^۳ علی قاری حاشیہ نزہہ میں فرماتے ہیں:

الموضوع هو الحديث الذي فيه الطعن بكذب
الراوي²۔
موضوع اس روایت کو کہا جاتا ہے جس کے راوی پر کذب کا طعن
ہو۔ (ت)

علامہ^۳ عبدالباقی زرقانی شرح المواہب علیہ الدنیہ میں فرماتے ہیں:

احادیث الديك حكم ابن جوزي بوضعها ورد عليه
الحافظ بما حصله انه لم يتبين له الحكم
بوضعها اذ ليس فيها وضاع ولا كذاب نعم هو ضعيف
من جميع طرقه³۔
روایات دیک (مرغ) کو ابن جوزی نے موضوع قرار دیا ہے اور
حافظ نے ان کا رد کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کا مرفوع قرار
دینا بیان نہیں کیا کیونکہ اس میں نہ کوئی وضاع ہے اور نہ
کذاب، ہاں وہ جمع طرق کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ (ت)

^۴ اسی میں حدیث^۴ کان لا یعود الابد ثلاث (سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین دن کے بعد عیادتِ مریض
فرماتے تھے۔ ت) پر اس طعن کے جواب میں کہ اس میں مسلمہ بن علی متروک واقع ہے، فرمایا:

ورد ابن جوزي في الموضوعات وتعقبوا⁴ بأنه
ضعيف فقط، لا موضوع، فان مسلمة لم يجرح
بكذب كما قاله الحافظ ولا التفات لمن غر
حافظ نے کہا
ابن جوزی نے اسے موضوعات میں شامل کیا ہے محدثین
نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ یہ صرف ضعیف ہے
موضوع نہیں کیونکہ مسلمہ پر جرح بالکذب نہیں جیسا کہ
حافظ نے کہا

عہ ۱: المقصد الثاني آخر الفصل التاسع ۱۲ منه (م)
عہ ۲: المقصد الثامن من الفصل الاول في طبه صلى
الله تعالى عليه وسلم ۱۲ منه رضى الله تعالى
دوسرے مقصد کی ساتویں فصل کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ
(ت) آٹھویں مقصد کی پہلی فصل سے طب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

¹ الاصابہ فی تمییز الصحابہ القسم الاول، حرف الراۃ، مطبوعہ دارصادر بیروت ۱۴۰۱/۵۰۰

² حاشیہ نزہہ النظر مع نجیۃ الفکر بحث الموضوع مطبع علیی لاہور ص ۵۶

³ شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الثاني آخر الفصل التاسع مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۱۳۵۰/۳

⁴ شرح الزرقانی علی المواہب الفصل الاول من المقصد الثامن فی طبہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۱۳۵۸/۷

اور نہ توجہ کی جائے اس شخص کی طرف جس نے ملمع کاری سے دھوکا کھایا اور کہا کہ یہ موضوع ہے جیسا کہ ذہبی وغیرہ نے کہا۔ (ت)	بزخرف القول فقال هو موضوع كما قال الذهبي وغيره ¹ ۔
--	---

اسی میں بعد کلام مذکور ہے:

مدار سند حدیث پر ہے اگر اسے روایت کرنے والا کذاب یا وضاع متفرد ہے تو وہ روایت موضوع ہوگی اور اگر ضعیف ہے تو روایت صرف ضعیف ہوگی۔ (ت)	المدار علی الاسناد فان تفرد به كذاب او وضاع فحدیثه موضوع وان كان ضعيفاً فالحدیث ضعيف فقط ² ۔
--	---

انہیں ابن علی ختنی نے حدیث لیس عیادة الرمد والدمل والضرس (تین اشخاص کی عیادت لازم نہیں جس کی آنکھ میں تکلیف ہو جس کو پھوڑا نکل آئے اور داڑھ درد والے کی۔ ت) کو مرفوعاً روایت کیا اور ہقل نے یحییٰ بن ابی کثیر پر موقوف رکھا، تو شدت طعن کے ساتھ مخالفت اوثق نے حدیث کو منکر بھی کر دیا لہذا بیہقی نے موقوف کو "هو الصحيح" (وہ صحیح ہے۔ ت) بتایا، امام حافظ نے فرمایا:

اس کی تصحیح کا موقوف ہونا ہے جو کہ اس کے موضوع ہونے کو ثابت نہیں کرتی کیونکہ مسلمہ اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس پر کذب کا طعن نہیں، لہذا ثابت ہوا کہ ابن جوزی کا ان کو موضوع قرار دینا وہم ہے اہ اسے امام زر قانی نے پہلی حدیث سے کچھ پہلے نقل کیا ہے۔ (ت)	تصحیحه وقفه لایوجب الحكم بوضعه اذ مسلمة وان كان ضعيفاً لم یجرح بکذب، فجزم ابن جوزی بوضعه وهم ³ اه نقله الزرقانی قبیل مامر۔
---	---

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلیفہ منصور عباسی سے ارشاد کہ اپنا منہ حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیوں پھیرتا ہے وہ تیر اور تیرے باپ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں، ان کی طرف منہ کر اور ان سے شفاعت مانگ کر اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرمائے گا، جسے اکابر ائمہ نے باسانید جیدہ مقبولہ روایت فرمایا، ابن تیمیہ مستور نے جزا فک دیا کہ ان هذه الحکایة کذب علی مالک۔"

1 شرح الزرقانی علی المواہب الفصل الاول من المقصد الثامن فی طبعه صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعة عامرہ مصر ۱۹۷۱

2 شرح الزرقانی علی المواہب الفصل الاول من المقصد الثامن فی طبعه صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعة عامرہ مصر ۱۹۷۱

3 شرح الزرقانی علی المواہب الفصل الاول من المقصد الثامن فی طبعه صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعة عامرہ مصر ۱۹۷۱

(اس واقعہ کا امام مالک سے نقل کرنا جھوٹ ہے۔ ت) علامہ^۱ زر قانی نے اُس کے رد میں فرمایا:

<p>هذا تهوّر عجيب، فان الحكاية رواها ابو الحسن علي بن فهر في كتابه فضائل مالك باسناد لا باس به، واخرجها القاضي عياض في الشفاء من طريقه عن شيوخ عدة من ثقات مشايخه فمن اين انها كذب وليس في اسنادها وضاع ولا كذاب¹ -</p>	<p>یہ بہت بڑی زیادتی ہے کیونکہ اس واقعہ کو شیخ ابو الحسن بن فہر نے اپنی کتاب "فضائل مالک" میں ایسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے جس میں کمزوری نہیں اور اسے قاضی عیاض نے شفاء میں متعدد ثقہ مشائخ کے حوالے سے اسی سند سے بیان کیا ہے لہذا اسے جھوٹا کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ حالانکہ اسکی سند میں نہ کوئی راوی وضاع ہے اور نہ ہی کذاب۔ (ت)</p>
--	---

آفادہ نہم میں^۸ امام الشان و امام خاتم الحفظاء کا ارشاد گزرا کہ راوی متروک سہی کسی نے اُسے وضاع تو نہ کہا، امام^۹ آخر کا قول گزرا کہ مسلمہ ضعیف سہی اس پر طعن کذب تو نہیں، نیز تعقبات^۲ میں فرمایا:

<p>لم يجرح بكذب فلا يلزم ان يكون حديثه موضوعاً² -</p>	<p>اس پر کذب کا طعن نہیں لہذا اس کی روایت کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ (ت)</p>
--	--

(۳) بہت علماء جہاں حدیث پر سے حکم وضع اٹھاتے ہیں وجہ رد میں کذب کے ساتھ تہمت کذب بھی شامل فرماتے ہیں کہ یہ کیونکر موضوع ہو سکتی ہے حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کذاب ہے نہ مستمم بالکذب۔ کبھی فرماتے ہیں موضوع توجب ہوتی کہ اس کا راوی مستمم بالکذب ہوتا یہاں ایسا نہیں تو موضوع نہیں۔ آفادہ دوم میں امام زرکشی و امام سیوطی کا ارشاد گزرا کہ حدیث موضوع نہیں ہوتی جب تک راوی مستمم بالوضع نہ ہو۔ آفادہ پنجم میں گزرا کہ ابو الفرج نے کہا ملکی متروک ہے، تعقبات میں فرمایا مستمم کذب تو نہیں۔ آفادہ نہم میں انہی دونوں ائمہ کا قول گزرا کہ راوی متروک سہی مستمم بالکذب تو نہیں۔ وہیں امام خاتم الحفظاء کے چار^۳ قول گزرے کہ راویوں کے "مجهول،^۵ مجروح،^۶ کثیر الخطا،^۷ متروک ہونے سب کے یہی جواب دیے۔ نیز تعقبات^۳ میں ہے:

<p>عہ ۱ المقصد العاشر الفصل الثاني في زيارة قبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم منه عہ ۲ باب فضائل القرآن منه عہ ۳ آخر البعث منه</p>	<p>دسویں مقصد کی فصل ثانی فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت) باب فضائل القرآن میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت) باب البعث کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)</p>
---	--

¹ شرح الزرقانی علی المواہب الفصل الثاني المقصد العاشر مطبوعہ مطبوعہ عامرہ مصر ۳۴۸/۸

² التعقبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن مکتبہ اتریہ ساکنگہ بل ص ۸

حدیث فیہ حسن بن فرقد لیس بشیعی، قلت لم یتہم بکذب، واكثر ما فیہ ان الحدیث ضعیف¹۔
اس حدیث کی سند میں حسن بن فرقد کوئی شیئی نہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ متم بالکذب نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (ت)

اُسی میں عہ¹ ہے:

حدیث فیہ عطیة العوفی وبشر بن عمارۃ ضعیفان "قلت فی الحکم بوضعه نظر فلم یتہم واحد منهما بکذب"²۔
اس حدیث کی سند میں عطیہ اور بشر دونوں ضعیف ہیں، میرے نزدیک اس حدیث پر وضع کا حکم نافذ کرنا محل نظر ہے کیونکہ ان دونوں میں سے کسی پر بھی کذب کی تہمت نہیں۔ (ت)

اسی میں عہ² ہے:

حدیث اطلبوا العلم ولو بالصین، فیہ ابو عاتکة منکر الحدیث "قلت لم یجرح بکذب ولا تہمة"³۔
حدیث "علم حاصل کرو اگرچہ چین جانا پڑے" اس کی سند میں ابو عاتکہ منکر الحدیث ہے میں کہتا ہوں اس پر کذب اور تہمت کا طعن نہیں ہے۔ (ت)

اُسی میں عہ³ ہے:

حدیث فیہ عمار لا یحتج بہ قال الحافظ ابن حجر، تابعہ اغلب واغلب شبیہ بعمارۃ فی الضعف، لکن لم ار من اتہمہ بالکذب"⁴۔
اس حدیث کی سند میں عمارہ ہے، لہذا یہ قابل استدلال نہیں، حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس کی اغلب نے متابعت کی ہے اور اغلب ضعف میں عمارہ کے مثل ہے، لیکن میرے علم میں کوئی ایسا نہیں جس نے اس پر کذب کی تہمت لگائی ہو۔ (ت)

علامہ زر قانی نے شرح مواہب میں حدیث عالم قریش یملؤ الارض علماً (عالم قریشی زمین کو علم سے بھر دے گا۔ ت) کی نسبت فرمایا: یتصور وضعه ولا کذاب فیہ ولا متہم⁵ اس کا موضوع ہونا

عہ¹ آخر التوحید ۱۲ منہ - عہ² اول العلم ۱۲ منہ - عہ³ باب التوحید کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)
اول باب البعث باب العلم کی ابتدا میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

1 التعقیبات علی الموضوعات باب البعث مکتبہ اثریہ سانگلہ بل ص ۵۳

2 التعقیبات علی الموضوعات باب التوحید مکتبہ اثریہ سانگلہ بل ص ۴

3 التعقیبات علی الموضوعات باب العلم مکتبہ اثریہ سانگلہ بل ص ۴

4 التعقیبات علی الموضوعات باب البعث مکتبہ اثریہ سانگلہ بل ص ۵۱

5 شرح الزر قانی علی المواہب المقصد الثامن فی انباء الاشیاء المغيبات مطبوعۃ المطبعة العامرہ مصر ۱۹۷۷/۲۵۹

کیونکہ متصور ہو حالانکہ نہ اُس میں کوئی کذاب نہ کوئی متمم۔

بالجملہ اس قدر پر اجماعِ محققین ہے کہ حدیث جب اُن دلائل وقرائنِ قطعیہ وغالبہ سے خالی ہو اور اُس کا مدار کسی متمم بالکذب پر نہ ہو تو ہرگز کسی طرح اُسے موضوع کہنا ممکن نہیں جو بغیر اس کے حکم بالوضع کردے یا مشدد مفطر ہے یا منطی غلط یا متعصب مغالط واللہ الہادی وعلیہ اعتمادی۔

افادہ یازدہم: (بارہا موضوع یا ضعیف کہنا صرف ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے) جو حدیث فی نفسہ ان پندرہ^{۱۵} دلائل سے منزہ ہو محدث اگر اُس پر حکم وضع کرے تو اس سے نفس حدیث پر حکم لازم نہیں بلکہ صرف اُس سند پر جو اُس وقت اس کے پیش نظر ہے، بلکہ بارہا اسانیدِ عدیدہ حاضرہ سے فقط ایک سند پر حکم مراد ہوتا ہے یعنی حدیث اگرچہ فی نفسہ ثابت ہے، مگر اس سند سے موضوع و باطل اور نہ صرف موضوع بلکہ انصافاً ضعیف کہنے میں بھی یہ حاصل حاصل ائمہ حدیث نے ان مطالب کی تصریحیں فرمائیں تو کسی عالم کو حکم وضع یا ضعیف دیکھ کر خواہی نحوای یہ سمجھ لینا کہ اصل حدیث باطل یا ضعیف ہے، ناواقفوں کی فہم سخیف ہے، میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے:

<p>ابراہیم بن موسیٰ المرزومی مالک سے نافع سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حدیث طلب العلم فریضة کو کذب فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس سند سے کذب ہے، ورنہ اصل حدیث تو کوئی سندوں ضعیف سے وارد ہے۔ (ت)</p>	<p>ابراہیم بن موسیٰ المرزومی عن مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث "طلب العلم فریضة" قال احمد بن حنبل "هذا کذب" یعنی بهذا الاسناد والا فالمتن له طرق ضعیفة</p>
---	--

امام شمس الدین ابوالخیر محمد محمد ابن الجزری استاد امام الشان امام ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حسن حصین شریف میں جس کی نسبت فرمایا: فلیعلم انی ارجو ان یکون جمیع ما فیہ صحیحاً^۲ (معلوم رہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ اس کتاب میں جتنی حدیثیں ہیں سب صحیح ہیں) حدیث حاکم وابن مردودہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ تعزیت نامہ ارسال فرمایا ذکر کی، مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری

¹ میزان الاعتدال ترجمہ ابراہیم بن موسیٰ المرزومی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۶۹/۱

² حسن حصین مقدمہ کتاب نوکسور لکھنؤ ص ۵

اُس کی شرح حرز نمین میں لکھتے ہیں:

<p>ابن جوزی نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت موضوع ہے "میں کہتا ہوں" ممکن ہے اس مذکورہ سند کے اعتبار سے ان کے نزدیک موضوع ہو۔ (ت)</p>	<p>صرح ابن الجوزی بان هذا الحديث موضوع "قلت" يمكن ان يكون بالنسبة الى اسنادة المذكور عنده موضوعاً¹۔</p>
---	--

اسی طرح حرز وصین میں ہے، نیز موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں:

<p>جس کے موضوع ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے تو میں نے اس حدیث کا ذکر اس خطرہ کے پیش نظر ترک کیا کہ ممکن ہے یہ ایک سند کے اعتبار سے موضوع ہو اور دوسری سند کے اعتبار سے صحیح ہو الخ (ت)</p>	<p>ما اختلفوا في انه موضوع تركت ذكره للحذر من الخطر لاحتمال ان يكون موضوعاً من طريق صحيحاً من وجه آخر² الخ</p>
--	---

علامہ زر قانی حدیث احیائے ابویں کریمین کی نسبت فرماتے ہیں:

<p>سہیلی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں راوی مجہول ہیں جو اس کے فقط ضعف پر دال ہیں اور اسی بات کی تصریح الروض میں دوسرے مقام پر کی ہے اور اس کو حدیث کے ساتھ تقویت دی اور یہ صحت حدیث کی توجیہ کے منافی نہیں کیونکہ اس کی مراد اس سند کے علاوہ ہے اگر وہ موجود ہو ورنہ نفس الامر کے اعتبار سے کیونکہ ضعف وغیرہ کا حکم ظاہر میں ہوتا ہے۔ (ت)</p>	<p>قال السهيلي ان في اسنادة مجاهيل وهو يفيد ضعفه فقط. وبه صرح في موضع آخر من الروض وايدده بحديث ولاينافي هذا توجيہ صحته لان مراده من غير هذا الطريق. ان وجد. او في نفس الامر لان الحكم بالضعف وغيره انما هو في الظاهر³۔</p>
---	--

اور سُننے حدیث "صلاة بسواك خير من سبعين صلاة بغير سواك"⁴ (مسواک کے ساتھ نماز بے مسواک کی سترہ نمازوں سے بہتر ہے) ابو نعیم نے کتاب السواک میں دو اچید و صحیح سندوں سے روایت کی، امام ضیاء نے اسے صحیح مختارہ اور حاکم نے صحیح مستدرک میں داخل کیا اور کہا شرط مسلم پر صحیح ہے۔ امام احمد وابن خزیمہ و حارث بن ابی اسامہ و ابویعلیٰ و ابن عدی و زرار و حاکم و بیہقی و ابوینعیم و غیر ہم اجلہ محدثین نے بطریق عدیدہ و اسانید متنوع

1 حرز نمین مع حصن حصین تعریض اہل رسول اللہ عند وفاتہ نو لکھنؤ ص ۳۱۰

2 الاسرار المفوع فی الاخبار الموضوعه الدافع لعلو الف تالیف ہذا المختصر مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۳۵-۳۶

3 شرح زر قانی علی المواہب باب وفاتہ و ملہ تعلق بابویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۱۹۶۱

4 مستدرک ابن حنبل از مسند عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۷۲/۶

احادیث اُم المؤمنین صدیقہ و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن عمرو جابر بن عبد اللہ و انس بن مالک و ام الدرداء و غیر ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تخریج کی، جس کے بعد حدیث پر حکم بطلان قطعاً محال، بالتمیز ابو عمر ابن عبد البر نے تمہید میں امام ابن معین سے اُس کا بطلان نقل کیا، علامہ شمس الدین سخاوی مقاصد حسنہ میں اسے ذکر کر کے فرماتے ہیں:

قول ابن عبد البر فی التمهید عن ابن معین، انه حدیث باطل، هو بالنسبة لما وقع له من طرقه ¹ ۔	یعنی امام ابن معین کا یہ فرمانا (کہ یہ حدیث باطل ہے اُس سند کی نسبت ہے جو انہیں پہنچی)۔
--	---

ورنہ حدیث تو باطل کیا معنی ضعیف بھی نہیں، اقل درجہ حسن ثابت ہے۔

اور سنی حدیث حسن صحیح مروی سنن ابی داؤد و نسائی و صحیح مختارہ و غیر با صحاح و سنن:

ان رجلاً أتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال ان امرأتى لا تدفع عه يد لامس قال طلقها قال انى احبها قال استمتع ² بها۔	ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میری بیوی کسی بھی چھونے والے کے ہاتھ کو منع نہیں کرتی۔ فرمایا: اُسے طلاق دے دے۔ عرض کیا: میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: اس سے نفع حاصل کر۔ (ت)
--	--

کہ باسانید ثقافت و مؤثقیں احادیث جابر بن عبد اللہ و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آئی، امام ذہبی نے مختصر سنن میں کہا: "اسنادہ صالح" (اس کی سند صالح ہے۔ ت) امام عبد العظیم منذری نے مختصر سنن میں فرمایا: "رجال اسنادہ محتج بهم فی الصحیحین علی الاتفاق والانفراد"³ (اس روایت کے تمام راوی

عہ ای کل من سألها شيئاً من طعام او مال اعطته ولم ترد هذا هو الراجح عندنا فی معنی الحدیث۔	یعنی جو شخص بھی اس سے طعام یا مال مانگتا ہے وہ اسے دے دیتی ہے رد نہیں کرتی، حدیث کے معنی میں ہمارے نزدیک یہی راجح ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
--	---

واللہ تعالیٰ اعلم۔ (م)

¹ المقاصد الحسنیة للسخاوی حدیث ۶۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۲۶۳

² سنن النسائی باب ماجاء فی الخلع مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور ۹۸/۲

³ مختصر سنن ابی داؤد لحافظ منذری باب النسی عن ترویح من لم یلد من النساء الخ مطبوعہ المکتبۃ الاثریۃ سانگھ بل ۶/۳

ایسے ہیں جن سے بخاری و مسلم میں اتفاقاً اور انفراداً استدلال کیا ہے۔ (ت) امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: حسن صحیح (حسن صحیح ہے۔ ت) اس حدیث کو جو حافظ ابو الفرج نے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "ولیس له اصل ولا یثبت عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" (اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ت) (کی تبعیت سے لا اصل له) (اس کی کوئی اصل نہیں۔ ت) کہا امام الشان حدیث کا صحیح ہونا ثابت کر کے فرماتے ہیں:

ابو الفرج ابن جوزی کی اس بات کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی کہ انہوں نے اس حدیث کو موضوعات میں شامل کیا ہے اور اس کی دیگر اسناد ذکر نہیں کیں ماسوائے اس سند کے جس کے حوالے سے خلال نے ابو الزبیر عن جابر روایت کیا اور اس کے بطلان میں اسی پر اعتماد کر لیا جو خلال نے احمد سے نقل کیا ہے، تو یہ بات ابن جوزی کے قلم مطالعہ اور غلبہ تقلید کو واضح کر رہی ہے حتیٰ کہ انہوں نے اپنے امام سے منقول محض رائے کی بنیاد پر حدیث کو موضوع کہہ دیا حالانکہ یہ سندیں اگر ان کے امام کے سامنے پیش کی جاتیں تو وہ فی الفور اعتراف کر لیتے کہ حدیث کی اصل ہے لیکن ایسا نہ ہو سکا اس وجہ سے یہ حدیث اصلاً ان کی مسند میں نہیں آئی اور نہ ہی ان روایات میں جو ان سے مروی ہیں نہ سند ابن عباس سے اور نہ ہی سند جابر سے ماسوائے اس سند کے جس کے بارے میں خلال نے سوال کیا تھا اور امام احمد اس کے جواب میں معذور ٹھہرے کیونکہ ان کا جواب اسی سند کے اعتبار سے ہے اور اسے آئی میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

لا یلتفت الی ما وقع من ابی الفرج ابن جوزی، حیث ذکر هذا الحدیث فی الموضوعات، ولم یذكر من طرقه الا طریق التی اخرجهما الخلال من طریق ابی الزبیر عن جابر، واعتمد فی بطلانه علی ما نقله الخلال عن احمد، فأبان ذلك عن قلة اطلاع ابن جوزی وغلبة التقليد علیه، حتی حکم بوضع الحدیث بمجرد ما جاء عن امامه، ولو عرضت هذه الطرق علی امامه لاعتترف علی ان للحدیث اصلاً، ولكن لم تقع له فذلك لم ارله فی مسنده، ولا فیما یروی عنه ذکر اصلاً من طریق ابن عباس ولا من طریق جابر سوی ما سأله عند الخلال وهو معذور فی جوابه بالنسبة لتلك الطريق بخصوصها¹ اه ذکره فی اللالی ع۔

باب النکاح کے آخر میں اس کا ذکر کیا ہے (ت)

عہ فی اوخر النکاح

¹ اللالی المصنوعہ کتاب النکاح مطبوعہ التجاریۃ الکبریٰ مصر ۱۳۱۲ھ

(تبیحہ الافادات) بحمد اللہ تعالیٰ فقیر آستان قادری غفر اللہ تعالیٰ لہ کے ان گیارہ " افادات نے مہر نیمروز و ماہ نیم ماہ کی طرح روشن کر دیا کہ احادیث تقبیل ابہامین کو وضع و بطلان سے اصلاً کچھ علاقہ نہیں، اُن پندرہ^{۱۵} عیبوں سے اس کا پاک ہونا تو بدیہی اور یہ بھی صاف ظاہر کہ اس کا مدار کسی وضاع، کذاب یا متمم بالکذب پر نہیں۔ پھر حکم وضع محض بے اصل و واجب الدفع، ولہذا علمائے کرام نے صرف "لا یصح" فرمایا یہاں تک کہ وہابیہ کے امام شوکانی نے بھی بالکل ایسے مواقع میں سخت تشدد اور بہت مسائل میں بے معنی تفرد کی عادت ہے، فوائد مجموعہ میں اسی قدر پر اقتصار کیا اور موضوع کہنے کا راستہ نہ ملا، اگر بالفرض کسی امام معتد کے کلام میں حکم وضع واقع ہوا ہو تو وہ صرف کسی سند خاص کی نسبت ہو گا نہ اصل حدیث پر جس کے لئے کافی سندیں موجود ہیں جنہیں وضع واضعین سے کچھ تعلق نہیں کہ جہالت وانقطاع اگر ہیں تو مورث ضعف نہ کہ مثبت وضع۔ بعونہ تعالیٰ یہاں تک کی تقریر سے موضوعیت حدیث کی نسبت منکرین کی بالاخونیاں بالا بلا گئیں، آگے چلیے وبالله التوفیق۔

افادہ دوازدہم^{۱۲}: (تعدد طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی بلکہ حسن ہو جاتی ہے) حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے اور وہ سب ضعف رکھتے ہوں تو ضعیف ضعیف مل کر بھی قوت حاصل کر لیتے ہیں، بلکہ اگر ضعف غایت شدت و قوت پر نہ ہو تو جبر نقصان ہو کر حدیث درجہ حسن تک پہنچتی اور مثل صحیح خود احکام حلال و حرام میں حجت ہو جاتی ہے۔ مرقاۃ میں ہے:

تعدد ^ع الطرق یبلغ الحدیث الضعیف الی حد الحسن ^۱ ۔	متعدد روایتوں سے آنا حدیث ضعیف کو درجہ حسن تک پہنچا دیتا ہے۔
--	--

آخر موضوعات کبیر میں فرمایا:

تعدد الطرق ولو ضعف یرقی الحدیث الی الحسن ^۲ ۔	طرق متعددہ اگرچہ ضعیف ہوں حدیث کو درجہ حسن تک ترقی دیتے ہیں۔
---	--

محقق علی الاطلاق فتح القدر^ع میں فرماتے ہیں:

لو تم تضعیف کلھا کانت حسنة لتعدد الطرق	اگر سب کا ضعف ثابت ہو بھی جائے تاہم حدیث حسن
--	--

عہ ۱ آخر الفصل الثانی. باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاة - ۲ ذکر فی مسئلة السجود علی کور العیامة منه (عمامہ پر سجدہ کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ ت)

1 مرقاۃ شرح مشکوٰۃ فصل الثانی من باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاة مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۱۳

2 الاسرار المرفوعہ فی اخبار الموضوعہ احادیث الحیض مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۴۶

و کثرتاً^۱۔
ہوگی کہ طرق متعدد و کثیر ہیں۔

اُسی^۲ میں فرمایا:

جَازَ فِي الْحَسَنِ ان يَرْتَفِعَ اِلَى الصَّحْتِ اِذَا كَثُرَتْ
طَرَقُهُ وَالضَّعِيفُ يَصْبِرُ حِجَّةً بِذَلِكَ لِان تَعْدَدَهُ
قَرِينَةً عَلٰى ثَبُوْتِهِ فِي نَفْسِ الْاَمْرِ^۲۔

جائز ہے کہ حسن کثرت طرق سے صحت تک ترقی پائے اور
حدیثِ ضعیف اس کے سبب حجت ہو جاتی ہے کہ تعدد اسانید
ثبوتِ واقعی پر قرینہ ہے۔

امام عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی میزان الشریعۃ الکبریٰ^۲ میں فرماتے ہیں:-

قد احتج جمهور المحدثين بالحديث الضعيف
اذا كثرت طرقه والحقوه بالصحيح تارة. وبالحسن
اخرى. وهذا النوع من الضعيف يوجد كثيرا في
كتاب السنن الكبرى للبيهقي التي فيها بقصد
الاحتجاج لاقوال الائمة واقوال صحابهم^۳۔

بیشک جمہور محدثین نے حدیثِ ضعیف کو کثرت طرق سے
حجت مانا اور اسے کبھی حسن سے ملحق کیا اس قسم کی ضعیف
حدیثیں امام بیہقی کے سنن کبریٰ میں بکثرت پائی جاتی ہیں
جسے انہوں نے ائمہ مجتہدین و اصحاب ائمہ کے مذاہب پر
دلائل بیان کرنے کی غرض سے تالیف فرمایا۔

امام ابن حجر مکی صواعقِ محرقہ میں دربارہ حدیثِ توسعہ علی العیال یوم عاشوراء امام ابو بکر بیہقی سے ناقل:

هذه الاسانيد وان كانت ضعيفة لكنها اذا ضم
بعضها الى بعض احدثت قوة^۴۔

یہ سندیں اگرچہ سب ضعیف ہیں مگر آپس میں مل کر قوت
پیدا کریں گی۔

بلکہ امام جلیل جلال سیوطی تعقبات^۳ میں فرماتے ہیں:

المتروك او المنكر اذا تعددت طرقه ارتقى
یعنی متروک یا منکر کہ سخت قوی الضعف ہیں یہ بھی

عہ ۱ قاله في مسألة النفل قبل المغرب ۱۲ منہ

عہ ۲ الفصل الثالث من فصول في الاجوبة عن الامام ابن حنيفة رضى الله تعالى عنه ۱۲ منہ رضى الله تعالى

عنه۔ عہ ۳ باب المناقب حديث النظر على عبادة ۱۲ منہ

۱ فتح القدير صفة الصلوة بحث تجود علی العمارة مطبوعہ نوریہ رضویہ کھڑ ۲۶۶/۱

۲ فتح القدير باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ کھڑ ۳۸۹/۱

۳ میزان الکبریٰ للشرانی فصل ثالث من فصول فی الاجوبہ عن الامام مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۶۸/۱

۴ الصواعق المحرقة الباب الحادی عشر فصل اول مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۸۳

الى درجة الضعيف الغريب، بل ربما ارتقى الى الحسن ¹ ۔	تعدد طرق سے ضعیف غریب، بلکہ کبھی حسن کے درجہ تک ترقی کرتی ہیں۔
--	--

افادہ سیزدہم ۱۳: (حدیث مجہول و حدیث مبہم تعدد طرق سے حسن ہو جاتی ہے اور وہ جابر و منجبر ہونے کے صالح ہیں) جہالت راوی بلکہ ابہام بھی انہیں کم درجہ کے ضعفوں سے ہے جو تعدد طرق سے منجبر ہو جاتے ہیں اور حدیث کو رتبہ حسن تک ترقی سے مانع نہیں آتے، یہ حدیثیں جابر و منجبر دونوں ہونے کے صالح ہیں، افادہ پنجم میں امام خاتم الحفاظ کا ارشاد گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف سے منجبر ہو گئی، امام الشان کا فرمانا گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف کا جبر نقصان کرے گی۔ ابوالفرج نے حدیث:

ليث عن مجاهد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ولد له ثلاثة اولاد فلم یسم احدہم محمدا فقد جهل ² ۔	حضرت مجاہد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے تین بیٹے ہوں اور ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے اس نے جہالت سے کام لیا۔ (ت)
--	---

پر طعن کیا کہ لیث کو امام احمد وغیرہ نے متروک کیا اور ابن حبان نے محتاط بتایا، امام سیوطی^{عہ} نے اس کا شاہد بروایت نضر بن شنتقی مرسلًا مسند حارث سے ذکر کر کے ابن القطان سے نضر کا مجہول ہونا نقل کیا، پھر فرمایا:

هذا المرسل يعضد حديث ابن عباس ويدخله في قسم المقبول ³ ۔	یہ مرسل اُس حدیث ابن عباس کی مؤید ہو کر اسے قسم مقبول میں داخل کرے گی۔
--	--

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں^{عہ} فرماتے ہیں:

في اسنادہ جهالة لكنه اعتضد فصار حسنا ⁴ ۔	اس کی اسناد میں جہالت مگر تائید پا کر حسن ہو گئی۔
---	---

عہ ۱ لآلی کتاب المبتداء

عہ ۲ تحت حدیث ابنو المساجد و اخرجوا القمامة منها منه رضی اللہ تعالیٰ عنہ

1 التعقبات علی الموضوعات باب المناقب مکتبہ اتریه ساکنگر ہل ص ۷۵

2 کتاب الموضوعات باب التسمیة بمحمد مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۵۴/۱

3 اللآلی المصنوعہ کتاب المبتداء دار المعرفہ بیروت ۱۰۲/۱

4 تیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی حدیث ابنو المساجد کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۷۰/۱

افادہ چہارم^{۱۴}: (حصولِ قوت کو صرف دو سندوں سے آنا کافی ہے) حصولِ قوت کیلئے کچھ بہت سے ہی طرق کی حاجت نہیں صرف دو^۲ بھی مل کر قوت پا جاتے ہیں، اس کی ایک مثال ابھی گزری، نیز تیسرے میں فرمایا: ضعیف لضعف عمرو بن واقد لکنہ یقوی بورودہ من طریقین^۱۔ یعنی حدیث تو اپنے راوی عمرو بن واقد متروک کے باعث ضعیف ہے مگر دو^۲ سندوں سے آکر قوت پا گئی۔ اسی میں حدیث "اكرموا المعزى وامسحوا برغامها فانها من دواب الجنة"^۲ اسنادہ ضعیف لکن یجبرہ ماقبلہ فیتعاضدان^۳۔ (بکری کی عزت کرو اور اس سے مٹی جھاڑو کیونکہ وہ جنتی جانور ہے۔) بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یزید بن نوفلی کے سبب تضعیف کی پھر اس کے شاہد بروایت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: سند اس کی بھی ضعیف ہے لیکن پھر پہلی سند اس کی تلافی کرتی ہے تو دو^۲ مل کر قوی ہو جائیں گے۔ جامع صغیر میں حدیث "اكرموا العلماء فانه ورثة الانبياء"^۴ (علماء کا احترام کرو کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔) دو^۲ طریقوں سے ایراد کی، اول: ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ دوم: خط یعنی الخطیب فی التاریخ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ علامہ مناوی و علامہ عزیزی نے تیسرے و سراج المنیر میں زیر طریق اول لکھا: ضعیف لکن یقویہ مابعدہ^۵ (ضعیف ہے مگر پچھلی حدیث اسے قوت دیتی ہے) زیر طریق دوم فرمایا: ضعیف لضعف الضحاک بن حجرۃ لکن یعضدہ ماقبلہ^۶ (ضحاک بن حجرۃ کے ضعف سے یہ بھی ضعیف ہے مگر پہلی اسے طاقت بخشتی ہے۔) متنج کلمات علماء اس کی بہت مثالیں پائے گا۔

افادہ پانزدہم^{۱۵}: (اہل علم کے عمل کرنے سے بھی حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے) اہل علم کے عمل کر لینے سے بھی حدیث قوت پاتی ہے اگرچہ سند ضعیف ہو۔ مرقاة عہ میں ہے:

عہ: باب ما علی المومنین من المتابعة اول الفصل الثانی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

1 تیسرے شرح الجامع الصغیر للمناوی حدیث اكرموا المعزى کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۲۰۴/۱

2 الجامع الصغیر مع فیض القدر حدیث ۱۴۲۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۹۱/۲

3 تیسرے شرح الجامع الصغیر حدیث اكرموا المعزى کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۲۰۴/۱

4 الجامع الصغیر مع فیض القدر حدیث ۱۴۲۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۹۳/۲

5 السراج المنیر شرح جامع الصغیر زیر حدیث اكرموا العلماء مطبوعہ ازہریہ مصر ۲۰۱/۲

6 السراج المنیر شرح جامع الصغیر زیر حدیث اكرموا العلماء مطبوعہ ازہریہ مصر ۲۰۱/۲

یعنی امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور اہل علم کا اس پر عمل ہے سید میرک نے امام نووی سے نقل کیا کہ اس کی سند ضعیف ہے تو گویا امام ترمذی عمل اہل علم سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم اس کی نظیر وہ ہے کہ سیدی شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ کہے اس کی مغفرت ہو اور جس کے لئے پڑھا جائے اس کی مغفرت ہو، میں نے لا الہ الا اللہ اتنے بار پڑھا تھا اس میں کسی کے لئے خاص نیت نہ کی تھی اپنے بعض رفیقوں کے ساتھ ایک دعوت میں گیا ان میں ایک جوان کے کشف کا شہرہ تھا کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا میں نے سب پوچھا، کہا اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں، میں نے اپنے دل میں کلمہ کا ثواب اُس کی ماں کو بخش دیا فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اُسے اچھی جگہ دیکھتا ہوں، امام محی الدین قدس سرہ فرماتے ہیں تو میں نے حدیث کی صحت اُس جوان کے کشف کی صحت سے پہچانی اور اس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی۔

رواہ الترمذی وقال هذا حدیث غریب والعمل علی هذا عند اهل العلم، قال النووی واسنادہ ضعیف نقلہ میرک، فکان الترمذی یرید تقویۃ الحدیث بعمل اهل العلم، والعلم عند اللہ تعالیٰ کما قال الشیخ معی الدین ابن العربی انه بلغنی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، انه من قال لا الہ الا اللہ سبعین الفاً، غفر اللہ تعالیٰ له، ومن قیل له غفر له ایضاً، فکنت ذکر التہلیلۃ بالعدد المروی من غیر ان نووی لاحد بالخصوص، فحضرت طعاماً مع بعض الاصحاب وفيہم شاب مشہور بالکشف، فاذا هو فی اثناء الاکل اظہر البکا، فسألته عن السبب، فقال اری امی فی العذاب، فوہبت فی باطنی ثواب التہلیلۃ المذكورۃ لہا فضحک وقال انی اراہا الان فی حسن المآب فقال الشیخ فعرفت صحت الحدیث بصحة کشفه وصحة کشفه بصحة الحدیث¹۔

امام سیوطی تعقبات عہ میں امام بیہقی سے ناقل تداولہا الصالحون بعضهم عن بعض وفي ذلك تقویۃ للحدیث المرفوع² (اسے صالحین نے ایک دوسرے سے اخذ کیا اور ان کے اخذ میں حدیث مرفوع

عہ باب الصلاة حدیث صلاة التسبیح ۱۲ منہ

¹ مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی باب ما علی الماموم من المتابعۃ مطبوعہ امدادیہ ملتان ۹۸/۳

² التعقبات علی الموضوعات باب الصلوٰۃ مکتبہ اثریہ ساکنہ بل ص ۱۳

کی تقویت ہے) اسی عہ میں فرمایا:

<p>معمتد علما نے تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت صحت حدیث کی دلیل ہوتی ہے اگرچہ اُس کے لئے کوئی سند قابلِ اعتماد نہ ہو۔</p>	<p>قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحديث قول اهل العلم به وان لم يكن له اسناد يعتمد على مثله¹۔</p>
--	--

یہ ارشاد علما احادیث احکام کے بارے میں ہے پھر احادیث فضائل تو احادیث فضائل ہیں۔

افادہ شانزدہم^۱: (حدیث سے ثبوت ہونے میں مطالب تین قسم ہیں) جن باتوں کا ثبوت حدیث سے پایا جائے وہ سب ایک پلہ کی نہیں ہوتیں بعض تو اس اعلیٰ درجہ قوت پر ہوتی ہیں کہ جب تک حدیث مشہور، متواتر نہ ہو اُس کا ثبوت نہیں دے سکتے احاد اگرچہ کیسے ہی قوت سند و نہایت صحت پر ہوں اُن کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں۔ (عقائد میں حدیث احاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں) یہ اصول عقائد اسلامیہ ہیں جن میں خاص یقین درکار، علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں:

<p>حدیث احاد اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو ظن ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقاد میں ظنیات کا کچھ اعتبار نہیں۔</p>	<p>خبر الواحد علی تقدیر اشتمالہ علی جمیع الشرائط المذكورة فی اصول الفقه لایفید الا الظن ولا عبرة بالظن فی باب الاعتقادات²۔</p>
---	---

باب الصلوٰۃ کی اس حدیث کے تحت ذکر ہے جس میں ہے کہ جس نے دو نمازیں بغیر عذر کے جمع کیں اس نے کبائر میں سے ایک کبیرہ کا ارتکاب کیا، اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسین نے کہا احمد وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے، اس سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث نے اہل علم کے قول کے ذریعے قوت حاصل کی ہے اور اس کی تصریح متعدد محدثین نے کی ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

عہ باب الصلاۃ حدیث من جمع بین الصلاتین من غیر عذر فقد اتى باباً من ابواب الكبائر اخرجہ الترمذی وقال حسین ضعفہ احمد وغیرہ والعمل علی هذا الحدیث عند اهل العلم فأشار بذلك الى ان الحدیث اعتضد بقول اهل العلم وقد صرح غیر واحد³ الخ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

1 اتعقبات علی الموضوعات باب الصلوٰۃ مکتبہ اتر یہ سائنگل ہل ص ۱۲

2 اتعقبات علی الموضوعات باب الصلوٰۃ مکتبہ اتر یہ سائنگل ہل ص ۱۲

3 شرح عقائد نسفی بحث تعداد الانبیاء مطبوعہ دارالاشاعت العربیہ قندھار ص ۱۰۱

مولانا علی قاری منہج الروض الازہر میں فرماتے ہیں: الاحاد لاتفیید الاعتقاد فی الاعتقاد^۱ (احادیث احاد دربارہ اعتقاد ناقابل اعتماد)۔ (دربارہ احکام ضعیف کافی نہیں) دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ اُن کے لئے اگرچہ اتنی قوت درکار نہیں پھر بھی حدیث کا صحیح لذاتہ خواہ بغیرہ یا حسن لذاتہ یا کم سے کم بغیرہ ہونا چاہئے، جمہور علماء یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے۔ (فضائل و مناقب میں باتفاق علماء حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے) تیسرا مرتبہ فضائل و مناقب کا ہے یہاں باتفاق علماء ضعیف حدیث بھی کافی ہے، مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ انہیں اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا، تو ان کے مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے، ایسی جگہ صحت حدیث میں کام کر کے اسے پایہ قبول سے ساقط کرنا فرق مراتب نہ جاننے سے ناشی، جیسے بعض جاہل بول اٹھے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں، یہ اُن کی نادانی ہے علمائے محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں، یہ بے سمجھے خدا جانے کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں، عزیز و مسلم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے، حسن بھی نہ سہی یہاں ضعیف بھی مستحکم ہے، عہ ۳ رسالہ 'قاری و امرقاہ و شرح ابن حجر مکی و تعقبات و آئی امام سیوطی و قول مسد امام عسقلانی کی پانچ عبارتیں افادہ دوم و سوم و چہارم و دہم میں گزریں، عبارت تعقبات میں تصریح تھی کہ نہ صرف ضعیف محض بلکہ منکر بھی فضائل اعمال میں مقبول ہے، بالکلہ اُس میں ضعف راوی کے ساتھ اپنے سے اوثق کی مخالفت بھی ہوتی ہے کہ تنہا ضعف سے کہیں بدتر ہے، امام اجل شیخ العلماء والعرفاء سیدی ابوطالب محمد بن علی مکی قدس اللہ سرہ الملکی کتاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب عہ ۴ فی معاملۃ المحبوب

عہ ۱: ای ولا عبرة بمن شذ ۱۲ منہ (یعنی کسی شاذ شخص کا اعتبار نہیں۔ ت)

عہ ۲: الاجماع المذکور فی الضعیف المطلق کما نحن فیہ منہ

عہ ۳: مسئلہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق و تنقیح فقیر کے رسالہ البشری العاجلہ من تحف اجلہ و رسالہ الاحادیث الراویہ لمدح الامیر المعاویہ و رسالہ عرش الاعزاز والا کرام لاول ملوک الاسلام و رسالہ ذب الاہواء الواہیہ فی باب الامیر معاویہ وغیرہا میں ہے وفقنا اللہ تعالیٰ بمنہ و کرمہ لترصیفہا وتبیینہا ونفع بہا وبسائر تصانیفی امة الاسلام بفہمہا وبتفہیہا امین بأعظم القدرة واسع الرحمة امین صلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

عہ ۴ فی فصل الحادی و الثلثین ۱۲ منہ

^۱ منہج الروض الازہر شرح فقہ اکبر الانبیاء منزہون عن الکبار والصغائر مصطفیٰ البابی مصر ص ۷۷

میں فرماتے ہیں:

<p>فضائل اعمال و تفضیل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و ماخوذ ہیں مقطوع ہوں خواہ مرسل نہ اُن کی مخالفت کی جائے نہ انہیں رد کریں، ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا۔</p>	<p>الاحادیث فی فضائل الاعمال و تفضیل الاصحاب متقبلة محتملة علی کل حال مقاطیعہا و مراسیلہا لاتعارض ولا ترد، كذلك كان السلف يفعلون¹ -</p>
---	--

۴ امام ابو زکریا نووی اربعین پھر امام ابن حجر مکی شرح مشکوٰۃ پھر مولانا علی قاری مرتقاہ^۵ و حرز عہ^۶ نمین^۸ شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں:

<p>یعنی بیشک حفاظ حدیث و علمائے دین کا اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔ (لمحصرًا)</p>	<p>قد اتفق الحفاظ و لفظ الاربعین قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال² و لفظ الحرز لجواز العمل به فی فضائل الاعمال بالاتفاق³ -</p>
--	--

۹ فتح البین بشرح عہ^۳ الاربعین میں ہے:

<p>یعنی حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں اس لئے ٹھیک ہے کہ اگر واقع میں صحیح ہوئی جب تو جو اس کا حق تھا کہ اس پر عمل کیا جائے حق ادا ہو گیا اور اگر صحیح نہ بھی ہو تو اس پر عمل کرنے میں کسی تحلیل یا تحریم یا کسی کی حق تلفی کا مفسدہ تو نہیں اور ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس</p>	<p>لانه ان كان صحيحاً في نفس الامر فقد اعطى حقه من العمل به، والالم يترتب على العمل به مفسدة تحليل ولا تحريم ولا ضياع حق للغير وفي حديث ضعيف من بلغه عنى ثواب عمل فعمله حصل له اجره وان لم اكن قلته او كما</p>
---	--

عہ^۱ اتحت حدیث من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً قال النووی طرقہ کلہا ضعیفہ ۱۲ منہ (م)

عہ^۲ فی شرح الخطبۃ تحت قول المصتف رحمہ اللہ تعالیٰ انا ارجو ان یکون جمیع ما فیہ صحیحاً ۱۲ منہ (م)

عہ^۳ فی شرح الخطبۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

1 توت القلوب فی معاملۃ المحبوب فصل الحادی والعشرون مطبوعہ دار صادر مصر ۱۷۸

2 شرح اربعین للنووی خطبۃ الکتاب مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ص ۴

3 حرز نمین شرح مع حصن حصین شرح خطبہ کتاب نوکسور لکھنؤ ص ۲۳

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے مجھ سے کسی عمل پر ثواب کی خیر پہنچی وہ اس پر عمل کرے اُس کا اجر اُسے حاصل ہو اگرچہ وہ بات واقع میں میں نے نہ فرمائی ہو۔ لفظ حدیث کے یونہی ہیں یا جس طرح حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائے، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر نقل اجماع علماء سے اشارہ فرمایا جو اس میں نزاع کرے اُس کا قول مردود ہے۔ الخ

قال و اشار المصنّف رحمہ اللہ تعالیٰ بحکایة الاجماع علی ما ذکرہ الی الرد علی من نازع فیہ الخ¹

¹ مقاصد حسنہ عہ امیں ہے:

بے شک ابو عمر ابن عبدالبر نے کہا کہ علماء حدیث میں تساہل فرماتے ہیں جب فضائل اعمال کے بارہ میں ہو۔

قد قال ابن عبدالبر البرانہم یتساہلون فی الحدیث اذا کان من فضائل الاعمال²۔
امام محقق علی الاطلاق فتح القدر میں فرماتے ہیں:

یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا بس اتنا چاہئے کہ موضوع نہ ہو۔

الضعیف غیر الموضوع یعمل بہ فی فضائل الاعمال³۔

مقدمہ⁴ امام ابو عمرو ابن الصلاح و⁵ مقدمہ جرجانیہ و⁶ شرح الالفیۃ للمصنّف و⁷ تقریب النواوی اور اس کی شرح التدریب الراوی میں ہے:

محدثین وغیر ہم علماء کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور بے اظہار ضعف موضوع کے سواہر قسم حدیث کی روایت اور اُس پر عمل فضائل اعمال وغیر ہا امور میں جائز ہے جنہیں عقائد و احکام سے تعلق نہیں، امام احمد بن حنبل و امام عبد الرحمن بن مہدی و امام عبد اللہ بن مبارک وغیر ہم ائمہ سے اس کی تصریح منقول ہے وہ فرماتے جب

واللفظ لہما یجوز عنداھل الحدیث وغیرہم التساہل فی الاسانید الضعیفہ وروایۃ ماسوی الموضوع من الضعیف والعمل بہ من غیر بیان ضعفہ فی فضائل الاعمال غیرہما مما لاتعلق لہ بالعقائد والاحکام ومن نقل عنہ ذلك ابن حنبل وابن مہدی وابن المبارک قالوا اذا روینا

صاحب ورع و تقویٰ کی تقدیم میں اس کا بیان ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ: ذکرہ فی مسأله تقدیم الاورع ۱۲ منہ (م)

¹ فتح المبین شرح الاربعین

² المقاصد الحسنیۃ زید حدیث من بلغ عن اللہ الخ مطبوعہ درالکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۰۵

³ فتح القدر باب الامانۃ نوریہ رضویہ ستمبر ۲۰۰۳

ہم حلال و حرام میں حدیث روایت کریں سختی کرتے ہیں اور جب فضائل میں روایت کریں تو نرمی اہلخصاً۔	فی الحلال والحرام شددنا و اذاروینا فی الفضائل ونحوها تساهلنا ^۱ اہلخصاً۔
---	--

امام زین الدین عراقی نے الفیۃ الحدیث میں جہاں اس مسئلہ کی نسبت فرمایا عن ابن مہدی وغیر واحد (یعنی امام ابن مہدی وغیرہ ائمہ سے ایسا ہی منقول ہے) وہاں^۱ شارح نے فتح المغنیث میں امام^۸ احمد و امام^۹ ابن معین و امام^{۱۰} ابن المبارک و امام سفین ثوری و امام^۲ ابن عمیرہ و امام^۳ ابوزکریا عنبری و امام^{۲۳} حاکم و امام^{۲۵} ابن عبد البر کے اسماء و اقوال نقل کیے اور فرمایا کہ^{۲۶} ابن عدی نے کامل اور^{۲۷} خطیب نے کفایہ میں اس کے لئے ایک مستقل باب وضع کیا۔ غرض مسئلہ مشہور ہے اور نصوص نامحسور اور بعض دیگر عبارات جلیلہ و افادات آئندہ میں مسطور ان شاء اللہ العزیز الغفور۔

تمسئل: کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق سے موافق ہیں، مولوی^{۲۸} خرم علی رسالہ^{۲۹} دعائیہ میں لکھتے ہیں:

ضعاف در فضائل اعمال و فیما نحن فیہ باتفاق علما معمول بہا است ^۳ الخ	فضائل اعمال میں اور جس میں ہم گفتگو کر رہے ہیں اس میں باتفاق علماء ضعیف حدیثوں پر عمل درست ہے الخ (ت)
---	---

^{۲۹} مظاہر حق میں راوی حدیث صلاۃ اذانین کا منکر الحدیث ہونا امام بخاری سے نقل کر کے لکھا: "اس حدیث کو اگرچہ ترمذی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے"^{۳۰} الخ
^{۳۰} اسی میں حدیث فضیلت شب برات کی تضعیف امام بخاری سے نقل کر کے کہا: "یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن عمل کرنا حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں باتفاق جائز ہے"^{۳۱} الخ
 افادہ ہفہم^{۳۲}: فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے حدیث ضعیف ثبوت استحباب کے لئے بس ہے۔^{۳۳} امام شیخ الاسلام ابوزکریا نعمان اللہ تعالیٰ بركاتہ کتاب^{۳۴} الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار

عہ۱: نقل هذه العبارات الثلاثة محقق اصبارنا وزينة اصبارنا تاج الفحول محب الرسول مولانا المولوى عبد القادر البدايوني ادام الله تعالى فيوضه في كتابه سيف الاسلام المسلول على المناع بعلم المولد والقيام ۱۲ منه (م) عہ۲: اول الكتاب ثالث فصول المقدمة ۲۱ منه (م)	یہ تینوں عبارات ہمارے دور کے عظیم محقق اور ہمارے ملک کی زینت تاج الفحول محب الرسول مولانا مولوی عبد القادر بدیونی ادام اللہ فیوضہ نے اپنی کتاب "سيف الاسلام المسلول على المناع بعلم المولد والقيام" میں ذکر کی ہیں ۱۲ منہ (ت) یہ کتاب کے شروع میں مقدمہ کی تیسری فصل میں ہے ۱۲ منہ (ت)
---	---

^۱ تدریب الراوی قبیل نوع الثالث والعشرون مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ لاہور ۲۹۸/۱

^۲ رسالہ دعائیہ مولوی خرم علی

^۳ مظاہر حق باب السنن و فضائل مطبوعہ دارالاشاعت کراچی ۶۶/۷

^۴ مظاہر حق اردو ترجمہ مشکوٰۃ شریف باب قیام شہر رمضان مطبوعہ دارالاشاعت کراچی ۸۳۳/۱

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قال العلماء من المحدثین والفقهاء وغيرهم يجوز ويستحب العمل في الفضائل والترغيب والترهيب بالحدیث الضعیف ما لم یکن موضوعاً ^۱ ۔	محمد شین و فقہا و غیر ہم علما نے فرمایا کہ فضائل اور نیک بات کی ترغیب اور بُری بات سے خوف دلانے میں حدیث ضعیف پر عمل جائز و مستحب ہے جبکہ موضوع نہ ہو۔
--	--

بعینا یہی الفاظ امام ابن الہائم نے العقد النضید فی تحقیق کلمتہ التوحید پھر عارف باللہ سیدی^۲ عبد الغنی نابلسی نے حدیث ندیہ^۳ شرح طریقہ محمدیہ میں نقل فرمائے،^۳ امام فقیہ النفس محقق علی الاطلاق فتح القدر^۴ عہ^۴ میں فرماتے ہیں: الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع^۲ (حدیث ضعیف سے کہ موضوع نہ ہو فعل کا مستحب ہونا ثابت ہو جاتا ہے) علامہ^{۳۵} ابراہیم حلبی غنیہ^۳ المستملی عہ^۳ فی شرح نئیہ المصلی میں فرماتے ہیں:

(یستحب ان یسح بدنہ بمنذیل بعد الغسل) لمباروت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرقة یتنشف بہا بعد الوضوء رواہ الترمذی وهو ضعیف ولكن یجوز العمل بالضعیف فی الفضائل ^۳ ۔	(نہا کر رومال سے بدن پونچھنا مستحب ہے جیسا کہ ترمذی نے ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو کے بعد رومال سے اعضاء مبارک صاف فرماتے۔ ترمذی نے روایت کیا یہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل میں ضعیف پر عمل روا۔
--	--

مولانا^{۳۶} علی قاری موضوعات کبیر میں حدیث مسح گردن کا ضعف بیان کر کے فرماتے ہیں:

الضعیف یعمل بہ فی الفضائل الاعمال اتفاقاً	فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل
---	---

عہ ۱: اواخر الفصل الثانی من باب الاول ۱۲ منہ (م)	باب اول کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
عہ ۲: قبیل فصل فی حمل الجنازة ۱۲ منہ (م)	فصل فی حمل الجنازہ سے تھوڑا پہلے اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
عہ ۳: فی سنن الغسل ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)	سنن غسل میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

^۱ کتاب الاذکار المنتخب من کلام سید البرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصل قال العلماء من المحدثین مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ص ۷

^۲ فتح القدر فصل فی الصلاة علی المیت مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۲ ۹۵

^۳ غنیہ المستملی شرح نئیہ المصلی سنن الغسل سہیل اکیدمی لاہور ص ۵۲

ولذا قال ائمتنا ان مسح الرقبة مستحب اوسنة
 ۱۔ گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے۔
 کیا جاتا ہے اسی لئے ہمارے ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو میں

امام جلیل^{۳۷} سیوطی طلوع عہ الثریا یا ظہار ماکان خفیا میں فرماتے ہیں:

استحبہ ابن الصلاح وتبعہ النووی نظر الی ان
 الحدیث الضعیف یتسامح بہ فی فضائل
 الاعمال^۲۔
 تلقین کو امام ابن الصلاح پھر امام نووی نے اس نظر سے
 مستحب مانا کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کے ساتھ
 نرمی کی جاتی ہے۔

علامہ^{۳۸} محقق جلال دوانی رحمہ اللہ تعالیٰ انموزج العلوم عہ^۲ میں فرماتے ہیں:

الذی یصلح للتعویل علیہ ان یقال اذا وجد
 حدیث فی فضیلة عمل من الاعمال لایحتمل
 الحرمة والکراهیة یجوز العمل بہ ویستحب
 لانه مأمون الخطر ومرجو النفع^۳۔
 اعتماد کے قابل یہ بات ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت میں
 کوئی حدیث پائی جائے اور وہ حرمت و کراہت کے قابل نہ ہو تو
 اُس حدیث پر عمل جائز و مستحب ہے کہ اندیشہ سے امان ہے
 اور نفع کی امید۔

اندیشہ سے امان یوں کہ حرمت و کراہت کا محل نہیں اور نفع کی امید یوں کہ فضیلت میں حدیث مروی ہے اگرچہ ضعیف ہی
 سہی۔

اقول: وبالله التوفیق بلکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کے معنی ہی یہ ہیں کہ استحباب مانا جائے

عہ ۱: نقلہ بعض العصریین وهو فیما نری ثقة فی النقل ۱۲ منہ (م)

عہ ۲: نقلہ العلامة شہاب الخفاجی فی نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فی شرح الدیباچة حیث
 روی المصنّف رحمة الله تعالى بسنده الی ابی داؤد حدیث من سئل عن علم فکتبه الحدیث وللمحقق ههنا
 کلام طویل نقلہ الشارح ملخصاً ونازعه باهو منازع فیه والوجه مع المحقق فی عامة ما ذکره لولا خشية
 الاطالة لاتینا بکلاهما مع ماله وعلیه ولكن سنشیر ان شاء الله تعالى الی احرم یسیر یظهر بها الصواب
 بعون الملك الوهاب ۱۲ منہ رضی الله تعالیٰ عنه (م)

۱ موضوعات کبیر حدیث مسح الرقبة مطبوعہ مجتہبائی دہلی ص ۶۳

۲ الحاوی للفتاویٰ خفیا دار الفکر بیروت ۱۹۱/۲

۳ نسیم الریاض شرح شفاء دیباچہ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۱/۳۳

ورنہ نفس جواز تو اصالت اباحت و انعدام نہی شرعی سے آپ ہی ثابت، اُس میں حدیث ضعیف کا کیا دخل ہو، تو لاجرم ورود حدث کے سبب جانب فعل کو مترجح مانے کے حدیث کی طرف اسناد محقق اور اُس پر عمل ہونا صادق ہو اور یہی معنی استحباب ہے، آخر نہ دیکھا کہ علامہ حلبی و علامہ قاری نے اسے عمل و جواز عمل کو دلیل و مثبت استحباب قرار دیا اور امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج نے مقام اباحت میں اُس سے تمسک کو درجہ ترقی و اولویت میں رکھا کہ جب اُس پر عمل ہونا ہے تو ثبوت اباحت تو بدرجہ اولیٰ اس کے کھل گیا کہ اُس پر عمل کے معنی نفس اباحت سے ایک زائد و بالاتر چیز ہے اور وہ نہیں مگر استحباب و هذا ظاہر لیس دونہ حجاب (اور یہ ظاہر ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔ ت) حلیہ^{۳۹} شرح عنہ نئیہ میں فرماتے ہیں:

<p>جمہور علماء کا مسلک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف غیر موضوع پر عمل کرنا ہے تو ایسی حدیث اُس اباحت فعل کے باقی رکھنے کی تو زیادہ سزاوار ہے جس کی نفی پر دلیل تمام نہ ہوئی جیسا کہ ہمارے اس مسئلہ میں ہے۔</p>	<p>الجمہور علی العمل بالحدیث الضعیف الذی لیس بموضوع فی فضائل الاعمال فهو فی ابقاء الاباحة التی لم یتتم دلیل علی انتقائها کمافیما نحن فیہ اجدر^۱۔</p>
--	--

امام ابو طالب مکی قوت القلوب^۲ میں فرماتے ہیں:

<p>حدیث جبکہ قرآن عظیم یا کسی حدیث ثابت کے منافی نہ ہو اگرچہ کتاب و سنت میں اس کی کوئی شہادت بھی نہ نکلے، تو بشرطیکہ اُس کے معنی مخالف اجماع نہ پڑتے ہوں اپنے قبول اور اپنے اوپر عمل کو واجب کرتی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیونکہ نہ مانے گا حالانکہ کہا تو مجھا۔</p>	<p>الحدیث اذا لم ینافه کتاب او سنة وان لم یشہد الہ ان لم یخرج تاویلہ عن اجماع الامة، فانه یوجب القبول والعمل لقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف وقد قیل^۲۔</p>
---	---

یعنی جب ایک راوی جس کا کذب یقینی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک بات کی خبر دیتا ہے اور اُس
 عہ ۱: سنن الغسل مسئلۃ المندیل ۱۲ نہ (م)
 عہ ۲: فی الفصل الحادی والثلاثین ۱۲ منہ (م)

^۱ حلیہ المجلی شرح نئیہ المصلی

^۲ قوت القلوب الفصل الحادی والثلاثون باب تفصیل الاخبار مطبوعہ المطبعۃ البنیۃ مصر ۱۱۷۷

امر میں کتاب و سنت و اجماع امت کی کچھ مخالف مخالف نہیں تو نہ ماننے کی وجہ کیا ہے،

اقول: امام ابوطالب مکی قدس سرہ کے قول "یوجب القبول" سے تاکید مراد ہے جیسا کہ تو اپنے قرض خواہ سے کہے کہ تیرا حق مجھ پر واجب ہے۔ در مختار میں ہے کہ یہ مسلمانوں کا تعامل ہے پس ان کی اتباع واجب ہے (وجوب بمعنی ثبوت ہے) یا اس میں اس مسلک کی طرف اشارہ ہے جو مجاہدہ کرنے والے سادات ائمہ و صوفیہ (اللہ تعالیٰ ان کے پاکیزہ اسرار کو ہمارے لے مبارک کرے) کا ہے کہ وہ مستحبات کی بھی اس طرح پابندی کرتے ہیں جیسا کہ واجبات کی اور مکروہات سے بلکہ بہت سے مباحات سے اس طرح بچتے ہیں کہ گویا وہ محرمات ہیں یا یہ ان (ابوطالب مکی) کا مذہب ہے کیونکہ ہم آپ قدس سرہ کو مجتہدین میں شمار کرتے ہیں ان میں ہونا آپ کا حق ہے جیسا کہ ان تمام بزرگوں کا مقام اور شان ہے جو شریعت عظیمہ کی حقیقت کو پانے والے ہیں اگرچہ وہ ظاہراً اپنا انتساب کسی امام فتویٰ کی طرف کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی نے میزان میں تفصیلی گفتگو کی ہے اور اللہ تعالیٰ اہل معرفت کی مراد کو زیادہ بہتر بہتر جانتا ہے۔ (ت)

اقول: اما قوله قدس سرہ "یوجب" فکانہ یرید التاكد كما تقول لبعض اصحابك حقلك واجب علی فقال فی الدر المختار ^{عہ} لان المسلمین توارثوه فوجب اتباعهم ¹ او ان ملحه الی ما علیہ السادات المجاہدون من الائمة و الصوفیة قدسنا اللہ تعالیٰ بأسرارهم الصفیة من شدة تعاہدہم للمستحبات کانہا من الواجبات و توقیہم عن المکروہات بل و کثیر من المباحات کانہن من المحرمات او ان هذا هو الذہب عنده فانه قدس سرہاً فیما نری من المجتہدین و حق له ان یکون منہم کما هو شان جمیع الواصلین الی عین الشریعة الکبریٰ وان انتسوا ظاہراً الی احد من ائمة الفتویٰ ² کما بیئنه ^{عہ} العارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی فی المیزان واللہ تعالیٰ اعلم بمراد اهل العرفان۔

باب العیدین کے آخر میں اس کا ذکر ہے (ت)

عہ: ۱: آخر باب العیدین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)
عہ ۲: فی فصل فان قال قائل فهل یجب عندکم علی المقلد الخ و فی فصل ان قال قائل کیف الوصول الی الاطلاع علی عین الشریعة المطهرة الخ و فی غیرہما ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

¹ در مختار باب العیدین مطبوعہ مجتہبائی دہلی ۱۱۷/۱

² المیزان الکبریٰ فصل ان قال قائل کیف الوصول الخ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۲۲/۱

افادہ مسجد ہم^۱: (خود احادیث حکم فرماتی ہیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے) جان برادر اگر چشم بینا اور گوش شنوا ہے تو تصریحاً علماء در کنار خود حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے احادیث کثیرہ ارشاد فرماتی آئیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے اور تحقیق صحت وجودت سند میں تعق و تدقق راہ نہ پائے و لکن الوصایۃ قوم یتندون۔ گوش ہوش سُنیے اور الفاظ احادیث پر غور کرتے جائیے، حسن بن عرفہ اپنے جزو حدیثی اور ابوالشیخ مکارم الاخلاقی میں سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دارقطنی اور موہبی کتاب فضل العلم میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور کامل محمد ری اپنے نسخہ میں اور عبد اللہ بن محمد بغوی اُن کے طریق سے اور ابن حبان اور ابو عمر بن عبد البرکات کتاب العلم اور ابواحمد ابن عدی کامل میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین فرماتے ہیں:

من بلغه عن الله عز وجل شيء فيه فضيلة فأخذ به إيماناً به ورجاء ثوابه أعطاه الله تعالى ذلك وان لم يكن كذلك ¹ ۔	جسے اللہ تبارک و تعالیٰ سے کسی بات میں کچھ فضیلت کی خبر پہنچے وہ اپنے یقین اور اُس کے ثواب کی اُمید سے اُس بات پر عمل کرے اللہ تعالیٰ اُسے وہ فضیلت عطا فرمائے اگرچہ خبر ٹھیک نہ ہو۔
---	--

یہ لفظ حسن کے ہیں، اور دارقطنی کی حدیث میں یوں ہے:

اعطاه الله ذلك الثواب وان لم يكن ما بلغه حقاً ² ۔	اللہ تعالیٰ اسے وہ ثواب عطا کرے گا اگرچہ جو حدیث اسے پہنچی حق نہ ہو۔
--	--

ابن حبان کی حدیث میں یہ لفظ ہیں: كان مني او لم يكن³ (چاہے وہ حدیث مجھ سے ہو یا نہ ہو) ابن عبد اللہ کے لفظ یوں ہیں: وان كان الذي حدثه كاذباً⁴ (اگرچہ اس حدیث کا راوی جھوٹا ہو) امام احمد و ابن ماجہ و عقیلی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

¹ کنز العمال بحوالہ حسن بن عرفہ فی جزء حدیثی حدیث ۳۳۱۳۲ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۹۱

² کتاب الموضوعات باب من بلغه ثواب عمل فعمل بہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۵۳/ ۳

³ کتاب الموضوعات باب من بلغه ثواب عمل فعمل بہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۵۳/ ۳

⁴ مکارم الاخلاق لابن الشیخ

فرماتے ہیں:

ما جاء كم عنى من خير قلته او لم اقله فانى ا قوله وما جاء كم عنى من شر فانى لا اقول الشر ¹ ۔	تمہیں جس بھلائی کی مجھ سے خبر پہنچے خواہ وہ میں نے فرمائی ہو یا نہ فرمائی ہو میں اسے فرماتا ہوں اور جس بُری بات کی خبر پہنچے تو میں بُری بات نہیں فرماتا۔
---	---

ابن ماجہ کے لفظ یہ ہیں:

ما قيل من قول حسن فانا قلته ² ۔	جو نیک بات میری طرف سے پہنچائی جائے وہ میں نے فرمائی ہے۔
--	--

عقیلی کی روایت یوں ہے:

خذوا به حدث به او لم احدث به ³ ۔	اُس پر عمل کرو چاہے وہ میں نے فرمائی ہو یا نہیں۔
---	--

وفى الباب عن ثوبان مولى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وعن ابن عباس رضى الله تعالى عنهم۔ (اس بارے میں حضور اکرم صلى الله تعالى عليه وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان اور حضرت ابن عباس رضى الله تعالى عنهم سے بھی روایت ہے۔) (ت) خلعی اپنے فوائد میں حمزہ بن عبدالمجید رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی:

رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فى النوم فى البحر فقلت باى انت واقى يا رسول الله انه قد بلغنا عنك انك قلت من سمع حديثا فيه ثواب فعمل بذلك الحديث رجاء ذلك الثواب اعطاه الله ذلك الثواب وان كان الحديث باطلا فقال اى ورب هذه البلدة انه لمنى و	میں نے حضور رحمتِ عالم صلى الله تعالى عليه وسلم کو خواب میں حطيم كعبه معظمہ میں دیکھا عرض کی یا رسول الله میرے ماں باپ حضور پر قربان ہمیں حضور سے حدیث پہنچی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی حدیث ایسی سُنے جس میں کسی ثواب کا ذکر ہو وہ اُس حدیث پر بامید ثواب عمل کرے اللہ عزوجل اسے وہ ثواب عطا فرمائے گا اگرچہ حدیث باطل ہو۔ حضور اقدس
--	--

1 مسند امام احمد بن حنبل مرویات ابی ہریرہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۶۷/۲

2 سنن ابن ماجہ باب تعظیم حدیث رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الخ مطبوعہ مجتہبائی لاہور ص ۴

3 کنز العمال بحوالہ عن الاكمال من رواية الحديث، حدیث ۲۹۲۱۰ مطبوعہ موسسة الرساله بیروت ۲۲۹/۱۰

<p>انأقلتہ¹ - صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اس شہر کے سب کی بے شک یہ حدیث مجھ سے ہے اور میں نے فرمائی ہے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔</p>	
---	--

ابو یعلیٰ اور طبرانی معجم اوسط میں سیدنا ابی حمزہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

<p>من بلغه عن الله تعالى فضيلة فلم يصدق بهالم یتلہا² - جسے اللہ تعالیٰ سے کسی فضیلت کی خبر پہنچے وہ اسے نہ مانے اُس فضل سے محروم رہے۔</p>	
--	--

ابو عمر ابن عبدالبر نے حدیث مذکور روایت کر کے فرمایا:

<p>اهل الحديث بجماعتهم يتساهلون في الفضائل فیردونہا عن کل وانما یتشددون فی احادیث الاحکام³ - تمام علمائے محدثین احادیث فضائل میں نرمی فرماتے ہیں انہیں ہر شخص سے روایت کر لیتے ہیں، ہاں احادیث احکام میں سختی کرتے ہیں۔</p>	
--	--

ان احادیث سے صاف ظاہر ہوا کہ جسے اس قسم کی خبر پہنچی کہ جو ایسا کرے گا یہ فائدہ پائے گا اسے چاہتے نیک نیتی سے اس پر عمل کر لے اور تحقیق صحت حدیث و نظافت سند کے پیچھے نہ پڑے وہ ان شاء اللہ اپنے حسن نیت سے اس نفع کو پہنچ ہی جائیگا قول یعنی جب تک اُس حدیث کا بطلان ظاہر نہ ہو کہ بعد ثبوت بطلان رجاء و امید کے کوئی معنی نہیں۔

<p>فقول الحديث وان لم يكن مابلغه حقا ونحوه انما یعنی بہ فی نفس الامر لا بعد العلم به وهذا واضح جدا فتثبت ولا تنزل - تو حدیث کے یہ الفاظ "اگرچہ جو حدیث اسے پہنچی وہ حق نہ ہو" یا اس کی مثل دوسرے الفاظ "اس سے مراد نفس الامر ہے نہ کہ بعد از حصول علم"۔ اور یہ بہت ہی واضح ہے اسے یاد رکھو۔ (ت)</p>	
---	--

اور وجہ اس عطائے فضل کی نہایت ظاہر کہ حضرت حق عزوجل اپنے بندہ کے ساتھ اُس کے گمان پر معاملہ فرماتا ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل و علا سے روایت فرماتے ہیں کہ مولیٰ سبحانہ، و تعالیٰ فرماتا ہے کہ انا عند ظن عبدی⁴ (میں اپنے بندہ کے ساتھ وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے) (رواہ البخاری و مسلم و الترمذی و النسائی و ابن ماجة عن ابی ہریرة و الحاکم بمعناہ عن انس بن مالک (اسے بخاری، مسلم، ترمذی،

1 فوائد للحنی

2 مسند ابو یعلیٰ انس بن مالک حدیث ۳۲۳۰ مطبوعہ دار القیام للثقافة الاسلامیہ جدہ سعودی عرب ۳۸۷/۳

3 کتاب العلم لابن عبدالبر

4 الصحیح للمسلم کتاب التوبہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/۳۵۴



نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اور حاکم نے حضرت انس بن مالک سے معنًا سے روایت کیا۔ (ت) دوسری حدیث میں یہ ارشاد زائد ہے: "فليظن بي ما شاء"¹ (اب جیسا چاہے مجھ پر گمان کرے) آخر جہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم عن واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح (اسے طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے حضرت واثلہ بن اسقع سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ ت)

تیسری حدیث میں یوں زیادت ہے: "ان ظن خیر اقله وان ظن شر افله"² (اگر بھلا گمان کرے گا تو اس کے لئے بھلائی ہے اور بُرا گمان کرے گا تو اس کے لئے بُرائی) رواہ الامام احمد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن علی الصحیح ونحوہ الطبرانی فی الاوسط وانونعیم فی الحلیۃ عن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام احمد نے سند حسن سے صحیح قول پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اس کی مثل طبرانی نے اوسط اور ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) جب اُس نے اپنی صدق نیت سے اس پر عمل کیا اور رب عزوجلہ سے اُس نفع کی امید رکھی تو مولیٰ تبارک وتعالیٰ اکرم الاکریمین ہے اُس کی اُمید ضائع نہ کرے گا اگرچہ حدیث واقع میں کیسی ہی ہو۔ واللہ الحمد فی الاولی والآخرۃ۔

افادہ نوردہم³: (عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف مقبول ہے) وبالله التوفیق، عقل اگر سلیم ہو تو ان نصوص و نقول کے علاوہ وہ خود بھی گواہ کافی ہے کہ ایسی جگہ ضعیف حدیث معتبر اور اس کا ضعف معتبر کہ سند میں کتنے ہی نقصان ہوں آخر بطران پر یقین تو نہیں فان الکذب قد یصدق (بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے) تو کیا معلوم کہ اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو۔ مقدمہ امام ابو عمر تقی الدین شہر زوری میں ہے:

<p>اذ قالوا فی حدیث انه غیر صحیح فلیس ذلك قطعاً بانہ کذب فی نفس الامر اذ قد یکون صدقاً فی نفس الامر وانما المراد به انه لم یصح اسنادہ علی الشرط المذکور³۔</p>	<p>محدثین جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو یہ اس کے فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا اس لئے کہ حدیث غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے اس سے تو اتنی مراد ہوتی ہے کہ اُس کی سند اس شرط پر نہیں جو محدثین نے صحت کے لئے مقرر کی۔</p>
--	--

تقریب و تدریب میں ہے:

<p>اذ قیل حدیث ضعیف، فبعناہ لم یصح</p>	<p>کسی حدیث کو ضعیف کہا جائے تو معنی یہ ہیں کہ اس کی</p>
--	--

1 المستدرک علی الصحیحین للحاکم کتاب التوبۃ والاناہ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲۴۰/۴

2 مسند الامام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرۃ مطبوعہ بیروت ۳۹۱/۲

3 مقدمہ ابن الصلاح النوع الاول فی معرفۃ الصحیح مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۸

اسناد شرط مذکور پر نہیں نہ یہ کہ واقع میں جھوٹ ہے ممکن ہے کہ جھوٹے نے سچ بولا ہوا ہوا ملخصاً	اسنادہ علی الشرط المذكور لانه كذب في نفس الامر لجواز صدق الكاذب ¹ اھ ملخصاً۔
--	---

(صحیح و تضعیف صرف بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن کہ ضعیف صحیح ہو و بالعکس) محقق حیث اطلاق عہ افتح میں فرماتے ہیں:

ان وصف الحسن والصحيح والضعيف انما هو باعتبار السند ظناً امانی الواقع فيجوز غلط الصحيح وصحة الضعيف ² ۔	ان وصف الحسن والصحيح والضعيف انما هو باعتبار السند ظناً امانی الواقع فيجوز غلط الصحيح وصحة الضعيف ² ۔
--	--

اُسی عہ میں ہے:

ليس معنى الضعيف الباطل في نفس الامر بل لالم يثبت بالشروط المعتبرة عند اهل الحديث مع تجويز كونه صحيحاً في نفس الامر فيجوز ان يقتنر قرينة تحقق ذلك، وان الراوى الضعيف اجاد في هذا المتن المعين فيحكم به ³ ۔	ضعیف کے یہ معنی نہیں کہ وہ واقع میں باطل ہے بل کہ یہ کہ جو شرطیں اہل حدیث نے اعتبار کیں ان پر نہ آئی اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں صحیح ہو، تو ممکن کہ کوئی ایسا قرینہ ملے جو ثابت کر دے کہ وہ صحیح ہے اور راوی ضعیف نے یہ حدیث خاص اچھے طور پر ادا کی ہے اُس وقت باوصف ضعف راوی اس کی صحت کا حکم کر دیا جائے گا۔
--	--

موضوعات کبیر میں ہے:

المحققون على ان الصحة والحسن والضعف انما هي من حيث الظاهر فقط مع احتمال	محققین فرماتے ہیں صحت و حسن و ضعف سب بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن ہے کہ صحیح موضوع ہو اور
---	--

عہ ۱: مسألة التنفل قبل المغرب ۱۲ منہ (م)

عہ ۱: مسألة السجود على كور العمامة ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

¹ تدریب الراوی شرح تقریب النوادی النوع الاول الصحیح مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۷۵ تا ۷۶

² فتح القدر باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱/ ۳۸۹

³ فتح القدر باب صفة الصلاة مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱/ ۲۶۶

اور موضوع صحیح، جیسا کہ شیخ ابن حجرؒ نے افادہ فرمایا ہے۔	کون الصحیح موضوعاً و عکسہ کذا افادہ الشیخ ابن حجر ^۱ المکی۔
--	---

اقول: (احادیث اولیائے کرام کے متعلق نفیس فائدہ) یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنہیں محدثین کرام اپنے طور پر ضعیف و نامعتبر ٹھہرا چکے علمائے قلب، عرفائے رب، ائمہ عارفین، سادات مکاشفین قدسنا اللہ تعالیٰ باسرار ہم الجلیدہ و نور قلوبنا بانوار ہم الجلیدہ انہیں مقبول و معتمد بناتے اور بصیغہ جزم و قطع حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت فرماتے اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث تازہ لاتے جنہیں علما اپنے زر و دفاتر میں کہیں نہ پاتے، اُن کے یہ علوم الہیہ بہت ظاہر بینوں کو نفع دینا درکنار اُلٹے باعث طعن و وقیعت و جرح و اہانت ہو جاتے، حالانکہ العظمت للہ و عباد اللہ ان طاعنین سے بدرجہا تقی اللہ و اعلم باللہ و اشد توفیقانی القول عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (حالانکہ وہ ان طعن کرنے والوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے خوف رکھنے والے، اللہ تعالیٰ کے بارے میں زیادہ علم رکھنے والے، سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کی نسبت کرنے میں بہت احتیاط کرنے والے تھے۔ ت)۔

اور ہر ایک گروہ اپنے موجود پر خوش ہے اور تیرا رب ہدایت یافتہ کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔ (ت)	كُلٌّ جَذِبَ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ^۲ وَهُوَ أَعْلَمُ بِأَهْتَدِيْنَ ^۳
---	---

میزان ع مبارک میں حدیث:

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (ت)	اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم ^۴ ۔
---	---

کی نسبت فرماتے ہیں:

اس حدیث میں اگرچہ محدثین کو گفتگو ہے	هذا الحدیث وان کان فیہ مقال عند المحدثین
--------------------------------------	--

عہ فی فصل فان ادعی احد من العلماء فوق هذه المیزان ۱۲ منہ (م)

1 موضوعات کبیر لماما علی قاری زیر حدیث من بلغ عن اللہ شیء الخ مطبوعہ مجتہبائی دہلی ص ۶۸

2 القرآن ۲۳/۵۳ و ۳۲/۳۲

3 القرآن ۲۸/۲۸ و ۱۶/۱۶ و ۱۲۵/۱۱۷

4 المیزان الکبریٰ فصل فان ادعی احد من العلماء الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۰

فہو صحیح عند اہل الکشف¹۔

مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔

کشف عن الغمر عن جمیع الامہ میں ارشاد فرمایا:

<p>حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو مجھ پر درود بھیجے اس کا دل نفاق سے ایسا پاک ہو جائے جیسے کپڑا پانی سے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو کہے "صلی اللہ علی محمد" اس نے سترہ دروازے رحمت کے اپنے اوپر کھول لیے، اللہ عزوجل اُس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ اُس نے بغض نہ رکھے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق ہوگا۔ ہمارے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ حدیث اور اس سے پہلی ہم نے بعض اولیاء سے روایت کی ہیں انہوں نے سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام، انہوں نے حضور پُر نور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام سے یہ دونوں حدیثیں ہمارے نزدیک اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں اگرچہ محدثین اپنی اصطلاح کی بنا پر انہیں ثابت نہ کہیں۔</p>	<p>کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من صلی علی طہر قلبہ من النفاق، کما یطہر الثوب بالماء، وکان صلی اللہ تعالیٰ یقول من قال صلی اللہ علی محمد فقد فتح علی نفسه سبعین باباً من الرحمة، والقی اللہ مجلته فی قلوب الناس فلا یبغضہ الا من فی قلبہ نفاق، قال شیخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ هذا الحدیث والذی قبلہ رویناھما عن بعض العارفین عن الخضر علیہ الصلوٰۃ والسلام عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وهما عندنا صحیحان فی اعلیٰ درجات الصحة وان لم یثبتھما المحدثون علی مقتضی اصطلاحهم</p> <p style="text-align: right;">2-</p>
--	---

نیز میزان عہ² شریف میں اپنے شیخ سیدی علی خواص قدس سرہ العزیز سے نقل فرماتے ہیں:

<p>جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ محدثین نے سند صحیح متصل سے روایت کیا اس کی سند حضرت الہی عزوجل تک پہنچتی ہے یونہی جو کچھ علم حقیقت سے صحیح کشف والوں نے نقل فرمایا</p>	<p>کما یقال عن جمیع مارواہ المحدثون بالسند الصحیح المتصل ینتہی سندہ الی حضرت الحق جل وعلا فکذلک یقال فیہا</p>
---	---

عہ ۱: آخر الجلد الاول باب جامع فضائل الذکر آخر فصل الامر بالصلاة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

عہ ۲: فصل فی بیان استحالة خروج شیعی من اقوال المجتہدین عن الشریعة ۱۲ منہ

1 المیزان الکبریٰ فصل فان ادلی احد من العلماء الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/ ۳۰

2 کشف الغمر عن جمیع الایۃ فصل فی الامر بالصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۱/ ۳۴۵

نقله اهل الكشف الصحيح من علم الحقيقة¹ - اُس کے حق میں یہی کہا جائے گا۔

بالجملہ اولیاء کے لئے سوا اس سند ظاہری کے دوسرا طریقہ ارفع و علی ہے ولہذا حضرت سیدی ابویزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقدس سرہ السامی اپنے زمانہ کے منکرین سے فرماتے:

قد اخذتم علمکم میتاً عن میت واخذنا علمنا عن الحی الذی لایموت²۔ نقلہ سیدی الامام الشعرائی فی کتابہ المبارک الفاخر البیواقیت والجواهر آخر المبحث السابع والاربعین۔

تم نے اپنا علم سلسلہ اموات سے حاصل کیا ہے اور ہم نے اپنا علم حی لایموت سے لیا ہے۔ اسے سیدی امام شعرائی نے اپنی مبارک اور عظیم کتاب البیواقیت والجواهر کی سینتالیس بحث کے آخر میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

حضرت سیدی امام المکاشفین محی الملئہ والدین شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ احادیث کی تصحیح فرمائی کہ طور علم پر ضعیف مانی گئی تھیں،

كما ذكره في باب الثالث والسبعين من الفتوحات المكية الشريفة الالهية الملكية ونقله في البيواقیت هنا³۔

جیسا کہ انہوں نے فتوحات المکیة الشریفة الالہیة الملکیة کے تیرھویں باب میں ذکر کیا اور البیواقیت میں اس مقام پر اسے نقل کیا ہے۔ (ت)

اسی طرح خاتم حفاظ الحدیث امام جلیل جلال الملئہ والدین سیوطی قدس سرہ العزیز پچھتر⁴ بار بیداری میں جمال جہاں آرائے حضور پُر نور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہرہ ور ہوئے بالمشافہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تحقیقات حدیث کی دولت پائی بہت احادیث کی کہ طریقہ محدثین پر ضعیف ٹھہر چکی تھیں تصحیح فرمائی جس کا بیان⁴ عارف ربانی امام العلامة عبدالوہاب شعرائی قدس سرہ النورانی کی میزان عہ الشریعة الکبریٰ میں ہے من شاء فلیتشر فبمطالعة (جو اس کی تفصیل چاہتا ہے میزان کا مطالعہ کرے۔ ت) یہ نفیس و جلیل فائدہ کہ

عہ: فی الفصل المذكور قبل ما مر بنحوه صفحة ۱۲ منه رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مر)

1 المیزان الکبریٰ فصل فی استحالہ خروج شیئی من اقوال المجتہدین الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/ ۳۵

2 البیواقیت والجواهر باب الثالث والسابع والاربعین مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۲/ ۹۱

3 البیواقیت والجواهر باب الثالث والسابع والاربعین مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۲/ ۸۸

4 المیزان الکبریٰ فصل فی استحالہ خروج شیئی الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/ ۳۴

بمناسبت مقام بھرم اللہ تعالیٰ نفع رسانی برادران دین کے لئے حوالہ قلم ہو الوجود دل پر نقش کر لینا چاہے کہ اس کے جاننے والے کم ہیں اور اس لغزش گاہ میں پھسلنے والے بہت قدم ے

خلیلی قطع الغیانی الی الحی

کثیر و ارباب الوصول قلائل

(اے میرے دوست! چراگاہوں میں ڈاکہ ڈالنے والے کثیر اور منزل کو پانے والے کم ہیں۔ ت)

بات دُور پہنچی، کہنا یہ تھا کہ سند پر کیسے ہی طعن و جرح ہوں اُن کے سبب بطلان حدیث پر جزم نہیں ہو سکتا ممکن کہ واقع میں حق ہو اور جب صدق کا احتمال باقی تو عاقل جہان نفع بے ضرر کی اُمید پاتا ہے اُس فعل کو بجالاتا ہے دین و دنیا کے کام اُمید پر چلتے ہیں پھر سند میں نقصان دیکھ کر ایک دست اس سے دست کش ہونا کس عقل کا مقتضی ہے کیا معلوم اگر وہ بات سچی تھی تو خود فضیلت سے محروم رہے اور جھوٹی ہو تو فعل میں اپنا کیا نقصان فافہم و تثبت ولا تلکن من المتعصبین (اسے اچھی طرح سمجھ لے اس پر قائم راہ اور تعصب کرنے والوں سے نہ ہو۔ ت) انصاف کیجئے مثلاً کسی کو نقصان حرارت عزیز و وضعف ارواح کی شکایت شدید ہو زید اس سے بیان کرے کہ فلاں حکیم حاذق نے اس مرض کے لئے سونے کے ورق سونے کے کھرل میں سونے کی موصلی سے عرق بید مشک یا ہتھیلی پر انگلی سے شہد میں سلق بلیغ کر کے پینا تجویز فرمایا ہے تو عقلی سلیم کا اقتضا نہیں کہ جب تک اُس حکیم تک سند صحیح متصل کی خوب تحقیقات نہ کر لے اس کا استعمال طباً حرام جانے، بس اتنا دیکھنا کافی ہے کہ اصولِ طبیبہ میں میرے لئے اس میں کچھ مضرت تو نہیں ورنہ وہ مریض کہ نسخہ ہائے قرابادین کی سندیں دُھو ڈھٹا اور حال رواۃ تحقیق کرتا پھرے گا قریب ہے کہ بے عقلی کے سبب اُن ادویہ کے فوائد و منافع سے محروم رہے گا نہ عراق تنقیح سے تریاقِ نصح ہاتھ آئے گا نہ یہ مار گزیدہ دوا پایگا، یعنی یہی حال ان فضائل اعمال کا ہے جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی کہ اُن میں ایسا نفع ذکر کیا گیا اور شرع مطہر نے ان افعال سے منع نہ کیا، تو اب ہمیں تحقیق محدثانہ کیا ضرور ہے اگر حدیث فی نفسہ صحیح ہے فیہا ورنہ ہم نے اپنی نیک نیت کا اچھا پھل پایا، هَلْ تَرَبُّوْنَ بِئَاآلَا اِحْدَى الْحُسَيْنَيْنِ^۱ (تم ہم پر کس چیز کا انتظار کرتے ہو مگر دو ۲ خوبیوں میں سے ایک کا۔ ت) افادہ بستم^{۲۰}: (حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محل احتیاط ہو) مقاصد شرع کا عارف اور کلماتِ علما کا واقف جب قبول ضعیف فی الفضائل کے دلائل مزکورہ عبارات سابقہ فتح المبین امام ابن حجر مکی و انموذج العلوم محقق دوانی و قوت القلوب امام مکی رحمہم اللہ تعالیٰ و نیز تقریر فقیر مذکور افادہ سابقہ پر نظر صحیح کرے گا

ان انوار متجلیہ کے پر تو سے بطور حدس بے تکلف اُس کے آئینہ دل میں مرتسم ہوگا کہ کچھ فضائل اعمال ہی میں انحصار نہیں بلکہ عموماً جہاں اُس پر عمل میں رنگ احتیاط و نفع بے ضرر کی ضرورت نظر آئے گی بلاشبہ قبول کی جائے گی جانب فعل میں اگر اس کا ورود استحباب کی راہ بتائے گا جانب ترک میں تنزیع و تورع کی طرف بلائے گا کہ آخر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا: کیف وقد قیل¹۔ (کیونکہ نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا) رواہ البخاری عن عقبہ بن الحارث النوفلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام بخاری نے عقبہ بن حارث نوفلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اقول: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس میں شبہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور ایسے کی طرف آ جس میں کوئی دغدغہ نہیں۔" اسے امام احمد، ابوداؤد طیالسی، دارمی، ترمذی، نے روایت کیا اور اسے حسن صحیح کہا۔ نسائی، ابن حبان اور حاکم ان دونوں نے اسے صحیح کہا۔ ابن قانع نے اپنی معجم میں امام ابن امام سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سند قوی کے ساتھ روایت کیا۔ ابو نعیم نے حلیہ اور خطیب نے تاریخ میں بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کیا۔ (ت)

اقول: وقال صلی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دع ما یربک الی ما یریبک²۔ رواہ الامام احمد و ابوداؤد الطیالسی والدارمی والترمذی وقال "حسن صحیح" والنسائی وابن حبان والحاکم "وصحاحہ" وابن قانع فی معجمہ عن الامام ابن الامام سیدنا الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند قوی و ابو نعیم فی الحلیة والخطیب فی التاریخ بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورث ظن نہ ہو مورث شبہ سے تو کم نہیں تو محل احتیاط میں اس کا قبول عین مراد شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق ہے، احادیث اس باب میں بکثرت ہیں، از انجملہ حدیث اجل واعظم کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

جو شبہات سے بچے اُس نے اپنے دین و آبرو کی حفاظت کر لی اور جو شبہات میں پڑے حرام میں پڑ جائے گا جیسے

من اتقی الشبہات فقد استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبہات وقع في الحرام كالراعي

¹ صحیح البخاری کتاب العلم باب الرحلیۃ فی المسانئ النازئ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱/۱۹

² مسند احمد بن حنبل مسند البیت رضوان اللہ علیہم اجمعین مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۱/۲۰۰

<p>رنے کے گرد چرانے والا نزدیک ہے کہ رنے کے اندر چرائے، سُن لو ہر پادشاہ کا ایک رننا ہوتا ہے، سُن لو اللہ عزوجل کا رننا وہ چیزیں ہیں جو اس نے حرام فرمائیں۔ اسے بخاری و مسلم دونوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)</p>	<p>حول الحی یوشک ان ترتع فیہ الاوان لکل ملک حی الاوان حی اللہ محاورمہ^۱۔ رواہ الشیخان عن النعمان بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔</p>
--	--

امام ابن حجرؒ کی نے فتح البین میں ان دونوں حدیثوں کی نسبت فرمایا:

<p>یعنی حاصل مطلب ان دونوں حدیثوں کا یہ ہے کہ شبہہ کی بات میں پڑنا خلافِ اولیٰ ہے جس کا مرجع کراہت تنزیہ۔</p>	<p>رجوعہما الی شیعی واحد وهو النهی التنزیہی عن الوقوع فی الشہبات^۲۔</p>
---	---

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

<p>اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر ہے اور اگر سچا ہو تو تمہیں پہنچ جائے گی کچھ نہ کچھ وہ مصیبت جس کا وہ تمہیں وعدہک دیتا ہے۔</p>	<p>إِنَّ يَكُ صَادِقًا يُصِيبُكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُّكُمْ^۳</p>
--	---

بمذ اللہ تعالیٰ یہ معنی ہیں ارشاد امام ابوطالب مکی قدس سرہ کے قوت القلوب عہ شریف میں فرمایا:

<p>ضعیف حدیثیں جو مخالف کتاب و سنت نہ ہوں اُن کا رد کرنا ہمیں لازم نہیں بلکہ قرآن و حدیث اُن کے قبول پر دلالت فرماتے ہیں۔</p>	<p>ان الاخبار الضعاف غیر مخالفة الكتاب والسنة لا يلزمنا ردھا بل فیہا ما یدل علیہا^۴۔</p>
---	--

لاجرم علمائے کرام نے تصریحیں فرمائیں کہ دربارہ احکام بھی ضعیف حدیث مقبول ہوگی جبکہ جانب احتیاط
عہ: فی فصل الحادی والثلاثین ۱۲ منہ (م) اکتیسویں فصل میں اس کا بیان ہے۔ (ت)

1 صحیح البخاری باب فصل من استبر الدینہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۳، مسلم شریف باب اخذ الحلال وترک الشہبات مطبوعہ قدیمی کتب خانہ

کراچی ۲۸/۲

2 فتح البین شرح ابن رجب

3 القرآن ۲۸/۴۰

4 قوت القلوب باب تفضیل الاخبار الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/۱۷۷

میں ہو، امام نووی نے اذکار میں بعد عبادت مذکور پھر شمس سخاوی نے فتح المغیث پھر شہاب خفاجی نے نسیم الریاض عہ میں فرمایا:

<p>یعنی محدثین وفقہا وغیر ہم علما فرماتے ہیں کہ حلال و حرام بیع نکاح طلاق وغیرہ احکام کے بارہ میں صرف حدیث صحیح یا حسن ہی پر عمل کیا جائیگا مگر یہ کہ ان مواقع میں کسی احتیاطی بات میں ہو جیسے کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں حدیث ضعیف آئے تو مستحب ہے کہ اس سے بچیں ہاں واجب نہیں۔</p>	<p>اما الاحکام کالاحلال والحرام والبیع والنکاح والاطلاق وغیر ذلك فلا یعمل فیہا الا بالحدیث الصحیح او الحسن الا ان یکون فی احتیاط فی شیئی من ذلك کما اذا ورد حدیث ضعیف بکراهة بعض البیوع او الا نکحة فان المستحب ان یتنزه عنه ولكن لا یجب¹۔</p>
--	---

امام جلیل جلال سیوطی تدریب میں فرماتے ہیں:

<p>حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائیگا جبکہ اُس میں احتیاط ہو۔</p>	<p>و یعمل بالضعیف ایضاً فی الاحکام اذا کان فیہ احتیاط²۔</p>
--	--

علامہ حلبی غنیہ عہ^۲ میں فرماتے ہیں:

<p>یعنی اصل یہ ہے کہ اذان کہتے ہی فوراً اقامت کہہ دینا مطلقاً سب نمازوں میں مکروہ ہے اس لئے کہ ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اذان ٹھہر ٹھہر کر کہا کر اور تکبیر جلد جلد اور دونوں میں اتنا فاصلہ رکھ کر کھانیوالا کھانے سے (مغرب کے علاوہ میں) اور پینے والا پینے اور ضرورت والا قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے، یہ حدیث</p>	<p>الاصل ان الوصل بین الاذان والاقامة یکرہ فی کل الصلوة لما روی الترمذی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لبلا ل اذا انت فترسل واذا اقبلت فاحدروا جعل بین اذانک واقامتک قدر ما یفرغ الاکل من اکلہ فی غیر عہ^۳ المغرب والشارب من شربہ</p>
--	---

عہ ۱: فی شرح خطبۃ حیث اسند الامام المصنّف حدیث من سئل عن علم فکتّمہ الحدیث ۱۲ منہ

عہ ۲: فی فصل سنن الصلاة ۱۲ منہ

عہ ۳: قوله فی غیر المغرب هكذا هو فی نسختی الغنیة و لیس عند الترمذی بل هو مدرج فیہ نعم هو تأویل من العلماء كما قال فی الغنیة بعد ما نقلنا قالوا قوله قدر ما یفرغ الاکل من اکلہ فی غیر المغرب ومن شربہ فی المغرب ۱۲ منہ

¹ نسیم الریاض شرح الشفاء تتمہ وفائدہ مہمہ فی شرح الخطیبة مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۲۲

² تدریب الراوی شرح تقریب النواوی النوع الثانی والعشرون المقلوب مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت ۱/ ۲۹۹

والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجته وهو وان كان ضعيفا لكن يجوز العمل به في مثل هذا الحكم ¹ ۔	اگرچہ ضعیف ^۱ ہے مگر ایسے حکم میں اس پر عمل روا ہے۔
--	---

نفسہ (بدھ کے دن بدن سے خون لینے کے باب میں) ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن پچھنے لگانے سے ممانعت آئی ہے کہ:

من احتجم يوم الاربعاء ويوم السبت فاصابه برص فلا يلو من الانفسه ² ۔	جو بدھ یا ہفتہ کے روز پچھنے لگائے پھر اُس کے بدن پر سپید داغ ہو جائے تو اپنے ہی آپ کو ملامت کرے۔
---	--

امام سیوطی ^۱ مآلی^۲ و تعقبات^۳ میں مسند الفردوس دہلی سے نقل فرماتے ہیں:

سبع ابی یقول سبع اباعمر و محمد بن جعفر بن مطر النیسابوری قال قلت یوما ان هذا الحدیث لیس بصحیح فافتصدت یوم الاربعاء فاصابنی البرص فرأیت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم فشکوت الیه حالی فقال ایاک والاستهانة بحدیثی فقلت تبت یا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ	ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو فصد کی ضرورت تھی بدھ کا دن تھا خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں فصد لے لی فوراً برص ہو گئی، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے حضور سے فریاد کی، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایاک والاستهانة بحدیثی ^۳ (خبردار میری حدیث کو ہلکانہ سمجھنا) انہوں نے توبہ کی،
--	---

عہ ۱: امام ترمذی نے فرمایا: هو اسناد مجهول (یہ سند مجہول ہے) ۱۲ منہ (م)

عہ ۲: او آخر کتاب المرض والطب ۱۲ منہ (م) کتاب المرض والطب کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ ۳: باب الجنائز ۱۲ منہ (م) باب الجنائز میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

¹ غنیۃ المستملی فصل سنن الصلاة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۷-۷۶-۷۵

² اکامل لابن عدی من ابتدئ اسمه عین عبد اللہ ابن زیاد مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ شیخوپورہ ۱۳۴۶/۳

³ المآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ کتاب المرض والطب مطبوعہ ادبیہ مصر ۲۱۸/۳

وسلم فانتہبت وقد عافاني الله تعالى وذهب ذلك
عني¹۔

آنکھ لٹھی تو اچھے تھے۔

جلیلہ (ہفتہ کے دن خون لینے کے بارے میں) امام ابن عساکر روایت فرماتے ہیں ابو معین حسین بن حسن طبری نے پچھنے لگانے چاہے، ہفتہ کا دن تھا غلام سے کہا حجام کو بلا، جب وہ چلا حدیث یاد آئی پھر کچھ سوچ کر کہا حدیث میں تو ضعف ہے، غرض لگائے، برص ہو گئی، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فریاد کی، فرمایا: ایاک والاستہانۃ بحدیثی (دیکھ میری حدیث کا معاملہ آسان نہ جانتا) انہوں نے منّت مافی اللہ تعالیٰ اس مرض سے نجات دے تو اب کبھی حدیث کے معاملہ میں سہل انگاری نہ کروں گا صحیح ہو یا ضعیف، اللہ عزوجل نے شفا بخشی²۔ تالی عہ میں ہے: اخرج ابن عساکر فی تاریخہ من طریق ابی علی مهران بن ہارون الحافظ الہازی قال سمعت ابامعین الحسین بن الحسن الطبری یقول اردت الحجامة یوم السبت فقلت للغلام ادع لی الحجام فلما ولی الغلام ذكرت خبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من احتجم یوم السبت ویوم الاربعاء فاصابه وضح فلایلو من الانفسه قال فدعوت الغلام ثم تفكرت فقلت هذا حدیث فی اسنادہ بعض الضعف فقلت للغلام ادع الحجام لی فدعاہ، فاحتجت فاصابا بنی البرص، فرأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم فشکوت الیہ حالی فقال ایاک والاستہانۃ بحدیثی فنذرت للہ نذرا لئن اذهب اللہ ما بی من البرص لم اتہاون فی خبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیحاً کان اوسقیباً فاذہب اللہ عنی ذلك البرص³۔ (نوٹ: اس عربی عبارت کا ترجمہ لفظ 'جلیلہ' سے شروع ہو کر عربی عبارت سے پہلے ختم ہو جاتا ہے) مفیدہ (بُدھ کے دن ناخن تراشنے کے امر میں) یوں ہی ایک حدیث ضعیف میں بُدھ کے دن ناخن کتروانے کو آیا کہ مورث برص ہوتا ہے، بعض علما نے کتروائے، کسی نے بربنائے حدیث منع کیا، فرمایا حدیث

عہ: تلومامر ۱۲ منہ (م) تالی میں اس عبارت کے قریب جو پہلے گزر چکی ہے۔ (ت)

¹ التالی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ کتاب المرض والطب مطبوعہ ادبیہ مصر ۱۳/ ۲۱۹

² التالی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ کتاب المرض والطب مطبوعہ ادبیہ مصر ۱۳/ ۲۱۹

³ التالی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ کتاب المرض والطب مطبوعہ ادبیہ مصر ۱۳/ ۲۱۹

صحیح نہیں فوراً مبتلا ہو گئے، خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پُر نور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، شافی کافی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی، حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نفی فرمائی ہے؟ عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ ارشاد ہوا: تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور مبرئ الاکملہ والا برص صحتی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس کو پناہ دو جہان ود شگیر بیکساں ہے، ان کے بدن پر لگا دیا، فوراً اچھے ہو گئے اور اُسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سُن کر مخالفت نہ کرونگا۔ (اھ)

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نسیم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: "قص الاظفار وتقلیبها سنة رورد النهی عنه فی یوم الاربعاء وانه یورث البرص، وحکی عن بعض العلماء انه فعله فنهی عنه فقال لم یثبت هذا فلحقه البرص من ساعته فرأی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی منامه فشکی الیه فقال له الم تسمع نهی عنہ. فقال لم یصح عندی. فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکفیک انه سمع. ثم مسح بدنه بیده الشریفة. فذهب ما به فتأب عن مخالفة ما سمع" ¹ (نوٹ: اس عربی عبارت کا ترجمہ 'مفیدہ' ص ۴۹۹ سے شروع ہو کر عربی عبارت سے ختم ہو جاتا ہے) یہ بعض علماء امام علامہ ابن الحاج مکی مالکی قدس اللہ سرہ العزیز تھے علامہ طحطاوی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں:

ورد فی بعض الآثار النهی عن قص الاظفار یوم الاربعاء فانه یورث وعن ابن الحاج صاحب المدخل انه هم بقص اظفاره یوم الاربعاء. فتذکر ذلك. فتروک، ثم رای ان قص الاظفار سنة حاضرة. و لم یصح عنده النهی فقصرها. فلحقه ای اصابه البرص. فرأی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم فقال الم تسمع نهی عن ذلك. فقال "یا رسول اللہ لم یصح عندی ذلك" فقال	بعض آثار میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن کتروانے والے کو برص کی بیماری عارض ہو جاتی ہے اور صاحب مدخل ابن الحاج کے بارے میں ہے کہ انہوں نے بدھ کے روز ناخن کاٹنے کا ارادہ کیا، انہیں یہ نہیں والی بات یاد دلائی گئی تو انہوں نے اسے ترک کر دیا پھر خیال میں آیا کہ ناخن کتروانا سنت ثابتہ ہے اور اس سے نہی کی روایت میرے نزدیک صحیح نہیں۔ لہذا انہوں نے ناخن کاٹ لیے تو انہیں برص عارض ہو گیا تو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی
---	--

1 نسیم الریاض شرح الشفا فصل واما نظافہ جسمه مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۴۴

يكفيك ان تسمع. ثم مسح صلى الله تعالى عليه وسلم على بدنه فزال البرص جميعاً. قال ابن الحجاج رحمه الله تعالى فجددت مع الله توبة اني لا اخالف ما سمعت عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ابداً¹۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نے نہیں سنا کہ میں نے اس سے منع فرمایا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ حدیث میرے نزدیک صحیح نہ تھی، تو آپ نے فرمایا کہ تیرا سُن لینا ہی کافی ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے جسم پر اپنا دستِ اقدس پھیرا تو تمام برص زائل ہو گیا۔ ابن الحجاج کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس بات سے توبہ کی کہ آئندہ جو حدیث بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنوں گا اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔ (ت)

سُبْحَانَ اللَّهِ! جب محل احتیاط میں احادیث ضعیفہ خود احکام میں مقبول و معمول، تو فضائل تو فضائل ہیں، اور ان فوائدِ نفیسہ جلیلہ مفیدہ سے بجز اللہ تعالیٰ عقل سلیم کے نزدیک وہ مطلب بھی روشن ہو گیا کہ ضعیف حدیث اُس کی غلطی واقعی کو مستلزم نہیں۔ دیکھو یہ حدیثیں بلحاظ سند کیسی ضعیف تھیں اور واقع میں اُن کی وہ شان کہ مخالفت کرتے ہیں فوراً تصدیقین ظاہر ہوئیں، کاش منکر ان فضائل کو بھی اللہ عزوجل تعظیم حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توفیق بخشے اور اُسے ہلکا سمجھنے سے نجات دے، آمین!

افادہ بست^۱ ویکم: (حدیث ضعیف پر عمل کے لئے خاص اُس باب میں کسی صحیح حدیث کا آنا ہرگز ضرور نہیں) بذریعہ حدیث ضعیف کسی فعل کے لئے محلِ فضائل میں استحباب یا موضع احتیاط میں حکم تنزیہ ثابت کرنے کے لئے زہار زہار اصلاً اس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعل معین کے باب میں کوئی حدیث صحیح بھی وارد ہوئی ہو، بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعیف ہی کا درود ان احکام استحباب و تنزیہ کے لئے ذریعہ کافی ہے، افادات سابقہ کو جس نے ذرا بھی بگوش ہوش استماع کیا ہے اُس پر یہ امر شمس و امس کی طرح واضح و روشن۔ مگر از انجا کہ مقام مقام افادہ ہے ایضاً حق کے لئے چند تنبیہات کا ذکر مستحسن۔

اولاً کلماتِ علمائے کرام میں بالانکہ طبقہ قطبیتہ اُس جوش و کثرت سے آئے، اس تقیید بعید کا کہیں نشان نہیں تو خواہی نخواستہ مطلق کو از پیش خویش مقید کر لینا کیونکر قابل قبول۔

ثانیاً بلکہ ارشاداتِ علماء صراحۃً اُس کے خلاف، مثلاً عبارت اذکار وغیرہا خصوصاً عبارت امام ابن الہمام جو نص تصریح ہے کہ ثبوت استحباب کو ضعیف حدیث کافی۔

اقول: بلکہ خصوصاً اذکار کا وہ فقرہ کہ اگر کسی میبج یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف آئے تو اس سے بچنا مستحب ہے واجب نہیں۔ اس استحباب و انکار و جوب کا منشا وہی ہے کہ اُس سے نبی میں حدیث صحیح نہ آئی کہ وجوب ہوتا، تنہا ضعیف نے صرف استحباب ثابت کیا اور سب اعلیٰ و اجل کلام امام ابوطالب مکی ہے اس

¹ حاشیہ الطحاوی علی الدر المنثور فصل فی البیع مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۲۰۲/۳

میں تو بالقداس تقیید جدید کا رد صریح فرمایا ہے کہ "وان لم یشہد الہ" (اگرچہ کتاب و سنت اس خاص امر کے شاہد نہ ہوں) ہائے علمائے فقہ و حدیث کا عملدرآمد قدیم و حدیث اس قید کے بطلان پر شاہد عدل، جا بجا انہوں نے احادیث ضعیفہ سے ایسے امور میں استدلال فرمایا ہے جن میں حدیث صحیح اصلاً مروی نہیں۔

اقول مثلاً: (۱) نماز نصف شعبان کی نسبت علی قاری۔

(۲) صلاۃ التسخیر کی نسبت بر تقدیر تسلیم ضعف و جہالت امام زرکشی و امام سیوطی کے اقوال افادہ دوم میں گزرے۔

(۳) نماز میں امامت اتقی کی نسبت امام محقق علی الاطلاق کا ارشاد افادہ شانزدہم میں گزرا وہاں اس تقیید کے برعکس حدیث ضعیف پر عمل کو فقدانِ صحت سے مشروط فرمایا ہے:

<p>حاکم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ذکر کیا ہے کہ اگر تم یہ پسند کرتے کہ تمہاری نمازیں قبول ہو جائیں تو تم اپنے میں سے بہتر شخص کو امام بناؤ۔ اگر یہ روایت صحیح ہے ورنہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں اور فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے۔ (ت)</p>	<p>قال روى الحاكم عنه عليه الصلاة والسلام ان سرکم ان تقبل صلاتکم فليؤمکم خيارکم فان صح والا فالضعيف غير الموضوع يععمل به في فضائل الاعمال¹۔</p>
---	--

(۴) نیز امام ممدوح نے تجہیز و تکفین قریبی کافر کے بارہ میں احادیث ذکر کیں کہ جب ابوطالب مرے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حکم فرمایا کہ انہیں سلا کر دفن کرائیں پھر خود غسل کر لیں بعدہ غسل میت سے غسل کی حدیثیں نقل کیں، پھر فرمایا:

<p>ان دونوں باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں مگر حدیث علی کے طرق کثیر میں اور استحباب حدیث ضعیف غیر موضوع سے ثابت ہو جاتا ہے۔</p>	<p>ليس في هذا ولا في شيء من طرق علي حديث صحيح، لكن طرق حديث علي كثيرة والاستحباب يثبت بالضعيف غير الموضوع²۔</p>
--	--

غسل کے بعد استحباب مندیل کی نسبت علامہ ابراہیم حلبی۔

(۶) تائید اباحت کی نسبت امام ابن امیر الحانج۔

¹ فتح القدر باب الامامة مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱/۳۰۳

² فتح القدر فصل فی الصلاة علی الميت مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۲/۹۵

(۷) استحباب مسح گردن کی نسبت مولانا علیؑ۔

(۸) استحباب تلقین کی نسبت امام ابن الصلاح و امام نووی و امام سیوطی کے ارشادات افادہ ہند ہم۔

(۹) کراہت وصل بین الاذان والا قامت کی نسبت علامہ حلبی کلام۔

(۱۰) بدھ کو ناخن تراشنے کی نسبت خود نسیم الریاض و طحاوی کے اقوال افادہ بستم میں زیور گوش سامعین ہوئے۔

یہ دس تو یہیں موجود ہیں اور خوفِ اطالت نہ ہو تو سو سو سو ایک ادنیٰ نظر میں جمع ہو سکتے ہیں، مگر ایضاً واضح میں اطناب تاکے۔

رباعاً، اقوال نصوص و احادیث مذکورہ افادات ہند ہم و بستم کو دیکھتے کہیں بھی اس قید بے معنی کی مسامتت فرماتے ہیں؟ حاشا بلکہ باعلیٰ ندا اُس کی لغویات بتاتے ہیں کما لا یخفی علیٰ اولیٰ النہی (جیسا کہ صاحبِ عقل لوگوں پر مخفی نہیں۔ ت)

خامساً، اقوال: وباللہ التوفیق اس شرط زائد کا اضافہ اسل مسآلہ اجماعیہ کو محض لغو و مہمل کردے گا کہ اب حاصل یہ ٹھہرے گا کہ احکام میں تو مقتضائے حدیث ضعیف پر کاربندی اصلاً جائز نہیں اگرچہ وہاں حدیث صحیح موجود ہو اور ان کے غیر میں بحالت موجود صحیح صحیح ورنہ قبیح۔

اولاً اس تقدیر پر عمل بمقتضی الضعیف من حیث ہو مقتضی الضعیف ہو گا یا من حیث ہو مقتضی الصحیح، ثانی قطعاً احکام میں بھی حاصل اور تفرقہ زائل، کیا احکام میں درود ضعیف صحاح ثابتہ کو بھی رد کر دیتا ہے؟ هذا لا یقول بہ جاہل (اس کا قول کوئی جاہل بھی نہیں کر سکتا۔ ت) اور اول خود شرط سے رجوع یا قول بالمتناہین ہو کر مدفوع کہ جب صحیح عمل درود صحیح ہے تو اس سے قطع نظر ہو کر صحت کیونکر!

ثانیاً اگر صحیح نہ آتی ضعیف بیکار تھی آتی تو وہی کفایت کرتی بہر حال اس کا وجود عدم یکساں پھر معلوم نہ ہونا کہاں! ثالثاً بعبارة اخرى اظہر و اجلی (ایک دوسری عبارت کے ساتھ زیادہ ظاہر و واضح ہے۔ ت) حدیث پر عمل کے یہ معنی کہ یہ حکم اس سے ماخوذ اور اُس کی طرف مضاف ہو کہ اگر نہ اُس سے لیجئے نہ اُس کی طرف اسناد کیجئے تو اس پر عمل کیا ہوا، اور شک نہیں کہ خود صحیح کے ہوتے ضعیف سے اخذ اور اس کی طرف اضافت چہ معنی، مثلاً کوئی کہے چراغ کی روشنی میں کام کی اجازت تو ہے مگر اس شرط پر کہ نور آفتاب بھی موجود ہو۔ سبحان اللہ جب مہر نیمروز خود جلوہ افروز تو چراغ کی کیا حاجت اور اس کی طرف کب اضافت! اسے چراغ کی روشنی میں کام کرتا کہیں گے یا نور شمس میں! ع

آفتاب اندر جہاں آنگہ کہ میجوید سہا

(جب جہاں میں آفتاب ہو تو سہا (ستارہ) ڈھونڈنے سے کیا فائدہ!)

لاجرم معنی مسئلہ یہی ہیں کہ حدیث ضعیف احکام میں کام نہیں دیتی اور دوبارہ فضائل کافی ووافی۔

(تحقیق المقام وازاحة الاوہم)

ثم اقول: تحقيق المقام وتنقيح البرام بحيث يكشف الغمَام ويصرف الاوہام، ان المسألة تدور بين العلماء بعبارتين العمل والقبول اما العمل بحديث، فلا يعني به الا امتثال ما فيه تعويلا عليه والجرى على مقتضاة نظر اليه ولا بد من هذا القيد الاترى ان لو توافق حديثان صحيح وموضوع على فعل ففعل للامر به في الصحيح، لا يكون هذا عملا على الموضوع، واما القبول فهو وان احتمل معنى الرواية من دون بيان الضعف، فيكون الحاصل ان الضعيف يجوز روايته في الفضائل مع السكوت عما فيه دون الاحكام لكن هذا المعنى على تقدير صحة انما يرجع الى معنى العمل كيف ولا منشاء لايجاب اظهار الضعف في الاحكام الا التحذير عن العمل به حيث لا يسوغ فلولم يسغ في غيرها ايضا لكان ساوفا في الايجاب فدار الامر في كلتا العبارتين الى تجويز المشى على مقتضى الضعاف في مادون الاحكام فاتضح ما استدللنا به خامسا وانكشف الظلام هذا هو التحقيق بيدان ههنا رجلي من اهل العلم زلت اقدام اقلامهما فحملا العمل والقبول على ما ليس بمراد ولا حقيقا بقبول۔

(تحقیق مقام وازالہ اوہم)

ثم اقول: اب ہم تحقیق مقام اور وضاحت مقصد کیلئے ایسی گفتگو کرتے ہیں جس سے پردے ہٹ جائیں اور شکوک و شبہات ختم ہو جائیں گے اور وہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں علماء دو طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں عمل اور قبول، عمل بالحدیث سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث پر اعتماد کرتے ہوئے اور اس کے مقتضی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس میں مذکور حکم کو بجالایا جائے، اس قید کا اضافہ ضروری ہے اس لئے کہ آپ ملاحظہ کرتے ہیں کہ کسی فعل کے متعلق حدیث صحیح اور حدیث موضوع دونوں اگر موافق ہوں اور فعل کو بجالانے والا حدیث صحیح کو پیش نظر رکھتے ہوئے عمل کرے تو اب موضوع ہر عمل نہ ہوگا قبول بالحدیث پر ہے کہ اگرچہ ضعف بیان کنے بغیر روایت کے معنی کا احتمال ہو تو اس کا حاصل یہ ہوگا کہ ضعیف میں جو کمزوری ہے اس پر سکوت کرتے ہوئے فضائل میں اس کی روایت کرنا جائز ہے لیکن احکام میں نہیں، اگر قبول بالحدیث کا یہی معنی صحیح ہو تو یہ معنی عمل بالحدیث ہی کی طرف لوٹ جاتا ہے، کیسے؟ وہ ایسے کہ احکام کے بارے میں مروی روایات کے ضعف کو بیان کرنا اس لئے واجب و ضروری ہے کہ اس پر عمل سے روکا جائے کہ احکام میں ہر چیز جائز نہیں پھر اگر غیر احکام میں بھی یہ چیز جائز نہ ہو تو ایجاب میں فضائل و احکام دونوں برابر ہو جائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ دونوں عبارتوں میں اس امر پر دلیل کے غیر احکام میں ضعیف حدیثوں پر عمل کرنا جائز ہے

اب ہمارا پانچواں استدلال واضح ہو گیا اور تاریکی کھل گئی اور تحقیق یہی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں دو اہل علم ایسے ہیں جن کے قلم کے قدم پھسل گئے، انہوں نے عمل بالحدیث اور قبول بالحدیث کو ایسے معنی پر محمول کیا ہے جو مراد اور قابل قبول نہیں۔ (ت) ان میں سے ایک علامہ خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں انہوں نے محقق دوانی کے رد کا ارادہ کیا اور انہیں ان کے کلام کے ظاہر سے وہم ہو گیا کہ اس کا محل وہ ہے جب حدیث ضعیف ان امور کے ثواب کے بارے میں وارد ہو جن کا استحباب ثابت ہو اور اس میں ثواب کی رغبت ہو یا بعض صحابہ کے فضائل یا اذکار منقولہ کے بارے میں ہو کہا: حکام و اعمال کی تخصیص کی ضرورت ہی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا کیونکہ اعمال اور فضائل اعمال میں فرق ظاہر ہے اھ

اقول: کاش فاضل مدقق محقق دوانی کی مخالفت نہ کرتے تو ان کے کلام کا معنی درست ہوتا کیونکہ ثبوت بعض اوقات عینی ہوتا ہے اور بعض اوقات کسی عمومی اصل کے تحت ہوتا ہے اگرچہ اباحت کی اصل پر ہو کیونکہ مباح نیت سے مستحب ہو جاتا ہے اور ہم قبول ضعیف کو اس کے ساتھ مشروط ہونے کا انکار نہیں کرتے یہ کیسے ممکن ہے؟ اگر یہ بات نہ ہو تو اس میں ضعیف کو صحیح پر ترجیح لازم آتی اور وہ بالاتفاق باطل ہے، اگر فاضل مدقق بھی یہی مراد لیتے تو درست تھا اور اپنے قول "او الاذکار الماثورة" کے تکرار سے محفوظ ہو جاتے، لیکن فاضل رحمۃ اللہ علیہ محقق کی مخالفت کے درپے تھے

احدهما العلامة الفاضل الخفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ حیث حاول الرد علی المحقق الدوانی واوہم بظاہر کلامہ ان محلہ ما اذاروی حدیث ضعیف فی ثواب بعض الامور الثابت استجابہا والترغیب فیہ او فی فضائل بعض الصحابة او الاذکار الماثورة قال ولا حاجة الی لتخصیص الاحکام والاعمال کما توہم للفرق الظاہر بین الاعمال وفضائل الاعمال¹ اھ

اقول: لولا ان الفاضل المدقق خالف المحقق لکان کلامہ معنی صحیح، فان الثبوت اعم من الثبوت عینا او باندرج تحت اصل عام ولو اصالۃ الاباحۃ فان المباح یصیر بالنیۃ مستحباً ونحن لانکران قبول الضعاف مشروط بذلک کیف ولولاه لکان فیہ ترجیح الضعیف علی الصحیح وهو باطل وفاقاً فلواراد الفاضل هذا المعنی لاصاب ولسلم من التکرار فی قوله او الاذکار الماثورة لکنہ رحمہ اللہ تعالیٰ بصدد مخالفة المحقق المرحوم وقد کان المحقق انما عول علی هذا المعنی

1 نسیم الریاض تتمیۃ و فاعده ہممۃ فی الخطبۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۱/ ۴۳

اور محقق نے اسی معنی صحیح پر اعتماد کیا تھا چنانچہ کہا کہ مباحات نیت سے عبادت قرار پاتے ہیں تو اس کا کیا حال ہوگا جس کے استحباب میں حدیث ضعیف کی وجہ سے شبہ ہو؟ حاصل یہ ہے کہ جواز خارج سے معلوم ہوتا ہے اور استحباب بھی ایسے قواعد شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے جو امر دین میں احتیاطاً استحباب پر دال ہیں، پس احکام میں سے کوئی بھی حکم حدیث ضعیف سے ثابت نہ ہوگا بلکہ حدیث استحباب کا شبہ پیدا کر دے گی لہذا احتیاطاً اسی پر عمل کرنا ہوگا اور احتیاطاً استحباب پر عمل قواعد شرع سے معلوم ہوا ہے اہ ملخصاً ان کی عدم پسندیدگی سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے ثبوت سے مراد صرف عینی لیا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ انہوں نے اس پر استدلال اعمال اور فضائل اعمال کے فرق سے کیا ہے اگر انہوں نے یہی مراد لیا ہے تو یہ دلائل کا انبار ہے جس کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا اور بعض کا ذکر آپ تک پہنچ گیا۔ (ت)

الصحيح حيث قال المباحات تصير بالنية عبادة فكيف ما فيه شبهة الاستحباب لاجل الحديث الضعيف والحاصل ان الجواز معلوم من خارج والاستحباب ايضاً معلوم من القواعد الشرعية الدالة على استحباب الاحتياط في امر الدين فلم يثبت شيى من الاحكام بالحديث الضعيف بل اوقع الحديث شبهة الاستحباب فصار الاحتياط ان يعمل به فاستحباب الاحتياط معلوم من قواعد الشرع¹ اہ ملخصاً فالظاهر من عدم ارتضائه انه يريد الثبوت عيناً بخصوصه و يؤيده تشبته بالفرق بين الاعمال وفضائلها فان ارادة فهذه جنود براهين لا قبل لاحد بها وقد اتاك بعضها۔

اسے یہ بات بھی رد کرتی ہے کہ علماء کی عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب ایک شے نہیں، ابن صلاح کے الفاظ یہ ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب کے معاملات اور وہ چیزیں جن کا تعلق احکام و عقائد سے نہیں ہے یہ ماقیل کی وضاحت ہے اقوال: (میں کہتا ہوں) بلکہ اس سے مراد وہ فضائل اعمال میں جن کی شہادت علماء کا کلام دیتا ہے جو کہ ستر ہوں "افادہ میں گزر امثالاً غنیہ، قاری اور سیوطی وغیرہ کے اقوال اور یہ بات ہر اس شخص پر مخفی نہیں جس میں ادنیٰ شاعور ہو ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

عہ: ويكدره ايضاً على ما قيل مغايرة العلماء بين فضائل الاعمال والترغيب على ما هو الظاهر من كلامهم فلفظ ابن الصلاح فضائل الاعمال وسائر فنون الترغيب والترهيب وسائر ما لاتعلق له بالاحكام والعقائد هذا توضيح ماقيل. اقول بل المراد بفضائل الاعمال الاعمال التي هي فضائل تشهد بذلك كلمات العلماء البارّة في الافادة السابعة عشر كقول الغنية والقارى والسيوطى وغيرهم كما لا ينهى على من له اولى مسكّة ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

¹ انموذج العلوم للردواني



علاوہ ازیں میں کہتا ہوں انتہائے گفتگو کے بعد اب عمل کا معنی عمل منصوص پر اجر مخصوص کی امید دلانا ہے یعنی شئی مستحب جس کا استحباب واضح ہے پر عمل کرنا اور اس میں مخصوص ثواب کی امید کرنا جائز ہوگا اس لئے کہ اس بارے میں حدیث ضعیف موجود ہے اب ہم اس امید کے بارے میں تم سے پوچھتے ہیں کیا یہ اسی رجاء کی مثل ہے جو حدیث صحیح کی وجہ سے ہوتی ہے اگر وہ وارد ہو یا اس سے کم درجہ کی ہے پہلی صورت باطل ہے کیونکہ صحت حدیث کسی ایسی روایت پر جابر نہیں ہو سکتی جو کسی مخصوص ثواب کے بیان کے لئے وارد ہو اور دوسری صورت میں اس قدر رجاء کے لئے حدیث ضعیف ہی کافی ہے تو اب کسی مخصوص فعل کے لئے حدیث صحیح کے وارد ہونے کی ضرورت نہ رہی، ہاں یہ بات ضروری ہے کہ وہ فعل ایسے اعمال میں سے ہو کہ شریعت نے اس پر ثواب کی امید دلائی ہو اور یہ حاصل ہے اصل مطلوب کے تحت اندراج کا یا مباح بقصد مندوب کا تو اب واضح ہو گیا کہ دلیل محقق دوانی کے ساتھ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

ان میں سے دوسرے دوانی سے پہلے کے کچھ لوگ ہیں جنہوں نے یہ گمان کیا کہ امام نووی نے اربعین اور اذکار میں جو گفتگو کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت کے بارے میں حدیث صحیح یا حسن ثابت ہو تو اس کے بارے میں حدیث ضعیف کا روایت کرنا جائز ہے، محقق دوانی نے انموذج العلوم میں اسے نقل کرنے کے بعد لکھا مخفی نہ رہے کہ اس زعم کا امام نووی کے کلام کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں چہ جائیکہ یہ انکی مراد ہو کیونکہ اکثر طور پر جواز عمل واستحباب عمل اور محض نقل حدیث

علی انی اقول اذن یرجع معنی العمل بعد الاستقصاء التام الی ترجیحی اجر مخصوص علی عمل منصوص ای یجوز العمل بشئی مستحب معلوم الاستحباب مترجیا فیہ بعض خصوص الثواب لورود حدیث ضعیف فی الباب، فالآن نسألکم عن هذا الرجاء اهو کمثله بحدیث صحیح ان وردام دونه، الاول باطل فان صحة الحدیث بفعل لا یجبر ضعف ماورد فی الثواب المخصوص علیہ وعلی الثانی هذا القدر من الرجاء یکنفی فیہ الحدیث الضعیف فای حاجة الی ورود صحیح بخصوص الفعل نعم لابد ان یکون مما یجیز الشرع رجاء الثواب علیہ وهذا حاصل بالاندراج تحت اصل مطلوب او مباح مع قصد مندوب فقد استبان ان الوجه مع المحقق الدوانی واللہ تعالیٰ اعلم۔ ثانیہما: بعض من تقدم الدوانی زعم ان مراد النووی ای بامر من کلامہ فی الاربعین والاذکار انه اذا ثبت حدیث صحیح او حسن فی فضیلة عمل من الاعمال تجوز رواية الحدیث الضعیف فی هذا الباب قال المحقق بعد نقله فی الانموذج لا یخفی ان هذا لا یرتبط بکلام النووی فضلا عن انیکون مراده ذلك، فکم بین جواز العمل واستحبابہ و بین مجرد نقل الحدیث فرق، علی انه لو لم یثبت الحدیث الصحیح و

الحسن في فضيلة عمل من الاعمال يجوز نقل الحديث الضعيف فيها، لاسيما مع التنبيه على ضعفه، ومثل ذلك في كتب الحديث وغيره شائع يشهد به من تتبع ادنى تتبع¹ اه

اقول: لاری احدا من ينتهي الى العلم ينتهي في الغباوة الى حد يحيل رواية الضعاف مطلقاً حتى مع بيان الضعف فان فيه خرقاً لاجماع المسلمين وتأثيراً بين لجميع المحدثين وانما المراد الرواية مع السكوت عن بيان الوهن فقول المحقق لاسيما مع التنبيه على ضعفه، ليس في محله والآن نعود الى تزييف مقالته فنقول اولاً هذا الذي ابدى ان سلم وسلم لم يتمش الا في لفظ القبول كما اشرنا اليه سابقاً فمجرد رواية حديث لو كان عملاً به لزم ان يكون من روى حديثاً في الصلاة فقد صلى او في الصوم فقد صام وهكذا مع ان الواقع في كلام الامام في كلا الكتابين انما هو لفظ العمل وهذا ما اشار اليه الدواني بقوله ان هذا لا يرتبط الخ

کے درمیان بڑا فرق ہوتا ہے، علاوہ ازیں اگر کسی عمل کی فضیلت میں حدیث صحیح یا حسن ثابت نہ بھی ہو تب بھی اس میں حدیث ضعیف کا روایت کرنا جائز ہے، خصوصاً اس تنبیہ کے ساتھ نقل کرنا کہ یہ ضعیف ہے اور اس کی مثالیں کتب حدیث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اور اس بات پر ہر وہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا تھوڑا سا مطالعہ بھی کیا ہے (ت)

اقول: میں ایسے کسی اہل علم کو نہیں جانتا جو غباوت کے اس درجہ پر پہنچ چکا ہو کہ حدیث ضعیف کا ضعف بیان کرنے کے باوجود اس کی روایت کو مطلقاً محال تصور کرتا ہو کیونکہ اس میں اجماع مسلمین کی مخالفت ہے اور واضح طور پر تمام محدثین کو گناہ کا مرتکب قرار دینا ہے، لہذا مراد یہ ہے کہ ضعف بیان کے بغیر روایت حدیث ہو تو درست ہے لہذا محقق دوانی کا قول "لاسيما مع التنبيه على ضعفه" بجا نہیں۔ اب ہم اس کے قول کی کمزوری کے بیان کی طرف لوٹتے ہیں: اولاً اگر یہ بیان کردہ قول اگر صحیح ہو اور اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر قبول حدیث ہی اس سے مراد ہوگا جیسا کہ ہم پیچھے اشارہ کر آئے ہیں کیونکہ اگر محض روایت کا نام ہی عمل ہو تو لازم آئے گا کہ وہ شخص جس نے نماز کے بارے میں حدیث روایت کی اس نے نماز بھی ادا کی، یا اس طرح روزے کے بارے میں روایت کر نیوالے روزہ بھی رکھا ہو، باوجود اس کے امام نووی کی دونوں کتب میں لفظ عمل ہے اور اسی کی طرف محقق دوانی نے اشارہ کرتے ہوئے کہا ان هذا لا يرتبط الخ۔

1 انموذج العلوم للردواني

ثانیاً میں کہتا ہوں کہ ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ قبول کا مرجع جوازِ عمل ہے تو اب اس کے ابطال کے لئے "خامساً" سے ہماری مذکورہ دلیل مع مذکورہ گفتگو کے کافی ہے۔

ثالثاً حاصل فرق یہ ہوگا کہ احکام کے بارے میں حدیث ضعیف کی روایت جائز نہیں اگرچہ اس خصوصی مسئلہ کے بارے میں حدیث صحیح موجود ہو مگر صرف اس صورت میں جائز ہے جب اس کا ضعف بیان کر دیا جائے مگر احکام کے علاوہ فضائل میں اگر اس خصوصی مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح پائی جائے تو ضعیف کی روایت جائز ہے اگر حدیث صحیح نہ ہو تو جائز نہیں مگر بیان ضعف کے ساتھ جائز ہے اب ان ہزار ہا کتب کا کیا بنے گا جن میں ایسی احادیث ضعیف مروی ہیں جو سیر، واقعات، وعظ، ترغیب و ترہیب، فضائل اور باقی حدیثیں جن کا تعلق عقیدہ اور احکام سے نہیں اس کے ساتھ ساتھ خاص اس مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح بھی موجود نہ ہو اور ضعیف حدیث کا ضعف بھی بیان نہ کیا گیا ہو یہ وہ ہے جس کی طرف دوانی نے "علاوۃ" کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔ **اقول: ان مسانید کی وسعت کو چھوڑئے جو صحابی سے روایات بیان کرتی ہیں اور معاجیم جو شیخ سے محفوظ شدہ احادیث کی حفاظت کرتی ہیں بلکہ جوامع جو اس باب میں وارد شدہ احادیث میں اعلیٰ قسم کی روایات جمع کرتی ہیں اگرچہ سند صحیح نہ ہو مثلاً حدیث کے عظیم پہاڑ امام بخاری اپنی صحیح میں کہتے ہیں ہمیں علی بن عبداللہ بن جعفر نے حدیث بیان کی، ہمیں معن بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی، ہمیں ابن عباس بن سہل نے اپنے باپ سے اپنے دادا سے حدیث بیان کی، فرمایا**

وثانیاً: اقول قد بینا ان القبول انما مرجعه الی جواز العمل وحينئذ يكفي في ابطاله دليلنا المذكور خامساً مع ما تقدم۔

وثالثاً: اذن يكون حاصل التفرقة ان الاحكام لايجوز فيها رواية الضعاف اصلاً ولو وجد في خصوص الباب حدیث صحیح اللهم الا مقرونة ببيان الضعف اماماً دونها كالفضائل فتجوز اذا صح حدیث فيه بخصوصه والا لا الا ببيان وح ماذا يصنع بالوف مؤلفة من احادیث مضعفة رویت في السیر والقصاص والمواظ والتزغيب والفضائل والترهيب وسائر ما لا تعلق له بالعقد والحكم مع فقدان الصحيح في خصوص الباب وعدم الاقتران ببيان الوهن وهذا ما اشار اليه الدواني بالعلاوة۔

اقول: دع عنك توسع المسانيد التي تسند كل ماجاء عن صحابي، والمعاجيم التي توعى كل ماوعى عن شيخ بل والجوامع التي تجمع امثل ما في الباب وردة ان لم يكن صحيح السند هذا الجبل الشامخ البخاري يقول في صحيحه حدثنا علي بن عبداللہ بن جعفر ثنا معن بن عیسیٰ ثنا ابي بن عباس بن سہل عن ابيه عن جدہ

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہمارے ہمارے باغ میں ایک گھوڑا تھا جس کا نام لحيث تھا اھ۔ امام ذہبی نے تہذیب التہذیب میں لکھا کہ اُبی بن عباس بن سہلی بن سعد الساعدي مدنی نے اپنے والد گرامی اور ابر بکر بن حزم سے روایت کیا اور ان سے معن القرظار، ابن ابی فديك، زيد بن الحباب اور ایک جماعت نے روایت کیا، دولابی کہتے ہیں کہ یہ قوی نہیں۔ میں کہتا ہوں اسے ابن معین نے ضعیف کہا اور امام احمد کے نزدیک یہ منکر الحدیث ہے اور میزان میں ہے نسائی کا قول دولابی کی طرح ہی ہے اور دونوں کتب میں اس کے بارے میں کسی کی توثیق منقول نہیں، دارقطنی نے اسی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا۔ لاجرم حافظ نے کہا ہے کہ اس میں ضعیف ہے اور کہا کہ

قال كان للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم في حائطنا فرس يقال له اللحيث¹ اھ فی تہذیب التہذیب للذہبی "خ.ت.ق" ابی بن عباس² بن سهل بن سعد الساعدي المدنی عن ابيه و ابی بکر بن حزم وعنه معن القزاز وابن ابی فديك وزيد بن الحباب وجاعة³۔ قال الدولابی ليس بالقوی قلت وضعفه ابن معین وقال احمد منكر الحدیث⁴ اھ وكقول الدولابی قال النسائی كما فی المیزان ولم ينقل فی الكتابین توثيقه عن احدوبه ضعف الدارقطنی هذا الحدیث لاجرم ان قال الحافظ فيه ضعف عه قال ماله فی البخاری غیر حدیث واحد⁵ اھ قلت فانما الظن بابی عبد الله انه انما تساهل لان الحدیث

میں کہتا ہوں اس کا بھائی عبدالمہین ہے اور وہ اضعف الضعاف ہے اسے نسائی اور دارقطنی نے ضعیف کہا، بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا یعنی اس سے روایت کرنا جائز نہیں جیسا کہ گزر الاجرم ذہبی نے اسے اس کے بھائی ابی کے بارے میں کہا کہ وہ نہایت ہی کمزور ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ قلت واما اخوه المہین فضعف و اضعف ضعفه النسائی والدارقطنی وقال البخاری منكر الحدیث ای فلاتحل الروایة عنه كما مر لاجرم ان قال الذہبی فی اخیه ابی انه واه ۱۲ منه رضی الله تعالیٰ عنه۔ (م)

1 صحیح البخاری باب اسم الفرس والحمار مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱/۳۰۰

2 "خ" سے بخاری، "ت" سے ترمذی اور "ق" سے قزوینی مراد ہے۔

3 خلاصہ تہذیب التہذیب ترجمہ نمبر ۳۲۷ من اسمہ ابی مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ۱۱/۶۲

4 میزان الاعتدال فی نقد الرجال ترجمہ نمبر ۲۷۳ من اسمہ ابی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۱/۷۸

نوٹ: تہذیب التہذیب نہ ملنے کی وجہ سے اس کے خلاصے اور میزان الاعتدال دو کتابوں سے یہ نقل کیا ہے۔

5 تقریب التہذیب ذکر من اسمہ ابی مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۱۷

لیس من باب الاحکام واللہ تعالیٰ اعلم۔

ورابغاً اقول: قد شاع وذاع ایراد الضعاف فی المتابعات والشواهد فالقول بمنعه فی الاحکام مطلقاً وان وجد الصحيح باطل صریح وح یرتفع الفرق ینهدم اساس المسئلة المجمع علیها بین علماء المغرب والشرق. لا اقول عن هذا وذاك بل عن هذین الجبلین الشامخین صحیحی الشیخین فقد تنزلا کثیرا عن شرطهما فی غیر الاصول قال الامام النووی فی مقدمة شرحه لصحیح مسلم عاب عائبون مسلماً رحمہ اللہ تعالیٰ بروایتہ فی صحیحہ عن جماعة من الضعفاء والمتوسطین الواقعیین فی الطبقة الثانیة الذین لیسوا من شرط الصحیح ولا عیب علیہ فی ذلك بل جوابہ من اوجه ذکرها الشیخ الامام ابو عمر وبن الصلاح (الی ان قال) الثانی انیکون ذلك واقعا فی المتابعات والشواهد لانی الاصول وذلك بان یذکر الحدیث اولاً باسناد نظیف رجالہ ثقات ویجعلہ اصلاً ثم اتبعہ باسناد اخری واسانید فیہا بعض الضعفاء علی وجه التأكيد بالمتابعة اولزیادة فیہ تنبه علی فائدة فیما قدمہ و قد اعتذر الحاکم ابو عبد اللہ بالمتابعة و الاستشهاد فی اخر اجه من جماعة لیسو من شرط

بخاری میں اس ایک حدیث کے علاوہ اس کی کوئی حدیث نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابو عبد اللہ کے بارے میں گمان ہے کہ انہوں نے تساہل سے کام لیا، کیونکہ اس حدیث کا تعلق احکام سے نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

رابغاً میں کہتا ہوں کہ متابع اور شواہد میں احادیث ضعیفہ کا ایراد شائع اور مشہور ہے لہذا حدیث صحیح کی موجودگی میں احکام کے بارے میں حدیث ضعیفہ کے مطلقاً روایت کرنے کو منع کرنا صریحاً باطل ہے، اور اس صورت میں فرق مرتفع ہو جاتا ہے اور اس مسئلہ کی اساس جس پر علماء مشرق و مغرب کا اتفاق ہے گر کر ختم ہو جاتی ہے یہ میں اس یا اس (یعنی عام آدمی) کی بات نہیں کرتا بلکہ علم حدیث کے دولند اور مضبوط پہاڑ بخاری و مسلم کی صحیحین کہ وہ اصول کے علاوہ میں اپنے شرائط سے بہت زیادہ منزل میں آگئیں، امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں فرمایا کہ عیب لگانے والوں نے مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر یہ طعن کیا کہ انہوں نے اپنی کتاب میں بہت سے ضعیف اور متوسط راویوں سے روایت لی ہے جو دوسرے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور صحیح کی شرط پر نہیں، حالانکہ اس معاملہ میں ان پر کوئی طعن نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا کئی طریقوں سے جواب دیا گیا ہے جنہیں امام ابو عمرو بن صلاح نے ذکر کیا (یہاں تک کہ کہا) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات ان روایات میں ہے جنہیں بطور متابع اور شاہد ذکر کیا گیا ہے اصول میں ایسا نہیں کیا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک ایسی حدیث ذکر کی جس کی سند درست ہو اور تمام راوی ثقہ ہوں اور اس حدیث کو اصل قرار دے کر اس کے

بعد بطور تابع ایک اور سند یا متعدد اسناد ایسی ذکر کی جائیں جن میں بعض راوی ضعیف ہوں تاکہ متابعت کے ساتھ تاکید ہو یا کسی اور مذکور فائدے پر تشبیہ کا اضافہ مقصود ہو، امام حاکم ابو عبد اللہ نے عذر پیش کرتے ہوئے یہی کہا ہے کہ جن میں صحیح کی شرط نہیں ان کو بطور تابع اور شاہد روایت کیا گیا ہے، اور ان روایت کرنے والوں میں یہ محدثین ہیں مطر الوراق، بقیۃ بن الولید، محمد بن اسحاق بن یسار، عبد اللہ بن عمر العمری اور نعمان بن راشد، امام مسلم نے ان سے شواہد کے طور پر متعدد روایات تخریج کی ہیں انتہی۔ امام بدر الدین عینی نے مقدمہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں تحریر کیا ہے کہ توابع اور شواہد میں بعض ضعیف کی روایات بھی آئی ہیں اور صحیح میں ایک جماعت محدثین نے توابع اور شواہد کے طور پر

ایسی روایات ذکر کی ہیں اھ (ت)

خامسا: ضعیف اور متوسط راوی کی روایت کی بات صرف غیر اصول و شواہد متابعت سے مختص کرنے کی مجھے کیا ضرورت، جبکہ کمزور غیر صحیح روایات کا یہ ایک ذخیرہ ہے جو اصول و احکام میں مروی ہے اگر علماء ہی ان کو ذکر نہ کریں تو کون ذکر کریگا اور بہت کم ہیں جنہوں نے یہاں اس بات کا التزام کیا۔ رہا معاملہ راویوں کا تو ان کے ہاں روایت کے ساتھ بیان کا طریقہ معروف نہیں، البتہ کسی خاص ضرورت کے تقاضے کے پیش نظر بیان بھی کر دیا جاتا ہے اور ان میں سلفاً و خلفاً یہ معمول ہے کہ ضعیف اور مجہول راویوں سے روایت بیان کرتے ہیں اور اس بات کو ان میں طعن و گناہ شمار نہیں کیا جاتا دیکھئے سلیمان بن عبد الرحمن و مشقی جو کہ حافظ ہیں اور امام بخاری کے استاذ ہیں اور صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں ان کے بارے میں

الصحيح منهم مطر الوراق وبقية بن الوليد
ومحمد بن اسحاق بن يساور وعبدالله بن عمر
العمرى والنعمان بن راشد اخرج مسلم عنهم
في الشواهد في اشباه لهم كثيرين انتهى¹ - وقال
الامام البدر محمود العيني في مقدمة عمدة
القارى شرح صحيح البخارى يدخل في
المتابعة والاستشهاد رواية بعض الضعفاء وفي
الصحيح جماعة منهم ذكروا في المتابعات
والشواهد² اھ

وخامسا قول: مالى اخص الكلام بغير الاصول
هذه قناطر مقنطرة من السقام مروية في
الاصول والاحكام ان لم ترها العلماء فمن جاء
بها وكم منهم التزموا بيان ما هنا. اما الرواة
فلم يعهد منهم الرواية المقرونة بالبيان
اللهم الانادر الداع خاص، وقد اكثروا قديما
وحديثا من الرواية عن الضعفاء والجاهيل
ولم يعد ذلك قدحا فيهم ولا ارتكاب مآثم وهذا
سليمن بن عبد الرحمن الدمشقى الحافظ شيخ
البخارى ومن رجال صحيحه قال فيه الامام
ابوحاتم صدوق الا انه من

¹ المقدمة للامام النووي من شرح صحيح مسلم فصل عاب عابون مسلماً رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

² المقدمة للعینی صحیح بخاری الثامن فی الفرق بین الاعتبار والمتابعة الخ مطبوعہ بیروت ۱/ ۸

امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ صدوق ہے اگرچہ ان لوگوں میں سے ہے جو ضعیف اور مجہول راویوں سے بہت زیادہ روایت کرنے والے ہیں۔ اگر میں ان ثقہ محدثین کے نام شمار کروں جنہوں نے مجروح راویوں سے روایت کی ہے تو یہ داستان طویل ہو اور ان میں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جس نے یہ التزام کیا ہو کہ وہ اسی سے روایت کرے گا جو اس کے نزدیک ثقہ ہو مگر بہت کم محدثین مثلاً شعبہ، امام مالک اور احمد نے مسند میں اور کوئی اِکَادًا جس کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی، پھر ان کے ہاں بھی یہ معاملہ ان کے اپنے شیوخ تک ہی ہے اس سے اوپر نہیں ورنہ ان کی سند سے کوئی ضعیف حدیث مروی نہ ہوتی اور محدثین کے ہاں ان میں سے کسی کا سند میں آجانا صحت حدیث کے لئے کافی ہوتا ہے جبکہ صحت کے ساتھ سند ان تک پہنچی ہو حالانکہ یہ بات کسی ایک کے لئے بھی ثابت نہیں، یہ امام احمد اپنے بیٹے عبد اللہ کو فرماتے ہیں: اگر میں اس بات کا ارادہ کرتا کہ میں ان ہی احادیث کی روایت پر اکتفا کروں گا جو میرے ہاں صحیح ہیں تو پھر اس مسند میں بہت کم احادیث روایت کرتا، مگر اے میرے بیٹے! تو روایت حدیث میں میرے طریقے سے آگاہ ہے کہ میں حدیث ضعیف کی مخالفت نہیں کرتا مگر جب اس باب میں مجھے کوئی ایسی شئی مل جائے جو اسے

اروی الناس عن الضعفاء والمجهولين¹ اھ
ولوسردت اسماء الثقات الرواة عن المجروحين
لكثر وطال فليس منهم من التزم ان لا يحدث
الا عن ثقة عنده الا نزر قليل كشعبة ومالك
واحمد في المسند ومن شاء الله تعالى واحدا بعد
واحد ثم هذا ان كان ففي شيوخهم خاصة لا من
فوقهم والا لما اتى من طريقهم ضعيف اصلا
ولكان مجرد وقوعهم في السند دليل الصحة
عندهم اذ اصح السند اليهم ولم يثبت هذا
لاحد، وهذا الامام الهمام يقول لابنه عبد الله
لو اردت ان اقتصره على ما صح عندى لم ار ومن
هذا المسند الا الشيعي بعد الشيعي ولكنك يا بني
تعرف طريقتي في الحديث اني لا اخالف
ما يضعف الا اذا كان في الباب شيعي يدفعه² ذكره
في فتح المغيث³ واما المصنفون

عہ: او اخر القسم الثانی الحسن ۱۲ منہ (م)

¹ میزان الاعتدال ترجمہ سلیمان بن عبد الرحمن الدمشقی نمبر ۳۲۸۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۲/ ۲۱۳

² فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث القسم الثانی الحسن دار الامام الطبری بیروت ۱/ ۹۶

رد کردے یہ فتح المغیث میں مذکور ہے، باقی رہیں محدثین کی تصنیفات تو اگر آپ امثال الکتب بخاری و مسلم اور ترمذی تینوں کتابوں کو سے تجاوز کریں جنہوں نے صحت و بیان کا التزام کر رکھا ہے تو آپ اکثر مسانید، معاجیم، سنن، جوامع اور اجزاء کے ہر باب میں ہر قسم کی احادیث بغیر بیان کے پائیں گے اس بات کا انکار جاہل یا متجاہل ہی کر سکتا ہے اور اگر کوئی دغوی کرے کہ محدثین کے ہاں یہ جائز نہیں تو یہ ان کی طرف ایسی بات کی نسبت کرنا ہے جس سے لازم آتا ہے کہ ایسا عمل کرتے ہیں جسے وہ جائز نہ سمجھتے تھے اور اگر کوئی یہ زعم رکھتا ہو کہ وہ ایسا نہیں کرتے تو ان کا عمل اس کے برخلاف خود شاہد ہے، امام ابوداؤد کو ہی لیجئے ان کے لئے حدیث اسی طرح آسان کر دی گئی جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہانزم ہو جاتا تھا، اہل مکہ "شرفہا اللہ تعالیٰ" کی طرف خط میں لکھا: میری کتاب (سنن ابی داؤد) میں جن بعض احادیث کے اندر نہایت سخت قسم کا ضعف ہے اس کو میں نے بیان کر دیا ہے، اور بعض ایسی ہیں کہ ان کی سند صحیح نہیں اور جس کے بارے میں میں کچھ ذکر نہ کروں وہ استدلال کے لئے صالح ہیں اور بعض احادیث دوسری بعض کے اعتبار سے صحیح ہیں اھ۔ اور صحیح وہ ہے جس کا امام حافظ نے افادہ فرمایا ہے کہ ابوداؤد کے کلام میں لفظ صالح استدلال اور اعتبار دونوں کو شامل ہے، پس جو حدیث صحت پھر حسن کے درجہ پر پہنچے وہ معنی اول کے لحاظ سے صالح ہے اور جو ان دونوں کے علاوہ ہے وہ معنی ثانی کے لحاظ سے صالح ہے

فاذا عدوت امثال الثلاثة للبخاری ومسلم والترمذی ممن التزم الصحة والبیان الفیت عامة المسانید والمعاجیم والسنن والجوامع والاجزاء تنظوری فی کل باب علی کل نوع من انواع الحدیث من دون بیان، وهذا مما لاینکرہ الاجاہل او متجاہل فان ادعی مدع انہم لایستحلون ذلك فقد نسبہم الی افتخام مالا یبیحون وان زعم زاعم انہم لایفعلون ذلك فہم بصنیعہم علی خلفہ شاہدون وهذا ابوداؤد الذی الین لہ الحدیث کمالین لداود علیہ الصلاة والسلام الحدید، قال فی رسالتہ الی اہل مکة شرفہا اللہ تعالیٰ ان ماکان فی کتابی من حدیث فیہ وھن شدید فقد بینتہ ومنہ مالا یصح سندہ وما لم اذکر فیہ شیئاً فہو صالح وبعضہا اصح من بعض¹ اھ۔
والصحیح ما افادہ الامام الحافظ ان لفظ صالح فی کلامہ اعم من ان یکون للاحتجاج اول للاعتبار فما ارتقی الی الصحة ثم الی الحسن فہو بالمعنی الاول وما عداہما فہو بالمعنی الثانی وما قصر عن ذلك فہو الذی فیہ ومن شدید² اھ وهذا الذی یشہد بہ

¹ مقدمہ سنن ابی داؤد، فصل ثانی آفتاب عالم پریس لاہور ص ۴

² ارشاد الساری، بحوالہ حافظ ابن حجر مقدمہ کتاب دار الکتب العربی بیروت ۸/۱

اور جو اس سے بھی کم درجہ پر ہے وہ ایسی ہوگی جس میں ضعف شدید ہے اہ نفس الامر اس پر شاہد ہے اور تجھ پر یہی لازم ہے اگرچہ قبل کے طور پر کیا گیا ہے۔

الواقع فعلیک بہ وان قیل وقیل عہ۔ وقد نقل عن اعلام سیرا النبلاء للذہبی ان ماضعف اسنادہ لنقص

یعنی بعض نے کہا کہ اس کے نزدیک وہ حسن ہے، اسے امام منذری نے اختیار کیا، اسی پر ابن صلاح نے مقدمہ میں جزم کیا اور امام نووی نے تقریب میں اسی کی اتباع کی یعنی کبھی اس کے غیر کے ہاں وہ حسن نہیں ہوتی جیسے کہ مقدمہ ابن صلاح میں ہے، اور بعض نے کہا کہ اس کے نزدیک وہ صحیح ہے، امام زیلی نصب الراہیہ میں قننن والی حدیث کے ذکر میں اسی پر چلے ہیں۔ اور علامہ حلبی نے غنیۃ المستملی کی فصل فی النوافل میں اسی کی اتباع کی ہے اور اسی طرح یہاں کہا جائے گا یعنی کبھی اس کے غیر کے ہاں وہ صحیح نہیں بلکہ حسن بھی نہیں ہوتی۔ امام ابن ہمام نے فتح القدر ابتدائے کتاب میں اور ان کے شاگرد نے حلیۃ المحلی میں صفحہ الصلوٰۃ سے تھوڑا پہلے اس کے صحیح ہونے پر اقتصار کیا ہے اور یہ بات ان دونوں اقوال کو شامل ہے پس یہ اس کے قول کے قریب ہے جس نے کہا وہ حسن ہے یہ وہ ہے جس کا ذکر حافظ نے کیا ہے اور مقدمہ ارشاد الساری میں علامہ قسطلانی نے اسی کی اتباع کی ہے اور تدریب میں خاتم الحفاظ نے بیان فروع فی الحسن، لیکن ابن کثیر نے کہا کہ ان سے ہے کہ جس پر انہوں نے سکوت کیا، وہ حسن ہے۔ پس اگر یہ صحیح ہو تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا اقول: (میں کہتا ہوں) کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ حسن کے تو مختلف اطلاقات ہیں بہت کم قدماء نے اس کا ذکر کیا ہے صرف امام ترمذی نے اس کو شہرت دی اور اس کا اجراء کیا، پس اللہ رب العزت نے ہماری تائید فرمائی کہ اگر ان سے یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہو جائے تو انہوں نے اس سے یہی مراد لی ہے نہ وہ جس پر اصطلاح قائم ہو چکی ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (ت)

عہ: ای قیل حسن عندہ واختارہ الامام المنذری وبہ جزم ابن الصلاح فی مقدمتہ وتبعہ الامام النووی فی التقریب ای وقد لایکون حسناً عند غیرہ کما فی ابن الصلاح وقیل صحیح عندہ ومشی علیہ الامام الزیلعی فی نصب الراہیۃ عنہ ذکر حدیث القننن وتبعہ العلامة حلبی فی الغنیۃ فی فصل فی التوافل وكذلك یقال ہنہا انہ قد لایصح عند غیرہ بل ولایحسن واما الامام ابن الہمام فی الفتح اهل الكتاب وتلمیذہ فی الحلیۃ قبیل صفۃ الصلاۃ فأقتصر علی الحجیۃ وہی تشملہما فیقرب من قول من قال حسن وهذا الذی ذکرہ الحافظ وتبعہ فیہ العلامة القسطلانی فی مقدمۃ الارشاد وختم الحفاظ فی التدریب فی فروع فی الحسن قال لکن ذکر ابن کثیر انہ روی عنہ ماسکت عنہ فهو حسن فان صح ذلك فلاشکال^۱ اقول: لقائل ان یقول ان للحسن اطلاقات وان القدماء قل ما ذکر وہ وانما الترمذی هو الذی شہرہ وامرہ فایدربنا انہ ان صح عنہ ذلك لم یرد بہ الاھذال الذی استقر علیہ الاصطلاح فافہم واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (م)

¹ تدریب الراوی شرح تقریب النووی فروع فی الحسن دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۶۸

اور امام ذہبی کی اعلام سیر النبلاء سے منقول ہے کہ جس حدیث کی سند ضعیف اس کے راوی کا حفظ ناقص ہونے کی وجہ سے ہو تو ایسی حدیث کے بارے میں ابوداؤد سکوت اختیار کرتے ہیں الخ۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ ابوداؤد شریف کا موضوع احکام ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے رسالہ میں یہ بات کہی ہے میں نے یہ کتاب احکام ہی کے لئے لکھی ہے زہد اور فضائل اعمال وغیرہ کے لئے نہیں الخ۔ اور شمس محمد سخاوی نے فتح المغیث میں بیان کیا ہے کہ ابن سید الناس نے اپنی شرح ترمذی نے قول سلفی کو ایسی حدیث پر محمول کیا ہے جس کے بارے میں اس کے مخرج وغیرہ کی ضعف کے ساتھ تصریح واقع نہیں ہوئی۔ پس اس کا تقاضا ہے جیسا کہ شارح نے کبیر میں کہا کہ کتب خمسہ میں جس حدیث پر سکوت اختیار کیا گیا ہو اور اس کے ضعف کی تصریح نہ کی گئی ہو وہ صحیح ہوگی حالانکہ یہ اطلاق صحیح نہیں کیونکہ کتب سنن میں ایسی احادیث موجود ہیں جن پر ترمذی یا ابوداؤد نے کلام نہیں کیا اور نہ ہی کسی غیر نے ہمارے علم کے مطابق ان میں گفتگو کی ہے اس کے باوجود وہ احادیث ضعیف ہیں اھ۔ اور مرقات میں فرمایا: حق یہ ہے کہ اس یعنی مسند احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بہت سی احادیث ایسی ہیں جو ضعیف ہیں اور بعض دوسری بعض کے اعتبار سے زیادہ ضعیف ہیں الخ۔ اور تھوڑا سا اس کے بعد شیخ الاسلام حافظ سے نقل کیا کہ اس میں (یعنی مسند احمد بن حنبل میں صحیحین پر جو زائد احادیث

حفظ اوید فمثل هذا یسکت عنه ابوداؤد غالباً¹ الخ۔ ومعلوم ان کتاب ابی داؤد انما موضوعه الاحکام وقد قال فی رسالته انما اصنف فی کتاب السنن الا الاحکام ولم اصنف فی الزهد وفضائل الاعمال وغیرها² الخ۔ وقال الشمس محمد بن السخاوی فی فتح المغیث اما حمل ابن سید الناس فی شرحه الترمذی قول السلفی علی ما لم یقع التصریح فیہ من مخرجها وغیرہ بالضعف، فیقتضی کہا قال الشارح فی الکبیر ان ماکان فی الکتب الخمسة مسکوناً عنه ولم یصرح بضعفه ان یکون صحیحاً، ولیس هذا الاطلاق صحیحاً بل فی کتب السنن احادیث لم یتکلم فیہا الترمذی او ابوداؤد ولم ینجد لغيرهم فیہا کلاماً ومع ذلك فهي ضعيفة³ اھ۔ وقال فی المرقاة الحق ان فیہ "ای فی مسند الامام لرحمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ" احادیث کثیرة ضعيفة وبعضها اشد فی الضعف من بعض الخ۔ ونقل بعیدہ عن شیخ الاسلام الحافظ انه قال لیست الاحادیث الزائدة فیہ علی ما فی الصحیحین باکثر ضعفاً من الاحادیث الزائدة فی سنن ابی داؤد

¹ سیر اعلام النبلاء ترجمہ نمبر ۱۱۷ ابوداؤد بن اشعث مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت ۲۱۳/۱۳

² رسالہ مع سنن ابی داؤد الفصل الثانی فی الامور التي تعلق بالکتاب مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۵۱

³ فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث للسخاوی القسم الثانی الحسن دار الامام الطبری بیروت ۱/۱۰۱۰۰

⁴ مرقات شرح مشکوٰۃ المصابیح شرط البخاری و مسلم الذی التزمہ الخ مطبوعہ مکتبہ امداد ملتان ۱/۲۳

ہیں وہ سنن ابی داؤد اور ترمذی میں صحیحین پر زائد احادیث سے زیادہ ضعیف نہیں ہیں۔ الغرض راستہ ایک ہی ہے اس شخص کے لئے جو احادیث سنن سے استدلال کرنا چاہتا ہے خصوصاً سنن ابن ماجہ، مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق۔ کیونکہ ان میں بعض کا معاملہ سخت ہے یا استدلال ان احادیث سے جو مسانید میں ہیں کیونکہ ان کے جامعین نے صحت و حسن کی کوئی شرط نہیں رکھی اور وہ راستہ یہ ہے کہ استدلال کرنے والا اگر نقل و تصحیح کا اہل ہے تو اس کے لئے ان سے استدلال کرنا اس وقت درست ہو گا جب ہر لحاظ سے دیکھ پرکھ لے اور اگر وہ اس بات کا اہل نہیں تو اگر ایسا شخص پائے جو تصحیح و تحسین کا اہل ہے تو اس کی تقلید کرے اور اگر ایسا شخص نہ پائے تو وہ استدلال کے لئے قدم نہ اٹھائے ورنہ وہ رات کو لکڑیاں اکٹھی کرنے والے کی طرح ہوگا، ہو سکتا ہے وہ باطل کے ساتھ استدلال کر لے اور اسے اس کا شعور نہ ہوا۔

اور امام عثمان شہر زوری نے علوم الحدیث میں فرمایا: ابو عبد اللہ بن مندہ حافظ نے بیان کیا کہ انہوں نے مصر میں محمد بن سعد بارودی سے یہ کہتے ہوئے سنا "ابو عبد الرحمن نسائی کا مذہب یہ ہے کہ ہر اس شخص سے حدیث کی تخریج کرتے ہیں جس کے ترک پر اجماع نہ ہو، اور ابن مندہ نے کہا، اسی طرح ابو داؤد سجستانی اس کے ماخذ کو لیتے اور سند ضعیف کی تخریج کرتے ہیں جبکہ اس باب میں اس کے علاوہ کوئی دوسری حدیث موجود نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک وہ لوگوں کی

والترمذی علیہا وبالجملة فالسبیل واحد فمن اراد الاحتجاج بحديث من السنن لاسيما سنن ابن ماجة ومصنف ابن ابى شيبه وعبدالرزاق مما الامر فيه اشد او بحديث من المسانيد لان هذه كلها لم يشترط جامعوها الصحة والحسن وتلك السبيل ان المحتج ان كان اهلا للنقل والتصحيح فليس ببله ان يحتج بشيخ من القسمين حتى يحيط به وان لم يكن اهلا لذلك فان وجد اهلا لتصحيح او تحسين قلده والا فلا يقدم على الاحتجاج فيكون كحاطب ليل فلعنه يحتج بالباطل وهو لا يشعر¹ اھ۔

وقال الامام عثمان الشہر زوری فی علوم الحدیث حکى ابو عبد الله بن مندة الحافظ انه سمع محمد بن سعد البأوردی بمصر يقول كان من مذہب ابى عبد الرحمن النسائى ان يخرج عن كل من لم يجمع على تركه، وقال ابن مندة وكذلك ابوداؤد السجستانی يأخذ ماخذہ ويخرج الاسناد الضعیف اذا لم يجد فى الباب وغيره لانه اقوى عنده من راي الرجال² اھ وفيها بعيدة ثم

¹ مر قاة شرح مشکوٰۃ المصابیح شرط البخاری و مسلم الذی التزمہ الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۲۳

² مقدمہ ابن الصلاح النوع الثانی فی معرفۃ الحسین مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۸

رائے و قیاس سے قوی ہے اہ اور اس میں تھوڑا سا بعد میں ہے پھر تدریب و تقریب میں ہے اور یہ الفاظ لمحضاً ان دونوں کے ہیں، مسند امام احمد بن حنبل، ابوداؤد طیالسی اور ان کے علاوہ دیگر مسانید مثلاً مسند عبید اللہ بن موسیٰ، مسند اسحاق بن راہویہ، مسند دارمی، مسند عبد بن حمید، مسند ابویعلیٰ موصلی، مسند حسن بن سفیان، مسند ابوبکر بزار ان تمام کا طریقہ یہی ہے کہ مسند میں ہر صحابی سے مروی حدیث بیان کر دیتے ہیں اس قید سے بالاتر ہو کر کہ یہ قابل استدلال ہے یا نہیں اسخ اور اس یعنی تدریب میں ہے کہ بیان کیا گیا ہے کہ مسند بزار وہ ہے جس میں احادیث صحیحہ کو غیر صحیحہ سے جدا بیان کیا جاتا ہے۔ عراقی کہتے ہیں کہ ایسا انہوں نے بہت کم کیا ہے۔ امام بدر الدین عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں تصریح کی ہے کہ دارقطنی کتاب احادیث ضعیفہ، شاذہ اور معللہ سے پُر ہے اور بہت سی احادیث اس میں ایسی ہیں جو اس کے غیر میں نہیں پائی جاتیں اہ اور خطیب کے لئے اس سے بڑھ کر شدت کا ذکر ہے اور اسی کی مثل بہتگی کے لئے ہے۔ اور فتح المغیث میں ہے کہ صحیح ابوعوانہ جو مسلم پر احادیث کا

فی التقریب والتدریب وهذا لفظها ملخصاً۔ اما مسند الامام احمد بن حنبل و ابی داؤد الطیالسی وغیرہما من المسانید کمسند عبید اللہ بن موسیٰ واسحق بن راہویہ والدارمی و عبد بن حمید و ابویعلیٰ البصری والحسن بن سفین و ابی بکر بن البزار فہؤلاء عادتہم ان یخرجوا فی مسند کل صحابی ماورد من حدیثہ غیر مقیدین بان یکون محتجاً بہ اولاً¹ الخ وفیہ اعنی التدریب قیل و مسند البزار یبین فیہ الصحیح من غیرہ قال العراقی ولم یفعل ذلك الا قليلاً² و فی البنایة³ عہ شرح الہدایة للعلامة الامام البدر العینی الدارقطنی کتابہ مبلومن الاحادیث الضعیفة والشاذة والمعللة و کم فیہ من حدیث لایوجد فی غیرہ³ اہ و ذکر اشد منہ للخطیب ونحوہ للبیہقی۔ و فی فتح المغیث³ عہ² یقع ایضاً فی صحیح ابی عوانة الذی عملہ مستخرجاً علی مسلم احادیث

بسم اللہ کو جسرا پڑھنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے (ت)
صحیحین پر زائد صحیح کے بیان میں اسے ذکر کیا ہے (ت)

عہ ۱: فی مسئلة الجهر فی البسلة ۱۲ منہ (م)

عہ ۲: فی الصحیح الزائد علی الصحیحین۔ (م)

¹ تدریب الراوی شرح التقریب النوای مرتبہ المسانید من الصحیہ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۳۱۱ھ

² تدریب الراوی شرح التقریب النوای اول من صنف مسند مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۳۱۱ھ

³ البنایة شرح الہدایة باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد ۱۳۸۱ھ

استخراج کرتے ہوئے اصل پر بہت کچھ زائدہ احادیث نقل کی ہیں ان میں صحیح، حسن بلکہ ضعیف بھی ہیں لہذا ان پر حکم لگانے سے خوب احتراز و احتیاط چاہے اہ علماء کی تصریحات اس معاملہ میں بہت زیادہ ہیں اور جو ہم نے نقل کر دی ہیں ہمارے مقصود کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں، الغرض محدثین نے ضعیف احادیث بغیر نشاندہی کے ہر مسئلہ میں ذکر کی ہیں اگرچہ اس مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث نہ پائی گئی ہو اور یہ بات معلوم و مسلم ہے، نہ اسے رد کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کا انکار ممکن ہے۔ ہم نے یہ طویل گفتگو اس لئے کر دی ہے کہ بعض بزرگوں کے کلام سے ہم نے اس کے خلاف محسوس کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ہی حمد ہے جس نے تاریکی زور کر دی اور پھسلنے کے مقام پر ثابت قدم رکھا پس اب یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر ان کی مراد وہی ہے جو ہم نے ان کا قول نقل کیا تو پھر احکام اور ضعاف کے درمیان تفریق ختم ہوگی اور اجماعی مسئلہ کی بنیاد منہدم ہو گئی ایک تو یہ توجیہ ہے اور ایک دوسری آسان راہ اختیار کرتے ہوئے علی وجہ التشقق یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ حکم جس کے بارے میں مطلقاً ضعیف حدیثیں مروی ہوں دیکھا جائیگا اس میں کوئی صحیح حدیث پائی جاتی ہے انہیں اگر حدیث صحیح پائی جائے تو لازم آیا کہ انہوں نے حدیث ضعیف احکام میں بھی صحیح کے ہوتے ہوئے سکوتاً روایت کی ہے تو اب فرق کہاں ہے؟ اور اگر موجود نہ ہو تو معاملہ اس سے بھی زیادہ شدید ہے اگر معترض یہ کہہ دے کہ محدثین سوقِ سند کو ہی بیان

كثيرة زائدة على اصله وفيها الصحيح والحسن بل والضعيف ايضاً فينبغي التحرز في الحكم عليها ايضاً¹ اه نصوص العلماء في هذا الباب كثيرة جدا وما اردنا كاف في ابانة ما قصدنا. وبالجملة فروايتهم الضعاف من دون بيان في كل باب وان لم يوجد الصحيح معلوم مقرر لا يرد ولا ينكر، وانما اظننا ههنا لما شئنا خلافاً من كلمات بعض الجلة. والحمد لله على كشف الغمة وتبثيث القدم في الزلة فاستبان ان لو كان المراد ما زعم هذا الذي نقلنا قوله لكنت التفرقة بين الاحكام والضعاف قد انعدمت. والسؤال الاجماعية من اساسها قد انهدمت هذا وجه ولك ان تسلك مسلك ارخاء العنان وتقول على وجه التشقق ان الحكم الذي رويت فيه الضعاف مطلقه هل يوجد فيه صحيح ام لا فان وجد فقد روى الضعيف ساكتين في الاحكام ايضاً عند وجود الصحيح فابن الفرق وان لم يوجد فالامرا شد فان التجأ ملتج الى انهم يعدون سوق الاسانيد

1 فتح المغيث الصحيح الزائد على الصحيحين دار الامام الطبري بيروت 1/ 23

قرار دیتے ہیں، پس اس صورت میں احکام میں ضعیف حدیثوں کی روایت سکوٹانا نہ ہوگی بلکہ بیان کے ساتھ ہوگی تو اس کے جواب میں:-

میں کہتا ہوں اولاً: یہ وہ چیز ہے جس کو بعض علماء نے ان لوگوں کی طرف سے عذر کے طور پر پیش کیا جو موضوعات کو سکوٹا روایت کرتے ہیں پھر انہیں قبول نہیں کرتے۔ ذہبی نے میزان میں کہا کہ ابو نعیم کے بارے میں ابن مندہ کا کلام نہایت ہی رکیک ہے میں اسے بیان کرنا بھی پسند نہیں کرتا اور میں ان دونوں کا کوئی قول ایک دوسرے کے بارے میں نہیں سنتا بلکہ یہ دونوں میرے نزدیک مقبول ہیں اور میں ان کا سب سے بڑا گناہ یہی جانتا ہوں کہ انہوں نے روایات موضوعہ کو سکوٹا روایت کیا ہے اور انکی نشان دہی نہیں کی۔ عراقی نے شرح الفیہ میں کہا ہے کہ ان میں سے جس نے اپنی سند کو واضح کیا تو اس نے اپنا عذر طویل کیا کیونکہ اس طرح اس نے ناظر کو سند کے حال سے آگاہ کیا ہے اگرچہ اس کے لئے اس پر سکوت جائز نہ تھا۔ ثانیاً: ان کے ہاں ہر باب میں یہ معروف ہے کہ اس میں مسند احادیث لائی جائیں گی تو اس بیان سے احادیث فضائل بھی الگ نہیں، پھر ان میں تساہل کیوں اور دوسری روایات میں نہ ہو۔

من البیان ای فلم يوجد منهم رواية الضعاف في الاحكام الامقرونة:

قلت اولاً : هذا شيعي قد يبديه بعض العلماء عذرا ممن روى الموضوعات ساكتاً عليها ثم هم لا يقبلون قال الذهبي^ع في الميزان كلام ابن مندة في ابي نعيم فظيع لا احب حكايته ولا اقبل قول كل منهما في الآخر بل هما عندى مقبولان لا اعلم لهما ذنباً اكبر من روايتهما الموضوعات ساكتين عنها¹ اهـ وقد قال العراقي^ع في شرح الفيته ان من ابرز اسنادة منهم فهو ابسط لعذره اذ حال ناظره على الكشف عن سنده وان كان لا يجوز له السكوت عليه² اهـ

ثانياً: لا يعهد منهم ايراد الاحاديث من اى باب كانت الامسندة فهذا البيان لم تنفك عنه احاديث الفضائل ايضاً فبماذا تساهلوا في هذا دون ذلك-

احمد بن عبد اللہ کے ترجمہ میں ہے۔ (ت)

اس کو نقل کیا ہے تدریب میں نوع موضوع کے تحت تنبیہات سے کچھ پہلے۔ (ت)

عہ ۱: فی احمد بن عبد اللہ ۱۲ منہ (م)

عہ ۲: نقلہ فی التدریب نوع الموضوع قبیل التنبیہات ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (م)

¹ میزان الاعتدال للذہبی ترجمہ نمبر ۴۳۸ احمد بن عبد اللہ ابو نعیم الخ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۱۱

² تدریب الراوی شرح التقریب المعروفون بوضع الحدیث مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۸۹

ثالثاً: اگر سند بیان مراد ہی ہو تو بیان کے بغیر کوئی حدیث مروی ہی نہ ہوگی کیونکہ روایت میں سند تو ضروری ہے، تدریب میں ہے کہ حقیقت روایت سنت وغیرہ کا نقل کرنا اور اس بات کی سند کا ذکر کرنا ہے کہ یہ فلاں نے بیان کی یا فلاں نے اس کی اطلاع دی ہے وغیرہ ذک ابھ زرقاتی نے مواہب کی عبارت "روی عبدالرزاق بسندہ الخ" کے تحت کہا کہ بسند کا لفظ صرف وضاحت کے لئے ہے ورنہ وہ "روی" کا مدلول ہے ابھ اور مواہب کی عبارت "روی الخطیب بسندہ" کے تحت یہی بات زرقاتی نے کہی کہ "بسندہ" وضاحت ہے تو ان کے ہاں لفظ "روی" کا مدلول بھی یہی ہے ابھ جب ہماری یہ گفتگو مکمل ہو چکی تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تحقیق کا اعلیٰ درجہ پختہ ہو گیا اس طور پر جو ہماری مراد تھی، اب ہم واپس اس مسئلہ کی طرف لوٹتے ہیں جو ہمارا موضوع تھا اللہ تعالیٰ کی بے بہا نعمتوں پر حمد کرتے ہوئے جو اس نے اپنے ہر نبی کو عطا کی ہیں اور صلاۃ و سلام پڑھتے ہوئے نبی کریم اور آپ کی آل واصحاب اور باقی مجبین پر۔ (ت)

ثالثاً: لو كان الاسناد وهو البيان المراد لاستحال رواية شيعي من الاحاديث منفكا عن البيان فان الرواية لاتكون الا بالاسناد. قال في التدریب حقيقة الرواية نقل السنة ونحوها واسناد ذلك الى من عزي اليه بتحديث واخبار وغير ذلك¹ اه وقال عه² زرقاتي تحت قول المواهب روى عبدالرزاق بسندة الخ بسندة ايضاح والافهو مدلول روى² اه وقال ايضاً عه² تحت قوله روى الخطيب بسندة ايضاح فهو عندهم مدلول روى³ اه واذا انتهى الكلام بنا الى هنا واستقر عرش التحقيق بتوفيق الله تعالى على ما هو مرادنا فلنعد الى ما كنا فيه حامدين لله تعالى على مننه الجزيلة الى كل نبية ومصلين على نبية الكريم وآله وصحبه وسائر مجبيه۔

افاده بست و دوم²²: (ایسے اعمال کے جواز یا استحباب پر ضعیف سے سند لانا دربارہ احکام اسے

عہ ۱۵: اوائل الكتاب عند ذکر خلق نوره صلى الله تعالى عليه وسلم ۱۲ منہ (م) عہ ۲۵: فی ذکر ولادته صلى الله

تعالى عليه وسلم ۱۲ منہ (م)

¹ تدریب الراوی شرح التقریب خطبة المؤلف / وفيها فوائد احد علم حدیث مطبوعه نشر الكتب الاسلاميه لاہور ۱/۲۰۱

² شرح الزرقاتی علی المواہب اللدنیہ المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مطبوعه مطبعة العامره مصر ۱/ ۵۵

³ شرح الزرقاتی علی المواہب اللدنیہ المقصد الاول ذکر تزوج عبد اللہ آمنہ مطبوعه مطبعة العامره مصر ۱/ ۱۳۳

حجت بنانا نہیں) جس نے افادات سابقہ کو نظر غائر و قلب حاضر سے دیکھا سمجھا اُس پر بے حاجت بیان ظاہر و عیاں ہے کہ حدیث ضعیف سے فضائل اعمال میں استحباب یا محل احتیاط میں کراہت تنزیہ یا امر مباح کی تائید اباحت پر استناد کرنا اُسے احکام میں حجت بنانا اور حلال و حرام کا مثبت ٹھہرانا نہیں کہ اباحت تو خود بحکم اصالت ثابت اور استحباب تنزیہ قواعد قطعہ شرعیہ و ارشاد اقدس "کیف وقد قبیل" وغیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت جس کی تقریر سابقاً زبور گوش سامعان ہوئی حدیث ضعیف اس نظر سے کہ ضعف سند مستلزم غلطی نہیں ممکن کہ واقع میں صحیح ہو صرف امید و احتیاط پر باعث ہوئی، آگے حکم استحباب و کراہت اُن قواعد و صحاح نے افادہ فرمایا اگر شرع مطہر نے جلب مصالح و سلب مفسد میں احتیاط کو مستحب نہ مانا ہو تاہم گران مواقع میں احکام مذکورہ کا پتہ نہ ہوتا تو ہم نے اباحت، کراہت، مندوبیت جو کچھ ثابت کی دلائل صحیحہ شرعیہ ہی سے ثابت کی نہ حدیث ضعیف سے اقوال: تاہم از انجا کہ درود ضعیف وہ بھی نہ لذات بلکہ بملاحظہ امکان صحت ترحی و احتیاط کا ذریعہ ہوا ہے اگر اُس کی طرف تجوراً نسبت اثبات کر دیں بجا ہے اور ثبوت بالضعیف میں بائے استعانت تو ادنیٰ مداخلت سے صادق، ہاں اگر دلائل شرعیہ سے ایک امر کلی کی حرمت ثابت ہو اور کوئی حدیث ضعیف اُس کے کسی فرد کی طرف بلائے مثلاً کسی حدیث مجروح میں خاص طلوع و غروب یا استوائ کے وقت بعض نماز نفل کی ترغیب آئی تو ہرگز قبول نہ کی جائے گی کہ اب اگر ہم اُس کا استحباب یا جواز ثابت کریں تو اسی حدیث ضعیف سے ثابت کریں گے اور وہ صالح اثبات نہیں یونہی اگر دلائل شرعیہ مثبت ندب یا اباحت ہوں اور ضعاف میں نہیں آئی اسی وجہ سے مفید حرمت نہ ہوگی مثلاً مقرر اوقات کے سوا کسی وقت میں ادائے سنن یا معین رشتوں کے علاوہ کسی رشتہ کی عورت سے نکاح کو کوئی حدیث ضعیف منع کرے حرمت نہ مانی جائے گی ورنہ ضعاف کی صحاح پر ترجیح لازم آئے بحمد اللہ یہ معنی ہیں کلام علماء کے کہ حدیث ضعیف دربارہ احکام حلال و حرام معمول بہ نہیں۔

ثم اقول: اصل یہ ہے کہ مثبت وہ جو خلاف اصل کسی شے کو ثابت کرے کہ جو بات مطابق اصل ہے خود اسی اصل سے ثابت، ثابت کیا محتاج اثبات ہوگا ولہذا شرع مطہر میں گواہ اس کے مانے جاتے ہیں جو خلاف اصل کامدعی ہو اور ماورائے دماء و فروع و مضار و خباثت تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے تو ان میں کسی فعل کے جواز پر حدیث ضعیف سے استناد کرنا حلت غیر ثابتہ کا اثبات نہیں بلکہ ثابتہ کی تائید ہے،

یہ وہ تحقیق ہے جو ہم نے افادہ سابقہ میں محقق و دوانی کے حوالے سے بیان کی اور یہ وہ حقیقت و معنی ہے جس کی تصریح امام ابن دقیق العید اور سلطان العلماء عزالدین بن عبدالسلام نے کی اور شیخ الاسلام حافظ نے ان دونوں کی اتباع کی اور ان کے شاگرد سخاوی نے

هذا تحقیق ما سلفنا فی الافادۃ السابقۃ عن المحقق الدوانی، وهذا هو معنی مانص علیہ الامام ابن دقیق العید و سلطان العلماء عزالدین بن عبدالسلام و تبعهما شیخ الاسلام الحافظ و نقله تلمیذہ السخاوی

فتح المغیث اور القول البدیع میں، سیوطی نے تدریب میں، شمس الدین محمد رملی نے شرح المنہاج النووی میں اسے نقل کیا ہے یہ چھ^۱ شوافع میں سے ہیں، پھر رملی سے علامہ شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام میں اور محقق ومدقق العلانی نے در مختار میں اسے نقل کیا اور اسے ان دونوں نے اور در مختار کے مشخین حلبی، طحطاوی اور شامی نے اپنے اپنے حواشی اور منہ الخالق میں ثابت رکھا یہ پانچ حنفی ہیں (اور وہ یہ ہے) کہ حدیث ضعیف پر عمل کے لئے شرط یہ ہے کہ کسی عمومی ضابطہ کے تحت داخل ہو اور جب تو اس کی تحقیق کرے تو یہ کوئی زائد قید نہیں بلکہ اسی مضمون کی وضاحت ہے جس کی انہوں نے تصریح کی ہے کہ اس پر عمل عقائد و احکام کے علاوہ میں کیا جائیگا، جیسا کہ ہم نے پہلے اسے واضح کر دیا ہے اور اس سے ان دو علماء کا خوب رد ہو گیا جو یہ گمان رکھتے تھے کہ یہ ان اعمال کے بارے میں کلام ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہوں اور یہ مطلب اس لئے نہیں ہو سکتا کہ اگر معاملہ یہ ہوتا تو یہ شرط لگانے کی محتاجی نہ تھی جیسا کہ واضح ہے، اور اللہ تعالیٰ سیدھے راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ (ت)

فی فتح المغیث و فی قول البدیع و السیوطی فی التدریب و الشمس محمد الرملی فی شرح المنہاج النووی. ستہم من الشافعیة. ثم اثره عن الرملی العلامة الشرنبلالی فی غنیة ذوی الاحکام و المحقق المدقق العلانی فی الدرالمختار و اقراه ہما و محشو الدر الحلبي و الطحطاوی و الشامی فیہا و فی منحة الخالق خمستہم من الحنفیة. من اشتراط العمل بالضعیف باندراجہ تحت اصل عام. و هو اذا حقت لیس بتقید زائد بل تصریح بمضمون مانصوا علیہ ان العمل بہ فیما وراء العقائد و الاحکام، کہا و اوضحناہ لك و بہ ازداد انزہاقاً بعد انزہاق ماظن الظانان من ان الکلام فی الاعمال الثابتة بالصحاح، کیف و لو کان کذلک لما احتج الی هذا الاشتراط کہا لا یخفی و اللہ الہادی الی سوی الصراط۔

بحمد اللہ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ بعض متکلمین طائفہ جدیدہ کا زعم باطل کہ ان احادیث سے جوازِ تقلیل ابہامین پر دلیل لانا احکام حلال و حرام میں انہیں حجت بنانا ہے اور وہ بتصریح علماء ناجائز، محض مغالطہ و فریب وہی عوام ہے ذی ہوش نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہی علماء جو حدیث ضعیف کو حلال و حرام میں حجت نہیں مانتے صد ہا جگہ احادیث ضعیفہ سے افعال کے جواز و استحباب پر دلیل لاتے ہیں جس کی چند مثالیں افادہ سابقہ میں گزریں کیا معاذ اللہ علمائے کرام اپنا لکھا خود نہیں سمجھتے یا اپنے مقررہ قاعدہ کا آپ خلاف کرتے ہیں کیا افادہ ہفہ ہم میں امام ابن امیر الحاج کا ارشاد نہ سنا کہ جمہور علماء کے نزدیک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابل عمل ہے تو کسی فعل کی اباحت قائم رکھنا بدرجہ اولیٰ و لکن الوہابیة لا یسعون و اذا سبعوا لا یعقلون رب انی اسألك العفو و

العافیة أمین (وہابی تو سُنتے ہی نہیں، سُنتے ہیں تو سمجھتے نہیں، اے میرے رب! میں تجھ سے عفو و معافی کا سوال کرتا ہوں، آمین۔ت)

افادہ بست^{۲۳} و سوم (ایسے مواقع میں ہر حدیث ضعیف غیر موضوع کام دے سکتی ہے) اقول اولاً: جمہور علماء کے عامہ کلمات مطالعہ کیجئے تو وہ مواقع مذکورہ میں قابلیت عمل کیلئے کسی قسم ضعف کی تخصیص نہیں کرتے، صرف اتنا فرماتے ہیں کہ موضوع نہ ہو فتح القدير والقيه^۲ عراقی و شرح^۳ الفیة للمصنف میں تھا غیر الموضوع^۱ (موضوع کے علاوہ ہو۔ت) مقدمہ^۴ ابن الصلاح و تقریب^۵ میں ماسوی الموضوع^۲ (موضوع کے سوا ہو۔ت) مقدمہ^۶ سید شریف میں دون الموضوع^۳ (موضوع نہ ہو۔ت) حلیہ^۷ میں الذی لیس بموضوع^۴ (ایسی روایت جو موضوع نہ ہو۔ت) اذکار^۸ میں ان الفاظ سے اجماع ائمہ نقل فرمایا کہ مالہ یکن موضوعاً^۵ (وہ جو کہ موضوع نہ ہو۔ت) یونہی^۹ امام ابن عبدالبر نے اجماع محدثین ذکر کیا کہ یرونها عن کل^۶ (محدثین ان کو تمام سے روایت کرتے ہیں۔ت) یہ سب عبارات باللفظ یا بالمعنی افادات سابقہ میں گزریں، زر قانی^{۱۰} شرح^{۱۱} مواہب میں ہے عادة المحدثین التساهل فی غیر الاحکام والعقائد مالہ یکن موضوعاً^۷ (محدثین کی عادت ہے کہ غیر احکام و عقائد میں تساہل کرتے ہیں اس میں جو موضوع نہ ہو) یونہی^{۱۲} علامہ حلبي سیرة^{۱۲} الانسان العیون میں فرماتے ہیں:

<p>عہ ۱: ذکر رضاعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تحت حدیث مناغاة القبر لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)</p> <p>عہ ۲: نقل هذا و ماسیاتی عن عیون الاثر بعض الاثرین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)</p>	<p>نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر رضاعت میں اس حدیث کے تحت جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انگلی کے اشارے سے چاند کے ساتھ کھینے (جھک جانے) کا بیان ہے وہاں اس کا ذکر ہے دیکھو۔(ت)</p> <p>عیون الاثر کی یہ عبارت اور وہ جو عنقریب ذکر کی جائیگی ان کو بعض معاصرین نے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)</p>
--	--

1 فتح القدير باب الامامة مطبوعه مکتبه نوريه رضويہ سکر ۱۱/ ۳۰۳

2 مقدمہ ابن الصلاح النوع الثاني والعشرون معرفة المقلوب مطبوعه فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۳۹

3 مقدمہ سید شریف

4 حلیہ المحلی شرح منیة المصلی

5 الاذکار المنتخبہ من کلام سید الابرار فصل قال العلماء الخ مطبوعه دار الکتب العربیہ بیروت ص ۷

6 کتاب العلم لابن عبدالبر

7 شرح الزرقانی المواہب اللدنیة المقصد الاول ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعه عامرہ مصر ۱۱/ ۱۷۲

واضح رہے کہ اصحاب سیر ہر قسم کی روایات جمع کرتے ہیں صحیح، غیر صحیح، ضعیف، بلاغات، مرسل، منقطع اور معضل وغیرہ، لیکن موضوع روایت ذکر نہیں کرتے۔ امام احمد اور دیگر محدثین کا قول ہے کہ جب ہم حلال و حرام کے بارے میں احادیث روایت کرتے ہیں تو شدت کرتے ہیں اور جب ہم فضائل وغیرہ کے بارے میں روایات لاتے ہیں تو ان میں نرمی برتتے ہیں۔ (ت)

لايخفى ان السير تجمع الصحيح والسقيم والضعيف والبلاغ والمرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغيره من الائمة اذاروينا في الحلال والحرام شددنا واذاروينا في الفضائل ونحوها تساهلنا¹۔

شیخ محقق^{۱۲} مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

محدثین نے بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی حدیث میں ضعف بعض راویوں کے سوائے حفظ یا تدلیس کی وجہ سے ہو جبکہ صدق و دیانت موجود ہو تو یہ کمی تعدد طرق سے پوری ہو جاتی ہے اور اگر ضعف راوی پر اتہام کذب کی وجہ سے ہو یا حفظ واضبط راوی کی مخالفت کسی جگہ ہو یا ضعف نہایت قوی ہو مثلاً فحش غلطی ہو تو اب تعدد طرق سے بھی کمی کا ازالہ نہیں ہوگا اور حدیث ضعیف پر ضعیف کا ہی حکم ہوگا اور فضائل اعمال میں ہے الخ (ت)

گفته اند کہ اگر ضعف حدیث بجهت سوء حفظ بعض رواة یا اختلاط یا تدلیس بود باوجود صدق و دیانت منجبر میگرد بتعدد طرق و اگر از جهت اتہام کذب راوی باشد یا شزوذ بمخالفت احفظ واضبط یا بقوت ضعف مثل فحش خطا اگرچہ تعدد طرق داشته باشد منجبر نگرود و حدیث محکوم بضعف باشد و در فضائل اعمال معمول^۲ الخ

حاجیان: کلبی کا نہایت شدید الضعف ہونا کسے نہیں معلوم اُس کے بعد صریح کذاب وضاع ہی کا درجہ ہے ائمہ شان نے اُسے متروک بلکہ منسوب الی الکذب تک کیا کذبہ ابن حبان والجزوزجانی وقال البخاری ترکہ یحییٰ وابن مہدی وقال الدارقطنی وجماعة متروک (ابن حبان اور جوزجانی نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے، بخاری کہتے ہیں کہ اسے یحییٰ اور ابن مہدی نے ترک کر دیا، دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا کہ یہ متروک ہے۔ ت) لاجرم حافظ نے تقریب میں فرمایا متهم بالکذب ورمی بالرفض^۳ (اس پر کذب کا اتہام ہے اور اسے روافض کی

¹ انسان العیون خطبۃ الکتاب مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۱

² شرح صراط مستقیم دیباچہ شرح سفر السعادت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۱۳

³ تقریب التذیب ترجمہ محمد بن السائب بن بشر الکلبی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۲۹۸

طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ت) بالینہ عامہ کتب سیر و تفاسیر اس کی اور اس کی امثال کی روایات سے مالا مال ہیں علمائے دین ان امور میں انہیں بلا تکبر نقل کرتے رہے ہیں، میزان میں ہے:

<p>ابن عدی نے کہا کہ کلبی سے سفیان، شعبہ اور ایک جماعت نے حدیث بیان کی ہے اور ان روایات کو پسند کیا ہے جس کا تعلق تفسیر کے ساتھ ہے اور حدیث سے متعلقہ روایات ان کے نزدیک مناکیر ہیں۔ (ت)</p>	<p>قال ابن عدی وقد حدث عن الکلبی سفین وشعبة وجباعة ورضوه فی التفسیر واما فی الحدیث فعنده مناکیر¹۔</p>
--	--

امام ابن سید الناس سیرۃ عیون الاثر میں فرماتے ہیں:

<p>کلبی سے اکثر طور پر لوگوں کے انساب و احوال، عربوں کے شب و روز اور ان کی سیرت یا اسی طرح کے دیگر معاملات مروی ہیں جو کثرت کے ساتھ ایسے لوگوں سے لے لیے جاتے ہیں جن سے احکام نہیں لیے جاتے اور جن لوگوں سے اس معاملہ میں اجازت منقول ہے وہ امام احمد ہیں۔ (ت)</p>	<p>غالب مایروی عن الکلبی انساب و اخبار من احوال الناس وایام العرب و سیرهم و مایجری مجری ذلك مباح کثیر من الناس فی حملہ عن لایحمل عنه الاحکام و من حکى عنه الترخیص فی ذلك الامام احمد²۔</p>
--	---

تالیاً: (امام واقدی ہمارے علماء کے نزدیک ثقہ ہیں) امام واقدی کو جمہور اہل اثر نے چننیں و چناں کہا جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب فن میں مسطور، لاجرم تقریب میں کہا: متروک مع سعة علمہ³ (علمی وسعت کے باوجود متروک ہے۔ ت) اگرچہ ہمارے علماء کے نزدیک ان کی توثیق ہی راجح ہے۔ کہا افادۃ الامام المحقق فی فتح القدير عہ⁴ (جیسا کہ امام محقق نے فتح القدير میں اس کو بیان کیا ہے۔ ت) بالینہ یہ جرح شدید ماننے والے

عہ: حیث قال فی باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء | جہاں انہوں نے "باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء" میں عن الواقدی قال كانت بئر بضاعة

¹ میزان الاعتدال نمبر ۷۵۷۴ ترجمہ محمد بن السائب الکلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳/ ۵۵۸

² عیون الاثر ذکر الاجوبہ عماری بہ مطبوعہ دار الحضارة بیروت ۲۴/۱

³ تقریب التذیب ترجمہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ص ۱۳-۳۱۲

⁴ فتح القدير باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱/ ۶۹

بھی انہیں سیر و مفازی و اخبار کا امام مانتے اور سلفاً و خلفاً ان کی روایات سیر میں ذکر کرتے ہیں کمالیحتی علی من طالع کتب القوم (جیسا کہ اس شخص پر مخفی نہیں جس نے قوم کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ ت) میزان میں ہے:

<p>یہ اخبار واحوال، علم سیر و مفازی، حوادثِ زمانہ اور اس کی تاریخ اور علم فقہ وغیرہ کے انتہائی ماہر اور حافظ ہیں۔ (ت)</p>	<p>كان الى حفظه المنتهى في الاخبار والسير والمغازى والحوادث وایام الناس والفقہ وغیر ذلك¹</p>
---	---

راجا ہلال بن زید بن یسار بصری عسقلانی کو ابن حبان نے کہا رومی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اشیاء موضوعۃ (انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے موضوع روایات نقل کی ہیں۔ ت) حافظ الشان نے تقریب میں کہا متروک باوصف اس کے جب انہیں ہلال نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث فضیلت عسقلان روایت کی جسے حافظ ابوالفرج نے بعثت مذکورہ درج موضوعات کیا اس پر حافظ الشان ہی نے وہ جواب مذکور افادہ دہم دیا کہ حدیث فضائل اعمال کی ہے سو اسے طعن ہلال کے باعث موضوع کہنا ٹھیک نہیں امام احمد کا طریق معلوم ہے کہ احادیث فضائل میں تساہل فرماتے ہیں، اور یہ بھی افادہ نہم میں حافظ الشان ہی کی تصریح سے گزر چکا کہ متروک ایسا شدید الضعیف

<p>کے کنویں سے باغوں کو پانی دیا جاتا تھا ہمارے نزدیک حجت کے لئے یہی کافی ہے کیونکہ ہم نے واقدی کی توثیق کر دی ہے باقی مخالف کے نزدیک حجت نہیں کیونکہ وہ اس کی تضعیف کا قائل ہے اہ اور "فصل فی الآسار" میں کہا کہ امام کے بارے میں ہمارے شیخ ابوالفتح حافظ نے اپنی پہلے کتاب المغازی والسير میں ان روایات کو جمع کیا ہے جن کی توثیق کی گئی یا ان کو ضعیف کہا گیا اور ان کی توثیق کو ترجیح دیتے ہوئے ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کیے اہ ۱۲ منہ۔ (ت)</p>	<p>(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) طريقاً للماء الى البساتين وهذا تقوم به الحجة عندنا اذا وثقنا الواقدى. اما عند المخالف فلا لتضعيفه اياه² اھ وقال في الفصل في الآسار قال في الامام جمع شيخنا ابو الفتح الحافظ في اول كتابه المغازى والسير من ضعفه ومن وثقه ورجح توثيقه وذكر الاجوبة عما قيل فيه³ اھ ۱۲ منہ (م)</p>
--	---

¹ میزان الاعتدال نمبر ۷۹۹۳ ترجمہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۳/ ۶۲۳

² فتح القدير مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹۱ و ص ۹۷

³ فتح القدير مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹۱ و ص ۹۷

ہے جس کے بعد بس مستم بالوضع ووضاع ہی کا درج ہے اب یہ بات خوب محفوظ رہے کہ خود امام الشان ہی نے ہلال کو متروک کہا خود ہی متروک کو اتنا شدید الضعف بتایا خود ہی ایسے شدید الضعف کی روایت کو دربارہ فضائل مستحق تسائل رکھا اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ ضعف کیسا ہی شدید ہو جب تک سرحد کذب و وضع تک نہ پہنچے حافظ الشان کے نزدیک بھی فضائل میں قابلِ نرمی و گوارائی ہے واللہ الحجة السامیہ۔

خامساً: اور سنیے وضو کے بعد اتنا انزلنا پڑھنے کی حدیثوں کا ضعف نہایت قوت پر ہے، سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اسے بے اصل محض کہا، امام جلیل ابواللیث سمرقندی نے اپنے مقاصد میں ان حدیثوں کو ذکر فرمایا، امام الشان سے اس بارہ میں سوال ہوا وہی جواب فرمایا کہ فضائل اعمال میں ضعاف پر عمل روا ہے۔ امام ابن امیر الحاج علیہ میں فرماتے ہیں:

<p>ہمارے شیخ حافظ العصر قاضی القضاة شہاب الدین المعروف ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان روایات کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہ جواب ارشاد فرمایا کہ وہ احادیث جن کو امام ابواللیث، "اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے نفع عطا فرمائے" نے ذکر کیا ہے وہ ضعیف ہیں، اور علماء حدیث ضعیف کے ذکر کرنے اور فضائل اعمال میں اس پر عمل کرنے میں نرمی برتتے ہیں اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے متعلق کوئی قول و عمل ثابت نہ ہو (ت)</p>	<p>قد سئل شيخنا حافظ عصره قاضي القضاة شهاب الدين الشهير بابن حجر رحمه الله تعالى من هذه الجملة فاجاب بمأنبه الاحاديث التي ذكرها الشيخ ابوالليث نفع الله تعالى ببركته ضعيفة والعلماء يتساهلون في ذكر الحديث الضعيف والعمل به في فضائل الاعمال ولم يثبت منها شيئ عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لا من قوله ولا من فعله¹ اه</p>
--	--

سادساً: یہ حدیث کہ چاند گہوارہ میں عرب کے چاند عجم کے سورج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے باتیں کرتا، حضور کو بسلاتا، انگشت مبارک سے جدھر اشارہ فرماتے اسی طرف جھک جاتا کہ بیہتی نے دلائل النبوة، امام ابو عثمان اسمعیل بن عبد الرحمن صابونی نے کتاب المائتین، خطیب نے تاریخ بغداد، ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی اُس کا مدار احمد بن ابراہیم حلبی شدید الضعف پر ہے، میزان میں ہے امام ابو حاتم نے کہا: احادیثہ باطلہ تدلہ علی کذبہ² (اس کی احادیث باطلہ اس کے کذب پر دال ہیں۔ت) باوجود اس کے امام صابونی نے فرمایا: هذا حدیث غریب الاسناد

¹ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

² میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۲۸ احمد بن ابراہیم حلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۸۱/۱

والتن وهو في المعجزات حسن¹ (اس حدیث کی سند بھی غریب اور متن بھی غریب بالینمہ معجزات میں حسن ہے) ان کے اس کلام کو امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ، امام احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔
 سابقاً: حدیث الدیک الابيض صدیقی وصدیق صدیقی وعدوعدوالله وكان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يبتيه معه في البيت² (مرغ سپید میرا خیر خواہ اور میرے دوست کا خیر خواہ، اللہ تعالیٰ کے دشمن کا دشمن ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسے شب کو مکانِ خوابگاہ اقدس میں اپنے ساتھ رکھتے تھے) کہ ابو بکر رقی نے ابو زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا: باسناد فیہ کذاب³ (اس کی سند میں کذاب ہے) باوصف اس کے فرمایا: فیندب لنا فعل ذلك تأسيًا به⁴ جبکہ حدیث میں ایسا وارد ہوا تو ہمیں باقتدائے حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرغ سپید کو اپنی خوابگاہ میں ساتھ رکھنا مستحب ہے۔ مثالیں اس کی اگر تتبع کیجئے بکثرت لیجئے، وهذا الاخير قد بلغ الغاية وفيها ذكرنا كفاية لاهل الدراية (یہ آخری انتہاء پر ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کر دیا وہ اہل فہم کے لئے کافی ہے۔ ت)

ثامناً: احادیث و دلائل مذکورہ افادات سابقہ بھی اسی اطلاق کے شاہد عدل ہیں خصوصاً حدیث وان كان الذي حدثه به كاذباً (اگرچہ جس نے اسے بیان کیا کاذب ہو۔ ت) ظاہر ہے کہ احتمالِ صدق و نفع بے ضرر ہر ضعیف میں حاصل تو فرق زائل بالجملہ یہی قضیہ دلیل ہے اور یہی کلام و عمل قوم سے مستفاد مگر حافظ الشان سے منقول ہوا کہ شرط عمل عدم شدت ضعف ہے نقلہ تلمیذہ السخاوی وقال سمعته مراراً يقول ذلك (اسے ان کے شاگرد امام سخاوی نے نقل کیا اور کہا کہ میں نے ان سے یہ کئی مرتبہ کہتے سنا ہے۔ ت)

اقول: (بحث قبول شدید الضعف) یہاں شدتِ ضعف سے مراد میں حافظ سے نقل مختلف آئی، شامی عہ نے فرمایا طحاوی نے فرمایا امام ابن حجر نے فرمایا:

(شامی نے مستحبات الوضوء میں فرمایا ۱۲ منہ۔ ت)

عہ: فی مستحبات الوضوء ۱۲ منہ (م)

1 المواہب اللدنیہ بحوالہ کتاب المائتین حدیث غریب الاسناد الممتن المكتبة الاسلامی بیروت ۱/ ۱۵۴

2 کتاب الموضوعات لابن الجوزی باب فی الدیک الابيض مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/ ۴

3 تیسیر شرح جامع صغیر للمناوی حدیث مذکور کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۲/ ۱۵

4 التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۲/ ۱۵

شدید الضعف هو الذی لایخلو طریق من طرقه عن کذاب او متهم بالکذب¹۔
شدید الضعف وہ حدیث ہے جس کی اسنادوں سے کوئی اسناد کذاب یا مستم بالکذب سے خالی نہ ہو۔

یہاں صرف انہیں دو² کو شدتِ ضعف³ میں رکھا امام سیوطی نے تدریب میں فرمایا حافظ نے فرمایا:

ان یکون الضعف غیر شدید فیخرج من انفراد من الکذابين والتهمین بالکذب ومن فحش غلطه²۔
وہ ضعف شدید نہ ہو پس اس سے وہ نکل گیا جو کذاب اور مستم بالکذب میں منفرد ہو یا جو فحش الغلط ہو۔ (ت)

یہاں ان دو² کے ساتھ فحش غلط کو بھی بڑھایا نسیم الریاض میں قول البدیع سے کلام حافظ بایں لفظ نقل کیا:

ان یکون الضعف غیر شدید کحدیث من انفراد من الکذابين والتهمین ومن فحش غلطه³۔
حدیث میں ضعف شدید نہ ہو مثلاً اس شخص کی حدیث جو کذابین اور مستمین سے ہو یا وہ فحش الغلط ہو۔ (ت)

معاصرین میں سے مولوی عبدالحلک لکھنوی نے "ظفر الامانی" "التدریب" اور "القول البدیع" کی طرف ایسے ہی منسوب کیا، جہاں انہوں نے کہا کہ ضعیف حدیث پر عمل کی تین شرطیں ہیں جیسا کہ نووی نے "شرح تقریب النووی" اور سخاوی نے "القول البدیع فی الصلاة علی الحبيب الشفیع" میں اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر کیا، پہلی شرط یہ ہے کہ اس کا ضعف شدید نہ ہو بایں طور کہ اس کے تمام طرق کذاب اور مستم بالکذب سے خالی نہ ہوں الخ اقول ابھی بعد میں ہم آپ کو ان دونوں کتابوں کی عبارت سنائیں گے جس سے آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ اس نقل میں ان دونوں سے انتہائی کوتاہی سرز ہوئی ہے، غور کرنا چاہئے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

عہ: وهكذا عزابعض العصريين وهو المولوى عبدالحى اللكنوى فى ظفر الامانى الى التدریب والقول البدیع حيث قال الشرط للعمل بالحدیث الضعیف ثلث شروط على ما ذكره السيوطى فى شرح تقریب النووى والسخاوى فى القول البدیع فى الصلاة على الحبيب الشفیع وغيرهما الاول عدم شدة ضعفه بحيث لا يخلو طريق من طرقه من كذاب او متهم بالکذب الخ اقول لكن سنسبعك نص التدریب والقول البدیع فیظهر لك ان وقع ههنا فى النقل عنهما تقصر شنیع فلیتنبه ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

1 رد المحتار مستحبات الوضوء مطبوعه مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/ ۹۵

2 تدریب الراوی شرح تقریب النووی مطبوعه دار نشر الکتب الاسلامیه لاہور ۱۱/ ۲۹۸

3 نسیم الریاض شرح الشفاء مقدمۃ الکتب مطبوعه دار الفکر بیروت ۱۱/ ۴

یہاں کاف نے زیادتِ توسیع کا پتہ دیا، تحدید اول پر امر سہل و قریب ہے کہ ایک جماعت علماء حدیث کذا بین و مستمین پر اطلاق وضع کرتے ہیں تو غیر موضوع سے انہیں خارج کر سکتے ہیں مگر ثانی تصریحات و معاملات جمہور و علماء و خود امام الشان سے بعید اور ثالث بظاہرہ البعد ہے ہم ابھی روشن بیان سے واضح کر چکے ہیں کہ خود حافظ نے متروک شدید الضعف راوی موضوعات کی حدیث کو بھی فضائل میں محتمل رکھا مگر بحمد اللہ تعالیٰ ہمارا مطلب ہر قول پر حاصل ہم افادات سابقہ میں مبرہن کرائے ہیں کہ تقبیل ابہائین کی حدیثیں ہر گونہ ضعف شدید سے پاک و منزہ ہیں ان پر صرف انقطاع یا جہالتِ راوی سے طعن کیا گیا یہ ہیں بھی تو ضعف قریب نہ ضعف شدید والحمد للہ العلیٰ المجید "هذا" (اسے یاد رکھو۔ت)

اور مجھے یاد آ رہا ہے کہ میں نے اس مقام پر فتح المغیث کے حاشیہ میں ایسی گفتگو کی ہے جو اس مقام پر مناسب ہے میں اتمام مقصد کی خاطر اس کا یہاں ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں، پہلے میں وہ ذکر کروں گا جو امام شامی نے طحاوی سے اور انہوں نے ابن حجر سے نقل کیا ہے پھر اسے مزید قوی کروں گا علماء کے اطلاق سے پھر وہ نقل کروں گا جو نسیم نے سخاوی سے انہوں نے حافظ سے نقل کیا۔ پھر میرا قول یہ ہے:

اقول: جیسا کہ تمہیں معلوم ہے یہ بات علامہ نووی کے نقل کردہ تمام علماء کے اطلاق اور خود شیخ الاسلام سے امام طحاوی کی گزشتہ نقل کردہ تعریف کے خلاف ہے۔ لیکن شیخ الاسلام کی دونوں کلاموں میں مخالف کو ختم کرنے کی وجہ مجھ پر ظاہر ہو رہی ہے وہ یہ کہ یہاں انہوں نے راوی کی تفرّد کی بات کی ہے اور پہلے انہوں نے کہا ہے کہ طرق میں سے کوئی طریق بھی (کذاب و مستم سے) خالی نہ ہو، پس حاصل یہ ہوا کہ کذب و تہمت کے بغیر شدید ضعف ہو تو ان کے ہاں تفرّد کی صورت میں فضائل میں قابل قبول نہیں، لیکن جب وہ کثرتِ طرق سے مروی ہو تو اس صورت میں وہ شدید ضعف سے خفیف ضعف کے درجہ میں

ورایتی کتبت ہہنا علی ہامش فتح المغیث،
کلاماً یتعلق بالمقام احببت ایرادہ اتماماً
للبرام، فذکرت اولاماعن الشامی عن
الطحطاوی عن ابن حجر ثم ایدتہ باطلاق
العلماء ثم اوردت ماعن النسیم عن السخاوی
عن الحافظ ثم قلت مانصہ۔

اقول: وهذا کما تری مخالف لاطلاق مامر عن
النووی عن العلماء قاطبۃ، ولتحدید مامر عن
الطحطاوی عن شیخ الاسلام نفسہ لکن یظہر لی
دفع التخالف عن کلامی شیخ الاسلام بانہ ہہنا
ذکر المتفرد و فیما سبق قال "لا یخلو طریق من
طرقہ، فیکون الحاصل ان شدید الضعف بغیر
الکذب والتمہۃ لا یقبل عندہ فی الفضائل حین
التفرد، اما اذا کثرت طرقہ فیح یبلغ درجۃ یتسیر
الضعف فی خصوص قبولہ فی الفضائل، بخلاف
شدید الضعف بالکذب والتمہۃ فانہ وان
کثر طرقہ التی لا تفوقہ بان لا یخلو

آجائے گی پس اب وہ صرف فضائل میں مقبول ہو جائیگی، اس کے برخلاف جو کذب اور تہمت کی وجہ سے شدید ضعف والی ہو تو بیشتر کثرت کے باوجود وہ مقبولیت کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی اور نہ ہی فضائل میں قابل عمل ہو سکتی ہے کیونکہ اس کے ہر طریق میں کوئی نہ کوئی کذاب اور مہتم ضرور ہوتا ہے۔ یہی بات علامہ سخاوی کے گزشتہ کلام سے حاصل ہوتی ہے جہاں انہوں نے شدید ضعف والی حدیث کے فضائل میں مقبول ہونے کو کثرت طرق پر موقوف کیا وہاں شدت ضعف مطلق مراد ہے خواہ وہ کذب کے علاوہ ہی ہو، لیکن یہ بات ان کو ایک جگہ آڑے آئے گی۔ جہاں انہوں نے ضعف بالکذب پر بھی کثرت طرق کی بنا پر مقبول ہونے کا حکم کیا ہے جیسا کہ گزرا ہے حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ بات شیخ الاسلام سے نقل کردہ کے صراحتاً خلاف ہے، بہر صورت شیخ الاسلام کا تمام علماء سے نقل کردہ موقوف اور امام نووی کا نقل کردہ انہی تمام علماء کا مؤلف مختلف ہے یہ اختلاف مرتفع نہیں ہو سکتا، کیونکہ علماء نے فضائل میں شدید ضعف والی حدیث کو قبول کرنے کے لئے کثرت طرق وغیرہ کی شرط نہیں لگائی صرف یہ کہا ہے کہ وہ موضوع نہ ہو، ان کے کلام کا صریح ما حاصل یہ ہے کہ مثلاً فسق یا فحش غلطی کی بنا پر جس حدیث کا ضعف شدید ہو خواہ اس کا راوی متفرد ہی کیوں نہ ہو اور اس حدیث کے طرق کثیر بھی نہ ہوں تب بھی یہ حدیث (فضائل میں) مقبول ہے، غور و تامل کرو، کیونکہ یہ مقام خفی ہے اور غلط فہمی پیدا کر سکتا ہے، پردوں کو کھولنے اور درستی کو ظاہر کرنے کا سوال صرف اللہ تعالیٰ سے ہے اسی کی طرف لوٹنا ہے اور وہی جائے پناہ ہے۔ فتح المغیث کے حاشیہ میں سے جو میں نقل کرنا چاہتا تھا وہ ختم ہوا۔ (ت)

اگر اعتراض کے طور پر تو یہ کہے کہ امام شیخ الاسلام

شیخ منہا عن کذاب او متهم لایبلغ تلك الدرجه. ولا یعمل به فی الفضائل. وهذا هو الذی یعطیہ کلام السخاوی فیما مر حیث جعل قبول ما فیہ ضعف شدید مطلقاً ولو بغیر کذب فی باب الفضائل موقوفاً علی کثرة الطرق. لکنه یخالفه فی خصلة واحدة. وهو حکمه بالقبول بکثرة الطرق فی الضعف بالکذب ایضاً كما تقدم. وهو كما تری مخالف لصریح ما نقل عن شیخ الاسلام وعلی کل فلم یرتفع مخالفة نقل شیخ الاسلام عن العلماء جیباً لنقل الامام النووی عنهم كافة. فانهم لم یشرطوا للقبول فی الفضائل فی شدید الضعف کثرة الطرق ولا غیرها سوی ان ان لایکون موضوعاً. فصریح ما یعطیه کلامهم قبول ما اشتد ضعفه لفسق او فحش غلط. مثلاً وان تفرد ولم یکثر طرقه. فأفهم. وتأمل. فان المقام مقام خفاء وزلل. والله المسؤل لکشف الحجاب. و ابانة الصواب الیه المرجع والیه البآب اه. ما اردت نقله مما علقته علی الهامش۔

فان قلت هذا قید زائد افاده

کے بیان میں ایک زاید قید ہے جس پر علماء کے اطلاقات کو محمول کیا جاسکتا ہے اس سے دو نقل کردہ کلاموں میں اختلاف ختم ہو سکتا ہے قلت (تو میں جو بجا کہتا ہوں) ہاں اگر علماء کے ذکر کردہ پر کوئی دلیل نہ ہو تب بھی ان کے کلام کو اس قید سے خاص کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ ان کا کلام ہی نہیں ہے بلکہ وہ شدید ضعف پا کر بھی قبول کرنے پر عمل پیرا ہیں جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ (شدید ضعیف حدیث کو قبول کرنے کے لئے کثرتِ طرق) کی قید نہ لگانا، دلیل کے زیادہ موافق اور قواعدِ جمیل کے زیادہ مناسب ہے، ہماری خواہش ہے کہ یہی قابلِ اعتماد ہو اور حق کا علم اللہ جل جلالہ، کے ہاں ہے۔ (ت)

فائدہ جلیلہ: (ضعیف حدیثوں کے احکام، اقسام اور انکی کمی کو پورا کرنے کے بیان میں) امام سخاوی کے جس گزشتہ کلام کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے وہ صحیح متن، حدیث حسن کے بارے میں ہے کہ حدیث کا ضعف کذب یا شذوذ یعنی وہ حدیث احفظ راوی یا کثیر رواۃ کی روایت کے خلاف ہو، یا یہ ضعیف قوی ہو جو ان دو مذکورہ (کذب اور شذوذ) کے علاوہ کسی اور وجہ سے پیدا ہوا ہو، یہ ضعف کثرتِ طرق سے بھی ختم نہیں ہو سکتا، لیکن کثرتِ طرق کی بنا پر یہ حدیث مردود منکر کے مرتبہ سے ترقی کر کے ایسے ضعف کے مرتبہ پر پہنچ جاتی ہے جس سے فضائل میں عمل کے لئے مقبول ہو جاتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث کے متعدد کمزور طرق ایک

امام فلیحمل اطلاقاً تم علیہ دفعاً للتخالف بین النقلین قلت نعم لولا ان ما ذکرنا من الدلیل علیہ لایلائم سریان التخصیص الیہ، وکیف نضع بما نشاہدہم یفعلون یرون شدة الضعف ثم یقبلون، وبالجملة فالاطلاق هو الاوفق بالدلیل والالصق بقواعد الشرع الجمیل فنودان یكون علیہ التعویل والعلم بالحق عند الملک الجلیل۔

فائدة جلیلة (فائدة جلیلة فی احکام انواع الضعیف والجبار ضعفها) هذا الذی اشرت الیہ من کلام السخاوی البار المتقدم هو قوله مع متنه فی بیان الحسن، ان یکن ضعف الحدیث لکذب او شذوذ بان خالف من هو احفظ او اکثر اوقوة الضعف بغيرها فلم یجبر ولو کثرت طرقه، لکن بکثرة طرقه یرتقی عن مرتبة المرود المنکر الی مرتبة الضعیف الذی یجوز العمل به فی الفضائل وربما تكون تلك الطرق الواهية بمنزلة الطریق التي فیها ضعف یسیر بحیث لو فرض مجیب ذلك الحدیث بأسناد فیہ ضعف یسیر کان مرتقیاً بها الی مرتبة الحسن لغيره¹ املخصاً۔

¹ فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث الحسن دار الامام الطبری بیروت ۱۱ / ۸۳

معمولی کمزور طریقہ جیسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ حدیث کسی معمولی ضعف والی سند کے ساتھ مروی فرض کر لی جائے تو یہ درجہ حسن لغیرہ پر فائز ہو جاتی ہے، ملخصاً۔ (ت)

اور مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے اس مقام پر حاشیہ لکھا ہے جو یہ ہے اقول: ہماری زائد اسکاٹ کے ساتھ جو یہاں ثابت اور واضح ہو چکا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ موضوع حدیث کسی طرح کارآمد نہیں ہے اور کثرت طرق کے باوجود اس کا عیب ختم نہیں ہو سکتا کیونکہ شرکی زیادتی سے شر مزید بڑھتا ہے، نیز موضوع، معدوم چیز کی طرح ہے اور معدوم چیز نہ قوی ہو سکتی ہے اور نہ قوی بنائی جاسکتی ہے، موضوع کی ایک قسم وہ ہے جس کو ایک جماعت نے، جس میں شیخ الاسلام بھی ہیں، نے بیان کیا ہے، وہ یہ کہ جس کو کذاب لوگ روایت کریں، اور ایک دوسری جماعت جس میں سے "خاتم الحفاظ" بھی ہیں، نے بیان کیا ہے کہ "موضوع" وہ ہے جس کو متمم بالکذب روایت کریں۔ امام سخاوی نے ان دونوں بیان کردہ قسموں کو "شدید الضعف" کے مساوی قرار دیا ہے، جس کو عنقریب بیان کریں گے، امام سخاوی کا خیال ہے کہ موضوع کی پہچان مقررہ قرائن ہی سے ہوتی ہے جیسا کہ روایت کرنے والا کذاب یا وضاع اس روایت میں متفرد ہو، جیسا کہ امام سخاوی نے اس کتاب میں بیان کیا ہے میرے نزدیک یہی موقف قوی اور اقرب الی الصواب ہے، مگر کذب اور تہمت کذب کے بغیر کوئی بھی شدید ضعف جس کی بنا پر حدیث درجہ اعتبار سے خارج ہو جاتی ہے مثلاً راوی کی انتہائی فحش غلطی ہو، ضعیف کی یہ قسم فضائل میں

ورائتني عقلت عليه ههنا مانصه اقول: حاصل ماتقرر وتحرر ههنا مع زيادات نفيسة منا ان الموضوع لا يصلح لشيء اصلا ولا يلتئم جرحه ابدا ولو كثرت طرقه ما كثرت، فان زيادة الشر لا يزيد الشيء الا شرا، وايضا الموضوع كالموضوع كالمعدوم والمعدوم لا يقوى ولا يتقوى، ومنه عند جمع منهم شيخ الاسلام ماجاء برواية الكذابين وعند آخرين منهم خاتم الحفاظ ما اتى من طريق المتهمين، وسؤهما السخاوى بشديد الضعف الاتى لذهابه الى ان الوضع لا يثبت الا بالقرائن المقررة ان تفرد به كذاب او وضاع كما نص عليه في هذا الكتاب، وهو عندى مذهب قوى اقرب الى الصواب، اما الضعف بغير الكذب والتهمة من ضعف شديد مخرج له عن حيز الاعتبار كفحش غلط الراوى فهذا يعمل به في الفضائل على ما يعطيه كلام عامة العلماء وهو الاقعد بقضية الدليل والقواعد، لا عند شيخ الاسلام على احدى الروايات عنه ومن تبعه كالسخاوى الا اذا كثرت طرقه الساقطة عن درجة الاعتبار فح يكون مجموعها كطريق واحد صالح له فيعمل بها في الفضائل

کارآمد ہو سکتی ہے جیسا کہ عام علماء کے کلام سے حاصل ہے اور یہی موقف دلیل و قواعد سے مطابقت رکھتا ہے، مگر شیخ الاسلام سے ایک روایت میں اور امام سخاوی کی طرح ان کے پیروکار حضرات کے ہاں یہ قسم فضائل میں معتبر نہیں ہے تا وقتیکہ اس کے کمزور طرق کثیر نہ ہوں اور یہ طرق کثیر ہوں تو ان سب کے مجموعہ کو وہ ایک طریقہ صالحہ کے مساوی قرار دے کر فضائل میں قابل عمل قرار دیتے ہیں، تاہم اس قسم کی ضعیف حدیث کو احکام کے لئے حجت قرار نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی یہ درجہ "حسن لغیرہ" کو پاسکتی ہے۔ ہاں اگر ان متعدد طرق کے ساتھ کسی دوسرے صالح طریق سے اس کی کمزوری زائل ہو جائے تو اور بات ہے، کیونکہ کمزور متعدد طرق اور ایک صالح طریق کی بنا پر وہ حدیث دو ایسی ضعیف

ولکن لا یحتج بہا فی الاحکام ولا تبلغ بذلک درجۃ الحسن لغیرہ الا اذا انجبرت مع ذلک بطریق اخری صالحۃ للاعتبار فان مجموع ذلک یکون کحدیثین ضعیفین صالحین متعاضدین فح ترقی الی الحسن لغیر فتصیر حجة فی الاحکام، اما مطلقاً علی ماہو ظاہر کلام المصنف اعنی العراقی او بشرط تعدد الجابرات الصالحات البالغۃ مع هذه الطرق القاصرة المتکثرة القائمة مقام صالح واحد حد اکثرۃ فی المصالح علی ما فہمہ السخاوی من کلام النووی وغیرہ الواقع فیہ لفظ اکثرۃ مع نزاع لنا فیہ مؤید بکلام شیخ الاسلام فی النزہة والنخبة المکتفیتین

عہ

ان کے الفاظ یہ ہیں: جب راوی سوء حفظ کا متابع معتبر راوی بن جائے جو اس سے اوپر ہو یا اس کی مثل اس سے کم نہ ہو اور اسی طرح وہ مختلط جو امتیاز نہیں کرتا، مستور، اسناد مرسل اور اسی طرح مدلس جبکہ محذوف منہ کو نہ پہچانتا ہو تو ان کی حدیث حسن ہو جائے گی ہاں لذاتہ نہیں بلکہ باعتبار المجموع ہوگی کیونکہ ہر ایک ان میں سے (یعنی سوء حفظ اور مختلط جن کا ذکر ہوا الخ) برابر احتمال رکھتا ہے کہ اس کی حدیث صحیح ہو یا غیر صحیح، پس جب معتبر راویوں میں سے کسی ایک کے موافق روایت آجائے تو مذکورہ دونوں احتمالوں میں سے ایک کو ترجیح حاصل ہو جائے گی اور (باقی اگلے صفحہ پر)

عہ: حیث قال متى توبع السیعی الحفظ بمعتبر کان یکون فوقہ او مثله لادونہ وکذا المختلط الذی لا یتبیز والمستور والاسناد المرسل وکذا المدلس اذا لم یعرف المحذوف مند صار حدیثہم حسناً لالذاتہ بل وصفہ بذلک باعتبار المجموع لان کل واحد منهم (اے ممن ذکر من السیعی الحفظ والمختلط الخ) باحتمال کون روایتہ صواباً او غیر صواب علی حد سواء فاذا جاءت من المعتبرین رواية موافقة لاحدهم رجح احد الجانبین من الاحتمالین المذکورین دول ذلک علی ان الحدیث محفوظ

حدیثوں کی طرح بن جاتی جو آپس میں مل کر تقویت کا باعث بن جاتی ہیں اور وہ ضعیف حدیث "حسن لغیرہ" کے مرتبہ کو پہنچ کر احکام میں حجت بن جاتی ہے، اب یہ اختلاف اپنی جگہ پر ہے کہ صرف اسی قدر سے مقبول ہے جیسا کہ مصنف یعنی علامہ عراقی کے کلام سے عیاں ہے یا بشرطیکہ بمع متعدد صالح طرق جن کی بنا پر کمزوری زائل ہو سکے ان متعدد صالح وجوہ اور کمزور طرق، جو ایک صالح طریق کے مساوی ہیں، مل کر کثرت طرق صالحہ بن جاتے ہیں جیسا کہ امام سخاوی نے امام نووی وغیرہ کے کلام سے سمجھا جن میں لفظ کثرت استعمال ہوا ہے، باوجودیکہ ہمارا اس میں اختلاف ہے جو کہ شیخ الاسلام کے اس کلام سے مؤید ہے

بوحدة الجابر مع جواز ان تكون الكثرة في كلام النووي بمعنى مطلق التعدد، وهو الاوفق بما رأينا من صنيعهم في غير مقام والضعيف بالضعف اليسير اعنى ما لم ينزله عن محل الاعتبار يعمل به في الفضائل وحده، وان لم ينجب فان انجب ولو بواحد صار حسنا لغیره، واحتج به في الاحكام على تفصيل وصفنا لك في الجابر، فهذه هي انواع الضعيف، اما الذي لانقص فيه عن درجة الصحيح الا القصور في ضبط الراوى غير بالغ الى درجة الغفلة فهو الحسن لذاته المحتج به وحده حتى في

یہ بات دلالت کرتی ہے کہ یہ حدیث محفوظ ہے اور درجہ توقف سے درجہ قبول پر فائز ہو گئی ہے اور واللہ اعلم، ذرا غور کرو متن میں محض ایک معتبر کے ساتھ اور شرح میں کئی افراد کے ساتھ موافقت روایت پر اکتفا کیسے کیا اور اسے قبول کا درجہ دیا ہے اور یہاں قبول سے مراد احکام میں قبولیت مراد ہے کیونکہ انہوں نے حدیث ضعیف کو صالح للاعتبار والرد کہا ہے کیونکہ حدیث ضعیف فضائل میں تو بالاجماع مقبول ہے، خواہ اس کے ساتھ کوئی دوسری روایت نہ ہو اور میرے لئے یہ ظاہر ہوا کہ وجہ ان دونوں عراقی اور شیخ الاسلام کے ساتھ ہے، اس بنا پر جو نزہتہ میں ان دونوں کی دلیل بیان کی گئی ہے یہ فتح المغیث پر میری تعلق سے منقول ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فارتقى من درجة التوقف الى درجة القبول والله اعلم^۱ اه وانظر كيف اجتزئ في المتن بتوحيد معتبر وفي الشرح بأفراد رواية وحكم بالارتقاء الى درجة القبول وما المراد به ههنا الا القبول في الاحكام فانه جعل الضعيف صالحا للاعتبار من الرد ومع انه مقبول في الفضائل بالاجماع ويظهر لي ان الوجه معهما اعنى العراقي وشيخ الاسلام لمابين في النزهة من الدليل لهما منقولا مما علقته على فتح المغيث ۱۲ منه رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

۱ شرح نخبہ الفکر بحث سوء الحفظ مطبوعہ مطبعہ علمی اندرون لوہارگیٹ لاہور ص ۷۴

جو انہوں نے "الذنبۃ" اور "الذنبۃ" میں کیا دونوں کتابوں میں ایک جابر (کمزوری کو زائل کرنے والا امر) کا بیان ہے (نیز اپنی تائید میں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں) کہ امام نووی کے کلام میں لفظ کثرت سے مطلق تعدد ہے اور یہی احتمال ان کی عادت کے زیادہ قریب ہے جیسا کہ ہم نے متعدد جگہ یہ استعمال پایا ہے اور ضعیف کی ایسی قسم جس میں معمولی ضعف ہو یعنی جس سے حد اعتبار ساقط نہ ہو یہ فضائل میں تنہا معتبر ہے خواہ کوئی مؤید بھی نہ ہو، اور اگر کوئی ایک ایسا مؤید پایا جائے جو اس کے ضعف کو زائل کر دے تو یہ "حسن لغیرہ" بن جاتی ہے اور اس کو احکام میں حجت قرار دیا جائیگا جس کی تفصیل ہم نے کمزوری کو زائل کرنے والے امور میں بیان کر دی ہے۔ یہ تمام ضعیف کی انواع ہیں۔ اگر صحیح حدیث کے شرائط میں ماسوائے ضبط راوی کی کمزوری کے اور کوئی کمزوری نہ ہو تو یہ حدیث "حسن لذاتہ" ہوگی بشرطیکہ ضبط راوی کی یہ کمزوری غفلت کے درجہ تک نہ پہنچتی ہو، تو یہ "حسن لذاتہ" واحد حدیث بھی احکام کے لئے حجت ہو سکتی ہے اگر حسن لذاتہ کے ساتھ اس کی ہم مثل ایک اور بھی مل جائے تو یہ حدیث "صحیح لغیرہ" بن جاتی ہے اور اگر اس سے کم درجہ کی کوئی مؤید اس سے مل جائے تو "صحیح لغیرہ" نہ بنے گی تا وقتیکہ اس سے کم درجہ کی متعدد روایات جمع نہ ہو جائیں میری لکھی ہوئی تعلق ختم ہوئی، ملخصاً (ت)

یہ چند جملے لوح دل پر نقش کر لینے کے ہیں کہ بعونہ تعالیٰ اس تحریر نفیس کے ساتھ شاید اور جگہ نہ ملیں، وبالله التوفیق ولہ الحمد۔ الحمد للہ القادر القوی علم ماعلمہ وصلی اللہ تعالیٰ علی ناصر الضعیف والہ وسلم، قبول ضعیف فی فضائل الاعمال کا مسئلہ جلیلہ ابتدائی مسوود فقیر میں صرف دو افادہ مختصر میں تین صفحہ کے مقدار تھا اب کو ماہ مبارک ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں رسالہ بعونہ تعالیٰ بمبئی میں چھپنا شروع ہو گیا اثنائے تیسویں میں بارگاہ مفیض علوم و نعم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مجھ اللہ تعالیٰ نفاس جلیلہ کا اضافہ ہوا افادہ شانزدہم سے یہاں تک آٹھ افادات نافعہ اسی مسئلہ کی تحقیق میں القا ہوئے قلم روکتے روکتے اتنے اوراق الما ہوئے، امید کی جاتی ہے کہ اس مسئلہ کی ایسی تسخیر جلیلہ و تفصیل جزیلہ اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملے، مناسب ہے کہ یہ افادے اس مسئلہ خاص میں جدار سالہ قرار دئے جائیں اور بلحاظ تاریخ **الہاد الکاف فی حکم الضعاف** (۱۳۱۳ھ) (ضعیف حدیثوں کے حکم میں کافی ہدایت۔ ت) لقب پائیں وبالله التوفیق ولہ المنة علی مازرق من نعم تحقیق ما کننا لعشر معشار عشرها نلیق والصلاة والسلام علی الحبيب الکریم والہ وصحبہ ہدایة

عہ: منقوص محلی بالام سے بھی حذف یا فسخ کلام میں شایع وذالچ ہے یوم التلاق، یوم التناد الکبیر المتعال الی غیر ذلک امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب ہے الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ۱۲ منہ (م)

افادہ بست^{۲۲} و چہارم: (حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا خواہی نخواستہ ہی مستلزم مطلق ضعف ہی نہیں چہ جائے ضعف شدید) واللہ استعین کسی حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا موضوعیت بالائے طاق، ضعف شدید درکنار مطلق ضعف کو بھی مستلزم نہیں اُن میں حسن، صحیح، صالح، ضعیف، باطل ہر قسم کی حدیثیں ہیں، ہاں بوجہ اختلاط و عدم بیان کہ عادت جمہور محدثین ہے ہر حدیث میں احتمال ضعف قدیم لہذا غیر ناقد کو بے مطالعہ کلماتِ ناقدین اُن سے عقائد و احکام میں احتجاج نہیں پہنچتا، قولِ شاہ عبدالعزیز صاحب این احادیث قابلِ اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملیہ یا نہایت تمسک کردہ شود^۱ (یہ احادیث قابلِ اعتماد نہیں ہیں کہ ان سے عقیدہ و عمل میں استدلال کیا جاسکے۔ ت) کے یہی معنی ہیں، نہ یہ کہ ان کتابوں میں جتنی حدیثیں ہیں سب وای ساقط ہیں یا موضوع و باطل اور اصلاً در بارہ فضائل بھی ایراد و استناد کے ناقابلِ کوئی ادنیٰ ذی فہم و تمیز بھی ایسا ادعا نہ کرے گا نہ کہ شاہ صاحب سافاضل، ہاں متکلمانِ طائفہ و ہابیہ اپنی جہالتیں جس کے سرچاپیں دھریں۔

اولاً خود شاہ صاحب اثباتِ عقیدہ و عمل کا انکار فرما رہے ہیں اور وہ فضائلِ اعمال میں تمسک کے منافی نہیں، ہم افادہ ۲۲ میں روشن کر آئے کہ در بارہ فضائل کسی حدیث ضعیف سے استناد کسی عقیدہ یا عمل کا اثبات نہیں، تو اس بات کو ہمارے مسئلہ سے کیا تعلق!

ثانیاً تصانیفِ خطیب و ابو نعیم بھی طبقہ رابعہ میں ہیں اور شاہ صاحب بُستانِ المحدثین میں امام ابو نعیم کی نسبت فرماتے ہیں:

ان کی تصانیف میں سے حلیۃ الاولیاء ایسے نوادرات میں سے ہے جس کی مثل اسلام میں آج تک کوئی کتاب تصنیف نہ ہوئی (ت)	از نوادر کتب او کتاب حلیۃ الاولیاء است کہ نظیر آں در اسلام تصنیف شدہ ^۲ ۔
--	---

اُسی میں ہے:

خطیب بغدادی کی کتب میں اقتضاء العلم والعمل اپنے فن میں بہت سی خوبیوں کی حامل ہے۔ (ت)	کتاب اقتضاء العلم والعمل از تصانیف خطیب است بسیار خوب کتابے است در بار خود ^۳ ۔
--	---

۱ عجلہ نافعہ فصل اول بحث طبقہ رابعہ مطبع نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۵

۲ بُستانِ المحدثین مع اردو ترجمہ مستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۵

۳ بُستانِ المحدثین مع اردو ترجمہ کتاب اقتضاء العلم والعمل للخطیب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۶۹

اُسی میں تصانیف امام خطیب کو لکھا:

التصانیف المفيدة التي هي بضاعة المحدثين وعروتهم في فهم ¹ -	فائدہ بخش لصفین کہ فن حدیث میں محدثین کے بضاعت و محل تمسک ہیں۔
--	---

پھر امام حافظ ابوطاہر سلفی سے اُن تصانیف کی مدح جلیل نقل کی، سبحان اللہ کہاں شاہ صاحب کا یہ حُسنِ اعتقاد اور کہاں اُن کے کلام کی وہ بیہودہ مراد کہ وہ کتب سراسر مہمل و ناقابلِ استناد۔
ثالثاً جناب شاہ صاحب مرحوم کے والد شاہ ولی اللہ صاحب کہ حجۃ اللہ البالغہ میں اس تقریر طبقات کے موجود اُسی حجۃ بالغہ میں اسی طبقہ رابعہ کی نسبت لکھتے ہیں:

اصح هذه الطبعة ما كان ضعيفاً محتملاً ² -	یعنی اس طبقہ کی احادیث میں صالح تر وہ حدیثیں ہیں جن میں ضعیف قلیل قابلِ تحمل ہو۔
---	---

ظاہر ہے کہ ضعیف محتمل ادنیٰ انجبار سے خود احکام میں حجت ہو جاتی ہے اور فضائل میں تو بالاجماع تنہا ہی مقبول و کافی ہے پھر یہ حکم بھی بلحاظ انفراد ہو گا ورنہ ان میں بہت احادیث منجبرہ حسان ملیں گی اور عندا تحقیق یہ بھی باعتبار غالب ہے، ورنہ فی الواقع ان میں صحاح، حسان سب کچھ ہیں کماستسمع یعونہ تعالیٰ (جیسے کہ تُو عنقریب سُنے گا۔ ت)
رابعاً یہی شاہ صاحب قرۃ العینین عہ فی تفضیل الشیخین میں لکھتے ہیں:

چوں نوبت علم حدیث بطبقہ دلیمی و خطیب و ابن عساکر رسید ایں عزیزاں دیدند کہ احادیث صحاح و حسان را منتقدین مضبوط کردہ اند پس مائل شدند بجمع احادیث ضعیفہ و مقلوبہ کہ سلف آزادیدہ و دانستہ گزاشتہ بودند و غرض ایشان ازیں جمع آں بود کہ بعد جمع حفاظ محدثین در اں احادیث تا مل کنند و موضوعات را	جب علم حدیث دلیمی، خطیب اور ابن عساکر کے طبقہ تک پہنچا تو انہوں نے دیکھا کہ مقتدین علماء نے ایسی احادیث جو صحیح اور حسن تھیں کو محفوظ کر دیا ہے لہذا انہوں نے ایسی احادیث جمع کیں جو ضعیفہ و مقلوبہ تھیں جنہیں اسلاف نے عمداً ترک کیا تھا ان کے جمع کرنے سے غرض یہ تھی کہ حفاظ محدثین ان میں غور تاہل کر کے
--	--

دوسری فصل کی قسم دوم کا تین کے شبہات سے متعلق ہے اس کے
تحت اس کا بیان ہے (ت)

عہ: قسم دوم از فصل دوم در شبہات و ارقان ۱۲ امنہ

¹ بستان المحدثین مع اردو ترجمہ تاریخ بغداد للخطیب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸۸

² حجۃ اللہ البالغہ باب طبقہ کتب حدیث، الطبعة الرابعہ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱/۱۳۵

موضوعات کو حسن لغیرہ سے ممتاز کر دیں گے جیسا کہ اصحاب مسانید نے تمام طرق حدیث کو جمع کیا تاکہ حفاظ حدیث صحیح، حسن اور ضعیف کو ایک دوسرے سے ممتاز کر دیں دونوں فریقوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق اور کامیابی عطا فرمائی، بخاری، مسلم، ترمذی اور حاکم احادیث میں امتیاز کرتے ہوئے ان پر صحیح، حسن ہونے کا حکم لگایا اور متاخرین نے خطیب اور ان کے طبقہ کے لوگوں کی احادیث میں تصرف کیا و حکم لگایا، ابن جوزی نے موضوعات کو الگ کیا، امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں حسن لغیرہ کو ضعیف اور منکر سے ممتاز کیا۔ خطیب اور ان کے طبقہ کے لوگوں نے اپنی کتب کے مقدمات میں ان مقاصد کی تصریح کی ہے اللہ تعالیٰ ان تمام کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اہل ملتقطا۔ (ت)

از حسان لغیرہ ممتاز نمایند چنانکہ اصحاب مسانید طرق احادیث جمع کروند کہ حفاظ صحاح و حسان و ضعیف از یکدگر ممتاز سازند ظن ہر دو فریق را خدا تعالیٰ محقق ساخت بخاری و مسلم و ترمذی و حاکم تمییز احادیث و حکم بصحت و حسن و متاخران در احادیث خطیب و طبقہ او تصرف نمودند ابن جوزی موضوعات را مجرد ساخت و سخاوی و مقاصد حسنہ حسان لغیرہ از ضعیف و مناکیر تمییز نمود خطیب و طبقہ او در مقدمات کتب خود بایں مقاصد تصریح نموده اند جز اہم اللہ تعالیٰ عن امة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیرا^۱ اہل ملتقطا۔

دیکھو کیسی تصریح تصریح ہے کہ کتب طبقہ رابعہ میں نہ صرف ضعیف محتمل بلکہ حسان بھی موجود ہیں اگرچہ لغیرہ ہا کہ وہ بھی بلاشبہ خود احکام میں حجّت نہ کہ فضائل۔

خامساً انہیں شاہ صاحب نے اسی حجّت میں سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی کو طبقہ ثانیہ اور مصنف عبدالرزاق و ابوبکر بن ابی شیبہ و تصانیف ابی داؤد طیالسی و بیہقی و طبرانی کو طبقہ ثالثہ اور کتب ابو نعیم کو طبقہ رابعہ میں گنا، امام جلیل جلال سیوطی خطبہ جمع الجوامع میں فرماتے ہیں:

میں نے حوالہ جات کے لئے یہ رموز وضع کیے ہیں، خ سے بخاری، م سے مسلم، ح سے ابن حبان، ک سے مستدرک حاکم، ض سے مختارہ للضیاء، ان پانچوں کتب میں صحیح احادیث ہیں ماسوائے حاکم کے جن پر اعتراض کیا گیا ہے اس پر توجہ رکھ، د سے ابوداؤد جس پر وہ خاموش رہیں وہ صالح ہے اور جس کا ضعف (باقی بر صفحہ آئندہ)

رمزت للبخاری خ و لمسلم م و لابن حبان ح و للحاکم فی المستدرک ک و للضیاء فی المختارۃ ض و جمیع ما فی ہذہ الکتب الخمسة صحیح سوی ما فی المستدرک من المتعقب فائبہ علیہ، و رمزت لابی داؤد د فہا سکت عہ علیہ فہو صالح و ما بین ضعفہ

وہ اصل کتاب جس پر میں نے واقفیت (باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ: فی الاصل الذی وقفت علیہ بین

1 قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین قسم دوم از شبہات الخ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۲۸۲

انہوں نے بیان کیا ہے میں نے اسے نقل کر دیا ہے، ت سے ترمذی میں ان کا حدیث پر تبصرہ بھی نقل کروں گا، ن سے نسائی، ہ سے ابن ماجہ، ط سے ابوداؤد طیالسی، حم سے احمد، عب سے عبدالرزاق، ش سے ابن ابی شیبہ ع سے ابویعلیٰ، طب سے طبرانی کی معجم کبیر، طس سے معجم اوسط، طص سے معجم صغیر، حل سے حلیہ ابو نعیم، ق سے سنن بیہقی، ہب سے شعب الایمان للبیہقی مراد ہوگا، ان تمام کتب میں احادیث صحیح بھی ہیں حسن اور ضعیف بھی اور میں اکثر طور پر ان کے بارے میں نشان دہی بھی کروں گا۔ مخضراً۔ (ت)

لقلته عنه، وللترمذی ت وانقل کلامه علی الحدیث وللنسائی ن ولابن ماجة ه ولابی داؤد الطیالسی ط ولاحمد حم ولعبدالرزاق عب ولابن ابی شیبہ ش ولابی یعلیٰ ع وللطبرانی فی الکبیر طب والاوسط طس وفی الصغیر طص ولابی نعیم فی الحلیة حل وللبیہقی ق وله فی شعب الایمان ہب وھذہ فیہا الصحیح والحسن والضعیف فأبینہ غالباً¹ اھ مختصراً۔

دیکھو امام خاتم الحقاظ نے ان طبقات ثانیہ وثالثہ و رابعہ سب کو ایک ہی مشق میں گنا اور سب پر یہی حکم فرمایا کہ ان میں صحیح، حسن، ضعیف سب کچھ ہے۔

سادماً خود جناب شاہ صاحب کی تصانیف تفسیر عزیزی و تحفہ اثنا عشریہ وغیرہا میں جا بجا احادیث طبقہ رابعہ سے بلکہ ان سے بھی اتر کر استناد موجود، اب یا تو شاہ صاحب معاذ اللہ خود کلام اپنا نہ سمجھتے یا یہ سفہ ناسخ تحریف معنوی کر کے احادیث طبقہ رابعہ کو مہمل و معطل ٹھہرانا ان کے سر کیے دیتے ہیں، تمثیلاً چند نقول حاضر، عزیزی آخر تفسیر فاتحہ میں ہے:

حاصل کی ہے اس میں لفظ فنا اور علیہ کے درمیان ایک کلمہ ہے جو کتابت میں واضح نہیں تو میں نے اس کی جگہ لفظ سکت لکھ دیا ہے اور چونکہ اس سے آغاہ کرنا ضروری تھا تو میں نے آگاہ کر دیا، ۱۲ منہ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
لفظ فماً وعلیہ کلمة لم تبین فی الکتابة فکتبت مکانہا لفظة سکت اذھو المراد واذ کان لابدمن التنبیہ نبہت علیہ ۱۲ منہ (م)

¹ جامع الاحادیث، بحوالہ جمع الجوامع خطبہ کتاب، دار الفکر بیروت ۱/۱۸، ۱۹

<p>ابو نعیم اور دیلمی نے حضرت ابو برداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں قرآن کی دوسری سورۃ کافی نہ ہو وہاں فاتحہ کافی ہے الحدیث (ت)</p>	<p>ابو نعیم و دیلمی از ابو الدرداء روایت کرده اند کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ کہ فاتحہ الکتب کفایت مے کند از آنچه بیچ چیز از قرآن کفایت نمی کنند^۱ الحدیث۔</p>
--	---

یہیں اور روایات بھی ابن عساکر و ابو شیخ و ابن مردودہ و دیلمی و غیر ہم سے مذکور ہیں یہیں عہ ہے:

<p>ثعلبی نے شعبی سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے شعبی کے پاس آ کر شکایت کی کہ مجھے درد گردہ ہے، انہوں نے فرمایا تو اساس القرآن پڑھ کر جائے درد پر دم کر، اس نے عرض کیا کہ اساس القرآن کہا ہے؟ فرمایا سورۃ الفاتحہ۔ (ت)</p>	<p>ثعلبی از شعبی روایت کرده است کہ شخصی نزد او آمد و شکایت درد گردہ کردہ شعبی باو گفت کہ ترا لازم است کہ اساس القرآن بخوانی و بر جائے درد دم کنی او گفت کہ اساس القرآن چیست شعبی گفت فاتحہ الکتب^۲۔</p>
--	---

عزیزی سورہ بقرہ ذکر بعض خواص سورہ آیات میں ہے:

<p>ابن نجار نے اپنی تاریخ میں محمد بن سیرین سے روایت</p>	<p>ابن النجار در تاریخ خود از محمد بن سیرین روایت کردہ</p>
--	--

<p>اور اس میں بعض روایات کے دارقطنی یا طبرانی یا وکیع کے ساتھ اقرآن سے مخالف کو سود مند نہیں کیونکہ اس طرح سے یہ معنی پیدا ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ اسناد سے طبقہ ثالثہ سے مقرون ہیں اور اسی طرح یہ ثابت ہے کہ طبقہ رابعہ کی تمام احادیث درجہ اعتبار سے ساقط نہیں پھر احتمال مذکور دیگر روایات کے ملاحظہ سے کہ جو صرف طبقہ رابعہ سے ہیں یہ بھی زعم مخالف کو زیادہ زائل کرنے والا ہے، مخالف کا جو بھی زعم ہو، اسے اچھی طرح سمجھو ۱۲ منہ (ت)</p>	<p>عہ: و دریں بعض روایات اقرآن دارقطنی یا طبرانی یا وکیع مخالف را سود مند زیرا کہ ازیں چنانکہ احتمال این معنی رونمائی کرد اسناد باینما مقرون بطبقہ ثالثہ است، مچنان ایں امر بر منقضہ ثبوت نشیند کہ ہمہ احادیث طبقہ رابعہ ساقط از درجہ اعتبار نیست باز احتمال مذکور بملاحظہ روایات دیگر کہ تنہا از طبقہ رابعہ ست ازل باشد زعم مخالف را بیچ کن باشد فانہم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)</p>
---	--

1 تفسیر عزیزی سورۃ الفاتحہ فضائل ایں سورۃ الخ مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۵۹

2 تفسیر عزیزی آخر سورہ فاتحہ شیطان را چہار بار در عمر خود نوحہ الخ مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۵۹

کرتے ہیں کہ ایک حدیث میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنی جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو تینتیس ۳۳ آیات پڑھے گا اسے کوئی درندہ اور ڈاکو نقصان نہیں دے گا الحدیث اہ مختصراً۔ (ت)

کہ حدیثی از عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شنیدہ بودم کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ اند کہ در شب سی و سه آیت بخواند او را در آن شب درندہ و دزدے ایذا نرساند الحدیث اہ مختصراً^۱۔

اسی عہ میں ہے:

ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان نصاریٰ کے بارے میں سوال کیا الحدیث (ت)

روی عہ^۲ ابن جریر عن مجاهد قال سأل سلیمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن اولئک النصاری الحدیث^۲۔

عزیزی آخر و ایل میں ہے:

حافظ خطیب بغدادی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا ابھی ایک شخص آئے گا کہ میرے بعد اس سے بہتر

حافظ خطیب بغدادی از جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت می کند کہ روزے بخدمت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر بودیم ارشاد فرمودند کہ حالاً شخصی می آید کہ حق تعالیٰ بعد از من کسے را بہتر از و پیدا نکرده است

اس آیت کے تحت ہے

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَى (ت)

شاہ صاحب نے مجالہ نافعہ میں جہاں چار طبقات کا ذکر کیا ہے وہاں تفسیر ابن جریر کو بھی چوتھے طبقے میں شمار کیا ہے جیسا کہ السیف الملول علی من انکر اثر قدم الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ: ۱: زیر آیه إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَى

۱۲ منہ (م)

عہ ۲: شاہ صاحب در مجالہ نافعہ جائیکہ ذکر طبقات اربعہ کردہ است تفسیر ابن جریر را از ہمیں طبقہ رابعہ شمرده است کہا ذکرہ فی السیف المللول علی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

1 تفسیر عزیزی سورۃ البقرہ خواص و فضائل سورۃ فاتحہ و سی و سه آیت الخ مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۹۳

2 تفسیر عزیزی سورۃ البقرہ زیر آیت ان الذین امنوا والذین هادوا والنصارى مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۷۱

شخص اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں فرمایا اس کی شفاعت روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی شفاعت کی طرح ہوگی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ (ت)

وشفاعت اور روزِ قیامت مثل شفاعتِ پیغمبران باشد جابر گوید کہ مثلنہ گزشتہ بود کہ حضرت ابو بکر تشریف آوردند¹۔

تحفہ (اثنا عشریہ) میں عہ ہے:

شیعہ اور سُنی دونوں کے ہاں روایات صحیحہ میں ثابت ہے کہ یہ معاملہ حضرت ابو بکر پر نہایت شاق گزرا، لہذا آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے دروازے پر حاضر ہوئے اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفارشی بنایا تاکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے راضی ہو جائے، روایات اہلسنت مدارج النبوة، الوفاء، بیہقی اور شرح مشکوٰۃ میں موجود ہیں بلکہ شرح مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر اس واقعہ کے بعد سیدہ فاطمہ الزہراء کے گھر کے باہر دھوپ میں کھڑے ہو گئے اور معذرت کی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے راضی ہو گئیں۔ ریاض السفرۃ میں بھی یہ واقعہ تفصیلاً درج ہے اور فصل الخطاب میں بروایت بیہقی، شعبی بھی یہ ہی واقعہ منقول ہے اور ابن السمان نے الموافقتہ میں اوزاعی سے روایت کیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرمی کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آئے الخ۔ (ت)

در روایات شیعہ و سُنی صحیح وثابت است کہ ایں امر خیلے بر ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاق آمد و خود بر در سرائے زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر آورد و امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ را شفیع خود ساخت تا آنکہ حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازو خوشنود شد اما روایات اہلسنت پس در مدارج النبوة و کتاب الوفاء و بیہقی و شرح مشکوٰۃ موجود است بلکہ در شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق نوشته است کہ ابو بکر صدیق بعد از ایں قصہ بخانہ فاطمہ رفت و در گرمی آفتاب بفر با با ستاد عذر خواہی کرد و حضرت زہرا ازو راضی شد و در ریاض السفرۃ نیز ایں قصہ بہ تفصیل مذکور است و در صل الخطاب، بروایت بیہقی از شعبی نیز ہمیں قصہ مروی است و ابن السمان در کتاب الموافقتہ از اوزاعی روایت کردہ کہ گفت بیرون آمد ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بر در فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا در روز گرم الخ

ملعون لوگوں کے ان اعتراضات میں سے تیرھویں طعن میں ہے جو انہوں نے افضل الصدیقین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیے ہیں ۱۲ منہ (ت)

عہ: در طعن سبزدہم از مطاعن ملا عنہ بر حضرت افضل الصدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ (م)

1 تفسیر عزیزی آخر سورۃ ایل پارہ عم مطبوعہ لال کٹواں دہلی ص ۳۰۶

2 تحفہ اثنا عشریہ طعن سبزدہم از مطاعن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۷۸

سابگاً طرفہ تریہ کہ شاہ صاحب نے تصانیف حاکم کو بھی طبقہ رابعہ میں گنا حالانکہ بلاشبہ مستدرک حاکم کی اکثر احادیث اعلیٰ درجہ کی صحاح و حسان ہیں بلکہ اُس میں صدہا حدیثیں بر شرط بخاری و مسلم صحیح ہیں قطع نظر اس کہ تصانیف شاہ صاحب میں کتب حاکم سے کتنے اسناد ہیں اور بڑے شاہ صاحب کی ازالۃ الحفاء و قرۃ العینین تو مستدرک سے تو وہ تودہ احادیث نہ صرف فضائل بلکہ خود احکام میں مذکور کمالاً یخفی علی من طالعہما (جیسے کہ اس پر مخفی نہیں جس نے ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ ت) لطیف ترید ہے کہ خود ہی بستان الحدیث میں امام الشان ابو عبد اللہ ذہبی سے نقل فرماتے ہیں:

<p>انصاف یہ ہے کہ مستدرک میں اکثر احادیث ان دونوں بزرگوں (بخاری و مسلم) یا ان میں سے کسی ایک کے شرائط پر ہیں بلکہ ظن غالب یہ ہے کہ تقریباً نصف کتاب اس قبیل سے ہے اور تقریباً اس کا چوتھائی ایسا ہے کہ بظاہر ان کی اسناد صحیح ہیں لیکن ان دو (بخاری و مسلم) کی شرائط پر نہیں اور باقی چوتھائی واہیات اور مناکیر بلکہ بعض موضوعات بھی ہیں اس لئے میں نے اس کے خلاصہ جو کہ تلخیص ذہبی سے مشہور ہے، میں اس بارے میں خبردار کیا ہے، انتہی (ت)</p>	<p>انصاف آنست کہ در مستدرک قدرے بسیار شرط این مردو بزرگ یافتہ میشود یا بشرطیکے از زمینا بلکہ ظن غالب آنست کہ بقدر نصف کتاب ازین قبیل باشد، و بقدر رابع کتاب از آں جنس است کہ بظاہر عہ اسناد او صحیح ست لیکن بشرط این مردو نیست و بقدر رابع باقی واہیات و مناکیر بلکہ بعضی موضوعات نیز ہست چنانچہ من در اختصار آں کتاب کہ مشہور بتلخیص ذہبی است خبردار کردہ ام^۱ انتھی۔</p>
---	--

لفظ "بظاہر" وہ جو امام خاتم الحفظ نے تدریب میں امام ذہبی سے نقل کیا ہے اس میں نہیں ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ اس میں بہت سی احادیث شیخین کی شرائط پر ہیں اور بہت سی ان دونوں میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں، شاید اس کا مجموعہ تقریباً آدھی کتاب ہو اور اس میں چوتھائی ایسی احادیث ہیں جن کی سند صحیح ہے، بعض ایسی ہیں جن میں کوئی شیئی یا علت ہے اور جو بقیہ چوتھائی ہے وہ مناکیر یا واہیات ہیں جو صحیح نہیں، اور بعض اس میں موضوع بھی ہیں ۱۲ منہ (ت)

عہ: لفظ بظاہر در آنچه امام خاتم الحفظ در تدریب از ذہبی آور نیست لفظش ہمین است کہ فیہ جملۃ وافرۃ علی شرطہما و جملۃ کثیرۃ علی شرط احدہما، لعل مجموع ذلک نحو نصف الكتاب و فیہ نحو الربع مباح سندہ، و فیہ بعض الشیعی، اولہ علة و ما بقی و ہونحو الربع فہو مناکیر او واہیات لا یصح و فی بعض ذلک موضوعات^۲ ۱۲ منہ (م)

^۱ بستان الحدیث مع اردو ترجمہ مستدرک میں احادیث موضوع کا اندراج مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳

^۲ تدریب الرادی عدد احادیث مسلم و تسائل الحاکم فی المستدرک دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۰۶

تنبیہ: بحمد اللہ ان بیانات سے واضح ہو گیا کہ اس طبقہ والوں کی احادیث متروکہ سلف کو جمع کرنے کے معنی اسی قدر ہیں کہ جن احادیث کے ایراد سے انہوں نے احتراز کیا انہوں نے درج کیں نہ یہ کہ انہوں نے جو کچھ لکھا سب متروکہ سلف ہے مجرد عدم ذکر کو اس معنی پر محمول کرنا کہ ناقص سمجھ کر بالقصد ترک کیا ہے محض جہالت ورنہ افراد بخاری متروکات مسلم ہوں اور افراد مسلم متروکات بخاری اور ہر کتاب متاخر کی وہ حدیث کو تصانیف سابقہ میں نہ پائی گئی تمام سلف کی متروکہ مانی جائے، مصنفین میں کسی کو دعوائے استیعاب نہ تھا۔ امام بخاری کو ایک لاکھ احادیث صحیحہ حفظ تھیں صحیح بخاری میں کل چار ہزار بلکہ اس سے بھی کم ہیں کما بینہ شیخ الاسلام فی فتح الباری شرح صحیح البخاری (جیسا کہ شیخ الاسلام نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں بیان کیا ہے۔ ت)

ہامنا شاہ صاحب اس کلام امام ذہب کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

ولہذا علمائے حدیث قرار دادہ اند کہ بر مستدرک حاکم اعتماد بنیاد کرد مگر از دیدن تلخیص ذہبی ¹ ۔	اسی لئے محدثین نے یہ ضابطہ مقرر کر دیا ہے کہ مستدرک حاکم پر ذہبی کی تلخیص دیکھنے کے بعد اعتماد کیا جائے گا۔ (ت)
--	---

اور اس سے پہلے لکھا:

ذہبی گفتہ است کہ حلال نیست کسے را کہ بر تصحیح حاکم غرہ شود تا وقتیکہ تعقیبات و تلخیصات مرانہ بیند و نیز گفتہ است احادیث بسیار در مستدرک کہ بر شرط صحت نیست بلکہ بعضی از احادیث موضوعہ نیز ست کہ تمام مستدرک ہاتھا معیوب گشتہ ² ۔	امام ذہبی نے کہا ہے کہ امام حاکم کی تصحیح پر کوئی کفایت نہ کرے تا وقتیکہ اس پر میری تعقیبات و تلخیصات کا مطالعہ نہ کر لے، اور یہ بھی کہا ہے کہ بہت سی احادیث مستدرک میں شرط صحت پر موجود نہیں بلکہ بعض اس میں موضوعات بھی ہیں جس کی وجہ سے تمام مستدرک معیوب ہو گئی ہے۔ (ت)
---	---

ان عبارات سے ظاہر ہوا کہ وجہ بے اعتمادی اختلاف صحیح و ضعیف ہے اگرچہ اکثر عہ صحیح ہی ہوں جیسے

عہ: اسی طرح عدم اعتبار کثرت و قلت کی دلیل واضح امام الشان کا یہ ارشاد منقول تدریب ہے:

قال الشیخ الاسلام غالب مافی کتاب ابن الجوزی موضوع والذی ینقد علیہ بالنسبۃ الی	شیخ الاسلام نے کہا کہ ابن جوزی کی کتاب میں اکثر روایات موضوع ہیں، جن روایات (باقی صفحہ آئندہ)
---	---

¹ بستان المحدثین مع اردو ترجمہ مستدرک میں احادیث موضوعہ کا اندراج مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص 113

² بستان المحدثین مع اردو ترجمہ مستدرک میں احادیث موضوعہ کا اندراج مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص 109

مستدرک میں تین رابع کتاب کی قدر احادیث صحیحہ ہیں نہ کہ سب کا ضعیف ہونا چاہئے جائے ضعف شدید یا بطلان محض کہ کوئی جاہل بھی اس کا اعادہ نہ کرے گا اور اس بے اعتمادی کے یہی معنی اگر خود لیاقت نقد رکھتا ہو آپ پر کھے ورنہ کلام ناقدین کی طرف رجوع کرے بے اس کے حجت نہ سمجھ لے۔ اب انصافاً یہ حکم نہ صرف کتب طبقہ رابعہ بلکہ ثانیاً ثالثہ سب پر ہے کہ جب منشا اختلاف صحیح و ضعیف ہے اور وہ سب میں قائم تو یہی حکم سب پر لازم آخرنہ دیکھا کہ ائمہ دین نے صاف صاف یہی تصریح سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و مسند امام احمد و سنن ابن ماجہ و مصنف ابو بکر ابن ابی شیبہ و مصنف عبدالرزاق و غیرہا سنن و مسانید کتب طبقہ ثانیہ و ثالثہ کی نسبت بھی فرمائے جس کی نقل امام الشان و علامہ قاری سے افادہ ۲۱ میں گزری، یونہی امام شیخ الاسلام عارف باللہ زکریا انصاری و امام سخاوی نے تفصیص عہ کی، امام خاتم الحفاظ کا قول ابھی سن چکے کہ انہوں نے ان سب کتب کو ایک سلک میں منسلک فرمایا اب شاید منکر کج فہم ان نصوص ائمہ کو دیکھ کر سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ کی نسبت بھی یہی اعتقاد کرے گا کہ وہ بھی معاذ اللہ مل و بریکار و اصلماً ناقابل استناد و اعتبار ہیں و لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ بالجملہ حق یہ کہ مدار اسناد و نظر و انتقاد یا تحقیق نقاد پر ہے نہ فلاں کتاب میں ہونے فلاں میں نہ ہونے پر قلم ضراعت رقم جب اس محل پر آیا فیض کرم و کرم قدم نے خوش فرمایا اس مقام و مرام طبقات حدیث کی تحقیق جزیل و تدقیق جمیل فقیر ذلیل غفرلہ المولی الجلیل پر فائز ہوگی کہ اگر یہاں ایراد کرتا طناب کلام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

پر انہوں نے تنقید کی وہ ان سے بہت کم ہیں جن پر تنقید نہیں کی، اور کہا کہ اس میں تکلیف وہ امر یہ ہے کہ وہ غیر موضوع کو موضوع گمان کرتے ہیں یہ اس کا عکس ہے جو مستدرک حاکم کا ضرر ہے کیونکہ وہ غیر صحیح کو بھی صحیح گمان کرتے ہیں، کہا کہ ان دونوں کتابوں کی کاٹ چھانٹ ضروری ہے کیونکہ کلام ان دونوں میں تساہل کی وجہ سے ان سے نفع حاصل کرنے کو معدوم کر دیتا ہے مگر اس شخص کے لئے جو اس فن کا ماہر ہو، کیونکہ ان کی کوئی ایسی روایت نہیں ہوئی جس میں تساہل نہ ہو ۱۲ منہ (ت)

ہم نے ان دونوں کی عبارتوں کو اپنے رسالہ مدارج طبقات الحدیث میں بکھر کیا ہے ۱۲ منہ (م)

ملا ینتقد قلیل جدا قال، وفیہ من الضرر ان یظن مالیس بموضوع موضوعاً عکس الضرر بمستدرک الحاکم فانہ یظن مالیس بصحیح صحیحاً قال ویتعین الاعتناء بانتقاد کتابین فان الکلام فی تساہلہما اعدم الانتفاع بہما الا لعالم بالفن لانه مامن حدیث الا ویسکن ان یکون قد وقع فیہ تساہل ۱۲ منہ (م)

عہ: ذکرنا نصہما فی رسالتنا مدارج طبقات الحدیث ۱۲ منہ (م)

1 تدریب الراوی نقد کتاب موضوعات ابن الجوزی دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور / ۲۷۹

و ابعاد مرام سامنے لہذا اسے بتوفیقہ تعالیٰ رسالہ منفردہ^{عہ} اور بلحاظ تاریخ مدارج طبقات
الحديث^{۱۳۳} لقب دیا، واللہ المنة فیما الهم، ولہ الحمد علی ما علمہ وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا
محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔

افادہ بست^{۲۵} و پنجم: (کتب موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر مطلقاً ضعف کو ہی مستلزم نہیں) اقوال کتابیں کہ بیان احادیث
موضوعہ میں تالیف ہوئیں دو قسم ہیں، ایک وہ جن کے مصنفین نے خاص ایراد موضوعات ہی کا التزام کیا جیسے موضوعات ابن
الجوزی و اباطیل جوزقانی و موضوعات صفانی ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلاشبہ یہی بتائے گا کہ اس مصنف کے نزدیک
موضوع ہے جب تک صراحتاً نفی موضوعیت نہ کر دی ہو ایسی ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے تو کتاب
موضوعات میں کیوں ذکر کرتے پھر اس سے بھی صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ زعم مصنف میں موضوع ہے بہ نظر واقع عدم
صحت بھی ثابت نہ ہوگا نہ کہ ضعف نہ کہ سقوط نہ کہ بطلان ان سب کتب میں احادیث ضعیفہ درکنار بہت احادیث حسان و صحاح
بھری ہیں اور محض بے دلیل اُن پر حکم وضع لگا دیا ہے جسے ائمہ محققین و نقاد مستحقین نے بدلائل قاہرہ باطل کر دیا جس کا بیان
مقدمہ ابن الصلاح و تقریب امام نووی و الفیہ امام عراقی و فتح المغیث امام سخاوی و غیرہ تصانیف علما سے اجماعاً اور تدریب امام خاتم
الحفاظ سے قدرے مفصلاً اور انہی کی تعقیبات و آتی مصنوعہ و القول الحسن فی الذب عن السنن و امام الشان کے القول المسد فی
الذب عن مسند احمد و غیرہ سے بنائیت تفصیل واضح درو شن مطالعہ تدریب سے ظاہر کہ ابن الجوزی نے اور تصانیف درکنار خود
صحاح ستہ و مسند امام احمد کی چوراسی^{۸۲} حدیثوں کو موضوع کہہ دیا جن کی تفصیل یہ ہے: مسند امام احمد، صحیح بخاری^۲ شریف
بروایت حماد بن شاکر، صحیح مسلم^۳ شریف، سنن^۴ ابی داؤد، جامع^۵ ترمذی، سنن^۶ نسائی، سنن ابن ماجہ دوم وہ جن کا

عہ: الحمد للہ یہ عربی رسالہ مختصر مجالہ باوصف و جازت فوائد نفسیہ پر مشتمل اس میں:

اولاً طبقات اربعہ حدیث میں حمید اللہ البالغہ کا کلام نقل کیا۔

ثانیاً ایک مسلسل بیان میں اس کی وہ تقریر ادا کی جس سے کلام منتظم ہو کر بہت شبہات کا ازالہ ہو گیا۔

ثالثاً پھر بہت اجاث رائقہ مؤلفہ ذائقہ ایراد کیں جن سے روشن ہو گیا کہ طبقات اربعہ کی تحدید نہ جامع نہ مانع نہ ناقد کے کام کی نہ مقلد کو
نافع۔

رابعاً اپنی طرف سے ایک عام و شامل تام و کامل ضابطہ وضع کیا جس سے ہر گونہ ناقد و غیر ناقد متوسط و عامی ہر قسم کے آدمی کو حد استناد
و طریق احتجاج واضح ہو گیا آخر میں اُسے کلمات علماء سے مؤید کیا اُس کے ضمن میں صحاح ستہ و غیرہ کتب حدیث کا مرتبہ اور باہمی تفاوت
اور بعض دیگر کتب صحاح کا شمار اور نیز یہ کہ ائمہ و علما میں کن کن کو دربارہ تصحیح احادیث تساہلی اور کہیں درباب حکم وضع تشدد یا معاملہ جرح
رجال میں نعت تھا بیان کیا جو کچھ دعوئی کیا ہے اُس کا روشن ثبوت دیا ہے واللہ الحمد ۱۲ منہ (م)

قصد صرف ایراد موضوعات ۲۳ واقعہ نہیں بلکہ دوسروں کے حکم وضع کی تحقیق و تنقیح جیسے آلی امام سیوطی یا نظرو تقید کے لئے اُن احادیث کا جمع کر دینا جن پر کسی نے حکم وضع کیا جیسے انہیں کا ذیل المآلی امام ممدوح خطبہ مضموعہ میں فرماتے ہیں:

<p>ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں بہت ضعیف بلکہ حسن بلکہ صحیح حدیثیں روایت کر دی ہیں کہ ائمہ حفاظ نے اس پر تنبیہ فرمائی مدت سے میرے دل میں تھا کہ اُس کا خلاصہ کروں اور اُس کا حکم پر کھوں تو اب میں حدیث ذکر کر کے ابن جوزی کا کلام نقل کروں گا پھر اس پر جو اعتراض ہو گا بتاؤں گا۔</p>	<p>ابن الجوزی اکثر من اخراج الضعیف بل والحسن بل والصحيح كما نيه على ذلك الاثمة الحفاظ وطال ما اختلج في ضميري انتقاؤه وانتقاده فأورد الحديث ثم اعقب بكلامه ثم انكان متعقبا بنهت عليه اه¹ ملخصاً۔</p>
--	--

اُسی کے خاتمہ میں فرماتے ہیں:

<p>اب کہ ہم تمام موضوعات ابن الجوزی بیان کر چکے تو اب اُس پر زیادتی شروع کریں ان میں کچھ وہ ہیں جن کا موضوع ہونا یقینی ہے اور کچھ وہ جنہیں کسی حافظ نے موضوع کہا اور میرے نزدیک اس میں کلام ہے تو میں اُسے نظرِ غور کے لئے ذکر کروں گا۔</p>	<p>واذ قد اتينا على جميع ما في كتابه فنشرع الآن في الزيادات عليه. فمنها ما يقطع بوضعه ومنها مانص حافظ على وضعه ولي فيه نظر فاذكرة لينظر فيه²۔</p>
---	--

پُر ظاہر کہ ایسی تصانیف میں حدیث کا ہونا مصنف کے نزدیک بھی اس کی موضوعیت نہ بتائے گا کہ اصل کتاب کا موضوع ہی تھا ایراد موضوع نہیں بلکہ اگر کچھ حکم دیا یا سند متن پر کلام کیا ہے تو اسے دیکھا جائے گا کہ صحت یا حسن یا ثبوت یا صلوح یا ضعف یا سقط یا بطلان کیا نکلتا ہے مثلاً "لا یصح" (یہ صحیح نہیں۔ ت) یا "لم یثبت" (یہ ثابت نہیں۔ ت) یا سند پر جہالت یا انقطاع سے طعن کیا تو غایت درجہ ضعف معلوم ہوا، اور اگر "رفعه" کی قید زائد کر دی تو صرف مرفوع کا ضعف اور بنظرِ مفہوم موقوف کا ثبوت مفہوم ہوا، و علیٰ ہذا القیاس اور کچھ کلام نہ کیا تو امر محتاجِ نظر و تنقیح رہے گا کہ آیا ایخفی شوکانی کی کتاب موضوعات مسی بہ فوائدِ مجموعہ بھی اسی قسم ثانی کے ہے خود اُس نے خطبہ کتاب میں اس معنی کی تصریح کی کہ میں اس کتاب میں وہ حدیثیں بھی ذکر کروں گا جنہیں موضوع کہنا گز صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہیں بلکہ ضعیف بھی خفیف ہے بلکہ اصلاً ضعف نہیں حسن یا صحیح ہیں کہ اہل تشدد کے کلام پر تنبیہ اور اُس کے رد کی طرف اشارہ ہو جائے، عبارت اُس کی یہ ہے:

¹ المآلی المضموعہ فی الاحادیث الموضوعہ خطبہ کتاب مطبع ادبیہ مصر ۱۱/۲

² المآلی المضموعہ فی الاحادیث الموضوعہ خاتمہ کتاب مطبع ادبیہ مصر ۱۲/۲۵۱

ب کبھی میں اس کتاب میں وہ احادیث ذکر کروں گا جن پر موضوع کا اطلاق درست نہیں بلکہ وہ ضعیف ہوں گی اور بعض کے ضعف میں خفت ہوگی بلکہ بعض میں ضعف ہی نہیں ان کے ذکر کا سبب یہ ہے تاکہ اس بات پر تنبیہ کی جائے کہ بعض مصنفین نے انہیں موضوع قرار دیا ہے جیسے ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں تساہل سے کام لیا ہے۔ حتیٰ کہ صحیح روایات کو موضوعات میں ذکر کر دیا چہ جائیکہ حسن اور ضعیف، امام سیوطی نے ان کا تعاقب کیا ہے، میں نے بھی ان کے تعقبات کی طرف اشارہ کیا ہے الخ (ت)

وقد اذکر ما لا یصح اطلاق اسم الموضوع علیہ بل غایة ما فیہ انه ضعیف بمرۃ وقد یكون ضعیفاً ضعفاً خفیفاً، وقد یكون اعلى من ذلك والحاصل علی ذکر ماکان هكذا، التنبیہ علی انه قد عد ذلك بعض المصنفین موضوعات کابن الجوزی فانه تساهل فی موضوعاته حتی ذکر فیہا ما هو صحیح فضلاً عن الحسن فضلاً عن الضعیف وقد تعقبه السیوطی بما فیہ کفاية، وقد اشترت الی تعقبات^۱ الخ

تو متکلمین طائفہ کا یہ سفیانہ زعم کہ حدیث تقبیل ابہامین شوکانی کے نزدیک موضوع نہ ہوتی تو کتاب موضوعات میں کیوں کرتا، کیسی جہالت فاحشہ ہے۔

تمہیہ: ہر چند یہ افادہ ان گیارہ افادات سابقہ سے زیادہ متعلق تھا جن میں حضرات طائفہ کے زعم موضوعیت کا ابطال ہوا مگر از انجا کہ ایسی لچر بے معنی بات سے تو ہم موضوعیت کسی ذی علم کا کام نہ تھا لہذا ان افادات کے ساتھ منسلک کیا کہ واضح ہو کہ ذکر فی الموضوعات ضعف شدید کو بھی مستلزم نہیں جو ایک منسلک پر قبول فی الفضائل میں مغل ہو بلکہ حقیقتہً نفس ذکر بے ملاحظہ حکم تو مفید مطلق ضعف بھی نہیں کہ دونوں قسم میں صحاح و حسان تک موجود ہیں کماتین۔

لطیفہ: اقول حضرات وہابیہ کے پچھلے متکلم اگر موضوعات شوکانی کو موضوع نہ سمجھے تو کیا عجب کہ خود ان کے امام شوکانی کی سمجھ بھی ایسی ہی ناقص اور ناکافی تھی یہیں خطبہ موضوعات میں علمائے نافیان کذب کی دو قسمیں کیں ایک وہ جنہوں نے رواۃ ضعیفہ و کذابین وغیرہم کے بیان میں تصنیفیں کیں جیسے کامل و میزان وغیرہما و قسم: جعلوا مصنفاتہم مختصۃ بالاحادیث الموضوعۃ^۲ دوسرے وہ جنہوں نے اپنی تصانیف احادیث موضوعہ سے خاص کیں جیسے ابن جوزی و صفغانی وغیرہما۔ اور اسی قسم دوم میں مقاصد حسنہ امام سخاوی کو گن دیا حالانکہ وہ ہر گز تصانیف عہ

عہ: افادہ ۲۴ میں شاہ ولی اللہ کا قول گزرا کہ ابن جوزی موضوعات را بحر دساخت و سخاوی و مقاصد حسنہ حسان لغیرہا از ضعیف و منا کیر ممیز نمود، یہیں سے ظاہر کہ مقاصد حسنہ کتب موضوعات سے کتنے جدا ہیں ۱۲ امنہ (م)

^۱ الفوائد المجموعہ خطبہ الکتاب دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۴

^۲ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین قسم دوم شہادت الخ مکتبہ سلغیہ لاہور ص ۲۸۲

مختصہ بہ موضوعات سے نہیں بلکہ اُس کا مقصود ان احادیث کا حال بیان کرنا ہے جو زبانوں پر دائر ہیں عام ازیں کہ صحیح ہوں یا حسن یا ضعیف یا بے اصل یا باطل، ولہذا اُس میں بہت احادیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں: یہ صحیح بخاری میں ہے یہ صحیح مسلم کی ہے یہ صحیحین دونوں کے متفق علیہ ہے، بھلے مانس نے اُس کے نام کو بھی خیال نہ کیا المقاصد الحسنہ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتهرة علی اللسنة¹ (مقاصد حسنہ زبانوں پر دائر بہت سی مشہور حدیثوں کے بیان میں۔ت) نہ اُسی کو آنکھ کھول کر دیکھا اس کے پہلے ہی ورق کی چوتھی حدیث ہے حدیث آية المنافق ثلاث متفق علیہ² (منافق کی تین علامات ہیں، بخاری و مسلم۔ت) وہیں ساتویں حدیث ہے حدیث ابدأ بنفسک مسلم فی الزکوٰۃ من صحیحہ³ (اپنے آپ سے ابتدا کرو، اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں زکوٰۃ کے باب میں ذکر کیا ہے۔ت)

طرفہ تریہ کہ انہیں میں تخریج الاحیاء للعراقی بھی گن دی سبحان اللہ کہاں تخریج احادیث کتاب کہاں تصنیف فی الموضوعات، اسی فہم پر ابو حنیفہ وشافعی سے دعویٰ مساوات ولاحول ولاقوة الا باللہ العلی العظیم۔

نتیجہ الافادات: الحمد للہ کلام اپنے ذرہ اعلیٰ کو پہنچا اور احقاق حق حد اقصیٰ کو، ان چودہ ۱۴ افادوں نے ماہِ شَب چہارہ کی طرح روشن کر دیا کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں اگر تعدد طرق و عمل اہل علم سے منقوی نہ بھی ہوں تو انتہا درجہ ضعیف بضعیف خفیف، اور فضائل اعمال میں باجماع علماء محدثین و فقہاء مقبول و کافی اور ثبوت استحباب عمل کے لئے مفید و وافی ہیں منکرین کی ساری چہ میگوئیاں کہ اُن کے ابطال و اہمال کے لئے تھیں بعونہ تعالیٰ اپنی سزائے کردار کو پہنچ گئیں والحمد للہ رب العالمین، اب پھر دست استعانت قائد توفیق کے ہاتھ میں دیجئے اور بعنایت الہی و اعانت حضرت رسالت پناہی علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر المتناہی تحقیق مرام میں اس سے بھی وسیع تر تنزیلی کلام اور آخر میں ازالہ وازہاق بقیہ اوہام منکرین لیا م کیجئے وباللہ التوفیق۔

افادہ بست^{۲۶} و ششم (ایسی جگہ اگر سند کسی قابل نہ ہو تو صرف تجربہ سند کافی ہے) اقول: بالفرض اگر ایسی جگہ ضعف سند ایسی ہی حد پر ہو کہ اصلاً قابل اعتماد نہ رہے مگر جو بات اس میں مذکور ہوئی وہ علماء و صلحا کے تجربہ میں آچکی تو علمائے کرام اس تجربہ ہی کو سند کافی سمجھتے ہیں کہ آخر سند کذب واقعی کو مستلزم نہ تھا، حاکم نے بطریق عمر بن ہارون بلخی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نماز قضاے حاجت کیلئے

¹ المقاصد الحسنہ مقدمہ الکتاب مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۴

² المقاصد الحسنہ حرف الہزۃ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۶

³ المقاصد الحسنہ حرف الہزۃ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۶

ایک ترکیب عجیب مرفوعاً روایت کی جس کے آخر میں ہے:

ولا تعلموها السفهاء فانه يدعون بها فيستجابون ¹ ۔	بیوقوفوں کو یہ نماز سکھاؤ کہ وہ اس کے ذریعہ سے جو چاہیں گے مانگ بیٹھیں گے اور قبول ہوگی۔
--	---

ائمہ جرح و تعدیل نے عمر بن ہارون کو سخت شدید الطعن متروک بلکہ مستم بالکذب تک کہا۔ امام احمد و امام نسائی و امام ابو علی نیشاپوری نے فرمایا: متروک الحدیث ہے۔ امام علی بن مدینی و امام دارقطنی نے کہا: سخت ضعیف ہے۔ صالح جزره نے کہا: کذاب ہے۔ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: محض لاشیعی کذاب خبیث² ہے۔ (بالکل کوئی شے نہیں کذاب و خبیث ہے۔) کل ذلك في الميزان (یہ سب میزان میں ہے۔) لاجرم حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا: متروک و كان حافظاً³ (یہ متروک ہے اور حافظ تھا۔) ذہبی نے میزان میں کہا:

كان من اوعية العلم على ضعفه. وكثرة مناكيره وما اظنه ممن يتعد الباطل ⁴	اس ضعف و کثرت مناکیر کے باوجود وہ علم کا ذخیرہ تھا اور میں گمان نہیں کرتا کہ کوئی باطل کا ارادہ کرتا ہو۔ (ت)
---	---

تذکرۃ الحفاظ میں آخر کہا: لاریب فی ضعفه⁵ (اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں۔) امام اجل ثقہ حافظ عبد العظیم زکی منذری نے کتاب الترغیب^ع میں یہ حدیث بروایت حاکم نقل کر کے عمر بن ہارون کے متروک و مستم ہونے سے اُسے معلول کیا،

حيث قال قد تغرد به عمر بن هارون البلخي	جہاں کہا کہ اس کے بیان کرنے میں عمر بن ہارون بلخی متغرد ہے
--	--

ع: في الترغيب في صلاة الحاجة ١٢ منه (ه)

1 الترغيب والترهيب في صلاة الحاجة الخ لمطبعة مصطفى البابي مصر ١/ ٢٢٨ نصب الراية للحدیث الثانی والاربعون من کتاب الکرهیه مطبوعه المكتبة الاسلامیه لصاحبها الحاج ریاض الشیخ ١٣/ ٢٤٣

2 میزان الاعتدال ترجمہ ٤٢٣٤ مطبوعه دار المعرفه بیروت ١٣/ ٢٢٨

3 تقریب التذیب حرف العین مطبوعه مطبع فاروقی دہلی ص ١٩٢

4 میزان الاعتدال ترجمہ ٤٢٣٤ عمر بن ہارون مطبوعه دار المعرفه بیروت ١٣/ ٢٢٩

5 تذکرۃ الحفاظ الطبقة السابعة مطبوعه دائرة المعارف النظامیه حیدرآباد دکن ١/ ٣١٢

اور وہ متروک و مستم ہے میرے علم کے مطابق ابن مہدی نے فقط اسے بہتر قرار دیا ہے۔

قلت (میں کہتا ہوں) کہ ابن مہدی سے بھی روایت مختلف ہے، میزان میں ہے

وهو متروك متهم اثني عليه ابن مہدی وحده
عہ فیما اعلمہ^۱ اھ
قلت بل اختلف الرواية عن ابن مہدی ایضاً
فقال فی میزان قال

اقول: حافظ جیسے لوگوں پر تعجب ہے کہ خود انہوں نے خاتمہ کتاب میں کہا کہ اسے جمہور نے ضعیف کہا اور قتیبہ وغیرہ نے اسکی توثیق کی اھ اور تذکرۃ الحفاظ میں از بار از ابن غسان از بہر بن اسد ہے وہ کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن سعید کو دیکھا وہ ان پر حسد کرتے تھے کہا اور خطیب اپنی سند سے ابو عاصم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عمر بن ہارون کا ذکر کیا تو کہا کہ عمر ہمارے نزدیک حدیث اخذ کرنے میں ابی المبارک سے احسن ہے، اور مروزی نے کہا ابو عبد اللہ سے عمر بن ہارون کے متعلق پوچھا گیا تو کہا میں ان کے بارے میں کوئی شئی کہنے کی طاقت نہیں رکھتا میں نے ان سے بہت روایات لکھی ہیں، ان سے کہا گیا کہ ان کا ابن مہدی کے ساتھ فلاں معاملہ ہے، تو انہوں نے کہا مجھے خبر پہنچی ہے کہ وہ اس پر حملہ کرتا تھا، اور احمد بن سہار نے کہا کہ وہ کثیر السماع تھا، قتیبہ اس کی تعریف و توثیق کرتا تھا (خ) پھر اس کی تکذیب، ترک اور جرح ابن معین وغیرہم سے ذکر کرنے کے بعد کہا میں کہتا ہوں اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں، اور وہ قراءت حروف میں امام و حافظ تھے ان کا وصال ۳۹۴ھ میں ہوا اھ ۱۲ منہ (ت)

عہ: اقول: هذا عجيب من مثل الحافظ مع قول نفسه في خاتمة الكتاب ضعفه الجمهور وثقه قتيبة وغيره اھ في تذكرة الحفاظ عن الابار عن ابى غسان عن بهر بن اسد انه قال ارى يحيى بن سعيد حسده قال وساق الخطيب باسنادة عن ابن عاصم انه ذكر عمر بن هارون فقال عمر عندنا احسن اخذا للحديث من ابن المبارك وقال المروزي سئل ابو عبد الله عن عمر بن هارون فقال ما قدر ان اتعلق عليه بشيئ كتبت عنه كثيرا فقييل له قد كانت له قصة مع ابن مہدی فقال بلغنى انه كان يحبل عليه وقال احمد بن سيار كان كثير السماع كان قتيبة يطريه ويوثقه الخ ثم ذكر تكذيبه وتركه وجرحه عن ابن معين وأخريين ثم قال قلت لاريب في ضعفه وكان لبا حافظا في حروف القراءت مات سنة اربعين وتسعين ثلث مائة اھ ۱۲ منہ (م)

¹ الترغيب والترهيب في صلاة الحاجه وود عارنا مطبوعه مصطفى الباني مصر ۱۱ ۷۸

کہ ابن مہدی، احمد اور نسائی نے کہا کہ یہ متروک الحدیث ہے، پھر کہا کہ ابن حبان کہتے ہیں کہ ابن مہدی عمر بن ہارون کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے اھ فاللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

ابن مہدی واحمد والنسائی متروک الحدیث ثم قال وقال ابن حبان کان ابن مہدی حسن الراي في عمر بن ہارون^۱ اھ فاللہ تعالیٰ اعلم۔

باہنہ از انجا کہ مستدرک میں تھا:

احمد بن حرب نے کہا میں نے اس نماز کو آزمایا حق پایا، ابراہیم بن علی دبیلی نے کہا میں نے آزمایا حق پایا ہم سے ابوزکریا نے کہا میں نے آزمایا حق پایا، حاکم کہتے ہمیں خود میں نے آزمایا تو حق پایا عہ^۲۔

قال احمد بن حرب قد جربتہ فوجدتہ حقاً، وقال ابراہیم بن علی الدبیلی عہ^۱ قد جربتہ فوجدتہ حقاً، وقال الحاکم قال لنا ابوزکریا قد جربتہ فوجدتہ حقاً قال الحاکم قد جربتہ فوجدتہ^۲ حقاً۔

لہذا امام حافظ منذری نے فرمایا: الاعتماد فی مثل هذا علی التجربة لاعلی الاسناد^۳ (ایسی جگہ اعتماد تجربہ پر ہوتا ہے نہ کہ اسناد پر)۔ امام ابن امیر الحاج حلیہ عہ^۳ میں حدیث کا وہ ضعف شدید اور امام ابن جوزی کا اُسے

یہ ذیل کی طرف منسوب ہے۔ ذیل دال مہملہ کے فتح کے ساتھ، یا شتی کے سکون باء موحدہ کے پیش کے ساتھ اور آخر میں لام ہے کہ بلاد سندھ میں ایک قصبہ ہے قاموس میں ایسے ہی ہے ۲ منہ (ت) عہ^۳: قول: بجد اللہ تعالیٰ اس فقیر نے بھی کئی بار آزمایا حق پایا بعض قریب تراغہ کو سخت ناسازی تھی طول ہوا یہاں تک کہ ایک روز حالت مثل نزع طاری ہوئی سب رونے لگے فقیر مشغول نماز مذکور ہوا پڑھ کر آیا تو عزیز مذکور بیٹھا باتیں کرتا پایا واللہ الحمد بیس ۲۰ سال ہونے کو آئے جب سے بجد اللہ فضل الہی ہے ماشاء اللہ لاقوة الا باللہ ۱۲ منہ (م)

عہ^۱: نسبة الی ذیل بفتح الدال المہملة وسکون الیاء المثناة من تحت وضم الباء الموحدة والاخر لام قصبہ بلاد السند کما فی القاموس ۱۲ منہ (م) عہ^۲: آخر الكتاب فی الفضائل الثالث عشر فی صلاة الحاجة من فصول تکمیل الكتاب ۱۲ منہ (م)

یہ کتاب کے آخر میں فضائل کے بیان میں جو تیرھویں فصل نماز حاجت کے بیان میں تمیل کتاب کی فصول میں سے ہے (ت)

^۱ میزان الاعتدال ترجمہ ۷۲۳ عمر بن ہارون مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۳/۲۲۸ و ۲۲۹

^۲ الترغیب والترہیب بحوالہ الحاکم الترغیب فی صلاة الحاجة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۱/۷۸

^۳ الترغیب والترہیب بحوالہ الحاکم الترغیب فی صلاة الحاجة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۱/۷۸

بالیقین موضوع کہنا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

<p>حاوی قدسی میں اسی پر عمل کیا کہ انہوں نے حاجت کے لئے اس ترکیب کو مستحب نمازوں میں ذکر فرمایا۔</p>	<p>ومشی علی هذا فی الحاوی القدسی فانہ ذکر هذه الصلوة للحاجة علی هذا الوجه من الصلوة المستحبة¹۔</p>
--	---

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ سے امام اجل سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ الشریف کا ارشاد لطیف افادہ ۱۵ میں گزرا کہ میں نے صحت حدیث کو اس جو ان کی صحت کشف سے پہچانا یعنی جب اس کے کشف سے معلوم ہوا کہ حدیث میں جو وعدہ آیا تھا ٹھیک اُتر معلوم ہوا کہ حدیث صحیح ہے اب صدر رسالہ میں امام سخاوی کے نقول دیکھ لیجئے کہ اس تقبیل ابہامین کے کتنے تجربے علماء و صلحا سے منقول ہوئے ہیں لاجرم علامہ طاہر فتنی نے فرمایا رومی تجر بة ذلك عن كثیرین² (اس کا تجربہ بہت سے لوگوں سے روایت کیا گیا) تو عزیزو! اگر بفرض غلط سند کسی قابل نہ سمجھو تاہم تجربہ علماء کو سند کافی جانو۔

افادہ بست^۳ و ہفتم (بالفرض اگر کتب میں اصلاً پتا نہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا بعض کلمات علماء میں بلا سند مذکور ہونا ہی بس ہے) اقول: بھلا یاں تو طرق مسندہ باسانید متعددہ کتب حدیث میں موجود علمائے کرام تو ایسی جگہ صرف کلمات بعض علماء میں بلا سند مذکور ہونا ہی سند کافی سمجھتے ہیں اگرچہ طبقہ رابعہ وغیرہا

نماز کے باب میں موضوعات میں یہ آخری حدیث ہے تخریج کرنے والے نے کہا یہ موضوع ہے عمر بن ہارون کذاب ہے، خاتم الحفظ نے کہا عمر سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت لی ہے، میزان میں "کان من اوعیة العلم الی آخر مانقلنا" (وہ علم کا ذخیرہ تھا آخر تک جو عبارت ہم نے نقل کی ہے) کہا اور کہا کہ اس حدیث کی ایک اور سند بھی میں نے دیکھی ہے پھر وہ سند ذکر کی جو ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی مثل روایت کی ہے اس پر خاتم الحفظ نے سکوت کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (ت)

عہ: ہو آخر حدیث من باب الصلاة فی الموضوعات قال المخرج موضوع. عمر بن ہارون کذاب قال خاتم الحفظ عمر رومی له الترمذی وابن ماجة وقال فی میزان کان من اوعیة العلم الی آخر مانقلنا قال ووجدت للحدیث طریقاً آخر فذكر ما سند ابن عساکر عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ نحوه وسکت علیہ خاتم الحفظ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (م)

¹ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

² خاتمہ مجمع بحار الانوار نوکشور لکھنؤ ۱۱/۳۱۱

کسی طبقہ حدیث میں اُس کا نام نہ نشان نہ ہو، حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور والا کو ندا کر کے باپي انت و احمي يا رسول الله¹ میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ کہہ کر حضور کے فضائل جلیلہ و شمائل جمیلہ عرض کرنا، یہ حدیث امام ابو محمد عبد اللہ بن علی لُحْمی اندلسی رشاطی نے کہ پانچویں صدی کے علماء سے تھے ۳۶۶ھ میں انتقال کیا اپنی کتاب اقتباس الانوار والتماس الازہار اور ابو عبد اللہ محمد بن محمد ابن الحاج عبد رى مکی مالکی نے کہ آٹھویں صدی کے فضلاء سے تھے ۷۳۷ھ میں وصال ہوا اپنی کتاب مدخل میں ذکر کی دونوں نے محض بلا سند ائمہ کرام و علمائے اعلام نے اس سے زائد اس کا پتہ نہ پایا تب حدیث میں اصلاً نشان نہ ملا مگر از انجا کہ مقام مقام فضائل تھا اسی قدر کو کافی سمجھا، ان نادانوں کُنْد حواسوں فرق مراتب ناشناسوں کی طرح طبقہ رابعہ میں ہونا درکنار اصلاً کسی طبقہ میں نہ ہونا بھی انہیں اُس کے ذکر و قبول سے مانع نہ آیا بلکہ اس سے استناد فرمایا علامہ ابوالعباس قسار نے اسے شرح قصیدہ بردہ شریف میں ذکر کیا اور انہیں رشاطی کا حوالہ دیا، پھر امام علامہ احمد قسطلانی عہ^۱ نے مواہب اللدنیہ میں بصیغہ جزم ذکر کی، اسی شرح قصار و مدخل کی سند دی، اسی مواہب شریف و نسیم الریاض علامہ شہاب خفاجی مصری و مدارج النبوة شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی وغیرہا میں علمائے کرام نے اس حدیث کو زیر بیان آہ کریمہ لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۱) وَأَنْتَ جَلُّ بِهَذَا الْبَلَدِ ۲) (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اور اے محبوب! تو اس میں جلوہ افروز ہے۔) جس میں رب العزت جل و علانے شہر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم یاد فرمائی ہے محل استناد میں ذکر کیا کہ قرآن عظیم نے حضور پُر نور سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان پاک بھی قسم کھائی کہ لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْبَهُونَ ۳) (تیری جان کی قسم یہ کافر اپنے نشہ میں بہک رہے ہیں) اور حضور کے شہر مکہ معظمہ کی بھی قسم کھائی کہ لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۴) مگر اس قسم میں اُس قسم سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے جس طرح امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ عرض کرتے ہیں میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ، اللہ عزوجل کے نزدیک حضور کا مرتبہ اس حد کو پہنچا کہ حضور کے خاک پاکی قسم یاد فرمائی لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۵)۔ نسیم عہ^۲ کی دلکش عبارت یہ ہے:

عہ ۱: الفصل الاول من المقصد العاشر ۱۲ منہ	دسویں مقصد کی پہلی فصل میں دیکھو۔ (ت)
عہ ۲: الفصل الرابع من الباب الاول ۱۲ منہ (مر)	باب اول کی چوتھی فصل میں دیکھو۔ (ت)

۱ نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمه تعالیٰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۶

۲ القرآن ۲/۹۰

۳ القرآن ۱۵/۷۲

۴ القرآن ۱/۹۰

مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ آپ کے شہر کی قسم، آپ کی ذات اور عمر کی قسم سے زیادہ تعظیم پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ اس کی طرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان الفاظ کے ساتھ اشارہ فرمایا: یا رسول اللہ! میرے والدین آپ پر فدا ہوں آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنے عظیم المرتبت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مبارک قدموں کی قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا ہے: لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ○ (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں) (ت)

قد قالوا ان هذا القسم ادخل في تعظيمه صلى الله تعالى عليه وسلم من القسم بذاته وبحياته كما اشار اليه عمر رضي الله تعالى عنه بقوله بابي انت وامى يا رسول الله قد بلغت من الفضيله عنده ان اقسام بتراب قدميك فقال
لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ○¹

مواہب عہ میں ہے:

ہر حال میں یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہر کی قسم کو مستغنی ہے اور اس قسم میں جو عظمت مرتبہ ہے وہ مخفی نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی فضیلت اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنی بلند ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ کی ہی اس نے قسم اٹھائی ہے نہ کہ دوسرے انبیاء کی، اور آپ کی عظمت و مرتبت اس کے ہاں اتنی عظیم ہے کہ اس نے "لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ○" کے ذریعے آپ کے مبارک قدموں کی خاک کی قسم اٹھائی ہے۔ (ت)

على كل حال فهذا متضمن للقسم ببلد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولا يخفى ما فيه من زيادة التعظيم وقدروى ان عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم بابي انت وامى يا رسول الله لقد بلغ من فضيلتك عند الله ان اقسام بحياتك دون سائر الانبياء ولقد بلغ من فضيلتك عنده ان اقسام بتراب قدميك فقال لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ○²

چھٹے مقصد کی نوع خامس سے پانچویں فصل دیکھو ۱۲ منہ (ت)

عہ: المقصد السادس النوع الخامس الفصل الخامس

۱۲ منہ (م)

¹ نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسم تعالیٰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۶

² الموہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی الفصل الخامس من النوع الخامس الخ مطبوعہ عامرہ مصر ۱۶/۲۰۷

<p>یعنی شہر کی قسم کھانے سے مراد یہی ہے کہ اس خاک پاکی قسم اٹھائی ہے کیونکہ شہر سے مراد وہ زمین اور جگہ ہے جہاں حضور پاؤں رکھ کر چلتے ہیں، بظاہر یہ الفاظ سخت معلوم ہوتے ہیں کہ باری تعالیٰ حضور کے خاک پاکی قسم اٹھائے، لیکن اگر اس کی حقیقت کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی پوشیدگی وغبار نہیں وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ جب اپنی ذات و صفات کے علاوہ کسی شے کی قسم اٹھاتا ہے تو وہ اس لئے نہیں ہوتی کہ وہ شے (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ سے عظیم ہے، بلکہ حکمت یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کو وہ شرف و عظمت نصیب ہو جائے جس کی وجہ سے عام لوگوں پر اس کا امتیاز قائم ہو اور لوگ محسوس کریں کہ یہ شے نسبت دوسری چیزوں کے نہایت عظیم ہے نہ کہ وہ معاذ اللہ نسبت اللہ تعالیٰ کے عظیم ہے</p>	<p>مدارج عہ میں اسے نقل کر کے فرمایا: یعنی سوگند خوردن بلد کہ عبارت است کہ از زمینے کہ پے سپر میکند، آزا (پائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سوگند بخاک پائے خوردن ست، وایں لفظ درظاہر نظر سخت مے درآید، نسبت بجناب عزت چوں گویند کہ سوگند میخورد بخاک پائے حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نظر بحقیقت معنی صاف و پاک ست کہ غبارے براں نمی نشیند، و تحقیق ایں سخن آنست کہ سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ پیچیزے غیر ذات و صفات بود برائے اظہار شرف و فضیلت و تمیز آں چیزست نزد مردم و نسبت بایشاں تا بدانند کہ آں امرے عظیم و شریف است نہ آنکہ اعظم است نسبت بوائے تعالیٰ الخ</p>
---	--

میں ایک اسی حدیث بے سند کو کیا ذکر کرتا کہ اس کی تو صدہا نظیریں کتب علماء میں موجود ہیں زیادہ جانے دیجئے یہ پچھلے زمانے کے بڑے محدث شاہ ولی اللہ صاحب بھی جا بجا اپنی تصانیف میں ایسی کتب کی حدیثوں سے سند لاتے ہیں جو نہ کسی طبقہ حدیث میں داخل نہ ان میں سند کا نام و نشان،
قرۃ العینین میں روایات مذکورہ تاریخ یا فعی وروضۃ الاحباب و شواہد النبوة مولانا جامی قدس سرہ السامی سے استناد موجود، مثلاً لکھا:

<p>شیخین (صدیق و فاروق) صفات کلمہ مشہورہ</p>	<p>اما تصاف شیخین بصفات کلمہ تلبیہ² پس بطریق</p>
--	---

عہ: قسم اول باب سوم فصل دوم ۱۲ منہ (م)

1 مدارج النبوة و صل مناقب جلیلہ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۱/ ۶۵

نوٹ: مدارج النبوة مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر کے نسخہ میں خط کشیدہ عبارت نہیں ہے غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی عبارت اس نسخے میں کسی وجہ سے رہ گئی اور اعلیٰ حضرت کی عبارت میں جو اضافہ ہے وہ درست ہے۔ نذیر احمد سعیدی

2 قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین تصاف شیخین بہ صفات کلمہ الخ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۹۲

کے ساتھ بطریق اتم متصف تھے اور ان سے خرقِ عادت اور تربیتِ الہیہ کے طورِ خواب وغیرہ جسے معاملات کا اظہار بھی احادیث میں مروی ہے ان میں سے ایک حدیث کا میں یہاں ذکر کرتا ہوں، شواہدِ النبوة میں ابو مسعود انصاری سے مروی ہے کہا گیا ہے کہ سیدنا ابو بکر کا اسلام مشابہ بالوحی ہے کیونکہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم نور آسمان سے نیچے آیا اور کعبہ کی چھت پر اترا ہے الخ شواہدِ النبوة میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں دورِ جاہلیت میں ایک دن ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اچانک وہ درخت میری طرف جھلک گیا اور اس درخت سے میرے کانوں میں یہ آواز آئی کہ فلاں وقت اللہ کا پیغمبر آئے گا تو ان کے ساتھیوں میں نہایت ہی سعادت مند ہوگا الخ اور یہ بھی شواہد میں حضرت ابو بکر صدیق سے منقول ہے کہ آپ نے آخری مرضِ وصال میں فرمایا کہ آج میں نے خلافت کے معاملات کو سپرد کرنے کے لئے بار بار استخارہ کیا ہے الخ ملتقطاً (ت)

اتم بود و ظہور خرق عوائد و تربیت الہی ایشاں رابرویا و ماند آں ازیشاں بسیار مروی شدہ حدیثی چند ازیں جملہ نیز روایت کنیم¹۔ در شواہد النبوة از ابو مسعود انصاری منقول است کہ گفتہ است اسلام ابو بکر شیبیہ بوحی است زیرا کہ وہ گفتہ است کہ شبی پیش از بعثت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ شبی پیش از بعثت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در خواب دیدم کہ نورے عظیم از آسمان فرو آمد و برابرام کعبہ² افتاد الخ۔ و نیز در شواہد مذکور است کہ امیر المومنین ابو بکر صدیق گفتہ است کہ روزے در ایامِ جاہلیت در سایہ درختے نشستہ بودم ناگاہ میل بمن کرد بجانب من کرد آوازے ازاں درخت بگوش من آمد کہ پیغمبرے در فلاں وقت بیرون خواهد آمدے باید کہ تو سعادت مند ترین مردمان باشی بوے الخ و نیز در شواہد از ابو بکر صدیق منقول است کہ در مرض آخر خود گفت کہ امشب در تفویض امر خلافت بتکرار استخارہ کردم³ الخ ملتقطاً۔

اُسی میں ہے:

جب خلافت حضرت فاروقِ اعظم کے سپرد ہوئی تو آپ نے سیاست کو اس طرح بہتر انداز میں نبھایا کہ کسی غیر نبی سے ایسا ممکن نہ تھا اگر عقلِ سلیم کو امورِ خلافت

چونوبت خلافت بفاروق رسید سیاستی بردست اودا وقع شد کہ غیر نبی بر آں قادر نباشد و اگر عقل سلیم را اعمال نمایم در امورے کے خلافت انبیاءِ رومی شاید

1 قرۃ العینین فی تقبیل الشیخین اتصاف شیخین بہ صفاتِ کلمہ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۹۳

2 قرۃ العینین فی تقبیل الشیخین اتصاف شیخین بہ صفاتِ کلمہ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۹۳

3 قرۃ العینین فی تقبیل الشیخین اتصاف شیخین بہ صفاتِ کلمہ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۹۵

بروئے کار لایا جائے تو محسوس ہوگا کہ انبیاء کی خلافت کا کام ان سے بہتر نبھایا نہیں جاسکتا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن دو معاملات کی طرف بہت ہی زیادہ توجہ دیتے تھے ان میں سے ایک تعلیم علم ہے اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسائل میں کھود کرید کر کے اور نہایت ہی محنت و کوشش کے ساتھ کتاب و سنت، اجماع و قیاس کی ترتیب کو قائم فرما کر تحریف کے تمام راستے بند کر دئے، چنانچہ تمام صحابہ نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ وہ اپنے دور میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ اور دوسرا معاملہ جہاد کا تھا فاروق اعظم نے اس معاملہ کو اس طرح نبھایا کہ اس سے بہتر تصور نہیں کیا جاسکتا۔ یافنی کہتے ہیں کہ ۱۴ھ میں دمشق فتح ہو گیا الخ اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ فاروق اعظم کے دور میں ایک ہزار چھتیس (۱۰۳۶) شہر مع مضافات فتح ہوئے، چار ہزار (۴۰۰۰) مساجد کی تعمیر ہوئی، چار ہزار (۴۰۰۰) کتب خانے کئے گئے، ایک ہزار نو سو (۱۹۰۰) منبر تیار ہوئے اھ

بالالتقاط۔ (ت)

بہتر از حال وے متصور نگردد زیرا کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدو چیز مشغول بودند یکے تعلیم علم فاروق اعظم^۱ مسائل را تفحص کرد و ترتیب کتاب و سنت و اجماع و قیاس آورد و سد مدخل تحریف نمود چنانچہ علمائے صحابہ ہمہ گواہی دادند کہ وے علم زمان خود است دیگر جہاد و کفار و فاروق تحمل اعبائے جہاد بوجہ نمود کہ خوب ترازان صورت نگردد و قال الیافعی فی السنۃ الرابعۃ عشر فتحت دمشق الخ^۲ در روضۃ الاحباب مذکور است کہ در زبان خلافت وے ہزار و سی و شش شہر با توابع و لواحق آں فتح شد و چہار ہزار مسجد ساختہ گشت و چہار ہزار کتب خانہ خراب گردید و یک ہزار و نہ صد منبر بنا کردند^۳ اھ بالتقاط۔

یوں ہی تفسیر عزیزی وغیرہ تصانیف مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب میں ایسے بہت اسناد ملیں گے اس کا گناہی کہا تھا مجھے تو یہاں یہ نص قاہر و باہر سنانا ہے کہ حدیث مذکور فاروقی بابی انت و امی یار رسول اللہ کا ایک پارہ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی شفا شریف میں یونہی بلا سند ذکر فرمایا اس پر امام خاتم الحفظ جلال الملئۃ والدین سیوطی نے منابہل عہ الصفانی تخریج احادیث الشفا پھر ان کے حوالہ سے علامہ خفاجی نے نسیم میں

عہ احادیث الفصل السابع من الباب الاول ۱۲ منہ (م)

۱ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین مآثر جمیلہ فاروق اعظم مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۱۳۰

۲ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین مآثر جمیلہ فاروق اعظم مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۱۳۱

۳ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین مآثر جمیلہ فاروق اعظم مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۱۳۲

ارشاد کیا:

<p>میں نے یہ حدیث کسی کتابِ حدیث میں نہ پائی، مگر صاحبِ اقتباس الانوار اور ابن الحاج نے مدخل میں ایک حدیث طویل اسے ذکر کیا، ایسی حدیث کو اتنی ہی سند بہت ہے کہ وہ کچھ احکام سے تو متعلق نہیں۔ (ت)</p>	<p>لم اجده فی شیعی من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخله ذکره فی ضمن حدیث طویل و کفی بذلک سند المثلہ فانہ لیس مباہتعلق بالاحکام¹۔</p>
---	---

فقیر بعون رب قدیر جل وعلا تنزل پر تنزل کر کے روشن تر سے روشن تر کلام کرے مگر حضرات منکرین کی آنکھیں خدا ہی کھولے۔

افادہ بست^{۲۸} و ہشتم: (حدیث اگر موضوع بھی ہو تو تاہم اس سے فعل کی ممانعت لازم نہیں) اقوال اچھا سب جانے دیجئے اپنی خاطر یورائتزل لیجئے بالفرض حدیث موضوع و باطل ہی ہوتاہم موضوعیت حدیث عدم حدیث ہے نہ حدیث عدم، اُس کا اصل صرف اتنا ہوگا کہ اس بارہ میں کچھ وارد نہ ہو انہ یہ کہ انکار و منع وارد ہو، اب اصل فعل کو دیکھا جائے گا اگر قواعد شرع ممانعت بتائیں ممنوع ہوگا ورنہ اباحت اصل پر رہے گا اور بہ نیت حسن و مستحسن ہو جائے گا۔

<p>جیسا کہ تمام مباحات کا معاملہ ہے جیسا کہ اس پر اشباہ</p>	<p>کہا ہو شان المباحات جیبعا کما نص علیہ عہ فی</p>
---	--

اشباہ میں قاعدہ اولیٰ میں ہے کہ مباحات صفت کے اختلاف سے مختلف ہو جاتے ہیں اس اعتبار کے ساتھ جس کا ارادہ کیا گیا ہو الخ اس عبارت کو ردالمحتار کی کتاب النکاح کے اوائل میں نقل کیا گیا ہے، ردالمحتار کی کتاب الاضحیۃ میں بھی عقیدہ کے مسئلہ کے متعلق ہے کہ ہم کہتے ہیں یہ اگرچہ مباح ہے لیکن شکر کے ارادہ سے عبادت بن جاتا ہے کیونکہ نیت عادت کو عبادت میں اور مباحات کو عبادت و فرمانبرداری میں بدل دیتی ہے اور انموذج العلوم کا کلام اکیسویں^۱ افادہ میں گزر چکا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ: قال فی الاشباہ من القاعدة الاولى اما المباحات فانها تختلف صفتها باعتبار ما قصدت لاجله² الخ وعنہا نقل فی اوائل نکاح ردالمحتار وفيہ ایضاً من کتاب الاضحیۃ فی مسئلة العقیقة وان قلنا انها مباحة لکن یقصد الشکر تصیر قربة فان الذیبة تصیر العادات عبادات، والمباحات طاعات³ اھ وکلام الانموذج مرفی الافادة الحادیة والعشرین ۱۲ منہ (م)

¹ نسیم الریاض شرح الشفاء باب اول الفصل السابع فیما خبر اللہ تعالیٰ الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۲۴۸

² الاشباہ والنظائر بیان دخول النیة فی العبادات الخ مطبوعہ ادارة القرآن کراچی ۱/ ۳۴

³ ردالمحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۰۸

ورد المختار اور انموذج العلوم اور ان جیسی دیگر معتمد کتب میں تصریح کی ہے۔ (ت)	الاشباہ ورد المختار وانموذج العلوم وغیرہا من معتمدات الاسفار۔
---	---

حدیث کے موضوع ہونے سے فعل کیوں ممنوع ہونے لگا موضوع خود باطل و ممل و بے اثر ہے یا نہیں و ممانعت کا پروانہ لاجرم علامہ سیدی احمد طحاوی و مصری حاشیہ در مختار میں زیر قول رملی و اما الموضوع فلا يجوز العمل به بحال¹ فرماتے ہیں:

یعنی جس فعل کے بارے میں حدیث موضوع وارد ہو اُسے کرنا اسی حالت میں ممنوع ہے کہ خود وہ فعل قواعد شرع کے خلاف ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ کسی اصل کلی کے نیچے داخل ہے تو اگرچہ حدیث موضوع ہو فعل سے ممانعت نہیں ہو سکتی نہ اس لئے کہ موضوع کو حدیث ٹھہرائیں بلکہ اس لئے کہ وہ قاعدہ کلیہ کے نیچے داخل ہے۔	ای حیث کان مخالفاً لقواعد الشريعة واما لو كان داخلاً في اصل عام فلا مانع منه لاجعله حديثاً بل لدخوله تحت الاصل العام ² ۔
اقول: سید احمد طحاوی نے اس تعلیل کے ذریعے یہ ضابطہ بیان فرمادیا کہ مراد یہ ہے (کہ موضوع حدیث کے مفہوم میں جو شرعی قاعدہ کے موافق ہے اس پر عمل ہے نہ کہ موضوع حدیث پر عمل ہے) عنقریب ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس پر تفصیلی گفتگو کریں گے پس آپ انتظار کریں۔ (ت)	اقول: فقد افاد رحمه الله تعالى بتعليقه ان المراد جواز العمل بمآني موضوع لالكونه في موضوع وسنلقى عليك تحقيق المقام بتوفيق الملك العلام فانتظر۔

یہ تو تصریح کلی تھی اب جزئیات پر نظر کیجئے تو وہ بھی باعلیٰ ندا شہادت جواز دے رہے ہیں جس نے کلمات علماء کرام حشرنا اللہ تعالیٰ فی زمرتم کی خدمت کی وہ جانتا ہے کہ درود موضوعات و باطلیل اُن کے نزدیک موجب منع فعل نہ تھا بلکہ باوصف اظہار وضع و بطلان حدیث اجازت افعال کی تصریح فرماتے یہاں بنظر اختصار چند امثلہ پر اقتصار۔

(۱) امام سخاوی مقاصد حسنہ میں فرماتے ہیں:

خرقة پوشی صوفیہ کرام کی حدیث اور یہ کہ حضرت حسن بصری قدس سر السری نے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ	حدیث لبس الخرقۃ الصوفیۃ و کون الحسن البصر لبسها من علی قال ابن دحیة و
--	---

¹ الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتہبائی دہلی ۱/ ۲۳

² حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱/ ۵۵

وجہ الکریم سے خرقہ پہنا امام ابن وحیہ و امام ابن الصحاح نے فرمایا باطل ہے، ایسا ہی ہمارے استاد امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اس کی کوئی سند ثابت نہیں نہ کسی خبر صحیح نہ حسن نہ ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس صورت معمولہ صوفیہ کرام پر کسی کو خرقہ پہنایا یا اس کا حکم فرمایا جو کچھ اس بارہ میں صریح روایت کیا جاتا ہے سب موضوع ہے پھر ائمہ حدیث تو حضرت حسن کا حضرت مولیٰ سے حدیث سُننا بھی ثابت نہیں کرتے خرقہ پہنانا تو بڑی بات ہے اور یہ بات کچھ ہمارے شیخ ہی نے نہ فرمائی بلکہ اُن سے پہلے ایک جماعت ائمہ محدثین ایسا ہی فرما چکی یہاں تک کہ وہ اکابر جنہوں نے خود پہننا پہنایا جیسے امام دمیاطی امام^۲ ذہبی امام^۳ شیخ الاسلام سیدنا ہکّاری امام^۴ ابو حیان امام^۵ علاء الدین علائی امام^۶ مغطائی امام^۷ عراقی امام^۸ ابن ملقن^۹ امام ابناسی امام^{۱۰} برہان حلبی امام^{۱۱} ابن ناصر الدین دمشقی یہ ہاں تک کہ میں نے خود ایک جماعت عمدہ متصوفین کو خرقہ پہنایا کہ مشائخ کرام نے مجھ پر لازم فرمایا تھا یہاں تک کہ خاص کعبہ معظمہ کے سامنے پہنایا ذکر اولیائے کرام سے برکت لینے اور حفاظ معتمدین کی پیروی کی جو اُسے ثابت کر گئے۔ (ت)

ابن الصلاح الہ باطل و کذا قال شیخنا، انہ لیس فی شیعہ من طرفہا ما یثبت ولم یرد فی خبر صحیح ولا حسن ولا ضعیف ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم البس الخرقۃ علی الصورة المتعارفة بین الصوفیۃ لاحد من اصحابہ ولا امر احدا من اصحابہ بفعل ذلك وکل ما یروی فی ذلك صریحا فباطل، ثم ان ائمة الحدیث لم یثبتوا للحسن من علی سماعاً فضلاً عن ان یلبسه الخرقۃ ولم یتفرد شیخنا بهذا بل سبقه الیہ جماعة حتی من لبسها والبسها کالدمیاطی والذہبی والہکّاری وابی حیان والعلائی ومغطائی والعراق وابن الملکن والابناسی والبرہان الحلبی وابن ناصر الدین هذا مع الباسی ایاہا لجماعة من اعیان المتصوفة امتثالاً للزامهم لی بذلک حتی تجاہ کعبۃ المشرقة تبرکاً بذكر الصالحین واقتفاء لمن اثبتہ من الحفاظ المعتمدین^۱ اہ بتلخیص۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، دیکھو یہ جماعت کثیرہ ائمہ دین و حملہ شرع مبین ہاں تک کہ احادیث خرقہ کو باطل محض جانتے پھر بھی خرقہ پہنتے پہناتے اور اسے باعث برکات مانتے۔

تنبیہ: یہ انکار محدثین اپنے مبلغ علم پر ہے اور وہ اس میں معذور مگر حق اثبات سماع ہے محققین نے اُسے بسند صحیح ثابت کیا امام خاتم الحفاظ جلال سیوطی نے خاص اس باب میں رسالہ اتحاف الغر فی تالیف فرمایا اُس میں

^۱ المقاصد الحسنیۃ حرف اللام مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۳۳۱

مردی ہیں:

<p>حضرت حسن کا حضرت مولیٰ سے سماع ایک جماعت محدثین نے ثابت فرمایا اور یہی متعدد دلیلوں سے میرے نزدیک راجح ہے اسی کو حافظ ضیاء الدین مقدسی نے ملخصاً صحیح مختارہ میں ترجیح دی اور امام الشان ابن حجر عسقلانی نے اطراف مختارہ میں ان کی تبعیت کی۔ (ت)</p>	<p>اثبتہ جماعة وهو الراجح عندی لوجوه وقد رجحه ایضاً الحافظ ضیاء الدین المقدسی فی المختارة وتبعه الحافظ ابن حجر فی اطراف المختارة¹۔</p>
---	---

پھر دلائل ترجیح لکھ کر فرماتے ہیں: امام ابن حجر نے فرمایا: مندرجہ ابلی علی میں ایک حدیث ہے کہ:

<p>جویریہ بن اشرس نے ہمیں حدیث بیان کی کہ عقبہ بن ابی صہبا باہلی نے ہمیں خبر دی کہ میں نے حسن بصری سے سنا وہ کہتے تھے میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے الحدیث۔ (ت)</p>	<p>حدثنا جویریة بن اشرس قال اخبرنا عقبه بن ابی الصهباء الباهلی قال سمعت الحسن یقول سمعت علیاً یقول قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم مثل امتی مثل المطر الحدیث²</p>
---	--

ہمارے شیخ المشائخ محمد بن حسن بن صیرفی نے فرمایا یہ حدیث نص صریح ہے کہ حسن کو مولیٰ علی سے سماع حاصل ہے اس کے رجال سب ثقافت ہیں جویریہ کو ابن حبان اور عقبہ کو امام احمد و یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا انتہی۔
 اقول: یہ تو بطور محدثین ثبوت صریح و صحیح ہے اور حضرات صوفیہ کرام کی نقل متواتر تو موجب علم قطعی و یقینی ہے جس کے بعد حصول سماع و لبس خرقة میں اصلاً محل سخن نہیں واللہ الحمد۔
 (۲) علامہ طاہر فتنی آخر مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

<p>یہ حدیث کہ جس نے پھول سونگھنا اور مجھ پر درود نہ بھیجا اُس نے مجھ پر ظلم کیا باطل و کذب ہے ایسی ہی وہ حدیث جو گلاب کا پھول سونگھنے میں آئی الخ (ز) میں نے</p>	<p>من شم الورد ولم یصل علی فقد جفانی هو باطل و کذب و کذا من شم الورد الاحمر الخ عہ ز قد کتبت فی شان الصلوة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ</p>
--	--

عہ: الفتنی یکتب ز علی مایزید من عند نفسه علامہ فتنی جو اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہیں تو "ز" لکھ دیتے ہیں فلعلہا رمز للزیادة ۱۲ منہ (م)

ناجاس "ز" سے اس اضافہ کی طرف اشارہ کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

¹ الحدادی للفتاویٰ رسالہ اتحاف الفرقتہ دار الفکر بیروت ۱۰۲/۲

² الحدادی للفتاویٰ رسالہ اتحاف الفرقتہ دار الفکر بیروت ۱۰۲/۲

اس باب میں اپنے شیخ حضرت شیخ علی متقیؒ کی قدس سرہ الملکی کو لکھا کہ خوشبو سونگھتے وقت درود پاک کی کچھ اصل ہے؟ انہوں نے ہمارے استاد امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ یا کسی اور عالم کے حوالہ سے جواب تحریر فرمایا کہ ایسے وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی کچھ اصل نہیں تاہم ہمارے نزدیک اس میں کوئی کراہت بھی نہیں اہل مختصاً۔

عليه وسلم عند الطيب لشيخنا الشيخ علي المتقي قدس سره هل له اصل فكتب الجواب عن شيخنا الشيخ ابن حجر قدس سره او غيره بمانصه اما الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عند ذلك ونحوه فلا اصل لها ومع في ذلك فلا كراهة عندنا¹ اھ مختصاً۔

پھر امام مذکور بعد اس تحقیق کے کہ اُس وقت غافلانہ بے نیت ثواب درود نہ پڑھنا چاہئے ارشاد فرماتے ہیں:

ہاں خوشبو لیتے یا سونگھتے وقت متنبہ ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے دوست رکھتے اور بکثرت استعمال فرماتے تھے اس خلق عظیم کو یاد کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے کہ حضور کی عظمت اور تمام امت پر حضور کا یہ حق ہونا اُس کے دل میں جما کہ جب حضور کے آثار شریفہ یا ان پر دلالت کرنے والی کوئی چیز دیکھیں تو نہایت تعظیم کی آنکھ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور کریں تو ایسے کے حق میں حرمت چھوڑ کر اہت کیسی، اس نے تو وہ کام کیا جس پر ثواب کثیر و فضل جمیل پائے گا کہ زیارت آثار شریفہ کے وقت درود پڑھنا علما نے مستحب رکھا ہے اور شک نہیں کہ جس نے خوشبو سونگھتے وقت یہ تصور کیا وہ گویا معنی بعض آثار شریفہ کی زیارت کر رہا ہے تو اُسے اس وقت حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود و سلام کی کثرت سنت ہے اھ مختصراً۔

اما من استيقظ عند اخذ الطيب او شبه الى مكان عليه صلى الله تعالى عليه وسلم من محبته للطيب واكثره منه فتذكر ذلك الخلق العظيم فصلى عليه صلى الله تعالى عليه وسلم حينئذ لما وقر في قلبه من جلالته واستحقاقه على كل امته ان يلحظه بعين نهاية الاجلال عند رؤية شيعي من آثارة او ما يدل عليها فهذا الاكراهة في حقه فضلا عن الحرمة بل هو ات بما فيه اكمل الثواب الجزيل والفضل الجميل وقد استحبه العلماء لمن رأى شيئا من آثارة صلى الله تعالى عليه وسلم ولا شك ان من استخصر ما ذكرته عند شبه الطيب يكون كالرأى لشيعي من آثارة الشريفة في المعنى فليسن له الاكثار من الصلاة والسلام عليه صلى الله تعالى عليه وسلم² ح اھ مختصراً۔

¹ خاتمة مجمع بحار الانوار فصل في تعيين بعض الاحاديث المشتهرة على الاسن نو كسور لكهنو ۱۲/ ۵۱۲ و ۵۱۳

² خاتمة مجمع بحار الانوار فصل في تعيين بعض الاحاديث المشتهرة على الاسن نو كسور لكهنو ۱۲/ ۵۱۲ و ۵۱۳

دیکھو بالآخرہ احادیث موضوع تھیں اور خاص فعل کی اصلا سند نہیں پھر بھی علمائے جاہل رکھا اور بہ نیت نیک باعث اجر عظیم و فضل کریم قرار دیا۔

(۳) فتح الملک المجید کے باب ثامن عشر میں بعد ذکر احادیث ادعیہ واذکار صبح و شام ہے:

<p>انہیں دعاؤں کا مشابہ ہے وہ جو سادات صوفیہ کرام میں ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ کا رواج ہے اور بیان کرتے ہیں کہ جو ایسا کہے گا اللہ عزوجل اُسے آزاد فرمائے گا اُس نے اپنی جان دوزخ سے بچالی اور اُس پر اپنی اور پانے و موات اقارب و احباب کے لئے محافظت فرماتے ہیں اسے امام یافعی اور عارف کبیر سید محی الدین ابن عربی قدس سرہما نے ذکر کیا اور شیخ اکبر نے اس پر محافظت کی تاکید فرمائی صوفیہ کرام اس باب میں حدیث نبوی کا آنا بیان فرماتے ہیں، لیکن بعض مشائخ نے کہا میری دانست میں کوئی حدیث اس میں وارد نہ ہوئی اور میں نے ایک فتویٰ دیکھا کہ امام ابن حجر سے اس حدیث کی نسبت سوال ہوا تھا کہ جو کوئی ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ کہے اُس نے اپنی جان اللہ عزوجل سے خرید لی، امام نے جواب لکھا کہ یہ حدیث نہ صحیح ہے نہ حسن نہ ضعیف بلکہ باطل و موضوع ہے، علامہ نجم الدین غیطی نے اس فتوے کو ذکر کر کے فرمایا کہ آدمی کو چاہئے کہ اس عمل کو بجالائے کہ اولیائے کرام کی پیروی اور اس کے وصیت فرمانے والوں کا حکم ماننا اور اُن کے افعال سے برکت لینا حاصل ہو اور ملخصاً۔</p>	<p>یشبہما ما یتداولہ اولہ السادة الصوفیة من قول لا الہ الا اللہ سبعین الف مرة یدکرون اللہ تعالیٰ یعتق بہا رقبة من قالہا واشتری بہا نفسہ من النار ویحافظون علیہا لانفسہم ولم مات من اہالیہم واخوانہم وقد ذکرہا الامام الیافعی والعارف الکبیر المہجی الدین ابن العربی واوصی بالمحافظة علیہا و ذکرہا انہ قدورد فیہا خبر نبوی لکن قال بعض المشایخ لم تردہ السنة فیہا اعلم وقد وقفت علی صورة سؤال للحافظ ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن هذا الحدیث وهو من قال لا الہ الا اللہ سبعین الف الف فقد اشتری نفسہ من اللہ وصورة جوابہ الحدیث المذكور لیس بصحیح ولا حسن ولا ضعیف بل هو باطل موضوع اه هکذا قال النجم الغیطی وعقبہ بقوله لکن ینبغی للشخص ان یفعل ذلك اقتداء بالسادة وامثالاً لالقول من اوصی بہا وتبرکاً بأفعالہم¹ ملخصاً</p>
---	--

یہ علامہ نجم الدین محمد بن محمد غیطی امام شیخ الاسلام فقیہ محدث عارف باللہ زکریا انصاری قدس سرہ الشریف کے تلمیذ اور حافظ الشان ابن حجر عسقلانی کے تلمیذ التلمیذ اور شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز صاحب کے استاد

سلسلہ حدیث ہیں دیکھو انہوں نے امام ابن حجر کا وہ فتویٰ نقل کر کے حدیث کے باطل و موضوع ہونے کو برقرار رکھا پھر بھی فعل کی وصیت فرمائی کہ اولیائے کرام کا اتباع اور ان کے حکم کا امتثال اور ان کے افعال سے تبرک نصیب ہو واللہ التوفیق اسی طرح جناب شیخ مجدد صاحب نے بھی اس کی ہدایت فرمائی جلد ثانی مکتوبات میں لکھتے ہیں:

دوست واحباب سے فرمایا کہ ستر ستر ہزار بار کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ بروحانیت مرحومہ خواجه محمد صادق وروحانیت مرحومہ ہمیشہ اُم کلثوم کی روح طیبہ کے واسطے پڑھیں اور ستر ہزار ایک رُوح کو اور ستر ہزار دوسرے کی رُوح کو ایصالِ ثواب کریں اور دوستوں سے دُعا و فاتحہ کا سوال ہے۔ (ت)	بیاران و دوستان فرمایند کہ ہفتاد ہفتاد ہزار بار کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ بروحانیت مرحومہ خواجه محمد صادق وروحانیت مرحومہ ہمیشہ اُم کلثوم نجوانند و ثواب ہفتاد ہزار بار رابر و حانیت یکے بخشمند و ہفتاد ہزار دیگر رابر و حانیت دیگرے ازدوستان دعا و فاتحہ مسئول است ¹ ۔
---	--

باقی اس باب میں مرقاۃ عہ شرح مشکوٰۃ کی عبارت افادہ ۱۵ اور احادیث کریمہ حضرات اولیائے کرام کی تحقیق افادہ ۱۹ میں دیکھئے۔ (۴) مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے موضوعات کبیر میں فرمایا:

جن حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ وضو میں فلاں فلاں عضو دھوتے وقت یہ دُعا پڑھو سب موضوع ہیں۔	احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء کلہا باطلۃ ² ۔
---	---

عہ شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر کی روایت کہ مرقاۃ سے گزری فتح الملک المجید میں بھی نقل کی طرف یہ کہ وہابیہ نانوتہ و دیوبند کے امام مولوی قاسم صاحب نے بھی اسے نقل کیا اور حضرت شیخ کی جگہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پاک لکھا اور ستر ہزار کالا کھ یا پچھتر ہزار بنایا شاید یہ دھوکا انہیں سوم کے چنوں سے لگا ہو۔ تحذیر الناس میں لکھتے ہیں: "حضرت جنید کے کسی مرید کارنگ یکا یک متغیر ہو گیا سب بوجھ تو بروئے مکاشفہ کہا اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں، حضرت جنید نے لاکھ یا پچھتر ہزار کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے جی ہی جی میں اسکو بخش دیا جتنے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان بشاش ہے کہ اب والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں آپ نے فرمایا اس جوان کے مکاشفہ کی صحت مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہو گئی³ اھ تلخیص ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (م)

1 مکتوبات امام ربانی مکتوب ۱۲ بمولانا برکی الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۹/۱۲

2 الاسرار المرفوعۃ المعروف بالموضوعات الکبریٰ احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء دار الکتب العربیۃ بیروت ص ۳۲۵

3 تحذیر الناس خلاصہ دلائل دار الاشاعت کراچی ص ۴۴، ۴۵

<p>پھر یہ جان رکھ کر ادعیہ وضو کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہونا سے مستلزم نہیں کہ وہ مکروہ یا بدعت شنیعہ ہوں بلکہ مستحب ہیں علمائے عظام و اولیائے کرام نے ہر عضو کے لائق دعا اس کی مناسبت سے مستحب مانی ہے۔</p>	<p>ثم اعلم انه لا يلزم من كون اذكار الوضوء غير ثابتة عنه صلى الله تعالى عليه وسلم ان تكون مكروهة او بدعة مذمومة بل انها مستحبة استحبابها العلماء الاعلام والمشايخ الكرام لمناسبة كل عضو بدعاء يليق في المقام¹۔</p>
---	---

اس عبارت سے روشن طور پر ثابت ہوا کہ اباحت تو اباحت موضوعیت حدیث استحباب فعل کی بھی منافی نہیں اور واقعی ایسا ہی ہے کہ موضوعیت عدم حدیث ہے اور وہ درود حدیث بخصوص فعل لازم استحباب نہیں کہ اس کے ارتقاء سے اس کا انتقال لازم آئے کیا لایخفی۔

تعمیہ: اس بارہ میں سب احادیث کا موضوع ہونا ابن القیم کا خیال ہے اسی سے مولانا علی قاری نے نقل فرمایا اور ایسا ہی ذہبی نے ترجمہ عباد بن صہیب میں حسب عادت حکم کیا گیا مگر عند تحقیق اُس میں کلام ہے اس باب میں ایک مفصل حدیث ابو حاتم اور ابن حبان نے تاریخ میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی انصافاً غایت اسکی ضعف ہے اور مقام مقام فضائل،

<p>امام ابن امیر الحاج کی کتاب حلیہ شرح منیہ کا مطالعہ کرو اس میں تُو اندھیری رات میں روشن چراغ کے ساتھ حق کو پالے گا۔ (ت)</p>	<p>راجع الحلیة شرح المنية للامام ابن امير الحاج تجد ما يرشدك الى الحق بسراج وهاج في ليل داج۔</p>
--	--

(۵) سب سے طرفہ تریہ کہ حدیث مسلسل بالاضافہ کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کی اجازت مع ضیافت آب و خرما اپنے شیخ علامہ ابوطاہر مدنی سے لی اور اسی طرح مع ضیافت اپنے صاحبزادہ مولانا شاہ عبدالعزیز اور انہوں نے اپنے نواسے میاں اسحاق صاحب کو دی اُس کا مدار عبداللہ بن میمون قداح متروک پر ہونے کے علاوہ خود الفاظِ متن ہی سخت منکر واقع ہوئے ہیں باینمہ اکابر محدثین کرام آج تک اس سے برکت تسلسل چاہا کئے ہیں ان کے اسماء کرام سلسلہ سند سے ظاہر شیخ شیحانی الحدیث مولانا عابد سند مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ثبت حصر الشارو میں اُسے ذکر کر کے فرماتے ہیں:

¹ الاسرار المعرفۃ المعروف بالموضوعات الکبریٰ احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ص ۲۳۴۵

<p>یہ حدیث صرف بروایت قداح آئی اور متعدد ائمہ نے اُس کے متمم بکذب و وضع ہونے کی تصریح فرمائی، امام سخاوی فرماتے ہیں اُس کا ذکر بے بیان موضوعیت روانہ نہیں مگر محدثین کثرت سے کلام اور مبالغہ آرائی کرتے رہے اور اُس پر وضع حدیث کا طعن کرتے رہے پھر بھی ہمیشہ اس حدیث کو ذکر کرتے اس سے مسلسل برکت چاہتے رہے ہیں۔ اھ۔ (ت)</p>	<p>هذا بما تفرد به عبد الله بن ميمون القداح وصرح غير واحد بانه متهم بالكذب والوضع قال السخاوي لا يباح ذكره الامع ذكر وضعه لكن المحدثين مع كثرة كلامهم فيه ورمبالمغتهم فيه ورميه بالوضع لايزالون يذكرونه يتدبركون بالتسلسل¹ اھ</p>
---	--

اقول: یہ حدیث ہمیں اپنے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دو طریق سے پہنچی، اول بطریق شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی:

<p>اپنی سند سے امام ابوالخیر شمس الدین ابن جزری تک وہ اپنی سند سے ابوالحسن الصقلی تک وہ اپنی سند سے قداح تک امام جعفر صادق سے وہ اپنے آباء کرام سے وہ حضرت علی کرم اللہ وجوہہم سے وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ (ت)</p>	<p>بسندہ الی الامام ابی الخیر شمس الدین محمد بن محمد بن محمد ابن الجزری بسندہ الی ابی الحسن الصقلی بطریقة الی القداح عن الامام جعفر الصادق عن آباءہ الکرام عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجوہہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔</p>
---	--

دوسری بطریق شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی:

<p>اپنی سند سے ابوالحسن تک وہ قداح تک وہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجوہہم تک وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ (ت)</p>	<p>بسندہ الی ابی الحسن الی القداح الی امیر المؤمنین عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔</p>
--	---

قداح رجال جامع ترمذی سے ہے متروک سہی حد وضع تک منتهی نہیں متن طریق دوم میں مبالغت عظیمہ ہیں اُس پر حکم بطلان نہیں شاہ ولی اللہ صاحب کی روایت وہی ہے اور اسی میں ہمارا کلام مگر طریق اول میں صرف اتنا ہے کہ:

<p>وہ شخص جس نے کسی ایک مومن کی ضیافت کی گویا اس نے آدم کی ضیافت کی اور جس نے دو کی ضیافت کی اس نے آدم وحواء کی ضیافت کی جس نے تین مومنوں کی ضیافت کی گویا اس نے جبریل، میکائیل اور اسرافیل کی مہمان نوازی کی۔ (ت)</p>	<p>من اضاف مؤمناً فکانما اضاف آدم ومن اضاف اثنين فکانما اضاف آدم وحواء ومن اضاف ثلاثة فکانما اضاف جبرائیل ومیکائیل واسرافیل²۔</p>
--	--

¹ ثبت حصر الشارح

² کنز العمال کتاب الضیافت من قسم الافعال حدیث ۲۵۹۷۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۲۶۹/۹

اس میں کوئی ایسا امر نہیں کہ قلب خواہی نخواستہ وضع پر شہادت دے ولہذا امام الجزری نے اسی قدر فرمایا کہ حدیث غریب لم یقع لنا بهذا الاسناد¹ (یہ حدیث غریب ہے ہمیں اس طور پر صرف اسی سند کے ساتھ معلوم ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ تفرّد متروک مستلزم وضع نہیں،

جیسا کہ ہم نے اسے نوں افادہ میں بیان کر دیا ہے لیکن شیخ ابو محمد محمد بن الامیر المالکی المصری جو جامع ازہر کے مدرس بھی ہیں انہوں نے اس کو اپنے ثبت میں متن ثانی مذکور کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد جو علت بیان کی ہے، اس متن میں ضیافۃ میں ذکر ملائکہ کے ساتھ دس مومنوں تک کا اضافہ ذکر ہے حالانکہ نہ وہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں فرمایا کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو یہ تمثیل بطور فرض و تقدیر ہے اہ جیسا کہ اس کی خبر ہمیں ان کی جملہ مرویات میں ہمارے شیخ علامہ زین الحرم سید احمد بن زین بن دحلان مکی نے شیخ عثمان بن حسین دمیاطی سے اس کے مؤلف شیخ امیر مالکی سے دی ہے۔

فاقول: یہ اس سے کوئی زیادہ عجیب نہیں جس کی خبر ہمیں سید حسین بن صالح جمل اللیل المکی نے شیخ محمد عابد سندھی مدنی سے اپنی مشہور سند کے ساتھ دی جو کہ صحیح مسلم تک ہے وہ کہ اپنی سند معلوم سے حضرت ابو ہریرہ سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل قیامت کے روز فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تھا تو نے میری عیادت نہ کی الحدیث "اور اسی میں ہے کہ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا

کما بینناہ فی الافادۃ التاسعة اماما اعلمہ الشیخ ابو محمد محمد بن الامیر المالکی المصری المدرس بالجامع الازہر بعد ایرادہ فی ثبته بالمتن الثانی المذکور فیہ الاضافة الی تمام العشرة بذك الملئكة فی الضیافۃ وهم لایاکلون ولا یشربون قال فان صح فهو خارج مخرج الفرض والتقدير² اہ کما انبأنا بہ فی جملة مرویانة شیخنا العلامة زین الحرم السید احمد بن زین بن دحلان المکی عن الشیخ عثمان بن حسن الدمیاطی عن مؤلفہ الشیخ الامیر المالکی،

فاقول: لیس باعجب مما انبأنا السید حسین بن صالح جمل اللیل المکی عن الشیخ محمد عابد السندی المدنی بسندہ المشہور الی صحیح مسلم بسندہ المعلوم الی ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل یقوم یوم القیمة یا ابن آدم مرضت فلم تعدنی الحدیث "وفیہ یا ابن آدم استطعتک فلم تطعننی قال یا رب کیف

¹ کتز العمال بحوالہ ابن الجزری حدیث ۲۵۹۷۵ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت ۲۶۹/۹

² ثبت ابو محمد محمد بن امیر مالکی مصری

تُو نے مجھے نہیں کھلایا وہ عرض کرے گا اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھلاتا حالانکہ تُو تمام جہانوں کا رب ہے، فرمایا کیا تُو نہیں جانتا تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا اور تُو نے نہیں دیا تھا کیا تُو نہیں جانتا کہ اگر تُو اسے کھلا دیتا تو اسے آج میرے پاس پاتا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تُو نے مجھے نہیں پلایا۔ حدیث معروف ہے۔ (ت)

اطعمك وانت رب العلمين قال اما علمت انه استطعمك عبدی فلان فلم تطعمه اما علمت انك لو اطعمته لوجدت ذلك عندی یا ابن آدم استسقيتك فلم تسقني الحديث المعروف¹۔

مُ اقول: تحقیق مقام یہ ہے کہ عمل بموضوع و عمل بمبانی موضوع میں زمین آسمان کا فرق ہے کیا یظہر مبادی منہا فی الافادة الحادية والعشرين (جیسا کہ ظاہر ہے اسے ہم اکیسویں فائدے میں بیان کر آئے ہیں۔ ت) ثانی مطلقاً ممنوع نہیں ورنہ ایجاب و تحریم کی باگ مفتقرین پبیاک کے ہاتھ ہو جائے لاکھوں افعال مباحہ جن کے خصوص میں نصوص نہیں وضاعین ان میں سے جس کی ترغیب میں حدیث وضع کر دیں حرام ہو جائے جس سے تہیب میں گھڑ لیں وہ واجب ہو جائے کہ تقدیر اول پر فعل ثانی پر ترک مستلزم موافقت موضوع ہوگا اور وہ ممنوع لطف یہ کہ اگر ترغیب و تہیب دونوں میں بنادیں تو فعل و ترک دونوں کی جان پر بنادیں نہ کرتے بن پڑے نہ چھوڑتے فاعلم وافهم انکنت تفهم (جان لے سمجھ لے اگر تُو سمجھ سکتا ہے۔ ت) اور اول میں بھی حقیقۃً مخدور نفس فعل میں نہیں بلکہ نظر منتال واعتقاد ثبوت میں تو بفرض وضع اس نظر سے منع ہے نہ اصل فعل سے، سفہائے وہابیہ ہمیشہ ذات و عارض میں فرق نہیں کرتے ع

ماعلی مثلهم یعدّ الخطاء

افادہ بست^{۲۹} و نمم: (اعمالِ مشائخ محتاج سند نہیں اعمال میں تصرف و ایجادِ مشائخ کو ہمیشہ گنجائش) بالفرض کچھ نہ سہی تو اقل درجہ اس فعل کو اعمالِ مشائخ سے ایک عمل سمجھنے کہ بغرض روشنائی بصر معمول ایسی جگہ ثبوتِ حدیث کی کیا ضرورت، صیغہ اعمال میں تصرف و استخراجِ مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے ہزاروں عمل اولیائے کرام بتاتے ہیں کہ باعثِ نفع بندگانِ خدا ہوتے ہیں کوئی ذی عقل حدیث سے ان کی سند خاص نہیں مانگتا کتبِ ائمہ و علما و مشائخ و اسانذہ شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز اور خود ان بزرگواروں کی تصانیف ایسی صدہا

1 صحیح مسلم باب فضل عیادۃ الریض مطبوعہ مطبع اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۳۱۸

باتوں سے مالا مال ہیں انہیں کیوں نہیں بدعت و ممنوع کہتے، خود شاہ ولی اللہ ہوا مع میں لکھتے عہہ ہیں:

<p>اعمالِ تصریفیہ میں نئی نئی ایجاد کے لئے اجتہاد کا دروازہ کھولنا ایسے ہی ہے جیسے اطباء قرابادین سے نسخوں کا استخراج کر لیتے ہیں اس فقیر کو معلوم ہے کہ اول صبح صادق سے سفیدی تک صبح کے مقابل بیٹھنا اور آنکھ کو اس کے نور واجالے کی طرف لگانا اور یا نور کا لفظ بار بار ایک ہزار تک پڑھنا کیفیتِ ملکیہ کو قوت دیتا ہے اور وسواس سے نجات دلاتا ہے۔ اہ ملخصاً (ت)</p>	<p>اجتہادِ رادر استخراجِ اعمالِ تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراجِ اطباء نسحا سے قرابادین را این فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت اول طلوع صبح صادق تا اسفار مقابل صبح نشستن و چشم را با آن نور و ختن "دیانور" را مکرر گفتن تا ہزار بار کیفیت ملکیہ را قوت میدہد و احادیث نفس می نشانہ^۱ اہ ملخصاً۔</p>
---	--

اس عہہ میں ہے:

<p>چند کرامات تو ایسی ہیں جو کسی ولی سے الا ماشاء اللہ جدا نہیں ہوتیں ان میں سے بعض یہ ہیں فراستِ صادقہ، کشفِ احوال، دلوں کے رازوں سے آگاہی اور ان میں سے دُعا و تعویذ، دَم اور اعمالِ تصریفیہ میں برکت ہے یہاں تک کہ سارا جہان ان کے اس فیض سے مستفید ہوتا ہے اہ ملقطاً (ت)</p>	<p>چند نوع کرامت از بیچ ولی الا ماشاء اللہ منک نمی شود از انجملہ فراستِ صادقہ و کشف و اشرف بر خواطر و از انجملہ ظہور تاثیر درد عاقرقے و اعمالِ تصریفیہ او تا عالم بقیض نفس او منتفع شود اہ ملقطاً۔^۲</p>
--	--

عزیزو! خدار انصاف، ذرا شاہ ولی کے "قول الجبیل" کو دیکھو اور اُن کے والد و مشائخ و غیر ہم کے اختراعی اعمال تماشا کرو، دردِ سر کے لئے تختہ پر ریتا بچھانا کیل سے ابجد ہوز لکھنا، چچک کو نیلے سوت کا گنڈا بنانا، پھونک پھونک کر گرہیں لگانا، اسمائے اصحابِ کہف سے استعانت کرنا انہیں آگ، لوٹ، چوری سے امان سمجھنا، دیواروں پر اُن کے لکھنے کو آمدِ جن کی بندش جاننا، دفعِ جن کو چار کیلیں گوشہ ہائے مکان میں گاڑنا، عقیمہ کے لئے

عہہ ۱: ہامہ عاشرہ از ہوا مع مقدمہ ۱۲ منہ (م)

عہہ ۲: ہامہ خامسہ تحت قول شبیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ہب لنا من لدنک ریحا طیبۃ الخ (م)

^۱ ہوا مع شاہ ولی اللہ

^۲ ہوا مع شاہ ولی اللہ

گلاب اور زعفران سے ہرن کی کھال لکھنا، یہ کھال اس کے گلے کا ہار کرنا، اسقاطِ حمل کو کسی کارنگا گندا نکالنا، عورت کے قدم سے ناپنا، گن کر نوگر ہیں لگانا، دردِ زہ کو آیاتِ قرآنی لکھ کر عورت کی بائیں ران میں باندھنا، فرزندِ نرینہ کیلئے ہرن کی کھال اور وہی گلاب وزعفران کا خیال، بچہ کی زندگی کو اجوائن اور کالی مرچیں لینا ان پر ٹھیک دوپہر کو قرآن پڑھنا، لڑکانہ ہونے کو عورت کے پیٹ پر دائرے کھینچنا، ستر سے کم شمار نہ ہونا، دفعِ نظر کو چھری سے دائرہ کھینچنا، کندل کے اندر چھری رکھنا، عائن و ساحر کا نام لے کر پکارنا، ناپ کر تین گز ڈور لینا اس پر شہت بہت کیا کیا الفاظ غیر معلوم المعنی پڑھنا، قسطاع النجا خدا جانے کون ہے اُسے ندا کرنا، چور کی پہچان کا عمل نکالنا پلس پڑھ کر لوٹا گھمانا، بخار کو عیسیٰ و موسیٰ و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسمیں دینا، مصروع کو تانبے کی تختی پر دو اسم کھدوانا، پھر تعین یہ کہ دن بھی خاص اتوار ہو اُس کی بھی پہلی ہی ساعت میں کار ہو۔ اُس کے سوا صدہا باتیں ہیں ان میں کون سی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف ہے، ارے یہ قرونِ ثلاثہ میں کب تھیں، اور جب کچھ نہیں تو بدعت کیوں نہ ٹھہریں، شاہ صاحب اور ان کے والد ماجد و فرزند ارجمند و اساتذہ و مشائخ معاذ اللہ بدعتی کیوں نہ قرار پائے، یہ سب تو بے سند حلال و نفاس اعمال مگر اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سُن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا اُس سے روشنی بصر کی اُمید رکھنا کہ اکابر سلف سے ماثور علماء و صلحاء کا دستور کتبِ فقہ میں مسطور، یہ معاذ اللہ حرام و وبال و موجبِ ضلال، تو کیا بات ہے یہاں نامِ پاک حضور سیدالمحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درمیان ہے لہذا وہ دلوں کی دبی آگ بحلیہ بدعت شعلہ فشاں ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من اندازِ قدرتِ رامے شناسم

یہ سب درکنار شاہ صاحب اور ان کے اسلاف و اخلاف یہاں تک کہ میاں اسماعیل دہلوی تک نے امر اعظم دین تقریب رب العلمین یعنی راہِ سلوک میں صدہا نئی باتیں نکالیں طرح طرح کے ایجاد و اختراع کی طرحیں ڈالیں اور آپ ہی صاف صاف تصریحیں کیں کہ ان کا پتا سلف صالح میں نہیں خاص ایجاد بندہ ہیں مگر نیک و خوب و خوش آئندہ ہیں محدثات کو ذریعہ وصول الی اللہ جانا یا باعثِ ثواب تقرب رب الارباب مانا اس پر ان حضرات کو نہ کل بدعتہ ضلالۃ (ہر بدعت گمراہی ہے۔ ت) کا کلیہ یاد آتا ہے نہ منِ احدث فی امرنا ما لیس منہ (وہ شخص جس نے ہمارے دین میں کچھ ایجاد کیا جو دین میں سے نہ ہو۔ ت) یہاں فہو رد (پس وہ مردود ہے۔ ت) کا خلعت پاتا ہے، مگر شریعت اپنے گھر کی ٹھہری کہ ع

من کنم آنچه من خواستم تو ممکن آنچه خواستی

(میں جو چاہوں گا کروں گا تو جو چاہے نہ کر)

ان امور کی قدرے تفصیل اور ان صاحبوں کی تصریحات جلیل فقیر کے رسالہ انہار الانوار من یم صلاة الاسرار^{۱۳۰۵ھ} میں مذکور اور عدم ورود کو ورود عدم جانے کا قلع کافی و قلع وانی کتاب مستطاب اصول الرشاد لقع مبانى الفساد و کتاب لاجواب اذاقة الاثام لمآئعی عمل المولد والقیام وغیرہما تصنیفات شریفہ و تالیفات منیفہ العلیحضرت تاج المحققین الکرام سراج المدققین الاعلام حامی السنن السنیه ماجی الفتن الدنیہ بقیہ السلف المصلحین سیدی ووالدی و مولای و مقصدی حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و اجزل قریہ منہ اور بقدر حاجت باجمال و وجازت رسالہ اقامۃ القیامہ علی طاعن القیام لنبی تہامہ و غرہا سائل و مسائل فقیر میں مسطور و الحمد للہ العزیز الغفور و الصلاة والسلام علی المنیر النور و علی آلہ و صحبہ الی یوم النشور امین۔

افادہ سیم^{۳۰}: (ہم تو استحباب ہی کہتے ہیں طرفہ یہ کہ وہابیہ جدیدہ کے طور پر تقبیل ابہامین خاص سنت ہے) اقول ہمیں تو اس عمل تقبیل ابہامین کا جواز و استحباب ہی ثابت کرنا تھا کہ بعونہ عزوجل باحسن وجوہ نقش مراد کرسی نشین اور عرش تحقیق مستقر و مکین ہو اللہ الحمد علی ما اولی من نعم لا تحصى (اللہ ہی کیلئے تعریف جو غیر محدود نعمتوں کا مالک ہے۔ ت) مگر حضرات وہابیہ اپنے نئے اماموں کی خبر لیں ان کے طور پر یہ فعل جائز کہاں کا مستحب کیسا خاص سنت سنہ بلند و بالا ہے اور اُس کا منکر سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رد کرنے والا، بات بظاہر بہت چونکنے کی ہے کہ کہاں وہابی کہاں یہ انکی مذہب بھر کی خرابی مگر نہ جانا کہ توہب و اضطراب و انقلاب و دنوں ایک پستان سے دودھ پئے ہیں رفاقت دائم کا عہد کیے ہیں۔

گر براند زود و برود باز آید

ناگزیر است تناقض سخن نجدی را

(اگر دور کرنے تو دور نہ ہوگا اور اگر چلا جائے تو واپس آجائے گا نجدی کے کلام سے تناقض جدا نہیں رہ سکتا) طائفہ جدید کے استاد رشید نے اپنی کتاب عجاب براہین قاطعہ "ما امر اللہ بہ ان یوصل" میں مسئلہ قبول ضعاف فیما دون الاحکام کے اگرچہ بکمال سلیم القلبی و بصیر العینی و عجیب و غریب معنی تراشے کہ جدت کی لہریں، حدیث کے تماشے ایک ایک ادھر ادھر ہزار ہزار مکارے، اپنی جانیں واریں عقل و ہوش و چشم و گوش اپنے عدم ملکہ کو صدقے اتاریں خادمان شریعت چاکر ان ملت ما لم تسبعوا انتم و لا اباءکم (جو تم نے اور تمہارے

آباواجداد نے کبھی نہیں سُنیں۔ت)

پکاریں حضرت کی تمام سعی باطل تطویل لا طائل کا یہ حاصل بے حاصل کہ ارشاداتِ عہدِ علماء کی یہ مراد کہ صرف 'وہ حدیث ضعیف قابل قبول جس میں کسی عمل صالح کی فضیلت اور اس پر ثواب مذکور اگرچہ خاص اس عمل میں حدیث صحیح نہ آئی ہو جیسے روزہ ماہِ رجب وغیرہ اس کے بغیر اگرچہ حدیث میں عمل کی طلب نکلے جب کوئی خاص ثواب و فضیلت مذکور نہ ہو مقبول نہیں کہ یہ تو حدیث^۲ عمل کی ہوئی نہ فضائل عمل کی پھر بشرطِ عہد^۲ مذکور حدیث اگرچہ مقبول ہوگی مگر وہ عمل^۳ باوصف قبول حدیث و تسلیم فضیلت مستحب ہرگز نہ ٹھہرے گا جب تک حدیث حسن لغیرہ نہ ہو جائے، حدیث^۴ ضعیف سے ثبوتِ استحباب محض اختراع و خلافِ اجماع ہے علمائے جتنے^۵ اعمال کو بہ نظرِ ورود احادیث مستحب مانا ان سب میں حدیث حسن لغیرہ ہو گئی ہے دلیل^۶ یہ کہ احادیث ادعیہ و ضو کو علامہ طحاوی نے کہہ دیا کہ حسن لغیرہ ہیں۔ بس معلوم ہو گیا کہ سب جگہ ایسے ہی ہیں آخر دیگ میں ایک ہی چاول دیکھتے ہیں یہ تو ان کا حکم تھا جو حدیثیں افعال

عہد ۱: اقوال قبول ضعیف کو کہا سب کا یہی (ص ۹۶) مدعا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے بھلا لیلۃ الجمعہ شبِ برات، عیدین کے صدقہ میں کون سی فضیلت و ثوابِ عظیم مذکور ہے جس پر عمل جائز ہو روایات میں کوئی ثواب مذکور نہیں فقط روح کا آنا اور حسرت تک بات کرنا اور طلب صدقہ کرنا ہے یہ فضائل اعمال کس طرح ہوئے، ہاں اعلام ان کے آنے کا ہے یہ باب (ص ۹۹) علم کا ہے نہ فضل عمل کا کیونکہ ان روایات (ص ۹۷) میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے اور اگر کوئی پاس خاطر مؤلف عمل تسلیم بھی کر لے تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل ہاں حدیثِ صومِ رجب و صلاۃ الاوابین میں فضل عمل ہے ص ۹۷ ملے ۱۲ منہ (م)

عہد ۲: انوارِ ساطعہ میں تھا فقہاء اس عمل کو جو حدیث ضعیف سے ثابت ہو مستحسن لکھتے ہیں چنانچہ صلاۃ الاوابین، گردن کا مسح، رجب کا روزہ اس پر کہا یہ سرتاپا غلط ہے کسی نے یہ نہ کہا محض ایجادِ ناصواب ہے مستحب کا ثبوت صحیح یا حسن سے ہوتا ہے ضعیف کہ ان امور میں ہیں تعدد طرق سے حسن لغیرہ ہو گئے ہیں۔

قال فی الدرالمختار رواہ ابن حبان وغیرہ من طرق فی ردالمحتار فارتقی الی مرتبۃ الحسن ط اقول لکن هذا اذا کان ضعفه لسوء ضبط الراوی الصدوق الامین اولاً رسالہ او تدلیس او جهالة الحال اما لو کان لفسق الراوی او کذبہ فلا انتھی^۱۔ ملتقطاً

در مختار میں کہا اس کو ابن حبان وغیرہ نے کئی طریقوں سے روایت کیا ہے، ردالمختار میں ہے اس طرح حدیث مرتبہ حسن تک ترقی کرتی ہے طحاوی۔ اقول لیکن یہ اس وقت ہے جب حدیث کا ضعف صدوق میں راوی کے سوء ضبط یا ارسال یا تدلیس یا جہاتِ حال کی وجہ سے ہو۔ اگر وہ ضعف فسق راوی یا کذب راوی کی وجہ سے ہو تو وہ ترقی نہ کرے گی انتہی۔ (ت)

پس جس قدر نظائر مؤلف نے لکھے اور جس قدر کتبِ فقہ میں ہیں سب حسن لغیرہ سے ثابت ہوئے ہیں ۱۲ منہ (م)

۱۔ براہین قاطعہ مطبع نے بلا ساڈھور ص ۹۸

متعلقہ بجوارح میں آئیں اور جو کچھ متعلق بجوارح نہیں وہ اگرچہ سیر^۸ ہوں خواہ مواعظ^۹ معجزات خواہ فضائل صحابہ^{۱۰} و اہلبیت و سائر رجال جن میں قبول ضعاف کی علماء برابر تصریحیں فرماتے چلے آئے ہیں خواہ کسی اور خبر زائد کا بیان جس میں کسی طرح کا اعلام و اخبار ہو اگرچہ وہ نفا و اثباتاً عقائد میں اصلاً داخل نہ ہو یہ سب کا سبب باب عقاید سے ہے جس میں ضعاف درکنار بخاری و مسلم کی صحیح حدیثیں بھی مردود ہیں جب تک متواتر و قطعی الدلیلانہ ہوں مثلاً یہ حدیث کی رو میں شب جمعہ اپنے مکانوں پر آتی اور صدقات چاہتی ہیں باب عہ عقائد سے ہے اور بنظر طلب صدقہ اگر ہو تو باب عمل سے کہ یہاں کوئی فضیلت صدقہ تو مذکور نہ ہوئی خلاصہ یہ کہ جو متعلق بجوارح نہیں اُس میں صحاح احاد بھی بے اعتبار اور متعلق بجوارح بے ذکر ثواب مخصوص میں خاص صحاح درکار، ہاں ثواب بھی مذکور ہو تو ضعاف قبول اور یہی مراد علماء مگر مستحب نہ ٹھہرے گا جب تک حسن لغیرہ نہ ہو شروع صفحہ ۸۱ سے وسط صفحہ ۸۹ تک ان محدث نے یہی قاعدہ حادثہ احداث کیا ہے ان خرافات بے سروپا کے ابطال میں کیا وقت ضائع کیجئے جس نے افادات سابقہ میں ہمارے کلمات رائقہ دیکھے وہ اس تار و پود عنکبوت کو بعونہ تعالیٰ نیم جنبش نظر میں تار تار کر سکتا ہے معذرا ہم نے یہاں بھی تلخیص تقریر میں اس کے اجمالی ابطال کی طرف اشارے کیے اور مواقع مواخذات پر ہند سے لگادی خیر یہ تو ان کا نہیں ان کی سمجھ کا قصور ہے جب خدا فہم نہ دے بندہ مجبور ہے مگر ہمیں یہاں یہ کہنا ہے کہ تقبیل ابہامین کی سنیت ثابت ہو گئی کہ اگر بہ نظر تعدد طرق اس کی حدیث کو حسن لغیرہ کہنے فہماور نہ یہ تو آپ کی تفسیر پر بھی باب فضائل سے ہے کہ متعلق بعمل جوارح بھی اور اس میں ثواب خاص بھی مذکور تو احادیث مفید استصحاب نہ سہی جواز تو ضرور ثابت کریں گے قبول ضعاف فی الفضائل کا اجماعی مسئلہ یہاں تو آپ کو بھی جاری ماننا ہوگا اب اس جواز کو خواہ اس حدیث سے مستفاد مانے کہ جو حدیث جس باب میں مقبول لاجرم وہ اس میں دلیل شرعی ہے خواہ اجماع علماء سے کہ ایسی جگہ ایسی حدیث معمول بہ خواہ قرآن عظیم و حدیث صحیح "کیف و قد قیل" و حدیث صحیح ارتقائے شہادت و احادیث مذکورہ افادہ ۱۸ و غیرہا سے کہ قبول و عمل کی طرف ہدایت فرماتے ہیں خواہ قاعدہ مسلمہ شریعت محمدیہ علی صاحبہما افضل الصلاة والتحیة یعنی اخذ بالاحتیاط سے ہر طرح ایک دلیل شرعی اُس پر قائم اور آپ کے نزدیک جس فعل کے جواز پر کوئی دلیل شرعی صراحتاً دلالت کسی

عہ: شب جمعہ وغیرہ ارواح کے آنے اور صدقہ چاہنے کی احادیث کو کہا ان روایات ص ۹۷ میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے عقیدہ کے باب میں یہ حدیث ہے یہ مسئلہ ص ۹۶ عقائد کا ہے اس میں مشہور و متواتر صحاح کی حاجت ہے، یہ اعتقادات میں داخل ہے کہ ارواح کا شب جمعہ کو گھرا نا اعتقاد کرے اور اعتقاد میں قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیات صحاح کا^۱ اھ بالاتقاط ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

^۱ براہین قاطعہ مطبع نے بلاساڈھور ص ۸۹

طرح دال ہو اگرچہ وہ فعل خاص بلکہ اُس کے جنس کا بھی کوئی فعلِ قرونِ ثلاثہ میں نہ پایا گیا ہو سب سنت ہے تو اب اس کی سنیت میں کیا کلام رہا۔ اسی برائین کے صفحہ ۲۸ و ۲۹ پر ارشاد ہوتا ہے:

"مؤلف اپنی خوبی فہم سے معنی قرونِ ثلاثہ میں نہ موجود ہونے کے یہ سمجھ رہا ہے کہ اگر جزئی خاص نے اُن قرون میں وجود خارجی نہ پایا اگرچہ دلیل جواز کی موجود ہو تو وہ بدعت سیہ ہے مگر یہ بالکل غلط فاحش اور کور علمی اور کج فہمی ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ جو شے بوجود شرعی قرونِ ثلاثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے اور جو بوجود شرعی موجود نہ ہو وہ بدعت ہے، وجود شرعی اس کو کہتے ہیں کہ بدون شارع کے بتلانے کے معلوم نہ ہو سکے پس اس شے کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہو خواہ صراحتاً ارشاد ہو یا اشارۃً و دلالتاً پس جب کسی نوعِ ارشاد سے حکم جواز کا ہو گیا وہ شے وجود شرعی میں آگئی اگرچہ اس کی جنس بھی خارج میں نہ آئی ہو پس جس کے جواز کا حکم کلیہ ہو گیا وہ صحیح جزئیات شرع میں موجود ہو گیا اور جس کے عدم جواز کا حکم ہو گیا تو شرع میں اس کا عدم ثابت ہو گیا پس یہ حاصل ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلاثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی اُن قرون میں ہو یا نہ ہو اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج میں ہو یا نہ ہو اور وہ سب سنت ہے اور وہ بوجود شرعی ان قرون میں موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو کوہ وہ ان قرون میں بوجود خارجی ہو یا نہ ہو وہ سب بدعت ضلالہ ہے اس قاعدہ کو خوب سمجھ لینا ضرور ہے مولف اور اس کے اشیاع نے اُس کی ہوا بھی نہ سونگھی اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہاندیدہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جوہر کو اس کتاب میں ضرور ذکر کرتا ہوں کہ موافقین کو نفع اور مخالفین کو شاہد ہدایت ہو^۱ الخ ملخصاً۔"

اقول: ماشاء اللہ کیا چمکتا جوہر کتاب میں رکھا ہے کہ آدمی وہابیت اپنا جوہر کر گئی، نجدیت بیچاری کے دو رکن ہیں شرک و بدعت، رکنِ پسین پر قیامت گزر گئی، کبرائے طائفہ کی برسوں کی مالا جسے چپتی بتی جس کا لقب بجد اللہ اب آپ ہی کی زبان سے غلط و فاحش و کور علمی و کج فہمی کہ فلاں فعل صحابہ نے نہ کیا تا بعین نے نہ کیا تا بعین نے نہ کیا فلاں صدی میں شائع ہوا فلاں شخص بانی تھا تم کیا صحابہ و تابعین سے بھی محبت و تعظیم میں زیادہ کہ انہوں نے نہ کیا تم کرنے پر آمادہ بہتر ہوتا تو وہی کر گزرتے فعل میں اتباع ہے ترک میں کیوں نہیں کرتے نیم شوخی میں سارے بکھر گئی صحابہ و تابعین نے ہزار نہ کیا ہو بلکہ اُس جنس کا بھی کوئی کار نہ کیا ہو کچھ ضرر نہیں اشارۃً و دلالتاً جزئیہ کسی طرح ارشاد شارع سے جواز نکلے پھر سنت ماننے سے مضر نہیں۔

طائفہ بھر کے خلاف آپ سبق کہتے ہیں اللہ الحمد اسے بیعت حق کہتے ہیں

طرفہ یہ کہ اب قرونِ ثلاثہ کی وہ ہٹ نئے طائفہ کی پُرانی رٹ جسے یہاں بھی نباہ رہے ہو مہمل رہ گئی لفظ کا سوار پکڑا کیجئے، معنی کی نیا اُس پار بہہ گئی جب اُن میں وجود سے سود نہ عدم سے زیاں پھر اُن کا قدم

^۱ برائین قاطعہ قرونِ ثلاثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کے معنی مطبوعہ مطبع لے بلاسا واقع ڈھورص ۲۹-۲۸

کیا درمیاں۔ خود کہتے ہو کہ وجود خارجی درکار نہیں اور وجود شرعی بے ارشاد شارع محال تو کیا صحابہ تابعین پر کوئی نئی شریعت اُترے گی کہ اُن کے قرون میں وجود نو کا خیال ارشاد شارع سے جس کا جواز مستفادہ ہر قرن میں موجود شرعی موجود اور جس کا منع مقتضائے ارشاد وہ ہر قرن میں شرع مطہر سے معدوم و مفتود، پھر قرن دون قرن سے کیا کام رہا، محض ارشاد اقدس میں کلام رہا یعنی فعل کبھی حادث ہوا ہو قواعد شرعیہ پر عرض کریں گے اباحت سے وجوب یا ترک اولیٰ سے حرمت تک جس اصل میں داخل ہو وہی فرض کریں گے یہی خاص مذہب مہذب اربابِ حق ہے، صاف نہ کہہ دو شر م نہا نے کو اگلی رٹ کا ناحق سبق ہے تم سمجھنا کہ اب تو جو کہنی تھی کہہ گئے ہم جانیں گے تم جہنم کے ایسے ہی تھے چلو

نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے

پسینہ پُو کچھی اپنی جیوں سے

طرفہ تریہ کہ جس کا جواز دلیل شرع میں موجود وہ سب سنت، جس کا معدوم وہ سب بدعت ضلالت، اب تیسری شق کی کون سی صورت، تمام افعال انہیں دو حکموں میں محصور ہو گئے خصوصاً اباحت و استحباب و کراہت تنزیہ عہ تین حکم شرع کو کانونر ہو گئے، اسانہ جہانہ نے سُجھائی تو اچھی کہ دونی اُلجھ گئی سلجھائی لچھی اسی ہستی پر یہ ناز و غرور کہ لوگ تو اس کی ہوا سے دُور، حضرت یہ اپنی ہوا خود آپ ہی سُو گائیں، اہل حق کو معاف ہی رکھیں، اچھی تعلیم بھلے تلامذہ رہے تلقین خبہ اسانہ

گر ہمیں مکتب و حمیں نانا

کار طفلان تمام خواہ شد

خیر یہ تو ہا بیہ جدیدہ کا نامعتقد عقیدہ کہ تقبیل ابہامین سنت مجیدہ پُر انوں کی سُنیے تو وہ اور ہی ہوا پر کہ یہ فعل معاذ اللہ زنا و با و قذف محصنہ و قتل ناحق نفس مومنہ سب سے بدتر بلکہ عیاداً باللہ شرک کے انداز اصل ایمان میں خلل انداز کہ آکر باجماع طائفہ بدعت حائضہ اور تقویۃ الایمان کا یہ عقیدہ فوائقہ شرک و بدعت سے بہت بچے کہ یہ دونوں چیزیں اصل ایمان میں خلل ڈالتی ہیں اور باقی گناہ ان سے نیچے ہیں کہ وہ اعمال میں خلل ڈالتے ہیں۔ اب خدا جانے انہوں نے سنت کو کفر سے ملایا انہوں نے قریب بہ کفر کو سنت بنایا خیر طویلے کے لتیاؤ میں ہمیں کیا مقال،

اہل حق کی طرف سے قتال میں اللہ کافی ہے اور تمام تعریف اس باری تعالیٰ کے لئے جو محافظ و بلند ہے

کفی اللہ اهل الحق القتال والحمد لله المہین
المتعال والصلاة والسلام على ذی الافضال

عہ: ظاہر ہے کہ ضلالت کا ادنیٰ درجہ کراہت تحریم ہے مکروہ تنزیہی ہر گز ضلالت نہیں، دلیل واضح یہ کہ ہر ضلالت میں باس ہے اور مکروہ تنزیہی لا باس بہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

وَالْهٖ وَصَحْبِهٖ خَيْرٌ مِّنْ اٰلِ اٰمِيْنٍ۔	اور صلوة و سلام اس ذات پر جو صاحبِ فضل و اکرام ہے اور آپ کی آل پر اور اصحاب پر جو بہترین ہیں آمین۔ (ت)
--	--

حکم اخیر و خلاصہ تحریر بالجملہ حق اس میں اس قدر کہ فعل مذکور بحکم احادیث و بہ تصریح کتب فقہیہ مستحب و مندوب و امید گاہ فضل مطلوب و ثواب مرغوب جو کتب علماء و عمل قدما و ترغیب وارد پر نظر رکھ کر اُسے عمل میں لائے اُس پر ہر گز کچھ مواخذہ نہیں بلکہ ثواب مروی کی اُمید و احسن ظن و صدق نیت باعث فضل جاوید اور جو اُس کے مکروہ و ممنوع و بدعت بتائے مطبل و خاطی علمائے کرام مقتدایان عام جب کسی منکر کو دیکھیں اُس کے سامنے ضرور ہی کریں کہ بد مذہب کا رد اور اُس کے دل پر غیظ اشد ہو جس طرح ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو نہر سے افضل مگر معتزلی عہد منکر حوض کے سامنے حوض سے بہتر^۱ کمابینہ المولوی المحقق فی فتح القدر وغیرہ فی غیرہ عہد^۲ جب ترک افضل اس نیت سے افضل تو مستحب و مندوب تو آپ ہی افضل،

والحمد لله ولي الانعام وافضل الصلاة واكمل السلام على سيد الختام واله وصحبه الغر الكرام آمين۔	تمام تعریف اللہ کے لئے جو انعام کا مالک ہے اور افضل صلاۃ اور اکمل سلام ہو انبیاء کے خاتم و سربراہ پر، جو چودھویں کا کامل چاند ہیں، اور آپ کی آل و اصحاب پر، جو نہایت ہی روشن اور مکرم ہیں آمین!
--	---

خاتمہ فوائد منثورہ: میں ایہا المسلمون اس مسئلہ کا سوال فقیر کے پاس بلاذ نزدیک و دور سے بار بار آیا ہر دفعہ بمقتضائے حال کبھی مختصر کبھی کچھ مطول کبھی دو ایک صفحہ کبھی دو چار ہی سطر جو اب لکھتا ہا بار آخر قدرے زیادہ تفصیل کی کہ ایک جز تک پہنچ کر صورت رسالہ میں جلوہ گر ہوئی سائل نے علمائے اعلام ہدایوں و بریلی و رامپور و قین عن الشروع و بقین بالسرور (جو شر سے دور سرور سے معمور رہتے ہیں۔ ت) سے سُریں کرائیں تصدیقین لکھائیں اصل رسالہ منیر العین اسی قدر تھا کہ بفرمائش سید معظم مولانا مولوی غلام حسین صاحب جونا گڑھی نزیل بمبئی حفظہ اللہ عن شرکل بشر و رئی (اللہ تعالیٰ انہیں ہر بشر اور نظر بد کے شر سے محفوظ رکھے۔ ت) و اہتمام تمام نام مولانا المکرّم مولوی محمد عمر الدین صاحب ہزاروی جعلہ اللہ کاسمہ عمر الدین

عہد ۱: یہ لفظ یہاں عجب لطیف واقع ہوا کہ معتزلہ حوض سے وضو ناجائز بتاتے ہیں یہاں یہی معنی مراد اور وہ اشقیاء حوض کوثر کے بھی منکر ہیں ۱۲ منہ (م)

عہد ۲: کلدر و حواشیہ و آخرین کلمہ فی المبیّات ۱۲ منہ (م)

^۱ فتح القدر باب ماء الذی یجوز بہ الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ ستمبر ۱۱ ۷۲

و عمر بہ عمران الدین المتین (اللہ تعالیٰ انہیں ان کو نام کی طرح دین کی خدمت کرنے والا بنائے اور ان کے ذریعے اپنے دین متین کو آباد فرمائے۔ ت) و علو ہمت سیٹھ حاجی محمد بن حاجی محمد عبداللطیف لطف بھما المولیٰ اللطیف (لطف فرمانے والا مولیٰ ان دونوں پر لطف فرمائے۔ ت) ماہ مبارک اشرف و افضل شہر ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں چھپنا آغاز ہوا سرکار مفیض سے مضامین کثیرہ کا القوافدہ و لنواز ہوا اور ادھر کاپی کی تیاری ادھر تصنیف جاری، جو جز لکھا روانہ کیا یہاں تک کہ ایک جز کا سالہ دس جز تک پہنچا الحمد للہ **مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَثْمَالِهَا**^۱ (تمام تعریف اللہ کے لئے جو ایک نیکی پر دس اجر عطا فرماتا ہے۔ ت) جس میں رسالہ عربیہ مدارج طبقات الحدیث جدا کر لیا ادھر یہ تعجیل ادھر ورود فتاویٰ سے فرصت قلیل، نظر ثانی کی بھی فرصت نہ ملی، بعض فوائد حاضرہ کی تجرید رہ گئی، بعض نے نظریا خاطر میں وقعت غابر میں تجلی کی ہنوز کہ سیارہ طبع بذریعہ حرکت بمعنی القطع مبداء کا تارک منتہی کا طالب ہے نہ الحاق باقی مواقع ماضیہ سے متیسر نہ اُس کا ترک ہی مناسب ہے اور ائمہ تصنیف کا داب شریف کہ آخر کتاب میں کچھ مسائل تازہ کچھ متعلق بابواب سابقہ تحریر اور انہیں مسائل شتی یا مسائل منشورہ سے تعبیر فرماتے ہیں لہذا اقتضائاً ہم یہ فوائد منشورہ بعونہ تعالیٰ سلک تحریر میں انتظام پاتے ہیں۔

فائدہ ۱: نفیہہ جلیلہ (فضیلت و افضلیت میں فرق ہے دربارہ تفصیل حدیث ضعیف ہرگز مقبول نہیں) فضیلت و افضلیت میں زمین آسمان کا فرق ہے وہ اسی باب سے ہے جس میں ضعاف بالاتفاق قابل قبول اور یہاں بالا جماع مردود و نامقبول۔

اقول: جس نے قبول ضعاف فی الفضائل کا منشا کہ افادات سابقہ میں روشن بیانون سے گزرا ذہن نشین کر لیا ہے وہ اس فرق کو بنگاہ اولین سمجھ سکتا ہے قبول ضعاف صرف محل نفع بے ضرر میں ہے جہاں اُن کے ماننے سے کسی تحلیل یا تحریم یا اضعاف حق غیر غرض مخالفت شرع کا بوجہ من الاجوہ اندیشہ نہ ہو فضائل رجال مثل فضائل اعمال ایسے ہی ہیں، جن بندگان خدا کا فضل تفصیلی خواہ صرف اجمالی دلائل صحیحہ سے ثابت ہے اُن کی کوئی منقبت خاصہ جسے صحاح و ثوابت سے معارضت نہ ہو اگر حدیث ضعیف میں آئے اُس کا قبول تو آپ ہی ظاہر کہ اُن کا فضل تو خود صحاح سے ثابت، یہ ضعیف اُسے ماننے ہی ہوئے مسئلہ میں تو فائدہ زائدہ عطا کرے گی اور اگر تنہا ضعیف ہی فضل میں آئے اور کسی صحیح کی مخالفت نہ ہو وہ بھی مقبول ہوگی کہ صحاح میں تائید نہ سہی خلاف بھی تو نہیں بخلاف افضلیت کے کہ اس کے معنی ایک کو دوسرے سے عند اللہ بہتر و افضل ماننا ہے یہ جب ہی جائز ہوگا کہ ہمیں خدا اور رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے خوب ثابت و محقق ہو جائے، ورنہ بے ثبوت حکم لگادینے میں محتمل کہ عند اللہ امر بالعکس ہو تو افضل کو مفضول بنایا، یہ تصریح تنقیص شان ہے اور وہ حرام تو مفسدہ تحلیل حرام و تضيغ حق غیر دونوں درپیش کہ افضل کہنا حق اس کا تھا اور کہہ دیا اس کو۔ یہ اس صورت میں تھا کہ دلائل شرعیہ سے ایک کی افضلیت معلوم نہ ہو۔ پھر وہاں

کا تو کہنا ہی کیا ہے، جہاں عقائدِ حقہ میں ایک جانب کی تفصیلی محقق ہو اور اس کے خلاف احادیث مقام وضعاف سے استناد کیا جائے، جس طرح آج کل کے جہال حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تفضیل حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم میں کرتے ہیں۔ یہ تصریح مضادتِ شریعت و معاندتِ سنت ہے۔ ولہذا ائمہ دین نے تفضیلیہ کو روافض سے شمار کیا کمابینا نہ فی کتابنا المبارک مطلع القبرین فی ابانۃ سبقة العبرین^{۱۳۹۷} (جیسا کہ ہم نے اسے اپنی مبارک کتاب "مطلع القبرین فی ابانۃ سبقة العبرین" میں بیان کیا ہے۔ ت) بلکہ انصافاً اگر تفضیل شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی آئے قطعاً واجب التاویل ہے اور اگر بفرضِ باطل صالح تاویل نہ ہو واجب الرد کہ تفضیل شیخین متواتر و اجماعی ہے کما ثبتنا علیہ عرش التحقیق فی کتابنا المذکور (جیسا کہ ہم نے اپنی اس مذکورہ کتاب میں اس مسئلہ کی خوب تحقیق کی ہے۔ ت) اور متواتر و اجماع کے مقابل اعادہ ہرگز نہ سُنے جائیں گے ولہذا امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں زیر حدیث عرض علی عمر بن الخطاب و علیہ قمیص یجرّہ قالوا فما اولت ذلک یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قال الذین (مجھ پر عمر بن الخطاب کو پیش کیا گیا اور وہ اپنی قمیص گھسیٹ کر چل رہے ہیں، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ فرمایا دین۔ ت) فرماتے ہیں:

<p>اگر ہم یہ تخصیص ان (یعنی فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ مان لیں تو یہ ان اکثر احادیث کے منافی ہے جو تواتر معنوی کے درجہ پر ہیں اور افضلیت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر دال ہیں اور احاد کا ان کے ساتھ تعارض ممکن ہی نہیں اور اگر ہم ان دونوں دلیلوں کے درمیان مساوات مان لیں لیکن اجماع اہلسنت و جماعت افضلیت صدیق اکبر پر دال ہے اور وہ قطعی ہے، تو ظن اس کا معارض کیسے ہو سکتا ہے! (ت)</p>	<p>لئن سلّمنا التخصیص بہ (ای بالفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فهو معارض بالاحادیث الكثيرة البالغة درجة التواتر المعنوی الدالة علی افضلیة الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فلا تعارضها الاحاد. ولئن سلّمنا التساوی بین الدلیلین لكن اجماع اهل السنة والجماعة علی افضلیتہ وهو قطعی فلا يعارضه ظنی¹۔</p>
--	---

الجملہ مسئلہ افضلیت ہرگز باب فضائل سے نہیں جس میں ضعاف سن سکیں بلکہ موافقت و شرح مواقف میں تو تصریح کی کہ باب عقائد سے ہے اور اس میں احاد صحاح بھی نامسوم،

<p>ان دونوں نے کہا کہ یہ مسئلہ عمل سے متعلق نہیں کہ اس</p>	<p>حيث قال ليست هذه المسألة يتعلق بها</p>
--	---

¹ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری باب تفاضل اہل ایمان فی الاعمال مطبوعہ دارالکتب العربیۃ بیروت ۱/۱۰۶

<p>میں دلیل ظنی کافی ہو جائے جو احکام میں کافی ہوتی ہے بلکہ یہ معاملہ تو عقائد میں سے ہے اس کے لئے دلیل قطعی کا ہونا ضروری ہے۔ (ت)</p>	<p>عمل فیلتفی فیہا بالظن الذی ہو کاف فی الاحکام العلمیۃ بل ہی مسأله علمیۃ یطلب فیہا الیقین</p> <p style="text-align: right;">1</p>
--	--

فائدہ ۲: مہمہ عظیمہ (مشاجرات صحابہ میں تواریخ و سیر کی موحش حکایتیں قطعاً مردود ہیں) افادہ ۲۳ پر نظر تازہ کیجئے وہاں واضح ہو چکا ہے کہ کتب سیر میں کیسے کیسے مجروحوں میں مطعونوں شدید الضعفوں کی روایات بھری ہیں وہیں کلبی رافضی متمم بالکذب کی نسبت سیرت عیون الاثر کا قول گزرا کہ اُس کی غالب روایات سیر و تواریخ ہیں جنہیں علماء ایسوں سے روایت کر لیتے ہیں وہیں سیرت انسان العیون کا ارشاد گزرا کہ سیر موضوع کے سوا ہر قسم ضعیف و ستیم و بے سند حکایات کو جمع کرتی ہے پھر انصافاً یہ بھی انہوں نے سیر کا منصب بتایا جو اُسے لائق ہے کہ موضوعات تو اصلاً کسی کام کے نہیں انہیں وہ بھی نہیں لے سکتے ورنہ بنظر واقع سیر میں بہت اکاذیب و باطیل بھرے ہیں کمالاً یحییٰ بہر حال فرق مراتب نہ کرنا اگر جنوں نہیں تو بد مذہبی ہے بد مذہبی نہیں تو جنوں ہے، سیر جن بالائی باتوں کے لئے ہے اُس میں حد سے تجاوز نہیں کر سکتے اُس کی روایات مذکورہ کسی حیض و نفاس کے مسئلہ میں بھی سننے کی نہیں نہ کہ معاذ اللہ اُن و اہیات و معضلات و بے سرو پا حکایات سے صحابہ کرام حضور سید الانام علیہ و علی آلہ و علیہم افضل الصلاۃ والسلام پر طعن پیدا کرنا اعتراض نکالنا اُن کی شان رفیع میں رخنہ ڈالنا کہ اس کا ارتکاب نہ کرے گا مگر گمراہ بددین مخالف و مضاد حق تمییز آج کل کے بد مذہب مریض القلب منافق شعار ان جزافات سیر و خرافات تواریخ و امثالہا سے حضرات عالیہ خلفائے راشدین و ام المؤمنین و طلحہ و زبیر و معاویہ و عمرو بن العاص و مغیرہ بن شعبہ و غیر ہم اہلبیت و صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مطاعن مردودہ اور ان کے باہمی مشاجرات میں موحش و مل حکایات بیہودہ جن میں اکثر تو سرے سے کذب و و احض اور بہت الحاقات ملعونہ و روافض چھانٹ لاتے اور اُن سے قرآن عظیم و ارشاداتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم و اجماعِ اُمت و اساسین ملت کا مقابلہ چاہتے ہیں بے علم لوگ انہیں سُن کر پریشان ہوتے یا فکر جواب میں پڑتے ہیں اُن کا پہلا جواب یہی ہے کہ ایسے مہملات کسی ادنیٰ مسلمان کو گنہگار ٹھہرانے کیلئے مسومع نہیں ہو سکتے نہ کہ اُن محبوبانِ خدا پر طعن جن کے مدارج تفصیلی خواہ اجمالی سے کلام اللہ و کلام رسول اللہ مالا مال ہیں جل جلالہ، و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم، امام حجۃ الاسلام مرشد الانام محمد محمد محمد غزالی قدسہ سرہ العالی اہیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

<p>کسی مسلمان کو کسی کبیرہ کی طرف بے تحقیق نسبت کرنا حرام</p>	<p>لا تجوز نسبة مسلم الی کبیرۃ من غیر تحقیق</p>
---	---

1 شرح مواقف المرصد الرابع از موقف سادس فی السمعیات مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱۸/ ۲۷۳

ہے، ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابنِ ملجم شقی خارجی اشقیٰ الاثرین
نے امیر المومنین مولیٰ علیٰ کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا کہ یہ
بتواتر ثابت ہے۔ (ت)

نعم يجوز ان يقال ان ابن ملجم قتل عليا فان
ذلك يثبت متواترا¹۔

حاشا للہ اگر مورخین و امثالہم کی ایسے حکایات ادنیٰ قابلِ التفات ہوں تو اہل بیت و صحابہ درکنار خود حضرات عالیہ انبیاء و مرسلین
و ملکم مقربین صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہم اجمعین سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے کہ ان مہملات مخذولہ نے حضرات سعادتنا و مولانا آدم
صفی اللہ و داؤد خلیفۃ اللہ و سلیمان نبی اللہ و یوسف رسول اللہ سے سید المرسلین محمد حبیب اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم و سلم تک
سب کے بارہ میں وہ وہ ناپاک بیہودہ حکایات موحشہ نقل کی ہیں کہ اگر اپنے ظاہر پر تسلیم کی جائیں تو معاذ اللہ اصل ایمان کو رد
بیٹھنا ہے ان ہولناک اباطیل کے بعض تفصیل مع رد جلیل کتاب مستطاب شفا شریف امام قاضی عیاض اور اس کی شروح وغیرہا
سے ظاہر لاجرم ائمہ ملت و ناصحان اُمت نے تصریحیں فرمادیں کہ ان جہال و ضلال کے مہملات اور سیر و تواریخ کی حکایت پر ہرگز
کان نہ رکھا جائے شفا و شروح شفا و مواہب و شرح مواہب و مدارج شیخ محقق و غیرہا میں بالاتفاق فرمایا، جسے میں صرف مدارج
النبوۃ سے نقل کروں کہ عبارت فارسی ترجمہ سے غنی اور کلمات ائمہ مذکورین کا خود ترجمہ ہے فرماتے ہیں رحمہ اللہ تعالیٰ:

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کی تعظیم و احترام در حقیقت آپ
کے صحابہ کا احترام اور ان کے ساتھ نیکی ہے ان کی اچھی تعریف اور
رعایت کرنی چاہیے اور ان کے لئے دعا و طلب مغفرت کرنی چاہئے
بالخصوص جس کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے اور اس سے
راضی ہوا ہے اس سے وہ اس بات کی مستحق ہیں کہ ان کی تعریف
کی جائے پس اگر ان پر طعن و سب کرنے والا دلائل قطعہ کا منکر ہے
تو کافر و نہ مبتدع و فاسق، اسی طرح ان کے درمیان جو اختلافات یا
جھگڑے یا واقعات ہوئے ہیں ان پر خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے

از جملہ توقیر و برآ نحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم توقیر
اصحاب و برایشان است و حسن ثنا و رعایت ادب بایشان و دُعا
و استغفار مرایشان را و حق است مرکسے راکہ ثنا کردہ حق تعالیٰ
بروے و راضی ست ازوے کہ ثنا کردہ شوروے و سب و طعن
ایشان اگر مخالف اولہ قطعہ است، کفر والا بدعت و فسق، و ہچنین
امساک و کف نفس از ذکر اختلاف و منازعات و وقائع کہ میان
ایشان شدہ و گزشتہ است و اعراض و اضراب از اخبار مورخین و جملہ
رواۃ و ضلال شیعہ و غلاۃ ایشان و مبتدعین کہ ذکر

¹ احیاء علوم الدین کتاب آفات اللسان الآفة الثامنة: اللعن مطبوعہ مطبعة المشرد الحسینی القاہرہ ۱۲۵/ ۳

اور ان اخبار واقعات سے اعراض کیا جائے جو مورخین، جاہل راویوں اور گمراہ و غلو کرنے والے شیعوں نے بیان کیے ہیں اور بدعتی لوگوں کے ان عیوب اور برائیوں سے جو خود ایجاد کر کے ان کی طرف منسوب کردئے اور ان کے ڈگمگ جانے سے کیونکہ وہ کذب بیانی اور افترا ہے اور ان کے درمیان جو محاربات و مشاجرات منقول ہیں ان کی بہتر توجیہ و تاویل کی جائے، اور ان میں سے کسی پر عیب یا برائی کا طعن نہ کیا جائے بلکہ ان کے فضائل، کمالات اور عمدہ صفات کا ذکر کیا جائے کیونکہ حضور علیہ السلام کے ساتھ ان کی محبت یقینی ہے اور اس کے علاوہ باقی معاملات ظنی ہیں اور ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پانے حبیب علیہ السلام کی محبت کے لئے منتخب کر لیا ہے اہل سنت و جماعت کا صحابہ کے بارے میں یہی عقیدہ ہے اس لئے عقائد میں تحریر ہے کہ صحابہ میں سے ہر کسی کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کیا جائے اور صحابہ کے فضائل میں جو آیات و احادیث عموماً یا خصوصاً وارد ہیں وہ اس سلسلہ میں کافی ہیں اہ مختصراً (ت)

قوادح و زلالات ایثاں کنند کہ اکثر آں کذب و افتراست و طلب کردن در آنچه نقل کرده شدہ است از ایثاں از مشاجرات و محاربات با حسن تاویلات و اصوب خارج و عدم ذکر ہیچ یکے از ایثاں بہ بدی و عیب بلکہ ذکر حسنات و فضائل و عمدہ صفات ایثاں از جہت آنکہ صحبت ایثاں با خضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقینی ست و ماورائے آں ظنی است و کافیت دریں باب کہ حق تعالیٰ برگزید ایثاں را برائے صحبت حبیبہ خود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طریقہ اہل سنت و جماعت دریں باب این است در عقائد نوشتہ اند لاند کہ احداً منضم الابحیر فآیات و احادیث کہ در فضائل صحابہ عموماً و خصوصاً واقع شدہ است دریں باب کافی است^۱ اہ مختصراً۔

امام محقق سنوسی و علامہ تلمسانی پھر علامہ زر قانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں: ما نقله المؤرخون قلة حياء و ادب^۲ (مورخین کی نقلیں قلت حیا و ادب سے ہیں) امام اجل ثقہ مثبت حافظ متقن قد وہ یحییٰ بن سعید قطان نے کہ اجلہ ائمہ تابعین سے ہیں عبد اللہ قویری سے بُوچھا کہاں جاتے ہو؟ کہا وہب بن جریر کے پاس سیر لکھنے کو، فرمایا: تکتب کذباً کثیراً^۳ (بہت سا جھوٹ لکھو گے) ذکرہ فی المیزان عہ (اس کا ذکر میزان میں

اس کا ذکر محمد بن اسحاق کے ترجمہ میں ہے جہاں (باقی اگلے صفحہ پر)

عہ: فی ترجمہ محمد بن اسحاق حیث قال
فا: مدارج النبوة مطبوعہ سکھر میں "و آیات کا لفظ نہیں ہے

^۱ مدارج النبوة وصل در توقیر حضور و اصحاب و صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۱/۳۱۳

^۲ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ باب وفات امہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۱۱/۲۰۴

^۳ میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۷۹۷ محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/۲۶۹

ہے۔) تفصیل اس بحث کی ان رسائل فقیر سے لی جائے کہ مسئلہ حضرت امیر مغلوبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تصنیف کے یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثنا عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے مطاعن افضل الصديقين رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طعن سوم تحلف حبیش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رد میں فرماتے ہیں:

<p>جملہ "لعن اللہ من تخلف عنها" کتب اہل سنت میں ہرگز موجود نہیں، شہرستانی نے الملل والنحل میں کہا کہ یہ جملہ موضوع اور جھوٹا ہے، اور بعض فارسی لکھنے والوں نے خود کو محدثین اہلسنت ظاہر کیا ہے اور اہل اسنت کو الزام دینے کے لئے اپنی کتب میں اس جملہ کو شامل کر دیا لیکن یہ قابل اعتبار نہیں، اہلسنت کے ہاں حدیث وہی معتبر ہے جو محدثین کی کتب احادیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہو، ان کے ہاں بے سند حدیث ایسے ہی ہے جیسے بے مہار اونٹ، جو کہ ہرگز ناقابل سماعت نہیں۔ (ت)</p>	<p>جملہ لعن اللہ من تخلف عنها ہرگز در کتب اہل سنت موجود نیست قال الشہرستانی فی الملل والنحل ان هذه الجملة موضوعة ومفتراة وبعضے فارسی نویسان کہ خود را محدثین اہل سنت شمرده اند و در سیر خود ایں جملہ را اورده برائے الزام اہل سنت کفایت نمی کند زیرا کہ اعتبار حدیث نزد اہل سنت بیافتن حدیث در کتب مسندہ محدثین نزد اہل سنت بیافتن حدیث در کتب مسندہ محدثین است مع الحکم بالصحة و حدیث بے سند نزد ایشان شتر بے مہار است کہ اصلا عہ گوش ہاں نمی نہند¹۔</p>
---	--

انہوں نے کہا میرے نزدیک اس کا کوئی گناہ نہیں ماسوائے اس کے کہ انہوں نے سیرت میں منکر و منقطع روایات اور جھوٹے اشعار شامل کر دئے ہیں، فلاس نے کہا میں نے یحییٰ قطان کو عبید اللہ قواریری سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ کہاں جا رہے ہو، انہوں نے کہا وہب بن جریر کی طرف سیرت لکھنے کیلئے، اس نے کہا تو وہاں بہت زیادہ جھوٹ لکھے گا ۱۲ منہ (ت)

اقول: یعنی یہ مثال مقام تاباب میں ہے اسکے علاوہ جو باب تساہل ہے کوئی ایک معتمد نقل سند کے ساتھ ہو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مالہ عندی ذنب الاماقد حشانی فی السیرة من الاشیاء المنکرة المنقطعة والاشعار المکذوبة. قال الفلاس سمعت یحیی القطان یقول لعبید اللہ القواریری الی این تذهب. قال الی وہب بن جریر اکتب السیرة قال تکتب کذبا کثیرا ۱۲ منہ (م)

عہ: اقول: یعنی در امثال باب تاباب احکام فاما دون او کہ باب تساہل ست نقل معتمدی بسند است

¹ تحفہ اثنا عشریہ باب دہم طعن سوم از مطاعن ابی بکر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۵

² میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۷۱۹ محمد بن اسحاق دار المعرفۃ بیروت ۱۳/۲۶۹

فائدہ ۳: (اظہر یہی ہے کہ تفرّد کذاب بھی مستلزم موضوعیت نہیں) افادہ دہم دیکھیے جو حدیث اُن پندرہ قرآن وضع سے منزہ ہو ہم نے اُس کے بارے میں کلمات علماء تین طرز پر نقل کئے اصلاً موضوع نہ کہیں گے تفرّد کذاب ہو تو موضوع تفرّد مستم ہو تو موضوع، اور افادہ ۲۳ میں اشارہ کیا کہ ہمارے نزدیک مسلک اول قوی واقرب بصواب ہے افادہ ۱۰ میں امام سخاوی سے اُس کی تصریح اور کلام علی قاری سے نظیر صریح ذکر کی دوسری نظیر صاف و سفید حدیث مرغ سپید کہ کلام علامہ مناوی سے افادہ ۲۳ میں گزری وہیں دلیل ثامن میں بشادت حدیث و حکم عقل اس کی تقویت کا ایما کیا۔

والان اقول: یہی مذہب فقیر نے کلام امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن طحاج سے استنباط کیا، فائدہ ناسعہ میں آتا ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا ابان بن ابی عباس حدیث میں جھوٹ بولتا ہے پھر خود ابان سے حدیث سنی، اس پر پوچھا گیا، فرمایا اس حدیث سے کون صبر کر سکتا ہے، معلوم ہوا کہ مطعون بالکذب کی ہر حدیث موضوع نہیں ورنہ اس کی طرف ایسی رغبت اور وہ بھی ایسے امام اجل سے چہ معنی۔

ثم اقول: اور فی الواقع یہی اظہر ہے کہ آخر الکذب قد یصدق (جھوٹ بولنے والا بھی کبھی سچ کہتا ہے۔ ت) میں کلام نہیں اور یہ بھی مسلم کہ ایک شخص واحد کا روایت حدیث سے تفرّد ممکن یہاں تک کہ غریب فرد میں صحیح حسن ضعیف بہ ضعف قریب و ضعف شدید سب قسم کی حدیثیں مانی جاتی ہیں تو یہ کیوں نہیں ممکن کہ کبھی موسم بنگذیب بھی تفرّد کرے اور اس حدیث خاص میں سچا ہو اس کے بطلان پر کیا دلیل قائم، لاجرم یہی مذہب مہذب مقتضائے ارشادات امام ابن الصلاح و امام نووی و امام عراقی و امام قسطلانی و غیر ہم اکابر ہے ان سب ائمہ نے موضوع کی یہی تعریف فرمائی کہ وہ حدیث کہ جو نری گھڑت اور افترا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ

دوسری چاہے بے سند ہوں، چنانچہ ستائیسویں ۲۷ افادہ میں ہم نے تحقیق کی ہے کہ خود شاہ صاحب نے اس جیسے مقام میں بہت روایات بے سند ذکر کی ہیں جیسا کہ اس پر مخفی نہیں جس نے ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہے آخر کار اس معنی کی مکمل تحقیق میں نے آخری فائدہ میں کردی ہے ۱۲ منہ (ت)

اس بنا پر کہ اگر اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (باقی اگلے صفحہ پر)

دگر چند بے سند است چنانکہ در افادہ بست و ہفتم تحقیق نمودیم خود شاہ صاحب در ہجو مقام بہ بسیارے از روایات بے سند استناد کردہ است کمالاً یعنی علی من طابع کتبہ و سرانجام است کہ کمال تحقیق این معنی در فائدہ اخیر کردیم ۱۲ منہ (م)

عہ: بناء علی ان ما وضع علی غیرہ صلی اللہ

علیہ وسلم پر جھوٹ بنائی گئی ہو، علوم الحدیث امام ابو عمر و تقریب میں ہے: الموضوع هو المختلق المصنوع¹ (موضوع وہ حدیث ہے جو من گھڑت اور بناوٹی ہو۔ت) الفیہ میں ہے نہ

شر الضعیف الخیر الموضوع

الکذب المختلق المصنوع²

(ضعیف کی بدترین قسم خبر موضوع ہے، جو جھوٹ ہو گھڑی گئی ہو اور بناوٹی ہو۔ت)

ارشاد الساری میں ہے:

الموضوع هو الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویسی المختلق ³ ۔	موضوع وہ حدیث ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ گھڑا گیا ہو اسے مختلق بھی کہتے ہیں۔(ت)
--	---

ہاں اس میں کلام نہیں کہ حکم وضع کبھی قطعی ہوتا ہے کبھی ظنی، جیسا کہ ہم نے شارقرآن میں تبدیل اسلوب عبارت سے اس کی طرف اشارہ کیا اور حدیث مطعون بالکذب کو موضوع کہنے والے بھی اس کی موضوعیت بالیقین کا دعویٰ نہیں فرماتے بلکہ وضع ظنی میں رکھتے ہیں کما صرح بہ شیخ الاسلام فی النزہۃ (جیسا کہ شیخ الاسلام نے نزہۃ النظر میں اس کی تصریح کی ہے۔ت) شیخ محقق دہلوی قدس سرہ القوی مقدمہ لمعات التتبع میں فرماتے ہیں:

حدیث المطعون بالکذب یسی موضوعاً و	ایسے راوی کی حدیث جس پر کذب کا طعن ہو موضوع کہلاتی
-----------------------------------	--

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تعالیٰ علیہ وسلم فیقال له الموضوع علی فلان ومطلقه لایراد به الالکذب وعلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہ یبتنی مافی الارشاد وان طلقت فانت فی سعته منہ کہا ہو ظاہر کلام آخرین ۱۲ منہ (م)

کے علاوہ کسی دوسرے پر جھوٹ گھڑا ہو تو اسے "موضوع علی فلان" کہا جاتا ہے اور جب مطلقاً ذکر ہو تو اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہی جھوٹ مراد ہوگا جو ارشاد میں ہے اس کی بنا اسی پر ہے اگر آپ اس کو مطلق ذکر کریں تو آپ کو اس میں گنجائش ہے جیسا کہ دوسروں کے کلام سے ظاہر ہے ۱۲ امنہ (ت)

1 تقریب النواوی مع شرح تدریب الراوی النوع الحادی والعشرون مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱/ ۲۷۴

2 الفیہ الحدیث مع فتح المغیث بحث الموضوع دار الامام الطبری بیروت ۱/ ۲۹۳

3 ارشاد الساری شرح البخاری الفصل الثالث فی نزہۃ لطیفہ الخ مطبوعہ دار الکتب العربیہ ۱/ ۱۳

ہے اور ایسا شخص جس سے حدیث میں عمدہ جھوٹ ثابت ہو جائے خواہ وہ ایک ہی دفعہ ہو اس کی حدیث ہمیشہ قبول نہیں کی جائے گی، تو اصطلاح محدثین میں موضوع سے مراد یہی ہے، یہ نہیں کہ اس خاص حدیث میں اس کا جھوٹ ثابت و معلوم ہو، اور چونکہ مسئلہ ظنی ہے لہذا وضع و افتراء کا حکم ظن غالب کی بنا پر ہوگا (ملخصاً ت)

من ثبت عنه تعدد الكذب في الحديث وان كان وقوعه مرة لم يقبل حديثه ابداً، فالمراد بالموضوع في اصطلاح المحدثين هذا لا انه ثبت كذبه وعلم ذلك في هذا الحديث بخصوصه، والمسألة ظنية والحكم، بالوضع والافتراء بحكم الظن الغالب¹ اھ ملخصاً

اقول: مگر محل تامل یہی ہے کہ مجرد کذب فی بعض الاحادیث سے کہ معاذ اللہ کسی طمع دینا یا تائید مذہب فاسد یا غضب و بخش و غیرہ کے باعث ہو ظن غالب ہو جائے کہ اب جتنی حدیثوں میں یہ متفرد ہو سب میں وضع و افتراء ہی کرے گا اگرچہ وہاں کوئی طمع و غیرہ غرض فاسد نہ ہو شاہد زور اگر کسی طمع یا عداوت سے ایک جگہ غلط گواہی دی تو اس کی سب گواہیاں مردود ضرور ہوں گی کہ فاسق ہے مگر بے لاگ جگہ میں خوانی نخوانی یہ ظن غالب نہ ہوگا کہ یہاں بھی جھوٹ ہی کہہ رہا ہے وجدان صحیح اس پر شہادت کو بس ہے اور اگر سند ہی چاہئے تو امام ائمہ الشان محمد بن اسمعیل بخاری علیہ رحمۃ اللہ کا ارشاد سنئے محمد بن اسحاق صاحب سیرت و مغازی کو ہشام بن عروہ پھر امام مالک پھر وہب پھر یحییٰ بن قطان نے کذاب کہا،

ابن عدی نے ابو بشر دولاہی سے اور

اخرجہ عن ابن عدی عن ابی بشر الدولاہی و

اس سے خلاصی میزان میں ان کے اس قول سے ہو جاتی ہے: میں کہتا ہوں ہشام بن عروہ کیا جانے شاید انہوں نے اس سے مسجد میں سنا، یا اس وقت اس سے سنا جب وہ مجھے تھے یا وہ اس کے پاس گئے ہوں تو اس خاتون نے پردے کے پیچھے سے بیان کیا ہو، کیا معلوم کہ ان میں سے کون سی صورت ہے حالانکہ وہ خاتون بوڑھی اور سن والی ہو چکی تھی (صاحب قننہ نہ تھی) اھ (باقی اگلے صفحہ پر)

عہ: حال التفصی عن هذا في الميزان بقوله قلت وما يدري هشام بن عروة، فلعله سمع منها في المسجد او سمع منها وهو صبي او دخل عليها فحدثته من وراء حجاب، فأى شيعي في هذا وقد كانت امرأة قد كبرت واسنت² اھ۔

¹ لمعات التنقيح شرح المشکوٰۃ فصل فی العداۃ الخ مطبوعہ المعارف العلمیہ لاہور ۱/ ۲۷

² میزان الاعتدال ترجمہ ۷۱۹۷ محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳/ ۷۰

محمد بن جعفر بن یزید عن ابی قلابہ الرقاشی

محمد بن جعفر بن یزید نے ابو قلابہ رقاشی سے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثم قال افسبث هذا يعتمد على تكذيب رجل من
اهل العلم هذا مردود. ثم قدروى عنها محمد بن
سوقه¹ الخ

اقول: لقائل ان يقول ان الحفاظ الناقدین ربنا
يعرفون كذب الرجل بقرائن تلوح لهم. ولقد نرى
قوماً من الائمة يكذبون رجلا ولا يذكرون من
السبب الاماهو قاصر عندنا لعدم علمنا بالقرائن
فتبدو لنا احتمالات شيع لعل الامر كذا عسى ان كذا
وهى جيبعا مندفعه عندهم نص على ذلك الامام
النووى فى مواضع من شرحه صحيح مسلم فقال هنا
قاعدة ننبه عليها ثم نحيل عليها فيما بعد ان شاء
الله تعالى وهى ان عفان رحمه الله تعالى قال انما
ابتليج هشام (هو ابن زياد الاموى) يعنى انما
ضعفوه من قبل هذا الحديث كان يقول حدثنى
يحيى عن محمد ثم ادعى بعد انه سبعه من محمده
وهذا القدر وحده لا يقتضى ضعفاً لانه ليس فيه
تصريح بكذب لاحتمال انه سبعه من محمد

پھر کہا: کیا اس طرح کی صورت میں اہل علم شخص کو جھوٹا قرار
دینا درست ہے یہ مردود ہے (درست نہیں) پھر اس سے محمد بن
سوقہ نے بھی روایت لی ہے الخ

اقول: (میں کہتا ہوں) قائل کے لئے یہ کہنا جائز ہے کہ حفاظ
ناقدین بعض اوقات کسی آدمی کا جھوٹ قرآن کی وجہ سے جانتے
ہوتے ہیں اور ہم ائمہ کی ایک ایسی جماعت کا علم رکھتے ہیں جس نے
کسی شخص کو جھوٹا کہا مگر سب ذکر نہ کیا صرف وہ ہے جو ہمارے
نزدیک قاصر ہے کیونکہ ان قرآن کو نہیں جانتے، تو ہمارے لئے
متعدد احتمالات ظاہر ہوں گے، شاید یہ ہو یا یہ ہو اور وہ تمام ان کے
ہاں مدفوع ہوں، اس پر امام نووی نے اپنی شرح صحیح مسلم میں کئی
جگہ تصریح کی ہے اور کہا کہ یہاں ایک قاعدہ ہے جس پر ہم تنبیہ
کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا اس پر حوالہ دیں گے اور وہ یہ ہے
کہ عفان رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ ہشام (ابن زیاد اموی) مبتلا
ہوئے، یعنی اس حدیث کی وجہ سے ان کو لوگوں نے ضعیف کہا
جس کے متعلق وہ کہتے تھے مجھے یحییٰ نے محمد سے بیان کیا پھر دعوٰی
کیا کہ اس نے یہ محمد سے روایت سنی ہے اور صرف یہ چیز ضعف
کا تقاضا نہیں کرتی کیونکہ اس میں کذب صراحتاً نہیں ہے ممکن ہے
اس نے محمد سے سنا ہو (باقی اگلے صفحہ پر)

¹ میزان الاعتدال ترجمہ ۷۱۷ محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳/۷۱

ثنی ابو داؤد سلیمان بن داؤد قال قال یحیی القطان

وہ کہتے ہیں مجھے ابو داؤد سلیمان داؤد نے بیان کیا کہ یحیی القطان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثم نسیه فحدث عن یحیی عنہ ثم ذکر سماعه من محمد فرواه عنہ ولكن انضم الی هذا قرائن وامور اقتضت عند العلماء بهذا الفن الحذاق فیه المبرزین من اهلہ العارفین بدقائق احوال رواته انه لم یسمعه من محمد فحکوا بذلک لما قامت لدلائل الظاهرة عندهم بذلک وسیاق بعد هذا اشياء کثیرة من اقوال الائمة فی الجرح بنحو هذا وکلها یقال فیها ما قلنا هنا والله تعالی اعلم¹ اهـ وقال بعد ذلک معنی هذا الکلام ان الحسن بن عمارة کذب فروی هذا الحدیث عن الحکم عن یحیی عن علی وانما هو عن الحسن البصری من قوله وقد قدمنا ان مثل هذا وان کان یحتمل کونه جاء عن الحسن وعن علی لکن الحفاظ یعرفون کذب الکاذبین بقرائن وقد یعرفون ذلک بدلائل قطعية یعرفها اهل هذا الفن فقولهم مقبول فی کل هذا² اهـ

پھر بھول گیا ہو پھر ہشام نے یحیی سے حدیث بیان کی ہو پھر یحیی کو محمد سے سماع یاد آیا تو دونوں نے محمد کے حوالے سے روایت بیان کی ہو، لیکن اس فن کے ماہرین اور اس کے راویوں کے دقیق اصول پہچاننے والوں پر ایسے قرائن آشکار ہوئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے محمد سے نہیں سنا، جب ان کے ہاں اس پر دلائل ظاہری قائم ہو گئے تو اب انہوں نے یہ فیصلہ دے دیا کہ ہشام نے محمد سے نہیں سنا، اور اس کے بعد عنقریب ائمہ کے اقوال میں اسی طرح سے کثرت کے ساتھ جرح کا ذکر آئے گا ان سب میں وہی بات کہی جائے گی جو ہم نے یہاں کہہ دی ہے واللہ تعالی اعلم۔ اور اس کے بعد کہا کہ اس کلام کا معنی یہ ہے کہ حسن بن عمارہ نے جھوٹ بولتے ہوئے اس حدیث کو حکم از یحیی از علی روایت کیا حالانکہ وہ حسن بصری سے ان کے قول سے مروی ہے اور ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ اس کی مثل یہ ہے اگرچہ اس میں یہ احتمال ہے کہ وہ حسن سے اور علی سے ہو، لیکن اس فن کے حفاظ قرائن سے جھوٹوں کے جھوٹ سے آگاہ ہو جاتے ہیں اور اس کو وہ ایسے دلائل قطعیہ سے جان لیتے ہیں جن کو صرف اہل فن ہی پہچانتے ہیں لہذا ان کا فیصلہ ان تمام میں مقبول ہوگا۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

¹ شرح الصحیح لمسلم باب بیان الاسناد الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱/۱۳

² شرح الصحیح لمسلم باب بیان الاسناد الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۷/۱۷

نے بیان کیا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحاق کذاب ہے، میں نے عرض کیا تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ کہا مجھے وہیب نے بتایا میں نے وہیب سے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہے؟ انہوں نے کہا مجھے مالک بن انس نے بتایا تھا، تو میں نے مالک سے پوچھا آپ کو کیسے علم ہے؟ انہوں نے کہا مجھے ہشام بن عروہ نے بتایا تھا۔ میں نے ہشام بن عروہ سے کہا کہ آپ کو اس بات کا کیسے علم ہے؟ انہوں نے کہا اس نے میری اہلیہ فاطمہ بنت منذر سے حدیث بیان کی ہے اور ان کی شادی میرے ساتھ نو سال کی عمر میں ہوئی اور اس نے کسی آدمی کو نہیں دیکھا یہاں تک کہ اس کا وصال ہو گیا۔ (ت)

اشهد ان محمد بن اسحق كذاب. قلت وما يدريك قال قال لي وهيب فقلت لو هيب وما يدرك. قال قال لي مالك بن انس فقلت لمالك وما يدريك. قال قال لي هشام بن عروة قلت له هشام بن عروة وما يدريك. قال حدث عن امرأتى فاطمة بنت المنذر. وادخلت على وهي بنت تسع ومارأها رجل حتى بقيت الله تعالى¹۔

رہا تیرا قول: افسبثله هذا يعتمد الخ اقول: یہ ان عظیم ائمہ پر اسی بات کا افترا ہے کہ وہ اندازے سے کام لیتے ہیں تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ ذہبی نے کس حیلہ سے قدری سے کذب کیا، جس کا معاملہ واضح تھا اور جس وقت یہ معاملہ کسی سخی اشعری یا کسی ولی اللہ صوفی کو رد کیا ہو تو وہ نہ چھوڑے نہ باقی رہنے دے جیسے کہ ان کے شاگرد امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے طبقات میں اس کو بیان کیا ہے ورنہ ہمارے ہاں بھی راجح یہی ہے کہ ابن اسحاق ثقہ ہیں جیسا کہ عنقریب ہم اسے بیان کریں گے۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
اما قولك افسبثلك هذا يعتمد الخ اقول: افترا على هؤلاء الائمة الجلة الاعظم يشهدون جزافاً من دون ثبت ثم هذا كله انما ذكرناه ليعرف ان الذهبي كيف يحتال للذب عن قدرى امره قد ظهر واذ وقع بسنى اشعري او ولي الله صوفى صار لا يبقى ولا يذر كما بينه تلميذه الامام تاج الدين السبكي رحمه الله تعالى في الطبقات والافا الراجح عند علمائنا ايضاً هو توثيق ابن اسحق كما سنذكره ان شاء الله تعالى والله تعالى اعلم ۱۲ منہ (م)

¹ میزان الاعتدال ترجمہ ۷۱۹ محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳/۷۱، اکامل فی ضعف الرجال ترجمہ محمد اسحاق دار الفکر بیروت ۱/۷۱۷

امام بخاری عہ جزء القرآۃ خلف الامام میں توثیق عہ ۲ ابن اسحاق ثابت فرمانے کو اُس سے جواب دیتے ہیں:

میں نے علی بن عبد اللہ کو حدیث ابن اسحاق سے استدلال کرتے ہوئے پایا ہے اور علی ابن عینیہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو

رأیت علی بن عبد اللہ یحتج بحدیث ابن اسحاق وقال علی عن ابن عیینة ما رأیت احدا یثبته محمد بن اسحاق (الی ان قال) ولو صح عن مالک

جیسے کہ زبلی نے نصب الرایۃ میں کتاب الحثی سے تھوڑا پہلے اس کو ذکر کیا ہے۔ (ت)

ابن اسحاق کی توثیق ہی واضح اور حق ہے اور امام مالک کا ان کے بارے میں جو قول منقول ہے وہ ثابت نہیں، اگر وہ ثابت بھی ہو تب بھی اہل علم کے ہاں قابل قبول نہیں، ایسا کیونکر ہو حالانکہ شعبہ نے ان کے بارے میں امیر المؤمنین فی الحدیث کہا اور ان سے ثوری، ابن ادریس، حماد بن زید، زریع بن زریع، ابن علیہ، عبدالوارث اور ابن مبارک جیسے محدثین نے روایت لی ہے، اور احمد، ابن معین اور اکثر محدثین (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے ان کے بارے میں (عدم توثیق کا) احتمال غیر یقینی طور پر بیان کیا۔ امام بخاری نے اپنی کتاب القرآۃ خلف الامام میں ان کی توثیق کے بارے میں طویل گفتگو کی ہے۔ ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا اور یہ کہ امام مالک نے ابن اسحاق کے بارے میں اپنے قول سے رجوع کر لیا، ان کے ساتھ متفق ہو گئے اور ان کے پاس ہدیہ ارسال کیا جس کا انہوں نے تذکرہ کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ ۱: نقله زبلی فی نصب الرایۃ قبیل کتاب الخثی ۱۲ منہ (م)

عہ ۲: ہمارے علمائے کرام قدست اسرارہم کے نزدیک بھی راجح محمد بن اسحاق کی توثیق ہی ہے محقق علی الاطلاق فتح میں زیر مسئلہ يستحب تعجیل المغرب فرماتے ہیں:

توثیق ابن اسحاق هو الحق الابلیج ومانقل عن کلام المالك فيه لا یثبت ولو صح لم یقبله هل العلم کیف وقد قال شعبۃ فیہ هو امیر المؤمنین فی الحدیث وروی عنہ مثل الثوری وابن ادریس وحماد بن زید ویزید بن زریع وبن علیہ وعبدالوارث وابن المبارک واحتمله احمد وابن معین وعامة اهل حدیث غفر الله تعالیٰ لهم وقد اطال البخاری فی توثیقه فی کتاب القرآۃ خلف الامام له و ذکرہ ابن حبان فی الثقات وان مالک رجع عن الکلام فی ابن اسحاق واصطلح معه وبعث الیہ ہدیۃ ذکرها ۱۲ منہ (م)

۱ حاشیہ فتح القدر فصل فی استجاب التعجیل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۲۰۰۱

محمد بن اسحاق پر اتہام کرتا ہو (آگے چل کر کہا) اور اگر امام مالک سے ابن اسحاق کے بارے میں جو کچھ منقول ہے وہ صحیح ہو تو اکثر ہوتا رہتا ہے کہ ایک آدمی دوسرے پر کسی ایک بات میں طعن کرتا ہے اور باقی تمام امور میں اس پر تہمت نہیں لگاتا (ت)

تناوله عن ابن اسحاق فلم بما تكلم الانسان
فيرمى صاحبه بشيء واحد ولا يتهمه في الامور
كلها الخ

دیکھو صاف تصریح ہے کہ ایک جگہ کاذب پانے سے ہر جگہ مستم سمجھنا لازم نہیں، لاجرم امام ابن عراق تنزیہ الشریعہ میں فرماتے ہیں:

زرکشی نے اپنی نکت علی ابن الصلاح میں لکھا کہ ہمارے قول موضوع اور لایصح میں بہت بڑا فرق ہے، پہلی صورت میں کذب اور گھڑنے کا اثبات ہے اور دوسری صورت میں عدم ثبوت کی اطلاع ہوتی ہے اور اس سے عدم وجود کا اثبات لازم نہیں آتا اور یہ ضابطہ ہر اس حدیث میں جاری ہوگا جس کے بارے میں ابن جوزی نے 'الایصح' کہا یا اس کی مثل کوئی کلمہ کہا ہے، میں کہتا ہوں کہ حدیث کو ان الفاظ سے تعبیر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ان کے لئے اس حدیث میں کوئی ایسا ظاہری قرینہ نہیں جس کی بنیاد پر وہ حدیث موضوع ہو، زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ ان کے نزدیک اس میں موضوع ہونے کا احتمال ہے کیونکہ یہ متروک یا کذاب سے مروی ہے اور یہ بات اس وقت تام ہوگی جبکہ وہ حدیث صرف اور صرف کذاب یا مستم سے مروی ہو، علاوہ ازیں حافظ ابن حجر نے نخبۃ الفکر میں اسے متروک کا نام دیا ہے، موضوع کی لڑی میں اس کو شامل نہیں کیا۔ (ت)

قال الزركشي في نكته على ابن الصلاح بين قولنا
موضوع وقولنا لا يصح بون كبير فان الاول
اثبات الكذب والاختلاق والثاني اخبار عن عدم
الثبوت ولا يلزم منه اثبات العدم وهذا يجيب
في كل حديث قال فيه ابن جوزي لا يصح ونحوه
قلت وكان نكتة تعبيرة بذلك حيث عبر به انه
لم يلح له في الحديث قرينة تدل على انه
موضوع. غاية الامر انه احتمال عنده ان يكون
موضوعاً لانه من طريق متروك او كذاب وهذا
انما يتم عند تفرد الكذاب او المتهم على ان
الحافظ ابن حجر خص هذا في النخبة باسم
المتروك ولم ينظمه في مسلك الموضوع²۔

دیکھئے تفرّد کذاب کو صرف احتمال وضع کا مورث بتایا اور ابن جوزی نے موضوعات میں جہاں موضوع کہنے سے

¹ نصب الراية لاحاديث الهداية آخر كتاب الوصايا مطبوعه المكتبة الاسلاميه لصاحبها الخارج رياض الشيخ ٢١٦١

² تنزيه الشريعة لابن عراق كتاب التوحيد فصل ثاني دار الكتب العلمية بيروت ١٣٠٠

لا یسع وغیرہ کی طرف عدول کیا اس کا یہی نکتہ ٹھہرایا کہ بوجہ تفرّد کذاب یا متمم احتمال وضع تھا اگر غلبہ ظن ہو تا حکم بالوضع سے کیا مانع تھا کہ آخر صحیح موضوع وغیرہما تمام احکام میں غلبہ ظن کافی اور بلاشبہ حجت شرعی ہے۔

<p>اقول: زرکشی کے الفاظ "خص هذا" میں اشارہ اقرب کی طرف یعنی متمم کی طرف ہے تو یہ وہی ہے جس کے لئے حافظ ابن حجر نے متروک کا نام خاص کیا ہے لیکن جس روایت میں کذب متفرد ہو وہ حافظ کے نزدیک بھی عین موضوع ہے کیونکہ انہوں نے خود موضوع کی تعریف ہی کی ہے کہ جس میں کذاب راوی کا طعن ہو، اس پر توجہ کرو یہ وہ امور تھے جو میرے لئے ظاہر ہوئے اور تمام حمد اللہ کے لئے جو واحد و بلند ہے (ت)</p>	<p>اقول: والاشارة في قوله خص هذا انما تلمح الى الاقرب وهو المتهم فهو الذي خصه الحافظ باسم المتروك اما ما تفرد به الكذاب فهو عين الموضوع عنده فانما عرفه بما فيه الطعن بكذاب الراوى فليتنبه هذا كله ماظهرلى والحمدلله الواحد العلى۔</p>
--	--

فقیر نے اپنی بعض تحریرات میں اس مسئلہ پر قدرے کلام کر کے لکھا تھا:

<p>یہ وہ ہے جو ہم پر ظاہر ہوا اور یہ مقام مقام غور و فکر ہے لہذا ہر کوئی غور کرے، شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی دوسرا امر ظاہر فرمادے۔ (ت)</p>	<p>هذا ما يظهروننا والسحل محل تأمل فليتأمل لعل الله يحدث بعد ذلك امرا۔</p>
--	--

الحمد للہ اب بوجہ کثیر اسے تاکد و تائید حاصل ہوا کلام امام سخاوی کی تصریح کلام^۲ علامہ قاری و علامہ^۳ مناوی ہیں اُس کے نظائر^۴ صریح کلام امام اجل شعبہ بن الحجاج سے استنباط صحیح تعریف^۵ امام ابن الصلاح و امام^۶ نووی و امام^۷ عراقی و امام^۸ قسطلانی کا اقتضائے نصح حدیث^۹ سے تائید دلیل عقل^{۱۰} سے تشبیہ کلام امام بخاری و علامہ ابن عراق^{۱۱} سے تاکید الحمد للہ سرا و جہرا فقد حقق رجائی و احدث امر تمام خوبیاں ظاہراً و باطناً اللہ کے لئے ہیں پس اس نے میری امید پوری کی اور نئی راہ پیدا فرمائی۔ (ت)

تنبیہ: متعلق افادہ ۲۵ کہ کتاب موضوعات میں ذکر حدیث مؤلف کے نزدیک یہ مستلزم موضوعیت نہیں) اس عبارت تنزیہ الشریعہ سے ایک اور نفیس فائدہ حاصل ہوا کہ کتب موضوعات قسم اول میں بھی لفظ حکم پر لحاظ چاہئے اگر صراحتاً موضوع یا باطل کہہ دیا تو مؤلف کے نزدیک وضع ثابت ہوگی اور اگر لایصح وغیرہ ہلکے الفاظ کی طرف عدول کیا تو آخر یہ عدول بے چیزے نیست ظاہراً خود مؤلف کو اُس پر حکم وضع کی جرات نہ ہوئی صرف احتمال درج کتاب کیا فافہم فلعله حسن و جیبہ و لم ارہ لغیرہ فلیحفظ اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے شاید یہ بہتر توجیہ ہو اور میں نے اسے کسی غیر سے نہیں پڑھا پس اسے محفوظ کر لیجئے۔ (ت)

فائدہ ۵: (مجهول العين کا قبول ہی مذہب محققین ہے) افادہ دوم میں گزرا کہ امام نووی نے مجهول العين کا قبول بہت محققین کی طرف نسبت کیا اور امام اجل ابوطالب سبکی نے اسی کو مذہب فقہائے کرام و اولیائے عظام قرار دیا اور یہی مذہب ہمارے ائمہ اعلام کا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ مسلم الثبوت و فواتح الرحموت میں ہے:

<p>اس میں جرح (نہیں کہ) (اس کا راوی) (فقط) ایک ہے (اور وہ اصطلاح میں مجهول العين ہے) مثلاً سمعان، ان سے راوی شعبی کے علاوہ کوئی نہیں کیونکہ مدار عدالت راوی و حفظ ہے، راویوں کا متعدد ہونا نہیں، بعض نے کہا کہ محدثین کے نزدیک یہ مقبول نہیں یہ زیادتی ہے اھ مختصراً (ت)</p>	<p>(لا) جرح (بان له راویاً) واحدا (لفظ) دون غیرہ (وہو مجهول العين باصطلاح) کسمعان لیس له راو غیر الشعبی فان المناط العدالة والحفظ لاتعدد الرواة وقیل لایقبل عند المحدثین وھو تحکم^۱ اھ مختصراً۔</p>
--	---

پس در بارہ مجهول قول مقبول یہ ہے کہ مستور و مجهول العين دونوں حجت، ہاں مجهول الحال جس کی عدالت ظاہری بھی معلوم نہ ہو احکام میں حجت نہیں فضائل میں بالاتفاق وہ بھی مقبول۔

تنبیہ: (غالباً مطلق مجهول سے مراد مجهول العين ہوتا ہے) مجهول جب مطلق بولا جاتا ہے تو کلام محدثین میں غالباً اُس سے مراد مجهول العين ہے، امام سبکی شفاء السقام عہ میں فرماتے ہیں:

<p>محدثین جب مطلقاً مجهول کا لفظ بولیں تو اکثر طور پر اس سے مراد مجهول العين ہوتا ہے۔ (ت)</p>	<p>جهالة العين وهو غالب اصطلاح اهل هذا الشان في هذا الاطلاق^۲۔</p>
---	--

فائدہ ۵: (فائدہ ۵ متعلق افادہ ۲۱ کہ قبول ضعیف کے لئے درود صحیح کی حاجت نہیں) ہم نے افادہ ۲۱ میں روشن دلیلوں سے ثابت کیا کہ مادون الاحکام میں ضعیف محتاج درود صحیح نہیں اور دلیل ثابت میں اس کی دس نظائر کے پتے دئے سب سے اجل واعظم یہ کہ اکابر ائمہ کرام اعظم محدثین اعلام مثل امام ابن عساکر وامام ابن شاہین وابوبکر^۳ خطیب بغدادی وامام^۴ سہیلی وامام^۵ محب الدین طبری وعلامہ^۶ ناصر الدین ابن المنیر وعلامہ^۷ ابن سید الناس وحافظ^۸ ابن ناصر وحاتم^۹ الحفاظ وعلامہ^{۱۰} زر قانی وغیرہم نے حدیث احیاء ابویں کریمین کو باوصف تسلیم ضعف در بارہ فضائل

عہ: فی الباب الاول تحت حدیث الاول ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

^۱ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ مجهول الحال الخ مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۱۳۹۱

^۲ شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام الحدیث الاول مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۹

ایسا معمول و مقبول مانا کہ اسے احادیث سے کہ بظاہر مخالف تھیں متاخر ٹھہرا کر ان کا ناخ جانا تو خود اس باب میں حدیث صحیح کی حاجت درکنار اس کے مقابل کی صحاح اُس سے منسوخ نے ٹھہرائیں شرح مواہب لدنیہ میں ہے:

قال السیوطی فی سبیل النجاة مال الی ان الله تعالی احیاهما حتی اُمنّا به طائفة من الائمة وحفاظ الحدیث واستندوا الی حدیث ضعیف، لاموضوع کالخطیب وابن عساكر وابن شاهین والسهبلی والمحب الطبری والعلامة ناصر الدین ابن المنیر وابن سید الناس ونقله عن بعض اهل العلم ومشی علیه الصلاح الصفدی، والحافظ ابن ناصر، وقد جعل هؤلاء الائمة هذا الحدیث ناسخاً للاحدیث الواردة بما یخالفه ونصوا علی انه متاخر عنها فلا تعارض بینہ وبينها اه وقال فی الدرج المنیفة جعلوه ناسخاً ولم یبالوا بضعفه لان الحدیث الضعیف یعمل به فی الفضائل والبناتقب وهذه منقبة هذا کلام هذا: الجهبذ وهو فی غایة التحریر¹ اه ملخصاً۔

امام سیوطی نے سبیل النجاة میں فرمایا کہ ائمہ اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت اس طرف مائل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے والدین کریمین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ کی ذات اقدس پر ایمان لائے، یہ قول انہوں نے ایک ایسی حدیث کی بنا پر کیا ہے جو ضعیف ہے موضوع نہیں، وہ ائمہ یہ ہیں مثلاً خطیب بغدادی، ابن عساكر، ابن شاپین، سہیلی، محب طبری، علامہ ناصر الدین بن منیر اور ابن سید الناس۔ اسے بعض اہل علم سے نقل کیا اور اسی پر صلاح الصفدی اور حافظ ابن ناصر چلے ہیں اور ان ائمہ نے اس مذکورہ حدیث کو اس سلسلہ میں وارد مخالف احادیث کے لئے ناخ قرار دیا اور تصریح کی ہے کہ یہ حدیث ان سے موخر ہے لہذا اس کے اور ان کے درمیان کوئی تعارض نہیں اہ اور درج المنیفة میں فرمایا کہ اس حدیث کو محدثین نے ناخ قرار دیتے ہوئے اس کے ضعف کی پرواہ نہیں کی کیونکہ فضائل و مناقب میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جاتا ہے اور یہ (والدین کا اسلام لانا) آپ کی منقبت ہے، یہ ان ماہرین حدیث کا کلام ہے اور یہ اس مسئلہ میں انتہائی بہتر رائے اور تحریر ہے اہ ملخصاً (ت)

تنبیہ ضروری: (وہابیہ کے ایک کید پر آگاہ کرنا) اقول: جب کسی اصل کا کلمات علما سے اثبات منظور ہو تو اس کے لئے کافی ہے کہ انہوں نے فلاں فلاں فروع میں اس پر مشی فرمائی ہو کہ یہ اصل ان کے نزدیک متاصل ہے ان کلمات کی نقل سے غرض متدل اسی قدر امر سے متعلق اگرچہ وہ فرع خاص بنظر کسی اور وجہ کے اس کو مسلم نہ ہو مثلاً ہم نے افادہ ۲۸ میں اس امر کے استحباب کو کہ موضوعیت مستلزم ممنوعیت نہیں کلام ائمہ سے چند نظائر

¹ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة باب وفات امہ وملتعلق بابویہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعة العامرة مصر ۱۱۷۷

نقل کیے کہ دیکھو حدیث کو موضوع اور فعل کو مشروع مانا اسی قدر سے استدلال تمام ہو گیا اگرچہ ہمیں ان بعض احادیث کی وضع تسلیم نہ ہو، یونہی یہاں اتنی بات سے کام ہے کہ علمائے نے ضعیف کو صحیح سے اتنا مستغنی مانا کہ ناخ جاناد علوی غناموید و مشید ہو گیا اگرچہ ہم قائل نسخ نہ ہوں اور دوسرے طور پر صحاح کا معارضہ دفع کر کے ان ضعاف کو قبول کریں، یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنے کا ہے کہ منتکلمین وہابیہ دھوکے دیتے اور خارج از بحث اُس فرع کے ترجیح و تزییف کی طرف کتر جاتے ہیں۔ خاتمہ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے قاعدہ یازدہم اصول الرشاد شریف میں اُن سُفہا کے اس کید ضعیف کی طرف ایمائے لطیف فرمایا یونہی فقیر نے آخر نکتہ جلیلہ فصل سیزدہم نوع اول مقصد سوم کتاب حیاة الموات فی بیان سماع الاموات^{۱۳۰۵} میں سے اس کی نظیر پر متنبہ کیا فلیحفظ۔

فائدہ ۶: (فائدہ ۶ کا متعلق افادہ ۲۰ کہ حدیث ضعیف بعض احکام میں بھی مقبول) افادہ ۲۰ میں گزرا کہ فضائل تو فضائل بعض احکام میں بھی حدیث ضعیف مقبول ہے جبکہ محل احتیاط و نفع بے ضرر ہو اُس کی ایک اور نظیر نیز علامہ حلبی کا فرمانا ہے کہ نماز میں سترہ کو سیدھا اپنے سامنے نہ رکھے بلکہ دہنی یا بائیں بروپر ہو کہ حدیث میں ایسا وارد ہوا اور وہ اگرچہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں مقبول۔

الفاظ یہ ہیں مستحب یہ ہے کہ سترہ دونوں برووں میں سے کسی ایک کے سامنے کھڑا کیا جائے جیسا کہ ابوداؤد نے ضباعة بنت مقداد بن اسود اور انہوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی لکڑی، ستون یا درخت کی طرف نماز ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر آپ اس کو اپنی دائیں یا بائیں برو مبارک کے سامنے کر دیتے بالکل سیدھا اس کی طرف رخ نہ ہوتا۔ اس حدیث کو ولید بن کامل اور ضباعة کے مجہول ہونے کی وجہ سے معلول قرار دیا گیا، لیکن یہ حکم ان مسائل میں سے ہے جن پر عمل اس طرح کی روایت سے جائز ہے کیونکہ یہ مسئلہ فضائل اعمال سے ہے اہ باختصار۔ (ت)

حيث قال عـ ينبغي ان يجعلها حيا ل احد حاجبيه لما روى ابوداؤد من حديث ضباعة بنت المقداد بن الاسود عن ابىهارضى الله تعالى عنه قال ما رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصلى الى عود ولا عمود ولا شجرة الا جعله على حاجبه الايمن او الايسر ولا يصعد له صمدا، وقد اعل بالوليد بن كامل وبجهالة ضباعة، لكن هذا الحكم مما يجوز العمل فيه بمثل هذا، لانه من الفضائل¹ اها باختصار۔

عہ: او اخر كراهة الصلاة قبيل الفروع ۱۲ منه (م)

¹ غنيمة المستملي فروع في الخلاصة مطبوعه سهيل اكيڈمي لاہور ص ۳۶۸

ایک اور اعلیٰ و اجل نظیر کلام امام حافظ محدث ابو بکر بیہقی و امام محقق علی الاطلاق و امام ابن امیر الحاج و علامہ ابراہیم حلبی و علامہ حسن شرنبلالی و علامہ سید احمد طحطاوی و علامہ سید ابن عبادین شامی و غیر ہم علمائے اعلام رحمہم اللہ تعالیٰ سے یہ ہے کہ سنن ابی داؤد و ابن ماجہ میں بطریق ابو عمر یا ابو محمد بن محمد بن حریش عن جدہ حریش رجل من بنی عذرۃ، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن الابی القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در بارہ سترہ نماز مروی ہوا:

فان لم یکن معہ عصاً فلیخط خطاً ¹ ۔	اگر اس کے پاس لکڑی نہ ہو تو اپنے سامنے ایک خط کھینچ لے۔
---	---

امام ابو داؤد نے کہا امام سفین بن عیینہ نے فرمایا:

لم نجد شیئاً نشد بہ هذا الحدیث ولم یجعی الامن هذا الوجه ² ۔	ہم نے کوئی چیز نہ پائی جس سے اس حدیث کو قوت دیں اور اس سند کے سوا دوسرے طریق سے نہ آئی۔
--	---

یونہی امام شافعی و امام بیہقی و امام نووی و غیر ہم ائمہ نے اس کی تضعیف سے فرمائی بائینہم ائمہ و علمائے مذکورین عہ: قال فی الحلیۃ ثم فی رد المحتار و قد یعارض تضعیفہ بتصحیح احمد و ابن حبان و غیرہما لہ اھ و عقبہ فی الحلیۃ بما یأتی عنہا من قوله و یظہر ان الاشبه الخ و قال فی المرقاة قد اشار الشافعی الی ضعفه و اضطر ابہ قال ابن حجر صححہ احمد و ابن المدینی و ابن المنذر و ابن حبان و غیرہم و جزم بضعفہ النووی اھ ملخصاً قلت و هو وان فرض صحته لم یضرنا فیما نحن بصدده لما قدمنا انفا فی التنبیہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

عہ: قال فی رد المحتار و قد یعارض تضعیفہ بتصحیح احمد و ابن حبان و غیرہما لہ اھ و عقبہ فی الحلیۃ بما یأتی عنہا من قوله و یظہر ان الاشبه الخ و قال فی المرقاة قد اشار الشافعی الی ضعفه و اضطر ابہ قال ابن حجر صححہ احمد و ابن المدینی و ابن المنذر و ابن حبان و غیرہم و جزم بضعفہ النووی اھ ملخصاً قلت و هو وان فرض صحته لم یضرنا فیما نحن بصدده لما قدمنا انفا فی التنبیہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

1 سنن ابی داؤد باب الخط اذا لم یجد عصاً مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۰۰

2 سنن ابی داؤد باب الخط اذا لم یجد عصاً مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۰۰

نے تصریح کی کہ حدیث ضعیف سہی ایسے حکم میں حجت و مقبول ہے کہ اُس میں نفع بے ضرر ہے،
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی سے منقول:

<p>امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے مگر اس طرح کے مسائل میں اس پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (ت)</p>	<p>قال البيهقي لا بأس بالعمل به وان اضطرب اسنادہ فی مثل هذا الحكم ان شاء الله تعالى¹۔</p>
---	--

حلیہ میں فرمایا:

<p>اس سے واضح ہوتا ہے کہ بیہقی کا قول اس حکم میں اس حدیث پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ اشبہ و مختار ہے، اور اسی پر ہمارے شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہتے ہوئے جزم فرمایا کہ سنت زیادہ لائق اتباع ہے۔ (ت)</p>	<p>يظهر ان الاشبه قول البيهقي ولا بأس بالعمل بهذا الحديث في هذا الحكم ان شاء الله تعالى. وجزم به شيخنا رحمه الله تعالى فقال والسنة اولى بالاتباع²۔</p>
---	---

غنیہ میں ہے:

<p>جس نے جائز قرار دیا اس کا حدیث ابی داؤد سے استدلال ہے اور اس حدیث میں جو ہے وہ پیچھے بیان ہو چکا، لیکن کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ فضائل میں ایسی حدیث ضعیف پر عمل جائز ہے جیسا کہ ابھی گزرا اور اسی لئے امام ابن الہمام نے فرمایا سنت زیادہ لائق اتباع ہے اھ لخصاً۔ (ت)</p>	<p>من جوزه استدلال بحديث ابى داؤد وتقدم مافيه لكن قد يقال انه يجوز العمل بمثله في الفضائل كما مر أنفاً ولذا قال ابن الهمام والسنة اولى بالاتباع³ اھ ملخصاً۔</p>
--	--

نیز غنیہ پھر امداد الفتاح شرح نور الایضاح پھر حاشیہ طحطاویہ علی مرافی الفلاح میں ہے:

<p>اگر تسلیم کر لیا جائے کہ خط مفید نہیں تو اس میں کوئی ضرر نہیں باوجود اس کے محل نظر ہونے کے یہ حدیث ان میں سے ہے جس پر ایسے احکام میں عمل جائز ہوتا ہے۔ (ت)</p>	<p>ان سلم انه يعنى الخط غير مفيد فلا ضرر فيه مع مافيه من العمل بالحديث الذى يجوز العمل به في مثله⁴۔</p>
---	--

1 مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب السترة مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۲۳۶

2 حلیہ المحلی شرح منیۃ الصلی

3 غنیۃ المستملی فروع فی الخلاصہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۶۸

4 غنیۃ المستملی فروع فی الخلاصہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۶۹

<p>خط کھینچنا مسنون ہے جیسا کہ امام محمد کی روایت ثانیہ ہے انہوں نے ابوداؤد کی اس حدیث اس سے استدلال کیا: اگر نمازی کے پاس عصا (لکڑی) نہ ہو تو ایک خط کھینچ لے۔ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے اس بنا پر امام ابن حمام نے فرمایا: سنت زیادہ لائق اتباع ہے الخ۔ (ت)</p>	<p>يسن الخط كما هو الرواية الثانية عن محمد لحدیث ابی داؤد فان یکن معه عصا فلیخط خطا وهو ضعیف لکنه یجوز العمل به فی الفضائل ولذا قال ابن الهمام والسنة اولی بالاتباع¹ الخ۔</p>
---	--

تمبیہ: (فضائل اعمال سے مراد اعمالِ حسنہ ہیں، نہ صرف ثوابِ اعمال) ان دونوں نظیروں میں علامہ ابراہیم حلبی اور نظیر اخیر میں علامہ شامی کا ان افعال میں سترہ کو برو کے مقابل رکھنے یا خط کھینچنے کو فضائل سے بتانا اس معنی کی صریح تصریح کر رہا ہے جو فقیر نے حاشیہ افادہ ۲۱ میں ذکر کیا تھا کہ فضائلِ اعمال سے مراد اعمالِ فضائل ہیں یعنی وہ اعمال کہ بہتر و مستحسن ہیں نہ خاص ثوابِ اعمال، یہاں سے خیالات باطلہ گنگو بیہ کی تفسیح کامل ہوتی ہے واللہ الحمد۔

فائدہ ۷: (حدیث ضعیف سے سنیت بھی ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں) عبارت ردالمحتار کہ ابھی منقول ہوئی بتا رہی ہے کہ امثال مقام میں نہ صرف استحباب بلکہ سنیت بھی حدیث ضعیف سے ثابت ہو سکتی ہے یونہی افادہ ۷۱ میں علی قاری کا ارشاد گزرا کہ حدیث ضعیف کے سبب ہمارے علماء نے مسح گردن کو مستحب یا سنت مانا۔

<p>اقول: لیکن امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں عیدین کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے بارے میں حدیث ابن ماجہ، فاکہ، ابن عباس سے اور حدیث بزار، ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرنے کے بعد کہا کہ ان اسانید میں راوی ضعیف ہیں، اور پھر کہا کہ عیدین کے موقعہ پر غسل سنت ہے اگر ہم یہ کہیں کہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہونے کی بنا پر حسن کا درجہ پا چکی ہے اور اگر یہ نہیں تو غسل مستحب ہے اور اس میں تاہل ہے اھ۔ امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بات</p>	<p>اقول: لکن قال الامام ابن امیر الحاج فی الحلیة بعد ما ذکر حدیث ابن ماجة عن الفاکہ وعن ابن عباس والبزار عن ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہم فی اغتسال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم العیدین وقال ان فی اسانید هذه ضعفاء مانصہ، واستثنان غسل العیدین ان قلنا بان تعدد الطرق الواردة فیہ یبلغ درجة الحسن، والاندب وفي ذلك تأمل² اھ فقد اشار رحمہ اللہ تعالیٰ الی</p>
---	---

¹ ردالمحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/ ۴۷۱

² حلیہ الحلی شرح منیۃ المصلی

کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حدیث ضعیف سنت کا فائدہ نہیں دیتی، اور تیرے لئے یہ جائز ہے کہ تو کہے کہ بعض سنت کا اطلاق مستحب اور مستحب کا سنت پر ہوتا رہتا ہے جیسا کہ فقہاء نے اس کی اور تصریح کی ہے، لہذا امام شامی اور قاری کے کلام کی توجیہ ہو جائے گی اور اسی سے مسئلہ خط میں ہمارے علماء سے مروی دو روایات میں تطبیق بھی ہو جائے گی، پس جس نے اسے ثابت کیا اس نے اس استحسان کا ارادہ کیا اور جس نے نفی کی اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ سنت نہیں اور اس کی تائید حلیہ کی اس عبارت سے ہوتی ہے کہ کیا خط سترہ کے قائم مقام ہوگا یا نہیں؟ تو امام ابو حنیفہ اور ایک روایت کے مطابق امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ کوئی شیئی نہیں یعنی سنت نہیں اہ کاش اس کے بعد وہ یہ اضافہ نہ کرتے کہ اس کا کرنا اور چھوڑنا برابر ہے انتہی، اس میں نہایت ہی بعد ہے اسے اچھی طرح سمجھ لو۔ (ت)

ان الضعیف لایفید الاستئان و لك ان تقول ان السنة ربما تطلق علی المستحب کعکسہ کما صرحوا بہما فیتجہ کلام الشامی والقاری وبہ یحصل التوفیق بین الروایتین عن علمائنا فی المسألة اعنی مسألة الخط فمن اثبت اراد الاستحسان ومن نفی نفی الاستئان وقد کان متأیدا بما فی الحلیة هل ینوب الخط بین یدیہ منابها فعن ابی حنیفة وهو احدی الروایتین عن محمد انه لیس بشیعی ای لیس بشیعی مسنون اه لولا انه زاد بعده بل فعله وترکہ سواء¹ انتھی ففیہ بعد بعد فافهم۔

فائدہ ۸: (فائدہ ۸ متعلق افادہ ۱۱ کہ وضع یا ضعف کا حکم کبھی بلحاظ سند خاص ہوتا ہے نہ بلحاظ اصل حدیث) ہم نے افادہ ۱۱ میں بہت نصوص نقل کیے کہ بارہا محدثین کا کسی حدیث کو موضوع یا ضعیف کہنا ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے۔ اور سنیے حدیث صحیح زکوٰۃ حلی، مروی سنن ابی داؤد و نسائی:

یعنی ایک بی بی خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں ان کی بیٹی ان کے ساتھ تھیں دختر کے ہاتھ میں سونے کے کڑے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا: کیا تجھے یہ پسند ہے کہ اللہ عزوجل قیامت میں ان کے

امرأة اتت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومعها ابنة لها وفي ید ابنتها مسکتان غلیظتان من ذهب فقال أتعطین زکاة هذا قالت لا قال ایسرك ان یسرك اللہ بہما یوم القیمة سوارین من نار قال فخلعتہما فالقتہما الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

¹ حلیہ الحلی شرح منیہ المصلی

فقالت ہما للہ ورسولہ ۱۔	بدلے آگ کے نکلنے پہنچائے، اُن بی بی نے سڑے اتار کر ڈال دئے اور عرض کی یہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
-------------------------	---

جیسے امام ابوالحسن ابن القطان و امام ابن الملتن و علامہ سید میرک نے کہا: اسنادہ صحیح² (اس کی سند صحیح ہے) امام عبدالعظیم منذری نے مختصر میں فرمایا: اسنادہ لامقال فیہ³ (اس کی سند میں کچھ گفتگو نہیں) محقق علی الاطلاق نے فرمایا: لاشبہة فی صحته⁴ (اس کی صحت میں کچھ شبہ نہیں) امام ترمذی نے جامع میں روایت کر کے فرمایا: لایصح فی هذا الباب عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم⁵ (اس باب میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ صحیح مروی نہ ہو) امام منذری نے فرمایا: لعل الترمذی قصد الطریقین الذین ذکرہما و الافریق ابی داؤد لامقال فیہ⁶ (شاید ترمذی ان دو طریق کو کہتے ہیں جو انہوں نے ذکر کیے ورنہ سند ابی داؤد میں اصلاً جائے گفتگو نہیں) ابن القطان نے فرمایا:

انہوں نے اس وجہ سے تضعیف کی کہ ان کے پاس اس کی سند میں دو راوی ضعیف تھے ابن لہیعہ اور مثنی بن الصباح۔	انما ضعف هذا الحدیث لان عندہ فیہ ضعیفین ابن لہیعہ و المثنی بن الصباح ⁷ ۔ ذکرہ الامام المحقق فی الفتح ثم العلامة القاری فی المہرقات۔
اسے امام محقق نے فتح القدر اور مآلی قاری نے مرآة میں ذکر کیا۔ (ت)	

اور سنیے حدیث ردّ شمس کہ حضور پُر نور سید الانوار، ماہِ عرب، مہرِ عجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ڈوبا ہوا آفتاب پلٹ آیا، مغرب ہو کر پھر عصر کا وقت ہو گیا یہاں تک کہ امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ

1 سنن ابی داؤد باب الکنز ما ہو وزکوۃ الخلی مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۱۸

2 فتح القدر بحوالہ ابی الحسن ابن القطان فصل فی الذہب، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۲/ ۱۶۴

3 فتح القدر بحوالہ ابی الحسن ابن القطان فصل فی الذہب، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۲/ ۱۶۴

4 فتح القدر بحوالہ ابی الحسن ابن القطان فصل فی الذہب، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۲/ ۱۶۵

5 جامع الترمذی باب ماجاء فی زکوۃ الخلی مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸۱

6 فتح القدر بحوالہ منذر فصل فی الذہب مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۲/ ۱۶۴

7 فتح القدر بحوالہ ابن القطان فصل فی الذہب مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۲/ ۱۶۴

وجہ الکریم نے نماز عصر ادا کی جسے طحاوی و امام قاضی عیاض و امام مغطای و امام قطب خیزی و امام حافظ الشان عسقلانی و امام خاتم الحفاظ سیوطی وغیرہم اجلہ کرام نے حسن و صحیح کہا کما ہو مفصل فی الشفاء و شروحه و المواہب و شرحہا (جیسے شفاء اس کی شرح اور مواہب اور اس کی شرح زر قانی میں تفصیلاً مذکور ہے۔ ت) علامہ شامی اپنی سیرت پھر علامہ زر قانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

امام احمد اور حفاظ کی ایک جماعت کا اسے موضوع قرار دینا اس وجہ سے ہے کہ ان کو یہ روایت ایسے لوگوں کے ذریعے پہنچی ہوگی جو کذاب تھے ورنہ اس کی سابقہ تمام اسانید پر ضعف کا حکم لگانا متعذر ہے، چہ جائیکہ اسے موضوع کہا جائے۔ (ت)	اماقول الامام احمد و جماعة من الحفاظ بوضعه فالظاهر انه وقع لهم من طريق بعض الكذابين والافطره السابقة يتعذر معها الحكم عليه بالضعف فضلا عن الوضع ¹ ۔
---	--

عام ترمذی امام شیخ الاسلام عمدة اکرام مرجع العلماء الاعلام تقی الملئ و والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی قدس سرہ الملکی کتاب مستطاب مظہر الصواب مرغم الشیطان مدغم الایمان شفاء القمام عہ فی زیادة خیر الانام علیہ و علی آلہ افضل الصلاة والسلام میں فرماتے ہیں:

اس سے آگاہ رہنا واجب ہے کہ محدثین کا کسی حدیث کو منکر یا غریب کہنا کبھی خاص ایک سند کے لحاظ سے ہوتا ہے تو اس سے اصل حدیث کا رد لازم نہیں آتا۔ بخلاف فقیہ کے موضوع کہنے کہ وہ بالاجمال اس متن پر حکم ہے۔	ومما يجب ان يتنبه له ان حكم المحدثين بالانكار والاستغراب قد يكون بحسب تلك الطريق فلا يلزم من ذلك رد متن الحديث بخلاف اطلاق الفقيه ان الحديث موضوع فانه حكم على المتن من حيث الجملة ² ۔
---	---

لطیفہ جلیلہ منیفہ: (لطیفہ جلیلہ منیفہ جان پر لاکھ من کا پہاڑ) ابو داؤد و نسائی کی یہ حدیث صحیح عظیم جلیل جس میں ان بی بی نے کڑوں کے صدقہ کرنے میں اللہ عزوجل کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عہ: فی الباب الاول تحت الحدیث الخامس من حج البيت فم یزرنی فقد جفانی ۱۲ منہ (م) اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا ۱۲ منہ (ت)

¹ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ردّ شمس لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۱۳۲/۵

² شفاء القمام الحدیث الخامس مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۹

کانام پاک بھی ملایا اور حضور نے انکار نہ فرمایا یعنی یہی مضمون صحیح بخاری و صحیح مسلم نے حدیث توبہ کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں روایت کیا کہ جب ان کی توبہ قبول ہوئی عرض کی:

یار رسول اللہ ! میری توبہ کی تمامی یہ ہے کہ میں اپنا سارا مالی اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے صدقہ کر دوں۔	یار رسول اللہ من توبتی ان انخلع من مالی صدقة الی اللہ والی رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ^۱ ۔
--	---

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔ یہ حدیثیں حضراتِ وہابیہ کی جان پر آفت ہیں انہیں دو پر کیا موقوف فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بجواب استفتائے بعض علمائے دہلی ایک نفیس و جلیل و موجز رسالہ مسٹری بنام تاریخی الامن والعلی لنا عتی المصطفیٰ عہہ بدافع البلائ^{۳۱۰} ملقب بقلب تاریخی اكمال الظامہ علی شرک سوی بالامور العامہ تالیف کیا اس میں ایسی بہت کثیر و عظیم باتوں کا آیات و احادیث سے صاف و صریح ثبوت دیا مثلاً قرآن و حدیث ناطق ہیں اللہ و رسول عہہ نے دو تمدن کر دیا، اللہ و رسول عہہ نگہبان ہیں، اللہ و رسول عہہ بے دلیوں کے والی ہیں، اللہ و رسول عہہ مالوں کے مالک ہیں، اللہ و رسول عہہ زمین کے مالک ہیں، اللہ و رسول عہہ کی طرف توبہ، اللہ و رسول عہہ کی دوہائی، اللہ و رسول عہہ دینے والے ہیں، اللہ و رسول عہہ سے دینے کی توقع، اللہ و رسول عہہ نے نعمت دی، اللہ و رسول عہہ نے عزت بخشی۔ حضور عہہ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے حافظ و نگہبان ہیں، حضور عہہ کی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہیں، حضور عہہ کے آگے سب گڑگڑا رہے ہیں، حضور عہہ ساری زمین کے مالک ہیں، حضور عہہ سب آدمیوں کے مالک ہیں، حضور عہہ تمام امتوں کے مالک ہیں، ساری دنیا کی مخلوق حضور عہہ کے قبضہ میں ہے، مدد کی کنجیاں حضور عہہ کے ہاتھ میں ہیں، نفع کی کنجیاں حضور عہہ کے ہاتھ میں، جنت کی کنجیاں حضور عہہ کے ہاتھ میں، دوزخ کی کنجیاں حضور عہہ کے ہاتھ میں، آخرت میں عزت دینا حضور عہہ کے ہاتھ میں، قیامت میں کل اختیار حضور عہہ کے ہاتھ میں ہیں، حضور عہہ مصیبتوں کو دور فرمانے والے، حضور عہہ سختیوں کے ٹالنے والے، ابو بکر صدیق و عمر فاروق حضور عہہ کے بندے، حضور عہہ کے خادم نے پیدا دیا، حضور عہہ کے خادم رزق آسان کرتے ہیں، حضور عہہ کے خادم بلائیں دفع کرتے ہیں،

عہہ ۱: صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

عہہ ۲ تا عہہ ۱۲ جل جلالہ، و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

عہہ ۱۳ تا عہہ ۳۱ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

۱ صحیح بخاری باب قولہ تعالیٰ لقد تاب اللہ علی النبی الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۶۷۵

حضور عہ^۱ کے خادم بلندی مرتبہ دیتے ہیں، حضور عہ^۲ کے خادم تمام کاروبار عالم کی تدبیر کرتے ہیں، اولیاء کے سبب بلاؤ اور ہوتی ہے، اولیاء کے سبب رزق ملتا ہے، اولیاء کے سبب مدد ملتی ہے، اولیاء کے سبب مینہ اترتا ہے، اولیاء کے سبب زمین قائم ہے۔ یہ اور ان جیسی بیسیوں باتیں صرف قرآن و حدیث سے لکھی ہیں، وہابی صاحب شرک وغیرہ جو حکم لگانا چاہیں اللہ و رسول کی جناب میں بکیں یا خدا و رسول سے لڑیں اگر لڑ سکیں، اس میں یہ بھی روشن دلیلوں سے ثابت کر دیا ہے کہ وہابی مذہب نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام، عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں تک کہ خود رب العزت جل جلالہ کسی کو سخت شکنجہ الزام لگانے سے نہیں چھوڑا۔ ضمناً یہ بھی واضح دلائل سے بتا دیا گیا کہ وہابی صاحبوں کے نزدیک جناب شیخ مجدد صاحب و مرزا جانان صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان کے اساتذہ و مشائخ یہاں تک کہ خود میاں اسماعیل دہلوی سب کے سب پکے مشرک تھے، غرض وہابی مذہب پر شرک امور عامہ سے ہے جس سے معاذ اللہ ملائکہ سے لے کر رسولوں، بندوں سے لے کر ربّ جلیل تک، شاہ ولی اللہ سے لے کر ان کے پیروں اُستادوں، شاہ عبدالعزیز صاحب سے خود میاں اسماعیل تک کوئی خالی نہیں، وہابیت کا پھاگ، نجدیت کی ہولی، شرک کا رنگ، تقویۃ الایمان کی پچکاری ہے، زور گھنگھور شرٹوں کا شور، سارا جہان شرابور، پولو کی قید نہ اماوس پہ چھور، یہ انوکھا پھاگن بارہ ماوس جاری ہے۔

اشراک بمذہب ہے کہ تاحق برسد
مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ مختصر رسالہ کہ چار اجز سے بھی کم ہے ایک سو تیس^{۳۰} سے زیادہ فائدوں اور تیس^{۳۰} آیتوں اور ستر^{۷۰} سے زیادہ حدیثوں پر مشتمل ہے جو اس کے سوا کہیں مجتمع نہ ملیں گے بحمد اللہ تعالیٰ اُس کی نفاست، اُس کی جلالت، اُس کی صولت، اُس کی شوکت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

یہ اللہ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے، اے میرے رب مجھے اس

ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾^۱ رَبِّ اَوْزِعْنِيْ اَنْ اَشْكُرَكَ

عہ ۱ و عہ ۲ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

<p>بات کی توفیق دے کہ میں ان نعمتوں پر تیرا شکر کروں جو تُو نے مجھ اور میرے والدین پر فرمائی ہیں، اور مجھے اچھے اعمال کی توفیق دے جن سے تُو راضی ہو جائے اور میری اولاد کی اصلاح فرما، میں تیری ہی طرف رجوع کرتا اور مسلمانوں میں سے ہوں، تمام تعریف اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے (ت)</p>	<p>نِعْمَتَكَ الَّتِي اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي دِينِي وَعَالِيَّ وَارْتِنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝¹ والحمد لله رب العلمين ۝</p>
--	--

فائدہ ۹: (وہ محدثین جو غیر ثقہ سے روایت کرتے) ہم نے افادہ ۲۱ میں ذکر کیا محدثین میں بہت کم ایسے ہیں جن کا التزام تھا کہ ثقہ ہی سے روایت کریں جیسے شعبہ بن الحجاج^۱ امام مالک^۲ امام احمد^۳ اور افادہ دوم میں یحییٰ بن سعید قطان^۴ و عبد الرحمن بن مہدی^۵ کوکنا، اور انہیں سے ہیں امام شعبی^۶ و بقی بن مخلد^۷ و حمیز بن عثمان^۸ و سلیمان بن حرب^۹ و مظفر بن مدرک خراسانی^{۱۰} امام بخاری^{۱۱}۔ مقدمہ صحیح مسلم شریف میں ہے:

<p>ابو جعفر دارمی نے مجھے حدیث بیان کی کہ ہمیں بشر بن عمر نے بتایا کہ میں نے مالک بن انس سے پوچھا (پھر تمام حدیث بیان کی اور کہا) اور میں نے ایک دوسرے آدمی کے بارے میں ان سے پوچھا جن کا نام میں اس وقت بھول گیا تو انہوں نے فرمایا کہ تُو نے اسے میری کتب میں پایا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا اگر وہ ثقہ ہوتے تو میری کتب میں انہیں ضرور پاتا۔ (ت)</p>	<p>حدثني ابو جعفر الدارمي ثنا بشر بن عمر قال سألت مالك بن انس (فذكر الحديث قال) و سألته عن رجل آخر نسيت اسمه فقال هل رأيتاه في كتبي قلت لا قال لو كان ثقة لرأيتاه في كتبي^۲۔</p>
---	--

منہاج امام نووی میں ہے:

<p>یہ امام مالک کی تصریح ہے کہ جسے وہ اپنی کتاب میں ذکر کریں گے وہ ثقہ ہوگا تو اب ہم ان کی کتاب میں جسے پائیں ہم اسے امام مالک کے نزدیک ثقہ سمجھیں گے اور کبھی ان کے غیر کے ہاں وہ شخص ثقہ نہیں ہوگا۔ (ت)</p>	<p>هذا تصريح من مالك رحمه الله تعالى بان من ادخله في كتابه فهو ثقة فمن وجدناه في كتابه حكمنا بأنه ثقة عند مالك وقد لا يكون ثقة عند غيره^۳۔</p>
---	--

¹ القرآن ۱۵/۳۶

² صحیح مسلم باب بیان ان الاسناد من الدین الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱/۱۹

³ شرح صحیح مسلم النووی باب بیان ان الاسناد من الدین الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱/۱۹

میزان میں ہے:

<p>ابراہیم بن العلاء ابوہارون الغنوی کو ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ شعبہ نے انہیں کمزور کہا، اور یہ صحیح نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ شعبہ نے ان سے حدیث بیان کی ہے۔ (ت)</p>	<p>ابراہیم بن العلاء ابوہارون الغنوی وثقہ جماعة و وہاء شعبۃ فیما قیل ولم یصح بل صح انه حدث عنه¹۔</p>
--	---

اُسی میں ہے:

<p>عبدالاکرم بن ابی حنیفہ اپنے والد سے اور ان سے شعبہ نے روایت کیا ہے اور وہ معروف نہیں لیکن شعبہ کے تمام اساتذہ جید ہیں اھ (ت)</p> <p>اقول: لیکن یزید بن ہارون نے بیان کیا کہ شعبہ نے کہا کہ میرا گھر اور میری سواری مساکین میں صدقہ ہے، اگر ابان ابن ابی عیاش حدیث میں جھوٹا نہ ہو، میں نے انہیں کہا تو پھر آپ نے ان سے کیوں سماع کیا؟ تو اس نے فرمایا کون ہے جو صاحب حدیث سے حدیث لینے سے باز ہے، اس سے انہوں نے ان کی وہ حدیث مراد لی جو ابراہیم سے علقمہ سے عبداللہ سے اور انہوں نے اپنی والدہ سے بیان کی ہے، وہ بیان کرتی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی ہے جیسا کہ میزان میں ہے، اور تیرے لئے اس سے خلاصی کی صورت</p>	<p>عبدالاکرم بن ابی حنیفۃ عن ابيه وعنه شعبۃ لا يعرف لکن شیوخ شعبۃ جیاد² اقول: لکن قال یزید بن ہارون قال شعبۃ داری وحماری فی المساکین صدقۃ ان لم یکن ابان ابن ابی عیاش یکذب فی الحدیث قلت له فلم سمعت منه؟ قال ومن یصبر عن ذا الحدیث۔ یعنی حدیثہ عن ابراہیم عن علقمۃ عن عبداللہ عن امہ انها قالت رأیت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنت فی الوتر قبل الركوع کما فی البیزان³ و لك التفصی عنه بان السماع شیعی والتحدیث شیعی، والكلام فی الاخیر وان كان اسم الشیخ یتناول الوجهین وسنذكر آخر هذه الفائدۃ</p>
--	--

¹ میزان الاعتدال ترجمہ ۱۵۲ ابراہیم بن العلاء مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۱/ ۳۹

² میزان الاعتدال ۳۳۴ عبدالاکرم مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۲/ ۵۳۲

³ میزان الاعتدال ترجمہ ۱۵ ابان ابن ابی عیاش مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۱/ ۱۱

یہ ہے کہ سماع اور شیعہ ہے اور حدیث بیان کرنا اور ہے، گفتگو دوسرے میں ہے اگرچہ شیخ کا نام دونوں کے لئے مستعمل ہے عنقریب ہم اس فائدہ کے آخر میں ذکر کریں گے کہ امام شعبہ کبھی جس سے چاہے روایت لیتا ہے جب وہ حدیث بیان کرے تو تو اس پر ثابت قدم رہے ہاں شاید درست یہ ہو کہ اسے مقید کر دیا جائے اس شخص کے ساتھ جس سے احکام کی احادیث بیان کی گئی ہیں نہ کہ وہ احادیث جن میں نرمی کی جاتی ہے جیسا کہ تیسویں افادہ میں ابن عدی کا یہ قول گزرا ہے کہ شعبہ نے کلبی سے روایت کی ہے اور باب تفسیر میں اسے پسند کیا ہے میزان میں اسی طرح منقول ہے اور اس میں محمد بن عبد الجبار کے بارے میں بھی ہے کہ عقیل نے کہا کہ وہ مجہول بالنقل ہے میں کہتا ہوں کہ شعبہ کے تمام شیوخ جید ہیں مگر بہت کم ایسے ہیں جو جید نہ ہوں، اور یہ وہ آدمی ہیں جس کے بارے میں ابو حاتم نے کہا شیخ ہے اھ قلت یہ نقصان وہ نہیں یہ ہوتا رہتا ہے کہ ایک آدمی ایک محدث کے ہاں ثقہ ہے دوسرے کے ہاں مجروح یا مجہول ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کے شیوخ وہ ہیں جن کو ثقہ کہا گیا اور ان کی تعریف کی تصریح کی گئی ان میں سے جابر بن یزید الجعفی ہے جو ضعیف رافضی اور مستم ہے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے جو لوگ دیکھے ان میں عطا سے بڑھ کر سچا کسی کو نہیں پایا اور جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا، اسی طرح ایوب، زائدہ، یحییٰ اور جوز جانی نے اسے جھوٹا قرار دیا۔ قطان، ابن مہدی، نسائی اور دیگر محدثین نے اسے ترک کر دیا۔ (ت)

ان الامام ربما حمل عن شاء، فاذا حدث تثبت نعم لعل الصواب التقييد بمن حدث عنه في الاحكام دون ما يتساهل فيه لما تقدم في الافادة الثالثة والعشرين من قول ابن عدی ان شعبة حدث عن الكلبی ورضیہ بالتفسیر¹ كما نقله في الميزان وفيه ايضا في محمد بن عبد الجبار قال العقيلي مجهول بالنقل قلت شيوخ شعبة نقاوة الا النادر منهم وهذا الرجل قال ابو حاتم شيخ² اه قلت وهذا لا يضر فقد يكون الرجل ثقة عنده وعند غيره مجروح او مجهول حتى ان من شيوخه الذين وثقهم وصرح بحسن الثناء عليهم، جابر بن يزيد الجعفی ذاك الضعيف الرافضی المتهم قال الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ما رأيت فيمن رأيت افضل من عطاء ولا اكذب من جابر الجعفی³ وكذلك كذبه ايوب وزائدة ويحیی والجوز جانی وترکه القطان وابن مہدی والنسائی وأخرون۔

¹ میزان الاعتدال ترجمہ ۷۵۷۴ محمد بن السائب الکلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۱۳/ ۵۵۸

² میزان الاعتدال ترجمہ ۷۸۲۲ محمد بن عبد الجبار مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۱۳/ ۶۱۳

³ میزان الاعتدال ترجمہ ۱۳۲۵ جابر بن یزید الجعفی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۱۱/ ۳۸۰

شفاء القام عہ شریف میں ہے:

<p>امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتے اور مخالف (یعنی ابی تیمیہ) نے اس بات کی اپنی اس کتاب میں تصریح کی ہے جو اس نے بکری کے رد میں اس کے دس رسائل کے بعد لکھی، کہا کہ علماء جرح و تعدیل (حدیث میں) دو اقسام ہیں ایک وہ ہیں جو صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں مثلاً مالک، شعبہ، یحییٰ بن سعید، عبدالرحمن بن مہدی، احمد بن حنبل اور اسی طرح بخاری اور ان کے ہم مثل اہ (ت)</p>	<p>احمد رحمہ اللہ تعالیٰ لم یکن یروی الا عن ثقة وقد صرح الخصم (یعنی ابن تیمیہ) بذلك في الكتاب الذي صنفه في الرد على البکری بعد عشر کرار لیس منه. قال ان القائلین بالجرح والتعدیل من علماء الحدیث نوعان منهم من لم یروا الا عن ثقة عنده کمالک وشعبه ویحیی بن سعید وعبدالرحمن بن مہدی واحمد بن حنبل وکذلك البخاری وامثاله¹ اھ</p>
--	--

تہذیب التہذیب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے:

<p>خارجہ بن الصلت البرجمی الکوفی روى عنه الشعبي و قد قال ابن ابی خيثمة اذا روى الشعبي عن رجل وسأه فهو ثقة يحتج بحديثه² - جائزگا۔ (ت)</p>	<p>خارجة بن الصلت البرجمی الکوفی روى عنه الشعبي و قد قال ابن ابی خيثمة اذا روى الشعبي عن رجل وسأه فهو ثقة يحتج بحديثه² -</p>
---	---

تدریب عہ^۲ میں ہے:

<p>وہ لوگ جو صرف عادل راویوں سے روایت لیتے ہیں مثلاً ابن مہدی اور یحییٰ بن سعید اھ اقول: اور اس پر اس بات سے اعتراض نہیں کیا جاسکتا جو میزان میں عباس دوری نے یحییٰ بن معین سے انہوں نے یحییٰ بن سعید کے حوالے سے روایت</p>	<p>من لا یروی الا عن عدل کا بن مہدی و یحیی بن سعید³ اھ اقول: ولا ینکر علیہ بما فی المیزان عن عباس الدورى عن یحیی بن معین عن یحیی بن سعید لولم ار والاعمن ارضی مارویت الا عن خمسة اھ</p>
--	---

عہ ۱: فی الباب الاول تحت حدیث الاول ۱۲ منہ (م)

عہ ۲: فی ترجمة اسرئیل بن یونس ۱۲ منہ (م)

¹ شفاء القام الحدیث الاول مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۰

² تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی ترجمہ ۱۳۵ خارجہ بن الصلت مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳/۵

³ تدریب الراوی شرح تقریب النوادی روایۃ مجہول العدا لیدوالمستوردار نشرالکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۳۱۷

کی ہے کہ اگر میں اس شخص سے روایت کرتا ہوں جس سے میں راضی ہوتا ہوں تو میں صرف پانچ سے روایت کرتا ہوں اہ اور بجلی کے راضی ہونے کی غایت و مقصد معلوم نہیں اور یہ ان کے بارے میں کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ پانچ کے علاوہ تمام لوگ ان کے نزدیک ضعیف ہوں اور ان کے ہاں پسندیدہ و معتبر وہی شخص ہوگا جو اس فن میں پہاڑ کی مانند ٹھوس، مستحکم اور مضبوط ہونہ زائل ہو اور نہ حرکت کرے نہ کسی حرف میں نہ ایک مرتبہ میں (ت)

فان رضی یحییٰ غایۃ لاتدرک و کیف یظن بہ ان الخلق کلہم عندہ ضعفاء الاخمسة وانما المرضی لہ جبل ثبت شامخ راسخ لم یزل ولم یتزلزل ولا فی حرف ولا مرۃ۔

تہذیب التہذیب میں ہے:

سلیمان بن حرب بن بخیل ازدی واشجی کے بارے میں ابو حاتم کہتے ہیں کہ ائمہ حدیث میں سے امام ہیں اور وہ تدلیس نہیں کرتے تھے اور ابو حاتم نے یہ بھی کہا کہ سلیمان بن حرب بہت کم مشائخ کا اعتبار کرتے تھے لہذا جب آپ دیکھیں کہ انہوں نے کسی شیخ سے روایت کی ہے تو یقیناً وہ ثقہ ہی ہوگا اہ ملتقطاً (ت)

سلیمان بن حرب بن بخیل الازدی الواشجی قال ابو حاتم امام من الائمة کان لا یدلس وقال ابو حاتم ایضاً کان سلیمان بن حرب قل من یرضی من المشائخ فاذا رأیته قدروی عن شیخ فأعلم انه ثقة^۱ اہ ملتقطاً۔

تقریب التہذیب ہے:

مظفر بن مدرک خراسانی ابو کامل ثقہ اور پختہ ہیں اور وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتے تھے۔ (ت)

مظفر بن مدرک الخراسانی ابو کامل ثقة متقن کان لا یحدث الا عن ثقة^۲۔

نافع جامعہ: امام سخاوی فتح عہ المغیث میں فرماتے ہیں:

تمتہ ان لوگوں کے بارے میں جو ثقہ کے علاوہ سے روایت نہیں کرتے مگر شاذ و نادر۔ وہ امام احمد،

تتمۃ من کان لایروی الا عن ثقة الافی النادر الامام احمد وبقی بن مخلد وحریر بن عثمان

جس کی روایت مقبول ہو اسکی معرفت میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ: فی معرفۃ من تقبل روایتہ ۱۲ منہ (م)

^۱ تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی ترجمہ ۳۱۱ سلیمان بن حرب مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳/۷۸ و ۱۷۹

^۲ تقریب التہذیب من اسمہ مظفر مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۲۳۸

لقبے بن مخلد، حریر بن عثمان، سلیمان بن حرب، شعبہ، شعبی، عبد الرحمن بن مہدی، مالک اور یحییٰ بن سعید القطان، اور شعبہ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ لوگوں کے بارے میں سختی سے کام لیتے ہیں وہ صرف ثبوت سے ہی روایت کرتے ہیں ورنہ عاصم بن علی کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر میں تمہیں ثقہ کے علاوہ کسی سے حدیث بیان نہ کرتا تو صرف تین راویوں (بعض نسخوں میں تیس کا ذکر ہے) سے حدیث بیان کرتا۔ یہ ان کا اعتراف ہے کہ میں ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے روایت کرتا ہوں لہذا غور و فکر کر لیا جائے، ہر حال میں وہ متروک سے روایت نہیں کرتے اور نہ اس شخص سے جس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہو، رہا معاملہ سفیان ثوری کا تو وہ باوجود علمی وسعت اور ورع و تقویٰ کے نرمی کرتے ہوئے رخصت دیتے اور ضعف سے روایت کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کے بارے میں ان کے شاگرد شعبہ نے کہا ہے کہ ثوری سے روایت نہ لو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم جانتے ہو کیونکہ وہ پروا نہیں کرتے کہ وہ کس سے حدیث اخذ کر رہے ہیں، فلاں کہتے ہیں کہ مجھے یحییٰ بن سعید نے کہا کہ معتمر سے نہ لکھو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم خود جانتے ہو کیونکہ وہ ہر ایک سے حدیث اخذ کرتے ہیں اھ (ت)

اقول: (میں کہتا ہوں) جو کچھ عاصم کے حوالے سے مذکور ہے اس کو اس گفتگو پر محمول کرنا جائز بلکہ واجب ہے جو ہم نے پہلے کلام یحییٰ پر کی تھی اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ ثقہ کا ایک دوسرا اطلاق نہایت ہی محدود و خاص ہے جیسا کہ تدریب میں ہے کہ ابن مہدی

وسلیبن بن حرب وشعبة والشعبي وعبد الرحمن بن مہدی ومالك ويحيى بن سعید القطان وذلك في شعبة على المشهور فانه كان يتعنن في الرجال ولا يروى الا عن ثبت، والا فقد قال عاصم بن علي سمعت شعبة يقول لولم احدثكم الا عن ثقة لم احدثكم عن ثلثة وفي نسخة ثلثين وذلك اعتراف منه بانه يروى عن الثقة وغيره فينظر وعلى كل حال فهو لا يروى عن متروك ولا عن اجمع على ضعفه، واما سفين الثوري فكان يترخص مع سعة علمه وورعه ويروى عن الضعفاء حتى قال فيه صاحبه شعبة لا تحملوا عن الثوري الا عن تعرفون فانه لا يبالي عن حمل وقال الفلاس قال لي يحيى بن سعید لا تكتب عن معتمر الا عن تعرف فانه يحدث عن كل¹ اھ

اقول: ما ذكر عن عاصم فيجوز بل يجب حملة على مثل ما قدمنا في كلام يحيى كيف وان للثقة اطلاقاً آخر اخص واضيق كما قال في التدریب ان ابن مہدی قال حدثنا ابوخلدة فقیل له اكان ثقة فقال كان صدوقاً

¹ فتح المغیث شرح معرفة من قبل روایتہ ومن تردد دار الامام الطبری بیروت ۲/ ۲۲ و ۲۳

<p>کہتے ہیں کہ ہمیں ابوخلدہ نے بیان کیا کہ ان سے کہا گیا کہ کیا وہ ثقہ ہے تو کہا کہ وہ صدوق اور مامون ہے اور بہتر ثقہ شعبہ اور سفیان ہیں اور کہا کہ مروزی نے بیان کیا کہ میں نے ابن حنبل سے عبد الوہاب بن عطاء کے ثقہ ہونے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا تم ثقہ کو نہیں جانتے ثقہ صرف یحییٰ بن سعید القطان ہے اہ اس پر قائم رہنا کیونکہ معاملہ بڑا ہی واضح ہے۔ (ت)</p>	<p>وكان مأمونا وكان خير الثقة شعبة وسفين قال وحكى المروزي قال سألت ابن حنبل عبد الوهاب بن عطاء ثقة؟ قال لا تدري ما الثقة انما الثقة يحيى بن سعيد القطان¹ اه فعليك بالثبوت فان الامر جلي واضح۔</p>
--	--

ثم اقول: (ہمارے امام اعظم جس سے رعایت فرمائیں اس کی ثقاہت ثابت ہو گئی) انہیں ائمہ محتاطین سے ہیں علم اعلم امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ النعمان نعم اللہ تعالیٰ علیہ بانعام الرضوان ونعم بانعم نعم الجنان، یہاں تک کہ اگر بعض محتاطین سے روایت فرمائیں تو اخذ قبل التغير پر محمول ہوگا جس طرح احادیث صحیحین میں کرتے ہیں محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

<p>امام محمد بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں کہ ہمیں امام ابوحنیفہ نے ازلیث بن ابی سلیم از مجاہد از ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں، لیث علمائے عابدین میں سے تھا اور انہیں آخر عمر میں اختلاط ہو گیا اور یہ بات مسلم ہے کہ امام اعظم ان سے اختلاط کے بعد حدیث اخذ نہیں کر سکتے کیونکہ آپ حدیث اخذ کرنے اور بیان کرنے میں جتنے سخت ہیں دوسروں سے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ معلوم و معروف ہے اہ (ت)</p>	<p>قال محمد بن الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی کتاب الآثار اخبرنا ابوحنیفہ ثنالیث بن ابی سلیم عن مجاہد عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لیس فی مال الیتیم زکوٰۃ ولیث کان احد العلماء العباد وقیل اختلط فی آخر عمره ومعلوم ان اباحنیفہ لم یکن لیذهب فیأخذ عنہ فی حال اختلاطه ویرویہ وهو الذی شدد فی امر الروایة ما لم یشدده غیره علی ما عرف² اہ۔</p>
--	---

تمثیہ: (قلة المبالاة فی الاخذ قد حدث من زمن التابعین اخذ حدیث میں نرمی اکبرتا بلعین کے زمانہ سے پیدا ہوئی ہے۔ ت)

<p>قلت هذا التوسع وقلة المبالاة فی</p>	<p>قلت (میں کہتا ہوں) اخذ حدیث میں وسعت</p>
--	---

¹ تدریب الراوی شرح تقریب النوادی علم جرح والتعديل الخ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۱/ ۳۴۴
² فتح القدر کتاب الزکوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۲/ ۱۱۵

اور نرمی اکابر تابعین کے زمانہ سے پیدا ہوئی ہے، دار قطنی نے ابن عون سے بیان کیا کہ محمد بن سیرین کہتے ہیں چار ایسے آدمی ہیں جو ان سے حدیث بیان کرے (اساتذہ) اس کو سچا سمجھتے ہیں! اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ کس سے سماع کر رہے ہیں، وہ چار یہ ہیں حسن، ابو العالیہ، حمید بن ہلال اور چوتھے کا نام نہیں لیا اور ان کے غیر نے چوتھے کا نام ذکر کیا اور اس کا نام انس بن سیرین بتایا ہے، اس کو امام زیلعی نے نصب الراہیہ میں ذکر کیا ہے۔ علی بن مدینی نے کہا کہ عطاء ہر قسم کی روایات لیتا تھا، مجاہد کی مرسلات اس کی کثیر مرسلات سے مجھے بہت زیادہ پسند ہے۔ اور احمد بن حنبل کا قول ہے مرسلات میں سے سعید بن مسیب کی مرسلات اصح ہیں اور مرسلات ابراہیم نخعی میں کوئی حرج نہیں، حسن اور عطاء بن رباح کی مراسیل سب سے ضعیف ہیں کیونکہ وہ دونوں ہر ایک سے حدیث اخذ کر لیتے تھے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ زہری کی مراسیل میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ ہم نے اسے سلیمان بن ارقم سے روایت کرتے ہوئے پایا ہے اس کا ذکر تدریب میں ہے۔ (ت)

قلت (میں کہتا ہوں) ثقہ ائمہ کی مراسیل

الاخذ قد حدث في العلماء من لدن التابعين
الاعلام اخرج الدارقطني عن ابن عون قال قال
محمد بن سيرين اربعة يصدقون من حدثهم
فلايبالون ممن يسمعون، الحسن وابوالعالية
وحبيد بن هلال ولم يذكر الرابع وذكره غيره
فسماه انس بن سيرين¹ ذكره الامام الزيلعي في
نصب الراية² وقال علي بن المديني كان عطاء
ياخذ عن كل ضرب. مرسلات مجاهد احب الي
من مرسلاته بكثير وقال احمد بن حنبل
مرسلات سعید بن المسیب اصح المرسلات.
ومرسلات ابراهيم النخعي لا باس بها. وليس في
المرسلات اضعف من مرسلات الحسن وعطاء
بن ابي رباح فانهما كانا ياخذان عن كل احد
² وقال الشافعي في مراسيل الزهري ليس بشييع
لانانجده يروى عن سليمان بن الارقم³ ذكرها
في التدریب۔

قلت ومراسيل الائمة الثقات

عہ: فصل نواقض الوضو ۱۲ منہ

¹ نصب الراية لاحاديث الهداية كتاب الطهارة واما المراسيل مطبوعه المكتبة الاسلاميه لصاحبها رياض / ۱ / ۵۱

² تدریب الراوی شرح تقریب النواوی الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل مطبوعه المكتبة الاسلاميه لاہور / ۱ / ۲۰۳

³ تدریب الراوی شرح تقریب النواوی الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل مطبوعه المكتبة الاسلاميه لاہور / ۱ / ۲۰۵

ہمارے اور جمہور علما کے ہاں مقبول ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ عطاء، حسن اور زہری ان میں سے ہیں اور اخذ میں نرمی کے لئے لازم نہیں کہ بیان کرتے وقت بھی نرمی ہو، بعض اوقات امام کسی شخص سے حدیث اخذ کر لیتے ہیں مگر اس سال اسی وقت کرتے ہیں جب اسے وہ ثقہ محسوس کرتے ہوں، اور ہمارے ساتھ حسن کی مراسیل کو قبول کرنے میں یحییٰ بن سعید القطان شریک ہیں جو ورع و تقویٰ اور حدیث کے اخذ کرنے میں نہایت ہی سخت ہیں، اور اس فن کا عظیم شخص علی بن مدینی بھی جن کے بارے میں امام بخاری کا قول ہے میں نے اپنے آپ کو ان کے سوا کسی کے سامنے بچ نہیں سمجھا، اور امام اجل نقاد العلل ابوزرعہ رازی بھی شریک ہیں اور یہ لوگ اقتدا کے لئے کافی ہیں، لیکن قطان نے کہا ہے کہ جس حدیث کے بارے میں امام حسن یہ کہہ دیں "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" تو ہمیں ایک یاد دہانے کے علاوہ ہر حدیث کی اصل ضرور ملی، علی بن مدینی کہتے ہیں کہ وہ مراسیل حسن بصری جو ان سے ثقہ لوگوں نے روایت کی ہیں وہ صحیح ہیں، میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اب سے ساقط ہونے والی کتنی ہیں اور ابوزرعہ کہتے ہیں جس شے کے بارے میں بھی حسن نے "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کہا ہے مجھے چار احادیث کے علاوہ ہر ایک کی اصل مل گئی ہے۔ اس عبارت کو تدریب میں نقل کیا ہے۔ (ت)

قلت (میں کہتا ہوں) عدم وجدان عدم وجود کو مستلزم نہیں تو یحییٰ کو ایک یاد و احادیث جو

مقبولة عندنا وعند الجماهير ولا شك ان عطاء والحسن والزهرى منهم وقلة الببالة عند التحمل لا يقتضيهما عند الاداء فقد ياخذ الامام عن شاء ولا يرسله الا اذا استوثق وقد وافقنا على قبول مراسيل الحسن ذاك الورع الشديد عظيم التشديد قدوة الشان يحيى بن سعيد القطان وذاك الجبل العلى على بن مديني الذي كان البخارى يقول ما استصغرت نفسى الا عنده وذلك الامام الاجل نقاد العلل ابوزرعة الرازى وناهيك بهم قدوة اما القطان فقال ما قال الحسن في حديثه قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الا وجدنا له اصلا الاحاديث او حديثين واما على فقال مرسلات الحسن البصرى التى رواها عنه الثقات صحاح ما اقل ما يسقط منها، واما ابوزرعة فقال كل شيع قال الحسن قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وجدت له اصلا ثابتاً ما خلا اربعة احاديث¹ نقلها في التدریب۔

قلت وعدم الوجدان لا يقتضى عدم الوجود فلم يفت يحيى الا واحدا و

¹ تدریب الراوی شرح تقریب النواوی الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۱/ ۲۰۴

نہ ملیں ممکن ہے کسی اور محدث کو وہ مل گئی ہوں اور شاد باری ہے و فوق کل ذی علم علیم (ہر علم والے پر ایک علم والا ہے) اور مسلم الثبوت میں حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جب تم کو یہ کہوں کہ مجھے فلاں نے حدیث بیان کی تو وہ اس کی حدیث ہوتی ہے اور جب میں یہ کہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو وہ ستر سے مروی ہوتی ہے اھ تدریب میں ہے یونس بن عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن سے پوچھا اے ابوسعید! آپ کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حالانکہ آپ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی؟ فرمایا اے بھتیجے! تو نے مجھ سے ایسا سوال کیا ہے جو تجھ سے پہلے آج تک مجھ سے کسی نے نہیں کیا، اگر تیرا یہ مقام میرے ہاں نہ ہوتا تو میں تجھے اس سوال کا جواب نہ دیتا میں جس زمانے میں ہوں (وہ جیسے تجھے معلوم ہے) اور یہ حجان کا زمانہ تھا جو کچھ مجھ سے آپ لوگ سنتے ہیں کہ میں کہتا ہوں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے سنا ہوتا ہے (یہ نہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات پائی ہے) چونکہ میں ایسے دور میں ہوں جس میں حضرت علی کا نام ذکر نہیں کر سکتا (اس لئے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام لیتا ہوں) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

اثنان و لعل غیر یحیی وجد مالہ یجدہ
وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ﴿١﴾ ۱ و نقل فی مسلم الثبوت
عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال متی قلت لکم
حدثنی فلان فهو حدیثہ ومتی قلت قال رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعن سبعین ۲ اھ
وفی التدریب قال یونس بن عبید سألت الحسن
قلت یا ابا سعید انک تقول قال رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانک لم تدرکہ فقال
یا ابن اخی لقد سألتنی عن شیعہ مأسألتنی عنہ احد
قبلك ولولا منزلتک منی ما اخبرتک انی فی زمان
کما تری وکان فی زمن الحجاج کل شیعہ سمعتنی
اقول قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فهو عن علی بن ابی طالب غیرانی فی زمان
لا استطیع ان اذکر علیاً ۳ اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فائدہ ۱۰: (فائدہ ۱۰ متعلق افادہ ۲۴ در بارہ احادیث طبقہ رابعہ) سُفھائے زمانہ نے احادیث طبقہ رابعہ کو مطلقاً باطل و بے اعتبار محض قرار دیا جو شان موضوع ہے جس کا ابطال بین باہین

۱ القرآن ۱۱۲ / ۷۶

۲ مسلم الثبوت تعریف المرسل مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۲۰۲

۳ تدریب الراوی شرح تقریب النوادی الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۱ / ۲۰۴

وجہ افادہ ۲۴ میں گزرا، یہاں اتنا اور سن لیجئے کہ برعکس اس کے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے ان کی روایت کو دلیل عدم موضوعیت قرار دیا ہے، موضوعات کبیر میں زیر حدیث:

<p>جو سات پھیرے طواف کر کے مقام ابراہیم میں دو رکعت نماز پڑھے پھر زمزم شریف پر جا کر اس کا پانی پئے اللہ عزوجل اُسے گناہوں سے ایسا پاک کر دے جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔</p>	<p>من طاف بالبيت اسبوعاً ثم اتى مقام ابراهيم فرقع عنده ركعتين ثم اتى زمزم فشرب من ماءها. اخرجه الله من ذنوبه كيوم ولدته امه¹۔</p>
---	--

فرماتے ہیں:

<p>جبکہ اسے واحدی نے تفسیر اور جندی نے فضائل مکہ اور دیلمی نے مسند میں روایت کیا تو اسے موضوع نہ کہا جائیگا نہایت یہ کہ ضعیف ہے۔</p>	<p>حيث اخرجه الواحدى فى تفسيره والجندي فى فضائل مكة والديلمى فى مسنده لا يقال انه موضوع غاية انه ضعيف²۔</p>
--	--

اقول: وجہ یہ ہے کہ اصل عدم وضع ہے اور بوجہ خلط صحاح و سقام و ثابث و موضوع جس طرح وضع ممکن یونہی صحت محتمل تو جب تک خصوص متن و سند کے لحاظ سے دلیل قائم نہ ہو احد الاحتمالین خصوصاً خلاف اصل کو معین کر لینا محض ظلم و جزاف ہے تو ان کی حدیث قبل تین حال جس طرح بسبب احتمال ضعف و سقوط احکام میں مستند و معتبر نہ ہوگی یوں ہی بوجہ احتمال صحت و حسن و ضعف محض موضوع و باطل و ساقط بھی نہ ٹھہر سکے گی لاجرم درجہ توقف میں رہے گی اور یہی مرتبہ ضعیف محض کا ہے جس طرح وہاں توقف مانع تمسک فی الفضائل نہیں یونہی یہاں بھی کما لایخفى علی اولی النہی (جیسا کہ اصحاب فہم پر مخفی نہیں۔ ت) فواتح الرحموت عہ میں ہمارے علماء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے:

<p>راوی حدیث اگر نقاہت و روایت میں معروف نہ ہو بلکہ کسی ایک یا دو احادیث سے معروف ہو اور محدثین نے اسے قبول کر لیا یا ظہور روایت کے وقت اس سے خاموشی</p>	<p>الراوى انكان غير معروف بالفقاهة ولا بالرواية بل انما عرف بحديث او حديثين فان قبله الاثمة او سكتوا عنه عند ظهور</p>
--	---

معرف العدالة کے بحث میں ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ: فی مسئلۃ معرف العدالة ۱۲ منہ (م)

¹ الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعية حرف الميم مطبوعه دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۲۳۶

² الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعية حرف الميم مطبوعه دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۲۳۶

<p>اختیار کی ہو یا اس میں اختلاف کیا ہو تو یہ بھی معروف کی طرح ہی ہوگا اگر اس پر محدثین نے طعن کا اظہار ہی کیا ہے تو وہ مردود ہوگا اور اگر محدثین نے کسی شیئی کا اظہار نہیں کیا تو اب عمل واجب نہیں بلکہ جائز ہوگا تو وہ مستحبات، فضائل اور تاریخ میں قابل عمل ہے۔ (ت)</p>	<p>الروایۃ او اختلفوا کان کالمعروف وان لم یظہر منہم غیر الطعن کان مردودا وان لم یظہر شیئ منہم لم یجب العمل بل یجوز فیعمل بہ فی المندوبات والفضائل والتواریخ¹۔</p>
--	--

فائدہ ۱۱: (تذکرۃ الموضوعات محمد طاہر فتنی میں ذکر مستلزم گمان وضع نہیں) اُن ضروری فوائد سے کہ بوجہ تقبیل ہنگام تیسض تحریر سے رہ گئے تذکرۃ الموضوعات علامہ محمد طاہر فتنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال ہے کہ اس میں مجرد ذکر سے موضوعیت پر استدلال تو بڑے بھاری متکلمین منکرین نے کیا حالانکہ محض جہالت و بے رہی یا دیدہ و دانستہ مغالطہ دہی تذکرہ مذکورہ بھی کتب قسم ثانی سے ہے اُس میں ہر طرح کی احادیث لاتے اور کسی کو موضوع کسی کو لم یجد کسی کو منکر کسی کو لیس بثابت کسی کو لایصح کسی کو ضعیف کسی کو مؤول کسی کو رجالہ ثقات کسی کو لابس بہ کسی کو صححہ فلان کسی کو صحیح فرماتے ہیں، حدیث تقبیل ابہامین انہیں میں ہے جنہیں ہر گز موضوع نہ کہا بلکہ صرف لایصح پر اقتصار اور تجربہ کثیرین سے استظہار کیا خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

<p>فصل، بعض احادیث کی تعیین کے بارے میں جو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہیں حالانکہ صواب اس کے خلاف ہے اس طریقہ پر جس کا ذکر تذکرہ میں میں نے کیا ہے اس میں ہے وہ شخص جس نے اپنے نفس (آپ) کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا، یہ ثابت نہیں، حدیث میں نے اپنے رب کو ایسے خوبصورت جوان کی صورت میں دیکھا جس کے بال لمبے و خوب صورت ہوں، صحیح ہے یہ</p>	<p>فصل فی تعیین^۱ بعض الاحادیث المشتہرة علی اللسن والصواب خلافہا علی نمط ذکرته فی التذکرۃ^۲ فیہ من عرف نفسه عرف ربہ لیس بثابت، ح رأیت ربی فی صورۃ شاب لہ وفرۃ صحیح محمول علی روایۃ المنام او مؤول ح المؤمن غر کریم والمنافق خب لئیم موضوع عہ ح ماشہد رجل علی رجل بکفر</p>
---	---

اقول یہ عجیب ہے حالانکہ ابوداؤد (باقی اگلے صفحہ پر)

عہ اقول: هذا عجیب فقد اخرجہ ابوداؤد

¹ نواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ مجہول الحال الخ مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۱۳۹

ف۱ یہ عبارت مختصر اور متعدد صفحات سے نقل کی گئی ہے۔ حوالہ کے لئے ص ۵۱۰ تا ۵۱۹ ملاحظہ ہو۔

خواب پر محمول ہے یا یہ مؤول ہے، اور حدیث مومن دھوکا کھانے والا اور شرم والا ہوتا ہے اور منافق دغا باز اور کمینہ ہوتا ہے موضوع ہے۔ حدیث نہیں گواہی دیتا

الاباء به احدهما ضعيف ۱۱۱ فيہ طلب العلم
فريضة على كل مسلم طرقها واهية ۱۱۲ ح من
ادى الفريضة وعلم الناس الخير كان فضله

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ترمذی اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مناقق کی جگہ لفظ فاجر روایت کیا ہے اور اس کی سند بقول امام مناوی کے

والترمذی والحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ
عنه بلفظ الفاجر مکان المنافق واسنادہ کما قال
المنآوی جید ۱۱۲ منہ (م)

جید ہے ۱۲ منہ (ت)
اقول: بلکہ یہ اعلیٰ درجہ کی صحاح میں سے صحیح ہے، امام مالک اور شیخین وغیرہا نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کو "یا کافر" (اے کافر) کہا، تو وہ کفر ان دونوں میں سے ایک پر لوٹ آتا ہے۔ اور بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا کہ جس نے اپنے بھائی کو "یا کافر" کہا تو وہ کفر ان میں سے ایک پر لوٹ آئیگا۔ ابن حبان نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً سند صحیح کے ساتھ روایت کیا جب بھی کوئی کسی کو کافر کہتا ہے تو وہ کفر یقیناً ان میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کرتا ہے، اور اس باب میں اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں اگر اس سے مراد خاص الفاظ ہیں تو ایسی روایات تو بہت ہی کم ہیں ۱۲ منہ (ت)

عہ: ۱: اقول: بل صحیح من اعلیٰ الصحاح فلما لک
والصحيحین غیرہما عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما رفعہ اذا قال الرجل لاخیه یا کافر فقد بآء بها
احدهما وللبخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
رفعا من قال لاخیه یا کافر فقد بآء بها احدهما ولا بن
حبان عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند
صحیح مرفوعاً ما کفر رجل رجلا قط الاباء بها
احدهما وفي الباب غیر ذلك فان اراد خصوص اللفظ
فقليل الجدوی ۱۱۲ منہ (م)

اقول: (میں کہتا ہوں کہ) صحیح وہ ہے کہ جو حسن سے نیچے نہ ہو جیسے کہ میں نے "النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب" میں بیان کیا ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

عہ: ۲: اقول: والصحيح انه لاينزل عن الحسن
کما بينته في النجوم الثواقب في تخریج احادیث
الکواکب ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

کوئی آدمی دوسرے کے کفر کی مگر کفران میں سے کسی ایک پر لوٹ آتا ہے، ضعیف ہے۔ اسی میں ہے علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اس کے تمام طرق کمزور ہیں۔ حدیث، وہ شخص جس نے فرض ادا کیا اور لوگوں کو خیر کی تعلیم دی اس کو عابد پر فضیلت حاصل ہے، اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن محدثین فضائل عمل میں نرمی برتتے ہیں۔ حدیث وضو پر وضو نور علی نور ہے، موجود نہیں۔ اس میں ہے سبائہ انگلیوں کا باطن چومنے کے بعد آنکھوں سے لگانا صحیح نہیں اور بطور تجربہ یہ عمل کثیر علماء سے مروی ہے۔ اس میں ہے نماز دین کا ستون ہے، یہ حدیث ضعیف ہے۔ صلاة التسبیح (والی حدیث) ضعیف ہے۔ دارقطنی میں ہے فضائل نماز کے بارے میں جتنی احادیث مروی ہیں ان میں نماز تسبیح

على العابد الحديث ضعيف اسناده لكنهم يتساهلون في الفضائل، ح الموضوع على الموضوع نور على نور لم يوجد ع^۱ فيه مسح العينين بباطن السبابتين بعد تقبيلهما لا يصح وروى تجرية ذلك عن كثيرين فيه الصلاة عماد الدين ضعيف وصلاة التسبيح ضعيف ع^۲ الدارقطني اصح شيعي في فضل الصلوات صلاة التسبيح فيه طعام الجواد واء وطعام البخيل داء في المقاصد ع^۳ رجاله ثقات وفي المختصر منكر في المقاصد ماء زمزم لما شرب له ضعيف ع^۴ لكن له شاهد في مسلم ح ان الله يبعث لهذه الامة على رأس كل مائة من يجدد لها دينها صححة ع^۵ الحاكم مثل امتي كالمطر

بلکہ اس کی تخریج زرین نے کی ہے اگرچہ منذری، پھر عراقی نے کہا کہ ہم اس سے آگاہ نہ ہو سکے ۱۲ منہ (ت) حق یہ ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حسن لذاتہ ہے صحیح لغیرہ ہے البتہ صحیح لذاتہ نہیں اور اس کی تفصیل المالکی میں ہے (ت) اقول: اسی طرح مناوی نے کہا اور ذہبی نے اپنی عادت کے مطابق مبالغہ کیا اور کہا کہ وہ جھوٹے ہیں ۱۲ منہ (ت) اقول: بلکہ حافظ نے تصریح کی ہے کہ یہ اپنی اسناد کی بنا پر حجت ہے، مناوی نے اسے حسن کہا، امام سفیان بن عیینہ، دمیاطی، منذری اور ابن جزری نے اسے صحیح کہا ۱۲ منہ (ت) اسے ابوداؤد نے روایت کیا اور مناوی کہتے ہیں اسکی سند صحیح ہے۔ (ت)

ع^۱: بل اخرجه زرین وان قال المنذری ثم العراقي لم نقف عليه ۱۲ منہ (م) ع^۲: الحق انه حدیث حسن صحیح لاشك حسن لذاته صحیح لغیره ان لم یکن لذاته والتفصیل فی اللالی ۱۲ منہ (م) ع^۳: اقول كذا قال البنائوی وبالغ الذهبي كعادته فقال كذب ۱۲ منہ (م) ع^۴: اقول بل نص الحافظ انه حجة بطرقه وحسنه البنائوی وصححه الامام سفین بن عیینہ والد میاطی والمنذری وابن الجزری ۱۲ منہ (م) ع^۵: ورواه ابوداؤد وقال البنائوی الاسناد صحیح ۱۲ منہ (م)

والی حدیث صحیح ہے۔ اس میں ہے سخی کا کھانا دوا ہے بخیل کا کھانا بیماری ہے، مقاصد میں ہے کہ اس کے رواۃ ثقہ ہیں، اور مختصر میں ہے کہ یہ منکر ہے۔ مقاصد میں ہے زمرم کا پانی اسی کام کے لئے ہے جس کی خاطر اسے پیایا گیا، ضعیف ہے لیکن اس کے لئے مسلم میں شاہد ہے۔ حدیث اللہ تعالیٰ ہر سو ۱۰۰ سال کے بعد اس امت میں ایسے شخص کو مبعوث فرماتا ہے جو اس کے لئے دین کی تجدید کرتا ہے، حاکم نے اس کی تصحیح کی۔ حدیث میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے معلوم نہیں اس کا اول بہتر ہے یا آخر، موضوع ہے۔ وجیز میں ہے: میں، ابو بکر اور عمر تینوں ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے، اس میں راوی مجہول ہیں، میں کہتا ہوں اس کی ایک اور سند ہے اور اس کے لئے شاہد ہے حدیث اولیس جو دو دو ۲ و قوں پر ہے ابن حبان نے کہا یہ باطل ہے، میں کہتا ہوں سکوت بہتر ہے کیونکہ اس کی متعدد اسناد ہیں اس کی بعض سندوں میں

لایدری اولہ خیر امر آخرہ موضوع (عہ) فی الوجیز انا و ابو بکر و عمر خلقنا من ترابہ و احادۃ فیہ مجاہیل قلت لہ طریق آخر ولہ شاہد فی اویس حدیث فی ورتین قال ابن حبان باطل قلت الوقف اولی فان لہ طرقاً عدیدة لا باس ببعضہا ح من اخلص للہ اربعین یوماً سندہ ضعیف ولہ شاہد ح یكون فی آخر الزمان خلیفة لا یفضل علیہ ابو بکر و لا عمر موضوع قلت بل مؤول الی هنا ما فی التذکرۃ^۱ اہ ملتقطاً۔

اقول: (میں کہتا ہوں کہ) یہ عجیب ہے، بلکہ اس کو احمد اور ترمذی نے جامع میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور حسن قرار دیا نیز اس بارے میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے اس کو بزار نے روایت کیا ہے۔ سخاوی کہتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور اس بارے میں حضرت علی، حضرت عمار اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے، ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، ابن القطان کی رائے ہے کہ ہمیں اس میں کسی علت کا علم نہیں۔ مناوی نے کہا کہ اس کی سند جید ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ: اقول: هذا عجیب بل اخرجہ احمد و الترمذی فی الجامع عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حسنہ و فی الباب عن عمر ان بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخرجہ البزار قال السخاوی بسند حسن و فیہ عن علی و عن عمار و عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و قال ابن عبد البر ان الحدیث حسن و قال ابن القطان لانعلم لہ علة قال المناوی اسنادہ جید ۱۲ منہ (م)

۱ خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتملة علی الحسن نوکثور لکھنؤ ۱۳/ ۵۱۰ تا ۵۱۹

کوئی حرج نہیں۔ حدیث جس نے چالیس دن اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کیے، اس کی سند ضعیف ہے اور اس کے لئے شاہد ہے۔ حدیث آخر زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا جس سے ابوبکر و عمر افضل نہ ہوں گے، موضوع ہے۔ میں کہتا ہوں بلکہ اس میں تاویل ہے، یہاں تک ان روایات کا ذکر ہے جو تذکرہ میں تھیں اھل نظر۔ (ت)

فائدہ ۱۲: (حدیث بے سند مذکور علماء کے قبول میں نفیس و جلیل احقاق اور اوہام قاصرین زماں کا ابطال و ازہاق) قول: وباللہ التوفیق اذہان اکثر قاصرین زماں میں سند کی فضیلتیں اور کلام اشرمیں میں اتصال کی ضرورتیں دیکھ دیکھ کر مرتکز ہو رہا ہے کہ احادیث بے سند اگرچہ کلماتِ ائمہ معتمدین میں بصدیقہ جزم مذکور ہوں مطلقاً باطل و مردود و عاقل کہ احکام، مغازی، سیر، فضائل کسی باب میں اصلاً نہ سننے کے لائق، نہ ماننے کے قابل حالانکہ یہ محض اختراع بین الاندفاع مشاہیر محدثین و مجاہدین فقہاء دونوں فریق کے مخالف اجماع ہے، غیر صحابی جو قول یا فعل یا حال حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بے سند متصل نسبت کرے محدثین کے نزدیک باختلاف حالات و اصطلاحات مرسل منقطع معلق معضل ہے اور فقہاء و اصولیین کی اصطلاح میں سب کا نام مرسل اصطلاح حدیث پر تعلق و اعضاء یا اصطلاح فقہ و اصول پر ارسال میں کچھ بعض سند کا ذکر مرگزام نہیں بلکہ تمام وسائل حذف کر کے علمائے مصنفین جو قال یا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذلک کہتے ہیں یہ بھی معضل و مرسل ہے، امام اجل ابن الصلاح کتاب معرفۃ انواع علم الحدیث میں فرماتے ہیں:

معضل حدیث وہ ہوتی ہے جس کی سند سے دو یا دو سے زائد راوی ساقط ہوں مثلاً وہ جسے تبع تابعی یہ کہتے ہوئے روایت کرے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اور اسی طرح وہ روایت جسے تبع تابعی کے بعد کوئی شخص حضور علیہ السلام سے یا ابوبکر و عمر یا دیگر کسی صحابی سے حضور اور صحابہ کے درمیان واسطہ ذکر کیے بغیر روایت کرے، ابو نصر السنجری حافظ بیان کرتے ہیں کہ راوی کا قول "بلغنی" (مجھے یہ روایت پہنچی ہے) مثلاً امام مالک کا قول کہ مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مملوک کے لئے کھانا اور کپڑے ہیں، الحدیث۔ اور فرمایا

المعضل عبارة عما سقط من اسنادہ اثنان فصاعداً ومثاله ما يرويه تابعي التابعي قائلًا فيہ قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وكذلك ما يرويه من دون تابعي التابعي عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم او عن ابوبكر وعمر وغيرهما: غير ذاكر للوسائل بينه وبينهم وذكر ابو نصر السنجری الحافظ قول الراوى "بلغنى" نحو قول مالك "بلغنى عن ابى هريرة ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال للملوك طعامه وكسوته الحديث وقال اصحاب الحديث يسوونه المعضل قلت وقول المصنفين من الفقهاء

وغيرهم قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كذا وكذا" ونحو ذلك كله من قبيل المعضل لما تقدم، وسماه الخطيب ابوبكر الحافظ في بعض كلامه مرسلا وذلك على مذهب من يسي كل ما لا يتصل مرسلا كما سبق¹ اه باختصار۔

کہ محدثین ایسی روایت کو معضل کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں فقہاء اور دیگر مصنفین کا قول کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ یہ فرمایا یہ تمام از قبیل معضل ہی ہے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا، اور خطیب ابوبکر حافظ نے بعض مقامات پر اسے مرسل کا نام دیا ہے اور یہ ان لوگوں کے مذہب کے مطابق ہے جنہوں نے ہر اس روایت کو مرسل کہا ہے جو متصل نہ ہو جیسا کہ گزرا (ت) اختصار (ت)

توضیح میں ہے:

الارسال عدم الاسناد وهو ان يقول الراوي قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من غير ان يذكر الاسناد²۔

ارسال وہ ہے جس میں سند کا ذکر نہ ہو وہ یوں کہ کوئی راوی بغیر سند ذکر کیے کہہ دے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ (ت)

علامہ تفتازانی تلویح پھر مدقق علانی صاحب دُر مختار افاضۃ الانوار علی اصول المنار میں فرماتے ہیں: ان لم يذكر الواسطة اصلا فمرسل³ (اگر راوی اصلاً واسطہ ذکر نہ کرے تو وہ مرسل ہے۔ ت) مسلم الثبوت و فواتح الرحموت میں ہے:

(المرسل قول العدل قال عليه) وعلى آله واصحابه الصلاة (والسلام كذا) وعند اهل الحديث فالمرسل قول التابعي قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله واصحابه وسلم كذا، والمعلق ما رواه من دون التابعي من دون سند والكل داخل في المرسل عند اهل الاصول⁴ اه مختصرا۔

مرسل وہ ہے جس کے متعلق عادل کا قول ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا، اور محدثین کے ہاں مرسل سے مراد تابعی کا یہ قول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے یوں فرمایا، اور حدیث معلق وہ روایت ہے جو بغیر سند کے تابعی کے بعد کوئی شخص روایت کرے، اور اہل اصول کے ہاں یہ تمام مرسل میں داخل ہیں (ت) مختصراً۔ (ت)

¹ مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث النوع الحادی عشر بالمعزل مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۲۸

² توضیح التلویح فصل فی الانقطاع مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ص ۴۷

³ حاشیہ الوشیخ مع التوضیح فصل فی الانقطاع مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ص ۴۷

⁴ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفي مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۱۳۴۲ھ

پھر باجماع علماء محدثین و فقہاء یہ سب انواع موضوع سے بیگانہ ہیں اور مادون الاحکام مثل فضائل اعمال و مناقب رجال و سیر و احوال میں سلفاً و خلفاً ماخوذ و مقبول جملہ مصنفین علوم حدیث موضوع کو شر الانواع بتاتے اور انہیں اُس سے جدا شمار فرماتے آئے اور تمام مؤلفین سیر بلائیکہ منکر و مر اسیل و معضلات کا ذکر و اثبات کرتے رہے افادہ ۲۳ میں علامہ حلبی کا ارشاد گزرا کہ سیر بلاغ و مرسل و منقطع و معضل غرض ماسوائے موضوع ہر قسم حدیث کو جمع کرتی ہے کہ ائمہ کرام نے ماورائے احکام میں مسابہت فرمائی ہے، یہ عبارت دونوں مطلب میں نص ہے معضل کا موضوع نہ ہونا اور اس کا مادون الاحکام میں مقبول ہونا خود صحیح بخاری و مسلم و صحیح مؤطا میں معضلات و بلاغات موجود ہیں وسط میں بقلت طرفین میں بکثرت خصوصاً بعض بلاغات مالک وہ ہیں کہ ان کی اسناد اصلاً نہ ملی، تدریب عہ میں امام ابوالفضل زین الدین عراقی سے ہے:

<p>امام مالک نے احادیث صحیحہ کو الگ نہیں بلکہ اس میں مرسل، منقطع اور بلاغات کو شامل کر دیا ہے حالانکہ ان کی بلاغات میں ایسی احادیث بھی ہیں جو معروف نہیں، جیسا کہ ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے۔ (ت)</p>	<p>ان مالک لم یفرد الصحیح بل ادخل فیہ المرسل والمنقطع والبلاغات، ومن بلاغاته احادیث لاتعرف کما ذکرہ ابن عبدالبر¹۔</p>
--	--

وہیں امام مغطائی سے ہے: مثل ذلك في كتاب البخاری² (اسی کی مثل بخاری کی کتاب میں ہے۔ ت) وہیں امام حافظ الشان سے ہے:

<p>امام مالک کی کتاب اور ان کے اور ان لوگوں کے نزدیک صحیح ہے جو ان کی تقلید کرتے ہیں اس بنیاد پر کہ اس کی نظر کا تقاضا ہے کہ مرسل، منقطع وغیرہما سے استدلال درست ہے۔ (ت)</p>	<p>کتاب مالک صحیح عندہ وعند من یقلده علی ما اقتضاه نظره من الاحتجاج بالمرسل والمنقطع³ وغیرہما۔</p>
--	---

اسناد کے سنت مطلوبہ و فضیلت مرغوبہ و خاصہ امت مرحومہ ہونے میں کلام ہے محققین قائلین مر اسیل و عہ: فی الثانیہ من مسائل الصحیح ۱۲ منہ (ہ) | مسائل صحیح کی دوسری قسم میں ہے ۱۲ منہ (ت)

¹ تدریب الراوی الثانیہ من مسائل الصحیح مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱/ ۹۰

² تدریب الراوی الثانیہ من مسائل الصحیح مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱/ ۹۰

³ تدریب الراوی الثانیہ من مسائل الصحیح مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱/ ۹۰

معاذیل بھی مسانید کو ان پر تفضیل دیتے اور منقطع سے متصل کا نسخ نہیں مانتے ہیں کما نصح علیہ فی المسلم وغیرہ (جیسا کہ مسلم الثبوت وغیرہ میں اسکی تصریح کی ہے۔ ت) تاکید اثربین بجائے خود ہے اور قول بقیہ بن الولید اذاکرت حماد بن زید باحدیث فقال ما جودھا لو کان لھا اجنحة یعنی الاسناد (میں نے حماد بن زید سے بعض احادیث کے متعلق مذاکرہ کیا تو فرمایا بڑی جید ہیں اگر ان کے لئے پر یعنی اسناد ہو۔ ت) قطع نظر اس سے کہ واقعتاً عین لاعموم لھا (یہ ایک معین واقعہ ہے اس کے لئے عموم نہیں۔ ت) ممکن کہ وہ احادیث دربارہ احکام ہوں، یوں بھی صرف نفی جودت کرے گا وہ بطور محدثین مطلقاً مسلم کہ معضل ضعیف ہے اور ضعیف جید نہیں، قول امام سفیان ثوری الاسناد سلاح المؤمن فاذا لم یکن معہ سلاح فبأی شیعی یقاتل (سند مومن کا اسلحہ ہے جب اس کے پاس اسلحہ نہ ہو تو وہ کس شے سے لڑے گا۔ ت) صراحتاً دربارہ عقائد و احکام ہے۔

<p>لڑائی کی نوبت وہاں آتی ہے جہاں سختی اور باہم جھگڑا ہونہ کہ وہاں جس میں نرمی پر اجماع ہو۔ (ت)</p>	<p>فان الحاجة الى القتال انما هي فيما يجرى فيه التشديد والتماكس دون ما جمعوا على التساهل فيه۔</p>
---	---

یوں ہی ارشاد امام مبارک عبد اللہ مبارک لولا الاسناد لقال من شاء ما شاء¹ (اگر سند کا اعتبار نہ ہوتا تو جو کسی کی مرضی ہوتی وہی کہتا۔ ت) کہ جب قبولِ ضعاف فی الفضائل میں دخول تحت اصل خود مشروط اور امر عمل قواعد مقررہ شرعیہ مثل احتیاط و اختیار نفع بے ضرر سے منوط تو ضعیف اثبات جدید نہ کرے گی اور من شاء ما شاء (جو کسی کی مرضی ہو کہے۔ ت) صادق نہ آئے گا کما قدمنا بیانہ فی الافادة الثانية والعشرين (جیسا کہ ہم اس کا بیان بائیسویں افادہ میں پہلے کر آئے ہیں۔ ت) پُر ظاہر کہ یہ اور ان کی امثال جتنے کلمات محدثین کرام سے ضرورت اسناد میں ملیں گے سب کا مفاد ضرورت خاص اتصال ہے کہ نامتصل بمجہج اقسامہ ان کے نزدیک ضعیف اور ضعیف خود مجروح ہے نہ کہ سلاح و صالح قتال، یونہی ایک راوی بھی ساقط ہو تو ان کے طور پر وہی من شاء کا احتیاطی احتمال و لہذا وہ بالاتفاق منقطع و معضل اور معضل دون معضل میں اصلاً فرق حکم نہیں کرتے، اسی لئے فواتح الرحموت میں اصطلاحات مرسل و معضل و منقطع و معلق بیان کر کے فرمایا: لم یظہر لتکثیر الاصطلاح والاسامی فائدة² (کثیر اصطلاحوں اور ناموں کی وجہ سے کوئی فائدہ ظاہر نہ ہوگا۔ ت) بالجملہ جب اتصال نہ ہو تو بعض سند کا مذکور ہونا نہ ہونا سب یکساں، آخر نہ دیکھا کہ انہیں امام ابن المبارک

¹ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۱۲/ ۱۴۲

² الصحیح المسلم باب بیان الاسناد من الدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱/ ۱۲

رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث ابن خراش عن الحجاج بن دینار قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت کیا فرمایا:

<p>امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ محمد یعنی ابن عبد اللہ بن قہر از کہتے ہیں کہ میں نے ابواسحق ابراہیم بن عیسیٰ طالقانی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک سے کہا کہ اے ابو عبد الرحمن! وہ حدیث جس میں یہ ہے کہ نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے بعد اپنے والدین کے لئے نماز پڑھے اور اپنے روزے کے بعد والدین کے لئے روزہ رکھے فرمایا تو عبد اللہ نے کہا اے ابواسحق! یہ حدیث کس سے مروی ہے، فرمایا تو میں نے اسے کہا یہ حدیث شہاب بن خراش سے ہے، فرمایا کیا وہ ثقہ ہیں جس سے انہوں نے روایت کی ہے، میں نے کہا یہ حجاج بن دینار سے ہے، فرمایا وہ ثقہ ہیں تو میں نے کہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تو انہوں نے فرمایا اے ابواسحق! حجاج بن دینار اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان اتنی عظیم مسافت ہے جسے طے کرتے ہوئے سواریوں کی گردن منقطع ہو جائے، لیکن والدین کی طرف سے صدقہ کر دینے میں کوئی اختلاف نہیں۔ (ت)</p>	<p>اخرج مسلم في مقدمة صحيحه قال قال محمد يعني ابن عبد الله بن قهزاذ سمعت ابا اسحق ابراهيم بن عيسى الطالقاني قال قلت لعبد الله بن مبارك يا ابا عبد الرحمن الحديث الذي جاء ان من البر بعد البران تصلي لابويك مع صلاتك وتصوم لهما مع صومك قال فقال عبد الله يا ابا اسحق عن من هذا قال قلت له هذا من حديث شهاب بن خراش فقال ثقفة عمن قال قلت عن الحجاج بن دینار قال ثقفة عمن قال قلت قال رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال يا ابا اسحق ان بين الحجاج بن دینار وبين النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مفاوز تنقطع فيها اعناق المطى ولكن ليس في الصدقة اختلاف¹</p>
--	---

امام نووی شرح میں فرماتے ہیں:

<p>اس حکایت کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ حدیث کو سند صحیح کے بغیر قبول نہیں کیا جائیگا۔ (ت)</p>	<p>معنى هذه الحكاية انه لا يقبل الحديث الا باسناد صحيح²</p>
---	--

اب اگر ان کلمات کو عموم پر رکھے مرسل، منقطع، معلق، معضل ہر نام متصل باطل و ملتحق بالموضوع ہو جاتی ہے اور وہ بالا جماع باطل افادہ سوم میں ابن حجر مکی شافعی و علی قاری حنفی سے گزرا المنقطع یعمل بہ فی الفضائل اجماً³ (منقطع پر فضائل میں اتفاقاً عمل کیا جائے گا۔ ت) لاجرم واجب کہ یہ سب

¹ صحیح المسلم باب بیان ان الاسناد من الدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/۱

² صحیح المسلم باب بیان ان الاسناد من الدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/۱

³ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الرکوع مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۲/۱۶۳

عبارات صرف باب اہم و اعظم یعنی احکام میں ہیں اگرچہ ظاہر اطلاق وارسال ہونہ کہ جب نفس کلام تخصیص پر دال ہو کماقرنا فی الکلمات المذکورۃ (جیسے کہ ہم نے کلمات مذکورہ میں گفتگو کی ہے۔) اور واقعی دربارہ رد و قبول غالب و محاورات علماء صرف نظر بہ باب احکام ہوتے ہیں کہ وہی اکثر محو انظار نجبہ و نرہہ و غیر ہما میں دیکھئے کہ حدیث کی دو اقسامیں کیں: مقبول و مردود۔ مقبول میں صحیح و حسن کو رکھا اور تمام ضعاف کو مردود میں داخل کیا حالانکہ ضعاف فضائل میں اجمالاً مقبول ہکنذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق (تحقیق اسی طرح کرنی چاہئے اور توفیق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ت)

(جمہیر فقہائے کرام ائمہ فقہاء کی بے سند حدیثیں دربارہ احکام بھی حجت ہیں) یہ سب کلام بطور محدثین تھا، اور جمہیر فقہائے کرام کے نزدیک تو معضلات مذکورہ فضائل درکنار خود باب احکام میں حجت ہیں جبکہ مرسل امام معتمد محتاط فی الدین عارف بالرجال بصیر بالعلل غیر معروف بالتساہل ہو اور مذہب مختار امام محقق علی الاطلاق و غیر ہاکابر میں کچھ تخصیص قرن غیر قرن نہیں ہر قرن کے ایسے عالم کا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا حجت فی الاحکام ہے کمانص علیہ فی المسلم عہ و شروحه¹ (جیسا کہ مسلم الثبوت اور اس کی شروح و غیرہ میں اس کی تصریح ہے۔ت)

مرسل اگر صحابی کی ہو تو مطلقاً اتفاقاً سے قبول کیا جائے گا اور غیر صحابی کی مرسل کے بارے میں اکثر علماء جن میں امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں، کی رائے یہ ہے کہ مطلقاً مقبول ہے بشرطیکہ راوی ثقہ ہو، ابن ابان رحمہ اللہ تعالیٰ جو ہمارے مشائخ کرام میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ قرون ثلاثہ (تین زمانوں) کی مرسل مطلقاً مقبول ہے اور تین قرون کے بعد ائمہ نقل کی مرسل بھی مقبول ہے، متاخرین کی ایک جماعت جن میں ابن حاجب مالکی اور شیخ کمال الدین بن الہمام ہم سے (یعنی احناف سے) کی رائے یہ ہے کہ ائمہ نقل کی مرسل مطلقاً مقبول ہے

عہ: المرسل ان کان من الصحابی یقبل مطلقاً اتفاقاً وان من غیرہ فلا اکثر ومنہم الامام ابوحنیفہ والامام مالک والامام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم قالوا یقبل مطلقاً اذاکان الراوی ثقہ وقال ابن ابان رحمہ اللہ تعالیٰ من مشائخنا الکرام یقبل من القرون الثلاثہ مطلقاً ومن ائمة النقل بعد تلك القرون وقال طائفة من المتأخرین منہم الشیخ ابن الحاجب المالکی والشیخ کمال الدین بن الہمام منایقبل من ائمة النقل مطلقاً من ای قرن کان اعتضد بشیخ ام لاویتوقف فی المرسل من

¹ فواتح الرحمت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قسم ۱۲/ ۱۴

اقول: (تحقیق مصنف کہ غیر ناقد کے لئے ان کا قبول محدثین پر بھی لازم) انصافاً غیر ناقد کے لئے مراسیل مذکورہ سے احتجاج فی الاحکام اثنین پر بھی لازم، آخر اس کی سبیل یہی ناقد پر اعتماد ہے نہ نقد کہ تکلیف مالا یطاق ہے، تو اس کے لئے ذکر و عدم ذکر سند دونوں یکساں اور بلاشبہ قول ناقد محتاط قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تصحیح صریح و التزای سے اعلیٰ نہیں تو کم بھی نہیں، اور جو احتمالات مسابہت و تحسین ظن و خطا فی النظر یہاں ہیں، وہاں بھی حاصل بلکہ مجرب و مشاہد باہنمہ امام ابن الصلاح و امام طبری و امام نووی و امام زرکشی و امام عراقی و امام عسقلانی و امام سخاوی و امام زکریا انصاری و امام سیوطی و غیر ہم نے تصریحیں فرمائیں کہ اگر امام معتمد نے کسی حدیث کی صحت پر تنصیح کی یا کتاب ملتزم الصحیحہ میں اُسے روایت کیا اسی قدر اعتماد کے لئے بس ہے اور احتجاج روا،

کیا ذکرنا نصوصهم فی مدارج طبقات الحدیث وقد تقدم نص القاری عن شیخ الاسلام فی الافادة الحادية والعشرين۔	جیسے کہ ہم نے مدارج طبقات الحدیث میں ان کی تصریحات کا ذکر کیا ہے اور پہلے اکیسویں افادہ میں ملا علی قاری کے حوالے سے شیخ الاسلام کی تصریح گزر چکی ہے۔ (ت)
---	---

تو کیا وجہ کہ یہاں اس پر اعتماد نہ ہو لاجرم جس طرح امام احمد یا یحییٰ کا ہذا الحدیث صحیح (یہ حدیث صحیح ہے۔ ت) فرمانا یا بخاری یا مسلم یا ابن خزیمرہ یا ضیا کا صحاح میں لانا، یونہی مندری کا مختصر میں ساکت رہنا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

غیر ہم وهو المختار قبیل وهو مراد الائمة الثلاثة والجمهور ولا یقول احد بتوثیق من لیس معرفة فی التوثیق والتجریح وعلی هذا خلاف ابن ابان فی عدم اشتراط هذا الشرط فی القرون الثلاثة لزعمه عدم الحاجة الى التوثیق فی تلك القرون لان الرواة فیها كانوا اهل بصیرة فی التوثیق والتجریح^۱ ۱۱ھ من مسلم الثبوت وفواتح الرحموت ملخصاً ۱۲ منه رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

خواہ اس کا تعلق کسی قرن سے ہو خواہ اس کی تائید ہو یا نہ ہو، اور ان کے علاوہ کی مرسل میں توقف ہے اور یہی مختار ہے، اور کہا گیا ہے کہ تینوں ائمہ اور جمہور کی مراد بھی یہی ہے اور کوئی ایسے شخص کی توثیق کیسے کر سکتا ہے جو توثیق و تجرح کی معرفت نہ رکھتا ہو اسی بنا پر ابن ابان نے قرون ثلاثہ میں عدم اشتراط کا اختلاف کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک ان قرون میں توثیق کی حاجت نہیں اس لئے کہ ان ادوار میں تمام راوی توثیق اور تجرح کے ماہر تھے اہ مسلم الثبوت اور فواتح الرحموت سے ملخصاً بیان ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

¹ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی رقم ۱۲/۱۷

یوں ہی ابن السکن کا صحیح یا عبدالحق کا احکام میں وارد کرنا، یونہی امام معتمد ناقد محتاط کا کہنا:

<p>نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کیا، اور اس طرح کے آپ کے دیگر احکام و احوال، آپ کے جمال و جلال کی صفات و ثنائیں اور آپ کے صفات کاملہ ہیں آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہو اور آپ کی آل و اصحاب پر، آپ پر اور صحابہ پر برکت و سلام شرافت بزرگی، عظمت و کرم کی برسات ہو، آمین۔ (ت)</p>	<p>قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الى غير ذلك من احكامه و احواله و نعوت جماله و شيون جلاله و صفات كماله صلوات الله تعالى و سلامه عليه و على اله صلى الله تعالى عليه و عليهم و بآرك و سلم و شرف و مجد و عظم و كرم أمين۔</p>
--	---

الحمد لله کہ اس جواب کی ابتداء بھی حضور اقدس و اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک اور حضور پرورد سے ہوئی اور انتہا بھی حضور ہی کے نام محمود و درود مسعود پر ہوئی امید ہے کہ مولیٰ عزوجل اس نام کریم و صلوة و تسلیم کی برکت سے قبول فرمائے اور انارت عیون و تنویر قلوب و تکفیر ذنوب و سلامت ایمان و امن و امان و تنعیم قبر و نجات فی الحشر کا باعث بنائے فانہ تعالیٰ بکرمہ یقبل الصلاتین و هو اکرم من ان یدع ما بینہما و کان ذلك لليلة الثانية یوم الاثنين لعلمها الثامنة عشر من الشهر الفآخر شهر ربیع اخرت من شهور السنة الثالثة عشر من المائة الرابعة عشر من هجرة الحبيب سيد البشر صلى الله تعالى عليه و اله و صحبه و اولیائہ اجمعین و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین، سبخنک اللهم و بحمدک، اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب الیک، و الله سبخنه و تعالیٰ اعلم و علمه جل مجدہ اتم و احکم۔

نہج السلامة فی حکم تقبیل الابهامین فی الاقامة (اقامت کے دوران انگوٹھے چومنے کے حکم میں عمدہ تفصیل۔ت)

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ (۳۸۷): از پرہما شہر مانڈے سورتی مسجد مرسلہ مولوی احمد مختار صاحب قادری رضوی صدیقی میرٹھی ۲۶ جمادی
الآخری ۱۳۳۳ ہجری

منقول از فتاویٰ امدادیہ معروف بہ فتاویٰ اشرفیہ جلد چہارم صفحہ ۵۷ و ۵۸

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ جس وقت مؤذن اقامت میں "اشهد ان محمدا رسول الله
" بولے تو سُننے والوں انگوٹھوں کو چوم کر دونوں آنکھوں پر رکھے یا نہیں، اگر رکھتا ہے تو آیا جائز یا مستحب یا واجب یا فرض
ہے، اور جو شخص اُس کا مانع ہووے اُس کا کیا حکم ہے اور اگر نہیں رکھتا ہے تو آیا مکروہ یا تحریمی یا حرام ہے اور جو مرتکب
اس فعل کا ہووے اُس کا اور جو حکم کرے اُس کا کیا حکم ہے بینواتوجروا۔

جدید یہ کہ اذان پر قیاس کر کے تحریر نہ فرمائیں بلکہ در صورت جواز یا عدم جواز کسی کتاب معتبر سے عبارت نقل کر کے

جواب: اول تو اذان ہی میں انگوٹھے چومنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں اور جو کچھ بعض لوگوں نے اس بارے میں روایت کیا ہے وہ محققین کے نزدیک ثابت نہیں، چنانچہ شامی بعد نقل اس عبارت کے لکھتے ہیں:

<p>جراحی نے اس بحث کا طویل ذکر کیا ہے پھر کہا ان میں سے کوئی حدیث مرفوعہ درجہ صحت کو نہیں پہنچی انتہی۔ (ت)</p>	<p>وذكر ذلك الجراحی واطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل هذا شیعی انتھی¹ (جلد اول صفحہ ۲۶۷)</p>
--	---

مگر اقامت میں تو کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہیں پس اقامت میں انگوٹھے چومنا اذان کے وقت سے بھی زیادہ بدعت و بے اصل ہے اسی واسطے فقہاء نے اس کا بالکل انکار کیا ہے یہ عبارت شامی کی ہے:

<p>بعض نے نقل کیا کہ قسستانی نے اپنے ایک نسخہ کے حاشیہ پر تحریر کیا ہے کہ یہ اذان کے ساتھ مختص ہے، اقامت میں جستجو اور تلاش بسیار کے باوجود ثبوت نہیں ملا۔ (ت)</p>	<p>ونقل بعضهم ان القهستانی کتب علی هامش نسخه ان هذا مختص بالاذان واما فی الاقامة فلم یوجد بعد الاستقصاء التام والتتبع²۔</p>
--	--

یہی مفتی صاحب لم یصح فی المرفوعہ پر حاشیہ منسبہ لکھتے ہیں:

<p>رہی موقوف حدیث تو وہ اس سلسلہ میں اگرچہ منقول ہے، لیکن اس کی سند ضعیف ہونے کے ساتھ اس میں یہ نہیں ہے کہ یہ عمل عبادت و طاعت ہے بلکہ یہ صرف آنکھوں کے دکھنے کا علاج ہے اور عوام اسے عبادت سمجھتے ہوئے بجالاتے ہیں ۱۲ منہ (ت)</p>	<p>قلت واما الموقوف فانه وان كان منقولا لكن مع ضعف اسنادہ لیس فیہ کون هذا العمل طاعة بل هو رقية للحفظ عن رمد والعوام یفعلونه باعتقاد کونه طاعة ۱۲ منه حاشیہ صاحب فتاویٰ اشرفیہ بر عبارت شامی۔</p>
--	---

گزارش و موجب تکلیف وہی یہ ہے کہ ہفتہ گزشتہ میں ایک عریضہ دربارہ استفتائے تقبیل ابہامین عند قول المؤمن اشهد ان محمدا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم ابلاغ خدمت کیا ہے آج فتاویٰ امدادیہ میں ایک صاحب نے عبارت مرقومہ بالا دکھائی جو بلفظ ملاحظہ عالی میں پیش کر کے رفع شکوک کا خواستگار ہوں وہی ہذا:

¹ ردالمحتار علی ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مجتہبائی دہلی ۱/ ۲۶۷

² ردالمحتار علی ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مجتہبائی دہلی ۱/ ۲۶۷

(۱) علامہ شامی یا دوسرے محققین نے تقبیل کے بارہ میں ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کر کے "لم یصح فی المرفوع" (کوئی مرفوع حدیث نہیں ملی۔ ت) یا اس کے ہم معنی الفاظ تحریر کئے ہیں ان سے حدیث کے مرفوع ہونے کا انکار ہے یا کلیۃً تقبیل ہی کا ثبوت صحت کو نہیں پہنچتا، مفتی صاحب کی تحریر وحاشیہ خود غور طلب ہے۔ پھر ان کے معتقدین تقبیل مطلق کو غیر صحیح فرماتے ہیں خواہ بروایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا بہ تعلیم سیدنا خضر علیہ السلام جامع الرموز نے کنز العباد سے جو عبارت نقل کی ہے اُس میں اثبات استحباب ہے۔ مجموعہ فتاویٰ جلد سوم صفحہ ۴۲، طحاوی^۲ نے شرح مراتی الفلاح مصری صفحہ ۱۱۸ میں اسی روایت کو نقل کیا ہے نیز فردوس دیلمی سے حدیث ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً لکھ کر حضرت خضر علیہ السلام سے عملاً روایت بطور تائید بیان کے علیٰ ہذا اسادات احناف کی اکثر کتب میں موجود ہے۔ اعانۃ^۳ الطالین علی حل الفاظ فتح المعین مصری ص ۲۴۷ (فقہ شافعی):

<p>شہوانی میں عبارت یہ ہے: جس نے مؤذن کا یہ جملہ "اشھد ان محمد رسول اللہ" سن کر کہا "مرحبا بحبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" پھر اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگائے تو وہ نہ کبھی اندھا ہوگا اور نہ اس کی آنکھیں کبھی خراب ہوں گی انتہی (ت)</p>	<p>وفي الشہوانی مانصہ من قالہین یسمع قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ مرحباً بحبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم یقبل ابہامیہ ویجعلہا علی عینیہ لم یعم ولم یرمدا ابدا انتھی^۱</p>
---	--

کفایۃ^۴ الطالب الربانی لرسالتہ ابن ابی زید القیروانی فی مذہب سیدنا الامام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصری جلد ۱ ص ۱۶۹

<p>فائدہ: صاحب الفردوس نے نقل کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مؤذن کا یہ جملہ سنا "اشھد ان محمدا رسول اللہ" تو آپ نے یہ دہرایا اور دونوں شہادت کی انگوٹیوں کا باطنی حصہ اپنی آنکھوں سے لگایا تو اس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے یہ عمل کیا جو میرے اس دوست نے کیا ہے تو اس کے لئے میری شفاعت</p>	<p>فائدہ: نقل صاحب الفردوس ان الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما سمع قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ قال ذلك وقبل باطن انملة السبابتین ومسح عینیہ فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من فعل مثل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی. قال الحافظ السخاوی ولم یصح. ثم نقل عن</p>
---	---

^۱ اعانۃ الطالین فصل فی الاذان والا قامة مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۳۳

ثابت ہو گئی۔ حافظ سخاوی نے کہا کہ یہ صحیح نہیں، پھر حضرت خضر علیہ السلام سے یہ منقول ہے فرمایا کہ جو شخص مؤذن کا یہ جملہ اشہد ان محمد رسول اللہ سن کر یہ کہے مرحباً بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پھر اپنے دونوں انگوٹھے چوم کر اپنی دونوں آنکھوں سے لگائے تو وہ نہ کبھی اندھا ہوگا اور نہ اس کی آنکھیں کبھی خراب ہوں گی اور ان کے علاوہ نے بھی ذکر کیا، پھر کہا کہ اس سلسلہ میں کوئی مرفوع صحیح روایت نہیں ملی واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

الخضر انه عليه الصلاة والسلام قال من قال حين يسمع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله مرحباً بحبيبي وقرۃ عيني محمد بن عبد الله (صلى الله تعالى عليه وسلم) ثم يقبل ابهاميه ويجعلهما على عينيه لم يعم ولم يرمدا ابداً ونقل غير ذلك ثم قال ولم يصح في المرفوع من كل هذا شيئا¹ واللہ تعالیٰ اعلم۔

علامہ^۵ الشیخ علی الصعیدی العروی اسی شرح کے حاشیہ ص ۷۰ میں فرماتے ہیں:

(قوله ثم يقبل الخ) انگوٹھوں کی کون سی جگہ چومے، اس میں اس کا ذکر نہیں کیا، مگر شیخ العالم المفسر نور الدین خراسانی سے یہ منقول ہے بعض لوگوں نے کہا میں ان سے دورانِ اذان ملا جب انہوں نے مؤذن سے اشہد ان محمد رسول اللہ سنا تو انہوں نے اپنے دونوں انگوٹھے چومے اور ان دونوں کے ناخن اپنی پلکوں پر ناک کی طرف ملے پھر انہوں نے ہر بار ایسا کیا تو میں نے ان سے اس کے بارے میں سوال کیا تو وہ کہنے لگے میں پہلے یہ عمل کیا کرتا تھا پھر میں نے اسے چھوڑ دیا تو میری آنکھیں خراب ہو گئیں اور مجھے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو فرمایا: تُو نے اذان کے وقت

(قوله ثم يقبل الخ) لم یبین موضع التقبیل من الابہامین الا انه نقل عن الشیخ العالم المفسر نور الدین الخراسانی قال بعضهم لقیته وقت الاذان فلما سمع المؤذن يقول اشهد ان محمدا رسول الله قبل ابهامی نفسہ ومسح بالظفرین اجفان عینیہ من المآقی الی ناحیة الصدغ ثم فعل ذلك عند كل تشهد مرة مرة فسألته عن ذلك فقال كنت افعله ثم تركته فبرضت عینای فرأیتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مناماً فقال لم ترک مسح عینیک عند الاذان ان اردت ان تبرأ عینک فعد الی المسح

¹ کفایت الطالب الربانی لرسالہ ابن ابی زید القیروانی مطبوعہ مصر ۱۶۹

آنکھوں پر انگوٹھے لگانے کیوں ترک کردئے اگر تو چاہتا ہے کہ تیری آنکھیں درست ہو جائیں تو انگوٹھے چومنا دوبارہ شروع کر دے پھر میں بیدار ہوا اور میں نے انگوٹھے چومنے کا عمل کیا تو میں صحیح ہو گیا، اس کے بعد آج تک میری آنکھیں کبھی خراب نہیں ہوئیں انتہی، پس یہ عبارت دلالت کر رہی ہے کہ بار بار کرنا بہتر ہے اور ظاہر یہی ہے کہ جب کبھی آنکھوں پر انگوٹھے لگائے تو چوما بھی انہیں کرے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

فأستيقظت ومسحت فبرئت ولم يعاودني مرضهما الى الآن انتهى فهذا يدل على ان الاولى التكرير والظاهر انه حيث كان المسح بالظفرين ان التقبيل لهما¹

ان تمام عبارات میں کہیں تقبیل ابہامین پر نکیر ثابت نہیں ہوتی بلکہ استحباب کا پتا الفاظ صریحہ میں ملتا ہے۔ برخلاف اس کے صاحب فتاویٰ اشرفیہ عبارت شامی پر حاشیہ لکھ کر مباح (ص ۲ ملاحظہ ہو) مان رہے ہیں پھر اُس مباح کو بھی بدعت ٹھہرا رہے ہیں اس تضاد و اشکال کو رفع فرما کر قاطع فیصلہ فرمایا جائے۔ صاحب فتاویٰ اشرفیہ عمل مانحن فیہ کو اپنے حاشیہ مذکورہ میں رقیہ مان کر دعویٰ کرتے ہیں والعوام يفعلونه باعتقاد الطاعة (عوام اسے عبادت سمجھ کر کرتے ہیں۔ ت) یہاں صرف یہ اشکال ہے کہ اعتقاد قلب سے تعلق رکھتا ہے اُس پر مفتی صاحب مذکور کو کس طرح اطلاع ہوئی در صورتیکہ ان کے نزدیک رسول علیہ الصلاۃ والسلام بھی باوصف اعلام عظام مانی الصدور علوم غیبیہ سے بے خبر ہیں (معاذ اللہ) وہ بھی عامہ مومنین کے دلی خیال اور اعتقاد سے اطلاع ہوئی خواہ وہ ہند میں ہوں یا کابل میں، ایران میں ہوں یا عرب شریف میں، غرض شرق میں ہوں یا غرب میں حیث یقول والعوام يفعلونه باعتقاد الطاعة (عوام اسے عبادت سمجھ کر کرتے ہیں۔ ت) یہاں بعض الناس نے سخت فتنہ برپا کر رکھا ہے متر صد کہ جلد تر جواب باصواب سے اعزاز بخشیں اجر کم اللہ تعالیٰ بجاء طہ و یس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین۔ مختار صدیقی

الجواب:

اس مسئلہ کی تحقیق بالغ و تنقیح بازغ میں بائیس سال ہوئے فقیر نے منید العین فی حکم تقبیل الابہامین^{۱۳۰۱ھ} لکھی کہ بیس سال ہوئے بمبئی میں چھپ کر ملک میں مفت تقسیم ہوئی اب میرے پاس صرف ایک نسخہ باقی ہے کہ آپ جیسے علم دوست حق پرست کی اعانت کو بغرض ملاحظہ مرسل، ایک نسخہ بھی اور ہوتا تو

¹ حاشیہ علی کفایۃ الطالب الربانی الخ مطبوعہ مصر ۱۷۰۱ھ

بدیہ حاضر کر دیتا بعد ملاحظہ بیرنگ واپس فرمائیں یہ رسالہ باذنہ تعالیٰ دربارہ حدیث وفقہ منکرین کے خیالات باطلہ عاطلہ کی تیج کنی و صفر اٹکنی کو بس ہے لہذا ان سے زیادہ تعرض کی حاجت نہیں صرف بعض امور جہالت فتوائے مذکور کے متعلق اجماعاً گزارش و باللہ التوفیق۔

(۱) دعوٰی یہ کہ اذان میں کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں، اور اس پر دلیل شامی کی جراحی سے نقل کہ ان میں سے کوئی حدیث مرفوع درجہ صحت کو نہیں پہنچی جو خود مشیر ہے کہ اس کی احادیث موقوفہ پر یہ حکم نہیں ورنہ مرفوع کی تخصیص کیوں ہوتی عبارات کتب میں مفہوم مخالف بلاشبہ معتبر ہے، اسی شامی طابع قسطنطنیہ جلد ۵ ص ۵۲ میں ہے:

فان مفاهیم الكتب حجة ولو مفہوم لقب علی ما صرح به الاصوليون ¹	عبارات کتب میں مفہوم مخالف حجت ہوتا ہے خواہ وہ مفہوم لقبی ہو، علمائے اصول نے یہی تصریح کی ہے۔ (ت)
--	--

نیز جلد اول ص ۱۶۷:

یفتی بہ عند السؤال اہ ای لان مفاهیم الكتب معتبرة کما تقدم ²	سوال کے وقت اسی پر فتویٰ ہوگا کیونکہ عبارات کتب میں مفہوم مخالف حجت ہوتا ہے، جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔ (ت)
---	--

دُر مختار بیان سنن وضو میں نہر الفائق میں سے ہے:

مفاهیم الكتب حجة بخلاف اکثر مفاهیم النصوص ³	عبارات کتب میں مفہوم مخالف حجت ہوتا ہے اور نصوص کے اکثر مفاهیم معتبر نہیں ہوتے (ت)
---	---

احادیث موقوفہ کیا روایت نہیں لاجرم ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں کل مایروی فی هذا فلا یصح رفعہ البتة
(اس سلسلہ میں جو کچھ مروی ہے اس کا مرفوع ہونا کسی طرح بھی صحیح نہیں۔) لکھ کر فرمایا:

قلت و اذا ثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ میں کہتا ہوں جب اس کا مرفوع ہو نا صدیق اکبر	
---	--

¹ رد المحتار باب الاجارة الفاسدة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۸/۵

² رد المحتار کتاب الطہارة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱۹/۱

³ در مختار کتاب الطہارة مطبوعہ مجتہدی دہلی ۲۱/۱

<p>رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک ثابت ہے تو عمل کے لئے اتنا ہی کافی ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے"۔ (ت)</p>	<p>تعالیٰ عنہ فیکفی العمل بہ لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "علیکم بسنتی وسنتہ الخلفاء الراشدین" ¹</p>
---	--

(۲) صحیح کی نئی سے معتبر کی نئی جاننا فن حدیث سے جہالت پر مبنی۔ کتب رجال میں ہزار جگہ ملے گا یعتبر بہ ولا یکتج بہ (یہ معتبر ہے لیکن اس سے استدلال نہیں کیا جائیگا۔ ت) اور فضائل اعمال میں احادیث معتبرہ بالاجماع کافی اگرچہ صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوں۔

(۳) فقہ میں روایت، روایت فقہیہ بھی ہے بالفرض اگر حدیث معتبرہ مطلقاً منفی تو اُس سے روایت معتبرہ کی نئی یا جہل محض ہے یا زری غیر مقلدی کہ بے ثبوت حدیث روایت فقہیہ معتبر نہ مانی۔

(۴) یہیں یہیں اسی شامی میں قہستانی و فتاویٰ صوفیہ و کنز العباد سے صراحۃً اس کا استنباب منقول اور بصیغہ جزم بلا تعصب مذکور و مقبول، تو شامی سے صرف نسبت حدیث ایک کلام نقل کر لانا اور اسی عبارت میں شامی کے حکم مقرر فقہی کو چھوڑ جانا صریح خیانت ہے۔

(۵) پھر روایت فقہیہ قصداً بچا کر وہ سالہ کلیہ کو کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں صاف اغوائے عوام ہے کیا کتب فقہ میں ہزار سے کم اس کے نظائر ملیں گے کہ حکم فقہی پر جو حدیث نقل کی اُس میں کلام کر دیا گیا مگر اس سے روایت فقہی نامعتبر نہ ہوئی، ہاں وہی غیر مقلدی کی علت پیچھے ہو تو کیا علاج!

(۶) اقامت میں کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہ ہونے پر شامی کا کلام نقل کیا کہ بعض نے قہستانی سے نقل کیا کہ انہوں نے اپنے نسخہ کے حاشیہ پر لکھا کہ دربارہ اقامت بعد تلاش کامل روایت نہ ملی اور انہیں شامی کا کلام نہ دیکھا کہ ایسی نقل نقل مجہول اور نقل مجہول محض نامقبول، جلد دوم ص ۵۱۲:

<p>قول المعراج ورأیت فی موضع۔۔ الخ (ای معزوا الی المبسوط) لایکفی فی النقل</p>	<p>معراج کا قول اور میں نے ایک جگہ دیکھا ہے الخ (یعنی مبسوط کی طرف منسوب ہے) جہالت کی وجہ سے</p>
---	--

¹ الاسرار المرفوعہ فی اخبار الموضوعہ حرف المیم مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت ص ۲۱۰

نقل میں وہ ناکافی ہے۔ (ت)

لجہالتہ^۱۔

وہاں بواسطہ مجہول ناقل امام قوام الدین کا کی شارح ہدایہ تھے یہاں شامی، وہاں منقول عنہ بالواسطہ امام شمس الانمہ سرخسی تھے یا خود محرر المذہب امام محمد اور یہاں قسستانی ع

بیس تفاوت راہ از کجاست تا کجا

(انتابڑا فرق کہاں وہ کہاں یہ)

جب وہ بوجہ جہالت واسطہ مقبول نہ ہوئی اس کی کیا ہستی، مگر کیا کیجئے کہ ع

عقل بازار میں نہیں بکتی

(۷) لم یوجد (روایت نہیں پائی گئی۔ ت) اور "موجود نہیں" میں جو فرق ہے عاقل پر مخفی نہیں، مگر عقل بھی ہو، یہ تو خالی نایافت کی نقل ہے کہ شہادت علی النقی سے زائد نہ ٹھہرے گی آکد الفاظ فتوے سے فتویٰ منقول ہو اور بوجہ جہالت نامقبول ہوا، انہیں علامہ شامی کا کلام سنئے عقود الدرر یہ جلد ۲ ص ۱۰۹:

نقل الزیلعی ان الفتوی علی قولہما فی جوازہا قال الشیخ قاسم فی تصحیحہ ما نقلہ الزیلعی شاذ مجہول القائل ^۲ ۔	زیلعی نے نقل کیا ہے کہ فتویٰ ان دونوں کے قول پر اسکے جواز میں ہے، شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں کہا کہ زیلعی سے جو منقول ہے وہ شاذ ہے کیونکہ قائل مجہول ہے (ت)
---	---

دُرِ مختار میں ہے:

علیہ الفتاویٰ زیلعی و بحر معزیاً للمغنی لکن ردہ العلامة قاسم فی تصحیحہ بان ما فی المغنی شاذ مجہول القائل فلا یعول علیہ ^۳ ۔	اس پر زیلعی اور بحر کا فتویٰ ہے انہوں نے مغنی کی طرف منسوب کیا، لیکن علامہ قاسم نے اسے اپنی تصحیح میں بایں طور رد کیا کہ مغنی میں جو کچھ ہے وہ شاذ ہے کیونکہ اس کا قائل مجہول ہے لہذا اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)
---	---

شامی نے اسے مقرر رکھا۔

(۸) اس پر یہ ادعا کہ اسی واسطے فقہاء نے اُس کا بالکل انکار کیا ہے، صریح کذب ہے۔

^۱ رد المختار باب الولی من کتاب النکاح مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۳۳۹/۲

^۲ العقود الدرر فی تنقیح الفتاویٰ الجامدیہ کتاب الاجارۃ الخ مطبوعہ تاجران کتب ارگ بازار قندہار افغانستان ۱۳۰۲

^۳ در مختار باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۷۷/۲

(۹) اس پر کہنا کہ یہ عبارت شامی کی ہے بکف چراغی ہے شامی میں قسمتانی سے بنقل مجہول یہ منقول کہ اس کی روایت نہ ملی اگر بفرض غلط یہ نقل مجہول مقبول بھی ہو اور عدم وجدان روایت عدم وجود روایت بھی ہو تو نفی روایت روایت نفی نہیں، ہذا کا اشارہ جانب نقل ہے نہ جانب حکم فقہانے بالکل انکار کیا کس گھر سے لائے۔

(۱۰) اہم بر علم تو غایت درجہ یہ قسمتانی کا اپنا انکار ہو گا نہ کہ وہ فقہا سے کئی قول نقل کر رہے ہیں اور قسمتانی کا بایں معنی فقہا میں شمار کہ اُن کا اپنا قول بلا نقل مسلم ہو یقیناً باطل ہے بلکہ نقل میں بھی اُن کی وہ حالت جو خود یہی علامہ شامی عقود الدرر یہ جلد ۲ ص ۲۹۷ میں بتاتے ہیں کہ:

<p>قسمتانی بہالے جانے والے سیلاب اور رات کو لکڑی اکٹھی کرنے والے کی طرح ہے خصوصاً جبکہ اس کا استناد زاہدی معتزلی کتب کی طرف۔ (ت)</p>	<p>القہستانی کجارف سیبل و حاطب لیل خصوصاً واستنادہ الی کتب الزاہدی المعتزلی^۱۔</p>
--	--

اور کشف الظنون حرف النون میں علامہ عصام اسفرائینی کا قول نہ دیکھنا کہ اس ادعائے باطل کی لگی نہ رکھے گا اور بالکل کشف ظنون بلکہ علاج جنون کر دے گا ہم نے پتا بتا دیا نہ ملے تو پیش بھی کر دیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (۱۱) یہ بھی سہی تو کیسا ظلم شدید و تعصب عنید ہے کہ مسئلہ اقامت میں قسمتانی کا اپنا قول بلا نقل بلکہ صرف روایت نہ پانا سند میں پیش کیا جائے اور اُسے انہیں ایک فقیہ نہیں بلکہ فقہا کا انکار ٹھہرا دیا جائے اور یہیں یہیں مسئلہ اذان میں جو یہی قسمتانی خاص روایت فقہی نقل فرما کر حکم استحباب بتا رہے ہیں وہ مردود و نامعتبر قرار پائے، غرض بڑی امام اپنی ہوائے نفس ہے و بس۔

(۱۲) اقامت میں اذان سے بھی زیادہ بدعت و بے اصل ہے یعنی بدعت و بے اصل اذان میں بھی ہے یہ وہی مرض غیر مقلدی ہے کہ فقہا اگرچہ صراحتاً مستحب فرمائیں مگر اُن کا قول مردود اور بدعت مذمومہ ہونا غیر مسدود۔

(۱۳) نہیں نہیں نری غیر مقلدی نہیں بلکہ اجماع اُمت کا رد اور غیر سمیل المؤمنین کا اتباع بد ہے جس پر قرآن عظیم میں نُصَلِّهِمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا^۲ کی وعید مؤکد ہے، احادیث یہاں قطعاً مروی مرفوع بھی اور موقوف بھی اور غایت اُن کا ضعف جس کا بیان قطعی منیر العین میں ہے جس سے حق کی آنکھیں پُر نور اور باطل کی ظلمتیں دُور بلکہ خود اسی قدر عبارت کہ منکر نے نقل کی منصف کو کافی کہ اُس میں صرف لم یصحح (صحیح نہیں۔ ت) کہا اور وہ بھی فقط احادیث مرفوعہ اگر سب کو کہتے جب بھی نفی صحت سے غایت درجہ اتنا معلوم ہوتا کہ ضعیف ہیں پھر

^۱ العقود الدرر فی تنقیح الفتاویٰ الحمادیۃ کتاب الاجارۃ الخ مطبوعہ تاجران کتب ارگ بازار قندھار افغانستان ۳۵۶/۲

^۲ القرآن ۱۱۵/۳

ضعیف تعدد طرق سے حسن ہو جاتی ہے اور مسائل حلال میں بھی حجت قرار پاتی ہے اور نہ بھی سہی تو قطعاً باب فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالا جماع مقبول اور مخالف اجماع مردود مخذول، اربعین امام ابو زکریا نووی رحمہ اللہ تعالیٰ میں ہے:

قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال ¹ ۔	علماء محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل جائز ہے (ت)
---	--

(۱۴) اجماع اُمت کا خلاف وہاں دشوار نہ تھا مصیبت یہ ہے کہ جمہور وہابیہ کی بھی مخالفت ہوئی کہ تخصیص عدم صحت باحدیث مرفوعہ نے صحت بتائی، مآ علی قاری کی عبارت گزری تو قرونِ ثالثہ میں اصل متحقق ہوئی پھر بدعت و بے اصل کہنا اصولِ وہابیت پر بھی چھڑی پھیرنا ہے۔

(۱۵) وہابیت مجہنم سخت تر آفت یہ ہے کہ دیوبندیت کے امام اعظم جناب گنگوہی صاحب سے چل گئی اور وہ بھی بہت بُری طرح کہ ان کی سنت، اُن کی بدعت، اُن کی ہدایت، اُن کی ضلالت یہ فاعل کو بدعتی گمراہ ٹھہرائیں وہ ان کو منکر سنت ضال بدرہا بتائیں پھر یہ کیا کہ انہیں چھوڑ دیتے ہیں یہ کہیں گے کہ وہ بدعت ضلالت کو سنت بتا کر سخت گمراہ بے دین ہوئے کفی اللہ المؤمنین القتال (لڑائی میں مومنوں کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔) (ت) اس کا مفصل بیان منیر العین افادہ ۳۰ میں ملاحظہ ہو مجمل یہ کہ یہ احادیث تقبیل گنگوہی صاحب کے نزدیک بھی فضائل اعمال کی ہیں کہ اس پر ترغیب و ثواب اُن میں مذکور ہے، مسند الفردوس کی حدیث میں بروایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ انہوں نے اذان میں نام سُن کر انگلیوں کے پوروں کو بوسہ دے کر آنکھوں پر پھیرا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی ² ۔	جو ایسا کرے جیسا میرے اس پیارے نے کیا اُس پر میری شفاعت حلال ہو جائیگی۔
--	---

جامع الرموز و کنز العباد و غیر ہما میں ہے:

فانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکون قاعد الہ الی الجنة ³ ۔	جو ایسا کرے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پیچھے سے جنت میں لے جائیں گے۔
---	---

اور یہ تو روایات عدیدہ میں ہے جو ایسا کرے کبھی اندھانہ ہو گا نہ اُس کی آنکھیں دُکھیں، یہ کیا فضیلت و

¹ شرح متن اربعین نوویہ قبیل حدیث اول مطبوعہ امیر دولت قطر ص ۶

² المقاصد الحسنیۃ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۳۸۴

³ جامع الرموز باب الاذان مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱۲۵/۱

ترغیب نہیں بہر حال یہ حدیثیں فضائلِ اعمال کی ہیں، اور گنگوہی صاحب براہینِ قاطعہ طبع دوم ص ۹۶ میں فرماتے ہیں: "سب کا یہ مدعا ہے کہ فضائلِ اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے" ¹۔ ظاہر ہے کہ درست یہاں بمعنی جائز ہی ہے خصوصاً جبکہ امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثبوت لیں جیسا کہ عبارتِ علی قاری میں گزرا، جب تو اس مسئلہ قبولِ ضعاف کی بھی حاجت نہ ہوگی کہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تقلید کا خود احادیث صحیحہ میں حکم فرمایا، حدیثِ خلفا کلامِ قاری میں گزری، دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

<p>ان دو کی پیروی کرو جو میرے بعد والی امت ہوں گے ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔</p> <p>اسے احمد نے اور ترمذی نے روایت کر کے حسن کہا، ابن ماجہ، رویانی اور حاکم نے روایت کر کے اسے صحیح قرار دیا، ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے اور ابن عدی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان سب نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔ (ت)</p>	<p>اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر ²</p> <p>رواہ احمد والترمذی وحسنہ وابن ماجة والرویانی والحاکم وصححه وابن حبان فی صحیحہ عن حذیفۃ والترمذی والحاکم عن ابن مسعود وابن عدی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔</p>
--	--

بلکہ تقلیدِ عام صحابہ ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و عنہ کا مذہب ہے بلکہ وہابیہ کے نزدیک تین قرن تک حکمِ تقلید بلکہ منصب تشریفِ جدید ہے کما بیننا فی کتبنا فی الرد علیہم (جیسے کہ ہم نے اپنی کتب میں ان کا رد کرتے ہوئے واضح کیا ہے۔ ت) بہر حال اس عمل کی دلیل جوازِ قرونِ ثلاثہ میں متحقق ہوئی اور گنگوہی صاحب ص ۲۸ میں کہتے ہیں: "جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلاثہ میں ہو وہ سب سنت ہے" ³ تو روشن ہوا کہ جناب گنگوہی صاحب کے نزدیک اذان میں نامِ اقدس سُن کر اگوتھے چُو مناسبت ہے اور حدیث سے ثابت کہ منکرِ سنت پر لعنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

¹ براہینِ قاطعہ علی نظام الانوار الساطعہ مسئلہ فاتحہ اعتقادیت ہے الخ مطبوعہ لے بلاس واقع ڈھور ص ۹۶

² جامع الترمذی مناقب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲۰۷/۱۲

³ براہینِ قاطعہ علی نظام الانوار الساطعہ قرونِ ثلاثہ میں موجود نہ ہونے کے معنی مطبوعہ لے بلاس واقع ڈھور ص ۲۸

چھ آدمی ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت کی اللہ ان پر لعنت کرے اور ہر نبی کی دعا مقبول ہے ازاں جملہ ایک وہ کہ میری سنت کا منکر ہو، اس کو ترمذی نے ام المؤمنین سے اور حاکم نے ان سے اور حضرت علی سے روایت کیا اور طبرانی کے الفاظ یہ ہیں "سات آدمی ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت کی اور ہر نبی کی دعا مقبول ہے"۔ یہ حضرت عمرو بن سعوی رضی اللہ تعالیٰ سے سند حسن کے ساتھ مروی ہے۔ (ت)

سنة لعنتهم لعنهم الله وكل نبي مجاب (الی قولہ) والتارك لسنتي¹ رواه الترمذی عن امر المؤمنین والحاكم عنها وعن علی والطبرانی بلفظ سبعة لعنتهم وكل نبي مجاب² عن عمرو بن سعواء رضی اللہ تعالیٰ عنہم بسند حسن۔

اب صاحب فتاویٰ اشرفیہ اپنا حکم لنگوہی صاحب سے دریافت کریں یا لنگوہی صاحب کے حق میں خود کوئی حکم فرمائیں۔
(۱۶) اب اقامت کی طرف چلیے شامی سے بحوالہ مجہول تمستانی کار وایت نہ پانا تو نقل کر لائے اور اس سے یہ نتیجہ کہ فقہانے اُس کا بالکل انکار کیا حالانکہ فقہانے کرام کا مسلک وہ ہے جو امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر ص ۱۴ میں فرمایا: عدم النقل لاینفی الوجود³ (عدم نقل، وجود کے منافی نہیں۔ ت)
(۱۷) عدم نقل کو نقل عدم ٹھہرانے کا رد خود اسی شامی میں جا بجا موجود، از انجملہ جلد اول ص ۶۰ میں بعد ذکر احادیث فرمایا:

یعنی علمائے کرام نے فرمایا کہ یہ حدیثیں دین اسلام کے قواعد سے ہیں، ان سے یہ قاعدہ ثابت ہوا کہ جو شخص کوئی اچھا کام نیا نکالے کہ پہلے نہ تھا قیامت تک جتنے مسلمان اس پر عمل کریں سب کے برابر ثواب اُس ایجاد کرنے والے کو ہو۔

قال العلماء هذه الاحادیث من قواعد الاسلام وهو ان كل من ابتدع شیئاً من الخیر كان له مثل اجر كل من يعمل به الی یوم القیامة⁴۔

(۱۸) بدعت و بے اصل کی بھی حقیقت سن لیجئے، فتح اللہ المعین جلد ۳ ص ۴۰۲:

¹ المستدرک کتاب الایمان سنتہ لعنهم الله دار الفکر بیروت ۳۶/۱

² المعجم الکبیر ترجمہ عمرو بن سعواء حدیث نمبر ۱۸۹ المکتبۃ الفیصلۃ بیروت ۲۳/۱۷

³ فتح القدیر کتاب الطہارت نوریہ رضویہ ستمبر ۲۰۱۱

⁴ رد المحتار مطلب بجز تقلید المفضول الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۳/۱

<p>یعنی بے اصل ہونے سے مکروہ ہونا لازم نہیں آتا اسی لئے دُر مختار میں فرمایا کہ اسے جو بدعت کہا گیا اس کے معنی یہ ہیں کہ نوپیدا جائز اچھی بات ہے (ت)</p>	<p>لا اصل لها لا يقتضى الكراهة ولذا قال في الدر ما قيل انها بدع اى مباحة حسنة¹۔</p>
--	--

(۱۹) فرض کردم کہ اس سے بوجہ عدم نقل انکار مطلق ہی مقصود ہو تو بحال عدم نقل احکام فقہاء جن کا نمونہ ہم نے ذکر کیا اس کے معارض ہوں گے اور ترجیح و توفیق و توجیہ و تحقیق کہ ہمارے رسائل رد و بابیہ میں ہے اس کی مؤنت جناب گنگوہی صاحب نے کم دی اور منکرین کو کسی عبارت خلاف سے شبہ ڈالنے کی گنجائش نہ رکھی کہ اس سے غایت درجہ مسئلہ عدم نقل میں اختلاف ثابت ہوگا اور گنگوہی صاحب براین ص ۷۱۳ میں فرماتے ہیں: "اُس کی کراہت مختلف فیہ ہوئی اور مختلف فیہ مسئلہ تو یوں بھی بلا ضرورت جائز ہو جاتا ہے"²۔ یہ وہاں کہی اور پوری غیر مقلدی بلکہ بہ ہوائے نفس اتباع رخص حلال کردینے کی داد دی ہے جہاں ہمارے علماء اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلاف ہے تو جہاں خود علمائے حنفیہ کے قول دونوں طرف ہوں وہ تو بدرجہ اولیٰ بلا ضرورت مطلقاً جائز رہے گا اور منکر کہ قول خلاف سے سند لائے احمق کج فہم ٹھہرے گا۔

(۲۰) نہیں نہیں فقط جائز نہیں بلکہ گنگوہی صاحب کے دھرم میں وقت اقامت بھی تقبیل مذکور سنت اور تھانوی صاحب کا اُس پر انکار گمراہی و ضلالت اور بحکم حدیث موجب لعنت ہے۔ علماء فرماتے ہیں اقامت احکام میں مثل اذان ہے سوا مستثنیات کے، بلکہ ہدایہ میں ہے:

<p>اور یہ مروی ہے کہ اقامت بھی مکروہ نہیں کیونکہ یہ بھی ایک اذان ہے۔ (ت)</p>	<p>یروی انه لا تکره الاقامة ایضاً لانها احدی الاذانی³۔</p>
--	---

اور عند تحقیق تنقیح مناط انتقال خصوص کرے گی تو اُس کی دلیل جواز بھی متحقق ہوئی اور سنت ٹھہری، گنگوہی صاحب کے نزدیک تو سنت ہونے کے لئے اثر فعلی کی جنس بھی قرونِ ثلاثہ میں موجود ہونے کی حاجت نہیں یہاں تو اُس کی جنس یعنی تقبیل اذان خود موجود ہے۔ براین گنگوہی ص ۱۸ میں ہے: "جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلاثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجہ خارجی اُن قرون میں ہو یا نہ ہو اور خواہ اُسکی

¹ فتح المعین فصل فی الاستبراء وغیرہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۰۲/۳

² براین قاطعہ علی نظام الانوار الساطعہ تحقیق مسئلہ اجرة تعلیم القرآن الخ مطبوعہ بلاسا واقع ڈھور ص ۱۳

³ الہدایۃ باب الاذان مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۴/۱

جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا وہ سب سنت ہے¹۔

یہ اُس چار سطر پر تلک عشرون کاملہ (یہ مکمل میں ادلائل ہیں۔ت) وہ بھی بناایت اختصار، اب ڈیڑھ سطر منسبہ کی طرف چلئے وباللہ التوفیق۔

(۲۱) علمائے کرام نے کہ نفی صحت میں مرفوع کی تخصیص فرمائی بحال حیا اُس کا مطلب یہ گھڑا کہ اس بارہ میں حدیث موقوف اگرچہ منقول ہے مگر ضعیف الاسناد ہے، کیا علمائے نے یہ فرمایا تھا کہ اس بارہ میں حدیث مرفوع کوئی منقول ہی نہیں یا یہ فرمایا تھا کہ جو منقول ہے ضعیف نہیں بلکہ صحیح ہے یا یہ فرمایا تھا کہ ضعیف بھی نہیں بلکہ موضوع ہے انہیں تین صورتوں میں اُس اختراعی مطلب پر مرفوع و موقوف کا تفرقہ اور تخصیص کا فائدہ صحیح رہتا مگر ہر ذرا سے فہم والا بھی دیکھ رہا ہے کہ یہ بہر وجہ علماء پر افترا ہے علمائے نے یہی بتایا ہے کہ اس بارہ میں احادیث مرفوعہ اگرچہ منقول ہیں مگر درجہ صحت پر نہیں بلکہ ضعیف ہیں یہی اس بے معنی منسبہ نے حدیث موقوف میں کہا تو فرق کیا رہا صراحتہً تخصیص مرفوع باطل کرنے کو تخصیص مرفوع کا مطلب ٹھہرانا جنون نہیں تو شدید مکاری ڈھٹائی ہے مکاری نہیں تو سخت جنون و بے عقلی ہے۔

(۲۲) بفرض باطل یہی مطلب سہی مگر یوں بھی کال نہ کٹا امام الطائفہ گنگوہی صاحب ایمان لاپکے کہ یہاں مقبول ہے اگرچہ ضعیف حدیث اور طائفہ بھر کا دھرم قرون کی تثلیث پھر حدیث موقوف و ضعیف موجود مان کر بدعت و بے اصل کہنا کیسا قول خبیث!

(۲۳) ایک بھاری دیانت یہ دکھائی کہ حدیث سے اس عمل کا طاعت ہونا نہیں نکلتا بلکہ رمد سے بچنے کا ایک منتر ہے الحق حیا و ایمان متلازم ہیں یہ اعتراض اگرچہ چل سکتا تو نہ موقوف و ضعیف بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح اگر صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہوتا اُسے بھی اڑا دیتا، حدیثوں میں تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں گے اُسے اپنے ساتھ جنت میں لے جائینگے اور منسبہ کہتا ہے کہ یہ کوئی طاعت ہی نہیں کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ جس پر یہ عظیم و جلیل ثواب موعود ہوں وہ سرے سے طاعت ہی نہیں ایک منتر ہے۔

(۲۴) حدیث ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے یوں پڑھیے:

رضیبت باللہ رباً و بالاسلام دیناً و بمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبیاً ² ۔	میں اللہ تعالیٰ کے رب، اسلام کے دین اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی اور خوش ہوں۔ (ت)
--	---

¹ براہین قاطعہ الخ قرون ثلاثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کے معنی مطبوعہ لے بلاسا واقع ڈھور ص ۲۸

² المقاصد الحسنہ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۸۴

حدیثِ خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے یوں کہے:

مرحباً بحیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ¹ ۔	اے میرے حبیب! مرحبا، آپ کا اسم گرامی محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔ (ت)
--	--

اسی طرح حدیثِ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے۔ چوتھی روایت میں ہے یوں کہے:

صلی اللہ تعالیٰ علیک یا رسول اللہ قرۃ عینی بک یا رسول اللہ اللهم متعنی بالسمع والبصر ² ۔	اے اللہ کے رسول آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ (رحمت ہو، یا رسول اللہ! آپ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، اے اللہ! میری سماعت و بصارت کو اس کی برکت سے مالا مال فرما۔ (ت)
---	--

پانچویں میں ہے درود پڑھے۔ چھٹے میں ہے یوں کہے:

صلی اللہ علیک یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب قلبی ویانور بصری ویاقرة عینی ³ ۔	یا سیدی یا رسول اللہ! اے میرے دل کے حبیب، اے میری آنکھوں کے نور و سرور، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ پر اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے۔ (ت)
--	---

ساتویں میں ہے یوں کہے:

اللهم احفظ حدقتی ونورہما ببرکۃ حدقتی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونورہما ⁴ ۔	اے اللہ! میری آنکھوں کی حفاظت فرما اور انہیں منور فرما نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں اور ان کی نور کی برکت سے۔ (ت)
--	---

منیہ کے نزدیک یہ اللہ و رسول کے ذکر، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود، اللہ عزوجل سے دُعا

1 المقاصد الحسنہ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۸۴

2 جامع الرموز باب الاذان مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱۲۵/۱

3 المقاصد الحسنہ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۸۴

4 المقاصد الحسنہ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۸۵

کچھ طاعت ہی نہیں حالانکہ ذکر ہی روح طاعت ہے اور دُعا مغز عبادت، اور درود کو مسلمان ایمان کا چین چین کا ایمان جانتے ہیں اگرچہ منیہ منتر مانے۔

(۲۵) اس عمل مبارک کے فوائد میں ایک فائدہ جو یہ فرمایا گیا کہ جو ایسا کرے گا اُس کی آنکھیں نہ دکھیں گی نہ کبھی اندھا ہو، اس جرم پر وہ ذکر الہی و درود و دُعا سب طاعت سے خارج ہو کر مرد کا منتر رہ گئے، نام محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس عداوت کی کوئی حد ہے، صدہا حدیثیں ہیں جن میں تلاوت قرآن عظیم و تسبیح و تہلیل و حمد و تکبیر و لا حول و غیرہا اذکارِ جلیلہ پر منافع جسمانیہ و دُنیاویہ ارشاد ہوئے ہیں جسے شوق ہو صحاح ستہ و ترغیب و ترہیب امام منذری و جوامع امام جلیل سیوطی و حسن حصین امام جزری و غیرہا کتب حدیث مطالعہ کرے منیہ کے دھرم میں یہ اسلامی ایمانی کلمے اور خود قرآن عظیم سب منتر ہیں جنہیں طاعت سے کچھ علاقہ نہیں اعدو ذب اللہ من الشیطن الرجیم و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۲۶) اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر حکیم سے بڑھ کر حکیم ہیں اُن کی رعایا میں ہر قسم کے لوگ ہیں ایک وہ عالی ہمت کہ اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ و رسول کے لئے یاد کریں اپنی کوئی منفعت دنیوی تو دنیوی اُخروی بھی مقصود نہ رکھیں یہ خالص مخلص بندے ہیں جن کی بندگی میں کسی ذاتی غرض کی آمیزش نہیں ان کے لئے وصل ذات ہے جن کو فرمایا:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهَبَنَّ مِنْهُمْ سُبُلَنَا ^۱	جو ہماری یاد میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم یقیناً ان کے لئے اپنے تمام راستے کھول دیتے ہیں۔ (ت)
--	---

دوسرے وہ جن کو کسی طمع کی چاشنی اُبھارے مگر نفع فانی کے گرویدہ نہیں باقی کی تلاش ہے قرآن و حدیث میں نعیم جنت کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ ^۲	اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جان و مال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے (ت)
--	--

تیسرے وہ جن کو نفع عاجل کی امید دلانا زیادہ موید ہے جن کو فرمایا:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ﴿۱﴾ يُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ﴿۳﴾	میں کہتا ہوں اپنے رب سے معافی مانگو وہ یقیناً معافی دینے والا ہے وہ آسمان سے تم پر زور دار بارش بھیجے گا۔ (ت)
---	---

^۱ القرآن ۲۹/۶۹

^۲ القرآن ۹/۱۱۱

^۳ القرآن ۱۰/۷۱

اور فرمایا:

فرمادیتجئے یہ مومنوں کے لئے ہدایت اور شفاء ہے۔ (ت)

قُلْ هُوَ الَّذِي أَنْوَاهِدِي وَ شَقَاءٌ¹

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

جہاد کرو غنیمت پاؤ گے اور روزہ رکھو تندرست ہو جاؤ گے اور حج کرو غنی ہو جاؤ گے۔ پہلی کو طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا اور دوسری کو عبدالرزاق نے صفوان بن سلیم سے مرسل روایت کیا، اور مسند الفردوس میں یہ متصلاً مروی ہے۔ (ت)

اغزوا تغنموا و صوموا تصحوا و سافروا تستغنوا² و فی حدیث حُجَّوَا تَسْتَغْنَوَا³۔ روى الاول الطبرانی فی الاوسط بسند صحیح عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ والآخر عبدالرزاق عن صفوان بن سلیم مرسلًا و وصلہ فی مسند الفردوس۔

چوتھے وہ پست فطرت دون ہمت کہ امید نفع پر بھی نہ سرکیں جب تک تازیانہ کا ڈرنہ دلائیں قرآن حدیث میں عذاب نار کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو فرمایا:

جسے رتوند آئے رحمان کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان متعین کر دیں گے کہ وہ اس کا ساتھی رہے اور بیشک وہ شیطان ان کو راہ سے روکتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں یہاں تک کہ جب کافر ہمارے پاس آئے گا اپنے شیطان سے کہے گا ہائے کسی طرح مجھ میں تجھ میں پورپ بچھم (مشرق و مغرب) کا فاصلہ ہوتا تو کیا ہی بُرا ساتھی ہے، اور ہرگز تمہارا اس (حسرت) سے بھلانہ ہوگا آج جبکہ (دنیا میں) تم نے ظلم کیا تو تم سب عذاب میں شریک ہو (ت)

وَمَنْ يَعْسُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُفِصَ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ۝
وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّوهُمْ عَنْ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ ۝
حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ قَالَ لَبِيتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بَعْدَ النَّسْرِ قَبِيلٍ
فَبِئْسَ الْقَرِينُ ۝
وَلَنْ يَنْفَعَكُمْ الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ۝⁴

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

وہ شخص جو اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں مانگتا اس پر اللہ تعالیٰ

من لم یردع اللہ غضب علیہ⁵ رواہ ابن ابی شیبہ

¹ القرآن ۴۱/۴۲

² المعجم الاوسط حدیث نمبر ۸۳۰۸ مکتبۃ المعارف ریاض سعودیہ ۱۳۴/۹

³ المصنف لعبدالرزاق باب فضل الحج مکتبۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱۱/۵

⁴ القرآن ۴۳/۴۳

⁵ مصنف ابن ابی شیبہ (۱۵۷۷) فی فضل الدعاء حدیث ۹۲۱۶ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۲۰۰/۱۰

ناراض ہوتا ہے، اسے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، حدیث کے دوسرے الفاظ یہ ہیں: وہ شخص جو اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے اسے احمد اور بخاری نے "الادب المفرد" میں، ترمذی، ابن ماجہ، بزار، ابن حبان اور حاکم سب نے روایت کیا ہے اور آخری دو نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور عسکری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی "المواعظ" میں سند حسن کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: جو شخص مجھ سے دُعا نہیں کرتا میں اس پر ناراض ہوتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ رحمتِ کاملہ اور سلامتی بھیجے آپ پر، آپ کی آل، اصحاب، بیٹے اور گروہ سب پر، آمین (ت)

فی المصنف عن ابی ہریرۃ
وبلفظ من لم یسأل اللہ یغضب علیہ¹ احمد
والبخاری فی الادب المفرد والترمذی وابن
ماجہ والبزار وابن حبان والحاکم وصحاحہ
وللعسکری عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی المواعظ
بسند حسن عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
قال قال اللہ تعالیٰ من لا یدعونی اغضب علیہ²
اللہم صل وسلم وبارک علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ
وابنہ وحزبہ ابدًا امین۔

صاحب منیہ اللہ عزوجل کی حکمتوں کو باطل کرنا اور طاعت کو صرف قسم اول میں منحصر کرنا چاہتا اور حدیث و قرآن کے تمام اذکار جنت و نار ترغیب و ترہیب کو لغو و فضول بلکہ اغوا و اضلال بناتا ہے کہ بندوں کو مقصود سے دُور کر کے منتر جنتر میں لاڈالا۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ³ (عنقریب جان لیں گے ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت)
(۲۷) عوام پر غیظ ہے کہ وہ یہ ذکر خدا اور سول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باعقاد طاعت کرتے ہیں الحمد للہ مسلمانوں کے عوام آپ جیسے خواص سے عقل و فہم و فضل و علم میں بدرجہا زائد ہیں وہ اپنے رب عزوجل کے ذکر و دعا اور اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر و محبت و تعظیم و توسل کو طاعت نہ جانیں تو کیا آپ کی طرح ذکر و تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہر حیلہ ممکنہ باطل کرنے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صریح توہینوں کو عبادت مانیں۔ وہ رمد چشم کا عمل ہی سہی، فرض کیجئے ایک دیوبندی اپنی آنکھوں کے علاج کو جالینوس کاشیاف یا ابن سینا کی سلانی لگاتا ہے اور ایک مسلمان سورہ فاتحہ و آیہ الکرسی و اسم الہی نور و صلاۃ نور سے علاج کرتا ہے آپ کے دھرم میں دونوں برابر۔

¹ جامع الترمذی باب ماجاء فی فضل الدعاء مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۷۳/۳

² کنز العمال بحوالہ العسکری الباب الثامن فی الدعاء الخ مکتبہ التراث الاسلامی بیروت ۶۲/۲

³ القرآن ۲۷/۲۶

ہیں کہ ایک فعل مباح کر رہے ہیں، طاعت نہ یہ نہ وہ، مگر مسلمان جانتے ہیں کہ کہاں جالیوس و ابن سینا پر بھر و سوا اور کہاں کلام اللہ نور بڑی و شفاء و اسمائے الہیہ سے تو سل و التجایہ، ضرور اطاعت اور اس کے حسن ایمان کی علامت ہے و لکن النجیۃ لا یعلمون (لیکن نجدی نہیں سمجھتے۔ ت) بات یہ ہے کہ و عیدوں یا جسمانی دنیاوی بلکہ اُخروی منفعتوں ثوابوں کے وعدے سے بھی حاشایہ مراد خدا و رسول نہیں جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کہ اُن و عیدوں سے بچنا یا اُن منافع کاملنا ہی مقصود بالذات بنا کر اسی غرض و نیت سے ذکر خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کرو کہ یہ تو قلب موجود و عکس مقصود ہے جو عبادت جنت کی نیت سے کرے کہ وہی اُس کی مقصود بالذات ہو مگر عابد خدا نہیں عابد جنت ہے، تورات مقدس سے منقول اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو بہشت کی طمع یا دوزخ کے ڈر سے میری عبادت کرے، کیا اگر میں جنت و نار نہ بنانا مستحق عبادت نہ ہوتا، بلکہ اس سے مراد صرف ابھارنا ہے کہ اس طمع و خوف کے لحاظ سے عمل لوجہ اللہ کریں مضرت سے بچنا یا منفعت جسمانی خواہ روحانی دنیوی خواہ اُخروی کاملنا مقصود بالغرض ہو، جیسے حج میں تجارت، جہاد میں غنیمت، روزے میں صحت، نماز میں کسرت، بچھ لہ تعالیٰ مسلمانوں کے عوام اپنے رب کی مراد سمجھے اور اس عمل میں بھی وہی اُن کا مقصود ہوا کہ اپنے رب جل و علا اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کا ذکر کرتے ہیں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کے نام اقدس پر براہِ محبت و تعظیم بوسہ دیتے ہیں اور یہ سب قطعاً طاعت و مراد شریعت ہے اس کی برکت اس کے طفیل اس کے صدقہ سے ہمیں جسمانی فائدہ بھی ملے گا کہ آنکھیں نہ دکھیں گی اندھے نہ ہوں گے یہ عین وہی نیت ہے جو شارع کو ایسے وعدوں میں مقصود ہوتی ہے مگر خائب و خاسر، احمق و غادر وہ کہ ایسے وعدوں پر پھول کر اصل مقصود خدا و رسول کو بھول جائے اور ان کے ذکر و تعظیم و محبت کو ترا منتر بتائے نَسُوا اللہَ فَاَنْسَهُمْ اَنْفُسَهُمْ¹ (جو بھول گئے اللہ تعالیٰ کو، تو اس نے انہیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں۔ ت)

(۲۸) غنیمت ہے کہ رمد کا منتر مان کر منتر کے نام سے وہ محض عدم روایات یا ضعف مروی بدعت بدعت کا بھوت تو اُترا اور یہ عمل مباح ٹھہر اور نہ عدم و رد پر بدعت و بے اصل ہونے کے جو معنی آپ حضرات کے یہاں ہیں اُن کا مصداق کسی طرح مباح نہیں ہو سکتا اگرچہ اعتقاد طاعت نہ ہو۔

(۲۹) یہ تو اوپر گزر کر اسی فعل کو اذان میں ہو خواہ اقامت میں محض مباح جاننا شریعت گنگوہیہ کے بالکل خلاف ہے کہ اُس میں یہ عمل سنت ہے تو عوام میں ٹھیک سمجھے اور طاعت کے طاعت اعتقاد کرنے کو بدعت بتا کر تمہیں بدعتی بد مذہب ہوئے اگرچہ دیوبندیت کی معراج ترقی فی المروق من الدین کے بعد بدعت کی کیا گنتی ع

ما علی مثله بعد الخطاء

(بعد از خطا اس کی مثل پر کیا لازم آئے)

مگر یہاں یہ گزارش ہے کہ مباح بمعنی شامل فرض جس طرح امکان عام شامل وجوب ہے قطعاً و وجوب ہے قطعاً یہاں مراد نہیں ورنہ فرض کو بھی طاعت سمجھنا گمراہی و بدعت ہو، لاجرم مباح بمعنی مساوی الطرفین نظیر امکان خاص مراد ہے یعنی وہ فعل نہ محمود نہ مذموم، آپ نے اُسے رمد چشم کا منتر بنا کر ایسا ہی مباح سمجھا اور یہ شریعت گنگوہیہ سے کفر ہے عالی جناب گنگوہی صاحب کے دھرم میں کوئی فعل ایسا مباح نہیں اسی صفحہ ۲۸ پر بولتے ہیں: "جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلاثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ ہو جو خارجی اُن قرون میں ہو یا نہ ہو وہ سب سنت ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں خواہ وہ ان قرون میں ہو جو خارجی ہو یا نہ ہو وہ سب بدعت ضلالت^۱ ہے۔" ظاہر ہے کہ کوئی فعل ہو یا اُس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلاثہ میں ہوگی یا نہیں، تیسری شق ناممکن ہے کہ یہ حصر عقلی دائر بین النفی والاشارات ہے اور گنگوہی صاحب دو کلیہ دے گئے کہ شق اول کے سب سنت ہیں اور شق دوم کے سب ضلالت۔ اب وہ کون سا رہا کہ دونوں سے خارج ہو کر نرا مباح ہو بلکہ نہ ایک مباح کہ مکروہ تنزیہی و خلاف اولیٰ و مستحب یہ سب احکام شرعیہ یکسر اڑ گئے یہ ہے وہ گنگوہی شریعت کا تازہ جوہر جس پر صفحہ ۲۹ میں یہ ناز ہیں کہ اس قاعدہ کو خوب غور کرنا اور سمجھ لینا ضرور ہے اس عاجز کو اساتذہ جہاندیدہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جوہر کو اس کتاب میں ضرور ذکر کھتا ہوں^۲۔ کیا نفیس جوہر ہے کہ ادھر تو شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آدھے احکام اڑ گئے ادھر آدھی وہابیت اپنا جوہر کر گئی جس کا بیان منیر العین افادہ مذکور میں ہے منیر العین نے آنکھیں کھول دی تھیں پھر بھی تنبہ نہ ہوا اور کیوں ہوتا کہ حضور اقدس عالم ماکان و مایکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح حدیث صحیح بخاری شریف میں فرما چکے ہیں ثم لا یعودون فیہ^۳ (پھر وہ لوٹ کر دین میں نہیں آئیں گے۔ ت)

(۳۰) مباح کا اعتقاد طاعت سے بدعت ہو جانا اگر اس سے یہ مراد کہ جو شے مباح محض ہے جس کے فعل و ترک شرعاً دونوں مساوی اُسے فی نفسہ مامور بہ و مطلوب شرع اعتقاد کرنا اُسے بدعت کر دیتا ہے تو منسیہ والے کے پاس کیا دلیل ہے کہ یہ فعل مساوی الطرفین ہے اور عام عوام فی نفسہ اس کو مامور بہ یا مطلوب من جہۃ الشرع اعتقاد کرتے ہیں اب یہاں وہ علم غیب کا مسئلہ جاگزائے اہل منسیہ ہوگا جو ہمارے مسائل فاضل سلمہ نے ایراد کیا اور اگر یہ مراد کہ مباح کو بہ نیت قربت کرنا اسے بدعت کر دیتا ہے تو شریعت مطہرہ پر محض افتراء ہے بلکہ مباح کو بہ نیت قربت کرنا اسے قربت کر دیتا ہے

^۱ براہین قاطعہ علی ظلام انوار الساطعہ قرونِ ثلاثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کا معنی مطبوعہ لے بلاسا واقع ڈھور ص ۲۸

^۲ براہین قاطعہ علی ظلام انوار الساطعہ قرونِ ثلاثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کا معنی مطبوعہ لے بلاسا واقع ڈھور ص ۲۹

^۳ صحیح البخاری آخر کتاب التوحید مطبوعہ قدیمی مکتب خانہ کراچی ۱۱۲۸/۲

اور ہر قربت طاعت ہے تو اُس میں اعتقاد طاعت ضرور حق اور اُسے بدعت بتانا جہل مطلق، اشباہ والنظائر ورد المختار میں ہے:

<p>اما المباحات فتختلف صفتها باعتبار ما قصدت لاجله فاذا قصد به التقوى على الطاعات او التوصل اليها كانت عبادة¹۔</p>	<p>باقی مباحات کا معاملہ نیت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اگر ان سے مقصود طاعات پر تقویٰ یا ان تک پہنچنا ہو تو پھر یہ عبادت ہے۔ (ت)</p>
---	---

غز العیون میں ہے: کل قربة طاعة ولا تنعكس² (ہر قربت طاعت ہے اور ہر طاعت قربت نہیں ہوتی۔ ت)

یہ اس ڈیڑھ سطر منہ پر تک عشرہ کلمہ (دس مکمل دلائل ہیں۔ ت) ہیں۔

بالجملہ منکرین کے پاس کوئی دلیل نہیں اور ادعائے بے دلیل سے بدتر کوئی شے؛ دلیل نہیں دربارہ اذان تو احادیث وارد اور اس کا استحباب سُنْب فقہ میں مصرح تو انکار نہیں مگر جہل مبین اور دربارہ اقامت اگر ورود نہیں کہیں منع بھی نہیں اور بے منع شرعی منع کرنا ظلم مہین، ادنیٰ درجہ منع کراہت ہے اور کراہت کے لئے دلیل خاص کی حاجت ہے اور بے دلیل شرعی ادعائے منع شریعت پر افتراء و تہمت ہے، رد المختار جلد ۱ ص ۶۸۳:

<p>لا يلزم منه ان يكون مكروهاً الا بنهي خاص لان الكراهة حكم شرعي فلا بد له من دليل³۔</p>	<p>اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مکروہ ہوگا مگر کسی نہی خاص کے ساتھ کیونکہ کراہت حکم شرعی ہے اس کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ (ت)</p>
---	--

البحر الرائق جلد ۲ ص ۱۷۶:

<p>لا يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذ لا بد لها من دليل خاص⁴۔</p>	<p>ترک مستحب سے کراہت کا ثبوت نہیں ہوتا کیونکہ اس کیلئے خاص دلیل کی ضرورت ہے (ت)</p>
--	--

وہابیہ کی جہالت کہ جواز کے لئے ورود خاص مانگیں اور منع کے لئے دلیل خاص کی کچھ حاجت نہ جائیں اس اوندھی الٹی سمجھ کا کیا ٹھکانا، مگر علت وہی شریعت مطہرہ پر افتراء اٹھانا۔ رد المختار جلد ۵ ص ۴۵۵:

<p>ليس الاحتياط في الافتراء على الله تعالى باثبات</p>	<p>احتیاط نہیں کرتے اللہ تعالیٰ پر افتراء میں حرمت و</p>
---	--

¹ الاشباہ والنظائر القاعدة الاولى من الفن لاول ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراچی ۳۲/۱

² شرح غز العیون البصائر مع الاشباہ من الفن لاول ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراچی ۳۲/۱

³ رد المختار مطلب بیان السنۃ والمستحب الخ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۱/۸۳

⁴ البحر الرائق باب العیدین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۶۳/۲

الحرمة او الكراهة اللذين لابدلها من دليل بل في القول بالاباحة التي هي الاصل ¹ ۔	کراہت ثابت کرنے میں جن کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے البتہ اباحت کا قول کرنے میں احتیاط کرتے ہیں جو کہ اصل ہے (ت)
---	--

ظاہر ہے کہ نام اقدس سُن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا عرفاً دلیل تعظیم و محبت ہے اور امورِ ادب میں قطعاً عرف کا اعتبار۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدير میں فرماتے ہیں:

في حال على المعهود حال قصد التعظيم ² ۔	تعظیم مقصود ہونے کے وقت اسے عرف پر محمول کیا جائیگا۔ (ت)
---	---

اور تعظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً مامور ہے۔

قال الله لئن لم يؤمنوا بالله ورسوله وتعدوا وكونوا كفرا ³ ۔	اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے: تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ہمیشہ ان کی تعظیم و توقیر بجالاؤ۔ (ت)
---	--

اور مطلق ہمیشہ اپنے اطلاق پر جاری رہے گا جب تک کسی خاص فرد سے منع شرعی نہ ثابت ہو جیسے سجدہ، زیادات امام عثمانی پھر جامع الرموز پھر ردالمحتار جلد ۵ ص ۷۹۳ میں ہے:

ان المطلق يجرى على اطلاقه الا اذا قام دليل التقييد نصاً او دلالة فاحفظه فانه للفقيه ضروري ⁴ ۔	مطلق اپنے اطلاق پر ہی رہتا ہے مگر اس صورت میں کہ جب تقیید پر کوئی صراحت یا دلالت دلیل قائم ہو اسے اچھی طرح محفوظ کر لو کیونکہ یہ فقیہ کے لئے ضروری قاعدہ ہے۔ (ت)
--	--

مگر ہے یہ کہ اشقیائے نزدیک تعظیم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً شرک و ظلم ہے شریعت نے برخلاف قیاس بعض مواضع میں خدا جانے کس ضرورت سے ناچاری کو مقرر کر دی ہے لہذا امورِ دپر مقتصر رہے گی باقی اسی اصل حکم پر شرک و بدعت و حرام ٹھہرے گی فلذا جہاں وارد ہوئی خدا کا دھر اس پر، قہر و درویش

¹ ردالمحتار کتاب الاثرية مطبوعه مصطفی البانی مصر ۳۲۶/۵

² فتح القدير باب صفة الضلوة مطبوعه نوريه رضويه كحلر ۲۴۹/۱

³ القرآن ۹/۳۸

⁴ ردالمحتار فصل في البيع من كتاب المحظر مطبوعه مصطفی البانی مصر ۲۷۲/۵

ماننی پڑی وہ بھی فقط ظاہر نہ دل سے جیسے التحیات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غائبانہ ندا کرنے کا شریعت نے حکم دیا خدا جانے شریعت کو کیا ہو گیا تھا کہ عین نماز میں یہ غیر خدا کی تعظیم اور اس پر دُور و نزدیک سے پکارنا رکھ دیا، خیر قہرا جبراً التحیات کے لفظ تو پڑھ لو مگر انشائے معنی کا ارادہ نہ کرنا وہ دیکھو امام الطائفہ اسمعیل دہلوی صراطِ مستقیم میں حکم لگا رہے ہیں کہ:

<p>"نماز میں اپنے شیخ یا بزرگوں میں سے کسی دوسرے بزرگ حتیٰ کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف توجہ صرف کرنا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں مستغرق ہو جانے سے کئی درجے بدتر ہے" آخر کلام ملعون تک، اللہ تعالیٰ اس کلام کے قائل اور قبول کرنے والے کو اپنی رحمت سے دُور رکھے۔ (ت)</p>	<p>"صرف ہمت در نماز بسوئے شیخ و امثال آں از معظّمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدترست از استغراق در خیال گاؤ¹ و خر خود، الی آخر الکلمۃ الملعونۃ لعن اللہ قائلما و قابلاً۔</p>
---	--

ولہذا وہابیہ تصریح کرتے ہیں کہ تشهد میں السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ سے حکایت لفظ کا ارادہ کرے قصد معنی نہ کرے تصریح کرتے ہیں دُور سے یا رسول اللہ کہنا شرک ہے مگر بجز اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ایمان میں تعظیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین ایمان کی جان ہے اور علی الاطلاق مطلوب شرع، تو جو کچھ بھی جس طرح بھی جس وقت بھی جس جگہ بھی تعظیم اقدس کے لئے بجلائے خواہ وہ بعینہ منقول ہو یا نہ ہو سب جائز و مندوب و مستحب و مرغوب و مطلوب و پسندیدہ و خوب ہے جب تک اُس خاص سے نہ آئی ہو جب تک اُس خاص میں کوئی حرج شرعی نہ ہو، وہ سب اس اطلاق ارشاد الہی و تعزیر و توثق و توثقہ میں داخل اور امتثال حکم الہی کا فضل جلیل اسے شامل ہے ولہذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ جس قدر ادب و تعظیم حبیب رب العالمین جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں زیادہ مداخلت رکھے اسی قدر زیادہ خوب ہے، فتح القدر امام محقق علی الاطلاق و سنک متوسط و فتاویٰ علمگیریہ وغیرہا میں ہے:

<p>جس قدر بھی ادب و عزت میں کامل ہو اتنا ہی زیادہ اچھا ہے۔ (ت)</p>	<p>کل ماکان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنًا²۔</p>
--	---

امام ابن حجرؒ "جوہر منظم" میں فرماتے ہیں:

1 صراطِ مستقیم ہدایت نامہ در ذکر محلات مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۸۶

2 المسک المتقسط فی المنک التوسط مع ارشاد الساری باب زیادۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت ص ۳۳۶

<p>وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کا نور عطا فرمایا ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کی تمام اقسام و صورتوں کو امر مستحسن تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں ہر گز باری تعالیٰ کے ساتھ شرکت کا کوئی پہلو نہیں۔ (ت)</p>	<p>تعظیم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیہا مشارکة اللہ تعالیٰ فی اللوہیة امر مستحسن عند من نور اللہ ابصارہم¹۔</p>
--	--

تو مسلمان اگر وقتِ اقامت بھی تقبیل کرے ہر گز کوئی وجہ ممانعت نہیں، اور اسے شرعاً ناجائز نہ کہے گا مگر وہ کہے کہ شرع پر افترا کرنا یا نام و اکرام سید الانام علیہ افضل الصلاة والسلام سے جلتا ہے۔ اسی طرح نماز و استماع قرآن مجید و استماع خطبہ جن میں حرکت منع ہے اور ان کے امثال مواضع لزوم محذور کے سوا جہاں کہیں بھی یہ فعل بنظر تعظیم و محبت حضرت رسالت علیہ افضل الصلاة والتحیہ ہو جیسا کہ بعض مجاہدین سے مشہور ہے بہر حال محبوب و محمود ہے واللہ تعالیٰ اعلم و علیہ جل مجدہ اتم واحکم۔



ایذان الاجرفی اذانہ القبر^{۱۳۰۷ھ}

(دفن کے بعد قبر پر اذان کہنے کے جواز پر مبارک فتویٰ)

مسئلہ ۳۸۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دفن کے وقت جو قبر پر اذان کہی جاتی ہے شرعاً جائز ہے یا نہیں،

بیّنوا توجروا۔

فتویٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے اذان کو ایمان کی علامت، سببِ امان، دلوں کا سکون، غموں کا ازالہ اور رحمان کی رضا کا ذریعہ بنایا، صلاۃ و سلام کاملہ تامہ ہو اس ذات پر جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بلند کر دیا اور اس کے مرتبہ کو عظیم کیا چنانچہ ان کے ذکر سے ہر خطبہ اور اذان کو

الحمد لله الذی جعل الاذان علم الایمان وسبب الامان وسکینة الجنان ومنافاة الاحزان و مرضاة الرحمن والصلاة والسلام الاتمان الاکملان علی من رفع الله ذکرة واعظم قدره فبذکره زان کل

زینت بخشی اور آپ کی آل و اصحاب پر جو موت و حیات، وجدان و فوت غرضیکہ ہر وقت اپنے رب کریم کے ذکر کے ساتھ اپنے آقا کا ذکر کرتے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ حنّان و مَنَّان کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور انس و جن کے سردار نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں آپ پر اور آپ کی آل پاک اور صحابہ کرام پر جو کہ پسندیدہ ہیں سب پر اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں جب تک کان اذان کی آواز سنتے رہیں، خیر عبدالمصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی دُعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے حبیب کے حوضِ کوثر سے سیراب کرے اور اسے ان لوگوں میں سے کر دے جو موت و حیات میں ایمان، نماز اور اذان والے ہیں آمین الہ الحق آمین۔ (ت)

خطبة و اذان و علی الہ و صحبه الذاکرین ایاه مع ذکر مولاه فی الحیوة و الموت و الوجدان و الفوت و کل حین و ان و اشهد ان لا اله الا الله الحنّان المنّان و ان محمدا عبده و رسوله سید الانس و الجن صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی الہ و صحبه المرضین لیدیہ ما اذّن اذّن لصوت اذان قال الفقیر عبدالمصطفیٰ احمد رضا محمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی سقاہ المجیب من کاس الجیب عذبا فراتا و جعله من الذین هم اهل الایمان و الصلاة و الاذان و الاحیاء و امواتا آمین الہ الحق آمین۔

الجواب:

بعض علمائے دین نے میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہنے کو سنت فرمایا، امام ابن حجر مکی و علامہ خیر الملمۃ والدین رملی استاذ صاحب دُر مختار علیہم رحمۃ الغفار نے اُن کا یہ قول نقل کیا:

سُئِلَ نَعْنِیَ فِتَاوٰی اَوْر شَرَحِ الْعِبَابِ مِیْن نَقْلِ کِیَا اَوْر اَسْ نَعْنِیَ مَعَارِضَ کِیَا، رَمَلِیْ نَعْنِیَ حَاشِیَۃُ الْبَحْرِ الرَّائِقِ مِیْن نَقْلِ کِیَا اَوْر اَسْ نَعْنِیَ کَمْرُورَ کِیَا۔ (ت)

اما المکی ففی فتاواہ و فی شرح العباب و عارض و اما الرملی ففی حاشیة البحر الرائق و مرض۔

حق یہ ہے کہ اذان مذکور فی السؤال کا جواز یقینی ہے ہر گز شرع مطہر سے اس کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں اور جس امر سے شرع منع نہ فرمائے اصلاً ممنوع نہیں ہو سکتا تاہلان جواز کے لئے اسی قدر کافی، جو مدعی ممانعت ہو دلائل شرعیہ سے اپنا دعویٰ ثابت کرے، پھر بھی مقام تبرع میں آکر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بدلائل کثیرہ اس کی اصل شرع مطہر سے نکال سکتا ہے جنہیں بقانون مناظرہ اسانید تصور کیجئے **فأقول**: وبالله التوفیق وبه الوصول الی ذری التحقیق۔

دلیل اول: وارد ہے کہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا اور سوال نکیرین ہوتا ہے شیطان رجم (کہ اللہ عزوجل

صدقہ اپنے محبوب کریم علیہ افضل الصلوة والتسلیم کا ہر مسلمان مرد و زن کو حیات و ممات میں اس کے شر سے محفوظ رکھے) وہاں بھی خلل انداز ہوتا ہے اور جواب میں بہرگنا ہے والعیاذ بوجه العزیز الکریم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ امام ترمذی محمد بن علی نوادر الاصول میں امام اجل سفین ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں:

<p>یعنی جب مُردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ شیطان اُس پر ظاہر ہوتا اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی میں تیرا رب ہوں، اس لئے حکم آیا کہ میت کے لئے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں۔ (ت)</p>	<p>اذا سئل البیت من ربک ترأی له الشیطان فی صورت فیشیر الی نفسه ای اناربک¹ فلہذا ورد سوال التثبیت له حین یسئل۔</p>
--	--

امام ترمذی فرماتے ہیں:

<p>یعنی وہ حدیثیں جو اسکی مؤید ہیں جن میں وارد کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میت کو دفن کرتے وقت دعا فرماتے الہی! اسے شیطان سے بچا۔ اگر وہاں شیطان کا کچھ دخل نہ ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دُعا کیوں فرماتے۔ (ت)</p>	<p>ویؤیدہ من الاخبار قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عند دفن البیت اللهم اجرہ من الشیطان فلولم یکن للشیطان ہناک سبیل مادعا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بذلک²۔</p>
--	--

اور صحیح حدیثوں سے ثابت کہ اذان شیطان کو دفع کرتی ہے، صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

<p>جب مؤذن اذان کہتا ہے شیطان پیٹھ پھیر کر گوزناں بھاگتا ہے۔ (ت)</p>	<p>اذا اذن المؤذن ادبر الشیطان ولہ حصاص³۔</p>
--	--

صحیح مسلم کی حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واضح کہ چھتیس میل تک بھاگ جاتا ہے⁴۔ اور خود حدیث میں حکم آیا جب شیطان کا کھٹکا ہو فوراً اذان کہو کہ وہ دفع ہو جائے گا⁵۔ اخرجہ الامام ابو القاسم سلیمان بن احمد

1 نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الاصل التاسع والاربعون والمائتان الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۳۲۳

2 نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الاصل التاسع والاربعون والمائتان الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۳۲۳

نوٹ: یہ دونوں عبارتیں اعلیٰ حضرت نے بالمعنی نقل کی ہیں اس لئے الفاظ میں کافی تغیر و تبدل ہے، پہلی عبارت درست کردی ہے دوسری عبارت اس طرح ہے: فلولم یکن للشیطان ہناک سبیل ماکان لیدعولہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بان یجیرہ من الشیطان۔

3 الصحیح لمسلم باب فضل الاذان وہرب الشیطان عند سماعہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۶۷/۱

4 الصحیح لمسلم باب فضل الاذان وہرب الشیطان عند سماعہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۶۷/۱

5 معجم اوسط حدیث نمبر ۷۴۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۲۱۰/۸

الطبرانی فی اوسط معاجیہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)، ہم نے اپنے رسالہ نسیم الصبانی ان الاذان یحول الوباء (صبح کی خوشگوار ہوا اس بارے میں کہ اذان سے و باؤر ہو جاتی ہے۔ ت) میں اس مطلب پر بہت احادیث نقل کیں، اور جب ثابت ہو لیا کہ وہ وقت عیاداً باللہ مداخلت شیطان لعین کا ہے اور ارشاد ہوا کہ شیطان اذان سے بھاگتا ہے اور اس میں حکم آیا کہ اُس کے دفع کو اذان کہو تو یہ اذان خاص حدیثوں سے مستنبط بلکہ عین ارشادِ شارع کے مطابق اور مسلمان بھائی کی عمدہ امداد و اعانت ہوئی جس کی خوبیوں سے قرآن و حدیث مالا مال۔

دلیل دوم: امام احمد و طبرانی و بیہقی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

یعنی جب سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہو چکے اور قبر درست کر دی گئی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیر تک سبحان اللہ فرماتے رہے اور صحابہ کرام بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے پھر حضور اللہ اکبر اللہ اکبر فرماتے رہے اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے، پھر صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور اول نتیج پھر تکبیر کیوں فرماتے رہے؟ ارشاد فرمایا: اس نیک مرد پر اُس کی قبر تنگ ہوئی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تکلیف اُس سے دُور کی اور قبر کشادہ فرمادی۔ (ت)

قال لمادفن سعد بن معاذ (زاد فی روایة) وسوی علیہ سبح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسبح الناس معہ طویلاً ثم کبر وکبر الناس ثم قالوا یا رسول اللہ لم سبحت (زاد فی روایة) ثم کبرت قال لقد تضایق علی هذا الرجل الصالح قبره حتی فرج اللہ تعالیٰ عنہ¹

علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

یعنی حدیث کے معنی یہ ہیں کہ برابر میں اور تم اللہ اکبر اللہ اکبر سبحان اللہ کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُس تنگی سے انہیں نجات بخشی۔ (ت)

ای ما زلت اکبر وتکبرون واسبح وتسبحون حتی فرجہ اللہ² اھ۔

اقول: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میت پر آسانی کے لئے بعد دفن کے قبر پر اللہ اکبر اللہ اکبر بار بار فرمایا ہے اور یہی کلمہ مبارکہ اذان میں چھ بار ہے تو عین سنت ہوا، غایت یہ

1 منہ احمد بن حنبل عن منہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۷۰-۳۷۱/۳

2 مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثالث من اثبات عذاب القبر مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۱۱/۱

کہ اذان میں اس کے ساتھ اور کلمات طیبات زائد ہیں سو اُن کی زیادت نہ معاذ اللہ کچھ مضر نہ اس امر مستنون کے منافی بلکہ زیادہ مفید و مؤید مقصود ہے کہ رحمت الہی اتارنے کے لئے ذکر خدا کرنا تھا، دیکھو یہ بعینہ وہ مسلک نفیس ہے جو دربارہ تلبیہ اجلہ صحابہ عظام مثل حضرت امیر المؤمنین عمر و حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت امام حسن مجتبیٰ و غیر ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو ملحوظ ہو اور ہمارے ائمہ کرام نے اختیار فرمایا، ہدایہ میں ہے:

<p>یعنی ان کلمات میں کمی نہ چاہئے کہ یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں تو اُن سے گھٹائے نہیں اور اگر بڑھائے تو جائز ہے کہ مقصود اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اپنی بندگی کا ظاہر کرنا ہے تو اور کلمے زیادہ کرنے سے ممانعت نہیں اھ لمخصا (ت)</p>	<p>لا ینبغی ان یخل بشیئ من هذه الکلمات لانه هو المنقول فلا ینقص عنه، ولو زاد فیها جاز لان المقصود الثناء و اظهار العبودیة فلا ینع من الزیادة علیه اھ ملخصا۔</p>
--	---

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ، نے اپنے رسالہ صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیبدین^{۳۰۶} و غیر ہا رساںل میں اس مطلب کی قدرے تفصیل کی۔

دلیل سوم: بالاتفاق سنت اور حدیثوں سے ثابت اور فقہ میں مثبت کہ میت کے پاس حالت نزع میں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کہتے رہیں کہ اُسے سن کر یاد ہو حدیث متواتر میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ^۲ (اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ سکھاؤ)

<p>اسے احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن ماجہ نے مسلم کی طرح حضرت ابومریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نسائی کی طرح حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے۔ (ت)</p>	<p>رواہ احمد و مسلم و ابوداؤد و الترمذی و النسائی و ابن ماجة عن ابی سعید الخدری و ابن ماجة کمسلم عن ابی ہریرة و کالنسائی عن امر المؤمنین عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔</p>
---	--

اب جو نزع میں ہے وہ مجازاً مردہ ہے اور اُسے کلمہ اسلام سکھانے کی حاجت کہ بحول اللہ تعالیٰ خاتمہ اسی پاک کلمے پر ہو اور شیطان لعین کے بھلانے میں نہ آئے اور جو دفن ہو چکا حقیقۃً مُردہ ہے اور اُسے بھی کلمہ پاک سکھانے کی حاجت کہ بعون اللہ تعالیٰ جواب یاد ہو جائے اور شیطان رجیم کے بہکانے میں نہ آئے اور بیشک اذان میں

¹ الہدایۃ باب الاحرام مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی ۲۱۷/۱

² سنن ابی داؤد باب فی التلقین مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۸۸/۲

علامہ مناوی تیسرے شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

<p>"فکبروا" سے مراد یہ ہے کہ اللہ اکبر اللہ اکبر کثرت کے ساتھ بار بار کہو۔ (ت)</p>	<p>فکبروا ای قولو اللہ اکبر، اللہ اکبر و کدروہ کثیرا¹۔</p>
--	---

مولانا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری اُس حدیث کی شرح میں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر کے پاس دیر تک اللہ اکبر فرماتے رہے، لکھتے ہیں:

<p>اب یہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا غضب الہی کے بھجانے کو ہے ولہذا آگ لگی دیکھ کر دیر تک تکبیر مستحب ٹھہری۔</p>	<p>التکبیر علی هذا لاطفاء الغضب الالہی ولہذا اورد استحباب التکبیر عند رؤیة الحریق²۔</p>
---	--

وسیلۃ النجاة میں حیرۃ الفقہ سے منقول:

<p>اہل قبرستان پر تکبیر کہنے میں حکمت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے "اذا رأیتہ الحریق فکبروا" یعنی جب تم کسی جگہ آگ بھڑکتی ہوئی دیکھو اور تم اسے بھجانے کی طاقت نہ رکھتے ہو، تو تکبیر کہو کہ اس تکبیر کی برکت سے وہ آگ ٹھنڈی پڑ جائیگی چونکہ عذاب قبر بھی آگ کے ساتھ ہوتا ہے اور اسے تم اپنے ہاتھ سے بھجانے کی طاقت نہیں رکھتے لہذا اللہ کا نام لو (تکبیر کہو) تاکہ فوت ہونے والے لوگ دوزخ کی آگ سے خلاصی پائیں (ت)</p>	<p>حکمت در تکبیر آنت بر اہل گورستان کہ رسول علیہ السلام فرمودہ است اذراہتم الحریق کبروا چون آتش درجائے افتد و از دست شمار نیاید کہ بنشانید تکبیر بگوئید کہ آتش بہ برکت آں تکبیر فرو نشیند چون عذاب قبر با آتش ست و دست شہا باں نمیرسد تکبیر میباید گفت تا مردگان از آتش دوزخ خلاص یابند³۔</p>
--	--

یہاں سے بھی ثابت کہ قبر مسلم پر تکبیر کہنا فرد سنت ہے، تو یہ اذان بھی قطعاً سنت پر مشتمل اور زیادات مفیدہ کا مانع سنیت نہ ہونا تقریر دلیل دوم سے ظاہر۔

دلیل پنجم: ابن ماجہ و بیہقی سعید بن مسیب سے راوی:

<p>یعنی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے</p>	<p>قال حضرت ابن عمر فی جنازۃ فلما وضعہا فی</p>
--	--

1 التیسرے شرح جامع الصغیر زیر حدیث مذکور مکتبہ امام شافعی ریاض سعودیہ ۱۰۰/۱

2 مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثالث من باب اثبات عذاب القبر مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۱۱/۱

3 وسیلۃ النجاة

اللحد قال بسم الله وفي سبيل الله فلما اخذ في تسوية اللحد قال اللهم اجرها من الشيطان ومن عذاب القبر ثم قال سمعته من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم هذا مختصر ¹ ۔	ساتھ ایک جنازہ میں حاضر ہوا حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اُسے لحد میں رکھا کہا بسم اللہ ونی سبیل اللہ جب لحد برابر کرنے لگے کہا الہی! اسے شیطان سے بچا اور عذاب قبر سے امان دے، پھر فرمایا میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔
--	--

امام ترمذی حکیم قدس سرہ الکریم الکریم بسند جید عمر و بن مرہ تابعی سے روایت کرتے ہیں:

كانوا يستحبون اذا وضع البيت في اللحد ان يقولوا اللهم اعذه من الشيطان الرجيم ² ۔	یعنی صحابہ کرام یا تابعین عظام مستحب جانتے تھے کہ جب میت کو دفن کریں یوں کہیں "اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملت پر، الہی! اسے عذاب قبر و عذاب دوزخ اور شیطان ملعون کے شر سے پناہ بخش۔
--	--

ابن ابی شیبہ اُستاد امام بخاری و مسلم اپنے مصنف میں خثیمہ سے راوی:

كانوا يستحبون اذا وضعوا البيت ان يقولوا بسم الله وفي سبيل الله وعلى ملة رسول الله اللهم اجره من عذاب القبر وعذاب النار ومن شر الشيطان الرجيم ³ ۔	مستحب جانتے تھے کہ جب میت کو دفن کریں یوں کہیں "اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملت پر، الہی! اسے عذاب قبر و عذاب دوزخ اور شیطان ملعون کے شر سے پناہ بخش۔
---	---

ان حدیثوں سے جس طرح یہ ثابت ہوا کہ اس وقت عیاداً باللہ شیطان رجیم کا دخل ہوتا ہے یونہی یہ بھی واضح ہوا کہ اُس کے دفع کی تدبیر سنت ہے کہ دعا نہیں مگر ایک تدبیر اور احادیث سابقہ دلیل اول سے واضح کہ اذان رفع شیطان کی ایک عمدہ تدبیر ہے تو یہ بھی مقصود شارع کے مطابق اور اپنی نظیر شرعی سے موافق ہوئی۔

دلیل ششم: ابو داؤد و حاکم و بیہقی امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا فرغ من دفن البيت وقف عليه قال استغفروا	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دفن میت سے فارغ ہوتے قبر پر وقوف فرماتے اور ارشاد
---	--

¹ سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی ادخال الميت القبر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۲

² نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الفصل التاسع والاربعون مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۳۲۳

³ المصنف ابن ابی شیبہ ما قالوا اذا وضع الميت فی قبره مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳۲۹/۳

کرتے اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے جواب نکیرین میں ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا۔

لاخیکم وسلوالہ بالتثبت فانہ الان یسأل¹۔

سعید بن منصور اپنے سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

یعنی جب مُردہ دفن ہو کر قبر درست ہو جاتی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر پر کھڑے ہو کر دعا کرتے الہی! ہمارا ساتھی تیرا مہمان ہوا اور دنیا اپنے پس پشت چھوڑ آیا، الہی! سوال کے وقت اس کی زبان درست رکھ اور قبر میں اس پر وہ بلا نہ ڈال جس کی اسے طاقت نہ ہو۔

قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقف علی القبر بعد ما سوی علیہ فیقول اللہم نزل بک صاحبنا وخلف الدنیا خلف ظہرہ اللہم ثبت عند المسألة منطقة ولا تبتلہ فی قبرہ بما لا طاقة لہ بہ²۔

ان حدیثوں اور احادیث دلیل پنجم وغیرہ سے ثابت کہ دفن کے بعد دعائیں ہے امام محمد بن علی حکیم ترمذی قدس سرہ الشریف دعا بعد دفن کی حکمت میں فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ بجماعت مسلمان ایک لشکر تھا کہ آستانہ شامی پر میت کی شفاعت و عذر خواہی کیلئے حاضر ہوا اور اب قبر پر کھڑے ہو کر دعا یہ اس لشکر کی مدد ہے کہ یہ وقت میت کی مشغول کا ہے کہ اُسے نئی جگہ کا ہول اور نکیرین کا سوال پیش آنے والا ہے³ نقلہ المولیٰ جلال الملک والدین السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرح الصدور (امام جلال الدین سیوطی نے اسے شرح الصدور میں نقل کیا ہے۔ ت) اور میں گمان نہیں کرتا کہ یہاں استجاب دعا کا عالم میں کوئی عالم منکر ہو۔ امام آجری فرماتے ہیں:

مستحب ہے کہ دفن کے بعد کچھ دیر کھڑے رہیں اور میت کے لئے دعا کریں۔

یستحب الوقوف بعد الدفن قليلا والدعاء للیبت⁴۔

اسی طرح اذکار امام نووی وجوہہ نیرہ ودر مختار وفتاویٰ عالمگیری وغیرہ اسفار میں ہے، طرفہ یہ کہ امام ثانی منکرین یعنی مولوی اسحاق صاحب دہلوی نے مائتہ مسائل میں اسی سوال کے جواب میں کہ بعد دفن قبر پر اذان کیسی ہے فتح القدیرو

¹ سنن ابوداؤد باب استغفار عند القبر للیبت مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۰۳/۲

² الدر المنثور زیر آیت ویشبت اللہ الذین امنوا الخ مطبوعہ منشورات مکتبہ آیہ اللہ، قم ایران ۸۳/۳

³ نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الفصل التاسع والاربعون والمائتان مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۳۲۳

⁴ نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الفصل التاسع والاربعون والمائتان مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۳۲۳

بحر الرائق و نہر الفائق و فتاویٰ عالمگیریہ سے نقل کیا کہ قبر کے پاس کھڑے ہو کر دُعا سنت سے ثابت ہے اور براہِ بزرگی اتنا نہ جانا کہ اذان خود دُعا بلکہ بہترین دُعا سے ہے کہ وہ ذکر الہی ہے اور ہر ذکر الہی دعا، تو وہ بھی اسی سنتِ ثابتہ کی ایک فرد ہوئی پھر سنتِ مطلق سے کراہت فرد پر استدلال عجب تماشا ہے، مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: کل دعا ذکر وکل ذکر دعا¹ (ہر دعا ذکر ہے اور ہر ذکر دعا ہے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: افضل الدعاء الحمد لله² (سب دعاؤں سے افضل دُعا الحمد لله ہے)

اسے ترمذی نے روایت کر کے حسن قرار دیا، ابن حبان اور حاکم نے حضرت جابر بن عبد اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے صحیح قرار دیا ہے (ت)	اخرجه الترمذی وحسنه والنسائی وابن حبان والحاکم وصححه عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
--	---

صحیحین میں ہے ایک سفر میں لوگوں نے آواز بلند اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا شروع کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اپنی جانوں پر نرمی کرو انکم لاتدعون اصم ولا غائباً انکم تدعون سمیعاً بصیراً³ (تم کسی بہرے یا غائب سے دُعا نہیں کرتے سمیع بصیر سے دعا کرتے ہو) دیکھو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی تعریف اور خاص کلمہ اللہ اکبر کو دعا فرمایا تو اذان کے بھی ایک دُعا اور فرد مسنون ہونے میں کیا شک رہا۔
دلیل ہفتم: یہ تو واضح ہو لیا کہ بعد دفن میت کے لئے دُعا سنت ہے اور علماء فرماتے ہیں آدابِ دعا سے ہے کہ اُس سے پہلے کوئی عمل صالح کرے، امام شمس الدین محمد بن الجزری کی حصن حصین شریف میں ہے:

آدابِ دُعا میں سے ہے کہ اس سے پہلے عمل صالح ہو اور ذکر الہی مشکل وقت میں ضرور کرنا چاہئے مسلم، ترمذی، ابوداؤد۔ (ت)	آداب الدعاء منها تقدیم عمل صالح و ذکرہ عند الشدة ⁴ مرتد۔
--	---

1 مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثانی من باب التسمیح الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۱۲/۵

2 جامع الترمذی باب ماجاء ان دعوتہ المسلم مستجابہ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۷۴/۲

3 الصحیح المسلم باب خفض الصوت بالذکر قدیمی مکتب خانہ کراچی ۳۴۶/۲

4 حصن حصین آداب الدعاء نوکثور لکھنؤ ص ۱۴

علامہ علی قاری حرزِ ثمین میں فرماتے ہیں: یہ ادب حدیثِ ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، کہ ابو داؤد و ترمذی، و نسائی و ابن ماجہ و ابن حبان نے روایت کی، ثابت ہے اور شک نہیں کہ اذان بھی عملِ صالح ہے تو دُعا پر اُس کی تقدیم مطابق مقصود و سنت ہوئی۔

دلیل ہشتم: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

<p>دو دُعائیں رد نہیں ہوتیں ایک اذان کے وقت اور ایک جہاد میں جب کفار سے لڑائی شروع ہو۔ اسے ابو داؤد، ابن حبان اور حاکم نے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ت)</p>	<p>ثنتان لاترد الدعاء عند النداء وعند البأس¹۔ اخرجه ابو داؤد وابن حبان والحاكم بسند صحيح عن سهل بن سعد الساعدي رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔</p>
---	--

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

<p>جب اذان دینے والا اذان دیتا ہے آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور دعا قبول ہوتی ہے۔ یہ روایت ابو یعلیٰ اور حاکم نے حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اور ابو داؤد طیالسی اور ابو یعلیٰ اور ضیاء الدین نے المختارہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سند صحیح کے ساتھ بیان کی ہے (ت)</p>	<p>اذا نادى المنادى فتحت ابواب السماء واستجيب الدعاء²۔ اخرجه ابو يعلى والحاكم عن ابى امامة الباهلى و ابو داؤد الطيالسى و ابو يعلى والضياء فى المختارة بسند حسن عن انس بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔</p>
--	---

ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اذان اسبابِ اجابت دعا سے ہے اور یہاں دعا شارعِ جل و علا کو مقصود تو اُس کے اسبابِ اجابت کی تحصیل قطعاً محمود۔

دلیل نهم: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

<p>اذان کی آواز جہاں تک جاتی ہے مؤذن کیلئے</p>	<p>يغفر الله للمؤذن منتهى اذانه ويستغفر له</p>
--	--

¹ المستدرک علی الصحیحین لایرد الدعاء عند الاذان وعند البأس مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۸/۱

² المستدرک علی الصحیحین اجابۃ الاذان والدعاء بعدہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵۳۶/۱

اُتتی ہی وسیع مغفرت آتی ہے اور جس تر و خشک چیز کو اس کی آواز پہنچتی ہے اذان دینے والے کے لئے استغفار کرتی ہے۔ اسے امام احمد نے سند صحیح کے ساتھ تخریج کیا اور یہ الفاظ امام احمد کے ہیں اور بزار طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، اور اس کی مثل احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حدیث حضرت ابومریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اس کا ابتدائی حصہ احمد اور نسائی نے سند حسن اور جید کے ساتھ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اوسط میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

کل رطب ویابس سمع صوتہ^۱۔ اخرجه الامام احمد بسند صحيح واللفظ له والبزار والطبرانی في الكبير عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما ونحوه عند احمد وابي داؤد والنسائي وابن ماجة وابن خزيمة وابن حبان من حديث ابى هريرة رضي الله تعالى عنه وصدره عند احمد والنسائي بسند حسن جيد عن البراء بن عازب والطبرانی في الكبير عن ابى امامة وله في الاوسط عن انس بن مالك رضي الله تعالى عنهم۔

یہ پانچ حدیثیں ارشاد فرماتی ہیں کہ اذان باعث مغفرت ہے اور بیشک مغفور کی دُعا زیادہ قابل قبول و اقرب باجابت ہے، اور خود حدیث میں وارد کہ مغفوروں سے دُعا منگوانی چاہئے، امام احمد مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جب تُو حاجی سے ملے اُسے سلام کر اور مصافحہ کر اور قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو اُس سے اپنے لئے استغفار کرا کہ وہ مغفور ہے۔

اذا لقيت الحاج فسلم عليه وصافحه ومرة ان يستغفر لك قبل ان يدخل بيته فانه مغفور له^۲

پس اگر اہل اسلام بعد دفن میت اپنے میں کسی بندہ صالح سے اذان کہلوائیں تاکہ بحکم احادیث صحیحہ ان شاء اللہ تعالیٰ اُس کے گناہوں کی مغفرت ہو پھر میت کے لئے دعا کرے کہ مغفور کی دُعا میں زیادہ جائے اجابت ہو تو کیا گناہ ہو بلکہ عین مقاصد شرع سے مطابق ہو۔

1 مسند امام احمد بن حنبل عن مسند عبد اللہ بن عمر مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۶۲

2 مسند امام احمد بن حنبل مرویات عن مسند عبد اللہ بن عمر مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۲۸/۲

دلیل وہم: اذان ذکر الہی اور ذکر الہی دافع عذاب، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

<p>کوئی چیز ذکر خدا سے زیادہ عذاب خدا سے نجات بخشنے والی نہیں۔ اسے امام احمد نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن ابی الدینا اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا (ت)</p>	<p>ما من شیعۃ انجی من عذاب اللہ من ذکر اللہ¹ رواہ الامام احمد عن معاذ بن جبل وابن ابی الدنیاء والبیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔</p>
--	--

اور خود اذان کی نسبت وارد، جہاں کہی جاتی ہے وہ جگہ اُس دن عذاب سے مامون ہو جاتی ہے، طبرانی معاجم ثلاثہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

<p>جب کسی بستی میں اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ اس دن اسے اپنے عذاب سے امن دے دیتا ہے اور اس کی شاہد وہ روایت ہے جو معجم کبیر میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ (ت)</p>	<p>اذا اذن فی قریة امنھا اللہ من عذابہ فی ذلک الیوم² وشاہدہ عندہ فی الکبیر من حدیث معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔</p>
--	---

اور بیشک اپنے بھائی مسلمان کے لئے ایسا عمل کرنا جو عذاب سے منجی ہو شارع جل و علا کو محبوب و مرغوب، مولانا علی قاری رحمہ الباری شرح عین العلم میں قبر کے پاس قرآن پڑھنے اور تسبیح و دعائے رحمت و مغفرت کرنے کی وصیت فرما کر لکھتے ہیں: فان الاذکار کلھا نافعة له فی تلك الدار³ (کہ ذکر جس قدر ہیں سب میت کو قبر میں نفع بخشنے ہیں۔ ت) امام بدرالدین محمود عینی شرح صحیح بخاری میں زیر باب موعظۃ المحدث عند القبر فرماتے ہیں:

<p>میت کے لئے اس میں مصلحت ہے کہ مسلمان اُس کی</p>	<p>واما مصلحة البيت فمثل ما اذا اجتمعوا</p>
--	---

1 مسند احمد بن حنبل مرویات معاذ بن جبل مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۳۹/۵

نوٹ: ابن ابی الدینا اور بیہقی کے الفاظ عبداللہ بن عمر سے یوں ہی مروی ہیں جبکہ احمد بن حنبل کے الفاظ معاذ بن جبل سے یوں مروی ہیں: ما عمل آدمی عملا قط انجی له من عذاب اللہ من ذکر اللہ الخ

2 المعجم الکبیر مرویات انس بن مالک حدیث ۷۴۶ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱/۲۵

3 شرح عین العلم لملا علی قاری مع عین العلم الباب الثامن فی الصحیۃ والمؤلفۃ مطبوعہ امرت پریس لاہور ص ۳۳۲، شرح عین العلم لملا علی قاری مع عین العلم الباب الثامن فی الصحیۃ والمؤلفۃ مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور ص ۱۶۶

عندہ لقراءة القرآن والذکر فان البیت ینتفع بہ ¹ ۔	قبر کے پاس جمع ہو کر قرآن پڑھیں ذکر کریں کہ میت کو اس سے نفع ہوتا ہے (ت)
---	--

یاریب مگر اذان ذکر محبوب نہیں یا مسلمان بھائی کو نفع ملنا شرعاً مرغوب نہیں۔
 دلیل یازدہم: اذان ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باعث نزول رحمت۔
 اذان حضور کا ذکر عین ذکر خدا ہے امام ابن عطا پھر امام قاضی عیاض وغیرہ ائمہ کرام تفسیر قولہ تعالیٰ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ² میں فرماتے ہیں:

جعلتک ذکراً من ذکرى فمن ذکرک فقد ذکرنى ³ ۔	میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا جو تمہارا ذکر کرے وہ میرا ذکر کرتا ہے۔
---	---

اور ذکر الہی بلاشبہ رحمت اترنے کا باعث، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح حدیث میں ذکر کرنے والوں کی نسبت فرماتے ہیں:

حفتهم الملكة وغشيتهم الرحمة ونزلت عليهم السكينة ⁴ ۔ رواه مسلم والترمذی عن ابی ہريرة و ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	انہیں ملائکہ گھیر لیتے ہیں اور رحمت الہی ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ اور چین اترتا ہے۔ اسے مسلم اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)
--	---

ہیچا ہر محبوب خدا کا ذکر محل نزول رحمت ہے، امام سفین بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة⁵ (نیکیوں کے ذکر کے وقت رحمت الہی اترتی ہے)
 ابو جعفر بن حمدان نے ابو عمر و بن نجید سے اسے بیان کر کے فرمایا: فرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأس الصالحین⁶ (تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو سب صالحین کے سردار ہیں)

1 عمدة القاری شرح البخاری باب موعظۃ المحدث عند القبر الخ مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریہ بیروت ۱۸۶/۸

2 القرآن ۳/۹۳

3 نسیم الریاض شرح الشفاء زیر آیت مذکور مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۲۵/۱

4 صحیح المسلم باب فضل الاجتماع علی تلاوت القرآن الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۳۵/۲

5 اتحاف السادة المتقين الفائدة الثانية التخلص بالعزیزة علی المعاصی الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۵۰/۶

6 اتحاف السادة المتقين الفائدة الثانية التخلص بالعزیزة علی المعاصی الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۵۱/۶

پس بلاشبہ جہاں اذان ہوگی رحمت الہی اترے گی اور بھائی مسلمان کے لئے وہ فعل جو باعث نزول رحمت ہو شرع کو پسند ہے کہ نہ ممنوع۔

دلیل دوازدهم: خود ظاہر اور حدیثوں سے بھی ثابت کہ مُردے کو اُس نئے مکان تنگ و تاریک میں سخت وحشت اور گھبراہٹ ہوتی ہے اَلَا مَا رَجِمَ رَجِيحًا ط إِنَّ رَجِيحًا غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۳۶﴾^۱ مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے یقیناً میرا رب بخشش فرمانے والا اور رحیم کرنے والا ہے۔ ت) اور اذان دافع وحشت و باعث اطمینان خاطر ہے کہ وہ ذکر خدا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: اَلَا يَذَّكَّرُ اِنَّ اللّٰهَ تَطَبَّرُ اِنَّ اللّٰهَ تَطَبَّرُ ﴿۳۷﴾^۲ (سُن لو خدا کے ذکر سے چین پاتے ہیں دل) ابو نعیم و ابن عساکر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نزل ادم بالہند فاستوحش فنزل جبرئیل علیہ الصلاة والسلام فنادی بالاذان ^۳ الحدیث۔	جب آدم علیہ الصلاة والسلام جنت سے ہندوستان میں اترے انہیں گھبراہٹ ہوئی تو جبرئیل علیہ الصلاة والسلام نے اتر کر اذان دی۔ (الحدیث)
---	--

پھر ہم اس غریب کی تسکین خاطر و دفع تو حش کو اذان دیں تو کیا بُرا کریں حاشا بلکہ مسلمان خصوصاً ایسے بے کس کی اعانت حضرت حق عزوجل کو نہایت پسند، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اللہ فی عون العبد ماکان العبد فی عون اخیه ^۴ ۔ رواہ مسلم و ابوداؤد و الترمذی و ابن ماجة و الحاکم عن ابن ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں ہے جب تک بندہ اپنے بھائی مسلمانوں کی مدد میں ہے۔ اسے مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)
--	---

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من کان فی حاجة اخیه کان اللہ فی حاجته و	جو اپنے بھائی مسلمان کے کام میں ہو اللہ تعالیٰ اس کی
---	--

^۱ القرآن ۵۳/۱۲

^۲ القرآن ۲۸/۱۳

^۳ حلیۃ الاولیاء مرویات عمرو بن قیس الملثانی نمبر ۲۹۹ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت ۱۰۷/۲

^۴ صحیح مسلم باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۲۵/۲

<p>حاجت روائی فرماتا ہے اور جو کسی مسلمان کی تکلیف دُور کرے اللہ تعالیٰ اس کے عوض قیامت کی مصیبتوں سے ایک مصیبت اس پر سے دور فرمائے گا۔ اسے بخاری و مسلم اور ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔</p>	<p>من فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه بها كربة من كرب يوم القيامة¹۔ رواه الشيخان و ابوداؤد عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔</p>
--	---

دلیل سیزدہم: مسند الفردوس میں حضرت جناب امیر المؤمنین مولیٰ المسلمین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی:

<p>یعنی مجھے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غمگین دیکھا ارشاد فرمایا: اے علی! میں تجھے غمگین پاتا ہوں اپنے کسی گھر والے سے کہہ کہ تیرے کان میں اذان کہے، اذان غم و پریشانی کی دافع ہے۔</p>	<p>قال رأی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حزیناً فقال یا ابن ابی طالب انی اراک حزیناً فبر بعض اهلك یؤذن فی اذنک فانہ درء الهم²۔</p>
--	---

مولیٰ علی اور مولیٰ علی تک جس قدر اس حدیث کے راوی ہیں سب نے فرمایا: فجر بتہ فوجدتہ کذلک (ہم نے اسے تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا) ذکرہ ابن حجر کما فی المرقاة (اس کا تذکرہ حافظ ابن حجر نے کیا، جیسا کہ مرقات میں ہے۔ ت) اور خود معلوم اور حدیثوں سے بھی ثابت کہ میت اُس وقت کیسے حزن و غم کی حالت میں ہوتا ہے مگر وہ خاص عبداللہ اکابر اولیاء اللہ جو مرگ کو دیکھ کر مرحباً بحبيب جاء علی فاقاة (خوش آمدید اس محبوب کو جو بہت دیر سے آیات) فرماتے ہیں، تو اس کے دفع غم و الم کے لئے اگر اذان سُنائی جائے کیا معذور شرعی لازم آئے حاشا للہ بلکہ مسلمان کا دل خوش کرنے کے برابر اللہ عزوجل کو فراتس کے بعد کوئی عمل محبوب نہیں۔ طبرانی معجم کبیر و معجم اوسط میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

<p>بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرضوں کے بعد سب اعمال سے زیادہ محبوب مسلمان کو خوش کرنا ہے۔</p>	<p>ان احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ بعد الفرائض ادخال السرور علی المسلم³۔</p>
--	--

¹ صحیح البخاری باب لا یظلم المسلم المسلم الخ، من ابواب الظالم، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۳۰

² مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب الاذان مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹/۲

³ المعجم الکبیر مرویات عبداللہ بن عباس حدیث ۱۱۰۹ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱/۱۱۷

انہی دونوں میں حضرت امام ابن الامام سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان موجبات المغفرة ادخالك السرور على اخيك المسلم ¹ ۔	بیشک موجبات مغفرت سے ہے تیرا اپنے بھائی مسلمان کو خوش کرنا۔
--	---

دلیل چہارم: قال اللہ تعالیٰ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ذُكِّرُوا بِاللَّهِ ذِكْرًا كَثِيرًا ² ۔	اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کرو بکثرت ذکر کرنا۔
--	--

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون ³ ۔ اخرجہ احمد وابویعلی وابن حبان والحاکم والبیہقی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ صححہ الحاکم وحسنہ الحافظ ابن حجر۔	اللہ کا ذکر اس درجہ ذکر بکثرت کرو کہ لوگ مجنون بتائیں۔ اسے احمد، ابویعلی، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے حاکم نے اسے صحیح اور حافظ ابن حجر نے حسن قرار دیا ہے۔ (ت)
---	---

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اذکر اللہ عند کل حجر وشجر ⁴ ۔ اخرجہ الامام احمد فی کتاب الزهد والطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔	ہر سنگ و شجر کے پاس اللہ کا ذکر کر۔ اسے امام احمد نے کتاب الزہد اور طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔ (ت)
---	--

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

لم یفرض اللہ علی عبادہ فریضة الا جعل لها حدا معلوما ثم عذر اهلها فی حال	اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی فرض مقرر نہ فرمایا مگر یہ کہ اُس کے لئے ایک حد معین کر دی پھر عذر کی
---	--

¹ المعجم الکبیر مرویات حسن بن علی حدیث ۳۱۷۲ و ۳۸۲ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۸۵، ۸۳/۳

² القرآن ۴۱/۳۳

³ مسند احمد بن حنبل من مسند ابی سعید الخدری مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱، ۶۸/۳

⁴ المعجم الکبیر مرویات معاذ بن جبل حدیث ۳۳۱ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۵۹/۲۰

<p>العذر غير الذکر فانه لم يجعل له حدا انتهى اليه ولم يعذر احدا في تركه الامغلوباً على عقله وامرهم به في الاحوال كلها¹۔</p>	<p>حالت میں لوگوں کو اُس سے معذور رکھا سوا ذکر کے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے کوئی حد نہ رکھی جس پر انتہا ہو اور نہ کسی کو اس کے ترک میں معذور رکھا مگر وہ جس کی عقل سلامت نہ رہے اور بندوں کو تمام احوال میں ذکر کا حکم دیا۔</p>
--	---

اُن کے شاگرد امام مجاہد فرماتے ہیں: الذکر الکثیر ان لایتناهی ابدأ² (ذکر کثیر یہ ہے کہ کبھی ختم نہ ہو) ذکر ہما فی المعالم وغیرہا (معالم وغیرہ میں ان دونوں کا ذکر ہے۔ ت) تو ذکر الہی ہمیشہ ہر جگہ محبوب و مرغوب و مطلوب و مندوب ہے جس سے ہر گز ممانعت نہیں ہو سکتی جب تک کسی خصوصیت خاصہ میں کوئی نہی شرعی نہ آئی ہو اور اذان بھی قطعاً ذکر خدا ہے پھر خدا جانے کہ ذکر خدا سے ممانعت کی وجہ کیا ہے، ہمیں حکم ہے کہ ہر سنگ درخت کے پاس ذکر الہی کریں، قبر مومن کے پتھر کیا اس کے حکم سے خارج ہیں خصوصاً بعد دفن ذکر خدا کرنا تو خود حدیثوں سے ثابت اور بتصریح ائمہ دین مستحب و لہذا امام اجل ابو سلیمان خطابی در بارہ تلقین فرماتے ہیں:

<p>لانجدله حدیثاً مشهوراً ولا بأس به اذ لیس فیہ الا ذکر اللہ تعالیٰ قولہ وکل ذلك حسن³۔</p>	<p>ہم اس میں کوئی مشہور حدیث نہیں پاتے اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ اس میں نہیں ہے مگر خدا کا ذکر اور یہ سب کچھ محمود ہے۔</p>
---	--

دلیل پانزدہم: امام اجل ابو زکریا نووی شارح صحیح مسلم کتاب الاذکار میں فرماتے ہیں:

<p>يستحب ان يقعد عند القبر بعد الفراغ ساعة قدر ما ينحر جزور ويقسم لحمها، ويشتغل القاعدون بتلاوة القرآن والدعاء للبيت والوعظ وحكايات اهل الخیر، واحوال الصالحين⁴۔</p>	<p>مستحب ہے کہ دفن سے فارغ ہو کر ایک ساعت قبر کے پاس بیٹھیں اتنی دیر کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اُس کا گوشت تقسیم ہو اور بیٹھنے والے قرآن مجید کی تلاوت اور میت کے لئے دُعا اور وعظ و نصیحت اور نیک بندوں کے ذکر و حکایت میں مشغول رہیں۔</p>
---	--

1 تفسیر البغوی المعروف بہ معالم التنزیل مع تفسیر خازن، زیر آیت مذکورہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۶۵/۵

2 تفسیر البغوی المعروف بہ معالم التنزیل مع تفسیر خازن، زیر آیت مذکورہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۶۶/۵

نوٹ: تفسیر معالم التنزیل سے حوالہ دیا گیا ہے الفاظ مختلف ہیں لیکن مفہوم یہی ہے جو اعلیٰ حضرت نے بیان کیا ہے۔ نذیر احمد۔

3 امام اجل سلیمان خطابی

4 الاذکار المنتخبہ من کلام سید الابرار باب ما یقول بعد الدفن مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ص ۱۴

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ لمعات شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ فقیر نے دلیل ششم میں ذکر کی، فرماتے ہیں:

قد سمعت عن بعض العلماء انه يستحب ذكر مسألة من المسائل الفقهية ¹	یعنی بتحقیق میں نے بعض علما سے سنا کہ دفن کے بعد قبر کے پاس کسی مسئلہ فقہ کا ذکر مستحب ہے۔
--	--

اشعۃ لمعات شرح فارسی مشکوٰۃ میں اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ باعث نزولِ رحمت ست (نزولِ رحمت کا سبب ہے۔ ت) اور فرماتے ہیں: مناسب حال ذکر مسئلہ فرائض ست (ذکر مسئلہ فرائض مناسب حال ہے۔ ت) اور فرماتے ہیں: اگر ختم قرآن کنند اولیٰ و افضل باشد² (اگر قرآن پاک ختم کریں تو یہ اولیٰ و بہتر ہے۔ ت) جب علمائے کرام نے حکایات اہل خیر و تہذکرہ صالحین و ختم قرآن و بیان مسئلہ فقہیہ و ذکر فرائض کو مستحب ٹھہرایا حالانکہ ان میں بالخصوص کوئی حدیث وارد نہیں بلکہ وجہ صرف وہی کہ میت کو نزولِ رحمت کی حاجت اور ان امور میں امیدِ نزولِ رحمت تو اذان کہ بشارات احادیث موجب نزولِ رحمت و دفع عذاب ہے کیونکر جائز بلکہ مستحب عہ نہ ہوگی۔

بجملہ اللہ یہ پندرہ^{۱۵} دلیلیں ہیں کہ چند ساعت میں فیضِ قدیر سے قلب فقیر پر فائض ہوئیں ناظر منصف جانے گا کہ ان میں اکثر تو محض استخراج فقیر ہیں اور باقی کے بعض مقدمات اگرچہ بعض اجلہ اہل سنت و جماعت رحمہم اللہ تعالیٰ کے کلام میں مذکور مگر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے تکمیل ترتیب و تسجیل تقریب سے ہر مقدمہ منفردہ کو دلیل کامل اور ہر مذکور ضمنی کو مقصود مستقل کر دیا والحمد للہ رب العالمین (سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ ت) بالہنم ع

لاشك ان الفضل للمتقدم

(بیشک بزرگی پہلے کرنے والے کے لئے ہے۔ ت)

عہ بالجملہ بجملہ اللہ تعالیٰ ان دلائل جلائل نے کا لشمس فی وسط السماء واضح کر دیا کہ اس اذان کا جواز بلکہ استحباب یقینی بلکہ بنظر عمومات شرع بوجہ کثیرہ فرد سنت ہے شاید وہ بعض علماء جنہوں نے اس کے سنت ہونے کی تصریح فرمائی جن کا قول امام ابن حجر مکی و علامہ خیر رملی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے نقل کیا یہی معنی مراد لیتے ہیں کہ فرد سنت ہے نہ کہ فرد سنت و لہذا مناسب ہے کہ کبھی کبھی ترک بھی کریں اگر اوہام عوام معنی ثانی کی طرف جاتے سمجھیں واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ من رحمہ اللہ تعالیٰ (م)

¹ لمعات التفتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثانی من باب اثاب القبر مطبوعہ مکتبۃ المعارف العلمیہ لاہور ۲۰۰۱

² اشعۃ لمعات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب اثاب القبر مطبوعہ مکتبۃ نوریہ رضویہ سکھر ۲۰۱۱

ہم پر اُن اکابر کا شکر واجب جنہوں نے اپنی تلاش و کوشش سے بہت کچھ متفرق کو یکجا کیا اور اس دشوار کام کو ہم پر آسان کر دیا
جزاهم اللہ عنا وعن الاسلام والسنة خیر جزاء وشکر مساعیہم الجمیلة فی حیاة الملة الغراء
ونکایة الفتنة العوراء وهنأهم بفضل رسول نفی علی حمید رضی یوم القضاء وصلی اللہ تعالیٰ علیہ
سیدنا ومولنا محمد وآلہ وصحبہ الاطائب الکرماء آمین۔

تنبیہاتِ جلیلہ تنبیہ اول: ہمارے کلام پر مطلع ہونے والا عظمتِ رحمتِ الہی پر نظر کرے کہ اذان میں ان شاء
اللہ الرحمن اُس میت اور ان احیاء کے لئے کتنے منافع ہیں، سات ۶ فائدہ میت کیلئے:

(۱) بحولہ تعالیٰ شیطانِ رجیم کے شر سے پناہ۔

(۲) بدولتِ تکبیر عذابِ نار سے امان۔

(۳) جوابِ سوالات کا یاد آجانا۔

(۴) ذکرِ اذان کے باعث عذابِ قبر سے نجات پانا۔

(۵) بہرکتِ ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزولِ رحمت۔

(۶) بدولتِ اذان دفعِ وحشت۔

(۷) زوالِ غم و سرور و فرحت۔

اور پندرہ احیاء کے لئے، سات ۷ تو یہی، سات ۶ منافع اپنے بھائی مسلمان کو پہنچانا کہ ہر نفعِ رسائی جدا حسنہ ہے اور ہر حسنہ کم سے کم
دس ۱۰ نیکیاں، پھر نفعِ رسائی مسلم کی منفعتیں خدا ہی جانتا ہے۔

(۸) میت کے لئے تدبیر دفعِ شیطان سے اتباعِ سنت۔

(۹) تدبیرِ آسانی جواب سے اتباعِ سنت۔

(۱۰) دعاءِ عند القبر سے اتباعِ سنت۔

(۱۱) بقصدِ نفعِ میت قبر کے پاس تکبیریں کہہ کر اتباعِ سنت۔

(۱۲) مطلق ذکر کے فوائد ملنا جن سے قرآن و حدیث مالا مال۔

(۱۳) ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سبب رحمتیں پانا۔

(۱۴) مطلق دعا کے فضائل ہاتھ آنا جسے حدیث میں مغزِ عبادت فرمایا۔

(۱۵) مطلق اذان کے برکات ملنا جنہیں منتائے آواز تک مغفرت اور ہر تر و خشک کی استغفار و شہادت

اور دلوں کو صبر و سکون و راحت ہے اور لطف یہ کہ اذان میں اصل کلمے سات ۷ ہی ہیں اللہ اکبر، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان محمدا رسول اللہ، حی علی الصلاة، حی علی الفلاح، اللہ اکبر لا الہ الا اللہ، اور مکررات کو گنیے تو پندرہ^{۱۵} ہوتے ہیں، میت کے لئے وہ سات ۷ فائدے اور احیا کے لئے پندرہ^{۱۵}، انہیں سات ۷ اور پندرہ^{۱۵} کے برکات ہیں، والحمد للہ رب العالمین تعجب کرتا ہوں کہ حضرات مانعین نے میت و احیا کو ان فوائدِ جلیلہ سے محروم رکھنے میں کیا نفع سمجھا ہے ہمیں تو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

تم میں سے جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی مسلمان کو کوئی نفع پہنچائے تو لازم و مناسب ہے کہ پہنچائے۔ اسے احمد اور مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔	من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ ^۱ ۔ رواہ احمد و مسلم عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
---	--

پھر خدا جانے اس اجازت کلی کے بعد جب تک خاص جزئیہ کی شرع میں نہیں نہ ہو ممانعت کہاں سے کی جاتی ہے واللہ الموفق۔
تنبیہ دوم: حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: نیت المؤمن خیر من عملہ^۲ (مسلمان کی نیت اُس کے عمل سے بہتر ہے)

اسے بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)	رواہ البیہقی عن انس والطبرانی فی الکبیر عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
---	--

اور بیشک جو علم نیت جانتا ہے ایک ایک فعل کو اپنے لئے کئی کئی نیکیاں کر سکتا ہے مثلاً جب نماز کے لئے مسجد کو چلا اور صرف یہی قصد ہے کہ نماز پڑھوں گا تو بیشک اُس کا یہ چلنا محمود، ہر قدم پر ایک نیکی لکھیں گے اور دوسرے پر گناہ محو کریں گے مگر عالم نیت اس ایک ہی فعل میں اتنی نیتیں کر سکتا ہے۔

(۱) اصل مقصود یعنی نماز کو جاتا ہوں۔

(۲) خانہ خدا کی زیارت کروں گا۔

^۱ الصحیح لمسلم باب استحباب الرقیۃ من العین الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۴/۲

^۲ المعجم الکبیر مرویات سہل الساعدی، حدیث ۵۹۴۲ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۸۵/۶

- (۳) شعارِ اسلام ظاہر کرتا ہوں
- (۴) داعی اللہ کی اجابت کرتا ہوں۔
- (۵) تحیۃ المسجد پڑھنے جاتا ہوں۔
- (۶) مسجد سے خس و خاشاک وغیرہ دُور کروں گا۔
- (۷) اعتکاف کرنے جاتا ہوں کہ مذہبِ مفتی بہ پر اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں اور ایک ساعت کا بھی ہو سکتا ہے جب سے داخل ہو باہر آنے تک اعتکاف کی نیت کر لے انتظار نماز و ادائے نماز کے ساتھ اعتکاف کا بھی ثواب پائے گا۔
- (۸) امر الہی خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ^۱ (اپنی زینت لوجب مسجد میں جاؤ۔ ت) امتثال کو جاتا ہوں۔
- (۹) جو وہاں علم والا ملے گا اُس سے مسائل پوچھوں گا دین کی باتیں سیکھوں گا۔
- (۱۰) جاہلوں کو مسئلہ بتاؤں گا دین سکھاؤں گا۔
- (۱۱) جو علم میں میرے برابر ہو گا اُس سے علم کی تکرار کروں گا۔
- (۱۲) علماء کی زیارت۔
- (۱۳) نیک مسلمانوں کا دیدار۔
- (۱۴) دوستوں سے ملاقات۔
- (۱۵) مسلمانوں سے میل۔
- (۱۶) جو رشتہ دار ملیں گے اُن سے بکثادہ پیشانی مل کر صلہ رحم۔
- (۱۷) اہل اسلام کو سلام۔
- (۱۸) مسلمانوں سے مصافحہ کروں گا۔
- (۱۹) اُن کے سلام کا جواب دُوں گا۔
- (۲۰) نمازِ جماعت میں مسلمانوں کی برکتیں حاصل کروں گا۔
- (۲۱ و ۲۲) مسجد میں جاتے نکلتے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام عرض کروں گا بِسْمِ اللّٰهِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ۔
- (۲۳ و ۲۴) دخول و خروج میں حضور و آل حضور و ازواج حضور پر درود بھیجوں گا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا

^۱ القرآن ۳۱/۷

محمد و علی آل سیدنا محمد و علی ازواج سیدنا محمد۔

(۲۵) بیمار کی مزاج پُرسی کروں گا۔

(۲۶) اگر کوئی غمی والا ملا تعزیت کروں گا۔

(۲۷) جس مسلمانوں کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا اُسے یرحمک اللہ کہوں گا۔

(۲۸ و ۲۹) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کروں گا۔

(۳۰) نمازیوں کے وضو کو پانی ڈوں گا۔

(۳۱ و ۳۲) خود مؤذن ہے یا مسجد میں کوئی مؤذن مقرر نہیں تو نیت کرے کہ اذان و اقامت کہوں گا اب اگر یہ کہنے نہ پایا دوسرے

نے کہہ دی تاہم اپنی نیت پر اذان و اقامت کا ثواب پاچکا فَقَدْ وَقَّعَ أَجْرًا عَلَى اللَّهِ ط^۱ (اللہ تعالیٰ اسے اجر عطا فرمائے گا۔ ت)

(۳۳) جو راہ بھولا ہوگا راستہ بتاؤں گا۔

(۳۴) اندھے کی دستگیری کروں گا۔

(۳۵) جنازہ ملا تو نماز پڑھوں گا۔

(۳۶) موقع پایا تو ساتھ دُفن تک جاؤں گا۔

(۳۷) دو مسلمانوں میں نزاع ہوئی تو حتیٰ الوسع صلح کراؤں گا۔

(۳۸ و ۳۹) مسجد میں جاتے وقت دہنے اور نکلنے وقت بائیں پاؤں کی تقدیم سے اتباع سنت کروں گا۔

(۴۰ ع) راہ میں جو لکھا ہوا کاغذ پاؤں گا اٹھا کر ادب سے رکھ دوں گا الی غیر ذلک من نیت کثیرہ تو دیکھئے کہ جو ان ارادوں کے

ساتھ گھر سے مسجد کو چلا وہ صرف حسنہ نماز کے لئے نہیں جاتا بلکہ ان چالیس^{۲۰} حسنات کے لئے جاتا ہے تو گویا اُس کا یہ چلنا

چالیس طرف چلنا ہے اور ہر قدم چالیس قدم پہلے اگر ہر قدم ایک نیکی تھا اب چالیس^{۲۰} نیکیاں ہوگا۔ اسی طرح قبر پر اذان دینے

والے کو چاہئے کہ ان پندرہ نیتوں کا تفصیلی قصد کرے تاکہ ہر نیت پر جُدا گناہ ثواب پائے اور ان کے ساتھ یہ بھی ارادہ کہ مجھے

میت کے لئے دُعا کا حکم ہے اس کی اجابت کا سبب حاصل کرتا ہوں اور نیز اُس سے پہلے عمل صالح کی تقدیم چاہئے یہ ادب دعا

بجالاتا ہوں الی غیر ذلک مما یستخرجہ العارف النبیل واللہ الہادی الی سواء السبیل (ان کے علاوہ دوسری

نیتیں جن کو عارف اور عمدہ رائے استخراج کر سکتی ہے اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔ ت) بہت لوگ اذان تو دیتے

ہیں مگر ان منافع و نیات سے غافل ہیں وہ جو کچھ نیت کرتے ہیں اُسی قدر پائیں گے۔

عہ یہ چالیس نیتیں ہیں جن میں چھبیس^{۲۶} علماء نے ارشاد فرمائیں اور چودہ^{۳۱} فقیر نے بڑھائیں جن کے ہندسوں پر خطوط کھینچے ہیں ۱۲

منہ

فانما الاعمال بالنیات وانما لكل امرئ ما نوى¹ (اعمال کا ثواب نیتوں سے ہی ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ ت)

تنبیہ سوم: جہال منکرین یہاں اعتراض کرتے ہیں کہ اذان تو اعلام نماز کے لئے ہے یہاں کون سی نماز ہوگی جس کے لئے اذان کہی جاتی ہے مگر یہ ان کی جہالت انہیں کوزیب دیتی ہے وہ نہیں جانتے کہ اذان میں کیا کیا اغراض و منافع ہیں اور شرع مطہر نے نماز کے سوا کن کن مواضع میں اذان مستحب فرمائی ہے از انجملہ گوش مغموم میں اور دفع وحشت کو کہنا تو یہیں گزرا اور سچے کے کان عہ میں اذان دینا سنا ہی ہوگا ان کے سوا اور بہت مواقع ہیں جن کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ نسیم الصبا میں ذکر کی۔

تنبیہ چہارم: شرع مطہر کی اصل کٹی ہے کہ جو امر مقاصد شرع سے مطابق ہو محمود ہے اور جو مخالف ہو مردود، اور حکم مطلق اس کے تمام افراد میں جاری و ساری، جب تک کسی خاص خصوصیت سے نہی شرع وارد نہ ہو تو بعد ثبوت حسن مطلق حسن مقید پر کسی دلیل کی حاجت نہیں بلکہ حسن مطلق ہے اُس پر دلیل قاطع اور بقاعدہ مناظرہ اثباتِ ممانعت ذمہ مانع، معہذا اصل اشیا میں اباحت تو قائل جواز متمسک باصل ہے کہ اصلا دلیل کی حاجت نہیں رکھتا اجازت خصوصیت کو اجازت خاصہ وارد ہونے پر موقوف جانا اور منع خصوصیت کے لئے منع خاص وارد ہونے کی ضرورت نہ ماننا صرف تحکم و زبردستی ہی نہیں بلکہ دائرہ عقل و نقل سے خروج اور مطمورہ² و جہل میں کامل دلوج ہے علمائے سنت شکر اللہ تعالیٰ مساعیم الجلیلہ ان سب مباحث کو اعلیٰ درجہ پر طے فرما چکے۔ ان تمام اصول جلیلہ رفیعہ و دیگر قواعد نافعہ بدلیعہ کی تنقیحِ بالغ و تحقیق بازغ حضرت ختام المحققین امام المدققین حجۃ اللہ فی الارضین معجزہ

عہ: بعض احمق جاہل گوش مولود کی اذان سے یہ جواب دیتے ہیں کہ اس اذان کی نماز تو بعد موت مولود ہوتی ہے یعنی نماز جنازہ، یہ اذان جو قبر پر کہو گے اس کی نماز کہاں ہے؟ اذان گوش مولود کو نماز جنازہ کی اذان بتانا جیسی جہالت فاحشہ ہے خود ظاہر ہے مگر ان کا جواب ترکی بہ ترکی یہ ہے کہ نماز جنازہ جس طرح قیام سے ہوتی ہے جو ادنیٰ افعال نماز ہے ایک نماز روزِ محشر صرف سجد سے ہوگی جو اعلیٰ افعال نماز ہے جس دن کشفِ ساق ہوگا اور مسلمان سجدے میں گرے جینگے منافق سجدہ نہ کر سکیں گے جس کا بیان قرآن عظیم سورہ ق شریف میں ہے قبر کی اذان اس نماز کی اذان ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (م)

1 مشکوٰۃ المصابیح خطبۃ الکتاب مطبوعہ مکتبائی دہلی ص ۱۱

2 بیوقوفی اور جہالت کے گڑھے میں مکمل طور پر داخل ہونا ہے۔

من معجزات سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین سید العلماء سند اکملاتاج الافاضل سراج الاماثل حضرت والد ماجد قدس اللہ سرہ ورزقناہ نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانئ الفساد وکتاب لاجواب اذاقۃ الاثام لمناعی عمل المولد والقیام وغیرہا میں افادہ فرمائی اور فقیر نے بھی بقدر حاجت اپنے رسالہ اقامۃ القیامۃ علی طاعن^{۱۳۹۹} عن القیام لنبی تہامہ ورسالہ منیر العین فی حکم^{۱۳۰۲} تقبیل الایہامین ورسالہ نسیم الصبائی^{۱۳۰۲} ان الاذان یحول الوباء وغیرہا تصانیف میں ذکر کی یہاں ان مباحث کے ایراد سے تطویل کی ضرورت نہیں، حضرات مخالفین بانگہ مزار ہا بار گھر تک پہنچ چکے، اگر پھر ہمت فرمائیں گے ان شاء اللہ العزیز وہ جواب باصواب پائیں گے جس کے انوارِ باہرہ و لمعاتِ قاہرہ کے حضور باطل کی آنکھیں جھپکیں اور اُس کی سُہانی روشنیوں و دلکشا تجلیوں سے حق و صواب کے نورانی چہرے دمکیں وباللہ التوفیق وهو المعین۔ والحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین الحمد للہ کہ یہ رسالہ آخر محرم ۱۳۰۷ھ سے دو جلسوں میں تمام ہوا واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم علیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد^{۱۳} المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تمت بالخیر





مآخذ ومراجع

سن وفات ہجری	مصنف	نام	ا
۴۱۶	عبدالرحمن بن عمر بن محمد البغدادي المعروف بالنحاس	الاجزاء في الحديث	۱-
۴۴۶	ابوالعباس احمد بن محمد الناطقي الحنفي	الاجناس في الفروع	۲-
۶۸۳	عبدالله بن محمود (بن مودود) الحنفي	الاختيار شرح المختار	۳-
۲۵۶	محمد بن اسلميل البخاري	الادب المفرد للبخاري	۴-
۹۲۳	شهاب الدين احمد بن محمد القسطلاني	ارشاد الساري شرح البخاري	۵-
۹۵۱	ابوسعود محمد بن محمد العمادي	ارشاد العقل السليم	۶-
۱۲۲۵	مولانا عبدالحق علي بحر العلوم	الاركان الاربع	۷-
۹۷۰	شيخ زين الدين بن ابراهيم باين نجيم	الاشباه والنظائر	۸-
۱۰۵۲	شيخ عبدالحق المحدث الدهلوي	اشعة اللغات	۹-
۴۸۲	علي بن محمد البرزدي	اصول البرزدي	۱۰-
۹۴۰	احمد بن سليمان بن كمال باشا	الاصلاح للوقاية في الفروع	۱۱-
۷۶۹	قاضي بدر الدين محمد بن عبدالله الشبلي	آكام المرجان في احكام الجنان	۱۲-
۷۵۸	قاضي برهان الدين ابراهيم بن علي الطرسوسي الحنفي	انفع الوسائل	۱۳-
۱۰۶۹	حسن بن عمار الشرنبلالي	امداد الفتاح	۱۴-
۷۹۹	امام يوسف الاردبيلي الشافعي	انوار الائمة الشافعية	۱۵-
۹۴۰	احمد بن سليمان بن كمال باشا	الايضاح للوقاية في الفروع	۱۶-
۴۳۲	عبد الملك بن محمد بن محمد بشران	امالي في الحديث	۱۷-
۳۶۴	احمد بن محمد المعروف بابن السنن	الايجاز في الحديث	۱۸-
۴۰۷	احمد بن عبدالرحمن الشيرازي	القاب الروات	۱۹-

		ب
۵۸۷	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۲۰- بدائع الصنائع
۵۹۳	علی بن ابی بکر المرغینانی	۲۱- البداية (بداية المبتدی)
۹۷۰	شیخ زین الدین بن ابراہیم باین نجیم	۲۲- البحر الرائق
۹۲۲	ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی	۲۳- البدیان شرح مواہب الرحمن
۳۷۲	فقیہ ابو الیث نصر بن محمد السمرقندی	۲۴- بستان العارفین
۵۰۵	حمید الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۲۵- البسیط فی الفروع
۸۵۵	امام بدر الدین ابو محمد العینی	۲۶- البناء شرح الهدایة
		ت
۱۲۰۵	سید محمد مرتضیٰ الزبیدی	۲۷- تاج العروس
۵۷۱	علی بن الحسن الدمشقی باین عساکر	۲۸- تاریخ ابن عساکر
۲۵۶	محمد بن اسلمیل البخاری	۲۹- تاریخ البخاری
۵۹۳	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۳۰- التجنیس والعزید
۸۶۱	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن الامام	۳۱- تحریر الاصول
۵۴۰	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۳۲- تحفة الفقہاء
۷۳۰	عبد العزیز بن احمد البخاری	۳۳- تحقیق الحسابی
۸۷۹	علامہ قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۳۴- التوجیح والتصحیح علی القدوری
۸۱۶	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۳۵- التعریفات لسید شریف
۳۱۰	محمد بن جریر الطبری	۳۶- تفسیر ابن جریر (جامع البیان)
۶۹۱	عبد اللہ بن عمر البیضاوی	۳۷- تفسیر البیضاوی
۹۱۱-۸	علامہ جلال الدین المحلی و جلال الدین السیوطی	۳۸- تفسیر الجلالین
۱۲۰۴	سلیمان بن عمر العجمی الشیرازی	۳۹- تفسیر الجمل
۶۷۱	ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی	۴۰- تفسیر القرطبی
۲۶	امام فخر الدین الرازی	۴۱- التفسیر الکبیر

۲۲۸	نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین النیشابوری	التفسیر لنیشابوری	۴۲
۹۱۱	ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی	تقریب القریب	۴۳
۸۷۹	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبي	التقریر والتحبیر	۴۴
۱۰۳۱	عبدالرؤف المناوی	التیسیر للمناوی	۴۵
۷۴۳	فخر الدین عثمان بن علی الزبلی	تبیین الحقائق	۴۶
۸۵۲	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	تقریب التہذیب	۴۷
۸۱۷	ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	تنویر المقیاس	۴۸
۱۰۰۴	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد التمرتاشی	تنویر الابصار	۴۹
۲۹۴	محمد بن نصر المروزی	تعظیم الصلوٰۃ	۵۰
۴۶۳	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	تاریخ بغداد	۵۱
۷۷۳	عمر بن اسحاق السراج الہندی	التوشیح فی شرح الہدایۃ	۵۲
ج			
۲۷۹	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	جامع الترمذی	۵۳
۹۶۲	شمس الدین محمد الخراسانی	جامع الرموز	۵۴
۲۵۶	امام محمد بن اسماعیل البخاری	الجامع الصحیح للبخاری	۵۵
۱۸۹	امام محمد بن حسن الشیبانی	الجامع الصغیر فی الفقہ	۵۶
۲۶۱	مسلم بن حجاج القشیری	الجامع الصحیح للمسلم	۵۷
۵۸۶	ابونصر احمد بن محمد العتابی	جامع الفقہ (جامع الفقہ)	۵۸
۸۲۳	شیخ بدر الدین محمود بن اسرائیل بابن قاضی	جامع الفصولین	۵۹
۳۴۰	ابی الحسن عبید اللہ بن حسین الکرخی	الجامع الکبیر	۶۰
۰	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	جواہر الاخلاطی	۶۱
۹۸۹	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	الجواہر الزکیۃ	۶۲
۵۶۵	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	جواہر الفتاویٰ	۶۳
۸۰۰	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد البیہقی	الجوہرۃ النبیۃ	۶۴
۲۳۳	یحییٰ بن معین البغدادی	الجرح والتعدیل فی رجال الحدیث	۶۵
۹۱۱	علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی	الجامع الصغیر فی الحدیث	۶۶

ح

۱۱۷۶	محمد بن مصطفیٰ ابوسعید الخداری	حاشیہ علی الدرر	۶۷
۱۰۲۱	احمد بن محمد الشلبی	حاشیہ ابن شلبی علی التبیین	۶۸
۱۰۱۳	عبدالحمیم بن محمد الرومی	حاشیہ علی الدرر	۶۹
۸۸۵	قاضی محمد بن فراموزملا خسرو	حاشیہ علی الدرر لملا خسرو	۷۰
۰	علامہ سفطی	حاشیہ علی المقدمة العشماویة	۷۱
۹۴۵	سعد اللہ بن عیسیٰ آفندی	الحاشیہ لسعدی آفندی	۷۲
۱۱۴۳	عبدالغنی النابلسی	الحدیقة الندیة شرح طریقہ محمدیة	۷۳
۶۰۰	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی	الحاوی القدسی	۷۴
۳۷۲	امام ابوالیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	حصار المسائل فی الفروع	۷۵
۴۳۰	ابو نعیم احمد بن عبداللہ الاصبجانی	حلیة الاولیاء	۷۶
۸۷۹	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	حلیة المجتبیٰ	۷۷

خ

	قاضی جکن الحنفی	خزانة الروایات	۷۸
۵۴۲	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	خزانة الفتاویٰ	۷۹
۷۷۰ کے بعد	حسین بن محمد السعانی السیقانی	خزانة المفتیین	۸۰
۵۹۸	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	خلاصة الدلائل	۸۱
۵۴۲	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	خلاصة الفتاویٰ	۸۲
۹۷۳	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	خیرات الحسان	۸۳

د

۸۵۲	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	الدراية فی تخريج احادیث الهدایة	۸۴
۸۸۵	قاضی محمد بن فراموزملا خسرو	الدرر (درر الحکام)	۸۵
۱۰۸۸	علاء الدین الحصکفی	الدر المختار	۸۶
۹۱۱	علامہ جلال الدین عبدالرحمن السیوطی	الدر النثیر	۸۷

		ذ	
٩٠٥	يوسف بن جنيد الجبلي (چلبى)	ذخيرة العقبي	٨٨-
٦١٦	برهان الدين محمود بن احمد	ذخيرة الفتاوى	٨٩-
٢٨١	عبدالله بن محمد ابن ابى الدنيا القرشي	ذم الغيبة	٩٠-
		ر	
		الرحمانية	٩١-
١٢٥٢	محمد امين ابن عابدين الشامي	رد المحتار	٩٢-
٤٨١	ابو عبدالله محمد بن عبد الرحمن الدمشقي	رحمة الامة في اختلاف الائمة	٩٣-
٢٣٩	ابومروان عبد الملك بن حبيب السلمي (القرطبي)	رغائب القرآن	٩٤-
٩٤٠	شيخ زين الدين بابر بن نجيم	رفع الغشاء في وقت العصر والعشاء	٩٥-
٢٨٠	عثمان بن سعيد الدارمي	رد على الجهمية	٩٦-
		ز	
	شيخ الاسلام محمد بن احمد الاسمي جاني المتوفى اواخر القرن السادس	زاد الفقهاء	٩٧-
٨٦١	كمال الدين محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الهمام	زاد الفقير	٩٨-
١٠٦٩ تقريباً	محمد بن محمد التمر تاشي	زواجر الجواهر	٩٩-
١٨٩	امام محمد بن حسن الشيباني	زيادات	١٠٠-
		س	
٨٠٠	ابوبكر بن علي بن محمد الحداد البميني	السراج الوباج	١٠١-
٢٤٣	ابو عبدالله محمد بن يزيد ابن ماجه	السنن لابن ماجه	١٠٢-
٢٤٣	سعيد بن منصور الخراساني	السنن لابن منصور	١٠٣-
٢٤٥	ابوداؤد سليمان بن اشعث	السنن لابن داؤد	١٠٤-
٣٠٣	ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب النسائي	السنن للنسائي	١٠٥-
٢٥٨	ابوبكر احمد بن حسين بن علي البيهقي	السنن للبيهقي	١٠٦-

۳۸۵	علی عمر الدار قطنی	السنن لدار قطنی	۱۰۷
۲۵۵	عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی	السنن لدارمی	۱۰۸
ش			
	شمس الائمتہ عبداللہ بن محمود الکردوری	الشافی	۱۰۹
۹۷۳	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	شرح الاربعین للنووی	۱۱۰
۱۱۰۶	ابراہیم ابن عطیہ الماکی	شرح الاربعین للنووی	۱۱۱
۹۷۸	علامہ احمد بن الحجازی	شرح الاربعین للنووی	۱۱۲
۱۰۹۹	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری	شرح الاشباہ والنظائر	۱۱۳
۵۹۲	امام قاضی خان حسین بن منصور	شرح الجامع الصغیر	۱۱۴
۱۰۶۲	شیخ اسمعیل بن عبدالغنی النابلسی	شرح الدرر	۱۱۵
۱۰۵۲	شیخ عبدالحق الحدیث الدہلوی	شرح سفر السعاده	۱۱۶
۵۱۶	حسین بن منصور البغوی	شرح السنۃ	۱۱۷
۹۳۱	یعقوب بن سیدی علی زادہ	شرح شرعۃ الاسلام	۱۱۸
۴۸۰	ابو نصر احمد بن منصور الحنفی الاسیبجانی	شرح مختصر الطحاوی للاسیبجانی	۱۱۹
		شرح الغریبین	۱۲۰
۶۷۶	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی	شرح المسلم للنووی	۱۲۱
۳۲۱	ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی	شرح معانی الآثار	۱۲۲
۹۲۱	عبدالبر بن محمد ابن شحنتہ	شرح المنظومۃ لابن وہبان	۱۲۳
۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین الشامی	شرح المنظومۃ فی رسم المفتی	۱۲۴
۹۵۶	شیخ محمد ابراہیم الحلبي	شرح المنیۃ الصغیر	۱۲۵
۱۱۲۲	علاء محمد بن عبدالباقی الزرقانی	شرح مواہب الدینیۃ	۱۲۶
۱۱۲۲	علاء محمد بن عبدالباقی الزرقانی	شرح مؤطا امامہ مالک	۱۲۷
۶۷۶	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی	شرح المہذب للنووی	۱۲۸
۹۳۲	مولانا عبدالعلی البرجنڈی	شرح النقایۃ	۱۲۹
۷۴۷	صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود	شرح الوقایۃ	۱۳۰

۸۹۰	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنة	۱۳۱	شرح الهداية
۵۷۳	امام الاسلام محمد بن ابى بكر	۱۳۲	شريعة الاسلام
۴۵۸	ابو بكر احمد بن حسين بن على البيهقي	۱۳۳	شعب الايمان
۴۸۰	احمد بن منصور الخنفي الاسييجاني	۱۳۴	شرح الجامع الصغير
۵۳۶	عمر بن عبدالعزيز الخنفي	۱۳۵	شرح الجامع الصغير
ص			
۳۹۳	اسماعيل بن حماد الجوهري	۱۳۶	صحاح الجوهري
۳۵۴	محمد بن حبان	۱۳۷	صحيح ابن حبان
۳۱۱	محمد بن اسحاق ابن خزيمه	۱۳۸	صحيح ابن خزيمه
تقريرا ۶۹۰	ابو فضل محمد بن عمر بن خالد القرشي	۱۳۹	الصراح
ط			
۱۳۰۲	سيد احمد الطحاوي	۱۴۰	الطحاوي على الدر
۱۳۰۲	سيد احمد الطحاوي	۱۴۱	الطحاوي على المراق
۹۸۱	محمد بن بمر على المروف بركلي	۱۴۲	الطريقة المحمدية
۵۳۷	نجم الدين عمر بن محمد النسفي	۱۴۳	طلبة الطلبة
ع			
۸۵۵	علامه بدر الدين ابى محمد محمود بن احمد العميني	۱۴۴	عمدة القارى
۷۸۶	اكمل الدين محمد بن محمد البارقي	۱۴۵	العناية
۱۰۶۹	شهاب الدين الخفاجي	۱۴۶	عناية القاضى
۳۷۸	ابواليث نصر بن محمد السمرقندي	۱۴۷	عيون المسائل
۱۴۵۲	محمد ابن ابن عابدين لشامى	۱۴۸	عقود الدرثية
۱۰۳۰	كمال الدين محمد بن احمد الششير بطاشكبرى	۱۴۹	عدّة
		۱۵۰	

غ

۷۵۸	شیخ قوام الدین امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	۱۵۱- غایۃ البیان
۸۸۵	قاضی محمد بن فراموزمًا خسرو	۱۵۲- غرر الاحکام
۲۳۰	ابوالحسن علی بن میسرۃ البغدادی المعروف باثرم	۱۵۳- غریب الحدیث
۱۰۹۸	احمد بن محمد الحموی النخعی	۱۵۴- غمزۃ عیون البصائر
۱۰۶۹	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۵۵- غنۃ ذوالاحکام
۹۵۶	محمد ابراہیم بن محمد الحلبي	۱۵۶- غنۃ المستملی

ف

۸۵۲	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۱۵۷- فتح الباری شرح البخاری
۸۶۱	کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن الہمام	۱۵۸- فتح القدير
۵۳۷	امام نجم الدین النسفی	۱۵۹- فتاویٰ النسفی
۸۲۷	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۱۶۰- فتاویٰ بزازیۃ
		۱۶۱- فتاویٰ حجّہ
۱۰۸۱	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۱۶۲- فتاویٰ خیریۃ
۵۷۵	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۱۶۳- فتاویٰ سراجیۃ
	عطاء بن حمزہ السغدی	۱۶۴- فتاویٰ عطاء بن حمزہ
	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	۱۶۵- فتاویٰ غیاثیہ
۵۹۲	حسن بن منصور قاضی خان	۱۶۶- فتاویٰ قاضی خان
	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	۱۶۷- فتاویٰ ہندیہ
۶۱۹	ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۱۶۸- فتاویٰ ظہیریۃ
۵۳۰	عبدالرشید بن ابی حنیفۃ الولو الجلی	۱۶۹- فتاویٰ الولو الجبیہ
۵۳۶	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز	۱۷۰- فتاویٰ الکبریٰ
۱۵۰	الامام الاعظم ابی حنیفۃ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۷۱- فقہ الاکبر
	سید محمد ابی السعود الحنفی	۱۷۲- فتح المعین

۹۲۸	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۱-۷۳	فتح المعین شرح قرۃ العین
۶۳۸	محمّد الدین محمد بن علی ابن عربی	۱-۷۴	الفتوحات المکیّة
۱۲۲۵	عبدالعلی محمد بن نظام الدین الکندی	۱-۷۵	فوائده الرحوت
۴۱۴	تمام بن محمد بن عبد اللہ السجلی	۱-۷۶	الفوائد
۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱-۷۷	فوائد المخصّصة
۱۰۳۱	عبدالرؤف المناوی	۱-۷۸	فیض التدریس شرح الجامع الصغیر
۲۶۷	اسمعیل بن عبد اللہ الملقب بسمویة	۱-۷۹	فوائد سمویة

ق

۸۱۷	محمد بن یعقوب الفیرز آبادی	۱-۸۰	القاموس
۹۲۸	علامہ زین الدین بن علی الملباری	۱-۸۱	قرۃ العین
۶۵۸	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۱-۸۲	القنیة
		۱-۸۳	القرآن

ک

۳۳۴	حاکم شہید محمد بن محمد	۱-۸۴	الکافی فی الفروع
۳۶۵	ابو احمد عبد اللہ بن عدی	۱-۸۵	الکامل لابن عدی
۹۷۳	سید عبدالوہاب الشعرائی	۱-۸۶	الکبریٰ الاحمر
۱۸۹	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱-۸۷	کتاب الآثار
۱۸۲	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱-۸۸	کتاب الآثار
	ابو المحاسن محمد بن علی	۱-۸۹	کتاب الالہام فی آداب دخول الحمام
۴۳۰	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ	۱-۹۰	کتاب السواک
۱۰۵۰	عبدالرحمن بن محمد عماد الدین بن محمد الحمادی	۱-۹۱	کتاب الهدیة لابن عماد
	لابی عبید	۱-۹۲	کتاب الطهور
۳۲۷	ابو محمد عبدالرحمن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۱-۹۳	کتاب العلل علی ابواب الفقہ
۱۸۹	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱-۹۴	کتاب الاصل
	ابو بکر بن ابی داؤد	۱-۹۵	کتاب الوسوسة

۱۹۶	کشف الاسرار	علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۱۹۷	کشف الرموز	علاء المقدسی	
۱۹۸	کشف الاستار عن زوائد البزار	امین الدین عبدالوہاب بن وہبان الدمشقی	۷۶۸
۱۹۹	کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹۷۵
۲۰۰	الکفایة	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی تقریباً	۸۰۰
۲۰۱	کف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر المہلی	۹۷۳
۲۰۲	کنز الدقائق	عبداللہ بن احمد بن محمود	۷۱۰
۲۰۳	الکنی للحاکم	ابو عبداللہ الحاکم	۴۰۵
۲۰۴	الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	۷۸۶
۲۰۵	کتاب الجرح والتعديل	محمد بن حبان التیمی	۳۵۴
۲۰۶	کتاب المغازی	یحییٰ بن سعید القطان	۱۹۸
۲۰۷	کتاب الصمت	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱
۲۰۸	کتاب الزید	عبداللہ بن مبارک	۱۸۰
۲۰۹	الکشاف عن حقائق التنزیل	جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری	۵۳۸
ل			
۲۱۰	لبعات التنقیح	علامہ شیخ عبدالحق المحدث الدبلوی	۱۰۵۲
۲۱۱	لقط المرجان فی اخبار الجآن	علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن محمد السیوطی	۹۱۱
م			
۲۱۲	مبارق الازہار	الشیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن الملک	۸۰۱
۲۱۳	مبسوط خواہر زادہ	بکر خواہر زادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	۴۸۳
۲۱۴	مبسوط السرخسی	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی	۴۸۳
۲۱۵	مجری الانہر شرح ملتقى الابحر	نور الدین علی الباقانی	تقریباً ۹۹۵
۲۱۶	مجمع بحار الانوار	محمد طہر الصدیقی	۹۸۱
۲۱۷	مجموع النوازل	احمد بن موسیٰ بن عیسیٰ	۵۵۰
۲۱۸	مجمع الانہر	الشیخ عبداللہ بن محمد بن سلیمان المعروف بدماد آفندی	۱۰۷۸

۶۱۶	امام برهان الدين محمود بن تاج الدين	المحيط البرهاني	۲۱۹
۶۷۱	رضي الدين محمد بن محمد السرخسي	المحيط الرضوي	۲۲۰
۵۹۳	برهان الدين علي بن ابى بكر المرغيناني	مختارات النوازل	۲۲۱
۶۶۰	محمد بن ابى بكر عبد القادر الرازي	مختار الصحاح	۲۲۲
۶۴۳	ضياء الدين محمد بن عبد الواحد	المختارة في الحديث	۲۲۳
۹۱۱	علامه جلال الدين السيوطي	المختصر	۲۲۴
۷۳۷	ابن الحاج ابى عبد الله محمد بن محمد العبدري	مدخل الشرح الشريف	۲۲۵
۱۰۶۹	حسن بن عمار بن علي الشرنبلالي	مراق الفلاح بامداد الفتاح شرح نور الايضاح	۲۲۶
۱۰۱۴	علي بن سلطان لما على قارى	مرفقات شرح مشکوة	۲۲۷
۹۱۱	علامه جلال الدين السيوطي	مرفقات الصعود	۲۲۸
	ابرايم بن محمد الخفي	مستخلص الحقائق	۲۲۹
۴۰۵	ابو عبد الله الحاكم	المستدرک للحاكم	۲۳۰
۷۱۰	حافظ الدين عبد الله بن احمد النسفي	المستصفي	۲۳۱
۱۱۱۹	محب الله البساري	مسلم الثبوت	۲۳۲
۲۰۴	سليمان بن واؤ الطيالى	مسند ابى داؤد	۲۳۳
۳۰۷	احمد بن علي الموصلى	مسند ابى يعلى	۲۳۴
۲۳۸	حافظ اسحق ابن راهوية	مسند اسحق ابن راهوية	۲۳۵
۲۴۱	امام احمد بن محمد بن حنبل	مسند الامام احمد بن حنبل	۲۳۶
۲۹۲	ابو بكر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البرزار	مسند البرزار	۲۳۷
۲۹۴	ابو محمد عبد بن محمد حميد الكشي	مسند عبد بن حبيد	۲۳۸
۵۵۸	شهر دار بن شيرويه الديلمي	مسند الفردوس	۲۳۹
۷۷۰	احمد بن محمد بن علي	مصباح المنير	۲۴۰
۷۱۰	حافظ الدين عبد الله بن احمد النسفي	المصطفى	۲۴۱
۲۳۵	ابو بكر عبد الله بن محمد احمد النسفي	مصنف ابن ابى شيبه	۲۴۲
۲۱۱	ابو بكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني	مصنف عبد الرزاق	۲۴۳
۶۵۰	امام حسن بن محمد الصغاني الهندي	مصباح الدجى	۲۴۴

۲۳۰	ابو نعيم احمد بن عبد الله الاصمباني	۲۳۵	معرفة الصحابة
۳۶۰	سليمان بن احمد الطبراني	۲۳۶	المعجم الاوسط
۳۶۰	سليمان بن احمد الطبراني	۲۳۷	المعجم الصغير
۳۶۰	سليمان بن احمد الطبراني	۲۳۸	المعجم الكبير
۷۳۹	قوام الدين محمد بن محمد البخاري	۲۳۹	معراج الدراية
۷۴۲	شيخ ولي الدين العراقي	۲۵۰	مشكوة المصابيح
۶۹۱	شيخ عمر بن محمد الخبازي الحنفي	۲۵۱	المغني في الاصول
۶۱۰	ابو الفتح ناصر بن عبد السيد المطرزي	۲۵۲	المغرب
۴۲۸	ابو الحسين احمد بن محمد القدوري الحنفي	۲۵۳	مختصر القدوري
۹۳۱	يعقوب بن سيدي علي	۲۵۴	مفاتيح الجنان
۵۰۲	حسين بن محمد بن مفضل الاصفهاني	۲۵۵	المفردات للامام راغب
۵۵۶	ابو العباس عبد الباري العثماوي المالكي	۲۵۶	المقدمة العشماوية
۸۰۷	ناصر الدين محمد بن يوسف الحسيني	۲۵۷	الملاقط (في فتاوى ناصر)
۸۲۷	نور الدين علي بن ابي بكر السبتي	۲۵۸	مجمع الزوائد
۳۰۷	محمد بن محمد بن شهاب ابن بزاز	۲۵۹	منآب الكردري
۳۳۴	عبد الله بن علي ابن جارود	۲۶۰	المنتقى (في الحديث)
۱۴۵۲	الحاكم الشير محمد بن محمد بن احمد	۲۶۱	المنتقى في فروع الحنيفه
۱۰۰۴	محمد امين ابن عابدين الشامي	۲۶۲	منحة الخالق
۹۵۶	محمد بن عبد الله التمر تاشي	۲۶۳	منح الغفار
۶۷۶	امام ابراهيم بن محمد الحلبي	۲۶۴	ملتقى الابرار
۶۹۴	شيخ ابو بكر ياحيى بن شرف النووي	۲۶۵	منهاج
۴۵۶	مظفر الدين احمد بن علي بن ثعلب الحنفي	۲۶۶	مجمع البحرين
۵۱۰	شيخ عيسى بن محمد ابن ابيناج الحنفي	۲۶۷	المبتغى
	عبد العزى بن احمد الحلواني	۲۶۸	المبسوط
	الحافظ ابو الفتح نصر بن ابراهيم الهروي	۲۶۹	مسند في الحديث

۲۶۲	یعقوب بن شیبہ السدوسی	المسند الكبير	۲۷۰
۷۰۵	سید الدین محمد بن محمد اکاشغری	منیة المصلی	۲۷۱
۱۷۹	امام مالک بن انس المدنی	موطا امام مالک	۲۷۲
۸۰۷	نور الدین علی بن ابی بکر السیثمی	موارد الظمان	۲۷۳
۶۳۲	احمد بن مظفر الرازی	مشکلات	۲۷۴
۴۷۶	ابی اسحاق ابن محمد الشافعی	مہذب	۲۷۵
۹۷۳	عبدالوہاب اشعرائی	میزان الشریعة الكبرى	۲۷۶
۷۴۸	محمد بن احمد الذہبی	میزان الاعتدال	۲۷۷
۴۱۰	احمد بن موسیٰ ابن مرویة	المستخرج على الصحيح البخاری	۲۷۸
۳۲۷	محمد بن جعفر الخرائطی	مکارم اخلاق	۲۷۹
ن			
۷۴۵	عبداللہ بن مسعود	النقایة مختصر الوقایة	۲۸۰
۷۶۲	ابو محمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلیعی	نصب الراية	۲۸۱
۱۰۶۹	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	نور الايضاح	۲۸۲
۷۱۱	حسام الدین حسین بن علی السغنائی	النهاية	۲۸۳
۶۰۶	مجد الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	النهاية لابن اثیر	۲۸۴
۱۰۰۵	عمر بن نجیم المصری	النهر الفائق	۲۸۵
۲۰۱	ہشام بن عبید اللہ المازنی الحنفی	نوادری الفقہ	۲۸۶
۱۰۳۱	محمد بن احمد المعروف بنشائجی زاده	نور العین	۲۸۷
۳۷۶	ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	النوازل فی الفروع	۲۸۸
۲۵۵	ابوعبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	نوادری الاصول فی معرفة اخبار الرسول	۲۸۹

		و	
۷۱۰	عبداللہ بن احمد النسفی	الوافی فی الفروع	۲۹۰
۵۰۵	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی	الوجیز فی الفروع	۲۹۱
۶۷۳	محمود بن صدر الشریعہ	الوقایة	۲۹۲
۵۰۵	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	الوسیط فی الفروع	۲۹۳
		ھ	
۵۹۳	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	الهدایة فی شرح البدایة	۲۹۳
		ی	
۹۷۳	سید عبد الوہاب الشعرانی	الیواقیت والجوہر	۲۹۵
۷۶۹	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	ینابیح فی معرفة الاصول	۲۹۶

